اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

(مسلمانو!) اب ہم
تمہارے دین کو تمہارے لیے
کامل کر چکے اور ہم نے تم پر اپنا احسان
پورا کر دیا اور ہم نے تمہارے لیے (اسی) دینِ اسلام کو پسند فرمایا

خدا کا شکر ہے کہ اُسی کے فضل و توفیق سے نسخہ لاجواب سعادۃ انتساب
مفید ہر شیخ و شاب یعنی

حصہ دوم

الحقوق والفرائض

فاضل اجل جناب شمس العلماء مولوی حافظ نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی
دامت برکاتہم مترجم القرآن

باہتمام فقیر حقیر خاک پائے ہر صغیر و کبیر میرزا
محمد عبد الغفار مالک فضل الاخبار
بماہ محرم الحرام ۱۳۲۴ ہجری نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم

قیمت ... بلا محصول ڈاک

عالیجناب شمس العلماء مولانا حافظ نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی دہلوی کا

ترجمۃ القرآن

قرآن دو صفحہ
ترجمہ بین السطور

یہ قرآن ۲۲ × ۲۹ کی تقطیع پر دو صفحہ چھاپا گیا ہے۔ کاغذ نہایت عمدہ صاف اور چکنا سفید دبیز لگایا گیا ہے
بین السطور میں بڑی خوشنمائی کے ساتھ چھاپا گیا ہے خط کی شان بالکل عجیب اور عام پسند ہے کاتب قرآن نے اس میں
یہ بھی صنعت دکھائی ہے کہ قرآن کی سورتوں کے عنوان میں جہاں جہاں بسم اللہ الرحمن الرحیم آئی ہے اُسے بالکل ایک نئی طرز اور نئی شکل میں بصورت
طغرے لکھا ہے گویا قرآن کی ہر ایک بسم اللہ دوسری بسم اللہ سے بالکل جدا اور ممتاز ہے۔ اس کے اول میں ایک دیباچہ ایک مجمل فہرست کہ وہ انڈکس آیات
مفصل فہرست کا اور ایک ۸۴ بڑے صفحوں کی مفصل فہرست لگائی گئی ہے۔ اس کا خط اس کا چھاپہ اس کا کاغذ سب عمدہ اور قابل دید ہے

قیمت محشی بے جلد [illegible] بے حاشیہ بے جلد [illegible] محشی مجلد [illegible]

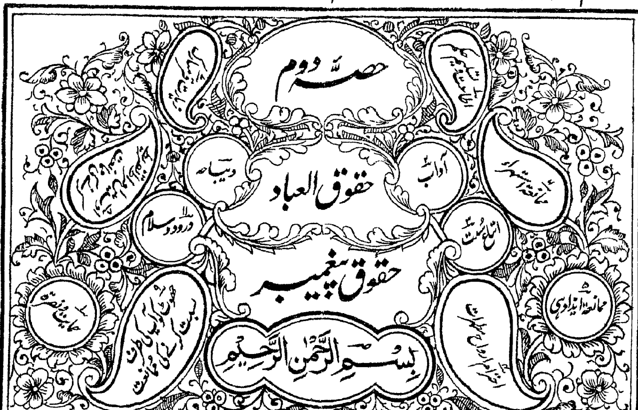
قرآن ترجمہ بالمقابل مع غرائب القرآن

۲۲ × ۲۹ کی تقطیع پر چو صفحہ چھاپا گیا ہے جو سب سے اخیر ایڈیشن ہے اس سے پہلے
مترجم دامت برکاتہ نے اسی تقطیع کا چو صفحہ قرآن لکھنؤ میں چھپوایا تھا مگر چونکہ اس کے
نسخ و نستعلیق کے دونوں خط عمدہ نہ تھے اور خط کی بے رونقی کے علاوہ غلطیاں بھی تھیں فاضل مترجم
نے اس کے لینے سے انکار کر دیا اور اگرچہ اس کے اہتمام میں رقم کثیر صرف ہو چکی تھی مگر تو بھی ان کی
دیانت نے اس بات کو جائز نہیں رکھا کہ کلام الٰہی غلطیوں کے ساتھ شائع کیا جائے اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ مترجم عم فیضہ کو قرآن ترجمہ کی
صحت اور خط کی عمدگی اور چھاپے کی خوبی میں کہاں تک احتیاط ملحوظ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم آپ کو ان باتوں کی طرف زیادہ متوجہ کرنا اور مبالغہ آمیز
الفاظ سے جیسا کہ عام لوگوں کا طریقہ ہے آپ کی سمع خراشی کرنا نہیں چاہتے مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید صرف اس قدر گزارش کرنا کافی
ہے اور یہ نفس الامری اور واقعی بات ہے کہ مترجم عم فیضہ نے اس قرآن کو چھپوا کر عام لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کر دیا اور اب کسی کو کوئی شکایت
باقی نہیں رہی نسخ و نستعلیق کے دونوں خط نہایت عمدہ صاف ستھرے پاکیزہ اور جلی ہیں۔ تقطیع خوبصورت اور موزوں ہے۔ ایک صفحہ پر متن قرآن اور
دوسرے پر ترجمہ ہے۔ ترجمے والے صفحے کے حاشیے پر فوائد ہیں متن والے صفحہ کے حاشیے پر غرائب القرآن ہے یہ کسی کتاب یا رسالہ کا ترجمہ نہیں
خود مترجم کا تتبع اور استنباط ہے کہ قرآن کے مشکل لفظوں کو جمع کر کے اُن کے متعلق صرفی نحوی لغوی معانی ادبی غرضکہ ہر طرح اور ہر شخص کی حد کے مناسب تحقیق
کی ہے اور اس خوبی سے کی ہے کہ ہر شخص خواہ وہ کسی مذاق کا ہو اپنے مذاق کے مطابق متمتع ہو سکتا ہے۔ ابتدا میں دیباچہ اور نہایت مفید و مسلسل فہرست بھی
خیال میں قرآن کا یہ ایڈیشن پچھلے سب ایڈیشنوں سے بہتر اور مفید ثابت ہوگا کیونکہ ان میں زیادہ حصہ عام ترجمہ خوانوں کا تھا اور اس میں زیادہ حصہ

مجمل فہرست مضامین حصّۂ دوم الحقوق والفرائض

مفصل فہرست مضامین حصہ دوم الحقوق الفرائض یعنی حقوق العباد

تمام شد



تمہید یا دیباچہ حصۂ ثانی

آدمیت تو یہ چاہتی ہے کہ بھلا کچھ نہ ہو تو بھی کم سے کم ایک نعمت کے بدلے ایک شکر تو ہو۔ سو خدا کی نعمتوں کا تو کچھ شمار نہیں وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا[1] نتیجہ یہ ہے کہ کوئی بندہ بشر بھی حقِ شکر سے عُہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ سچ کہا ہے ؎ گر کسے شکرِ حق فزون گوید ❊ شکرِ توفیقِ شکر چون گوید ❊

اِسی لیے حکیمِ اُمت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرما گئے ہیں۔

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیرِ خویش ــــ عذر بدرگاہِ خدا آورد ❊
ورنہ سزاوارِ خداوندیش ــــ کس نتواند کہ بجا آورد ❊

ہم کو تو اس جگہ دل سے زبان سے قلم سے خدا کے اِس احسان کا شکر کرنا ہے کہ اُس نے محض اپنی عنایت سے ہمارے دل میں اِس کتاب کے جمع کرنے کا خیال ڈالا اور وہ اِس طرح کہ ہم نے انسان کی حالت کو غور سے دیکھا تو اُس کو ایک خاص قسم کا مخلوق پایا کثیر العلائق۔ تعلّق سے پیدا ہوتے ہیں ایک طرف حقوق دوسری طرف فرائض۔ پھر ہم نے انسان کے تعلّقات کی ایک فہرست بنائی۔ فی زعمنا جامع۔ فہرست کا بننا تھا کہ حقوق اور فرائض الگ الگ کُھل پڑے۔ پھر ہم نے ایک ایک فرد کی سند تلاش کی اوّل قرآن سے اور قرآن میں نہ ملی تو حدیث سے۔ پھر جہاں جہاں ضرورت دیکھی ہر ایک فرد کے ذیل میں من المترجم کے نام سے کچھ کیفیت بڑھا دی۔ کتاب بن گئی وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ حقداروں کے لحاظ سے ہم نے کتاب کے دو حصے کیے۔ پہلے حصے میں خدا کے حقوق کا بیان ہے اور اُن کے مقابلے میں انسان کے فرائض کا۔ دوسرے میں خدا کے

---

[1] اور اگر خدا کی نعمتوں کو گنا چاہو تو اُن کو پورا پورا گن نہ سکو ۱۲ ❊

علاوہ دوسروں کے حقوق اور اُن کے مقابلے کے فرائض۔ اور چونکہ خدا کے علاوہ بڑے حق دار ہم اور ہمارے ابنائے جنس ہیں دوسرے حصّے کو **حقوق العباد** کا حصّہ سمجھو ورنہ یُوں تو دوسرے حصّے میں حقوق پاؤگے جانوروں کے کھانے کے کپڑے لتے کے ہر ایک چیز کے جس سے آدمی کو واسطہ پڑتا ہے الاقدم فالاقدم کی رُو سے ہم نے **حقوق اللہ** کو دوسرے حصّے میں اور **حقوق العباد** کو پہلے میں رکھنا چاہا تھا مگر پوست پرستوں اور ظاہر بینوں کی بدگمانی کے ڈر سے ترتیب اُلٹ دی۔ یہ ایک باریک بات ہے تاکہ اس کی حقیقت اور حقیّت کو تمہارا دل تسلیم کرے۔ پہلے الاقدم فالاقدم کے معنے سمجھو۔ الاقدم فالاقدم کے یہ معنی ہیں کہ آدمی کو بہت سے کام کرنے ہیں اور اپنی اپنی جگہ سب ضروری ہیں تاہم اُس کو چاہیئے کہ اشد ضروری کو ضروری پر مُقدّم رکھے۔ مُقدّم رکھنے کا یہ مطلب نہیں کہ ضروری کو نہ کرے۔ نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اشدّ ضروری کو ضروری سے بڑھ کر سمجھے۔ اب رہی یہ بات کہ **حقوق اللہ** کے ضروری اور **حقوق العباد** کے اشدّ ضروری ہونے کی کیا دلیل ہے۔ ہاں تو اس کی ایک چھوڑ تین تین دلیلیں ہیں **اوّل** یہ کہ ہمارے نزدیک اسلامی شریعت کا لُبّ لُباب یہ ہے کہ خدا نے آدمی کو زمین میں اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے وَاِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىۡ جَاعِلٌ فِى الۡاَرۡضِ خَلِيۡفَةً[ا] خلیفہ کے معنے ہیں نائب جانشین کارندہ کارپرداز سربراہ کار آدمی اس اعتبار سے خدا کا خلیفہ ہے کہ خدا نے اس کو خاص طرح کی عقل دی ہے جس کے ذریعے سے وہ حیوانات نباتات جمادات عناصر فلکیات۔ غرض کہ جو کچھ بھی دُنیا میں ہے سب سے خدمت لیتا سب سے اپنا کام نکالتا سب پر اپنی حکومت چلاتا ہے وَسَخَّرَ لَكُمۡ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا مِّنۡهُ‌ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ[۲] یہ عقل عطیۂ ایزدی ہے جو آدمی ہونے کی حیثیت سے بلا تفرقۂ قوم و ملک و مذہب کل بنی آدم کو دی گئی ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ "دہ درویش بگلیمے بخسپند و دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند" تو آدمیوں میں کشمکش کا ہونا ایک ضروری بات ہے جس کا نتیجہ ہے فساد فی الارض اور یہ خدا کو منظور نہیں اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡفَسَادَ[۳] اسی لیے خدا نے آدمی کی زندگی کا ایک مُکمّل دستور العمل بنا دیا قرآن کہ اس پر کاربند ہو تو بھلے آدمیوں

ا اور (اے پیغمبر لوگوں سے اُس وقت کا تذکرہ کرو) جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں (اپنا ایک) نائب بنانے والا ہوں ۱۲ سے اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اُسی نے اپنے (کرم) سے ان سب کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے ۲ بے شک ان (باتوں) میں (قدرتِ خدا کی) بہتیری ہی نشانیاں ہیں (مگر) اُن ہی لوگوں کے لیے جو (غور و) فکر کو کام میں لاتے ہیں ۱۲

۲ زمین کی مخلوقات کا آدمی کے کارآمد ہونا تو ظاہر ہے آسمانی مخلوقات کے بارے میں شیخ سعدی نے عمدہ طور پر کہا ہے ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند + تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری + ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار + شرطِ انصاف نباشد کہ تو فرماں نہ بری ۱۲ ۳ بے شک اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا ۱۲

۴ خلافتِ اعظم کے متعلق ہم نے ایک لکچر ہی جو انجمنِ حمایتِ اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ ۱۹۰۲ء میں دیا تھا بہت کچھ لکھا ہے اگر کسی کو اس کی مفصل دیکھنی ہو تو وہاں دیکھیے ۱۲ +

کا ساجینا جیئے اور نیک بندوں کا سا مرنا مرے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ [1] بے شک قرآن میں **حقوق اللہ اور حقوق العباد** سبھی کچھ ہے مگر شریعت کے لب لباب پر نظر کرکے حقوق العباد کا پلہ جھکا ہوا ہی جیسا کہ اس کتاب کے دونوں حصوں کی ضخامت سے ظاہر ہوتا ہے۔ حقوق اللہ گنتی کے چند حقوق ہیں جبکہ حقوق العباد کی فہرست بجائے خود ایک دفتر ہے اور اسی لیے ہم نے حقوق اللہ کو ضروری اور حقوق العباد کو اشد ضروری سمجھا **دوسری** دلیل حقوق اللہ کو ضروری اور حقوق العباد کو اشد ضروری سمجھنے کی یہ ہی کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا تفرقہ بھی لفظی اور اعتباری تفرقہ ہی ورنہ تمام حقوق العباد اس اعتبار سے کہ خدا کے ٹھیرائے ہوئے ہیں حقوق اللہ میں اس کو ایک مثال سے خوب سمجھوگے کہ مثلاً خدا نے قتل نفس کو منع فرمایا ہے وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ [2] اور فرض کرو کہ زید نے ظلماً ناحق عمرو کو مار ڈالا۔ تو زید عمرو کا گنہگار تو الگ ہوا کہ اس کی حق تلفی کی اور ساتھ ہی خدا کا بھی گنہگار ہوا کہ اس کے حکم کے خلاف کیا۔ لیکن اگر فرض کرو کہ زید نالائق نماز نہیں پڑھتا تو وہ صرف خدا کا گنہگار ہے اور اسی کا حق تلف کرتا ہے۔ پس حقوق اللہ اکہرے حقوق اللہ ہیں اور حقوق العباد دوہرے حقوق ہیں ایک طرف خدا کے اور دوسری طرف بندوں کے۔ اور انگریزی انتظام میں کیا ہوتا ہے کہ جتنے سنگین جرم ہیں سب میں سرکار مدعی ہوتی ہے حالانکہ مجرم نے قانون کی خلاف ورزی کے سوا سرکار کا کچھ نہیں بگاڑا۔ اب سمجھے کہ کیوں ہم نے حقوق اللہ کو ضروری اور حقوق العباد کو اشد ضروری سمجھا۔ حقوق اللہ کو ضروری اور حقوق العباد کو اشد ضروری قرار دینے کی **تیسری** دلیل یہ ہے کہ حقوق خدا کے ہوں یا بندوں کے گویا قرض ہیں۔ قرض ہونے میں دونوں برابر مگر قرض خواہ برابر نہیں۔ خدا بے نیاز ہے۔ غنی ہے غفور رحیم ہے۔ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ [3] اور بندے محتاج نادار بخیل سخت گیر وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ [4]۔ اگر خدا کا قرض رہ جائے گا تو قوی امید ہے کہ وہ اس سے درگزر کرے گا۔ مگر بندہ تو جانے چمڑی نہ دے دمڑی۔ حال تو یہ ہے کہ حقوق العباد کا بوجھ بڑا بھاری بوجھ ہے اور حقوق اللہ کا بوجھ اس کے مقابلے میں ہلکا ہے مگر لوگوں نے معاملہ معکوس کر رکھا ہے خدا کے حقوق تو خیر کچھ سمجھتے بھی ہیں بندوں کے حقوق کی ذرا بھی پروا نہیں کرتے اور اسی سے دنیا میں فسادات ہیں لڑائیاں ہیں۔ جھگڑے ہیں خرابیاں ہیں تباہیاں ہیں بربادیاں ہیں ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ "خود لوگوں ہی کی کرتوتوں سے (کیا) خشکی اور (کیا) تری میں

---

[1] جو شخص نیک عمل کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو تو ہم ز دنیا میں بھی اس کی زندگی اچھی طرح بسر کرائیں گے اور ان کو آخرت میں بھی ان کے (ان) بہترین اعمال کا صلہ ضرور عطا فرمائیں گے ف اس آیت کے مطلب سے فارسی کا ایک قطعہ ہے جیساں ہی قطعہ اگر دنیا نباشد دردمندیم * وگر باشد بمہرش پائے بندیم * بلائے زین جہاں آشوب تر نیست * کہ رنج خاطرست ار ہست و رنیست * یعنی دنیا دار آدمی ہی ہو یا محتاج کسی حال میں خوش نہیں رہ سکتا صرف دینداری ہی ایک چیز ہے جو آدمی کو دنیا میں خوش رکھ سکتی ہے کہ اگر اس کو نعمت حاصل ہے تو شکر کرتا ہی اور مصیبت ہے تو صبر ۱۲

[2] اور کسی کی جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے ناحق قتل نہ کرنا ۱۲ [3] اس نے از خود لوگوں پر مہربانی کرنے کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے ۱۲+

[4] اور (تھوڑا بہت) بخل تو سب ہی کی طبیعت میں ہوتا ہے ۱۲+

(یعنی ہر جگہ ہر طرح کی) خرابیاں ظاہر ہو چکی ہیں (اور اس کا ضروری نتیجہ یہ ہے) کہ (لوگ جیسے جیسے عمل کر رہے ہیں خدا) اُن کو اُن کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے (تاکہ وہ ایسی حرکات سے) باز آئیں"۔

ہم کتاب کے حصہ دوم حقوق العباد کو حقوقِ نفس سے شروع کرنے کو تھے کہ اول خویش بعدہ درویش اپنے اوپر اپنے حقوق سُن کر لوگوں کو تعجب ہوگا تو اُن کو چاہیئے کہ باب حقوقِ نفس ملاحظہ کریں تو اُن کو معلوم ہو جائے گا کہ جان ہے تو جہان ہے اور ہم کہتے ہیں کہ جان ہے تو جہان ہے اور دین و ایمان ہے۔ بہر کیف ہم حصہ دوم کو حقوقِ نفس سے شروع کرنے والے تھے۔ مگر قرآن کی ایک آیت کا خیال آ گیا اور وہ آیت ہے اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ پس پیغمبر صاحب کے حقوق کو مقدم رکھنا پڑا۔ النبی اولی بالمومنین من انفسہم کا خیال آنا تھا کہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ کا بھی خیال آیا اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے حقوق کو جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حقوق کے ساتھ شامل کرنا پڑا +

+ + + + + + +
+ + +

حقوقِ پیغمبر

اطاعت و تسلیم حکم

آیت	ترجمہ
قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ○ (آل عمران ع ۴ پ ۳)	(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہہ دو کہ اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرو پھر اگر (یہ لوگ) نہ مانیں تو (سمجھے رہیں کہ) اللہ نافرمانوں کو پسند نہیں کرتا۔
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ	اور (اے پیغمبر) ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ (لوگوں کے مال) خیرات (کی تقسیم) میں تم پر (بے انصافی کا) الزام لگاتے ہیں پھر اگر اُن کو اُس میں سے (اُن کی خواہش کے قدر) دیا جائے تو خوش رہتے ہیں اور اگر اُن کو اُس میں سے (اُن کی خواہش کی قدر) نہ دیا جائے تو بس وہ فوراً ہی بگڑ بیٹھتے ہیں اور جو خدا نے اور اُس کے رسول نے اِن کو دیا تھا اگر یہ اُس کو خوشی سے لے لیتے اور کہتے کہ ہم کو اللہ بس کرتا ہے اور (اب نہیں دیا تو کیا ہے) آگے کو اپنے کرم سے اللہ اور اُس کا رسول ہم کو تو بہتیرا کچھ (ہی) دیں گے ہم تو اللہ ہی سے

آیات	ترجمہ
رَاغِبُوْنَ ○ (التوبہ ع ۷ پارہ ۱۰)	لو لگائے بیٹھے ہیں (تو یہ ان کے حق میں کہیں بہتر ہوتا)
مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ○ (النساء ع ۱۱ پارہ ۵)	جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ ہی کا حکم مانا اور جو پھر بیٹھا تو اے پیغمبر تم سے اس کی کچھ باز پرس نہیں کیونکہ ہم نے تم کو کچھ ان لوگوں کا پاسبان ربنا کر نہیں بھیجا۔
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ○ (انفال ع ۳ پارہ ۹)	مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور اس کے حکم) سے سرتابی نہ کرو اور (ہمارا ارشاد تو) تم سن ہی رہے ہو۔
وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ (الحشر ع ۱ پارہ ۲۸)	اور (مسلمانو!) جو چیز پیغمبر تم کو (ہاتھ اٹھا کر) دیدیا کریں وہ تو لیا کرو اور جس چیز (کے لینے) سے تم کو منع کریں اس سے دست کش رہو اور خدا (کے غضب) سے ڈرتے رہو (کیونکہ) خدا کی مار (بڑی) سخت ہے۔
وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ○ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ○ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ	اور (دوسرے لوگ) کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور (نیز) رسول پر ایمان لے آئے اور (خدا رسول کا) حکم مانا پھر اس کے بعد ان میں کا ایک فریق (خدا رسول کے حکم سے) روگردانی کرتا ہے اور وہ (سرے سے) مسلمان ہی نہیں اور جب ان کو خدا اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ ان میں (ان کے باہمی جھگڑوں کا) چکوتا کر دیں تو بس ان میں کا ایک فریق گریز کرتا ہے اور اگر حق بجانب ان کے ہو تو بے تامل (کان دبائے رسول کی طرف دوڑے چلے آتے ہیں کیا ان کے دلوں میں (بے ایمانی کا) مرض ہے یا شک میں پڑے ہیں یا (اس بات سے) ڈرتے ہیں کہ (کہیں) اللہ اور اس کا رسول ان کی حق

ف ۱ اس آیت کی شان نزول کا خلاصہ حدیث ابو سعید خدری کی روایت سے صحیحین میں یوں ہے کہ حنین کی لڑائی میں جو مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا تھا اسے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کو تقسیم فرما رہے تھے ایک شخص نے بنی تمیم کے قبیلے میں سے جس کا نام حرقوص تھا اور ذو الخویصرہ کے لقب سے زیادہ شہرت رکھتا تھا پیغمبر صاحب سے کہا کہ جناب تقسیم میں انصاف فرمائیے آپ نے فرمایا کہ اے شخص اگر میں ہی نا انصافی کروں گا تو پھر انصاف کون کرے گا حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ حضرت! ارشاد ہو تو ابھی میں اس شخص کی گردن ماروں فرمایا جانے دو اس کی نسل میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن کے ساتھ لوگ نماز روزہ حقیر دیکھیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اسی قبیلے اور اسی شخص کی نسل میں خارجی لوگ پیدا ہوئے۔ ۱۱

وَرَسُولُهُ ۚ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ (النور ع ٦-٧ پارہ ١٨) +

(خدا اور رسول تو کیوں بے انصافی کرنے لگے تھے) بلکہ یہ آپ (سب سے بڑھ کر) بے انصاف ہیں مُسلمانوں (کی شان تو یہ ہے کہ ان) کو جب خدا اور اُس کے رسول کی طرف بُلایا جاتا ہے کہ ان میں (اُن کے باہمی جھگڑوں کا) چکوتا کر دیں تو بس (دوٹوک بات) کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے (طلبی کا حکم) سُنا اور (خدا رسول کا) حکم مانا اور یہی لوگ (آخرت میں) فلاح پائیں گے اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانے اور اللہ سے ڈرے اور اُس (کی نا رضامندی) سے بچتا رہے تو ایسے ہی لوگ (آخر کار) اپنی مراد کو پہنچیں گے **ف**

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ ۖ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ۝ فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ

(اے پیغمبر) کیا تم نے اُن (منافق مُسلمانوں کے حال) پر نظر نہیں کی جو (مُونہ سے تو یہ) کہتے ہیں کہ وہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں جو تم پر اُتارا گیا ہے اور (اُن آسمانی کتابوں پر بھی) جو تم سے پہلے اُتاری گئی ہیں (اور) چاہتے یہ ہیں کہ اپنا مقدمہ ایک شریر (آدمی کعب بن اشرف یہودی) کے پاس لے جائیں حالانکہ اُن کو حکم دیا جا چکا ہے کہ اُس کی بات نہ مانیں اور شیطان چاہتا ہے کہ اُن کو بھٹکا کر (راہِ راست سے) بڑی دور لے جائے اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اللہ نے جو (حکم) اُتارا ہے اُس کی طرف اور رسول کی طرف (رجوع کریں) تو تُم (ان) منافقوں کو دیکھتے ہو کہ وہ تمہارے پاس (آنے) سے کھنچتے (اور رُکتے) ہیں تو (اُس وقت اِن کی) کیسی (کچھ رُسوائی ہوگی) جب اِن ہی کے اپنے کرتوت کی وجہ سے اِن پر کوئی مصیبت

ف یہ آیتیں نازل تو ہوئی ہیں خاص ایک منافق کے حق میں جس کا نام تھا بشر کہ اُس میں اور ایک یہودی میں جھگڑا تھا یہودی کہتا تھا کہ چلو اپنے پیغمبر کے پاس وہ جو کہیں ہم تسلیم کر لیں اُس یہودی کو پیغمبر صاحب کے انصاف پر اعتماد تھا اور وہ تھا بھی برسرِ حق بشر اس کو کعب بن اشرف یہودی کی طرف لے جانا چاہتا تھا کہ اُس کے ہاں سفارش یا وجاہت یا رشوت کو دخل ہوگا بہرکیف شانِ نزول خاص ہے مگر افسوس ہے کہ اب بھی ہم مسلمان اِن آیتوں کے مصداق ہیں اگر اپنے جھگڑے خدا اور رسول کی طرف رجوع کر دیا کریں تو کیوں عدالتوں میں جا کر زیربار ہوں جیسے ایمان ضعیف

بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ
يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا
وَّتَوْفِيْقًا ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ
مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ
وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا ○
وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ
بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا
اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ
وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا
اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ فَلَا وَرَبِّكَ
لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا
شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا
فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ
وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا

آپڑے تو تمہارے پاس قسمیں کھاتے ہوئے (دوڑے) آئیں
کہ بخدا ہماری غرض تو سلوک اور میل ملاپ کی تھی ف ۱ یہ
ایسے (مفسد) ہیں کہ جو (فساد) اِن کے دلوں میں ہے (اُس)
خدا (ہی) کو (خوب) معلوم ہے تو (اے پیغمبر) اِن کے پیچھے
نہ پڑو اور (نصیحت کے طور پر) اِن کو (ان کے نفاق کے
نتیجے) سمجھا دو اور ان سے ایسی باتیں کرو کہ (نفاق کے
بُرے نتیجے) اچھی طرح ان کے ذہن نشین ہو جائیں
اور جو رسول ہم نے بھیجا اُس کے بھیجنے سے ہمارا مقصود
(ہمیشہ) یہی رہا ہے کہ اللہ کے (یعنی ہمارے) حکم سے اُس کا
کہا مانا جائے اور (اے پیغمبر) جب ان لوگوں نے (تمہاری
نافرمانی کر کے) اپنے اوپر آپ ظلم کیا تھا اگر (اُس وقت یہ
لوگ) تمہارے پاس آتے اور خدا سے معافی مانگتے اور
رسول (یعنی تم بھی) اُن کی معافی چاہتے تو (یہ لوگ) دیکھ
لیتے کہ اللہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے پس
(اے پیغمبر تمہارے (ہی) پروردگار کی قسم ہے کہ جب تک
یہ لوگ اپنے باہمی جھگڑے تم ہی سے فیصلہ نہ کرائیں اور
(صرف فیصلہ ہی نہیں بلکہ) جو کچھ تم فیصلہ کرو اُس سے کسی
طرح دلگیر بھی نہ ہوں بلکہ (دل و جان سے اُس کو) قبول
کر لیں (غرض جب تک یہ سب کچھ نہ کریں اُس وقت تک)
اِن کو ایمان سے بہرہ نہیں اور اگر ہم اِن کو حکم دیتے کہ آپ

ف ۱ ایک یہودی اور ایک منافق مسلمان میں جھگڑا ہوا چونکہ پیغمبر صاحب کی دیانت اور امانت کو دشمن بھی تسلیم کرتے تھے اور یہودی برسر حق تھا اُس نے منافق سے کہا کہ چلو تمہارے ہی پیغمبر صاحب فیصلہ کر دیں مجکو منظور ہے اور منافق تھا ناحق پر وہ کعب بن اشرف یہودی کی طرف کھینچتا تھا آخر کار یہودی منافق کو کشاں کشاں پیغمبر صاحب کے پاس لے ہی گیا پیغمبر صاحب نے یہودی کی ڈگری کر دی۔ منافق پیغمبر صاحب کے فیصلے پر قناعت نہ کر کے یہودی کو لے دوڑا حضرت عمرؓ پاس اس خیال سے کہ مزاج کے تیز ہیں عجب نہیں کہ میرے اسلامِ ظاہر کے دھوکے میں آکر میری حمایت کریں مگر یہودی نے پونہچتے کے ساتھ لگا دیا کہ ہم پیغمبر صاحب کے پاس ہو آئے ہیں اور میرا فریق مقابل اُن کے فیصلے سے راضی نہیں حضرت عمرؓ نے یہ سُن کر منافق کی گردن اُڑا دی اُس کے وارثوں نے خون کا دعویٰ کیا اور لگے عذر کرنے اور قسمیں کھانے کہ ہم تو حضرت عمرؓ کے پاس آپ کے حکم کا مرافعہ کرنے نہیں بلکہ اس توقع سے گئے تھے کہ آپس میں صلح کرا دیں تب یہ آیتیں نازل ہوئیں ۱۲

عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِنْهُمْ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا ۝ وَإِذًا لَآتَيْنَاهُمْ مِنْ لَدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا ۝ وَلَهَدَيْنَاهُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝ (النساء ع ۹ پاره ۵)

اپنے تئیں ہلاک کرو یا گھر بار چھوڑ (پردیس نکل) جاؤ تو ان میں سے چند آدمیوں کے سوا (بہتیرے ہمارے) اس (حکم) کی تعمیل نہ کرتے اور جو کچھ ان کو سمجھایا جاتا اگر اس کی تعمیل کرتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور (اس کی وجہ سے دین پر) بھی مضبوطی کے ساتھ جمے رہتے اور (اس صورت میں ہم ان کو ضرور اپنی طرف سے بڑا (اچھا) بدلہ دیتے اور (ان کو راہ راست پر بھی) ضرور لگا دیتے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ (الفتح ع ۱ پاره ۲۶)

(اے پیغمبر) جو لوگ (صلح حدیبیہ کے وقت) تمھارے ہاتھ پر (لڑنے مرنے کی) بیعت کر رہے ہیں وہ (تم سے نہیں بلکہ) خدا ہی سے بیعت کر رہے ہیں (کہ تمھارا نہیں بلکہ) خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے تو جو (ایسا پکا قول و قرار کیے پیچھے اس کو) توڑ دے گا تو توڑنے کا وبال خود اسی پر پڑے گا اور جو اس (عہد) کو پورا کر اتارے گا جو اس نے خدا کے ساتھ کر لیا ہے تو عنقریب خدا اس کو بڑا اجر دے گا۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ (الفتح ع ۳ پاره ۲۶)

(اے پیغمبر) جب مسلمان (ایک کیکر کے) درخت کے تلے تمھارے ہاتھ پر (لڑنے مرنے کی) بیعت کر رہے تھے خدا (یہ حال دیکھ کر ضرور) ان مسلمانوں سے خوش ہوا اور اس نے ان کی دلی عقیدتمندی کو جان لیا اور ان کو اطمینان (قلب) عنایت کیا اور (اس کے) بدلے میں ان کو سر دست خیبر کی فتح دی اور (فتح کے علاوہ) بہت سی غنیمتیں جن پر ان لوگوں نے جا قبضہ کیا اور اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔ ف

ف ہجرت کے چھٹے برس پیغمبر صاحب نے خواب میں دیکھا کہ مسلمان مسجد الحرام میں گئے اور وہاں احرام اتارنے کے لیے کوئی بیٹھا سر منڈوا رہا ہے اور کوئی بال کتروا رہا ہے از بسکہ پیغمبر کا خواب غلط نہیں ہوا کرتا آپ نے عمرہ کرنے کا ارادہ کیا مکے کے قریب پہنچے تو کفار قریش مسلمانوں کی آمد سن کر لڑنے کے ارادے سے باہر نکل آئے آنحضرت نے قریش کی آمادگی دیکھ کر حدیبیہ میں مقام کیا اور اب فریقین میں گفت و شنود ہونے لگی آخر بڑی مشکل سے یہ صلح ٹھیری کہ دس برس تک مسلمانوں میں اور قریش میں لڑائی موقوف اور پیغمبر صاحب اس وقت بے عمرہ کیے لوٹ جائیں اگلے سال عمرہ کریں مگر کوئی مسلمان تلوار میان سے باہر نہ نکالے اور تین دن سے زیادہ مکے میں نہ رہیں اور دوران صلح میں اگر کوئی مسلمان کفار قریش سے جا ملے تو قریش اس کو واپس نہ دیں اور ان کا کوئی آدمی مسلمانوں کی طرف چلا آئے تو وہ ان کو واپس دیا جائے (بقیہ صفحہ آئندہ)

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمُ الْھُدٰی لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا ط وَ سَیُحْبِطُ اَعْمَالَھُمْ ○ (محمد ع ۴ پارہ ۲۶)

بے شک جن لوگوں پر (دین کا سیدھا) رستہ صاف ظاہر ہوگیا (اور ظاہر ہوئے) پیچھے اُنھوں نے انکار کیا اور اللہ کے رستے سے (لوگوں کو) روکا اور رسول کی مخالفت کی خدا کو تو یہ لوگ کسی طرح کا نقصان پونہچا سکیں گے نہیں بلکہ (وہ) اُن ہی کے عملوں کو اکارت کرے گا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗۤ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ○ (المجادلہ ع ۳ پارہ ۲۸)

جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کے خلاف کرتے ہیں (آخرِ کار) وُہی ذلیل ترین لوگوں میں ہوں گے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸) یہ صلح پیغمبر صاحب نے دَب کر کی۔ اور مسلمانوں کی بڑی دل شکنی کا باعث ہوئی اُس وقت بعض مسلمانوں کو یہ خیال ہوا کہ پیغمبر صاحب نے یہ کیسا خواب دیکھا تھا اور بعض منافقین یہ شُبہ کرتے تھے کہ اگر خدا اسلام کا حامی ہوتا تو یُوں دَب کر صلح نہ کی جاتی اور کچھ لوگ شروع ہی سے پیچھے رہ گئے تھے اُن کو یقین تھا کہ اہلِ مکّہ اِن مسلمانوں کو گھُسنے نہیں دیں گے اور ایسا ہی ہوا لیکن ع فکرِ ہر کس بقدرِ ہمّت اوست ٭ حُدَیْبیہ کی صلح بظاہر دَب کر ہوئی تھی مگر حقیقت میں اِس میں مسلمانوں کی بڑی جیت تھی کہ ابتدائی حالت میں آئے دن کی لڑائی اُن کو پنپنے نہیں دیتی تھی دوسرے معلوم تھا کہ قریش کی طرف سے ضرور بدعہدی ہوگی اور ہوئی بھی کہ بنی خزاعہ اور بنی بکر دو قبیلے تھے بنی خزاعہ مسلمانوں کی طرف دار اور بنی بکر قریش کے تو صلح کی رُو سے اِن دونوں قبیلوں کو بھی شرائطِ صلح کی پابندی لازم تھی مگر یہ دونوں لڑے اور قریش نے درپردہ بنی بکر کی مدد کی حُدَیْبیہ کی صلح ٹُوٹ گئی مسلمانوں کو حجّت ہاتھ آئی اور مکّے پر چڑھ دوڑے خدا کا کرنا کہ مکّہ بے لڑائی فتح ہوا حُدَیْبیہ سے لَوٹے تو پیغمبر صاحب سیدھے خیبر پر جا چڑھے اور اُس کو فتح کیا اور وہاں مسلمانوں کو بہت سامالِ غنیمت بھی ہاتھ لگا اِس سُورت میں اِن تمام واقعات کا بیان ہے یعنی صلحِ حُدَیْبیہ کا اور فتحِ خیبر کا اور آخرِ کار فتحِ مکّہ کا بلکہ بطورِ پیشین گوئی کے اشارۃً غزواتِ فارس اور روم کا بھی جو خلفائے راشدین کے وقت میں ہوئے اِس سُورت میں اُن لوگوں پر ملامت ہے جو سفرِ حُدَیْبیہ میں ساتھ نہ تھے مسلمانوں کو طرح طرح پر تسلّی دی گئی ہے یعنی اُن کو سمجھایا ہے کہ حُدَیْبیہ کی صلح کو مغلوبانہ صلح نہ سمجھو یہ فتحِ مکّہ کی تمہید ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا ابھی کبھی اِن کو تسلّی دی ہے کہ تم مکّے نہ جا سکے مگر فتحِ خیبر کیا کم ہے۔ اِس صلحِ حُدَیْبیہ کے چند واقعات قابلِ تذکرہ ہیں ایک بیعتِ رضوان کہ مسلمانوں کی طرف سے حضرت عثمانؓ پیامِ صلح لے کر اہلِ مکّہ کے پاس گئے تھے اُن کے آنے میں ہوئی دیر یہاں یہ مشہور ہوگیا کہ حضرت عثمانؓ کو اہلِ مکّہ نے مار ڈالا اتواب چار و ناچار لڑائی ٹھیری اِس پیغمبر صاحب نے مُسلمانوں سے لڑنے مرنے کی بیعت لی جو بیعتِ رضوان کے نام سے مشہور ہے اور وہ ایک کیکر کے درخت کے تلے ہوئی تھی۔ اور آخرِ کار اُس درخت کی تعظیم بھی حدّ سے زیادہ ہونے لگی جو ایک قسم کی پرستش کے قریب سمجھی جاتی تھی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں اُس درخت کو کٹوا کر پھکوا دیا۔ دُوسرا واقعہ تحریرِ صلح نامے کا ہے کہ اُس کے لفظوں پر اِس قدر حجّت ہوئی کہ صلح کا ہونا مشکل ہو گیا مُسلمانوں کی طرف سے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا گیا مکّے والے کہتے تھے کہ ہم اللہ الرحمن الرحیم نہیں جانتے وہی باسمک اللّٰھم لکھو پھر پیغمبر صاحب نے اپنے تئیں محمد رسول اللہ لکھوایا تھا اِس پر کافروں نے اِس قدر ضد کی کہ آخر اِس لفظ کو ہٹوا چھوڑا الول تو عاجزانہ صلح اور پھر ایسی بے عنوانی کے

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ ۝ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ۝ (التوبہ ع ۸ پارہ ۱)

(مُسلمانو! یہ لوگ) تمھارے سامنے خدا کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی کرلیں حالانکہ اللہ اور اُس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ یہ لوگ سچّے مُسلمان ہیں تو اللہ رسول کو راضی کریں۔ کیا اُنھوں نے ابھی تک اتنی بات بھی نہیں سمجھی کہ جو اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو اُس کے لیے دوزخ کی آگ (تیّار) ہے جس میں وہ ہمیشہ (ہمیشہ) رہے گا (اور) یہ بڑی ہی رسوائی (کی بات) ہے **ف۱**

اَلنَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُمْ مَعْرُوفًا ط (الاحزاب ع ۱ پارہ ۲۱)

پیغمبر مُسلمانوں پر خود اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں (اور وہ مُسلمانوں کے باپ کی جگہ ہیں) **ف۲** اور پیغمبر کی بیبیاں (ادب و تعظیم میں) اُن کی مائیں ہیں **ف۳** اور رشتے دار کتاب اللہ کی رُو سے (تمام مُسلمانوں اور مہاجروں سے بڑھ کر ایک کے حق دار ایک ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہو

ف۱ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے اور مُسلمانوں کی حفاظت کے سبب کافروں سے مجبوری لڑائیاں بھی لڑنی پڑی ہیں۔ ان آیتوں میں اُن منافقوں کا مذکور ہے جنھوں نے جنگِ تبوک میں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں دیا اور گھروں میں بیٹھے رہے تبوک ملکِ شام کا ایک شہر ہے جہاں روم کی عملداری بھی اور وہ لوگ نصاریٰ تھے۔ مشہور یہ ہوا کہ عرب میں قحط پڑا ہے اور پیغمبر صاحب کی نسبت دشمنوں نے اُڑا دیا کہ اُن کا انتقال ہوگیا۔ بادشاہِ روم کو ملکِ عرب کے زیر کرنے کا حوصلہ ہوا اُس نے کچھ لشکر اِس طرف کو متوجہ کیے پیغمبر صاحب کو خبر معلوم ہوئی اور ملک گیری کی غرض سے نہیں لڑنے کے لیے نہیں بلکہ صرف رومیوں کے حوصلے پست کرنے کے ارادے سے آپ نے چڑھائی کی موسم موافق نہ تھا کہ سخت گرمی پڑ رہی تھی اِدھر نخلستان کی فصل تیّار تھی کہ اِسی پر مدینے والوں کی گزران تھی بے سامانی کا یہ حال کہ ہتھیار اور بار برداری بقدر ضرورت موجود نہیں مگر پیغمبر صاحب کو تو صرف یہ منظور تھا کہ اِدھر سے سبقت ہو اور رومی دھمکی میں آ جائیں چنانچہ لڑائی بھڑائی کچھ ہوئی بھی نہیں مگر بعض دو دلے مسلمانوں نے پیغمبر صاحب کا ساتھ دینے میں مضائقہ کیا جب پیغمبر صاحب تبوک سے واپس تشریف لائے تو اُن لوگوں کو جو پیچھے بیٹھ رہے تھے اور ظاہر کے مسلمان تھے حاضرِ خدمت ہونا ہی تھا ہر ایک نے اپنے اپنے عذرات پیش کیے مگر وہ عذرات حیلے حوالے کی قسم کے تھے یہ آیت ایسے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو جھوٹی قسموں سے مسلمانوں کو اپنی معذوری کا یقین دلانا چاہتے تھے ۱۲ **ف۲** مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی جان کا پاس کرتا ہے لیکن پیغمبر کے حکم کا پاس اس سے بھی زیادہ کرنا چاہیے ۱۲ **ف۳** جو لوگ پیغمبر صاحب کی ازواجِ مطہرات کی تعظیم کما حقہ نہیں کرتے اِس آیت سے اُن پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ۱۲ * * *

كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ (الاحزاب ع ۱ پارہ ۲۱)	یہی حکم کتاب (لوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے۔

عنوان اطاعت و تسلیم حکم میں نیچے کی آیتیں بھی شامل ہو سکتی ہیں۔

(۱) یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم الخ (النساء ع ۸)	(۶) ومن یطع اللہ ورسولہ ویخش اللہ ویتقہ الخ (النور ع ۷)
(۲) ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم الخ (نساء ع ۹)	(۷) قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول (نور ع ۷)
(۳) ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدٰی الخ (نساء ع ۱۷)	(۸) واقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون (نور ع ۷)
(۴) ذٰلک بانھم شاقوا اللہ ورسولہ الخ (انفال ع ۲)	(۹) ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما (احزاب ع ۹)
(۵) ویطیعون اللہ ورسولہ الخ (توبہ ع ۹)	(۱۰) وان تطیعوا اللہ ورسولہ لا یلتکم من اعمالکم شیئًا (حجرات ع ۲)
	(۱۱) واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول الخ (تغابن ع ۲)

من المترجم

قرآن کی سورہ بقرہ میں ایک آیت ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ اللہ کسی مثال کے بیان کرنے سے (ذرا بھی) نہیں جھینپتا (چاہے وہ مثال) مچھر کی ہو یا اُس سے بھی بڑھ کر (کسی اور حقیر چیز کی) سو جو لوگ ایمان لا چکے ہیں وہ تو یقین رکھتے ہیں کہ یہ (مثال بالکل) ٹھیک ہے (اور یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ) اُن کے پروردگار (ہی) کی طرف سے (ہے) اور جو منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس (ذلیل) مثال کے بیان کرنے میں خدا کی کون سی غرض (اٹکی پڑی) تھی ایسی ہی مثال سے خدا بہتیروں کو گمراہ کرتا اور ایسی ہی مثال سے بہتیروں کو ہدایت دیتا ہے لیکن اس سے گمراہ کرتا (بھی) ہے (تو) بدکاروں ہی کو جو پکا کیے پیچھے خدا کا عہد توڑ دیتے اور جن (تعلقات) کے جوڑے رکھنے کو خدا نے فرمایا اُن کو قطع کرتے اور ملک میں فساد پھیلاتے ہیں یہی لوگ آخر کار نقصان اٹھائیں گے۔‘‘ اس کی شان نزول مفسرین نے یوں لکھی ہے کہ جب آیۂ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ

ؔ لوگو ایک مثال بیان کی جاتی ہے تو اُس کو کان لگا کر سنو کہ خدا کے سوا جن (معبودوں) کو تم پکارتے ہو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ اُس کے (پیدا کرنے کے) لیے سب کے سب اکٹھے (ہی کیوں نہ) ہو جائیں اور اگر مکھی اُن سے کچھ چھین لے جائے تو اُس کو اُس سے چھڑا نہیں سکتے (ایسے) بودے یہ (بُت) اور مکھی کہ ہم پیچھے پڑیں (اور اُس کو پکڑ

یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَہٗ وَاِنْ یَّسْلُبْہُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنْقِذُوْہُ مِنْہُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ نازل ہوئی تو کفار نے طعن کیا کہ مسلمانوں کا خدا بھی کیسا خدا ہے اونچی دوکان پھیکا پکوان خدائی دعوے اور مکھی جیسی حقیر اور قابل نفرت چیز کا مذکور ہم کو تو مکھی کا نام لیتے ہوئے بھی گھن آتی ہے۔ اِس طعن کے جواب میں آیہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖٓ الخ نازل ہوئی جواب کا حاصل یہ ہے کہ ممثّل بہ کیسی ہی ادنےٰ چیز ہو۔ مثال کے نتیجے کو دیکھنا اور اُس سے پند پذیر ہونا چاہیئے۔

مرد باید کہ گیرد اندر گوش ور نبشت ست پند بر دیوار

اِس روایت کی بنا پر ہم خدا اور رسول کے باہمی تعلق کو حکّام دنیا کی مثال دے کر سمجھانا چاہتے ہیں ہمارے وقتوں میں ہندوستان کی حکومت انگریزوں کے ہاتھ میں ہے۔ تو انھوں نے کیا کیا ہے کہ جتنے کام بہ تعلق حکومت کرنے پڑتے ہیں سب کے قسم وار صیغے بنا رکھے ہیں۔ ایک فوجی صیغہ ہے ایک ملکی پھر ملکی میں مال دیوانی فوجداری۔ پولس تعلیم۔ ڈاک۔ آبپاشی۔ تعمیرات وغیرہ بہت سے صیغے ہیں اور ہر صیغہ ایک محکمۂ جداگانہ مثال کی تکمیل کے لیے ہم ایک محکمۂ مال کو لیتے ہیں۔ جس میں تحصیل خراج کا کام ہوتا ہے۔ یہ محکمہ تحصیلدار سے شروع ہو کر گورنر جنرل پر جا کر منتہی ہوتا ہے۔ اِس طرح پر کہ پرگنہ کا محصّل تحصیلدار پھر کئی پرگنوں یعنی ضلع کا کلکٹر یا ڈپٹی کمشنر۔ پھر کئی ضلعوں یعنی قسمت کا کمشنر پھر کئی قسمتوں یعنی صوبے کا بورڈ یا فنانشل کمشنر غرض کہ یہی حال کام کے ہر ایک صیغے کا ہے۔ پھر ان سب صیغوں کا جامع صوبے کا گورنر یا لفٹنٹ گورنر یا چیف کمشنر کہلاتا ہے۔ اور ہندوستان کے تمام صوبوں کے تمام صیغوں کا سب سے بڑا حاکم گورنر جنرل جسے ہندوستانی ریاستوں کے تعلق سے وائیسرائے یعنی شہنشاہ کا نائب بھی کہتے ہیں۔ انتظام کے اِس سلسلے سے ہم دو باتیں استنباط کرتے ہیں ایک یہ کہ وحدت کے بدون کثرت انتظام نہیں پا سکتی اور اسی سے ہم کو خدا کی وحدانیت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ خیر یہ تو جملۂ معترضہ ہے۔ دوسری بات جو حکّام انگریزی کے انتظام میں دیکھی جاتی ہے یہ ہے کہ یوں تو ہر حاکم کے ہاتھ کے تلے سررشتہ دار یا اہلکار پیشی ہوتا ہے اور وُہی احکام وغیرہ لکھتا پڑھتا ہے مگر کمشنر تک لکھا پڑھی حاکم کے نام سے ہوتی ہے۔ کمشنر سے اونچے درجے کے حکّام کی خط و کتابت اُن کے علوِ مرتبہ کے لحاظ سے اُن کا سکرٹری اپنے نام سے کرتا ہے جس کو عوام جو انگریزی نہیں جانتے سکتّر کہتے ہیں۔ سکتّر بھی اپنے افسر کے ہاتھ تلے کا سررشتہ دار ہے گو وہ اپنے نام سے خط و کتابت کرے مگر حقیقت میں وہ خط و کتابت اُس کے افسر کی ہے جس کا وہ سکتّر ہے۔ چونکہ سکتّر اپنے افسر کا مزاج شناس ہوتا ہے کبھی وہ چھوٹی اور معمولی باتوں میں بے پوچھے بھی حکم جاری کرتا ہے اور اُس کا وہ حکم افسر کے حکم کی طرح واجب التعمیل ہوتا ہے۔ ہم تو دنیا ہی کی باتوں سے دین کی باتوں کا پتہ لگا لیتے ہیں تو ہم نے خدا اور رسول میں ویسا ہی تعلق سمجھا ہے جیسا مثلاً وائیسرائے اور اُس کے سکتّر میں ہوا کرتا ہے اور یوں قرآن اور حدیث دونوں چیزیں اپنے اپنے ٹھکانے سے بیٹھ گئیں۔ تم نے اِس بات سے سمجھ لیا ہوگا کہ رسول کا ادب متفرع ہے خدا کے ادب پر یعنی رسول کا ادب عین خدا کا

ادب ہے مگر خدا کا ادب اظہارِ عبودیت سے ہوتا ہے اور رسول کا اُن کے حکم کی بجا آوری سے- پھر حکم کبھی امر و نہی کے صاف لفظوں میں ہوتا ہے- کبھی حکم پر چلنے والوں کی مدح اور سرتابی کرنے والوں کی مذمت کے پیرایے میں کبھی اُمَمِ ماضیہ میں سے کسی اُمت کا حال بیان کیا جاتا ہے کہ اُن کو ایک حکم دیا گیا اُنھوں نے نہ مانا اُن پر عذاب نازل ہوا- کبھی وعدۂ اجر اور وعیدِ عذاب سے اظہارِ امر و نہی کیا جاتا ہے- اور حکم کی ایک شان یہ بھی ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم تقرّبِ رسالت کی وجہ سے خدا کے ادا شناس اور مزاج دان اور دوسرے بندوں کی طرح مامور بھی تھے اُن کا قول و فعل بھی خدا ہی کا حکم سمجھا جائے گا گو قرآن میں اُس امرِ خاص کی صراحت نہ ہو- مثلاً خدا نے مُطلق زکوٰة کا حکم دیا نصاب کی تعیین اور مقدارِ زکوٰة اور حولِ کامل کا گزرنا یہ باتیں ہم کو رسول خدا کے عمل سے معلوم ہوئیں اور یہی حال ہے ارکانِ نماز اور ارکانِ حج کا- اِس اعتبار سے حدیث کو قرآن کا ضمیمہ اور تتمہ ماننا ہو گا- اب پھر دنیا کی چیزوں میں سے مثال ڈھونڈھنی پڑی وہ یہ کہ انگریزوں کے انتظامِ ملکداری میں مثلاً فوجداری کا ایک قانون ہے جس کا نام ہے مجموعۂ قوانین تعزیراتِ ہند- اِس قانون میں ہر ایک جُرم کی تعریف ہو- اور اُس کی انتہائی سزا لیکن اتنے سے کام نہیں چل سکتا تو اجرائے کار کے لیے ضابطۂ فوجداری بنانا پڑا- اور تعزیراتِ ہند اور ضابطہ دونوں مل کر فوجداری کا مکمّل قانون بن گیا- پس جو نسبت ضابطۂ فوجداری کو تعزیراتِ ہند سے ہے ویسی ہی نسبت حدیث کو قرآن سے ہے- اِس کو اچھی طرح سمجھ لو کسی نے یُوں ہندی کی چندی کر کے نہ سمجھایا ہو گا- قاعدہ ہے کہ جب کوئی نئی کمپنی نئی سوسائٹی نئی کمیٹی کھڑی کی جاتی ہے تو اُس کے ممبر بڑے جوشیلے ہوا کرتے ہیں اور اگر جوشیلے نہ ہوں تو وہ کمپنی پانی کے بُلبلے کی طرح زیادہ ٹھیر نہیں سکتی- یہی حال شروع کے مُسلمانوں کا تھا- یہ اُسی جوش کا نتیجہ تھا کہ گویا چٹکی بجاتے میں اسلامی سلطنت قائم ہو گئی- اور قائم بھی ہوئی تو ایسی مضبوطی کے ساتھ کہ چودہ سو برس گزرے ابھی تک بھی جا بجا آثارِ پدید است صنادیدِ عرب را- چونکہ جناب رسالت مآب کو خدا نے عقلِ صائب اور رسا اور آخر بیں عطا فرمائی تھی- اور وہ سنت اللہ کو خُوب سمجھے ہوئے تھے- اِسی لیے وہ عین ترقی کے زمانے میں اَلْاِسْلَامُ بَدَأَ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا[1]- کی پیشین گوئی فرماتے تھے- بہرکیف شروع کے مسلمانوں کے جیسے جوش بڑھے ہوئے تھے ویسے ہی وہ بڑی سختی سے پابندِ مذہب بھی تھے- وہ سُنن کو فرائض سے بڑھ کر سمجھتے تھے- اور مباحات کو منہیات سے بڑھ کر- جناب رسالت مآب کے ساتھ اُن کی ارادت اور عقیدت اور محبت عشق کے درجے تک پہنچ گئی تھی- یہ عشق نہ تھا تو کیا تھا کہ پیغمبر صاحب کے وضو کے پانی کو تبرکاً مُونھوں پر ملتے تھے- اور زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے- پیغمبر صاحب سو رہے ہیں اور پسینہ بدن سے سُونت کر شیشی میں بھر لیا- اور عطر کی جگہ کام میں لائے جیتے جی اسی لیے تھے کہ موقع ملے تو اپنی جان راہِ خدا میں قربان کر دیں- دُنیا کی کوئی چیز اُنھیں پیغمبر صاحب سے زیادہ عزیز نہ تھی- خدا تو نہیں مگر ہاں خدا کے بعد اُن کے لیے باپ آقا اُستاد جو کچھ کہو پیغمبر صاحب تھے- پیروی کا یہ حال تھا کہ چال ڈھال رفتار گفتار نشست برخاست کل باتوں میں پیغمبر صاحب

[1] اسلام شروع میں بھی مسافرانہ حالت میں رہا اور عنقریب مسافرانہ حالت ہی کی طرف عود کرے گا ۱۲

کی تقلید مدِّ نظر رکھتے تھے - اُن کا بڑا مشغلہ یہ تھا کہ بیٹھے پیغمبر صاحب کی صورت دیکھا اور اُن کی باتیں سُنا کریں وہ پیغمبر صاحب کو نہ صرف دین کا ہادی سمجھتے تھے بلکہ اُمورِ خانگی اور ذاتی معاملات میں بھی پیغمبر صاحب کی صلاح پر کاربند ہوتے تھے - اور پیغمبر صاحب بھی کہ "لہارا بد لہارا راہ باشند" اِن کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتے تھے کہ ان کی اصلاح اور تعلیم اور خیر خواہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں فرماتے تھے پیغمبر صاحب نے اپنا کام ایسے لوگوں میں جاری کیا جن کو شائستگی چھو نہیں گئی تھی اور وہ انسانیت کے درجے سے گر کر درندوں اور وحشی جانوروں کی طرح ہو گئے تھے - ایسے لوگوں کو زیادہ نہیں بچیس تیئیس برس کی تعلیم میں تہذیب اور شائستگی کے اعلےٰ مرتبے پر پونہچا دینا ہم تو اِس کو پیغمبر صاحب کا بڑے سے بڑا معجزہ سمجھتے ہیں تو یہ کیونکر ہوا کہ پیغمبر صاحب اپنے اصحاب کی ہر ایک بات پر نظر رکھتے - اور ہمہ وقت اُن کو سکھاتے سمجھاتے رہتے تھے زبانی افہام و تفہیم کے علاوہ بڑا مؤثر سبق خود جناب رسالت مآب کا اپنا نمونہ تھا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[1] جب جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم خدمتِ رسالت کو باحسن الوجوہ انجام دے چکے اور خدا کی طرف سے اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا[2] اور إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا[3] کے ذریعے سے اختتامِ رسالت کا اعلان کر دیا گیا تو جناب رسول خدا دُنیا سے رخصت ہو کر رفیقِ اعلےٰ میں جا ملے - گو بظاہر پیغمبر صاحب دُنیا سے اُٹھ گئے مگر جو مُنادی وہ کر گئے تھے بدستور اکنافِ عالم میں بڑی گونج گی اور قیامت تک سننے والوں کے لیے بڑی گونجا کرے گی - جس شخص نے وہ صحبتیں نہیں دیکھیں وہ اس مصیبت و رنج کے پہاڑ کا اندازہ کر ہی نہیں سکتا جو پیغمبر صاحب کی وفات سے اہلِ بیت اور اصحاب پر ٹوٹ پڑا تھا لکھنے پڑھنے کا چرچا نہ ہونے کی وجہ سے لوگ صرف یادداشت پر اعتماد کرتے تھے - اور اسی لیے اُن کے حافظے بھی قوی ہوتے تھے - پیغمبر صاحب کے اِنتقال کے بعد جا بجا اُن کے وقت کی باتوں کے تذکرے ہونے لگے جو آخر کار فنِ حدیث کی جڑ بُنیاد قرار پائے - حدیث بیش برین نیست کہ ایک خاص قسم کی تاریخ ہے جس میں زبانی روایتوں سے تتبّع کر کے پیغمبر صاحب کے حالات اور مقالات جمع کر دیئے گئے ہیں اگرچہ پیغمبر صاحب کے انتقال سے اِسلام کا شیرازہ بکھرنے کو ہو گیا تھا - مگر اُنھوں نے اپنے فدائیوں میں ایسی رُوح نہیں پھونکی تھی کہ وہ ہمّت ہار بیٹھتے - اُن کے کان وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ

[1] مُسلمانو! تمھارے لیے رہبری کرنے کو رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ تھا ۱۲ [2] آج ہم تمھارے دین کو تمھارے لیے کامل کر چکے اور ہم نے تم پر اپنا احسان پُورا کر دیا اور ہم نے تمھارے لیے (اسی دینِ) اسلام کو پسند کیا ۱۲ [3] (اے پیغمبر) جب خدا کی مدد آ پونہچی اور (مکّہ) فتح ہو گیا) اور تم نے لوگوں کو (بچشمِ خود) دیکھ لیا کہ دینِ خدا (یعنی اسلام) میں جوق جوق داخل ہو رہے ہیں تو اپنے پروردگار کی حمد (وثنا) کے ساتھ (اُس کی) تسبیح (وتقدیس) میں مشغول ہو جاؤ اور اُس سے گناہوں کی معافی مانگو بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے ۱۲ [4] اور محمد اس سے بڑھ کر اور کیا کہ ایک رسول ہیں اور بس ان سے پہلے (اَور) بھی رسول ہو گزرے ہیں پس اگر محمد اپنی موت سے مر جائیں یا مارے جائیں تو کیا تم اُلٹے پیروں (کفر کی طرف)

عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ وَ مَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْهِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ شَیْـًٔا وَ سَیَجْزِی اللّٰهُ الشّٰکِرِیْنَ کی آوازے پڑے بج رہے تھے - چنانچہ اُنھوں نے عمارتِ اسلام کو جسے پیغمبر صاحب اَدھورا چھوڑ گئے تھے اُن ہی کے نقشے کے مطابق بڑی سرگرمی کے ساتھ تکمیل کو پہنچایا۔ سچ پوچھو تو اسلامی سلطنت تو پیغمبر صاحب کی حیاتِ بابرکات ہی میں قائم ہو گئی تھی - مگر وہ چھوٹے پیمانے کی سلطنت تھی - اور مسلمانوں کے تعلّقات جزیرۂ عرب میں محدود تھے - خلفاء کے وقت میں سلطنت نے ایسے پاؤں پھیلائے کہ مسلمانوں نے اِن وقتوں کی دو بڑی زبردست سلطنتیں رُوم و فارس فتح کر لیں - سلطنت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے تعلّقات وسیع ہوتے گئے اور اُن کو وہ سب کام کرنے پڑے جو ایک جلیل القدر شہنشاہ کو کرنے پڑتے ہیں فصلِ خصومات حفظِ امن تحصیلِ خراج - حمایتِ ثغور تجہیزِ جیوش وغیرہ وغیرہ - ملک گیری شاید چنداں مشکل نہیں مگر ملکداری بڑی ٹیڑھی کھیر ہے - فتح کرنے کو تو مولانا اسمٰعیل شہید باوجودیکہ فنونِ حرب سے پُورے واقف نہ تھے اور انگریزی رعایا میں سے احد من الرعایا وہ بھی تھے اور کچھ ایسے بڑے مقتدر بھی نہ تھے - اُلٹے کابل کی طرف سے سکھوں پر چڑھ دَوڑے اور اُنھوں نے کچھ علاقہ سکھوں سے لے بھی لیا - مگر اُس کو سنبھال نہ سکے نتیجہ یہ ہوا اور ہونا ہی تھا کہ وہ اور اُن کے اعوان و انصار میں سے ایک بھی لَوٹ کر نہ آیا - خود ملکداری میں کئی طرح کے کام ہیں از انجملہ وضعِ قانون - ہم انگریزوں کو دیکھتے ہیں کہ دس دس پندرہ پندرہ بڑے بڑے خرّانٹ بُوجھ بُوجھکڑ جہاندیدہ تجربہ کار انگریز اور اَب تو چیدہ چیدہ ہندوستانی بھی اِن میں شامل ہونے لگے ہیں برسوں ایک قانون میں غور کرتے ہیں قانون کا مسوّدہ مشتہر کیا جاتا ہے - انگریزی اُردو اخباروں میں اُس پر اعتراض ہوتے ہیں کونسل کے ممبر صبر و سکون کے ساتھ ٹھنڈے دل سے اِس پر غور کرتے ہیں - مباحثے ہوتے ہیں اِتنی احتیاط کے بعد قانون جاری کیا جاتا ہے - مگر جاری ہوتے دیر نہیں ہوئی کہ اُس کی اصلاح و ترمیم ہونے لگتی ہے اور کبھی قانون کو تمام و منسوخ کرنا پڑتا ہے - اُن مسلمانوں کو کیسی مشکلیں پیش آئی ہوں گی جنھوں نے اوّل اوّل قانون کے لکھنے پر قلم اُٹھایا ہو گا - مگر ہاں اُن کو اِتنی آسانی بھی تھی کہ قرآن جمع ہو چکا تھا - اور اُس میں اصول تو سب تھے اور کسی قدر فروع بھی ابہام تھا تو عمل درآمد کا سو عمل درآمد کی توضیح اور تفصیل تھی حدیث اور لوگوں نے وقتی ضرورت دیکھ کر حدیثیں جمع کرنی شروع بھی کر دی تھیں - مسلمانوں کو حدیث سے دین و دنیا میں بڑی مدد ملی ہے - دین میں تو حدیث سے قرآنی احکام کی توضیح کی اور دنیا میں ملک گیری اور ملک داری کے ضوابط کی حدیث ایک ایسی بکار آمد چیز ہے کہ اس پر مسلمان جس قدر فخر کریں بجا ہے - اقوامِ روئے زمین میں مسلمانوں کے سوا کسی قوم کے پاس اِس کا جواب نہیں اور پھر ایک بڑی بات یہ ہے کہ لوگوں نے جو فنِّ تاریخ میں کتابیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴) پھر اُلٹے جاؤ گے - اور جو اپنے اُلٹے پیروں (کفر کی طرف) لَوٹ جائے گا وہ خدا کا تو کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا اور جو لوگ (اسلام کی نعمت کا) شکر کرتے ہیں اُن کو خدا عنقریب جزائے (خیر) دے گا ۱۲

لکھی ہیں وہ کسی طرح حدیث کی صداقت کو نہیں پا سکتیں اس لیے کہ مسلمانوں نے حدیث کو عبادت سمجھ کر جمع کیا ہے اور اس کے جمع کرنے میں اس قدر کاہش اور کاوش اور احتیاط کی کہ کبھی کہیں کی کوئی تاریخ ایسی کاہش اور کاوش اور احتیاط کے ساتھ نہیں لکھی گئی۔ لیکن از بسکہ حدیث کے جمع کرنے میں زبانی روایتوں سے ایک بات کا پتہ لگانا تھا حدیث کی معتبر سے معتبر کتاب بھی اختلاف سے محفوظ نہ رہ سکی اور محفوظ رہ بھی نہیں سکتی تھی دشمن جو چاہیں سو کہیں ہم تو اختلافِ احادیث کو جامعِ احادیث کی کاوش کی دلیل قرار دیتے ہیں۔

چشمِ بد اندیش کہ برکندہ باد　　عیب نماید ہنرش در نظر

حدیثیں جمع تو کی گئی تھیں مسلمانوں کے فائدے کے لیے اور مسلمانوں کو اُن سے عظیم فائدہ پونہچا بھی اختلافات کی وجہ سے جن کا دُور کرنا امکان میں نہ تھا مسلمانوں میں پھوٹ بھی ایسی پڑی کہ یہ رخنہ قیامت تک بند ہوتا نظر نہیں آتا۔ مسلمانوں نے طریقہ تو ٹھیک اختیار کیا تھا کہ دین یا دُنیا کا جو معاملہ پیش آتا پہلے قرآن کی طرف رُجوع کرتے۔ قرآن میں حکم نہ پاتے تو حدیث کی طرف۔ حدیث بھی اُن کو رستہ نہ بتاتی تو قرآن و حدیث میں مقیس علیہ کی جستجو کرتے۔ مقیس علیہ کی جستجو میں دوسرا اختلاف پیدا ہوا اس لیے کہ لوگوں کی رائیں مختلف ہوتی ہیں۔ احادیث کے اختلاف کا رفع کرنا حقیقت میں پہلے بھی ممکن نہ تھا اور اب بھی ممکن نہیں اس لیے کہ سب سے پہلے پیغمبر صاحب کے عہد کے ڈیڑھ سو برس بعد احادیث کا جمع کرنا شروع ہوا جبکہ راویوں کی تین تین چار چار پشتیں فنا ہو چکی تھیں اتنی مدت بعد زبانی باتوں کا پتہ لگانا اگر عبادت کے خیال سے نہ ہوتا تو محال تھا اب مرورِ زمانہ کی وجہ سے زیادہ تر محال ہو گیا ہے۔ اختلاف تو جو کچھ ہونا تھا ہوا۔ اور ہونا ہی تھا مسلمانوں کو چاہیے تھا کہ ہست و نیست تک کے اختلاف کو بھی توسیع پر محمول کرتے جس نے چاہا ہست پر عمل کیا جس نے چاہا نیست کو معمول بہ ٹھیرایا خرابی یہ آ کر پڑی کہ ذرے ذرے سے اختلاف میں فریق بنتے گئے اور فریقوں میں مذہبی مغایرت قائم ہوئی اور وہ بڑھتے بڑھتے باہمی میل جول اور تعامل میں مُخل ہو گئی۔ سینکڑوں برس کے تجربے نے ثابت کر دکھایا ہے کہ باوجود احادیث اور قیاس و اجتہاد کے اختلافات کے بھی اسلامی قانون کہ شرع اور شریعت عبارت اسی سے ہے دُنیا میں اَمن کے قائم کرنے اور قائم رکھنے کے لیے بخوبی کافی ہے کہ یہی خلاصہ اور لُبِّ لُباب ہے دینِ اسلام کا بشرطیکہ طبیعتوں میں سازگاری کی طرف رُجحان ہو وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ

آدابؑ

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ	(مسلمانو) کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جس طرح پہلے زمانے میں (موسیٰ سے)
اُس عنوان میں ذیل کی آیتیں بھی داخل ہیں۔ (۱) یا ایھا الذین امنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم الخ (مائدہ ۱۴۶)	(۲) ولا تولوا عنہ وانتم تسمعون (الانفال ۳۶) (۳) یا ایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم الخ (احزاب ۶۷)

مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ○ (البقرہ ع ۱۳ پارہ ۱) +

سے (بیہودہ درخواستیں اور) سوالات کیے گئے تھے (ویسی ہی) تم بھی اپنے رسول سے (بیہودہ درخواستیں اور سوالات کرو اور جو ایمان کے بدلے کفر اختیار کرے تو وہ سیدھے رستے سے بھٹک گیا **ف**

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ

(سچے) مسلمان تو بس وہ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے ہیں اور جب کسی ایسی بات کے لیے جس میں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہے پیغمبر کے پاس ہوتے ہیں تو جب تک پیغمبر سے اجازت نہ لیں (مجلس سے اُٹھ کر) نہیں جاتے (اے پیغمبر) جو لوگ (ایسے مواقع پر) تم سے اجازت لے لیتے ہیں حقیقت میں وہی لوگ ہیں (جو سچے دل سے) اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے ہیں تو جب یہ لوگ اپنے کسی (ضروری) کام کے لیے تم سے (جانے کی) اجازت طلب کیا کریں تو تم ان میں سے جس کو (مناسب سمجھ کر) چاہو (چلے جانے کی) اجازت دیدیا کرو اور خدا کی جناب میں اُن کے لیے مغفرت کی دُعا بھی کرو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے (مسلمانو! جب) پیغمبر (تم میں سے کسی کو بلائیں تو اُن) کے بُلانے کو آپس میں (معمولی بُلانا) نہ سمجھو جیسا تم میں ایک کو ایک بلایا

ف یہودیوں کی عادت بہت کٹ حجتّی کرنے کی تھی چنانچہ ذبح گاؤ میں معلوم ہو چکا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس طرح کی کُرید سے منع فرمادیا اور آیات کی منسوخی کے بارے میں اُس کی وجہ تلاش کرنی یہ بھی ایک قسم کی کُرید ہے اور علیٰ ہذا القیاس یہودی حضرت موسیٰ سے بیہودہ درخواستیں بھی کیا کرتے تھے کبھی کہتے ہمیں خدا کو لادکھاؤ۔ کبھی کہتے ہم منّ وسلویٰ نہیں کھاتے۔ کبھی کہتے کہ دوسری قومیں بتوں کو پوجتی ہیں ہمارے لیے بھی ایک بُت بنادو اسی طرح کی بعض باتیں مسلمانوں سے منقول ہیں مثلاً ذاتِ انواط ایک درخت تھا مشرکین اُس میں چلے باندھا کرتے تھے بعض مسلمانوں نے پیغمبر صاحب سے درخواست کی کہ ویسا ہی کوئی تھان ہم مسلمانوں کا بھی بنا دیجیے تو اِس آیت میں جہاں بیہودہ سوالات کی مناہی ہے ایسی درخواستوں کی بھی مناہی ہو ۱۲ ؎ ذبحِ گاؤ کا قصہ پہلے پارے کے رکوع ۸ میں واذ قال موسیٰ لقومہ ان اللہ یامرکم سے لعلکم تعقلون تک مذکور ہے اور اُس کا بیان مختصراً یہ ہے کہ یہودیوں میں ایک خون ہو گیا تھا اور اُس کا پتہ نہ چلتا تھا اور مقتول کو مارا تھا اُسی کے وارثوں نے اور وہی دعویدار بنے تھے حضرت موسیٰ نے خدا کے حکم سے ایک گائے ذبح کرنے اور اُس کا کوئی ٹکڑا مُردے کو چھوا دینے کا حکم فرمایا۔ گائے کے حلال کرنے میں یہود نے بہت کٹ حجتیاں کیں اور حضرت موسیٰ سے بار بار سوال کیا کہ وہ گائے رنگ میں کیسی ہو عمر میں کتنی ہو غرض کہ بڑی مشکل سے اُنھوں نے گائے ذبح کی اور مقتول کی لاش کو اُس کا ٹکڑا چھوایا اور اُس نے زندہ ہو کر اپنا قاتل بتا دیا۔

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (النور ع ۹ پارہ ۱۸)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاۗءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الحجرات ع ۱ پارہ ۲۶)

اللہ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے چھپ کر (پیغمبر کی مجلس شوری میں سے بے اجازت) سٹک جاتے ہیں تو جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اُن کو اس (بات) سے ڈرنا چاہیئے کہ (کہیں) اُن پر کوئی آفت (نہ) آن پڑے یا اُن پر کوئی اور (عذاب) دردناک (نہ) آنازل ہو۔

مسلمانو اللہ اور اُس کے رسول کے آگے بڑھ بڑھ کر باتیں نہ بنایا کرو اور (ہمہ وقت) اللہ سے ڈرتے رہو (کیونکہ) اللہ (سب کی) سنتا (سب کچھ) جانتا ہے مسلمانو اپنی آوازوں کو پیغمبر کی آواز سے اُونچا نہ ہونے دو اور نہ اُن کے ساتھ بہت زور سے بات کرو جیسے تم ایک سے ایک (آپس میں زور زور سے بولا کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو) کہ تمھارا کیا کرایا سب اکارت ہو جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو جو لوگ رسولِ خدا کے روبرو اپنی آوازیں پست کر لیا کرتے ہیں یہی ہیں جن کے دلوں کو خدا نے پرہیزگاری کے لیے (اچھی طرح) جانچ لیا ہے ان کے لیے (آخرت میں گناہوں کی) معافی اور بڑا اجر ہے (اے پیغمبر) جو لوگ تم کو (تمھارے رہنے کے) حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں اُن میں سے اکثر تو (ایسے ہیں جن) کو (مطلق) عقل نہیں اور اگر یہ (لوگ) اتنا صبر کرتے کہ تم (از خود) حجروں سے نکل کر ان کے پاس آتے تو ان کے حق میں بہت بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف

ف قبیلہ بنی تمیم کے چند لوگ پیغمبر خدا سے ملنے کو آئے پیغمبر صاحب کو مسجد میں نہ دیکھا تو لگے نام لے لے کر باواز بلند پکارنے خدا تعالے نے مسلمانوں کو پیغمبر صاحب کا ادب تعلیم فرمادیا کہ باواز بلند پکارنا کیسا۔ پیغمبر صاحب کے روبرو پکار کر بولنا بھی بے ادبی ہے ۱۲

من المترجم

آداب جمع ہے ادب کی۔ ادب کا سب سے بہتر ترجمہ جس سے ادب کے ٹھیک مفہوم کی طرف ذہن منتقل ہو جائے پاس اور لحاظ ہے۔ جس کا ادب کیا جاتا ہے اُس کے تعلق سے ادب حق ہے اور ادب کرنے والے کے تعلق سے فرض۔ آدمی اپنے سے برتر کا ادب کرتا ہے تو برتری کئی طرح کی ہوتی ہے۔ برتری رشتے اور قرابت کی۔ برتری عمر کی۔ برتری علم و ہنر کی۔ برتری اُستادی اور تعلیم و ارشاد کی۔ برتری حکومت کی۔ برتری دولت کی برتری احسان کی۔ برتری دینداری کی اور سب سے بڑھ کر برتری رسالت کی کہ پیغمبر بہت سی برتریوں کا جامع ہوتا ہے۔ پیغمبر صاحب کے ادب کی حد معلوم کرنا چاہو تو ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ سے معلوم کر سکتے ہو ادب کے طریقے خود خدا تعالیٰ نے قرآن میں بتا دیئے ہیں۔ اور وہ آیتیں عنوانِ آداب کے ذیل میں جمع کر دی گئی ہیں ایک سجدہ تو خدا کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں باقی ہر طرح کا ادب ہر طرح کی تعظیم و توقیر سب سے[!] مگر پیغمبر صاحب کا حق ہے بس اتنی احتیاط ہے کہ وہ ادب عبادت کی حد تک نہ پہنچنے پائے جن کو مرقدِ مبارک کی زیارت نصیب ہو اُن کو اس بات کا زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔ پیغمبر صاحب کے ادب کے اکثر مواقع تو اُن کی وفات اور وہ وقت گئے گزرے ہونے کی وجہ سے فوت ہو گئے۔ پیغمبر صاحب موجود نہیں کہ وہ بلائیں اور ہم سر کے بل دوڑے جائیں وہ ارشاد فرمائیں اور ہم ہمہ تن گوش ہو کر سنتے رہیں۔ اُن کی خدمت میں کچھ عرض کرنا ہو تو دھیمی آواز سے عرض کریں پیغمبر صاحب کی ازواجِ طاہرات زندہ نہیں کہ ہم اُنھیں ماں سمجھیں اور اپنی ماؤں سے بڑھ کر اُن کا ادب کریں اب تو یہی ادب ہمارے نصیبوں میں ہے کہ پیغمبر صاحب کی عظمت دل میں ہو اُن کی دلسوزی نصب العین اُن پر درود و سلام بھیجتے رہیں اُن کے ارشادات کی تعمیل میں سعادتِ دارین سمجھیں۔ ایسا تو کوئی بدبخت مسلمان نہ ہوگا کہ پیغمبر صاحب کا ادب اُس کو ملحوظ نہ ہو۔ اگر پیغمبر صاحب کے ادب کے متعلق مسلمانوں سے غلطی ہوتی ہے تو وہ افراطِ ادب ہے کہ پیغمبر صاحب کو خدا اور ادب کو عبادت بنا دیتے ہیں جو شرکِ جلی ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

احمد کو ہم نے جان رکھا ہے وہی احد　　مذہب کچھ اور ہو گا کسی بوالفضول کا

اور غضب یہ ہے کہ انا احمد بلا میم والعرب بلا عین ایسے ایسے جھوٹے اور غلط دعوے پیغمبر صاحب کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ[1] بلکہ پیغمبر صاحب تو رہے اپنی جگہ متصوفوں کے گروہ میں تو بزرگانِ اُمت کو شریکِ خدائی بنایا جاتا ہے ایسے ہی لوگوں کے حق میں وعید ہے وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُونَ[2] نازل ہوئی حالانکہ پیغمبر صاحب اور عشرہ مبشرہ کے علاوہ ہم کو کسی کی عاقبت کا حال معلوم نہیں ہاں اُذْكُرُوا مَوْتَاكُمْ بِالْخَيْرِ[3] کے قاعدے سے ہم سب گزشتگان کے حق میں حُسنِ ظن رکھتے ہیں بہرکیف توحید کا رستہ بال سے باریک

---

[1] حاشا و کلّا یہ تو بڑا بھاری بہتان ہے ۱۲ [2] اور اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ خدا کو مانتے ہیں اور شرک بھی کرتے جاتے ہیں ۱۲

[3] اپنے مُردوں کو بھلائی کے ساتھ یاد کرو ۱۲

اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ بڑی احتیاط کے ساتھ قدم رکھنا ہوگا

اتّباعِ سُنّت

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (آل عمران ع ۴ پارہ ۳)

(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ (بھی) تم کو دوست رکھے اور تم کو تمہارے گناہ معاف کردے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ○ (احزاب ع ۲ پارہ ۲۱)

(مسلمانو!) تمہارے لیے (یعنی) اُن لوگوں کے لیے جو اللہ اور روزِ آخرت (کے عذاب) سے ڈرتے اور کثرت سے یادِ الٰہی کیا کرتے تھے (پیروی کرنے کو) رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا **ف**

ف یعنی جب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس لڑائی میں شریک اور سب سے پیش پیش تھے تو مسلمانوں کو بھی مختصر کیا کیا مناسب تھا چاہیے تھا کہ بے اگر مگر رسول کا ساتھ دیتے ۱۲

منَ المترجم لُغت کی رو سے تو سُنّت کے معنے مطلق طور و طریق کے ہیں مگر محدثین اس سے مراد لیتے ہیں طور و طریق جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ اصحاب کا۔ تابعین کا سنّت کی اس تعریف میں اصحاب اور تابعین اور طور و طریق تین لفظ تشریح طلب ہیں۔ سو اصحاب جمع ہے صحابی کی۔ اور صحابی وہ ہے جو اسلام لایا اور اُس کو شرفِ صحبتِ پیغمبر بھی حاصل ہوا۔ اور عقیدہ اسلام ہی پر اُس نے وفات پائی صحبت کے لیے مدت کی قید نہیں تھوڑی ہو یا بہت جو نسبت صحابی کو ہے پیغمبر صاحب سے وُہی نسبت تابعی کو ہے صحابی سے یعنی تابعی وہ ہے جس کو کسی صحابی کے ساتھ صحبت رہی ہو اسلام کی شرط بدستور۔ پھر طور و طریق سے مراد ہے قول اور فعل اور تقریر۔ تقریر سے گفتگو مراد نہیں بلکہ تقریر یہ ہے کہ کسی کو کچھ کرتے دیکھا یا کہتے سُنا اور خاموش ہو گئے ردّ و انکار نہ کیا جس سے سمجھا گیا کہ قول یا فعل کو جائز رکھا۔ پس سنت تو قسم کی ہوئی (۱) پیغمبر صاحب کا قول (۲) پیغمبر صاحب کا فعل (۳) پیغمبر صاحب کا کسی کے قول یا فعل کو جائز رکھنا اسی طرح کی تین قسمیں صحابی کے تعلق سے۔ پھر اسی طرح کی تین قسمیں تابعی کے تعلق سے یہ سب نو ہوئیں۔ خود پیغمبر صاحب کی سنّت کی پیروی کے لیے تو قرآن ناطق ہے[1] اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ صحابہ کے حق میں پیغمبر صاحب فرماتے ہیں[2] اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ

[1] اس کا ترجمہ اسی عنوان کی پہلی آیت میں دیکھو ۱۲

[2] میرے صحابی ستاروں جیسے ہیں تم اُن میں سے جس کی اقتدا کروگے راہ پاؤگے ۱۲

بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ رہے تابعی ہم اُن کی پیروی حدیث خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم
ثم الذین یلونھم سے استنباط کرتے ہیں کہ خیر القرون قرنی عہد صحابہ کو بتارہا ہے پہلا الذین یلونہم تابعین کو اور دوسرا الذین یلونہم
تبع تابعین کو بہر کیف ہم کو قرآن کے علاوہ خدا کے حکم سے پیغمبر صاحب کی اور پیغمبر صاحب کے حکم سے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی
پیروی کرنی ہے اور پیروی بھی کرنی ہے تو اُن کے فعل کی قول کی تقریر کی۔ جس کے معنے ہم اُوپر لکھ چکے
ہیں اور چونکہ قول اور فعل اور تقریر میں کسی قسم کی تصریح اور تخصیص اور تعیین نہیں بلکہ قرآن میں اتبعونی اور حدیث
میں اقتدیتم دونوں لفظ عام ہیں تو اس پیروی کا مطلب یہ ٹھیرا کہ ہم ایسے سخت شکنجے میں کسے ہوئے ہیں کہ دائرہ
تقلید سے پاؤں باہر نہیں رکھ سکتے۔ یا یوں کہو کہ ہم کو بالکل اسی طرح پر زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ جس طرح پر اب سے
ہزار برس پہلے قرون اُولےٰ کے لوگ زندگی بسر کرتے تھے۔ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ایک طرف تو عام پیروی
سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ اور دوسری طرف مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ۔ اور
قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ سے پایا جاتا ہے کہ دین اسلام میں کسی
طرح کی تنگی نہیں اور ان دو متضاد باتوں یعنی تنگی اور فراخی دونوں کا ماخذ قرآن حالانکہ خدائے تعالیٰ جل شانہ
نے قرآن کے کتاب آسمانی ہونے کے جہاں اور بہت سے دلائل قرآن میں بیان فرمائے ہیں اُن میں سے ایک دلیل
یہ بھی ہے کہ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا یعنی قرآن کی تعلیم میں اختلاف کا نہ ہونا اُس کے
منزل من اللہ ہونے کی ایک دلیل ہے۔ پس ضرور ہوا کہ اس تنگی اور فراخی کے اختلاف اور اختلاف بھی نہیں تناقض
اور تضاد کو رفع کیا جائے۔ تو ہم نے رفع اختلاف کا پتہ یوں لگایا کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم مشرکین مکہ کی ایذادہی
کی وجہ سے ہجرت فرما کر نئے نئے مدینے تشریف لائے تو یہاں بھی وہی اسلام کی اشاعت اور لوگوں کے مشرکانہ اور
فاسد عقائد کی اصلاح ان کا رات دن کا مشغلہ تھا۔ مکے میں تو زراعت فلاحت کا نہ پہلے ہی کہیں نام و نشان تھا نہ
اب ہے یہاں مدینے میں آکر دیکھا کہ کھیتی کے علاوہ نخلستان کی بڑی کثرت ہے یہاں تک کہ کھجوروں ہی پر گویا
ان لوگوں کا گزارہ ہے کھاتے بھی ہیں بیچتے بھی ہیں مگر یہ لوگ کھجور کے درختوں میں نر و مادہ کی تفریق کرتے تھے جس طرح
ہندوستان میں قلم کا دستور ہے یہ لوگ بار آور ہونے کی غرض سے کھجور کے نر درخت کا گابھا مادہ درختوں میں
ملاتے اور اس عمل کو اپنی بولی میں تابیر کہتے تھے پیغمبر صاحب کو نخلستان کی رکھوالی کا کبھی کاہے کو اتفاق ہوا تھا
سمجھے کہ یہ بھی ان لوگوں کے زمانہ جاہلیت کے اوہام میں سے ہوگا تابیر کو منع فرما دیا سارا مدینہ پٹی پڑ گیا لوگوں نے

---

۵۱ زمانوں میں سب سے بہتر زمانہ میرا ہے پھر اُن لوگوں کا زمانہ بہتر ہے جو اس عہد کے لوگوں سے نزدیک ہوں گے اور پھر اُن کا جو اُن سے
نزدیک ہوں گے ۱۲ ۵۲ صریح گھاٹا یہی کہلاتا ہے ۱۲ ۵۳ دین (کے بارے) میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی (تمھارے لیے یہی)
دین تجویز کیا جو تمھارے باپ ابراہیم کا تھا ۱۲ ۵۴ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ اللہ نے جو زینت کے (ساز و سامان) اور کھانے (پینے)
کی ستھری چیزیں اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں اُن کو کس نے حرام کیا ہے ۱۲ ۵۵ اور اگر (قرآن) خدا کے سوا کسی اَور کے پاس سے (آیا) ہوتا
تو ضرور اس میں بہت سے اختلاف پاتے ۱۲

فریاد کی تو فرمایا اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ یعنی میں نے اپنے خیال کے مطابق تابیر کو منع کر دیا تھا اگر تابیر شرط بار آوری ہے تو کرو دنیا کی باتیں تم مجھ سے بہتر سمجھتے ہو۔ اس واقعے سے ثابت ہوا کہ اُمور دنیا میں پیغمبر صاحب کی پیروی شرطِ دینداری نہیں اور پیغمبر صاحب کی نہیں تو صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی بدرجۂ اولیٰ نہیں ظاہر ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ تنگی اور فراخی کا اختلاف جو سنت کی پیروی کی وجہ سے پیدا ہوا تھا آسانی کے ساتھ رفع ہو گیا۔ مگر نہیں ابھی ایک مشکل درپیش ہے کہ انتم اعلم بامور دنیاکم نے ہم کو پوری سنت کی قید سے تو نجات دی مگر امورِ دنیا اور اُمورِ دین کو ایک دوسرے سے الگ کر کے نہیں دکھایا تاکہ جب کبھی کوئی معاملہ پیش آئے ہم سمجھ سکیں کہ یہ اُمورِ دنیا میں ہے اور اس میں سنت کی پیروی ضرور نہیں۔ ورنہ ہم تو دنیا کو جوہر اور دین کو عرض سمجھے ہوئے ہیں کہ دنیا کی شرعی شان کے ساتھ زندگی کرنے کا نام ہے دین۔ دنیا کو دین سے کیسے الگ سمجھ لیں جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کے اکثر اوامر و نواہی دنیا سے متعلق ہیں مثلاً جھوٹ نہ بولو۔ چوری نہ کرو۔ مال و دولت کو فضول نہ اڑاؤ۔ یہ سب احکامِ دین ہیں اور پھر ہیں دنیا ہی کی باتیں۔ پس انتم اعلم بامور دنیاکم میں اُمور دنیا سے خاص خاص باتیں مراد ہونی چاہییں کہ اتباعِ سنت بھی فوت نہ ہو اور اسلامی آزادی و سہولت بھی باقی رہے ہم نے تو دین کی کتابوں سے یہ بات استنباط کی ہے کہ قرآن اسلام کا مکمل دستور العمل ہے اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا اس کے مکمل ہونے کا گواہ۔ مسلمانوں کو جو کچھ بھی دنیا اور آخرت کے لیے اس زندگی میں کرنا ہے قرآن میں اس کی بابت ہدایت موجود ہے۔ تو جہاں تک سنت سے احکامِ قرآن کی توضیح و تفسیر ہوتی ہو۔ یا سنت قرآن کے کسی حکم کا طریقِ عمل بتاتی ہو یا سنت کا کوئی مسئلہ قرآن کی کسی اصل پر متفرع ہوتا ہو وہاں تک تو سنت کی پیروی ضرور ہے اس کے علاوہ جو کچھ بھی سنت ہے قرآن کے اتبعونی اور حدیث کے اقتدیتم سے خارج مگر تاریخی حیثیت سے قابلِ قدر۔

احترامِ ازواجِ مطہّرات

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ۝ (النور ع پارہ ۱۸)

گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہوتی ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے بہتان باندھنے والے جو بکتے پھرتے ہیں یہ اُن کی تہمتوں سے (بالکل) بری ہیں ان کے لیے (آخرت میں) بخشش ہے اور عزت کی روزی ف

ف سورۂ نور رکوع ۱ پارہ ۱۸ آیۂ اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْکِ عُصْبَۃٌ سے لے کر یہاں تک پورے دو رکوع اُس ناگفتہ بہ واقعے کی نسبت نازل ہوئے ہیں جو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی حرمِ محترم کی نسبت پیش آیا کہ جناب رسولِ خدا جب کبھی سفر کو تشریف

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ
وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ
بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ
وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِكُمْ
مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۞

پیغمبر مسلمانوں پر خود اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں (اور وہ مسلمانوں کے باپ کی جگہ ہیں) اور پیغمبر کی بیبیاں (از روئے تعظیم میں) اُن کی مائیں ہیں اور رشتےدار کتاب اللہ کی رُو سے تمام مسلمانوں اور مہاجروں سے بڑھ کر ایک کے حق دار ایک ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہو تو وہ بات دوسری ہے (یہی حکم کتاب (لوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے

ف۱ جو لوگ پیغمبر صاحب کی تمام ازواجِ مطہرات کی تعظیم کما ینبغی نہیں کرتے اِس آیت سے اُن پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ۱۲

(بقیہ فائدہ صفحہ ۲۲) لے جاتے تو اُمہات المؤمنین بھی اپنی بیبیوں میں قرعہ ڈال لیا کرتے تھے جن کے نام قرعہ نکلتا اُن بی بی کو اپنے ساتھ لے جاتے چنانچہ ہجرت کے پانچویں برس غزوہ بنی المصطلق کے لیے جاتے ہوئے بی بی عائشہ کے نام قرعہ نکلا اور وہ پیغمبر صاحب کے ساتھ گئیں لوٹتیوں کو مدینہ تھوڑی دُور باقی تھا کہ ایک جگہ مقام ہوا اور کچھ رات رہے سے چل کھڑے ہوتے بی بی عائشہ قضائے حاجت کے لیے پڑاو سے باہر چلی گئی تھیں وہاں اُن کا منکوں کا ہار جو چلتے وقت اپنی بہن اسماء سے مستعار لائی تھیں ٹوٹ کر گر پڑا جگہ پر واپس آئیں تو خبر ہوئی ہار ڈھونڈھنے پھر واپس گئیں - وہاں ڈھونڈھنے میں لگی دیر یہ لوٹ کر آئے نہیں پائیں کہ لشکر کوچ کر گیا ساربان سمجھا کہ اپنے کجاوے میں ہیں بند کا بند اونٹ پر لاد لیا یہ اِس خیال سے کہ آخر کوئی نہ کوئی مجھے ڈھونڈھنے آئے گا اپنی جگہ بیٹھ گئیں لشکر کے پیچھے ایک آدمی رہا کرتا ہے جو لوگوں کی گری پڑی چیز اُٹھا لیتا ہے اتفاق سے وہ آدمی صفوان بن معطل تھا وہ جو آیا تو دور سے آدمی کی پرچھائیں دیکھ کر اُس نے آواز دی اور معلوم کیا کہ اُم المؤمنین عائشہؓ ہیں - اپنے اونٹ پر سے اُتر پڑا اور اُم المؤمنین عائشہ کو سوار کر لیا اور مہار ہاتھ میں لے کر آگے آگے ہو لیا بات تو اتنی ہی تھی مگر منافقوں کو گفت و شنید کا موقع ملا - سب سے زیادہ عبداللہ بن اُبی منافق نے اِس کا چرچا کیا اور بہت سے مسلمان بھی اِس آفت میں پھنسے پیغمبر صاحب کو معلوم ہوا اور بی بی عائشہؓ سے کشیدہ رہنے لگے انھوں نے بھی سُنا بیمار تو پہلے ہی سے تھیں اِس رنج کے صدمے سے رہی سہی اور بھی نڈھال ہو گئیں اور میکے چلی گئیں آخر کار بی بی عائشہؓ کی براءۃ بڑے زور شور کے ساتھ نازل ہوئی - ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک خالہ زاد بھائی تھا مسطح اور وہ تھا مفلس مگر ہجرت کر کے مدینے میں آ رہا تھا اور جنگ بدر میں شریک ہوا تھا ابوبکر خرچ بات سے اُس کی مدد کیا کرتے تھے اِس بہتان کے چرچے میں وہ بھی شامتِ اعمال سے شریک ہو گیا تھا - ابوبکرؓ اپنی امداد سے دست کش ہو گئے خدا نے مسطح کی سفارش کی اور ابوبکرؓ نے بدستور اپنی امداد جاری کر دی یہ واقعہ ابوبکرؓ کی للّٰہیت کا اعلیٰ درجے کا ثبوت ہے اور جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے تئیں اسلام پر وقف کر ہی رکھا تھا اسلام کے مقابلے میں اُن کو نہ اپنی جان کی پروا تھی نہ مال کی نہ دنیاوی آبرو کی اُن کی دوستی اور محبت بھی خدا ہی کے لیے تھی اور دشمنی اور عداوت بھی خدا ہی کے لیے - اُمت کے حال پر اِس درجے کی شفقت پیغمبر صاحب کا ایک ایسا حق ہے جس سے ہم لوگ سُبکدوش ہو ہی نہیں سکتے ۱۲

+ + + + + + +

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝ (الاحزاب ع ۷ پارہ ۲۲)

مسلمانو! پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر یہ کہ تم کو کھانے کے لیے (آنے کی) اجازت دی جائے (تو اس صورت میں) ایسا وقت تاک کر جاؤ کہ تم کو کھانے کے تیار ہونے کا انتظار نہ کرنا پڑے مگر جب تم کو بلایا جائے تو (عین وقت پر) جاؤ اور جب کھا چکو تو آپ آپ کو چل دو اور باتوں میں نہ لگ جاؤ اس سے پیغمبر کو ایذا ہوتی تھی۔ اور وہ تمھارا لحاظ کرتے تھے اور اللہ تو حق (بات کے کہنے) میں (کسی کا کچھ) لحاظ کرتا نہیں اور جب پیغمبر کی بی بیوں سے تمہیں کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کے باہر (کھڑے رہ کر) اُن سے مانگو اس سے تمھارے دل (اُن کی طرف سے) خوب پاک (صاف) رہیں گے اور (اسی طرح) اُن کے دل (بھی) اور تم کو (کسی طرح) شایاں نہیں کہ رسول خدا کو ایذا دو اور نہ یہ (بات شایاں ہے) کہ اُن کے بعد کبھی اُن کی بیبیوں سے نکاح کرو خدا کے نزدیک یہ بڑی بے جا بات ہے۔

ایذا دہی[1]

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ (الاحزاب ع ۷ پارہ ۲۲)

جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کو (کسی طرح کی) ایذا دیتے ہیں اُن پر دنیا اور آخرت (دونوں میں) خدا کی پھٹکار ہے اور خدا نے اُن کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

[1] ایذا دہی کے عنوان میں یہ آیتیں بھی ملاحظہ ہوں۔

(۱) ومنهم الذين يؤذون النبي ويقولون هو اذن الخ (توبہ ع ۸)

(۲) وما كان لكم ان تؤذوا رسول الله الخ (احزاب ع ۷)

(۳) واذا جاؤك حيوك بما لم يحيك به الله ويقولون في انفسهم لولا يعذبنا الله بما نقول الخ (المجادلہ ع ۲)

(۴) ليخرجن الاعز منها الاذل الخ (منافقون ع ۱)

(۵) تبت يدا ابي لهب وتب ۝ ما اغنى عنه ماله وما كسب ۝ سيصلى نارا ذات لهب ۝ وامراته حمالة الحطب ۝ في جيدها حبل من مسد ۝

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ؕ (الاحزاب ع ۹ پارہ ۲۲)

مسلمانو! اُن لوگوں جیسے نہ بنو جنھوں نے موسٰے کو (ناحق تہمت لگا کر) ایذا دی تو اللہ نے (اُن کی تہمتوں سے) موسیٰ کی برات ثابت کی اور اللہ کے نزدیک (موسیٰ بڑے) آبرودار (پیغمبر) تھے ف۱

ف۱ مفسرین نے اس آیت کے متعلق مختلف حکایتیں لکھی ہیں آزانجملہ یہ کہ قارون کو حضرت موسیٰؑ سے سخت عداوت تھی اُس نے حضرت موسیٰ کو بدنام کرنے کے لیے ایک فاحشہ عورت کو لالچ دے کر آمادہ کیا کہ حضرت موسیٰ کو متہم کرے جب لوگ جمع ہوئے تو اس پر حضرت موسیٰ کی پاکدامنی اور نیکوکاری کی ہیبت ایسی غالب آئی کہ اس نے موسیٰؑ کو متہم کرنے کے عوض قارون کا سارا راز فاش کر دیا اس قصے کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا کہ لوگوں نے نکاح زینبؓ کے بارے میں آنحضرت کی نسبت کچھ گفت وشنید کی ہوگی مسلمانوں کو اس سے روک دیا گیا ۱۲ ع حضرت زینب کا یہ قصہ سورۂ احزاب کے رکوع ۵ میں بڑی تفصیل کے ساتھ مذکور ہے اور اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت زینب جو پیغمبر صاحب کی پھوپی زاد بہن تھیں آپ نے اُن کا نکاح زید بن حارثہ سے کر دیا تھا زید بن حارثہ تھے تو شریف زادے مگر بچپن میں اُن کو لوگ پکڑ کر لے گئے تھے اور غلام بنا لیا تھا ابھی جوان نہ ہوئے تھے کہ زید غلامی کی حالت میں مکے آکر فروخت ہوئے پیغمبر صاحب نے خرید لیا اور آزاد کر کے اپنے پاس رکھا اُنس بڑھتے بڑھتے پیغمبر صاحب نے اِن کو اپنا متبنٰے کر لیا۔ اور زینب سے اِن کا نکاح کر دیا زینب اُس وقت بھی اس نکاح سے ناخوش سی تھیں کیونکہ زید اگرچہ پیغمبر صاحب کے متبنٰے کہلاتے تھے مگر تھے تو غلام آزاد اور اس کے علاوہ شاید صورت کے اعتبار سے بھی زینب کی جوڑ نہ تھے بہرکیف میاں بی بی میں موافقت نہ آئی یہاں تک کہ زید نے زینب کو چھوڑ دیا اب پیغمبر صاحب کو کئی مشکلیں پیش آئیں سب سے پہلے زینب کی دلجوئی اور یہ بجز اس کے ہو ہی نہیں سکتی تھی کہ خود پیغمبر صاحب اُن کو اپنے نکاح میں لائیں چنانچہ پیغمبر صاحب نے خدا کے حکم سے ایسا ہی کیا ۱۲

ممانعتِ استہزاء

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ

منافق (اِس بات سے بھی) ڈرتے ہیں کہ (مبادا) خدا کی طرف سے مسلمانوں پر (پیغمبر کے ذریعے سے) ایسی سورت نازل ہو کہ جو کچھ ان کے دلوں میں ہے مسلمانوں کو جتا بتا دے (اے پیغمبر اِن لوگوں سے) کہو کہ (اچھا) ہنسو جس بات سے تم ڈر رہے ہو اُس کو تو خدا ظاہر ہی کر کے رہے گا ف۲ اور (اے پیغمبر) اگر تم اِن لوگوں سے پوچھو (کہ)

ف۲ منافقوں میں بعضے تو محض بدعقیدت تھے اور کسی وجہ سے خلاف واقع اپنے تئیں مسلمان ظاہر کرتے تھے اور بعض شکی اور دو دلے تھے اس آیت میں اسی قسم اخیر کے منافقوں کا تذکرہ ہے کہ وہ کسی قدر ڈرتے بھی تھے مگر اللہ کے دین کے ساتھ تمسخر ترک نہیں کرتے تھے ۱۲

يَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ○ (التوبہ ع ۸ پ ۱۰)

تو وہ ضرور یہی جواب دیں گے کہ ہم تو یوں ہی باتیں چیتیں اور ہنسی مذاق کر رہے تھے (اے پیغمبر ان سے) کہو کہ تم کو ہنسی بھی کرنی تھی تو خدا ہی کے ساتھ اور اُسی کی آیتوں اور اُسی کے رسول کے ساتھ

حمایۃ ونصرۃ

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُم مِّنَ الْأَعْرَابِ أَن يَتَخَلَّفُوا عَن رَّسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنفُسِهِمْ عَن نَّفْسِهِ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُم بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ○ (التوبہ ع ۱۵ پارہ ۱۱)

اہلِ مدینہ اور اُن کے گرد و نواح کے دیہاتیوں کو مناسب نہ تھا کہ رسولِ خدا (کے ساتھ) سے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ (مناسب تھا) کہ رسول کی جان کی پروا نہ کر کے اپنی جانوں کی فکر میں پڑ جائیں یہ اس لیے کہ اِن (جہاد کرنے والوں) کو خدا کی راہ میں پیاس اور محنت اور بھوک کی تکلیف پہنچتی ہے تو اور جن مقامات پر کافروں کو ان کا چلنا ناگوار گزرتا ہے وہاں چلتے ہیں تو اور دشمنوں سے (کبھی) کچھ مل مار رہتا ہے تو (غرض تکلیف اور راحت دونوں حالتوں میں) ہر ہر کام کے بدلے (خدا کے ہاں) اُن کا عملِ نیک لکھا جاتا ہے بے شک اللہ خلوصِ دل (سے اسلام کی خدمت کرنے) والوں کے اجر کو ضائع نہیں ہونے دیا کرتا۔

لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَن يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ○ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ○ (التوبہ ع ۷ پارہ ۱۰)

(اے پیغمبر) جو لوگ خدا کا اور روزِ آخرت کا یقین رکھتے ہیں وہ تو تم سے اِس بات کی رخصت مانگتے نہیں کہ اپنے جان و مال سے شریکِ جہاد نہ ہوں اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے (پیچھے رہ جانے کے لیے) تم سے خواہانِ اجازت وہی لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کا اور روزِ آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور اُن کے دل شک میں پڑے ہیں تو وہ اپنے شک (کی حالت) میں حیران ہیں (کہ کیا کریں کیا نہ کریں)

عنوانِ بالا میں ذیل کی آیتیں بھی شامل ہیں۔

(۱) فرح المخلفون بمقعدهم خلف رسول الله وكرهوا ان يجاهدوا الخ (توبہ ع ۱۱)

(۲) انما السبيل على الذين يستاذنونك وهم اغنياء (توبہ ع ۱۲)

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (الاعراف ع ۱۹ پارہ ۹)

تو جو لوگ ان (پیغمبر محمدؐ) پر ایمان لائے اور ان کی حمایت کی اور ان کو مدد دی اور جو نور (ہدایت یعنی قرآن) ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے اس کے پیچھے ہولیے یہی لوگ کامیاب ہیں۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ (الحشر ع ۱ پارہ ۲۸)

(وہ مال جو بے لڑے مفت میں ہاتھ لگا ہے منجملہ اور حقداروں کے) محتاج مہاجرین کا بھی حق ہے جو (کافروں کے ظلم سے) اپنے گھر اور مال سے بے دخل کر دیئے گئے (اور اب وہ) خدا کے فضل اور (اس کی) خوشنودی کی طلبگاری میں لگے ہیں اور خدا اور اس کے رسول کی مدد کو کھڑے ہوجاتے ہیں یہی تو سچے مسلمان ہیں

درود وسلام

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (الاحزاب ع ۷ پارہ ۲۲)

اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے (رہتے) ہیں (تو) مسلمانو! (تم بھی) پیغمبر پر درود اور سلام بھیجتے رہو ف

ف بندوں پر اور اسی طرح پیغمبر پر خدا کے درود بھیجنے کے یہ معنے ہیں کہ وہ ان پر اپنی رحمتیں نازل کرتا ہے اور فرشتوں کے درود بھیجنے کے یہ معنے ہیں کہ وہ ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور اردو کے محاورے میں مطلق درود بھیجنے کے معنے ہیں تعریف تحسین۔ اظہار مسرت ۱۲

زیارتِ قبرِ مبارک

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیٰوتِیْ۔ (بیہقی)	ابن عمر سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حج کرتا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کرتا ہے وہ ایسا ہوتا ہے کہ گویا میری زندگی میں مجھ سے ملاقات کرتا ہے۔
عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اٰلِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ زَارَنِیْ مُتَعَمِّدًا کَانَ فِیْ جِوَارِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَمَنْ سَکَنَ الْمَدِیْنَۃَ وَصَبَرَ عَلٰی بَلَآئِھَا کُنْتُ لَہٗ شَھِیْدًا وَّشَفِیْعًا یَّوْمَ الْقِیَامَۃِ وَمَنْ مَّاتَ فِیْ اَحَدِ الْحَرَمَیْنِ بَعَثَہُ اللّٰہُ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (بیہقی)	اولاد خطاب کے ایک شخص سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص (کسی اور غرض سے نہیں بلکہ صرف میرے) قصد سے میری قبر کی زیارت کرے گا وہ قیامت کے روز میرے ہمسایے میں ہوگا اور جو مدینے میں سکونت رکھے گا اور اُس میں جو شدّت و محنت اُسے پہونچے اُس پر صبر کرے گا تو میں قیامت کے دن اُس کی (طاعت کا) گواہ اور (معاصی کا) سفارشی ہوں گا اور جو حرم مکّہ یا حرم مدینہ دونوں میں سے کسی ایک حرم میں مرے گا خدا اُس کو اُن لوگوں کے زمرے میں اُٹھائے گا جو قیامت کے روز عذاب سے بے خوف ہوں گے
وَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَجَّ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ (ترمذی)	جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو خانہ کعبہ کا حج کرے اور میری قبر کی زیارت نہ کرے وہ مجھ پر ظلم کرتا ہے۔

ادب میں افراط تفریط کرنے کی ممانعت

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ	اور محمد اس سے بڑھ کر اور کیا کہ ایک رسول ہیں اور بس ان سے پہلے (اور) بھی رسول ہو گزرے ہیں پس اگر

زیارتِ قبرِ مُبارک

[1] عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیٰوتِیْ۔ (بیہقی)

[1] ابن عمر سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حج کرتا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کرتا ہے وہ ایسا ہوتا ہے کہ گویا میری زندگی میں مجھ سے مُلاقات کرتا ہے۔

[2] عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اٰلِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ زَارَنِیْ مُتَعَمِّدًا کَانَ فِیْ جِوَارِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَنْ سَکَنَ الْمَدِیْنَۃَ وَصَبَرَ عَلٰی بَلَآئِہَا کُنْتُ لَہٗ شَہِیْدًا وَّشَفِیْعًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَنْ مَّاتَ فِیْ اَحَدِ الْحَرَمَیْنِ بَعَثَہُ اللّٰہُ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

(بیہقی)

[2] اولاد خطّاب کے ایک شخص سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص (کسی اور غرض سے نہیں بلکہ صرف میرے) قصد سے میری قبر کی زیارت کرے گا وہ قیامت کے روز میرے ہمسایے میں ہوگا اور جو مدینے میں سکونت رکھے گا اور اُس میں جو شدّت و محنت اُسے پہونچے اُس پر صبر کرے گا تو میں قیامت کے دن اُس کی (طاعت کا) گواہ اور (معاصی کا) سفارشی ہوں گا اور جو حرم مکّہ یا حرم مدینہ دونوں میں سے کسی ایک حرم میں مرے گا خدا اُس کو اُن لوگوں کے زمرے میں اُٹھائے گا جو قیامت کے روز عذاب سے بے خوف ہوں گے

[3] وَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَجَّ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ (ترمذی)

[3] جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو خانہ کعبہ کا حج کرے اور میری قبر کی زیارت نہ کرے وہ مجھ پر ظلم کرتا ہے۔

ادب میں افراط تفریط کرنے کی مُمانعت

[1] وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاْئِنْ

[1] اور محمد اس سے بڑھ کر اور کیا کہ ایک رسول ہیں اور بس ان سے پہلے (اور) بھی رسول ہو گزرے ہیں پس اگر

لَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقُّ أَنْ تَسْجُدَ لَهٗ فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّيْ أَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ فَأَنْتَ أَحَقُّ بِأَنْ نَسْجُدَ لَكَ فَقَالَ لِيْ أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِيْ أَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهٗ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا لَوْ كُنْتُ اٰمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ النِّسَاءَ أَنْ يَسْجُدْنَ لِأَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِنَّ مِنْ حَقٍّ (ابو داؤد)

کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سجدہ کیے جانے کے زیادہ حق دار ہیں چنانچہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو عرض کیا کہ میں حیرہ میں گیا تو وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ اس بات کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ بھلا اگر تو میری قبر پر گزرے تو کیا اُسے بھی سجدہ کرے میں نے عرض کیا نہیں فرمایا تو ایسا مت کرو اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں کیونکہ خدا نے خاوندوں کا اُن پر حق رکھا ہے۔

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُعْبَدُ اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ (مالک مرسلاً)

یسار کے بیٹے عطا سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا یہ بھی تھی کہ خداوندا میری قبر کو بُت نہ بنائیو کہ لوگ اُسے پُوجنے لگیں اُس قوم پر خدا کا سخت غضب ہوا جنھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنا لیا

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ۔ (مسلم)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں قیامت کے دن تمام بنی آدم کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلا میں ہی وہ شخص ہوں گا جس کی قبر شق ہوگی اور سب سے پہلے میں ہی لوگوں کی شفاعت کرونگا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت مقبول ہوگی۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا إِذَا بُعِثُوْا وَأَنَا خَطِيْبُهُمْ إِذَا وَفَدُوْا وَأَنَا مُبَشِّرُهُمْ إِذَا أَيِسُوْا لِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ وَأَنَا

انس کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب لوگ زندہ کرکے اُٹھائے جائیں گے تو سب سے پہلے میں ہی قبر سے نکلوں گا اور جب سب لوگ جمع ہوکر میدانِ حشر میں آئیں گے تو میں ہی اُن کا وکیل ہوں گا اور جب وہ بالکل آس توڑ بیٹھیں گے تو میں ہی اُنھیں خوشخبری دوں گا اُس دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں

أَكْرَمُ وُلْدِ آدَمَ عَلَى رَبِّي وَلَا فَخْرَ - (ترمذی) | پروردگار کے پاس تمام بنی آدم سے بڑھ کر بزرگ ہوں اور یہ فخر سے نہیں کہتا

جھوٹ بات کو آپ کی طرف نسبت کرنے کی ممانعت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا الْحَدِيثَ عَنِّي إِلَّا مَا عَلِمْتُمْ فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ - (ترمذی - ابن ماجہ)

ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے حدیث نقل کرنے سے بچو مگر جس کی نسبت تمھیں یقین ہو جائے کہ وہ میری ہی حدیث ہے (تو اس کا مضایقہ نہیں) پھر جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ کی تہمت لگائے اُسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنانا چاہیے

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ وَالْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ - (مسلم)

جندب کے بیٹے سمرہ اور شعبہ کے بیٹے مغیرہ دونوں کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مجھ سے ایسی حدیث نقل کرے جس کی نسبت اُس کا خیال ہو کہ یہ حدیث جھوٹی ہے (اور پھر نقل کرتا ہے) تو وہ جھوٹوں میں کا ایک جھوٹا ہے۔

من المترجم جن چیزوں کے سمجھنے سے فہم انسان قاصر ہو اور ایسی بہت چیزیں ہیں اُن میں سے ایک نبوۃ بھی ہے ایک شاعر نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں کیا خوب کہا ہے سعر ادھر مخلوق میں شامل اُدھر اللہ سے واصل * خواص اس برزخ کبری میں تھا حرف مشدد کا * دنیا کا حال تو یہ ہے کہ ایک ادنی رعیّت ایک بادشاہ جلیل القدر کے ساتھ ہم کلام ہونا چاہے تو نہیں ہو سکتا حالانکہ رعیّت اور بادشاہ کچھ بھی ہوں پھر بھی ہم جنس اور ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں - ذرّے کو آفتاب سے قطرے کو سمندر سے چیونٹی کو ہاتھی سے یا حلفا مالک رقی صد و ر کیسے پھر بھی ایک طرح کی نسبت ہے اور نہیں تو آدمی کو خدا سے آدمی آدمی ہی ہے اور خدا خدا ہی سمجھ میں نہیں آتا کہ خدا کس طرح ایک بشر سے بلا واسطہ یا بواسطہ ہم کلام ہوتا ہے غرض نبوت ایک مشکل معما ہے جس کا حل کرنا متعذر بلکہ متعسر ہے با اینہمہ ہم نبوت سے انکار بھی نہیں کر سکتے کیونکہ اُسکے لیے بہت سے دلائل ہیں نا ممکن التردید لیکن پیغمبر کے بارے میں جادۂ اعتدال قایم رہنا ہی ذرا ٹیڑھی کھیر ہے ہم ایک حکایت نقل کرتے ہیں جس سے ظاہر ہو جائے گا کہ لوگ نبوت کے بارے میں کس کس طرح طریق مستقیم سے انحراف کرتے ہیں - دو شخص دونوں مسلمان اور دونوں ایک ہی جگہ دلی کے رہنے والے بلکہ ایک دوسرے کے رشتہ دار بھی ایک ساتھ حج کو روانہ ہوئے ایک تھا متشدد غیر مقلد دوسرا کٹّا مقلد کسی طرح جدہ پہنچے یہ بات یوں ہوگئی جدے پہنچ کر دونوں رفیق ایک دوسرے سے جدا ہو گئے - غیر مقلد سیدھا مکے پہنچا - اور اُس نے ارکان حج اوقات معینہ پر پورے پورے ادا کیے مقلد نے جدے اُتر کر دھر مدینے کی راہ لی غیر مقلد نے کہا بھی کہ وقت تنگ ہے مدینے ہو کر حج میں شامل نہ ہو سکو گے مقلد نے اس کی مطلق پروا نہ کی حج تو فوت ہو گیا مگر پیغمبر صاحب کے مزار مبارک کی زیارت بافراغت نصیب ہوئی - اُدھر غیر مقلد مدینے نہ جا سکا لوٹتیوں کو پھر دونوں جدے میں جمع ہوئے تو جس طرح غیر مقلد کو زیارت مدینہ سے محروم رہنے کا افسوس نہ تھا - مقلد کو حج نہ کرنے کا کچھ ملال نہ تھا - یہ ہے وہ افراط و تفریط جس سے ہم مسلمانوں کو آگاہ کیے دیتے ہیں - قرآن اور حدیث میں کہیں تو پیغمبر صاحب کی حالت بشری کا بیان ہے تو وہاں عجز اور مسکنت ہے اور کہیں اُن کے تقرب الٰہی کا تو وہاں محبوبیت ہے فوق البشریت اور اسی لیے ہم نے ابوہریرہ اور انس کی دو حدیثیں پیغمبر صاحب کی صفات کے متعلق باب میں داخل

تمام پیغمبروں کے حقوق

عدمِ تفرقہ

[1] لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ○ (البقرۃ ع ۱۶ پارہ ۱)

[1] ہم (ان پیغمبروں) میں سے کسی ایک میں بھی (کسی طرح کی) جُدائی نہیں سمجھتے اور ہم اُسی (ایک خدا) کے فرماں بردار ہیں۔

[2] لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ (البقرۃ ع ۴۰)

[2] (سب پیغمبروں کا دین ایک ہی اور) ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی کو (بھی) جدا نہیں سمجھتے (یعنی سب کو مانتے ہیں)

[3] إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ○ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ○ (النساء ع ۲۱ پارہ ۶)

[3] جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولوں سے برگشتہ ہیں اور اللہ اور اُس کے رسولوں میں جُدائی ڈالنی چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض (پیغمبروں) کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ (پیغمبروں میں مغایرت قرار دے کر) کفر و ایمان کے بیچ بیچ میں کوئی دوسرا رستہ اختیار کریں تو ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں اور کافروں کے لیے ہم نے ذلت کا عذاب تیّار کر رکھا ہے

[4] وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ○ (النساء ع ۲۱ پارہ ۶)

[4] اور جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے اور اُن میں سے کسی ایک کو دوسرے سے جُدا نہ سمجھا تو ایسے ہی لوگ ہیں جن کو اللہ (آخرت میں) اُن کے اجر عطا فرمائے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

سے عنوانِ بالا میں ایک یہ آیت بھی شامل ہے

(۱) قل اٰمنا باللہ وما انزل علینا وما انزل علٰی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ا؍ (آل عمران ۹۶)

سب پر یکساں ایمان لانا اور سب کی کتابوں کو برحق ماننا

قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ (بقرہ ۱۶ پارہ ۱)

(مسلمانو!) تم یہود و نصاریٰ کو یہ جواب دو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور (قرآن) جو ہم پر اترا اس پر اور (صحیفے) جو ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولادِ یعقوب پر اترے (ان پر) اور موسیٰ اور عیسیٰ کو جو (کتاب) ملی (اس پر) اور جو (دوسرے) پیغمبروں کو ان کے پروردگار سے ملا (اس پر) ہم ان (پیغمبروں) میں سے کسی ایک میں بھی (کسی طرح کی) جدائی نہیں سمجھتے اور ہم اسی (ایک خدا) کے فرماں بردار ہیں ف۱ تو اگر تمہاری طرح یہ لوگ بھی ان ہی چیزوں پر ایمان لے آئیں جن پر ایمان لائے ہو تو بس راہِ راست پر آگئے اور اگر انحراف کریں تو (سمجھو کہ) بس وہ (تمہاری) ضد پر ہیں (اور قابو پائیں تو ستائیں) تو (اے پیغمبر ان) کے شر سے خدا کا حفظ و امان) تمہارے لیے کافی ہوگا اور وہ (سب کی) سنتا

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ

(ہمارے یہ) پیغمبر (محمد) اس کتاب کو مانتے ہیں جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر اتری ہے اور (پیغمبر کے ساتھ دوسرے) مسلمان بھی (یہ سب کے) سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں پر

ف۱ یہود مسلمانوں سے کہتے کہ ہم راہِ راست پر ہیں۔ ہمارے دین میں آ داخل ہو اور نصاریٰ کہتے ہم راہِ راست پر ہیں ہمارے دین میں آجاؤ۔ خدا نے مسلمانوں کی طرف سے ان کو جواب دیا کہ تم دونوں فرقوں نے اصل دین یعنی توحید کو چھوڑ دیا ہے اور ہمارا دین اور اعتقاد وہی ہے جو بڑے پکے موحد یعنی ابراہیم کا تھا اور یہی دین ان کی اولاد موسیٰ عیسیٰ وغیرہ انبیاء علیہم السلام کا تھا اور ہم سب کتبِ آسمانی کو مانتے ہیں اور تم کسی کو مانتے ہو اور کسی کو نہیں مانتے جیسے یہودی حضرۃ عیسیٰ کی نبوۃ کے قائل نہیں انجیل کو نہیں مانتے اور یہودی اور عیسائی دونوں اسلام سے منحرف ہیں وہ قرآن کو نہیں مانتے ۱۲

بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۚ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝

(البقرہ ع ۴ پارہ ۳)

ایمان لائے کہ (سب پیغمبروں کا دین ایک ہے اور) ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی کو (بھی) جدا نہیں سمجھتے یعنی سب کو مانتے ہیں اور بول اٹھے کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے (تیرا ارشاد) سنا اور تسلیم کیا اے ہمارے پروردگار (بس) تیری ہی مغفرت (درکار ہے) اور تیری طرف لوٹ کر جانا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝ (النساء ع ۲۰ پارہ ۵)

مسلمانو! اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول (محمد) پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو (قرآن سے پہلے (دوسرے پیغمبروں پر) اتاریں اور جو شخص اللہ کا منکر ہوا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور روزِ آخرت کا تو وہ (راہ راست سے) بڑی دور بھٹک گیا۔

من المترجم رسولوں پر ایمان لانے کو خدا کا حق سمجھ کر ہم پہلے حصے میں انبیاء علیہم السلام کی نسبت کچھ لکھ آئے ہیں اس بیان کو اس کے ساتھ ملا کر پڑھنا چاہیے۔ مزید آگہی کے لیے ذیل میں اُن پیغمبروں کی فہرست دی جاتی ہے جن کا مذکور بتصریح تمام قرآن میں ہے۔ ان کے علاوہ خدا جانے اور کتنے پیغمبر آئے اور آئے تو کیا حکم خاص یعنی شریعت لے کر کس وقت کن لوگوں کی طرف۔ بات یہ ہے کہ بنی آدم کی حالت کو ثبات نہیں کہ شروع سے تمام روئے زمین کے آدمیوں کی ایک ہی حالت چلی آئی ہو۔ تاریخ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آب ہوا اور وقتی اور مقامی خصوصیتوں کے اختلاف کی وجہ سے لوگوں کی حالتیں بھی مختلف ہوتی رہی ہیں۔ کسی جگہ ایک زمانے میں لڑائی بھڑائی کے چرچے رہے ہیں تو دوسرے وقت شعر شاعری کے۔ بعض لوگ شان دار عمارتوں کے دلدادہ رہے ہیں کتنے حسن پرستی کے چوری رہزنی ٹھگی کم تولنا، کم ناپنا۔ ابھی تک بھی دنیا ان جرائم سے پاک نہیں۔ غرض حضرت آدم کی اولاد ایسی بے چین اور چلبلی اولاد ہے کہ ان کا کوئی وقت فساد سے محفوظ نہیں رہا ہے۔ ایسی ہی بداعمالیوں کی روک تھام کے لیے لوگوں کی مناسب حالت خدا وقتاً فوقتاً پیغمبروں کو بھیجتا رہا ہے۔ آدمی جسم و روح دو چیزوں سے مرکب ہے تو اس کے امراض اور علاج بھی دو طرح کے ہیں۔ طب کی کتابیں امراضِ جسمانی کا علاج کرتی ہیں اور مذہبی کتابیں امراضِ روحانی کا۔ جالینوس طبیب الابدان ہے تو پیغمبر طبیب الارواح۔ بید اور طبیب یونانی اور ڈاکٹر کا طرزِ علاج گو مختلف ہو مگر مقصودِ علاج سب کا متحد ہے۔ اصلاحِ بدن۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کو خدا نے لا نفرق بین احد من رسلہ تعلیم فرمایا اور یہی وجہ ہے کہ ہم برابر کے درجے میں تمام پیغمبرانِ خدا کی تعظیم

کرتے ہیں۔ اس سے کہ اسلامی شریعت تمام سابقہ شریعتوں کی ناسخ ہے پچھلے پیغمبروں کی کسی طرح کی توہین لازم نہیں آتی جیسے اس سے کہ ہم اس وقت ایڈورڈ ہفتم کی رعایا ہیں شاہان سلف کی۔ انبیاء سابقین علیہم السلام کی تعظیم کا مسئلہ بھی نازک اور احتیاط طلب مسئلہ ہے۔ انبیاء سابقین کی اُمتوں نے بعض کے ادب میں افراط کی کہ اُن کو خدا اور خدا کا بیٹا بنایا تو ہم افسوس کے ساتھ دیکھتے ہیں کہ مسلمان اُن کے ادب میں تفریط کرتے ہیں جو لانفرق بین احد من رسلہ کے صریح خلاف ہے۔ پادریوں نے عہدِ عتیق اور عہدِ جدید یعنی توراۃ اور صُحُفِ سماوی اور انجیل کی اشاعت میں اتنا مبالغہ کیا کہ ہر مُلک اور ہر زبان میں لاکھوں کروڑوں کتابیں چھپوا چھپوا کر مُفت تقسیم کرتے پھرتے ہیں۔ بے شک ہم مسلمانوں کے نزدیک یہ کتابیں منسوخ العمل ہیں اور کہیں کہیں یہودی اور عیسائی ان میں تحریف معنوی بھی کرتے ہیں مگر پھر بھی خدائے پاک کا کلام پاک ہے اور اُس کا ادب واجب مگر مُسلمان اِن کتابوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں کہ عطار ان کے اوراق سے پُڑیاں بناتے یا شب برات میں لوگ ان کو پٹاخوں کے کام میں لاتے یا دوسری طرح پر ان کی بے توقیری کرتے ہیں یہ طریقِ عمل سخت بیہودہ اور موجبِ معصیت ہے اِن کتابوں کی توہین عین انبیاء علیہم السلام کی توہین ہے اور انبیاء کی توہین عین خدا کی اَعاذنا اللہ وسائر المسلمین منہا فانہم لا یکذبونک ولکن الظلمین بایت اللہ یجحدون[1] جس طرح تبرّائی شیعوں کی ضد میں گروہِ خوارج کھڑا ہوا اسی طرح عیسائیوں کی ضد میں جو مسیح علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا مانتے ہیں کچھ مُتعصّب اور غالی مُسلمان کھڑے ہوگئے ہیں جو ولادتِ مسیح علیہ السلام کو گوبر کے کیڑے کی ولادت سے تشبیہ دیتے اور عیسائیوں کی دعاء طلبِ رزق کو انکر الاصوات لصوت الحمیر سے۔ اگر لوگوں نے افراط فی الادب کر کے مسیح علیہ السلام کو خدا بنایا تو اس میں مسیح علیہ السلام کا کیا قصور ہے۔ واذ قال اللہ یعیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی و امی الٰھین من دون اللہ قال سبحنک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت علام الغیوب ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت[2]

---

[1] خدا ہم کو اور سب مسلمانوں کو اس بیہودگی سے محفوظ رکھے (اے پیغمبر) یہ لوگ تم کو نہیں جھٹلاتے بلکہ (یہ) ظالم (حقیقت میں) اللہ کی آیتوں کا

[2] اور (قیامت کے دن یہ معاملہ بھی پیش آئے گا کہ) اُس دن اللہ (عیسٰے سے) پوچھے گا کہ اے مریم کے بیٹے عیسےٰ کیا تم نے لوگوں سے یہ بات کہی تھی کہ خدا کے علاوہ مجھکو اور میری والدہ کو (بھی) دو خدا مانو (عیسےٰ) عرض کریں گے کہ اے پروردگار تیری ذات پاک ہے مجھ سے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ (میں تیری شان میں) ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھکو کوئی حق نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو میرا کہنا تجھکو ضرور ہی معلوم ہوا ہوگا کیونکہ تو (تو) میرے دل (تک) کی بات جانتا ہے اور میں تیرے دل کی بات نہیں جانتا غیب کی باتیں تو تو ہی خوب جانتا ہے تُو نے جو مجھکو حکم دیا تھا بس وہی میں نے اِن لوگوں کو کہہ سُنایا تھا کہ اللہ جو میرا اور تمھارا (سب کا) پروردگار ہے اُسی کی عبادت کرو اور جب تک میں ان لوگوں میں (موجود) رہا میں ان کا نگران (حال) رہا پھر جب تُو نے مجھکو (دُنیا سے) اُٹھا لیا تو تُو ہی ان کا نگہبان تھا اور تُو تمام چیزوں کی خبر رکھتا ہے ۱۲

عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدٌ مناظرہ جب حد سے تجاوز کرجاتا ہے تو وہ مجادلہ کہلاتا ہے۔ اِن وقتوں کے مسلمانوں کو جو نیک صلاح دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ کسی غیر مذہب کے ساتھ مناظرے کے پہلو پر نہ آئیں۔ اور اگر بضرورۃ آنا پڑے تو مناظرے کو مجادلے کی حد میں نہ آنے دیں اور لَا تَسُبُّوا الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدۡوًۢا بِغَیۡرِ عِلۡمٍ کی تعلیم مفید کو پیش نظر رکھیں۔ اوّل تو لوگ عموماً دین کی طرف سے غافل ہیں صرف قرآن کے پڑھنے اور سمجھنے کے لالے پڑے ہیں کسی کو کیا پڑی ہے کہ منسوخ کتابوں کا مطالعہ کیا کرے۔ لیکن اگر کوئی شخص دین کی باتوں میں توغل کرے اور وہ مجتہدانہ پچھلی کتابوں کو دیکھتا پڑھتا رہے تو ہم اس کو کسی طرح کا الزام نہیں دے سکتے۔ یہ خیال کرنا کہ پچھلی کتابوں کے پڑھنے سے آدمی اسلام کی طرف سے متشکک ہو جائے گا۔ واہمہ بے اصل ہے۔ ہم نے تو عہدِ عتیق اور عہدِ جدید کو بالاستیعاب انگریزی عربی فارسی اردو چاروں زبانوں میں بار بار پڑھا ہے اور پادری سکلٹن سے انجیل کی تفسیر بھی۔ ایمان کی بات تو یہ ہے کہ ان کتابوں کے پڑھنے سے قرآن کی قدر آئی۔ اور جس کو تاریخی مذاق ہے۔ اُس کے حق میں تو پچھلی کتابوں کا دیکھنا ازبس ضرور ہے کہ ان کتابوں کے مطالعہ سے اُس کو قرونِ خالیہ کے لوگوں کی حالتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اُن کی اُفتادِ مزاج اور اُن کی تربیت ﴿

اقتدار

اِنَّاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ کَمَاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی نُوۡحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ ۚ وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ وَ الۡاَسۡبَاطِ وَ عِیۡسٰی وَ اَیُّوۡبَ وَ یُوۡنُسَ وَ ہٰرُوۡنَ وَ سُلَیۡمٰنَ ۚ وَ اٰتَیۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا ۚ﴿۱۶۳﴾ (النساء ۶ ۲۳ پارہ ۶)	[۱۴] (اے پیغمبر) ہم نے تمہاری طرف (اسی طرح) وحی بھیجی ہے جس طرح ہم نے نوح اور (دوسرے) پیغمبروں کی طرف جو اُن کے بعد ہوئے وحی بھیجی تھی اور (جس طرح) ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولادِ یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی بھیجی تھی۔ اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی ﴿
اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ ہَدَی اللّٰہُ فَبِہُدٰىہُمُ اقۡتَدِہۡ ؕ قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا ؕ اِنۡ ہُوَ اِلَّا ذِکۡرٰی لِلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۹۰﴾ (انعام ۶ ۱۰ پارہ ۷)	[۱۵] یہ (اگلے پیغمبر) وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے راہِ راست دکھائی تو (اے پیغمبر) اُن ہی کے طریقے کی (تم بھی) پیروی کرو (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہہ دو کہ میں (قرآن کے سنانے) پر تم سے کچھ مزدوری (تو) نہیں مانگتا یہ قرآن تو دنیا جہان کے لوگوں کے لیے (محض نصیحت ہے (اور بس)

[۱۵] اولٰئک کے مشارٌ الیہ وہ انبیاء اولو العزم ہیں جن کا اوپر کی آیتوں میں مذکور ہے اور ان ہی کی اقتدا کا (بقیہ بر صفحہ ۴۷)

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ (الممتحنہ ۶ ا پارہ ۲۸)

(مسلمانو!) ابراہیم (اور) لوگ اُن کے ساتھ تھے (یعنی اُس وقت کے مسلمان پیروی کرنے کو) تمہارے لیے اُن کا ایک اچھا نمونہ ہو گزرا ہے جب کہ اُنھوں نے اپنی قوم (کے لوگوں) سے کہا کہ ہم کو تم سے اور تمہارے اُن (معبودوں) سے جن کی تم خدا کے سوا پرستش کرتے ہو کچھ (بھی) سروکار نہیں ہم تم (لوگوں کے عقیدوں) کو (بالکل) نہیں مانتے اور ہم میں اور تم میں کھلم کھلا عداوت اور دشمنی (قائم) ہو گئی ہے (اور یہ دشمنی) ہمیشہ کے لیے (رہی) جب تک تم اکیلے خدا پر ایمان نہ لاؤ (الغرض مسلمانوں نے کفار سے بے تعلقی ظاہر کر دی مگر (ہاں) ابراہیم نے اپنے باپ سے اتنی بات (تو بے شک کہی) کہ میں تمہارے لیے ضرور مغفرت کی دعا کروں گا اور (یوں) تمہارے لیے خدا کے آگے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ (الممتحنہ ۶ ا پارہ ۲۸)

(مسلمانو!) تمہارے لیے (یعنی) جو کوئی خدا (کے عذاب) اور روزِ آخرت (کی بازپرس) سے ڈرتا ہو اُس کے لیے (پیروی کرنے کو) ان لوگوں کا ایک اچھا نمونہ ہو گزرا ہے اور جو (ان لوگوں کی پیروی) سے روگردانی کرے گا تو اللہ بے نیاز (اور ہر حال میں) سزاوارِ حمد و ثنا ہے

(بقیہ صفحہ ۳۶) پیغمبر صاحب کو حکم ہوا ہے تو جب پیغمبر صاحب کو انبیاء کی اقتدا کا حکم ہے تو ہم مسلمان اس خطاب میں بدرجۂ اولیٰ شامل ہیں توضیح مطلب کے لیے ہم اوپر کی آیتوں کو مع ترجمہ نقل کیے دیتے ہیں جن میں اُن انبیاء علیہم السلام کا مذکور ہے جن کی اقتداء کا پیغمبر صاحب کو اور پیغمبر صاحب کے شمول میں ہم مسلمانوں کو حکم ہوا ہے وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَاءُ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۔ یعنی اور (اے پیغمبر!) یہ ہماری (سجھائی ہوئی) دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو اُن کی قوم کے قائل معقول کرنے کے لیے بتائی ہم جس کے چاہتے ہیں (اُس کے) مرتبے بلند کر دیتے ہیں (اے پیغمبر!) بے شک تمہارا پروردگار حکمت والا اور (سب کچھ) جانتا ہے اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) دو فرزند عطا فرمائے ان سب کو ہم نے راہِ راست دکھائی اور (ان سے) پہلے نوح کو بھی ہم نے راہِ راست دکھائی اور اُن ہی کی نسل میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون (سب) کو (ہم نے راہِ راست دکھائی) اور خلوصِ دل سے نیک کام کرنے والوں کو ہم ایسے ہی صلے عطا فرمایا کرتے ہیں اور (علیٰ ہذا القیاس) زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو (کہ یہ) سب (ہمارے) نیک بندوں میں سے ہیں اور اسمٰعیل اور الیسع اور یونس اور لوط (ان سب) کو (بھی ہم نے راہِ راست دکھائی) اور سب ہی کو دنیا جہان کے لوگوں پر برتری دی اور (نہ صرف ان ہی کو بلکہ) ان کے بڑوں اور ان کی اولاد اور ان کے بھائی بندوں میں سے (اور بہتیروں) کو اور ان لوگوں کو ہم نے (اپنے بندوں میں سے) انتخاب کیا اور ان کو دین کی سیدھی

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ○ (الشوریٰ ع ۲ پارہ ۲۵)

لوگو! اُس نے تمہارے لیے دین کا وہی رستہ ٹھیرایا ہے جس (پر چلنے) کا اُس نے نوح کو حکم دیا تھا اور (اے پیغمبر) ہماری طرف (سے) ہم نے اُسی رستے کی وحی کی ہے اور اُسی کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو (بھی) حکم دیا تھا کہ (اسی) دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا (اے پیغمبر) تم جس (دین) کی طرف مشرکین کو بلاتے ہو وہ اُن پر بہت ہی شاق گزرتا ہے اللہ جس کو چاہتا ہے انتخاب کر کے اپنی طرف کھینچ بلاتا ہے اور جو اُس کی طرف رجوع لاتے ہیں اُن ہی کو اپنے تک پہنچنے کا رستہ دکھا دیتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ○ (الممتحنہ ع ۱ پارہ ۲۸)

(مسلمانو!) تمہارے لیے (یعنی) جو کوئی خدا (کے عذاب) اور روز آخرت کی (باز پرس) سے ڈرتا ہو اُس کے لیے پیروی کرنے کو، ان لوگوں (یعنی ابراہیم اور اُس وقت کے مسلمانوں) کا ایک اچھا نمونہ ہو گزرا ہے اور جو (ان لوگوں کی پیروی سے) روگردانی کرے گا تو اللہ بے نیاز (اور ہر حال میں) سزاوار حمد (وثنا) ہے

من المترجم

آیاتِ مذکورۂ بالا اور نیز قرآن کے اور مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام گزشتہ انبیاء علیہم السلام کا اصلِ دین ایک تھا اور سب اُسی اصلِ دین پر متفق تھے۔ اُن میں اگر اختلاف ہوا ہے تو اصلِ دین میں نہیں بلکہ اُس کے طریقوں میں ہوا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو اُن پر ایمان لانا اُن کی شریعتوں کو برحق جاننا۔ اُن کی کتابوں کا یقین کرنا۔ اصلِ دین میں اُن کی اقتدا کرنا۔ نفسِ نبوت میں ایک کو اعلےٰ دوسرے کو اَدنےٰ ایک کی تعظیم دوسرے کی تنقیص نہ کرنی فرض ہے اور تاوقتیکہ ہم اِن باتوں کی پورے طور پر تعمیل نہ کریں مسلمان نہیں۔ اِس اَمر کی تفصیل کہ انبیاء علیہم السلام کا اتفاق کن کن باتوں میں رہا ہی یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب خاتم النبیین محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک جس قدر انبیاء و رسل ہو گزرے ہیں سب کا اِس پر اتفاق ہے کہ عبادت و استعانت صرف خدا کا حق ہے۔ جو باتیں خدا کی بارگاہِ قدس کے نامناسب ہیں اُن سے وہ پاک اور منزہ ہے۔ بندوں پر خدا کا حق ہے کہ اُس کی انتہا درجے کی تعظیم کریں۔ اپنی جانوں اور دلوں کو خدا کے حوالے کر دیں۔ شعائر اللہ کے ذریعے سے قرب خداوندی

حاصل کریں - اور اس بات کا پکّا اعتقاد رکھیں - کہ حوادث کے پیدا ہونے سے پہلے ہی خدا نے حوادث کو مُقدّر کر دیا تھا - فرشتے خدا کے بندے ہیں - وہ خُدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے - اُنھیں جو حکم ملتا ہے اُس کی تعمیل کرتے ہیں اور بڑی سرگرمی سے تعمیل کرتے ہیں - خدا اپنے بندوں میں سے جس کو مُستحق اور قابل سمجھتا ہے اُس پر کتاب نازل فرماتا ہے - اپنی اطاعت بندوں پر فرض کرتا ہے قیامت کا برپا ہونا - مرے پیچھے جی اُٹھنا - جنّت و دوزخ کا ہونا سب حق ہے علیٰ ہذا القیاس تمام انبیاء علیہم السلام - اقسام طہارت اور نماز - روزہ - زکوٰۃ - حج - نوافل - طاعت دعا - ذکر - کتاب الٰہی کے تلاوت کے ذکر سے خدا کے حضور میں تقرّب حاصل کرنے پر متفق ہیں - نکاح اور حُرمتِ زنا پر متفق ہیں عدل و انصاف قائم کرنے پر مُتفق ہیں - ہر طرح کے ظلم کو حرام بتانے پر متفق ہیں - نافرمانوں پر حدود قائم کرنے میں متفق ہیں - یہ باتیں اُمورِ دین کی بیخ و بُنیاد ہیں - اور ان پر تمام انبیاء علیہم السلام کا ہمیشہ سے اتفاق رہا ہے - ہاں اِن کی صورتوں اور شکلوں میں کچھ اختلاف ہوا کیا - مثلاً شریعت موسوی میں نماز کے وقت بیت المقدّس کی طرف مُونہہ کرنا پڑتا تھا - ہمارے پیغمبر کی شریعت میں کعبے کی طرف مُونہہ کر کے نماز پڑھنی ہوتی ہے - موسےٰ علیہ السلام کی شریعت میں زانی کی حد سنگساری تھی - ہماری شریعت میں محصن کے لیے رجم اور غیر محصن کے واسطے تازیانے مقرر ہیں اور اسی پر قیاس کر لو اوقاتِ طاعت اور آدابِ طاعت - اور ارکانِ طاعت کو - الغرض ہم مُسلمانوں کا فرض ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اِن چھوٹے چھوٹے اختلافات کو نظرانداز کر کے اصل شریعت میں اُن کی پُوری پوری اقتدا کریں - اور سب کو خدا کے برگزیدہ اور مقبول بندے جانیں اُن میں سے ایک کی فضیلت اور دوسرے کی منقصت کے قائل نہ ہوں - ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ بعض خصوصیات میں تمام انبیاء و مرسلین سے افضل ہیں اور اس لحاظ سے ہمیں درست ہے کہ اُن کی فضیلت و برتری اَوروں پر ثابت کریں مگر اس کو کیا کریں کہ خود پیغمبر صاحب نے ہمیں اس سے منع کر دیا ہے - امام بخاری نے ایک حدیث باین مضمون نقل کی ہے کہ ایک یہودی اور ایک صحابی میں کچھ تکرار ہو گئی - یہودی حضرت موسیٰ کی برتری ثابت کرتا تھا

سلہ بخاری شریف میں یہ حدیث کئی طُرق سے آئی ہے اور ہر طریق میں دوسرے طریق کی نسبت بعض الفاظ کی تقدیم و تاخیر اور کمی بیشی بھی ہے اسی لیے حضرت مؤلف ادام اللہ ظلال فضلہ علینا و علی سائر المسلمین نے حدیث کا خلاصۂ مطلب بیان کرنے پر اکتفا کیا اور الفاظ کی پابندی کے لحاظ سے ترجمہ نہیں فرمایا میں اس جگہ اُن طُرق میں سے دو طریقے نقل کرتا ہوں جن سے حدیث کے الفاظ اور ترجمۂ حدیث کی خُوبی ناظرین پر واضح ہو جائے گی ۱۲ محمد رحیم بخش

پہلا طریق عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَرَجُلٌ مِّنَ الْیَھُوْدِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِی اصْطَفٰی مُحَمَّدًا عَلَی الْعَالَمِیْنَ فِیْ قَسَمٍ یُّقْسِمُ بِہٖ فَقَالَ الْیَھُوْدِیُّ فَقَالَ وَالَّذِے

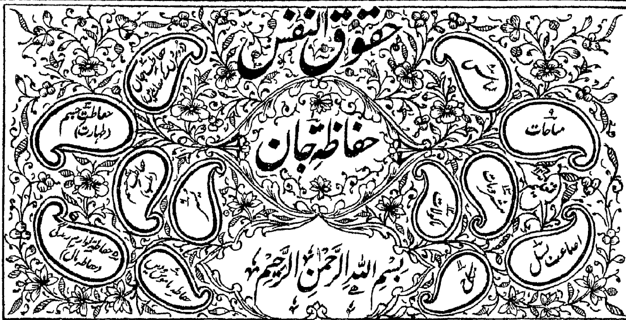
(بقیہ بر صفحہ آیندہ)

اور صحابی پیغمبر صاحب کو حضرت موسیٰ پر ترجیح دیتے تھے۔ آخر کار صحابی کو غصہ آگیا اور انھوں نے یہودی کے مونہ پر
زور سے طمانچہ مارا۔ وہ آیا پیغمبر صاحب کے پاس۔ آپ نے سارا قصہ سن کر فرمایا کہ مجھے حضرت موسیٰ پر ترجیح نہ دو کیونکہ
قیامت کے روز جب دوسری دفعہ صور پھونکا جائے اور تمام اولین و آخرین بیہوش ہوکر
ہوش میں آئیں گے تو موسیٰ عرش کا کونہ پکڑے کھڑے ہوں گے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ
وہ بھی اور لوگوں جیسے بیہوش ہوں گے یا نہیں۔ بخاری کی ایک اور روایۃ
میں آیا ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو!
تم یونس بن متی پر میری فضیلۃ اور
برتری ثابت نہ کرنا +

+ + +

(بقیہ صفحہ ۳۹) اصطفى موسىٰ على العالمين فرفع المسلم يده عند ذلك فلطم وجه اليهودي فذهب اليهودي الى النبي صلى الله عليه وسلم فاخبره بما كان من امره وامر المسلم فدعا النبي صلى الله عليه وسلم المسلم فسأله عن ذلك فاخبره فقال النبي صلى الله عليه وسلم لا تخيروني على موسىٰ فان الناس يصعقون يوم القيامة فاصعق معهم فاكون اول من يفيق فاذا موسىٰ باطش بجانب العرش فلا ادري كان فيمن صعق فافاق قبلي او كان ممن استثنى الله فقال فصعق من في السموات ومن في الارض الا من شاء الله +

دوسرا طریق ۔ عن ابي هريرة قال بينما يهودي يعرض سلعته اعطي بها شيئا كرهه فقال لا والذي اصطفى موسىٰ على البشر فسمعه رجل من الانصار فقام فلطم وجهه فقال تقول والذي اصطفى موسىٰ على البشر والنبي صلى الله عليه وسلم بين اظهرنا فذهب اليه فقال يا ابا القاسم ان لي ذمة وعهدا فما بال فلان لطم وجهي فقال لم لطمت وجهه فذكره فغضب النبي صلى الله عليه وسلم حتى رئي في وجهه ثم قال لا تفضلوا بين انبياء الله فانه ينفخ في الصور فيصعق من في السموات ومن في الارض الا من شاء الله ثم ينفخ فيه اخرى فاكون اول من بعث فاذا موسىٰ آخذ بالعرش فلا ادري احوسب بصعقته يوم الطور ام بعث قبلي ولا اقول ان احدا افضل من يونس بن متى +



وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ○ (بقرہ ۶ ۲۴ پارہ ۲)	اور (لوگو!) خدا کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو ف۱ اور احسان کرو اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے +
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا ○ (النساء ۶ ۵ پارہ ۵)	مسلمانو! ناحق (ناروا) ایک دوسرے کے مال خورد برد نہ کرو۔ ہاں آپس کی رضامندی سے خرید و فروخت ہو اور اُس میں کچھ ہاتھ لگ جائے تو وہ ناروا نہیں) اور اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں پر کلہاڑی نہ مارو (تم سے یہ بات اس لیے کہی جاتی ہے کہ) اللہ تمہارے حال پر مہربان ہے ف۲

ل احسان کرنے سے مراد ہے لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہاں سے ہویا ہاتھ یا دل سے یا روپے سے

ف۱ اِس آیۃ کے معنی میں مفسروں نے بہت کچھ اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالنے سے یہ مراد ہے کہ اگر جہاد کرنا چھوڑ دو گے تو دشمن تم پر غالب آجائیں گے اور آخر کار تمہاری ہلاکت کا باعث ہوں گے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر جہاد میں اپنا مال نہ خرچ کرو گے تو دشمنوں کے مقابلے میں مغلوب ہو کر تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ اور بعض یہ معنی بھی بیان کرتے ہیں کہ خدا کی راہ میں خرچ تو کرو مگر نہ اس قدر کہ خود محتاج ہو جاؤ اور تمہارا محتاج ہونا تمہاری ہلاکت یعنی بربادی کا باعث ہو جیسا کہ پندرھویں پارے کے تیسرے رکوع میں فرماتے ہیں وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَۃً اِلٰی عُنُقِکَ وَلَا تَبْسُطْھَا کُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا واللہ اعلم ۱۲ ف۲ لفظی ترجمہ تو یہ ہے کہ اپنی جانوں کو ہلاک نہ کرو اس سے بعض نے خودکشی مراد لی ہے بعض نے جان ریزی اور بعض نے مشقت جس کا تحمل نہ ہو سکے اور بعض نے یہ معنی بھی بیان کیے ہیں جو ہم نے ترجمے میں اختیار کیے ہیں۔ حقوق عباد کا تلف کرنا مواخذۂ عاقبہ اور باہمی اعتبار کے لحاظ سے اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا ہے باہمی اعتبار کے لحاظ سے اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں کلہاڑی مارنے کا مطلب ہے کہ آدمی جو دوسروں کے حقوق چوری خیانت دغابازی چالاکی مار دھاڑ دھوکے دینے سے تلف کرتا ہے وہ اپنے نزدیک دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے لیکن ایسا کرنے سے خود اس کا اعتبار اٹھ جاتا ہے الٹا اسی کو نقصان پہنچا ہے اسی معنی کے خیال سے ہم نے اس آیۃ کو اس موقع میں رکھا ہے ورنہ دوسرے معنوں کے لحاظ سے اس آیۃ کو عام حقوق العباد میں رکھنا چاہیے تھا اور رکھی بھی جائے گی گو تکرار لازم آئے ۱۲

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ○

(تحریم ع ۱ پارہ ۲۸)

مسلمانو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل (وعیال) کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ ف جس کا ایندھن ہوں گے آدمی اور پتھر اُس پر فرشتے (تعینات) ہیں تُند خُو سخت مزاج خدا جو اُن کو حکم دے اُس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو اُن کو حکم دیا جاتا ہے (بے کم و کاست) اُس کی تعمیل کرتے ہیں

ف اور وہ اس طرح کہ جو کام مستوجبِ عذابِ دوزخ ہیں نہ کرو ۱۲

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مِّمَّنْ مَّعَهُ يَدَّعِي الْإِسْلَامَ هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ مِنْ أَشَدِّ الْقِتَالِ وَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حُنین میں حاضر ہوئے آپ نے ایک شخص کی بابت جو اس جنگ میں آپ کے ساتھ تھا اور اسلام کا دعویٰ کرتا تھا فرمایا کہ یہ دوزخی ہے چنانچہ جب لڑائی کا وقت آیا تو وہ شخص بڑی جانبازی سے سخت لڑائی لڑا اور بہت سے زخم کھائے ایک اور شخص آ کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ جس

ف اصل میں تو ہم نے یہ باب حفظِ نفس کے لیے باندھا ہے کہ آدمی جان جوکھوں کا کام نہ کرے جان جوکھوں سے مراد ہے ہلاکت جیسے خودکشی دنیا کی خودکشی تو سب کو معلوم ہے کہ آدمی آپ اپنا گلا کاٹ مرا یا دریا میں ڈوب گیا یا کسی اَور طرح پر جان کھودی پھر دنیا کی ہلاکت تو دم بھر کی تکلیف ہے ہستی سے عدم تک بس چند کی ہے راہ + دنیا سے گزرنا سفر ایسا ہے کہاں کا + اور یہی وجہ ہے کہ اکثر نادان اور مغلوب الغیظ عورتیں خودکشی پر دلیری کر بیٹھتی ہیں بڑی خطرناک ہلاکت تو آخرت کی ہلاکت ہے کہ وہاں مصیبت زدہ دوزخیوں کو ہمہ وقت موت کے منہ میں رہنا ہو گا لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَّاحِدًا وَّادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا ۔ اور كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ اسی لحاظ سے ہم نے اس آیۃ کو حفظِ نفس کے ذیل میں رکھا۔ دونوں آیتوں کا ترجمہ یہ ہے (۱) (فرشتے دوزخیوں کو جلانے کو کہیں گے کہ) ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو ف (۲) جب اُن کی کھالیں گل جائیں گی تو ہم اِس غرض سے کہ وہ عذاب (کا مزہ اچھی طرح) چکھیں گلی ہوئی کھالوں کی جگہ اُن کی دوسری نئی کھالیں پیدا کر دیں گے ۱۲

ف موت کو پکارنے کے یہ معنی ہیں کہ جب آدمی سخت تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو موت کی آرزو کرتا ہے کہ موت بھی ایک طرح کی راحت ہے اگلی آیۃ میں جو بیان فرمایا ہے کہ دوزخیوں کی کھالیں جل جل کر اور گل گل کر گر پڑیں گی اور پھر نئی کھال پیدا ہو گی۔ یہ بھی ایک طرح کی موت ہے مطلب آیۃ کا یہ ہے کہ ایک موت کو اور ملائکہ کو کیا پکارتے ہو اِس سے تو تمہاری مصیبتوں کا خاتمہ نہیں ہوتا کیونکہ تم کو کئی دفعہ مرنا اور جینا اور عذاب بھگتنا ہے پکارتے ہو تو بہت سی موتوں کو؟

الَّذِیْ تَحَدَّثْتَ اَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ قَدْ قَاتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ فَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَقَالَ اَمَا اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ يَرْتَابُ فَبَيْنَمَا هُوَ عَلٰى ذٰلِكَ اِذْ وَجَدَ الرَّجُلُ اَلَمَ الْجِرَاحِ فَاَهْوٰى بِيَدِهٖ اِلٰى كِنَانَتِهٖ فَانْتَزَعَ سَهْمًا فَانْتَحَرَ بِهَا فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِيْثَكَ قَدِ انْتَحَرَ فُلَانٌ وَّقَتَلَ نَفْسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ يَا بِلَالُ قُمْ فَاَذِّنْ اَنْ لَّا يَدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ ۔ (بخاری)

شخص کی بابت آپ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے وہ تو راہِ خدا میں بڑی سختی کے ساتھ معرکہ آرا ہوا اور اُس کے جسم پر بہت سے زخم لگے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک وہ دوزخی ہے پیغمبر صاحب کے اِس ارشاد کے بعد قریب تھا کہ کچھ لوگ شک میں پڑجائیں لیکن ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اُدھر اُس شخص نے زخموں کی تکلیف پاکر اپنے ترکش کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ایک تیر نکال کر اُس سے اپنا گلا کاٹ ڈالا یہ کیفیت دیکھ کر مسلمانوں میں سے چند آدمی جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوڑے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ خدا نے آپ کی بات کو سچ کردیا۔ اُس شخص نے خود اپنا گلا کاٹ ڈالا اور مرگیا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اکبر میں گواہی دیتا ہوں کہ میں خدا کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں اے بلال کھڑے ہوکر پکار دو کہ جنت میں ایماندار کے سوا کوئی اور جانے نہ پائے گا اور خدا اِس دین کی بدکار آدمی سے مدد کرے گا ف

من الترجمہ۔ سارے قرآن میں سوائے اُن دو آیتوں کے جو ہم نے عنوانِ حفاظتِ جان کے ذیل میں نقل کی ہیں کہیں صاف لفظوں میں خودکشی کی ممانعت نہیں اور اُن دو آیتوں کا بھی حال یہ ہے کہ لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ اور لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ دونوں جملے خودکشی کی ممانعت پر دلالت کرتے ہیں مگر سیاقِ کلام کہہ رہا ہے کہ خودکشی مراد نہیں۔

ف حدیث کا مطلب یہ ہے کہ خودکشی اتنا بڑا گناہ ہے کہ افضل العبادات جہاد سے بھی اس کا کفارہ نہ ہوسکا جان سے مار ڈالنے میں دوسرے کو مار ڈالنا اور اپنے تئیں مار ڈالنا دونوں برابر ہیں دوسرے کو مار ڈالے تو پھانسی پائے اپنے تئیں مار ڈالے تو پھانسی کس کو دیں پس صورۃً دنیاوی قصاص کا بدلہ ہو مواخذہ عاقبت

خدا کی راہ میں خرچ کرنے کو لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ سے۔ اور ناحق مال مردم کے کھانے کو لا تقتلوا انفسکم سے کچھ مناسبت نہیں اور دو بے مناسبت حکموں کو ایک آیۃ میں جمع کرنا کچھ سمجھ میں آنے کی بات نہیں پس ہم کو تو صرف لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ اسی حکم سابق انفقوا فی سبیل اللہ کی اور لا تقتلوا انفسکم۔ لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل کی دوسرے لفظوں میں تاکید معلوم ہوتی ہے اور اس کی توجیہ آیتوں کے فائدوں میں موجود ہے +

اب اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ خودکشی بجائے خود ایک سنگین جرم ہے۔ آخر خودکشی کرنے والا بھی دوسرے آدمیوں کی طرح کا آدمی ہے۔ قتل نفس جیسا دوسرے کا ویسا اپنا۔ اور یہ بھی نہیں کہ خودکشی کے جرم کا وقوع نہ ہوتا ہو با ایں ہمہ اس سے قرآن کیوں ساکت ہے۔ ہاں تو ساکت ہے اس وجہ سے کہ آدمی تو آدمی ہر ایک جاندار بتقاضائے طبیعۃ اپنی جان کی حفاظۃ پر مجبول ہے پس جس نے جان دی گویا اُس نے اُس کی حفاظۃ کا بھی عہد لے لیا ہے یعنی اُمورِ اضطراری میں حکم دینے کی ضرورۃ نہیں ؎ چو کارے بے فضولِ من برآید + مرا در وے سخن گفتن نشاید + آدمی اپنی جان کی حفاظۃ کرتا ہے نہ یہ سمجھ کر کہ جان کو معرضِ ہلاکۃ میں ڈالنا گناہ ہے بلکہ یہ سمجھ کر کہ جان بچانا میرا فرض زندگی ہے قرآن جرم خودکشی سے ساکت بھی ہو تو صحیح حدیث جو نقل کی گئی ہے قرآن کا حکم رکھتی ہے +

حفاظتِ جان

(دوسروں کے مقابلے میں)

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (بقرہ ع ۲۴)

اور (مسلمانو! جو لوگ تم سے لڑتے ہیں) اُن کو جہاں پاؤ قتل کرو اور جہاں سے اُنھوں نے تم کو نکالا ہے یعنی مکے سے تم بھی اُن کو (وہاں سے) نکال باہر کرو اور فساد کا (برپا رہنا) خونریزی سے بھی بڑھ کر ہے اور جب تک کافر ادب (اور حرمت) والی مسجد (یعنی خانۂ کعبہ) کے پاس تم سے نہ لڑیں تم بھی اُس جگہ اُن سے نہ لڑو لیکن اگر وہ لوگ تم سے لڑیں تو تم بھی اُن کو (بے تامل) قتل کرو ایسے کافروں کی یہی سزا ہے +

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا

ادب (و حرمت) والے مہینوں کا معاوضہ ادب (و حرمت) والے مہینے ہیں (اور مہینوں کی خصوصیۃ نہیں بلکہ ادب کی تمام چیزیں اَدلے کا بدلا ہیں ف) تو جو تم پر کسی قسم کی زیادتی کرے تو جیسی زیادتی اُس نے تم پر کی ویسی ہی زیادتی تم بھی اُس پر کرو اور (زیادتی کرنے میں) اللہ سے ڈرتے رہو۔

ف عرب کے لوگ ذیقعدہ۔ ذی الحجہ، محرم، رجب ان چار مہینوں کا بڑا ادب رکھتے تھے کہ سارے ملک میں لوٹ مار لڑائی سب بند ہو جاتی اور مسلمان بھی اسی دستور پر چلتے تھے تو کافر ان ہی مہینوں میں مسلمانوں پر چڑھ چڑھ کر آتے اور مسلمان مہینے کے ادب کے لحاظ سے لڑائی کا پہلو بچاتے تھے اللہ نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ ادب کے ساتھ ادب ہے وہ کسی وقت یا مقام کا ادب نہ کریں تو تم کو بھی ایسا ادب کرنا ضرور نہیں کہ گو جواب ترکی بہ ترکی دینے میں مضایقہ کرے ۱۲

عربی	اردو
اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ○ (البقرہ ع ۲۴ پارہ ۲)	اور جانے رہو کہ اللہ اُن ہی کا ساتھی ہے جو (اُس سے) ڈرتے ہیں ✣
وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ○ (نحل ع ۱۶ پارہ ۱۴)	اور (مسلمانو! دین کی بحث میں مخالفین کے ساتھ) سختی بھی کرو تو ویسی ہی سختی کرو جیسی تمہارے ساتھ کی گئی ہو اور اگر (لوگوں کی ایذاؤں پر) صبر کرو تو بہر حال صبر کرنے والوں کے حق میں صبر بہتر ہے ✣
وَجَزٰۤؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰۤىِٕكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ○ (الشوریٰ ع ۴ پارہ ۲۵)	اور بُرائی کا بدلا ہے ویسی ہی بُرائی اس پر (بھی) جو معاف کردے اور صلح کرلے تو اُس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے بے شک وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور کسی پر ظلم ہوا ہو اور وہ اُس کے بعد بدلا لے تو یہ لوگ (معذور ہیں) ان پر کوئی الزام نہیں ف۱
عَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ وَكَانَ لِيْ اَجِيْرٌ فَقَاتَلَ اِنْسَانًا فَعَضَّ اَحَدُهُمَا يَدَ الْاٰخَرِ فَانْتَزَعَ الْمَعْضُوْضُ يَدَهٗ مِنْ فِي الْعَاضِّ فَانْدَرَ ثَنِيَّتَهٗ فَسَقَطَتْ فَانْطَلَقَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهْدَرَ ثَنِيَّتَهٗ وَقَالَ اَيَدَعُ يَدَهٗ فِيْ فِيْكَ تَقْضَمُهَا كَالْفَحْلِ ✣ (بخاری مسلم)	یعلےٰ بن امیہ سے روایت ہے کہ میں نے غزوۂ تبوک میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا میرا ایک اجیر خادم تھا جو ایک آدمی سے لڑ پڑا ایک نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ کھایا جس کا ہاتھ کاٹ کھایا تھا اُس نے کاٹ کھانے والے کے مونہ میں سے ہاتھ کھینچ کر نکالا تو اُس کے سامنے کے دانت جھڑ پڑے وہ گیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ نے اُس کے دانتوں کی دیت کو باطل و ضائع کردیا اور فرمایا کیا وہ تیرے مونہ میں اپنا ہاتھ چھوڑے رکھتا کہ تو اُسے اس طرح چباڈالتا جیسے اونٹ کسی چیز کو چبا جاتا ہے ✣

ف۱ سبیل کے معنی تو رستے کے ہیں جس کا مرادف ہے ہمارے ہاں صورۃ طریق اور اس کا مضاف الیہ ہے محذوف مثلاً الزام کی کوئی صورۃ۔ مؤاخذہ کی کوئی صورۃ باز پرس کی کوئی صورۃ۔ اور اصل میں مراد ہے مضاف الیہ اس لیے ہم نے الزام کو مراد سمجھ کر مضاف الیہ کا قائم مقام کر لیا ہے ۱۲

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ جَآءَ رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَخْذَ مَالِىْ قَالَ فَلَا تُعْطِهٖ مَالَكَ قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قَاتَلَنِىْ قَالَ قَاتِلْهُ قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قَتَلَنِىْ قَالَ فَاَنْتَ شَهِيْدٌ قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قَتَلْتُهٗ قَالَ هُوَ فِى النَّارِ ۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت کے پاس آکر کہنے لگا یا رسول اللہ مجھے بتایئے کہ اگر کوئی شخص آئے اور میرا مال چھیننا چاہے تو میں کیا کروں فرمایا اپنا مال مت دے کہا اگر وہ لڑنے پر آمادہ ہو فرمایا تو بھی لڑ کہا بھلا اگر وہ مجھے مار ڈالے ارشاد کیا کہ تو شہید مرے گا کہا اگر میں اسے مار ڈالوں فرمایا وہ دوزخ میں جائے گا ف

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ ۔ (صحیحین)

حضرت عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص اپنے مال کی خاطر مار ڈالا جائے وہ شہید ہے ۔

وَفِىْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ وَاَبِىْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِيْنِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَّمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَّمَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَّمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ ۔ (ترمذی)

ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں اس طرح پر آیا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے دین کی خاطر مار ڈالا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنے خون کی خاطر یعنی حفاظتِ جان کے پیچھے قتل کیا جائے شہید ہے اور جو اپنے مال کی خاطر قتل کیا جائے وہ بھی شہید ہے اور جو اپنے اہل کی خاطر یعنی اُن کی محافظۃ کے پیچھے قتل کیا جائے وہ بھی شہید ہے ۔

ف انگریزی قانون کی رو سے بھی جسم و جان و مال کی حفاظت کے لیے حملہ کرنے والے کو کسی طرح کا نقصان پہنچانا جرم نہیں ہے دیکھو تعزیراتِ ہند بابِ حفاظتِ خود اختیاری ۱۲

حفاظتِ جسم
(طہارت)

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝ (بقرہ ع ۲۸ پارہ ۲)	اور (اے پیغمبر لوگ) تم سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو (اُن کو) سمجھا دو کہ وہ گندگی ہے تو حیض کے دنوں میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک پاک نہ ہولیں اُن کے پاس نہ جاؤ۔ پھر جب نہا دھولیں تو جدھر سے اللہ نے تم کو بتا دیا ہے اُن پاس آؤ بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور (نیز) صفائی رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے ۔
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ (المائدہ ع ۲ پارہ ۶)	مسلمانو! جب نماز کے لیے آمادہ ہو تو اپنے مونہ دھولیا کرو اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ۔ اور اپنے سر کا مسح کرلیا کرو اور (ہاں) ٹخنوں تک اپنے پاؤں (بھی دھو لیا کرو) اور اگر تم کو نہانے کی حاجت ہو تو (غسل کرکے) اچھی طرح پاک صاف ہو جاؤ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی جائے ضرور سے (ہوکر) آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اور تم کو پانی میسر نہ ہو تو ستھری مٹی لے کر اس سے تیمم یعنی اپنے مونہ اور ہاتھوں کا مسح کرلو ۔
لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ	(اے پیغمبر) تم اِس (مسجد) میں کبھی (جاکر) کھڑے بھی نہ ہونا ہاں وہ مسجد جس کی بنیاد شروع دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے اُس کا البتہ حق ہے کہ تم اُس میں کھڑے ہو (کر امامت کیا کرو)

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ○ أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ ○ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ ط وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ○ (البقرۃ ۶-۱۳ پارہ ۱۱)

(کیونکہ) اُس میں ایسے لوگ ہیں جو خوب صاف سُتھرے رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب صاف سُتھرے رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے ف۱ بھلا جو شخص خدا کے خوف اور اُس کی خوشنودی پر اپنی عمارت کی بُنیاد رکھے وہ بہتر یا وہ جو چھپے کھوکھلے لگارے کے کنارے پر اپنی عمارت کی بنیاد رکھے پھر وہ (عمارت دھڑام سے) اُس کو جہنم کی آگ میں لے گرے اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایۃ نہیں دیا کرتا یہ عمارت جو ان لوگوں نے بنائی ہے اس کی وجہ سے ان لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ دُھکڑ پُکڑ رہے گی یہاں تک کہ آخر کار اُن کے دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ (سب کا حال) جاننے والا (اور) حکمت سے عمارت گرا دیئے جائے) ان لوگوں کے دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ (سب کا حال) جاننے والا (اور) حب ضا تدبیر ہے ف۲

عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّسْبِيحُ نِصْفُ الْمِيزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ يَمْلَأُهُ وَالتَّكْبِيرُ يَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَالصَّوْمُ نِصْفُ الصَّبْرِ وَالطُّهُورُ نِصْفُ الْإِيمَانِ (ترمذی)

بنی سلیم کے ایک شخص سے روایۃ ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تسبیح آدھی ترازو میں سماتی اور الحمد للہ ترازو کو بھر دیتی اور تکبیر آسمان و زمین کے مابین کو پُر کر دیتی ہے روزہ نصف صبر اور طہارۃ جسم نصف ایمان ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ

حضرۃ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا

ف۱ حدیث ابی ہریرہ میں آیا ہے کہ آیۃ فیہ رجال الخ اہل قبا کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو استنجے کے بعد پانی سے طہارۃ کیا کرتے تھے ۱۲

ف۲ شاہ عبدالقادر صاحب نے والذین اتخذوا سے لے کر یہاں تک کی آیتوں کے متعلق جو حاشیہ لکھا ہے اُس میں تاریخی باتیں ضروری سب موجود ہیں اُسی کو ہم بجنسہ نقل کیے دیتے ہیں "حضرۃ مکے سے ہجرۃ کر آئے تو مدینے سے باہر اُترے ایک محلہ تھا بنی عمرو بن عوف کا بعد چند روز کے شہر میں جا بیٹھے اور مسجد نبوی تعمیر کی اُس محلے میں جہاں نماز پڑھتے تھے وہاں کے لوگوں نے مسجد بنا رکھی اور جماعۃ قائم رہی مسجد قبا کر مشہور ہے حضرۃ اکثر ہفتے کے روز وہاں جاتے اور نماز پڑھتے اِس محلے میں بعضے منافقوں نے چاہا کہ اور مسجد بناویں پہلوں کی ضد پر اپنی جماعۃ جدا ٹھیراویں اور ایک راہب ابو عامر کہ اسلام کی ضد سے نکل گیا تھا اُس کو دغا سے بلا کر وہاں رکھیں اور امام کریں حضرۃ سے چاہا کہ اول ایک بار آپ یہاں نماز پڑھیں تو ہم جماعۃ قائم کریں حضرۃ کو اُن کی دغا معلوم نہ تھی وعدہ کیا کہ جنگ تبوک سے پھریں گے تو اول وہاں نماز پڑھ کر شہر میں داخل ہوں گے حق تعالی نے پہلے خبردار کر دیا اور مسجد قبا کے لوگوں کی تعریف کی آدمی خبردار رہے کہ ظاہر میں عبادت ہو اور نیت اُس میں نفسانیت اُس کا یہ حال ہے ۱۲"

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ يَّغْتَسِلَ فِىْ كُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ يَوْمًا يَغْسِلُ فِيْهِ رَاْسَهٗ وَجَسَدَهٗ ٭ (متفق علیہ)

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ہفتے میں ایک روز غسل کرنا ہر ایک مسلمان پر اُس کا اپنا حق ہے کہ اُس دن اپنا سر اور جسم دھو ڈالے ٭

من المترجم جسم کی حفاظت یعنی تندرستی کی بہت تدبیریں ہیں اور وہ سب طب سے متعلق ہیں از انجملہ طہارۃ یعنی بدن کی شستگی و ستھرائی بھی ہے اور چونکہ اس کی بحث اس حیثیت سے کہ طہارۃ شرطِ نماز ہے حصۂ اول حقوق اللہ میں گزر چکی ہے وہاں دیکھنا چاہیئے وہاں طہارۃ کے تمام اقسام اور نجاسات کے سب انواع نہایۃ تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں اور کچھ نقشے دے کر طہارۃ و نجاسۃ کے متعلق جس قدر کارآمد باتیں ہیں کھول کر لکھ دی ہیں ٭

حفاظتِ جسم از روئے طب

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ دَاءٍ اِلَّا اَنْزَلَ لَهٗ شِفَاءً ٭ (صحیحین)

حضرۃ ابوہریرہ رضؓ سے روایۃ ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے کوئی مرض نہیں اُتارا مگر اُس کے لیے شفا ضرور نازل فرمائی ٭

عَنْ اُسَامَةَ بْنِ شَرِيْكٍ قَالَ شَهِدْتُ الْاَعْرَابَ يَسْاَلُوْنَ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعَلَيْنَا حَرَجٌ فِىْ كَذَا اَعَلَيْنَا حَرَجٌ فِىْ كَذَا فَقَالَ عِبَادَ اللّٰهِ وَضَعَ اللّٰهُ الْحَرَجَ اِلَّا مَنِ اقْتَرَضَ مِنْ عِرْضِ اَخِيْهِ شَيْئًا فَذٰلِكَ الَّذِىْ حَرِجَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ عَلَيْنَا جُنَاحٌ اَنْ لَّا نَتَدَاوٰى قَالَ تَدَاوَوْا عِبَادَ اللّٰهِ

اُسامہ بن شریک سے روایۃ ہے کہ چند بدوی رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے پوچھنے لگے کہ کیا فلاں بات میں کچھ حرج ہے کیا فلاں بات میں کچھ حرج ہے پیغمبر صاحب نے فرمایا خدا کے بندو! اللہ نے ہر طرح کی تنگی اور سختی کو رفع کر دیا ہے مگر ہاں جو شخص اپنے بھائی کی آبرو ریزی کے درپے ہو البتہ یہ گناہ اور حرج ہے اُنھوں نے عرض کیا یارسول اللہ اگر ہم دوا اور علاج نہ کریں تو کیا ہم پر کچھ گناہ ہے فرمایا خدا کے بندو دوا کرو

فَاِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ لَمْ یَضَعْ دَاءً اِلَّا وَضَعَ لَہٗ شِفَاءً اِلَّا الْہَرَمَ ۔ (ابن ماجہ)	کیونکہ خدا تعالیٰ نے بڑھاپے کے سوا ہر مرض کی شفا نازل کی ہے ۔

طاعون

عَنْ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلطَّاعُوْنُ رِجْزٌ اُرْسِلَ عَلٰی طَائِفَۃٍ مِّنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وَعَلٰی مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ فَاِذَا سَمِعْتُمْ بِہٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَیْہِ وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَّ اَنْتُمْ بِہَا فَلَا تَخْرُجُوْا مِنْہَا فِرَارًا مِّنْہُ ۔	اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون عذاب الٰہی ہے جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ اور نیز تم سے پہلے لوگوں پر بھی آچکا ہے تو جب تم سنو کہ طاعون کسی زمین میں پڑا ہے تو وہاں جاؤ نہیں اور جب اُس زمین میں پڑے جہاں تم موجود ہو تو اُس سے بھاگ کر وہاں سے نکلو نہیں ۔
عَنْ حَفْصَۃَ بِنْتِ سِیْرِیْنَ قَالَتْ قَالَ اَنَسُ ابْنُ مَالِکٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلطَّاعُوْنُ شَہَادَۃٌ لِّکُلِّ مُسْلِمٍ ۔ (صحیحین)	سیرین کی بیٹی حفصہ کہتی ہیں کہ انس بن مالک نے کہا جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون ہر مسلمان کے لیے شہادۃ ہے (یعنی جو طاعون سے مرتا ہے وہ شہید سفے الجہاد کا مرتبہ پاتا ہے)[۵۱] ۔

من المترجم جسم کی حفاظۃ عین جان کی حفاظۃ ہے اور اس کی تدبیریں طب کی کتابوں میں لکھی ہوئی موجود ہیں پس حفاظۃ جسم کی بڑی تدبیر قواعد طب کی تعمیل اور پابندی ہے۔ طب کے دو حصے ہیں۔ ایک میں اُن تدابیر کا بیان ہے جن کے

[۵۱] ہندوستان میں کئی کئی برس سے طاعون پھیلا ہوا ہے۔ حکام وقت بہتیری تدبیریں کر رہے ہیں مگر ابھی تک کوئی حکمی علاج کسی کی سمجھ میں نہیں آیا ہاں اتنا تحقیق ہے کہ گندگی اور نجاست اور عفونت سے طاعون کی تولید ہوتی ہے اور سب سے پہلے چوہے مبتلائے طاعون ہوتے ہیں جس جگہ طاعون ہو وہاں سے نقل مکان کرنا مفید ثابت ہوا ہے تو یہ بھی ایک تدبیر ہے داخل دوا۔ اور حدیث میں جو منع ہے وہ اس مصلحۃ پر مبنی ہے کہ لوگ طاعون سے بھاگ کر دوسری بستیوں میں پناہ لیتے اور چونکہ مرض متعدی ہے وہاں طاعون پھیلاتے ہیں۔ اور طاعون نہیں بھی پھیلاتے تو لوگوں کو متوحش تو کرتے ہیں واہمہ خلاق لوگ ڈر کر قبول طاعون کی صلاحیۃ پیدا کر لیتے اور طاعون سے نہیں طاعون کے ڈر سے مرتے ہیں۔ تو منع ہی کا مطلب یہ ہے کہ دوسری بستیوں میں نہ جاؤ اپنی جگہ بیٹھ کر دفع طاعون کی تدبیریں کرو ۱۲

عمل کرنے سے آدمی امراض سے محفوظ رہے۔ دوسرے حصے میں ازالۂ امراض کی تدابیر ہیں۔ طب کوئی الہامی چیز نہیں بلکہ لوگ تندرستی کی حفاظت کے لیے مجبور ہوئے اور اُنھوں نے سالہا سال کے تجربے سے جھاڑی بوٹی خاک دُھول کے خواص دریافت کیے اور کہیں عمروں میں جاکر فنِ طب مدوّن ہوا اور ابھی بھی اِس فن میں بڑی ترقی کی گنجایش ہی۔ اِس لیے کہ آدمی ہنوز تمام چیزوں کی طبّی خاصیتوں پر احاطہ نہیں کر سکا۔ چونکہ عام ضرورۃ کی چیز تھی لوگ کسی زمانے میں طبّی تحقیقات سے غافل نہیں رہے۔ بہت کچھ قلمبند ہو کر کتابوں میں جمع ہو گیا اور جتنا کچھ جمع ہو چکا ہی وہ اُس کے مقابلے میں جو دریافت طلب ہی۔ مَن کے آگے تولہ۔ ماشہ۔ رتّی بھی نہیں۔ کہنے کو ہر شخص کہتا ہی اور جانتا بھی ہی کہ جان ہی تو جہان ہی اور تندرستی ہزار نعمت ہی۔ مگر عملاً بہت تھوڑے ہیں جو زندگی اور تندرستی کی کماحقّہٗ قدر کرتے ہوں۔ اہلِ یورپ کو تو البتہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ہر ایک بات کی ٹوہ کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ اور اُنھوں نے فنِ طب میں بھی حیرت انگیز ترقی کی ہی اور کر رہے ہیں۔ باقی کیا ہنود کیا مسلمان اپنے بزرگوں کی جمع پونجی لیے بیٹھے ہیں اور اُس پر اُنھوں نے ذرا بھی اضافہ نہیں کیا۔ اور کسی نے کوئی نئی ترکیب دریافت کی بھی ہوگی تو اُس نے مارے بُخل کے اُس کو اپنے ہی تک رکھّا اور کتابت میں نہ آنے دیا۔ جب طبیعتوں میں اِس درجے کی دناءت ہو تو قوم آیندہ ترقی کرے کیا خاک۔ کچھ ٹٹکے فقیروں میں بھی سینہ بسینہ چلے آتے ہیں اور کچھ بوڑھی عورتوں اور دیہاتیوں کو معلوم ہیں مگر یہ سب دسترس سے خارج۔ خدا کسی کو توفیق دے تو وہ باقاعدہ تحقیقات کر کے طبّ میں بہت کچھ اضافہ کر سکتا ہی۔ اہلِ یورپ کا تو حال یہ ہی کہ جس چیز کو ہاتھ لگایا اُس کو تکمیل کے درجے تک پونہچایا۔ اِن کے اَدوات اِن کی ادویات اِن کی کیمیائی تحقیقات کی تفصیل کو دفتر چاہییے اور یہ بحث ہمارے موضوع سے ہی خارج۔ پس طبّ انگریزی کی نسبت اتنا کہنا بس کرے گا کہ اُنھوں نے فنِ طب کو جو ظنّی تھا حضیضِ ظنّیت سے نکال کر اوجِ یقینیات پر تو نہیں پر اُس کے لگ بھگ پونہچا دیا پھر بھی بہت کچھ کرنے کو باقی ہی۔ اور اس کے لیے کوشش جاری ہی لیکن ہم لوگ جہالت اور بے جا مذہبی تعصّب کی وجہ سے خدا کی اِن برکتوں اور نعمتوں سے جیسا اور جتنا چاہیئے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ اور ایسا کرنے سے ہم فریضۂ حفظِ حیات کے ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں جو از روے نصِّ شرعی گناہ ہی۔ ہاں اِس کا خیال رکھنا ضرور ہی کہ ولایتی دواؤں میں کوئی حرام چیز از قسم شراب وغیرہ نہ ہو۔ اِس لیے کہ گناہ سے قطعِ نظر پیغمبر صاحب نے لَا اِسْتِشْفَاءَ فِی الْحَرَامِ[51] بھی فرمایا ہی۔ خدا رسول کی نافرمانی کر کے کسی نے دنیا کا فائدہ حاصل کیا بھی تو اُس نے فانی۔ عارضی چند روزہ فائدے کے لیے عاقبت کے دوامی اور ابدی فائدے کو ضائع کیا وَذٰلِکَ ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ۔ مسلمانوں کے مذہبی خیالات اِس قدر فاسد ہو گئے ہیں کہ اُنھوں نے مذہبی آسانی کے دائرے کو از خود اپنے اوپر تنگ کر لیا ہی۔ طب کے متعلق غلط فہمی کا ضروری نتیجہ ہی کہ تعویذ گنڈے ٹونے ٹوٹکے جھاڑ پھونک کی وجہ سے بہت بچّے ضائع ہوتے رہتے ہیں۔ اہلِ یورپ کے مقابلے میں توالد تناسل کی کمی ہی۔ عمروں کا اوسط گھٹا ہوا ہی۔ نسلیں کمزور ہوتی جاتی ہیں۔ ہاں مسلمان ایک بڑی غلطی یہ کرتے ہیں کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ اپنے وقت کے لوگوں کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ تھا جو مقتضی

[51] حرام چیزوں میں شفا نہیں ہوتی ۱۲

باپ کا برتاؤ اولاد کے ساتھ ہوا کرتا ہے - تو لوگ جب بیمار پڑتے پیغمبر صاحب سے دوا پوچھتے - آپ مُلکی آب ہوا رسم عادۃ شخصی مزاج کے لحاظ سے طبیب کے طور پر نہیں بلکہ صاحب الرائے بزرگ کے طور پر کچھ تدبیر بتا دیتے - یہ تدابیر ہم نے ایک رسالے میں دیکھی ہیں جس کا نام ہے **طبِّ نبوی** - چاہیئے تھا کہ اس کو اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ میں داخل سمجھتے - مگر ہم نے ایک بزرگ کی ایک حکایت ایک راوی معتبر سے سُنی ہے کہ ان بزرگ کے ہمسایے میں کوئی بی بی بیمار پڑیں وہ بی بی ان کی کچھ رشتے دار بھی تھیں اور ان کے زنانخانے میں اکثر آتی جاتی رہتی تھیں - اتفاق سے وہ پڑیں بیمار - ان کو ان بزرگ کے ساتھ ایک طرح کی ارادت تو تھی ہی - کئی دن کی غیر حاضری کے بعد اُن بزرگ سے دوا پوچھنے آئیں - انھوں نے طبِّ نبوی دیکھ کر کچھ دوا بتا دی مگر اُن بزرگ کی بیوی نے اس دوا کو مضر بتایا - اتنا کہنا تھا کہ اُن بزرگ نے بیوی کو طلاق دے دی - یہ ہے وہ مذہبی غلطی جس پر ہم مسلمانوں کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں ❊

حفاظتِ لوازم زندگی

(حفاظتِ مال)

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا

اور (اے پیغمبر) رشتہ دار اور غریب اور مسافر (ہر ایک) کو اُس کا حق پہنچاتے رہو اور (دولت کو) بے جا مت اُڑاؤ (کیونکہ دولت کے) بے جا اُڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے **ف** اور اگر تم کو اپنے پروردگار کے فضل کے انتظار میں جس کی تم کو توقع ہو (بمجبوری) ان (غربا) سے مونھ پھیرنا پڑے تو نرمی سے ان کو

ف شیطان گروہِ ملائکہ میں سے تھا اُس نے اِس نعمت کی قدر نہ جانی اور خدا کی نافرمانی کی اسی طرح مال بھی خدا کی نعمت ہے اور جو اُس کو بے جا اُڑائے وہ اُس کی قدر نہیں کرتا تو وہ نعمت کی قدر نہ جاننے میں شیطان کا بھائی ہوا اور دولت بے جا اُڑائی جاتی ہے تو اکثر شیطانی حرکات اور ممنوعاتِ شرعیہ میں اُڑائی جاتی ہے اس اعتبار سے بھی دولت کے بے جا اُڑانے والے شیطان کے بھائی ٹھہرے کہ اُس کے کہنے پر چلے ۱۲

سل تم اپنی دنیاوی باتوں سے خوب واقف ہو - بات یہ ہے کہ مکے میں زراعت و فلاحت کا نہ پہلے ہی کہیں نام و نشان تھا نہ اب ہے پیغمبر صاحب مدینے تشریف لائے تو یہاں دیکھا کہ کھیتی کے علاوہ نخلستان کی بڑی کثرت ہے یہاں تک کہ کھجوروں ہی پر گویا ان لوگوں کا گزارہ ہے کھاتے بھی ہیں بیچتے بھی ہیں مگر یہ لوگ کھجور کے درختوں میں نر و مادہ کی تفریق کرتے تھے جس طرح ہندوستان میں قلم کا دستور ہے - یہ لوگ بار آور ہونے کی غرض سے کھجور کے نر درخت کا گابھا مادہ درختوں میں ملاتے اور اس عمل کو اپنی بولی میں تابیر کہتے تھے پیغمبر صاحب کو نخلستان کی رکھوالی کا کبھی کاہے کو اتفاق ہوا تھا سمجھے کہ یہ بھی ان لوگوں کے زمانۂ جاہلیت کے اوہام میں سے ہوگا تابیر کو منع فرما دیا سارا مدینہ پٹتی پڑ گیا لوگوں نے فریاد کی تو فرمایا انتم اعلم بامور دنیاکم یعنی میں نے اپنے خیال کے مطابق تابیر کو منع کر دیا تھا اگر تابیر شرطِ بار آوری ہے تو کرو دنیا کی باتیں تم مجھ سے بہتر سمجھتے ہو اس حدیث کے متعلق ہمارا ایک بسیط بیان پیغمبر صاحب کے حقوق عنوان "اتباعِ سنت" کے ذیل میں گزر چکا ہے اس کے ساتھ اسے بھی ملا کر پڑھو ۱۲

سل اس قسم کی آیتیں اگرچہ ہم کو حقوقِ مال میں لے جانی چاہیئے تھیں اور ان شاء اللہ لے بھی جائیں گے مگر چونکہ اضاعتِ مال کا بُرا اثر نفس پر بھی پڑتا ہے اس لیے ہم نے دو آیتیں یہاں بھی نقل کر دی ہیں ۱۲

مَّيْسُوْرًا ۝ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل ع ۳ پارہ ۱۵)

سمجھا دو ف۱ اور اپنا ہاتھ نہ تو اتنا سکیڑو کہ (گویا) گردن میں بندھا ہے اور نہ بالکل اُس کو پھیلا ہی دو (ایسا کرو گے) تو تم ایسے بیٹھے رہ جاؤ گے کہ لوگ تم کو ملامت بھی کریں (اور) تم تہی دست بھی ہو گے ف۲ (اے پیغمبر) تمہارا پروردگار جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور (جس کی روزی چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے اور وہ اپنے بندوں (کے حال) سے باخبر (اور اُن کی ضرورتوں کا) دیکھنے والا ہے

وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ (اعراف ع ۳ پارہ ۸)

اور (لوگو!) کھاؤ اور پیو اور فضول خرچیاں نہ کرو کیونکہ خدا فضول خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ لَيْسَ عَلَى

مسلمانو! شراب اور جُوا اور بُت اور پاسے (ان میں کا ہر ایک کام) تو بس ناپاک شیطانی کام ہے تو اس سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کی وجہ سے تمہارے آپس میں دشمنی اور بغض ڈلوا دے اور تم کو یادِ الٰہی سے اور نماز سے باز رکھے تو (کیا شیطان کے مکر پر اطلاع پائے پیچھے اب بھی) تم باز آؤ گے (یا نہیں) ف۳ اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور (نافرمانی سے) بچتے رہو۔ اس پر بھی اگر تم (حکمِ خدا سے) پھر بیٹھو گے تو جانے رہو کہ ہمارے رسول کے ذمے تو (ہمارے حکموں کا) صاف طور پر پہنچا دینا ہے اور بس (تو نہ ماننے سے تم اپنا ہی کچھ کھوؤ گے) جو لوگ ایمان لائے۔

ف۱ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وقت پر آدمی کے ہاتھ تلے روپیہ نہیں ہوتا اور کہیں سے کچھ آنے والا ہوتا ہے اور ابھی اُس کے آنے میں دیر ہو اور لوگ اپنی حاجت کے آگے صبر سو بر کا خیال نہیں کرتے اور بے جا تقاضا کرتے ہیں تو خدا فرماتا ہے کہ ایسی صورت میں ان لوگوں کی دل شکنی نہ کرو اور آسانی کے ساتھ سمجھا دو ۱۲ ف۲ اس آیت میں توسط یعنی اعتدال اور میانہ روی کی ہدایت ہے کہ آدمی خیر خیرات میں نہ ایسا بخل کرے کہ مٹھی کھلتے ہی نہیں اور نہ اتنی داد و دہش کرے کہ آپ تکلیف اُٹھائے اور لوگ اُلٹے ملامت کریں اور اس کی داد و دہش کو فضول خرچی قرار دیں ۱۲ ف۳ عرب کے لوگوں کا دستور تھا کہ وہ تیروں سے پانسوں کا کام لیتے تھے اُن ہی کے ذریعے سے فال دیکھتے اور خاص طور پر اُن ہی سے جُوا کھیلتے اور اُن پر ہار جیت کا مدار رکھتے ہمارے ملک میں تیروں کی جگہ نرد کے پاسے ہیں جیسے چوسر کے پاسے رنگ کے پاسے بہرکیف یہ ایک طرح کا جُوا ہے اور جُوا کسی طرح کا ہو شرعاً حرام ہے ۱۲

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (المائدہ ع ۱۲ پارہ ۷)	اور اُنھوں نے نیک عمل بھی کیے تو جو کچھ (مناہی سے پہلے) کھا پی چکے اُس میں اُن پر (کسی طرح کا) گناہ نہیں جب کہ اُنھوں نے (حرام چیزوں سے) پرہیز کیا اور ایمان لائے اور نیک کام کیے پھر (حرام چیزوں سے) پرہیز کیا اور ایمان لائے پھر (حرام چیزوں سے) پرہیز کیا اور اچھا (پرہیز کیا) (جیسا کرنے کا حق ہے) اور اللہ خلوص دل سے نیک کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے

من المترجم۔ اَوامر اور نَواہی کو ایک ایک کرکے دیکھا تو یہ بات پیدا ہوئی کہ فعل ہو یا ترکِ فعل جس کے کرنے کو فرمایا اُس کے کرنے میں اور جس کے نہ کرنے کا حکم دیا اُس کے نہ کرنے میں ہمارا اور ہمارے ابنائے جنس ہی کا فائدہ ہے اور چونکہ ابنائے جنس کا فائدہ بھی عین ہمارا فائدہ ہے تو یوں کہو کہ جس کے کرنے کا حکم فرمایا اُس کے کرنے میں اور جس کے نہ کرنے کا حکم دیا اُس کے نہ کرنے میں ہمارا ہی فائدہ ہے۔ اِس اُصول کو پیشِ نظر رکھا جائے تو احکامِ شریعۃ کی بجا آوری کبھی بھی بارِ خاطر نہ ہو۔ مگر ہر شخص تو اس بھید کو نہیں سمجھتا اور نہیں سمجھ سکتا اِسی لیے دنیا میں اللہ کے فرماں بردار بندے جو خوش دلی سے اُس کے حکموں کی تعمیل کریں تھوڑے ہیں۔ اِسی خیال سے ہمیں اِس کتاب کی تقسیم میں بڑی مشکل پیش آئی۔ کتاب کے شروع کرتے وقت پہلی بات جو دل میں آئی یہ تھی کہ اَوامر و نَواہی آخر ہیں تو خدا رسول کا فرمودہ اور خدا رسول کی فرماں برداری ہمارا فرض سب کو حقوق اللہ میں رکھو۔ پھر ذرا غور کرنے سے سمجھ میں آیا کہ ایسا کرنے سے وہ فائدے کا مطلب فوت ہوتا ہے۔ لوگ سب کو اسی نظر سے دیکھیں گے کہ خدا نے ایسا فرمایا ہے۔ اُن کا ذہن ہرگز اس طرف منتقل نہ ہوگا کہ فرمودۂ خدا ہونے کے علاوہ اس میں اُن کا اپنا فائدہ بھی ہے۔ اور اِن ہی کے فائدے کے لیے خدا نے حکم بھی دیا ہے۔ پس پہلے خیال کو چھوڑ کر ہم نے یہ طرز اختیار کیا کہ کتاب کے پہلے حصے میں حقوق اللہ رکھے دوسرے میں حقوق العباد۔ مزید توضیح کے لیے ہم مثال کے طور پر شراب اور جُوے کو لیتے ہیں کہ شراب کا پینا حرام ہے اور جُوئے کا کھیلنا۔ آیۃِ قرآنی کی رُو سے شراب اور جُوئے میں تین حیثیتیں پائی جاتی ہیں۔ اوّل یہ کہ خدا نے دونوں کو منع فرمایا ہے تو منع فرمانے کی وجہ سے دونوں حقوق اللہ ہوئے۔ دوسرے شراب خواری اور قمار بازی سے خود شرابی اور جواری کو جسمانی اور مالی نقصان پہونچتا ہے تو یہ حقوق العباد میں سے حقِ نفس ہُوا۔ تیسرے یہ کہ زید کے شراب پینے سے اُس کے ابنائے جنس کو نقصان پہونچتا ہے کہ وہ شراب پیتا ہے تو بیخودی میں اور جُوا کھیلتا ہے تو ہار جیت میں لوگوں سے لڑتا جھگڑتا ہے تو کھُلا ہُوا

ف بات یہ ہے کہ شراب مسلمانوں میں دفعۃً حرام نہیں ہوئی مگر اُس کی مذمّت کی آیتیں وقتاً فوقتاً نازل ہوتی رہتی تھیں جو صحابی زیادہ سمجھ دار تھے وہ شروع ہی سے کھٹکتے تھے جب جب شراب کی بُرائی کی کوئی آیۃ نازل ہوتی احتیاط کرتے جاتے اِن متواتر مذمّتوں سے بعض نے سمجھ لیا تھا کہ شراب آخر کار حرام ہوکر رہے گی چنانچہ ایسا ہی ہُوا حضرۃ عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو بھی ایک مُدّت تک خدشہ رہا اور وہ دعا کرتے تھے کہ الٰہی خدا شراب کے بارے میں ہمیں حکمِ صاف ملے تو اس آیۃ سے شراب بالکل حرام ہوگئی اور جو اتّقوا و آمنوا مکرر واقع ہوا ہے اُس کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ جوں جوں شراب کی بُرائیاں بیان ہوتی گئیں لوگ اُس سے احتراز کرتے گئے اور قریب قریب یہی حال جُوئے کا ہے ۱۲

حق العباد ہی - شراب اور جوئے کا حقِ نفس ہونا ہم نے وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (اور ان کے فائدے سے ان کا گناہ (اور نقصان) بڑھ کر ہی) سے استنباط کیا ہی کہ اثم و نفع ضدّ یک دگر ہو نہیں سکتے ضرور یہاں اثم سے ضرر یعنی نقصان مراد ہی - اچھا پھر شراب و جوئے میں نفع کیا سمجھا جائے شراب میں وہ چند لمحے کا سرور اور جوئے میں اتفاقی جیت - اور اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ تو صاف حق العباد ہی - شراب اور جوئے میں ایک خاص خرابی یہ دیکھی جاتی ہی کہ بہت جلد ان کی چاٹ لگ جاتی ہی - اور چاٹ لگے پیچھے ان کا چھوڑنا مشکل بلکہ اکثر صورتوں میں محال ہو جاتا ہی - شراب کا نشہ اترنے کو ہوتا ہی تو نشے کے اُتار کا نتیجہ لازمی ہی دردِ سر جس کو خمار کہتے ہیں اور اس کا عاجل دفعیہ صرف شراب ہی یعنی مرض کی دوا خود مرض ہی - وَهَلُمَّ جَرًّا جوئے میں اگر جیت ہی تو اس کے ساتھ حرص و طمع ہی - اور ہار ہی تو تلافی کی کوشش ہی اب سمجھے کہ ہم نے شراب اور جوئے کو کس لیے اور کس حیثیت سے حقوقِ نفس میں لیا ہی *



یُسر

آیت	ترجمہ
يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ * (البقرہ ع ۲۳ پارہ ۲) [سلہ]	(مسلمانو!) اللہ تمھارے ساتھ آسانی کرنی چاہتا ہی اور تمھارے ساتھ سختی کرنی نہیں چاہتا *
مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (المائدہ ع ۲ پارہ ۶) [سلہ]	(مسلمانو!) اللہ تم پر کسی طرح کی تنگی کرنی نہیں چاہتا بلکہ تم کو صاف ستھرا رکھنا چاہتا ہی اور (نیز) یہ (چاہتا ہی) کہ تم پر اپنا احسان پورا کرے تاکہ تم (اس کا) شکر کرو *
لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط (الاعراف ۱۹)	خدا کسی نفس پر اس کی سمائی سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا *
اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِىَّ الْاُمِّىَّ [سلہ]	(خدا فرماتا ہی کہ جن لوگوں کا پہلی آیۃ میں ذکر ہوا اُن سے ہماری مراد اس زمانے کے وہ اہلِ کتاب ہیں) جو (ہمارے ان) رسول

سلہ یہ اُس آیۃ کا ایک ٹکڑا ہی جس میں مریض و مسافر کو اُن کی آسانی کے لیے روزے کی قضا کا حکم ہوا ہی ہم تفہیمِ مطلب کے لیے پوری آیۃ مع ترجمہ نقل کیے دیتے ہیں اور وہ یہ ہی شهر رمضان الذى انزل فيه القرآن هدى للناس وبينات من الهدى والفرقان فمن شهد منكم الشهر فليصمه ومن كان مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر ولتكملوا العدة ولتكبروا الله على ما هداكم ولعلكم تشكرون ○ ترجمہ (روزوں کا) مہینہ رمضان کا ہی جس کے (روزوں کے بارے) میں خدا کی طرف سے قرآن میں حکم نازل ہوا ہی (اور قرآن) لوگوں کا رہنما ہی اور (اس میں) ہدایۃ اور (حق و باطل کی) تمیز کے کھلے کھلے حکم (موجود) ہیں تو (مسلمانو!) تم میں سے جو شخص اس مہینے میں (زندہ) موجود ہو تو چاہیے کہ اس مہینے کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں (ہو) تو دوسرے دنوں سے گنتی (پوری کرلے) اللہ تمھارے ساتھ آسانی کرنی چاہتا ہی اور تمھارے ساتھ سختی نہیں کرنی چاہتا اور (یہ حکم اس لیے) اس غرض سے دیے ہیں) تاکہ تم (روزوں کی) گنتی پوری کرلو اور تاکہ اللہ نے جو تم کو راہِ راست دکھا دی ہی اس (نعمت) پر اس کی بڑائی کرو اور تاکہ تم (اس کا) احسان مانو ۱۲ سلہ یہ آیۃ تیمم کے بیان میں ہی جسے خدا نے بندوں کی آسانی کے لیے محض اپنی عنایۃ و مہربانی سے وضو کے قائم مقام کر دیا ہی پوری آیۃ حصہ اول کے باب سوم عنوان وضو اور تیمم اور غسل اور اسی حصے کے عنوان "حفاظتِ جسم" میں ملاحظہ ہو ۱۲

الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ (الاعراف ع ۱۸ پارہ ۹)

جن (کی بشارۃ) کو اپنے ہاں توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں ف۱ وہ اُن کو اچھے کام (کرنے) کو کہتے اور بُرے کام سے اُن کو منع کرتے ہیں۔ اور پاک چیزوں کو اُن کے لیے حلال اور ناپاک چیزوں کو اُن پر حرام کرتے ہیں اور (احکام سخت کے) بوجھ جو ان لوگوں (کے سروں) پر (لدے ہوئے) تھے اور پھندے جو ان پر (پڑے ہوئے) تھے (اُن سب کو) ان پر سے دور کرتے ہیں ف۲ تو جو لوگ ان (پیغمبر محمدؐ) پر ایمان لائے اور ان کی حمایت کی اور ان کو مدد دی اور جو نور (ہدایۃ یعنی قرآن) ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے اُس کے پیچھے ہو لیے یہی لوگ کامیاب ہیں +

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۚ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۚ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۚ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ

اور (مسلمانو!) اللہ (کی راہ) میں کوشش کرو جیسا کہ اس (کی راہ) میں کوشش کرنے کا حق ہے۔ اُسی نے تم کو (دنیا کے لوگوں میں سے) انتخاب فرمایا اور دین (کے بارے) میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی (تمھارے لیے وہی دین تجویز کیا جو) تمھارے باپ ابراہیم کا (تھا) اُسی (خدا) نے (اگلی کتابوں میں) پہلے سے تمھارا نام مسلمان رکھا یعنی فرماں بردار بندے) اور اس (قرآن میں بھی) تاکہ رسول تمھارے مقابلے میں گواہ ہوں اور تم (دوسرے) لوگوں کے مقابلے میں گواہ ہو تو نمازیں پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ ہی کا سہارا پکڑو وہی تمھارا کارساز ہے

ف۱ اُمّیؐ کے لفظی معنی مادرزاد کے ہیں اور مراد ہے ان پڑھ۔ ان پڑھ ہونا اور سب لوگوں کے لیے عیب ہے مگر جناب پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے موجب فخر تھا کہ پڑھے نہ لکھے اور وحی کے ذریعے سے بڑے بڑے پڑھے لکھوں کو دنیا اور دین کے انتظام سکھا گئے ۱۲ ف۲ توراۃ کے پڑھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ موسوی شریعۃ کے احکام نماز روزہ طہارۃ اور کھانے پینے حلت و حرمت کے متعلق اور ذبیحہ وغیرہ بہت ہی سخت تھے چنانچہ نجس کپڑے کو کاٹ کر پھینک دیتے اور بدن پر نجاست لگ جائے تو اس کے چھیلنے کا حکم تھا یہودیوں کا ذبیحہ اس حد مشکل ہے کہ شرعی طور پر ذبح کرنے والا سیکڑوں میں کوئی ہوتا ہے ۱۲

فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝ (الحج ع ۱۰ پارہ ۱۷)	تو (کیا ہی) اچھا کارساز ہے اور (کیا ہی) اچھا مددگار ف۱
وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (النور ع ۸ پارہ ۱۸)	اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی امید (باقی) نہیں (رہی) اگر اپنے کپڑے (چادر وغیرہ) اُتار رکھا کریں تو اس میں اُن پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ اُن کو (اپنا) بناؤ دکھانا منظور نہ ہو اور اگر (اس کی بھی) احتیاط رکھیں تو اُن کے حق میں بہتر ہے اور اللہ سب کی سنتا اور سب کچھ جانتا ہے ۔
لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا	نہ (تو) اندھے (آدمی) کے لیے کچھ مضایقہ ہے اور نہ لنگڑے (آدمی) کے لیے کچھ مضایقہ ہے اور نہ بیمار کے لیے کچھ مضایقہ ہے اور نہ (عموماً) تم مسلمانوں کے لیے (اس میں کچھ مضایقہ ہے) کہ اپنے گھروں سے (کھانا) کھاؤ یا اپنے باپ کے گھر سے یا اپنی ماں کے گھر سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا اُن گھروں سے جن کی کنجیاں تمھارے اختیار میں ہیں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے (پھر اس میں بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ تو جب

ف۱ گواہ ہونے کا مقصود ہی حجۃ کا تمام کرنا اور حجۃ کے تمام کرنے سے غرض یہ ہے کہ جس پر حجۃ تمام کی جائے اُس کو عذر کرنے کی گنجائش باقی نہ رہے۔ پس خدا نے پیغمبر آخر الزماں کے بھیجنے سے ہم مسلمانوں پر اپنی حجۃ تمام کردی کہ وہ ایسا دین لے کر آئے آسان اور قریب الفہم اور مطابق فطرۃ کہ ہم کو اس دین کے قبول کرنے میں کوئی جائے عذر باقی نہیں۔ جس طرح پیغمبر کے بھیجنے سے خدا نے اپنی حجۃ ہم مسلمانوں پر تمام کی اسی طرح ہم مسلمانوں کے اسلام لانے سے دوسرے لوگوں پر خدا کی حجۃ تمام ہوئی کہ جیسے آدمی ہم ویسے آدمی وہ جیسے حواس ہمارے ویسے حواس اُن کے جیسی عقل ہم کو دی گئی ہے ویسی ہی عقل اُن کو بھی دی گئی ہے تو کوئی سبب نہیں کہ ہم اسلام قبول کریں اور وہ نہ کریں ۱۲

دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (النور ع ۸ پارہ ۱۸)	گھروں میں جانے لگو تو اپنے (لوگوں) کو سلام کر لیا کرو (سلام ایک) دعائے خیر (ہے جو تم مسلمانوں کو) خدا کی طرف سے (تعلیم کی گئی ہے) برکت والی عمدہ۔ یوں اللہ (اپنے) احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو ف
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ ۔ (بخاری)	پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانو! تم آسانیاں بڑھانے کے لیے دنیا میں بھیجے گئے ہو دشواریاں بڑھانے کے لیے نہیں ۔
يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا ۔ (بخاری)	(جب حضرۃ ابو موسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل یمن کی طرف روانہ ہونے لگے تو پیغمبر صاحب نے فرمایا) تم دونوں آسانیاں پیدا کرنا نہ دشواریاں لوگوں کو خوش کرنا نفرت نہ دلانا باہم
لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰٓى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ ۔ (ترمذی)	پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ اگر میں اپنی اُمت پر دشوار نہ سمجھتا تو انھیں ہر نماز کے لیے مسواک کرنے کا حکم کرتا ۔

ف لوگوں میں اتحاد و ارتباط پیدا ہونے کا بڑا عمدہ ذریعہ کھانا ہے اور اس آیۃ کا مقصود اصلی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان اس ذریعے سے باہمی اتحاد کو بڑھائیں۔ اب بھی لوگوں کا یہی حال ہے کہ جہاں تک ہو سکتا ہے ایک دوسرے کے ہاں کھانے میں مضایقہ کرتے ہیں کہ کہیں لالچی اور بدنیّت نہ سمجھے جائیں اور بعض لوگ مثلاً لنگڑے وغیرہ معذوری کی وجہ سے کنارہ کش رہتے ہیں کہ حقیر نہ سمجھے جائیں لیکن اگر یہ دستور زیادہ کثرۃ سے جاری ہو کہ میں نے تمہارے ہاں کھانا کھا لیا تم نے میرے ہاں کھا لیا تو کچھ شک نہیں کہ مسلمانوں میں یک دلی اور اتفاق پیدا کرنے کی عمدہ تدبیر ہو اور مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗ کا ایک محل یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اکثر رشتے داروں میں سے کوئی شخص کہیں مہمان چلا جاتا ہے تو قریب کے رشتے دار کو جس پر اس کا اعتبار ہے گھر کی کنجیاں دے جاتا ہے اور معنے یہ ایک طرح کی اجازت ہے کہ تمھیں کسی چیز کی ضرورۃ ہو تو گھر میں سے لے لینا۔ لیکن یہ کنجی رکھنے والے خود اپنی طبیعۃ سے احتیاط برتتے ہیں ورنہ اگر صاحب خانہ کی غیبۃ میں ضرورۃ کی کوئی چیز لے لیں تو وہ اگر خوش ہو مگر دنیا میں نفسا نفسی پھیل گئی ہے۔ نہ کوئی کسی کے ساتھ ایسی سخاوت کرنی چاہتا ہے اور نہ معاوضے کے ڈر سے کوئی ایسی سخاوت سے فائدہ اٹھاتا مگر اسلامی اخوۃ کو ترقی دینے کی ایک تدبیر خدا نے بتا دی ہے اور مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗ سے مفسروں نے یتیم کا ولی سرپرست یا وصی مہتمم بھی مراد لیا ہے ۱۲

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنًى لِلنَّاسِ يَسْأَلُوْنَهٗ فَجَاءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ لَمْ اَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ فَقَالَ اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ فَجَاءَ اٰخَرُ فَقَالَ لَمْ اَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِیَ فَقَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ فَمَا سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَیْءٍ قُدِّمَ وَلَا اُخِّرَ اِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ ۔ (بخاری مسلم)

عمرو بن العاص کے فرزند عبد اللہ سے روایت ہو کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر موضع منا میں اس لیے وقوف کیا کہ لوگ آپ سے مناسک کے بارے میں دریافت کریں تو ایک شخص آکر دریافت کرنے لگا کہ مجھے معلوم نہ تھا میں نے قربانی ذبح کرنے سے پیشتر سر منڈا لیا فرمایا کچھ حرج نہیں اب ذبح کرلے۔ ایک اور شخص آکر کہنے لگا مجھے معلوم نہ تھا میں نے رمی جمار سے پہلے قربانی کروالی فرمایا کچھ حرج نہیں اب رمی جمار کرلے۔ غرضکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کی تقدیم و تاخیر کی بابت سوال نہیں ہوا مگر آپ نے یہی فرمایا کہ اِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَ لِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو اَنْكَحَنِیْ اَبِیْ امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ فَكَانَ يَأْتِيْهَا فَيَسْأَلُهَا عَنْ بَعْلِهَا فَقَالَتْ نِعْمَ الرَّجُلُ مِنْ رَّجُلٍ لَمْ يَطَأْ لَنَا فِرَاشًا وَّلَمْ يُفَتِّشْ لَنَا كَنَفًا مُنْذُ اَتَيْنَاهُ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائْتِنِیْ بِهٖ فَاَتَيْتُهٗ مَعَهٗ فَقَالَ كَيْفَ

مجاہد سے روایت ہو کہ مجھ سے عبد اللہ بن عمرو نے بیان کیا کہ میرے باپ نے ایک نجیب شریف عورۃ سے میرا نکاح کر دیا تھا اور کبھی کبھی اُس کے پاس جا کر اُس کے شوہر یعنی میری بابت دریافت کیا کرتے تھے وہ جواب میں کہتی کہ عبد اللہ اچھا آدمی ہو مگر جب سے ہم اُس کے پاس آئے ہیں وہ ہمارے ساتھ سوتا نہیں کہ ہمارے لیے بچھونا بچھایا جائے اور ہم سے کبھی قریب نہیں ہوتا وہ رات کو تہجد میں اور دن کو روزے

لہ کتب صحاح میں یہ حدیث چند طرق سے مروی ہو کہیں مجملاً کہیں مفصّلاً کہیں کوئی جملہ مقدم ہو کہیں موخر۔ کسی میں ابہام ہو کسی میں توضیح۔ ہم نے اُن میں سے صرف وہ طرق انتخاب کرلیے ہیں جن سے ہمارا مطلب متعلق تھا چونکہ ان میں بعض جملے مکرر اور بعض مقدم موخر بھی تھے اس لیے ہم نے ترجمے میں مکرر کو حذف کر دیا اور عبارۃ مسلسل کرنے کے لیے تقدیم و تاخیر کا چنداں لحاظ نہیں کیا۔ الفاظ حدیث کو بعینہٖ نقل کر دیا اور ترجمے میں اُس کی رعایۃ نہیں کی ۱۲

تَصُومُ قُلْتُ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ صُمْ مِنْ كُلِّ
جُمُعَةٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ قُلْتُ اِنِّیْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ
مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ يَوْمَيْنِ وَاَفْطِرْ يَوْمًا
قَالَ اِنِّیْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ
صُمْ اَفْضَلَ الصِّيَامِ صِيَامَ دَاوٗدَ صَوْمَ
يَوْمٍ وَّفِطْرَ يَوْمٍ ٭
عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ
زَوَّجَنِیْ اَبِیْ امْرَاَةً فَجَاءَ يَزُوْرُهَا فَقَالَ
كَيْفَ تَرَيْنَ بَعْلَكِ فَقَالَتْ نِعْمَ الرَّجُلُ
مِنْ رَّجُلٍ لَا يَنَامُ اللَّيْلَ وَلَا يُفْطِرُ
النَّهَارَ فَوَقَعَ بِیْ وَقَالَ زَوَّجْتُكَ امْرَاَةً
مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَعَضَلْتَهَا قَالَ فَجَعَلْتُ
لَا اَلْتَفِتُ اِلٰی قَوْلِهٖ مِمَّا اَرٰی عِنْدِیْ مِنَ
الْقُوَّةِ وَالْاِجْتِهَادِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِیَّ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لٰكِنِّیْ
اَنَا اَقُوْمُ وَاَنَامُ وَاَصُوْمُ وَاُفْطِرُ فَقُمْ
وَنَمْ وَصُمْ وَاَفْطِرْ قَالَ صُمْ مِنْ شَهْرٍ
ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَقُلْتُ اَنَا اَقْوٰی مِنْ ذٰلِكَ
قَالَ صُمْ صَوْمَ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ صُمْ

میں بسر کردیتا ہی عورۃ کی یہ شکایتیں عمرو کے
کان میں پونہچیں تو وہ میرے ساتھ نہایۃ
سختی سے پیش آئے اور غصے کے لہجے
میں کہاکہ عبد اللہ! میں نے ایک مسلمان
شریف عورۃ سے تیرا نکاح کیا اور تو اُس
کے ساتھ ویسا معاملہ نہیں کرتا جیسے شوہر
اپنی بیبیوں کے ساتھ کرتے ہیں میں نے
اپنے والد کی اِس نصیحۃ کی طرف چنداں
التفات نہیں کیا کیونکہ میں نہایۃ قوی اور
مستعد تھا شدہ شدہ یہ خبر پیغمبر صاحب
تک پونہچ گئی اور خود میرے والد نے بھی پیغمبر
صاحب سے میرا یہ تذکرہ کیا آپنے فرمایا کہ عبد اللہ
کو میرے پاس بلا لاؤ۔ دوسری روایۃ میں
آیا ہی کہ عبد اللہ کہتے ہیں خود پیغمبر صاحب
میرے حجرۂ عبادۃ میں تشریف لائے اور
فرمایا مجھے جو یہ خبر پونہچی ہی کہ تو رات بھر قیام
کرتا اور دن کو روزہ رکھتا ہی کیا یہ سچ ہی میں
نے عرض کیا جی ہاں سچ ہی فرمایا عبد اللہ
تو ایسا نہ کر سو بھی رہ اور تہجد بھی پڑھ روزہ
بھی رکھ اور افطار بھی کر کیونکہ تیری آنکھ کا
تجھ پر حق ہی تیرے جسم کا تجھ پر حق ہی تیری
بی بی کا تجھ پر حق ہی تیرے مہمان کا تجھ پر حق
ہی تیرے دوست کا تجھ پر حق ہی عبد اللہ
میں شب کو قیام بھی کرتا ہوں سو بھی رہتا
ہوں دن کو کبھی روزہ بھی رکھ لیتا ہوں
کبھی نہیں بھی رکھتا۔ ممکن ہی کہ تیری عمر دراز
ہو اور تو اُس وقت اتنے بوجھ کی تکلیف نہ

يَوْمًا وَّأَفْطِرْ يَوْمًا قُلْتُ إِنِّيْ أَقْوٰى مِنْ
ذٰلِكَ قَالَ فَاقْرَأِ الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ
ثُمَّ انْتَهٰى إِلٰى خَمْسَ عَشْرَةَ وَأَنَا أَقُوْلُ
أَنَا أَقْوٰى مِنْ ذٰلِكَ۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُجْرَتِيْ فَقَالَ
أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَقُوْمُ اللَّيْلَ وَتَصُوْمُ النَّهَارَ
قَالَ بَلٰى قَالَ فَلَا تَفْعَلَنَّ نَمْ وَقُمْ وَصُمْ وَ
أَفْطِرْ فَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّإِنَّ
لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّإِنَّ لِزَوْجَتِكَ عَلَيْكَ
حَقًّا وَّإِنَّ لِضَيْفِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّإِنَّ لِصَدِيْقِكَ
عَلَيْكَ حَقًّا وَّإِنْ عَسٰى أَنْ يَّطُوْلَ
بِكَ عُمْرٌ وَّإِنَّهُ حَسْبُكَ أَنْ تَصُوْمَ
مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثًا فَذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ
كُلِّهِ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا قُلْتُ إِنِّيْ
أَجِدُ قُوَّةً فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ قَالَ
صُمْ مِّنْ كُلِّ جُمُعَةٍ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ قُلْتُ إِنِّيْ
أُطِيْقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ
عَلَيَّ قَالَ صُمْ صَوْمَ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوٗدَ عَلَيْهِ

اُٹھا سکے تجھے ہر مہینے میں تین روزے رکھ لینے
کافی ہیں اور یہ صیام الدہر کے برابر ہیں کیونکہ
ایک نیکی کا دس گنا ثواب ملتا ہے تو ہر مہینے
میں تین روزے پورے مہینے بھر کے روزوں
کے برابر ہوئے عبد اللہ کہتے ہیں میں نے عرض
کیا یا رسول اللہ میں اپنے میں اس سے زیادہ
قوۃ پاتا ہوں فرمایا اچھا ہر ہفتے میں تین روزے
رکھ لیا کرو میں نے عرض کیا کہ میں اس سے
بھی زیادہ قوۃ رکھتا ہوں فرمایا تو حضرۃ داؤد
علیہ السلام کا سا روزہ رکھو اور اس سے تجاوز
نہ کرو میں نے عرض کیا کہ حضرۃ داؤد علیہ
السلام کس طرح کا روزہ رکھا کرتے تھے فرمایا
ایک دن روزہ رکھتے دوسرے دن نہیں رکھتے
تھے غرض کہ جہاں تک میں اصرار کرتا گیا
پیغمبر صاحب مجھ پر تشدد و سختی کرتے گئے
اسی طرح قیام شب کے بارے میں فرمایا کہ سارے
مہینے میں ایک ختم کر لیا کر میں نے عرض کیا
یا رسول اللہ میں اس سے زیادہ قوۃ رکھتا ہوں
فرمایا تو پچیس روز میں ختم کر لو میں نے عرض کیا کہ مجھ میں
اس سے زیادہ قوۃ ہے ارشاد فرمایا کہ بیس روز میں سہی
میں نے کہا مجھے اس سے بھی زیادہ قوۃ حاصل ہے
فرمایا پندرہ روز میں ایک ختم کر لو اور سات
روز سے تو آگے بڑھنا چاہیے ہی نہیں
لیکن جب حضرۃ عبد اللہ بوڑھے ہوئے اور
اپنے اس وظیفے پر قیام کرنے سے جسے انھوں نے
حالتِ جوانی و قوۃ میں اپنے اوپر لازم کر لیا
تھا عاجز آگئے تو کہنے لگے کاش اکو رخصت

السَّلَامُ قُلْتُ وَمَا كَانَ صَوْمُ دَاؤُدَ قَالَ نِصْفُ الدَّهْرِ ۞ (نسائی)

الثلاثة الایام التی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الی من اهلی ومالی (یعنی اگر میں اُن تین دنوں کو قبول کر لیتا جس کی نسبت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا تو آج وہ مجھے مال و اولاد سے زیادہ [illegible] ہوتا) ۞

اِعْمَلُوْا مَا كُلِّفْتُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا ۞ (بخاری)

جن باتوں کی خدا نے تمھیں تکلیف دی اُنھیں بجا لاؤ اور اپنی طرف سے تشدّد و سختی نہ کرو، کیونکہ خدا ثواب دینے سے نہیں تھکتا اور تم عمل کرتے کرتے تھک جاؤ گے ۞

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ ۞ (بخاری)

پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کو وہ اعمال بہت پسند ہیں جن پر مداومت کی جائے اگرچہ مقدار کے لحاظ سے تھوڑے کیوں نہ ہوں ۞

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يَسُوْقُ بَدَنَةً فَاَجْهَدَهُ الْمَشْيُ قَالَ ارْكَبْهَا قَالَ اِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا وَاِنْ كَانَتْ بَدَنَةً ۞ (بخاری)

حضرۃ انس بن مالک کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ قربانی کا جانور لیے چلا جاتا ہے اور بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ اُس پر چلنا نہایت شاق و ناگوار ہے فرمایا کہ اے شخص تو اس پر سوار ہو جا۔ اُس نے عرض کیا کہ حضرۃ یہ قربانی کا جانور ہے فرمایا سوار ہو جا اگرچہ قربانی کا جانور ہے ۞

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ فَقَالَ مَا هٰذَا الْحَبْلُ قَالُوْا هٰذَا حَبْلٌ لِزَيْنَبَ اِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ بِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلُّوْهُ لِيُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهٗ ۞ (صحیحین)

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو دو ستونوں کے بیچ میں ایک رسّی تنی ہوئی دیکھ کر فرمایا یہ رسّی کیسی ہے لوگوں نے عرض کیا یہ رسّی ہے زینب کی جب وہ نماز پڑھتے پڑھتے تھک جاتی ہیں تو اس میں لٹک رہتی ہیں فرمایا نہیں۔ اسے کھول ڈالو ہر ایک شخص کو وہیں تک نماز پڑھنی چاہیے جہاں تک نشاط و خوش وقتی باقی رہے ۞

من المترجم — حقوق نفس کا باب باندھنے سے ہمیں یہ دکھانا منظور ہے کہ زندگی جس پر دنیا اور دین کے سارے کام موقوف ہیں خدا کی امانۃ ہے اور امانۃ دار ہونے کی حیثیۃ سے ہمارا فرض ہے کہ تا امکان اُس کی حفاظۃ کریں پھر زندگی نام ہے بدن اور رُوح کے تعلق کا تو زندگی کی حفاظۃ کے یہ معنی ہوئے کہ ہم اس تعلق کو تا امکان منقطع نہ ہونے دیں

اور نہ صرف یہ ہو کہ منقطع نہ ہونے دیں بلکہ بے مزہ اور تکلیف دہ بھی نہ ہونے دیں اگرچہ آدمی زندگی کی حفاظت پر
مجبول اور مجبور ہو اور اُمور اضطراری میں حکم و اجازت کی ضرورت نہیں ہوا کرتی مگر مذہبی خیال کے لوگ اکثر بلکہ عموماً
نفس کُشی کو عبادت قرار دیتے ہیں۔ عیسائیوں کی رہبانیت جوگیوں کی ریاضاتِ شاقہ سب نفس کُشی کے تشدد آمیز
اور ناجائز پیرائے ہیں۔ بے شک آدمی کی خواہشوں کو اگر روکا نہ جائے تو دنیا سے امن و عافیت اُٹھ جائے مگر خواہش
روکنے سے رُک سکے تو معدوم کیوں کرو **مصرع** گڑ سے جو مرے تو زہر کیوں دو ۞ آخر خدا نے کسی مصلحت
سے چند در چند خواہشیں آدمی کی طبیعت میں پیدا کی ہیں قوت و خواہش کا معدوم کرنا دوسرے لفظوں میں حکمتِ
الٰہی کا باطل کرنا ہے رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ[۱] ہم نے بعض ہندو فقیروں کو
دیکھا ہے کہ اوپر کو اُٹھائے اُٹھائے ہاتھ خشک کر دیتے ہیں تاکہ ہاتھ چوری نہ کر سکے کسی کو مار نہ سکے مگر سوکھا ہوا ہاتھ
داد و دہش اور کسی کی ٹہل بھی نہیں کر سکتا اُز دست بستہ چہ خیر و از پائے شکستہ چہ سیر۔ زبان گالیاں بکتی
جھوٹ بولتی قسمیں کھاتی مگر ذکرِ خدا اور نصیحت بھی کرتی اور کسی دردمند کو تسلی بھی دے سکتی ہے۔ مذہبِ اسلام نے آدمی
کی خواہشوں کے روکنے میں کمی نہیں کی مگر خواہشوں کا معدوم کرنا بھی جائز نہیں رکھا ہندوؤں نے تو ترقی
کر کے نفس کُشی کو خودکُشی تک پہونچا دیا کہ ان میں ایک طریقہ بلیدان کا بھی ہے جس میں خود اپنے تئیں کسی بُت کی
بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔ خدا کی طرف سے ہر فرد بشر کی زندگی کی ایک میعاد مقرر ہے کہ اُس میں کسی کے لیے
کمی بیشی نہیں ہو سکتی اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ زندگی کی مثال ایک
روشن چراغ کی سی ہے کہ اگر پھونک مار کر بجھا نہ دیا جائے تو جب تک تیل وفا کرے گا جلتا رہے گا۔ ہاں بیچ بیچ
میں بتی کے اُکسانے اور گُل کے کترنے کی بھی ضرورت واقع ہوتی رہے گی۔ زندگی کے چراغ کا تیل ہر شخص کی طبیعت
کی توانائی اور قوت ہے کہ آخر ایک نہ ایک دن ہو چکتی ہے۔ زندگی کے بارے میں خدا ہم سے یہ چاہتا ہے کہ اُس وقت
تک جبکہ ہماری طبعی توانائی جواب دے ہم زندگی کو ٹھیک طرح پر چلنے دیں۔ رشتۂ حیات بیچ میں سے دو طرح پر
ٹوٹتا ہے۔ ہمارے کرنے سے یا دوسروں کے کرنے سے۔ دونوں صورتوں کے لیے قرآن میں مناسبِ حالت احکام
موجود ہیں جو بابِ حقوقِ نفس میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ مال کی حفاظت کو بھی ہم نے حقوقِ نفس میں لیا ہے اگرچہ
ظاہر یہ بے جوڑ سی بات ہے مگر مال کو انسان کی زندگی میں بڑا دخل ہے اس واسطے کہ زندگی موقوف ہے ماکل و مشارب
پر اور ماکل و مشارب کا بہم پہونچانا مال پر۔ غرض مال کی حفاظت عین زندگی کی حفاظت ہے۔ پھر انسان کا جسم چار مختلف الطبائع
عناصر سے بنا ہے جن میں ہر وقت ایک طرح کی لڑائی ٹھنی رہتی ہے **قطعہ** چار طبعِ مخالف و سرکش ۞ چند روزے بوند باہم خوش
چوں یکے زیں چہار شد غالب ۞ جانِ شیریں برآمد از قالب ۞ اور اسی وجہ سے عناصر میں اعتدال کی نسبت کا قائم رکھنا بڑا
احتیاط طلب کام ہے اور وہ موضوع ہے علمِ طب کا۔ اسی نظر سے ہم نے بعض ایسی باتیں بھی حقوقِ نفس میں داخل کر لی ہیں
جو طب سے متعلق ہیں۔ یہ تو جسمانی تندرستی ہوئی۔ باقی رہی روحانی تندرستی اس کی تدابیر کتاب کے تمام بابوں میں منقسم ہیں

---

[۱] اے ہمارے پروردگار تو نے اس (کارخانۂ عالم) کو بے فائدہ (تو) نہیں بنایا تیری ذات (ایسے فعل عبث کے کرنے سے) پاک ہے اور یہ کارخانہ خبر دے رہا
ہے کہ آخرۃ میں نیکی کی جزا اور بدی کی سزا ہونی ہے تو (اے ہمارے پروردگار) ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیو ۱۲

حفاظتِ ناموس و دین

[۱] عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَوِ اطَّلَعَ فِیْ بَیْتِكَ اَحَدٌ وَّلَمْ تَاْذَنْ لَهٗ فَخَذَفْتَهٗ بِحَصَاةٍ فَفَقَاْتَ عَیْنَهٗ مَا كَانَ عَلَیْكَ مِنْ جُنَاحٍ ۔ (صحیحین)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ اگر تیرے گھر میں کوئی شخص جھانکے اور تُو نے اُسے اِس کی اجازت نہ دی ہو پھر تُو نے کنکری مار کر اُس کی آنکھ پھوڑ دی ہو تو تجھ پر کچھ گناہ نہیں ۔

[۲] عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ فِیْ جُحْرٍ فِیْ بَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِدْرًی یَحُكُّ بِهٖ رَاْسَهٗ فَقَالَ لَوْ اَعْلَمُ اَنَّكَ تَنْظُرُنِیْ لَطَعَنْتُ بِهٖ فِیْ عَیْنَیْكَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِسْتِئْذَانُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ ۔ (صحیحین)

سہل بن سعد سے روایت ہے کہ ایک شخص جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے سوراخ سے جھانکا اور پیغمبر صاحب کے پاس ایک لکڑی پشت خار جیسی تھی جس سے آپ اپنا سر کھجلا رہے تھے آپ نے دیکھ کر فرمایا اگر مجھے یقین ہوتا کہ تُو مجھے دیکھ رہا ہے تو میں اِس لکڑی سے تیری دونوں آنکھوں میں کچوکے دیتا گھر میں آنے کے لیے اجازت مانگنا اسی لیے مقرر ہوا ہے کہ [illegible]

[۳] عَنْ سَعِیْدِ بْنِ زَیْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِیْنِهٖ فَهُوَ شَهِیْدٌ وَّمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهٖ فَهُوَ شَهِیْدٌ وَّمَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِیْدٌ وَّمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهٖ فَهُوَ شَهِیْدٌ ۔

(ابو داؤد ۔ نسائی ۔ ترمذی)

سعید بن زید سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے دین کی محافظت کے پیچھے قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے خون کی محافظت کے پیچھے قتل کیا جائے شہید ہے اور جو شخص حفاظتِ مال کی وجہ سے قتل کیا جائے شہید ہے اور جو اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے پیچھے قتل کیا جائے شہید ہے

لباس

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ۝ (النحل ع ۱ پارہ ۱۴)

[1] اور اللہ ہی نے تمہارے لیے تمہارے گھروں کو ٹھکانا بنایا اور چوپایوں کی کھالوں سے تمہارے لیے (ایک خاص قسم کے) گھر (یعنی خیمے وغیرہ) بنائے کہ تم اپنے کوچ کے وقت اور اپنے ٹھیرنے کے وقت اُن کو ہلکا پھلکا پاتے ہو اور چارپایوں کی اُون اور اُن کے رووں اور ان کے بالوں سے تمہارے بہت سے سامان اور بکار آمد چیزیں بنا دیں کہ تم ایک وقت خاص تک (ان سے فائدہ اُٹھاؤ) اور اللہ ہی نے تمہارے لیے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کے سائے بنائے اور پہاڑوں سے (از قسم غار وغیرہ) تمہارے لیے چھپ بیٹھنے کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لیے (کپڑے کے) کرتے بنائے جو تم کو گرمی (سردی) سے بچائیں اور (کچھ لوہے کے) کرتے (یعنی زرہیں) جو تم کو تمہاری (ایک دوسرے کی) مار سے بچائیں یوں (خدا) اپنی نعمتیں تم لوگوں پر پوری کرتا ہے تاکہ تم (اس کے آگے) جھکو۔

[2] عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ جُبَّةً رُوْمِيَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ ۔ (صحیحین)

مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ آستینوں کا رومی جبہ پہنا۔

[3] عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَيْنَا عَائِشَةُ كِسَاءً مُّلَبَّدًا وَّاِزَارًا غَلِيْظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رُوْحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَيْنِ ۔ (صحیحین)

حضرت ابی بردہ کہتے ہیں کہ ام المؤمنین بی بی عائشہ رض نے ہمارے سامنے ایک پیوند لگی چادر اور موٹا کھدر تہمد نکال کر کہا کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی روح ان ہی دونوں کپڑوں میں قبض ہوئی۔

[4] عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيْصُ (ترمذی ابوداؤد)

ام سلمہ رض کہتی ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو سب کپڑوں میں کرتا زیادہ پسند تھا۔

عربی	اردو
عَنْ سَمُرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِلْبَسُوا الثِّیَابَ الْبِیْضَ فَاِنَّهَا اَطْهَرُ وَاَطْیَبُ وَكَفِّنُوْا فِیْهَا مَوْتَاكُمْ ۔ (ترمذی)	سمرہؓ سے روایۃ ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید لباس پہنا کرو کیونکہ وہ اپنے اصلی رنگ پر باقی رہنے کے لحاظ سے نہایۃ پاک اور پاکیزہ ہو اور اپنے مُردوں کو سفید ہی کپڑے [کا] کفن دیا کرو
عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاسْمِهٖ عِمَامَةً اَوْ قَمِیْصًا اَوْ رِدَاءً ثُمَّ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا كَسَوْتَنِیْهِ اَسْاَلُكَ خَیْرَهٗ وَخَیْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ ۔ (ترمذی)	ابوسعید خدری سے روایۃ ہو کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نیا کپڑا زیب جسم فرماتے تو اُس کا نام لے کر مثلاً عمامہ یا کُرتا یا چادر فرماتے خداوندا تیرے لیے سب تعریف ہی جیسا کہ تُو نے مجھے یہ پہنایا میں تجھ سے اس کی وہ بہتری مانگتا ہوں جو اس پر مترتّب ہوتی ہو اور جس کے لیے یہ بنایا گیا ہو (مثلاً شکر وغیرہ) اور اس کی اُس بُرائی سے پناہ مانگتا ہوں جو اس پر مترتّب ہوتی ہو [illegible]
عَنْ عَلِیٍّ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُبْسِ الْحَرِیْرِ وَالْمُعَصْفَرِ وَعَنْ تَخَتُّمِ الذَّهَبِ وَعَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ فِی الرُّكُوْعِ ۔ (مسلم)	حضرۃ علیؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حریر اور کُسُم کے رنگ سے رنگے ہوئے کپڑے اور سونے کی انگوٹھی پہننے اور رکوع میں قرآن پڑھنے سے منع فرمایا ہو ۔
عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُحِلَّ الذَّهَبُ وَالْحَرِیْرُ لِلْاِنَاثِ مِنْ اُمَّتِیْ وَحُرِّمَ عَلٰی ذُكُوْرِهَا ۔ (ترمذی - نسائی)	ابوموسیٰ اشعری سے روایۃ ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سونا اور حریر اپنی اُمّت کی عورتوں کے لیے حلال اور مردوں کے واسطے حرام ٹھیراتا ہوں ۔
عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ	ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں شہرۃ (یعنی فخر

فِی الدُّنْیَا اَلْبَسَہُ اللّٰہُ ثَوْبَ مَذَلَّۃٍ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ۔ (ابو داؤد - ابن ماجہ)	و تکبر کا لباس پہنتا ہے قیامت کے روز خدا اُسے ذلت کا لباس پہنائے گا ۔
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَکَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ وَّھُوَ یَقْدِرُ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ تَوَاضُعًا کَسَاہُ اللّٰہُ حُلَّۃَ الْکَرَامَۃِ ۔ (ترمذی)	پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لباس زینت کا پہننا چھوڑ دیتا ہے باوجودیکہ اُس پر قدرت رکھتا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ تواضع اور کسر نفسی کی وجہ سے چھوڑ دیتا ہے تو خدا اُسے حُلّۂ کرامت پہنائے گا
عَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیَّ ثَوْبٌ دُوْنٌ فَقَالَ لِیْ اَلَکَ مَالٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مِنْ اَیِّ الْمَالِ قُلْتُ مِنْ کُلِّ الْمَالِ قَدْ اَعْطَانِیَ اللّٰہُ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالْخَیْلِ وَالرَّقِیْقِ قَالَ فَاِذَا اٰتَاکَ اللّٰہُ مَالًا فَلْیُرَ اَثَرُ نِعْمَۃِ اللّٰہِ عَلَیْکَ وَکَرَامَتِہٖ ۔	ابو الاحوص اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے بدن پر میلا کچیلا لباس تھا آپ نے مجھ سے فرمایا کیا تیرے پاس کچھ مال نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا ہے ۔ فرمایا کس قسم کا مال ہے ۔ میں نے عرض کیا خدا نے ہر طرح کا مال مجھے دے رکھا ہے اونٹ اور بھیڑ بکری اور گھوڑے اور لونڈی غلام ۔ فرمایا تو جب خدا نے تجھے مال دے رکھا ہے تو تجھ پر خدا کی نعمت اور اُس کی کرامت کا

من المترجم ۔ باوجودیکہ لباس جزوِ بدن نہیں پھر بھی اِس کو آدمی کی روحانی اور جسمانی زندگی میں بڑا دخل ہے جسمانی زندگی میں اس لیے کہ دفع حرّ و برد کے واسطے لباس کی ضرورت ہے ۔ اور روحانی زندگی میں اس لیے کہ بھلمنساہت اور وضعداری کی حد سے گزر کر لوگ لباس میں اسراف ناروا کرنے لگے ہیں اور اسراف کے علاوہ لباس کو اظہارِ کبر کا ذریعہ قرار دے رکھا ہے ۔ اسراف اور اظہارِ کبر نہ ہو تو لباس میں خوش حالی کا اظہار ایک پیرایہ شکر کا ہے شارع اسلام نے مسلمانوں کے لیے کسی خاص وضع کی وردی تجویز نہیں کی اور خاص وضع کی وردی کا تجویز کرنا مناسب بلکہ عمومِ اسلام کے لحاظ سے ممکن بھی نہ تھا یعنی رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کافۂ انام کی طرف مبعوث ہوئے ۔ اور کافۂ انام تمام روئے زمین پر پھیلے ہوئے ہیں اور روئے زمین پر کہیں خشکی ہے کہیں تری کہیں پہاڑ کہیں جنگل کہیں میدان کہیں سردی کہیں گرمی کہیں دن کہیں رات ۔ تو موسموں اور آب و ہوا کے اختلاف کی وجہ سے

ایک طرح کے لباس میں لوگ زندگی بسر نہیں کرسکتے پس یہ بڑا دانشمندانہ اصول تھا جو اختیار کیا گیا کہ لباس کو لوگوں کی رائے پر چھوڑ دیا کہ اپنی مقامی ضرورتوں کے لحاظ سے جو چاہیں اور جیسا چاہیں پہنیں اوڑھیں جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تو اہلِ عرب نے لباس کی خراش تراش میں کچھ ایسی ترقی کی نہ تھی اُن کا معمولی لباس تھا ایک ردا (چادر) ایک ازار (تہمد)۔ ہاں مردوں کے مونھ پر داڑھیاں ہوتی تھیں سر پر عمامے پیروں میں چپّل۔ باایں ہمہ پیغمبر صاحب سے شامی جبّے اور سبتی جوتے کا پہننا بھی ثابت ہی ہاں احادیث میں ٹخنوں سے نیچے ازار کے لٹکانے پر بڑی تاکید ہی۔ سو کبر کے لحاظ سے کہ اُن وقتوں کے آوارہ مزاج بانکے چھیلا ایسا کیا کرتے تھے۔ ایک حدیث مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ[1] ہی جس پر ان دنوں بڑا غُل مچا ہوا ہی۔ لوگوں نے انگرکھہ۔ پاےجامہ چھوڑ کر کوٹ پتلون اختیار کر لیا ہی اور ایک کوٹ پتلون پر کیا موقوف ہی تمامتر تمدّن انگریزوں کا سا ہو گیا ہی اور ہوتا جاتا ہی۔ اِس پر پُرانی وضع پُرانے خیال کے مُسلمان اتنا تشدّد کرتے ہیں کہ حدیث سے کفر و ارتداد کا استنباط کرتے ہیں۔ حالانکہ وضع ظاہر کو اسلام سے کچھ تعلق نہیں۔ انگریزی وضع کی تقلید کرنے والوں کا یہ کہنا بھی بجا ہی کہ ہندوستان کے مُسلمانوں کی کوئی خاص وردی مقرّر نہیں ہر مُلکے و ہر رسمے۔ ہم تو اتنا ہی کہتے ہیں کہ بے شک ہندوستان کے مُسلمانوں کی کوئی خاص وردی مقرّر نہیں۔ مگر باوجود اختلافِ اوضاع کے اتنا امتیاز تو ضرور باقی ہی کہ ہندوستانی لباس انگریزی لباس سے صاف پہچان پڑتا ہی۔ پس اِس امتیاز کو مٹا دینا اور رواجی وضع کو ترک کرکے ایسی وضع اختیار کرنا جو اِس ملک میں اہلِ یورپ کے ساتھ خاص ہی۔ اگر آرام و آسایش کے لیے ہو تو خیر ایک وجہ بھی ہی مگر اِس مُلک کی آب و ہوا کے لحاظ سے انگریزی لباس اُلٹا تکلیف دہ ہی۔ اور سواے تشبّہ کے اور کوئی وجہ اس کے اختیار کرنے کی نہیں معلوم ہوتی۔ اور تشبّہ کی غرض و غایۃ اس کے سواے اور کیا ہوسکتی ہی کہ انگریزوں کی نقل کرنے والا اِس عظمۃ و ہیبۃ سے جو فی اعین النّاس لازمۂ قومِ حکمراں ہی حصّہ لے۔ ہم قانونِ فوجداری میں ایک دفعہ پاتے ہیں جس کی رُو سے ملازمِ سرکاری کے ساتھ تشبّہ کرنا جُرمِ فوجداری قرار دیا گیا ہی چونکہ جُرموں کا مدار نیّۃ پر ہی۔ ہم تو انگریزوں کا سا لباس پہننے والے اور ملازمِ سرکاری کے ساتھ تشبّہ کرنے والے کو ایک درجے میں رکھتے ہیں کیونکہ دونوں کی نیّۃ ملتی جُلتی سی ہی۔ جُرمِ فوجداری نہ بھی سہی یہ اخلاقی الزام کیا کم ہی کہ انگریزی لباس پہننے والا شعارِ قومی کی تذلیل کرتا ہی۔ لیکن النّاس علیٰ دین ملوکھم کا آہنی قاعدہ اپنا اثر دکھا رہا ہی اور لوگ مجبور ہیں۔ ہم نے مدرسۂ طبیہ دہلی کے سالانہ جلسۂ منعقدۂ ۲۳ ۔ جون سنہ ۱۸۸۹ء میں ایک لکچر دیا تھا اور لکچر سے پہلے اپنی ایک نظم پڑھی تھی وہ نظم مناسبِ مقام سمجھ کر ذیل میں نقل کی جاتی ہی ؀

نظم

بات سناتے ہیں تمھیں اک ہی ۔۔۔ قوم کے مٹنے کے ہیں لچھن کئی
جب ہوئی قوم اپنی نظر میں ذلیل ۔۔۔ اِس کو بھی مٹنے ہی کی سمجھو دلیل
چارہ کار اِس کا کوئی کیا کرے ۔۔۔ آپ وہ اپنے تئیں رسوا کرے

[1] جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ اُن ہی میں سے ہی ۱۲

اپنی بد اندیشں وہ خود ہو مگر
عیب نما ید ہنرش در نظر

سمجھے وہ نقصان کمالات کو
آگ لگے ایسے خیالات کو

یاں بھی کم و بیش یہی حال ہی
عاقبتِ زشتیِ اعمال ہی

جن ہنروں پر تھا ہمیں افتخار
اب ہیں وہی موجبِ صد گونہ عار

علم ہمارا ہے بتر جہل سے
اور بھی کچھ ہونا ہے نا اہل سے

دوسرے لوگوں کی شکایت نہیں
ہم کو ہی خود اپنی رعایت نہیں

جب ہو طبیعۃ کو ر[١] وایت سے سنا
اُس کے لیے سم ہے دوا خانہ شفا

ہم بھی کبھی با سر و سامان تھے
ہم بھی کسی وقت میں انسان تھے

ہم کو بھی آرام کا احساس تھا
یسر و غنا رکھتے تھے زر پاس تھا

ہم نے بھی کھایا ہی بہت شہد و شیر
ہم نے بھی پہنا ہے سمور و حریر

اوڑھنے تھے ہم بھی کبھی سر پہ تاج
ہم نے بھی لوگوں سے لیے ہیں خراج

ملک لیے سلطنتیں زیر کیں
خبر سے کتنی صدیاں تیر کیں

علم میں بھی ہم کو تھی وہ دستگاہ
ہم سے تھے مشاہیر فضیلہ پناہ

لوگ تھے شاگرد ہم استاد تھے
سارے زمانے کے ہنر یاد تھے

سر میں ہمارے بھی کبھی عقل تھی
باقی اس اصل کی سب نقل تھی

پر نہیں رہتا کوئی یکساں سدا
سب کو تغیر ہے بغیر از خدا

آ گئے ہم لوگ بھی اس پھیر میں
کوئی سویرے ہے کوئی دیر میں

ہم کو ذرا بھی نہیں اس کا ملال
سب کو تنزل ہے سبھی کو زوال

رنج تو اپنوں کی شماتت کا ہے
ظلم بھی ظلم اہل قرابت کا ہے

غیر تو کرتے ہیں فقط بد کلام
اپنے ہیں مصداق الدّ[٢] الخصام

غیروں کی باتیں ہفوات[٣] اللسان
اپنوں کے طعنے مجروح[٤] السنان

بھائی ہیں اور رابطہ باہم نہیں
اخوۃِ یوسف سے یہ کچھ کم نہیں

لڑنے کو گھونسے بغلی زور ہیں
گھر کے یہ بھیدی ہیں مگر چور ہیں

بنتے ہیں کہنے کے لیے خیر خواہ
ان کی شرارت سے خدا کی پناہ

ان کے جو دیکھے ہیں نمونے بُرے
پہلے سے ہم ہو گئے دُونے بُرے

ق

ایسا بھی ہوتا ہے کوئی بے وفا
اپنے بزرگوں سے یہاں تک خفا

اُن کی ہر اک بات سے رکھیے خلاف
کیجیے توہین سلف صاف صاف

---

[١] سادہ ١٢ [٢] سخت جھگڑالو یہ اشارہ ہو طرف اس آیۃ کے وھو الدّ الخصام ١٢ [٣] بیہودہ باتیں ١٢ [٤] برچھے کا زخم ١٢

یاں وطن و اہلِ وطن سے ہی ننگ اب بھی اگر عقل ہیں ہو کچھ صلاح دست نگر غیروں کے ہر کار میں اپنی ہر اک چیز سے بیزاریاں	اپنے میں لیتے نہیں اہلِ فرنگ ہاں لو یہ بے غرضانہ صلاح کیسا کساد آگیا بازار میں ہائے وہ کیا ہوگئیں خودداریاں	حالیؔ

مباحات

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا ۖ٘ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ (بقرہ ۲۱ ع پارہ ۲)	لوگو! زمین میں جو چیزیں حلال طیّب (قسم کی) ہیں اُن میں سے (جو چاہو بے تامل) کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے +
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (بقرہ ۲۱ ع پارہ ۲)	مسلمانو! ہم نے جو تم کو رزق طیّب دے رکھا ہے (اُس کو بے تامل) کھاؤ اور اگر تم اللہ ہی کی بندگی کا دم بھرتے ہو تو اُس کا شکر (بھی) کرو اُس نے تو تم پر بس مرا ہوا (جانور) اور خون اور سور کا گوشت حرام کیا ہے اور (نیز) وہ (جانور) جس کو خدا کے سوا کسی اَور (کی عبادت) کے لیے (حلال اور) نامزد کیا جائے **ف۱** تو جو (بھوک سے) بیقرار ہو جائے (اور) عدول حکمی کرنے والا اور حد سے بڑھ جانے والا نہ ہو تو اُس پر (اِن میں سے کسی چیز کے کھا لینے کا بھی گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے +
قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا خَالِصَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ	(اے پیغمبر اِن لوگوں سے) پوچھو کہ اللہ نے جو زینت (کے ساز و سامان) اور کھانے (پینے) کی ستھری چیزیں اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں (اُن کو) کس نے حرام کیا ہے (یہ تو اس کا کیا جواب دیں گے تم ہی اِن کو) سمجھا دو کہ جو لوگ دنیا کی زندگی میں ایمان لائے ہیں قیامت کے دن یہ نعمتیں خاصکر اُن ہی **ف۲**

ف۱ اگرچہ سلسلۂ کلام کے لحاظ سے ہم نے ما اُہل کا ترجمہ محض کی ایک فردیعنی جانور سے کیا ہے مگر الفاظ قرآنی عام ہیں حکم حرمت میں اُس کے سب افراد داخل ہیں یعنی کُل مذ(بوح) دیا(ہوا) جو خدا کے سوا دوسرے کے نام پر کی جائے حرام ہے ۱۲ واللہ اعلم **ف۲** مطلب یہ ہے کہ دنیا و ما فیہا سب کچھ آدمی کے لیے پیدا کیا گیا ہے کا فر ہو یا مسلمان ار قسم زینت و رزق طیّب کوئی چیز کسی پر حرام نہیں ہے جو کچھ کہ جہاں میں ہے سب انسان کے لیے ہے + آراستہ یہ گھر اسی مہماں کے لیے ہے - البتہ آخرۃ میں یہ نعمتیں کافروں پر حرام ہوں گی یعنی کافر اِن نعمتوں سے محروم رہیں گے تو جو مسلمان ہو کر زینت کی کسی چیز یا رزق طیّب کو از خود اپنے اوپر حرام کر لے وہ خدا کی مشائے کے خلاف کرتا ہے ۱۲

يَعْلَمُوْنَ ○ (اعراف ع ۴ پارہ ۸)

جو سمجھ رکھتے ہیں تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں *

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ڮ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ○ (انعام ع ۱۷ پ ۸)

اور وہی (قادر مطلق) ہے جس نے باغ پیدا کیے (بعض تو ٹٹیوں پر) چڑھائے ہوئے (جیسے انگور کی بیلیں) اور (بعض نہیں چڑھائے ہوئے) اور کھجور کے درخت اور کھیتی جن کے پھل مختلف (قسموں کے) ہوتے ہیں اور زیتون اور انار (کہ بعض تو صورۃ شکل مزے میں) ایک دوسرے سے ملتے جلتے (ہیں) اور (بعض) نہیں (بھی) ملتے جلتے (لوگو!) یہ سب چیزیں جب پھلیں ان کے پھل (بے تامل) کھاؤ (اور ان نعمتوں کے شکریے میں) ان کے کاٹنے (اور توڑنے) کے دن حق اللہ یعنی زکوٰۃ اس میں سے دیا کرو اور فضول خرچی نہ کرو (کیونکہ) فضول خرچی کرنے والوں کو (خدا) پسند نہیں کرتا *

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ○ (المؤمنون ع ۳)

(ہم تو اپنے تمام پیغمبروں سے یہی ارشاد کرتے رہے ہیں کہ) اے گروہ پیغمبراں ستھری چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ تم جیسے جیسے عمل کرتے ہو ہم اُن (سب) سے واقف ہیں *

من المترجم - قرآن میں ذرا غور کیا جائے تو بیسیوں بلکہ سینکڑوں اِس مضمون کی آیتیں نکلیں گی کہ خدا نے جو چیز بھی از قسم رزق طیب زمین میں پیدا کی ہے سب آدمی کے لیے پیدا کی ہے تو آدمی کو چاہیے کہ خدا کی دی ہوئی روزی کھائے پیئے مگر اسراف اور فضول خرچی سے بچے كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ رزق طیب جو خدا نے بندوں کے لیے پیدا کیا ہے اس میں سے بعض کو کھانا اور بعض کو نہ کھانا ایک کو حلال دوسری کو حرام کر لینا خدا کی سخت ناشکری ہے یہی حال اور حظوظ نفس کا ہے۔ مسلم شریف میں آیا ہے کہ اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک جماعت نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس جا کر پیغمبر صاحب کے اعمال کی بابت دریافت کیا کہ آپ رات دن میں کیا کیا کرتے ہیں۔ ازواج طاہرات نے فرمایا کہ پیغمبر صاحب عبادۃِ الٰہی میں بھی مصروف رہتے ہیں دنیا کے کام کاج بھی کرتے ہیں کھاتے پیتے بھی ہیں سوتے بھی ہیں بیبیوں کے پاس بھی جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس پر اُنھوں نے کہا کہ پیغمبر صاحب کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو گئے ہیں اس لیے اُنھیں زیادہ عمل کرنے کی ضرورۃ نہیں، ہم عبادۃ اور ترک علائق دنیا کے زیادہ محتاج ہیں چنانچہ اُن میں سے ایک شخص بولا کہ آج کے بعد سے میں کبھی لذیذ اور مزے دار کھانا نہ کھاؤں گا۔ دوسرے نے کہا میں راتوں کو عبادۃِ الٰہی میں بسر کروں گا اور سوؤں گا نہیں تیسرے نے کہا میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا پیغمبر صاحب کو خبر ہوئی تو نہایت خفگی اور غصے کے لہجے میں فرمایا کہ واللہ میں روزے بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سو بھی رہتا ہوں اچھا اور مزے دار کھانا بھی کھا لیتا ہوں تو جو میرے طریقے سے برطرف ہو وہ مجھ سے نہیں *

* (یعنی عشر یا نصف عشر)

اضاعتِ نسل

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰىٓ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ○ (بنی اسرائیل ع ۴ پارہ ۱۵)

اور زنا کے پاس (ہوکر بھی) نہ پھٹکنا کیونکہ وہ بے حیائی ہے اور (بہت ہی) بُرا چلن ہے ۞

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (النور ع ۱ پارہ ۱۸)

یہ (ایک) سورۃ ہے جس کو ہم نے اُتارا اور یہ (دستور العمل) ہمارا ہی باندھا ہوا ہے اور ہم نے اس میں کھلے کھلے احکام نازل کیے تاکہ تم (مسلمان اُن کو) یاد رکھو اور اُن پر عمل کرو۔ عورۃ اور مرد زنا کریں تو اُن دونوں میں سے ہر ایک کو سو دُرّے مارو اور اگر اللہ اور روزِ آخرۃ کا یقین رکھتے ہو تو اللہ کے حکم کی تعمیل میں تم کو اُن (کے حال) پر (کسی طرح کا) ترس دامن گیر نہ ہو اور (نیز) اُن کے سزا دیتے وقت مسلمانوں کی ایک جماعۃ (اُن کی فضیحت کے لیے) موجود ہے۔ بدکار مرد (تو اپنی رغبت سے جب نکاح کرے گا غالباً) بدکار عورۃ یا مشرکہ عورۃ ہی سے نکاح کرے گا اور بدکار عورۃ (بھی غالباً اپنا ہی جیسا ڈھونڈے گی اور اُس) کو بدکار یا مشرک کے سوا اور کوئی نکاح میں نہیں لائے گا اور (دین دار) مسلمانوں پر تو ایسے تعلقات حرام ہیں ف۱

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُ فِيْمَنْ زَنٰى وَلَمْ يُحْصَنْ جَلْدَ مِائَةٍ وَّتَغْرِيْبَ عَامٍ ○ (بخاری)

زید بن خالد سے روایۃ ہے کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس شخص کے بارے میں حکم فرماتے سُنا جس نے زنا کیا تھا اور بیاہا ہوا نہیں تھا کہ سو کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال تک جلاوطن کیا جائے ۞

ف۱ مطلب یہ ہے کہ کند ہم جنس باہم جنس پرواز کے قاعدے سے بدکار مرد اور بدکار عورۃ اور مشرک مرد اور مشرک عورۃ میں باہم اختلاط و ارتباط ہوتا ہے اور وہ اختلاط و ارتباط بڑھتے بڑھتے کبھی دونوں میں نکاح کا تعلق بھی پیدا کر دیتا ہے ایسے مرد و زن زنا اور شرک کو بُرا ہی نہیں سمجھتے کہ اُس سے نفرۃ کریں اگرچہ یہ پرلے درجے کی بے حیائی ہے مگر دنیا ایسے لوگوں سے خالی بھی نہیں مرد جو عورۃ کی بدکاری سے چشم پوشی کرے بھڑوا کہلاتا ہے مسلمان جو زنا اور شرک دونوں سے بالطبع متنفر ہے وہ ایسی نالائق عورتوں سے ملنے ہی کیوں لگا کہ نکاح کی نوبت پونہچے حرم ذلک علی المؤمنین کے یہ معنی ہیں۔ ہاں عورۃ مشرک و زنا سے توبہ کرلے تو اُس کے ساتھ نکاح کی مناہی نہیں ۱۲

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُذُوْا عَنِّي خُذُوْا عَنِّي قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا اَلْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَّتَغْرِيْبُ عَامٍ وَّالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ الرَّجْمُ ٭ (مسلم)

عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے لو مجھ سے لو خدا نے اُن عورتوں کے لیے راہ نکال دی ہے جو مرتکب بدکاری ہوتی ہیں کوارا مرد کواری عورت سے زنا کرے تو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی بیاہا ہوا مرد بیاہی ہوئی عورت سے زنا کرے تو سنگسار ہوگا

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَجُلًا زَنٰى بِامْرَأَةٍ فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجُلِدَ الْحَدَّ ثُمَّ أُخْبِرَ أَنَّهُ مُحْصَنٌ فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ ٭ (ابوداؤد)

جابر رضہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے ایک عورت سے زنا کیا تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے حد مارے جانے کا حکم فرمایا اور اُسے حد ماری بھی گئی مگر جب معلوم ہوا کہ وہ بیاہا ہوا ہے تو آپ نے سنگسار کیے جانے کا حکم دیا چنانچہ وہ سنگسار کیا بھی گیا ؎

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ○ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ○ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ○ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ○ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ○ (اعراف ع ۱۰، پارہ ۸)

اور (اے پیغمبر حالات) لوط کو (یاد کرو) جب اُنھوں نے اپنی قوم سے (جا کر) کہا کیا تم لوگ ایسی بے حیائی کے مرتکب ہوتے ہو کہ دنیا جہان میں تم سے پہلے کسی نے ایسی بے حیائی نہیں کی کہ تم عورتوں کو چھوڑ کر شہوت رانی کے لیے مردوں پر مائل ہوتے ہو (عورتوں کے ہوتے تم کو اس کی ضرورت تو ہو نہیں) مگر تم لوگ کچھ ہو ہی (حد اعتدال سے) بڑھے ہوئے اور قوم لوط کا جواب بس یہی تھا کہ وہ (اپنے آپس میں) لگے کہنے کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو (کیونکہ یہ) ایسے لوگ ہیں (جو بڑے) پاک صاف بننا چاہتے ہیں پس ہم نے لوط کو اور اُن کے گھر والوں کو (عذاب سے) نجات دی مگر ایک اُن کی بی بی کہ پیچھے رہ جانے والوں میں وہ بھی رہی اور ہم نے اُن پر (پتھروں کا) مینہ برسایا تو (اے پیغمبر) ذرا دیکھنا کہ گنہگاروں کا انجام کیسا ہوا ٭

؎ یہ حدیث ایک آیت کی تفسیر ہوتے ہم یہ ... اس کی ... والی يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ○ اور (مسلمانو) تمھاری عورتوں میں سے جو عورتیں بدکاری کی مرتکب ہوں تو اس (کی بدفعلی) پر اپنے لوگوں میں سے چار کی گواہی لو پس اگر گواہ ان کی بدکاری کی تصدیق کریں تو (سزا کے طور پر) اُن (عورتوں) کو گھروں

متن	ترجمہ
قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ (مؤمنوں ۱۶ پارہ ۱۸)	ایمان والے (اپنی) مراد کو پونہچ گئے (اور یہ) وہ (لوگ ہیں) جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے اور وہ جو نکمّی باتوں کی طرف رُخ نہیں کرتے اور وہ جو زکوٰۃ دیا کرتے اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے مگر اپنی بیبیوں یا اپنے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈیوں) سے کہ (ان میں) اُن پر کچھ الزام نہیں لیکن جو اس کے علاوہ طلبگار ہوں تو وہی لوگ حدّ (شرع) سے باہر نکلے ہوئے ہیں ✦
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَّجَدْتُّمُوْهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِهٖ ✦ (ترمذی۔ ابن ماجہ)	ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو قوم لوط کا سا عمل کرتے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر ڈالو ✦
عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلٰى اُمَّتِيْ عَمَلُ قَوْمِ لُوْطٍ ✦ (ترمذی۔ ابن ماجہ)	حضرت جابرؓ سے روایت ہو کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی اُمّت پر جتنا قوم لوط کے عمل سے اندیشہ کرتا ہوں اتنا کسی اَور چیز سے اندیشہ نہیں کرتا ✦
عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَلْعُوْنٌ مَّنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ ✦ (رزین)	ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہو کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قوم لوط جیسا کام کرے وہ ملعون ہو ✦
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ عَلِيًّا حَرَّقَهُمَا وَاَبَا بَكْرٍ	ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فاعل و مفعول دونوں کو جلا دیا اور حضرت ابوبکرؓ نے

عربی	اردو	حاشیہ
هَدَرَ عَلَيْهِمَا حَائِطًا ✤ (رزین)	دونوں پر دیوار ڈھا دی ✤	
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلٰى رَجُلٍ اَتٰى رَجُلًا اَوِ امْرَاَةً فِىْ دُبُرِهَا ✤ (ترمذی)	ابن عباس رضؓ سے روایۃ ہی کہ پیغمبر صاحبؐ نے فرمایا اللہ عز وجل اُس شخص کو نظر بھر کر بھی تو نہیں دیکھے گا جو مرد کے پاس یا عورۃ کے پاس اُس کے پیچھے کی طرف سے آیا ہوگا ✤	وطی فی الدبر
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰى بَهِيْمَةً فَاقْتُلُوْهُ وَاقْتُلُوْهَا مَعَهٗ قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا شَاْنُ الْبَهِيْمَةِ قَالَ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ ذٰلِكَ شَيْئًا وَلٰكِنْ اَرَاهُ كَرِهَ اَنْ يُّؤْكَلَ لَحْمُهَا اَوْ يُنْتَفَعَ وَقَدْ فُعِلَ بِهَا ذٰلِكَ ✤ (ترمذی-ابوداود-ابن ماجه)	ابن عباس رضؓ سے روایۃ ہی کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چارپائے کے پاس آئے اُسے اور اُس کے ساتھ چارپائے دونوں کو قتل کردو حضرۃ ابن عباس سے کہا گیا کہ چارپائے کا کیا قصور ہی کہا میں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے تو اس بارے میں کچھ سُنا نہیں لیکن میرا خیال ہی کہ پیغمبر صاحبؐ نے اِس بات کو ناپسند رکھا کہ اُس کا گوشت کھایا جائے یا اُس سے فائدہ اُٹھایا جائے حالانکہ اُس کے ساتھ یہ فعل مکروہ کیا گیا ہو ✤	اتیان البہیمہ
قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَتِ الْمَرْاَةُ الْمَرْاَةَ فَهُمَا زَانِيَتَانِ ✤	آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورۃ عورۃ کے پاس آئے یعنی چپٹی بازی کرے تو دونوں زانیہ کے حکم میں ہیں ✤	سحق
وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاكِحُ الْيَدِ مَلْعُوْنٌ ✤	پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاتھ سے منی نکالنے والا ملعون ہی ✤	استمنا بالید

نکاح

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ۭ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَکُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَکُلُوْهُ هَنِیْٓـــًٔا مَّرِیْٓـــًٔا ۝ (النساء ع یارہ ۴)

اور اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں (کے بارے) میں انصاف قائم نہ رکھ سکو گے تو اپنی مرضی کے مطابق دو دو اور تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کر لو لیکن اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ (کئی بیبیوں میں) برابری (کے ساتھ برتاؤ) نہ کر سکو گے تو (اس صورت میں) ایک ہی (بی بی کرنا) یا جو (لونڈی) تمہارے قبضے میں ہو اُسی پر قناعت کرنا) نامنصفانہ برتاؤ سے بچنے کے لیے یہ تدبیر زیادہ تر قرین مصلحت ہے اور عورتوں کو اُن کے مہر خوش دلی کے ساتھ دے ڈالو پھر اگر وہ خوش دلی کے ساتھ اُس میں سے کچھ تم کو چھوڑ دیں تو اُس کو رچتا پچتا (سمجھ کر مزے سے) کھاؤ (پیو)

وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَآئِکُمْ ۭ اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ (النور ع ۴ پارہ ۱۸)

اور اپنی رانڈوں کے نکاح کر دو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں میں سے اُن کے جو نیک بخت ہوں اگر یہ لوگ محتاج ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے اُن کو غنی کر دے گا اور اللہ گنجایش والا اور (سب کے حال سے) واقف ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمُ الْبَاءَةَ فَلْیَتَزَوَّجْ فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَعَلَیْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّهٗ لَهٗ وِجَآءٌ ✦ (صحیحین)

عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جوانوں کے گروہ جس شخص کو تم میں سے عقدِ نکاح کا مقدور ہو اُسے نکاح کرنا چاہیے کیونکہ اِس سے آدمی یہ ہوائی نہیں تکنے پاتا اور پاکدامنی بھی محفوظ رہتی ہے اور جو نکاح کا مقدور نہ رکھے اُسے روزے رکھنے ضرور ہیں کیونکہ روزے اُس کے لیے قاطعِ شہوۃ ہیں ✦

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حضرۃ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صاحب

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَوْنُهُمْ اَلْمُكَاتَبُ الَّذِیْ يُرِيْدُ الْاَدَاءَ وَالنَّاكِحُ الَّذِیْ يُرِيْدُ الْعَفَافَ وَالْمُجَاهِدُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ٭ (ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)	نے فرمایا کہ تین شخصوں کی مدد کرنے کو خدا نے اپنے فضل سے اپنے اوپر لازم کر لیا ہو ایک مکاتب[۵۱] جو رقم کتابة ادا کرنے کا ارادہ کر لیتا ہو دوسرا نکاح کرنے والا جو حفاظتِ نفس کا قصد رکھتا ہو تیسرا مجاہد فی سبیل اللہ
عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّیْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمَ ٭ (ابوداود۔ نسائی)	معقل بن یسار سے روایة ہو کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت دوست رکھنے والی اور بہت جننے والی عورة سے نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری کثرة سے اور امتوں پر فخر کرونگا ٭

من المترجم روئے زمین پر تین قسم کی مخلوقات ہیں جن کو موالیدِ ثلثہ کہتے ہیں۔ جمادات پہاڑ پتھر وغیرہ۔ جن میں بالیدگی نہیں اور از خود نقلِ مکان کی صلاحیت نہیں۔ نباتات روئیدگی یعنی درخت باقسامہا کہ ان میں از خود نقلِ مکان کی تو صلاحیت نہیں مگر بالیدگی ہو۔ حیوانات جاندار جن میں کا ایک فرد آدمی بھی ہو کہ اس قسم کی مخلوقات اپنے ارادے سے نقلِ مکان پر بھی قادر ہیں اور ان میں بالیدگی بھی ہو۔ تمام موالید میں کسی نہ کسی طرح کا تغیر ہوتا رہتا ہو اور اسی تغیر سے اَلْعَالَمُ مُتَغَيِّرٌ کا کلیہ استنباط کیا گیا ہو۔ پہاڑوں کو کہتے ہیں کہ ڈھل ڈھل کر ریت اور ریت مٹی ہو جاتا ہو۔ مٹی جمتے جمتے زمانۂ دراز میں پتھر بن جاتی ہو۔ پانی گرمی پاکر بھاپ بنتا۔ بھاپ سردی پاکر برستی۔ یہ تغیرات تو خیر صاف طور پر محسوس نہیں ہوتے مگر نباتات اور حیوانات کا تغیر تو روز مرّہ کا واقعہ ہو کہ برابر فنا ہوتے اور ان ہی کے ہم جنس ان کی جگہ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ جو چیز موالیدِ ثلثہ میں مشترک ہو اُسے مادہ کہتے ہیں۔ مادّہ کی نسبة خیال ہو کہ شکلیں بدلا کرتا مگر فنا نہیں ہوتا ہو۔ موالید میں جنس نباتات اور جنس حیوانات کی بقا کے لیے خدا نے نباتات اور حیوانات میں اپنا قائم مقام پیدا کرنے کی صلاحیة دی ہو تو اس صلاحیة کو قائم رکھنا اور ضائع نہ ہونے دینا دوسرے لفظوں میں خدا کے منشا کو پورا کرنا ہو۔ اور اسی رُو سے حق اللہ ہوا۔ مگر اس میں حق النفس ہونے کی شان غالب ہو اس لیے کہ اعضائے بدن کی حفاظة حق النفس ہو تو اس صلاحیة کی حفاظة بدرجۂ اولےٰ کہ یہ تمہید ہو بقائے نسل کی۔ جیسا درخت کے لیے بیج ویسا ہی حیوانات کے لیے نطفہ۔ بیج میں صلاحیة اسی قسم کا درخت بننے کی ہو جس کا بیج ہو۔ نطفے میں اسی قسم کا جاندار بننے کی جس کا نطفہ ہو۔ شاید کسی کو یہ سُن کر تعجب ہو کہ عرب میں اصیل گھوڑوں اور اونٹوں کے نطفے گھوڑیوں اور اونٹنیوں کے پیٹ سے چُرائے جاتے ہیں۔ اسقاطِ حمل کو گناہ اور جرم قرار دینا بھی نطفے کی حفاظة کے لیے ہو کیونکہ جنین بھی نطفہ ہی ہو

[۵۱] مکاتب وہ لونڈی غلام جس کے مالک نے شرط کر لی ہو کہ اتنی رقم کما کر دے دیں تو آزاد

ترقی یافتہ۔ پس آدمی کے نطفے کی حفاظت حقیقۃ میں اُس چیز کی حفاظت ہی جو آگے کو آدمی بننے والی ہو اور
اِس اعتبار سے ایک طرح کا حق العباد ہی۔ مگر ہم نے اس کو حقِ نفس سمجھا کہ لوگ مغلوب شہوۃ ہو کر اکثر ایسے
طریقوں سے نطفے کو ضائع کرتے ہیں جو خود اُن کی اپنی تندرستی پر بھی بُرا اثر کرتے ہیں۔ نطفے کی حفاظت کا
متعیّن طریقہ ہی نکاحِ متعارف۔ لیکن مسلمانوں کے ایک معتد بہ گروہ نے نکاحِ موقت یعنی متعے کو بھی نکاح ہی سمجھا
ہی۔ ہم کو اُن کی یہ رائے تسلیم نہیں۔ اور ہم متعے کو بھی نطفے کی اضاعۃ ہی سمجھتے ہیں اس لیے کہ بچّہ سِنّ طفولیّت تک
محتاجِ تربیت رہتا ہی اور تربیت فی اغلب الاحوال کام ہو بچّے کی ماں کا جس نے اُس کو جنا۔ پس نکاحِ موقت
کی صورۃ میں اگر زوجین میں مفارقت ہوگئی اور بچّہ ابھی محتاجِ تربیت ہی تو بچّے کی مٹی ضرور خوار ہوگی۔ باپ اور
ماں دونوں میں سے ایک بھی اُس کی کماحقّہ پرداخت نہیں کرے گا۔ اور یہ اضاعۃِ نطفے سے بھی بڑھ کر ہی

ماکولات

جو آدمی کے حق میں از روے طبّ مضرّ ہیں

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ
وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ
اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَ
الْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ
إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَ
أَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ

(المائدہ ع ا پارہ ۶)

(مسلمانو!) مرا ہوا (جانور) اور لہو ف۱ اور سور کا گوشت اور جو
(جانور) خدا کے سوا کسی اَور کے نامزد کیا گیا ہو ف۲ اور جو گلا
گھٹنے سے مر گیا ہو اور جو چوٹ سے مرا ہو اور جو اوپر سے گر کر مرا ہو اور
جو (کسی جانور کا) سینگ لگ کر مرا ہو یہ سب چیزیں تم پر حرام
کر دی گئیں اور (نیز وہ جانور) جس کو درندوں (پھاڑ) کھایا ہو مگر
جس کے مرنے سے پہلے تم اُس کو حلال کر لو (تو وہ حرام نہیں)
اور (نیز) جو کسی تھان پر چڑھا کر ذبح کیا گیا ہو ف۳ اور یہ بھی
منع ہی کہ (سابجھے کے جانور کا گوشت جوئے کے طور پر) تیروں کے
پاسوں) سے آپس میں تقسیم کرو ف۴

ف۱ یہاں تو مطلق لہو فرمایا ہی اور آگے کی آیۃ میں بہتا ہوا لہو۔ اور حدیث شریف میں بہنے کی قید سے کلیجی اور تلّی کا کھانا مضمارے جائز قرار دیا ہی ۱۲
ف۲ اگرچہ سلسلۂ کلام کے لحاظ سے ہم نے ما اُہل کا ترجمہ اُس کی ایک فرد یعنی جانور سے کیا ہی مگر الفاظِ قرآنی عام ہیں حکمِ حرمت میں اُس کے سب
افراد داخل ہیں یعنی کل ندر و نیاز جو خدا کے سوا دوسرے کے نام سے کی جاتے حرام ہی واللہ اعلم ۱۲
ف۳ تھان سے مراد وہ مقامات ہیں جن کو لوگ متبرّک سمجھ کر خدا کے سوا دوسروں کی ندر و نیاز چڑھاتے ہیں جیسے دیوی یا دیوتاؤں کے تھان یا طاق
یا مٹی کا ڈھیر یا درخت یا قبر یا اسی طرح کی کوئی دوسری جگہ ۱۲
ف۴ عرب کے لوگ پاسوں کی جگہ کچھ تیر بنا رکھتے اور اُن سے طرح طرح پر جوا کھیلتے مثلاً اونٹ ذبح کیا اور اُن ہی تیروں سے گوشت کی بانٹ چونٹ کی یا پردیس کو
جانے والے ہیں اور نجومیوں کی طرح اُن ہی تیروں سے فال دیکھی خدا نے جوئے کو کسی طرح کا ہو اور کسی غرض سے ہو مطلقاً حرام کر دیا ہی سے ڈال کر مال کا کھینا
بھی ایک طرح کا جوا ہو الفاظِ قرآنی سب کو شامل ہیں ہم نے ترجمے میں محض تسلسلِ سخن کے لحاظ سے ایک خاص بات یعنی گوشت کی تقسیم اختیار کی ہی۔ تو اس قسم
کے ذبیحے کا گوشت اصل میں حرام نہیں بلکہ یہ فعل یعنی بالازلام حرام ہی کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا جوا ہی ۱۲

متن	ترجمہ
قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْمَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (انعام ع ۱۸ پارہ ۸)	(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ کوئی کھانے والا (ان چیزوں میں سے جن کو تم حرام کہتے ہو) اگر کچھ کھائے تو میری طرف جو وحی آئی ہے اُس میں تو میں اُس پر کوئی چیز حرام پاتا نہیں مگر یہ کہ وہ چیز مردار ہو یا بہتا ہوا خون یا سور کا گوشت کہ یہ چیزیں بے شک ناپاک ہیں یا (وہ جانور) موجبِ نافرمانی ہو کہ خدا کے سوا کسی دوسرے کے لیے (ذبح اور) نامزد کیا گیا ہو۔
عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ ذِیْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ فَاَكْلُهٗ حَرَامٌ (مسلم)	ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ درندوں میں سے ہر کچلی[1] والے جانور کا کھانا حرام ہے۔
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ كُلِّ ذِیْ مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّيْرِ (مسلم)	ابن عباس رض کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پرندوں میں سے ہر پنجے[2] والے جانور کے کھانے سے منا ہی کی۔
عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ قَالَ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُحُوْمَ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ (صحیحین)	ابو ثعلبہ رض سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں کے گوشت کو حرام ٹھیرایا ہے۔
عَنْ جَابِرٍ قَالَ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِیْ يَوْمَ خَيْبَرَ الْحُمُرَ الْاِنْسِيَّةَ وَلُحُوْمَ الْبِغَالِ (ترمذی)	حضرت جابر رض کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے روز گھریلو گدھوں اور خچروں کے گوشت کو حرام ٹھیرایا۔

[1] کچلی والے درندے سے مراد ہے وہ جو کچلیوں سے گوشت کے نوچنے میں پنجے کا کام لے جیسے شیر چیتا بھیڑیا وغیرہ ۱۲

[2] مراد ہیں شکاری پرندے جیسے باز۔ شکرا۔ بہری وغیرہ ۱۲

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ اَکْلِ الْھِرَّۃِ وَاَکْلِ ثَمَنِھَا ۔ (ترمذی)	جابرؓ سے روایت ہی کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بلی کے گوشت اور اُسے بیچ کر اُس کی قیمت کھانے (میں صرف کرنے) سے منع فرمایا ہی **ف**
عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَکْلِ الْجَلَّالَۃِ وَاَلْبَانِھَا ۔ (ترمذی)	ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے پلید خوار جانور کے گوشت اور اُس کے دودھ سے منع فرمایا ہی ۔

من المترجم ۔ جن چیزوں کا کھانا پینا حرام ہی اُن کا تھوڑا بیان حصہ اول کے باب سوم عنوان طہارۃ میں بھی لکھا جا چکا ہی مگر جتنا بھی لکھا جا چکا ہی وہ نجاستہ کی حیثیۃ سے لکھا جا چکا ہی ۔ اب ہم نے حرام ماکولات و مشروبات کو باب حق نفس میں تفصیل کے ساتھ اُن کے حرام ہونے کی حیثیۃ سے لیا ہی ۔ ماکولات و مشروبات کا حرام ہونا تین وجہ سے ہوتا ہی ۔ اول اس وجہ سے کہ اُن چیزوں کا کھانا پینا آدمی کے لیے مضر ہو از روے طب ۔ دوسرے طبع لطیف اُن سے کراہۃ و نفرۃ کرتی ہی ۔ تیسرے حرمۃ مذہبی ۔ چنانچہ ہم اس تقسیم کو تین جداگانہ نقشوں میں دکھاتے ہیں ۔

کھانے کی وہ چیزیں جن کا کھانا از روے طب آدمی کے لیے مضر ہے

نمبر شمار	کھانے کی چیز	کیفیت
۱	میتہ	اِس میں منخنقہ ۔ موقوذہ ۔ متردیہ ۔ نطیحہ ۔ پس خوردہ درندہ سب داخل ہیں ۔ منخنقہ وہ جانور جو گلا گھٹنے سے مرا ہو ۔ موقوذہ جو لاٹھی وغیرہ کی چوٹ سے مرا ہو ۔ متردیہ جو اوپر سے گر کر مرا ہو ۔ نطیحہ جو ٹکر لڑ کر مرا ہو ۔ پس خوردہ درندہ وہ جس کو کسی درندہ جانور نے پھاڑ کھایا ہو کچھ کھایا کچھ چھوڑ دیا جو چھوڑا وہ بھی میتہ میں داخل ہی اور اُس کا کھانا حرام ۔ غرض سواے اُس جانور کے جو اسلامی شریعۃ کے مطابق ذبح کیا گیا ہو باقی سب طرح کے مرے ہوے جانور میتہ یعنی مُردار اور حرام ہیں ۱۲
۲	کچلی والے درندے	
۳	پنجے والے پرند	
۴	گھریلو گدھے	
۵	خچر	
۶	بلّی	
۷	کُتّا	
۸	چیونٹی	
۹	شہد کی مکھی	

ف مطلب یہ معلوم ہوتا ہی کہ بلی کا گوشت نہ آپ کھائے نہ کسی کو کھانے کے لیے بقیمت دے ۱۲

نمبر شمار	کھانے کی وہ چیزیں جن کا کھانا ازروے طب آدمی کے لیے مضر ہے					
۱۰	چیل	۱۴	خانگی چوہا	۱۸	بندر	
۱۱	چمگادڑ	۱۵	لومڑی			
۱۲	سور کا گوشت	۱۶	نیولا			
۱۳	جنگلی چوہا	۱۷	ہاتھی			

یہ چیزیں شارع نے اِس وجہ سے حرام کی ہیں کہ اِن کا گوشت آدمی کے لیے مضرّ ہو۔ اب ہر ایک کے واسطے وجہ ضرر پوچھنا چاہو تو یہ مسئلہ طبّی ہو۔ اِن کا ضرر ایسا عاجل نہیں ہو جیسے زہر کا۔ اِس واسطے کہ بہت سی قومیں اِن کے گوشت کھاتی ہیں۔ مثلاً ایک مُنخَنِقَہ گردن مروڑا جانور ہو کہ انگریز اس کو حلال طیّب سمجھ کر کھاتے ہیں۔ حالانکہ ان کی تحقیقاتِ طبّی بھی حدِ غایۃ کو پہنچ گئی ہو۔ اور زندگی بھی اِن کو سب سے زیادہ عزیز ہو۔ یا جیسے سور کہ ہندوستان میں تو نہیں۔ اِن کی ولایہ میں بڑے اہتمام سے سُور پالے اور کھائے جاتے ہیں۔ مَیتہ کے بارے میں ایک بات ہمارے خیال میں آتی ہو کہ حیوانات کے جسم میں ہمہ وقت فساد اور بگاڑ کا مادّہ موجود ہو۔ زندگی کو خدا نے یہ اثر بخشا ہو کہ سانس کی آمد و شد فساد اور بگاڑ کو ظاہر نہیں ہونے دیتی۔ "ہر نفسے کہ فرو می رود ممدِّ حیاۃ ست و چوں بر می آید مفرّحِ ذات" جان کے نکلتے ہی جانور کی لاش بگڑنے لگتی ہو۔ پس ممکن نہیں کہ مُردہ جانور کے فاسد گوشت کا کھانا آدمی کو نقصان نہ کرے گو نقصان عاجلاً محسوس نہ ہوتا ہو۔ اِس سے زیادہ تفصیل ہمارے بس کی نہیں۔ اِس لیے کہ ہم کو طب سے کچھ بھی مناسبت نہیں۔ مُردہ جانور کی نسبت تو خیر اتنی بات سمجھ میں بھی آتی ہو۔ دوسرے محرّمات کے بارے میں حکم شارع کے علاوہ ذہن کسی طرف کو منتقل نہیں ہوتا۔ اور جب ہم نے احکامِ شریعۃِ اسلامی میں اِس قاعدے کو ہر جگہ چلتا ہوا دیکھا کہ اوامر و نواہی ہمارے ہی فائدے کے لیے ہیں تو جہاں کہیں ہماری عقل اِس مصلحت کو معلوم نہ کر سکے تو ہم کو مجرّد اتنی بات سے کہ خدا رسول نے ایک چیز کے ترک کرنے کو فرمایا ہو یقین کر لینا چاہیئے کہ ضرور خلافِ حکم کا ارتکاب ہمارے حق میں مضر ہو۔ ع نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن ٭ کہ جا ہا سپر باید انداختن ٭ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ۔ سر دست تو نہیں۔ ممکن ہو کہ آیندہ محرمات میں سے ہر ایک کا ضرر دریافت ہو جائے اور ایسا ہوا ہو ٭

کھانے کی وہ چیزیں جن سے طبیعت گھن کرتی ہو

نام	کیفیت
خباثت مثلاً کیڑے مکوڑے سانپ بچھو وغیرہ	اِن چیزوں کی کوئی تفصیل کتابوں میں منضبط نہیں اور ہو بھی نہیں سکتی۔ خبث کا ہونا بھی ایک امرِ اضافی ہو۔ بعض طبائع ایک چیز سے گھن کرتی ہیں۔ دوسری نہیں کرتیں۔ کنجر سانپ کھا جاتے ہیں۔ مَیں ایک زمانے میں کانپور کے ضلع میں بلہور کا تحصیلدار تھا

صاحب ضلع کے حکم سے ایک سڑک بنائی جاتی تھی۔ میں اُس کی نگرانی کے لیے کسی کسی وقت جاتا
رہتا تھا۔ ایک دن اتفاق سے مزدوروں کی بے خبری میں جا پُہنچا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ سب کے
سب بیٹھے تاپ رہے ہیں حالانکہ دن گرمی کے تھے۔ مجھکو تعجب ہوا اور سمجھا کہ حُقّے کے لیے آگ
سُلگا رہے ہوں گے دریافت کرنے سے معلوم ہُوا کہ گھاس کے ایک جھُنڈ کی جڑ میں مکوڑوں کا رہ
کا بِل ہی۔ اِن لوگوں نے گھاس کا ایک کوچا جلا کر بِل کے سرے پر رکھ چھوڑا ہی۔ بے چارے
مکوڑے دھوئیں اور گرمی کی وجہ سے بے قرار ہو کر باہر نکلتے اور بھُنتے چلے جاتے ہیں۔ ایک
شخص نے جلے ہوئے مکوڑوں کو راکھ سے صاف کر کے انگوچھے پر جمع کر رکھا ہی۔ اُس کے قریب
انگوچھے پر تھوڑا سا نمک رکھا ہی اور لال مرچ کی بُکنی یعنی سفوف اور تھوڑا سا ستّو۔ جس کے جی میں آتا
ہی۔ اُس نے ایک چُٹکی ستّو کی لے کر ہتیلی پر رکھی اُس پر نمک کی کنکری اُس پر مرچوں کا سفوف
اُس پر جلے ہوئے مکوڑے اور اِس مجموعے کو بے تامّل مزے سے لے کر پھانکتا جاتا ہی۔ جب طبائع
کی نفاست میں اِس قدر اختلاف ہو تو معتدل المزاج آدمی کی طبیعت کو حَکَم بنانا ہوگا یعنی وہ چیز
حرام سمجھی جائے گی جس کو معتدل المزاج نفیس الطبع آدمی مکروہ سمجھے اور اُس کے کھانے سے
گھِن کرے۔ اعلیٰ درجے کی نفاست تو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم میں تھی کہ وہ کلیجی تک
نہیں کھاتے تھے اِس لیے کہ خونِ منجمد سے اشبہ ہی اور نہ گُردے۔ اِس لیے کہ پیشاب گُردوں
کی راہ ہو کر آتا ہی۔ ایک مرتبہ سفر میں صحابہؓ نے ایک بڑے گوہ کا جس کو عربی میں ضبّ اور فارسی
میں سوسمار کہتے ہیں شکار کیا اور اُس کو بھُون بنا کر کھانے بیٹھے۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ
علیہ وسلم بھی کھانے میں شریک تھے۔ گوہ کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اور فرمایا کہ میری طبیعت تو کراہت کرتی
ہی اور میں نہیں کھاتا جس کو گھِن نہ آتی ہو وہ کھائے +

خباثت کے متعلق دو باتیں قابلِ ذکر ہیں۔ ایک یہ کہ ۱۸۵۷ء کے غدر سے پہلے دہلی میں کہ یہاں
ایسے شگوفے اکثر اُٹھتے رہتے ہیں۔ مولویوں نے اُلّو کے بارے میں اختلاف کیا۔ کسی نے کسی
فقہ کی کتاب میں اَلبُومُ یُوْکَلُ دیکھ پایا۔ شہرۃ پسند مولوی تو ایسی باتوں کی ٹوہ میں لگے
رہتے ہیں کسی ضرورۃ سے نہیں بلکہ صرف شہرۃ کی غرض سے جواز کا فتوےٰ مشتہر کر دیا۔ بات عوام
کے مُونہ میں پڑی تو ایک شورش ہو گئی۔ اور شاعروں نے نظمیں لکھ ڈالیں۔ یہاں تک کہ
سُنا گیا ہی کہ بہادر شاہ نے بھی ایک مخمّس کہا جو مدتوں تک بازاری لڑکوں کی زبان پر تھا۔ مخمّس کا
ترجیع بند تھا۔ "اُلّو ہی وہ جو کہتا ہی اُلّو حلال ہی" ایک شخص نے نہیں معلوم مزاحاً مجھ سے کہا کہ
تمھارے نزدیک اُلّو کا کیا حکم ہی۔ اگرچہ بات بہت پُرانی ہی مگر مجھے اچھی طرح یاد ہی کہ میں نے یہ جواب
دیا تھا کہ خدا نے مسلمانوں پر دائرہ رزق تنگ نہیں کیا۔ اور نہ اُلّو کا کھانا شرطِ اسلام ہی مشتبہات

میں پڑکر اسلام کی ہنسی کرانا کیا مناسب ہے۔ دوسری بات اب حال کی ہے کہ ایک مولوی صاحب نے کوّے کو حلال بنا دیا۔ بہادر شاہ کا سا محسن تو سننے میں نہیں آیا مگر ہاں کفر کے فتوے تو دیکھے ایسی باتوں کے سننے سے مسلمانوں کی مذہبی حالت پر سخت افسوس ہوتا ہے۔ اور بلاد ہند میں سے خاص کر دہلی میں یہ فساد حد سے زیادہ ہے۔ مولوی اگر نماز روزے کی سیدھی سیدھی تعلیم کریں تو ان کو پوچھے ہی کون۔ اور وہ سید الطائفہ کیسے مانے جائیں "مسلمانان درگور۔ مسلمانی درکتاب"۔

وہ ماکولات جن میں حرمت مذہبی ہے

مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ

اس قسم کی کھانے کی چیزوں میں نہ تو کوئی مضرت طبعی ہے اور نہ طبع لطیف ان سے کراہت کرتی ہے۔ مگر ان کی ممانعت مبنی ہے مصلحت مذہبی پر جیسے ما اھل لغیر اللہ بہ یعنی وہ جانور جو خدا کے علاوہ نذر و نیاز کے طور پر کسی ولی یا پیغمبر کے نام ذبح کیا جائے۔ خدا کے سوا کسی کی نذر و نیاز نہیں اور ایسی نیاز موہم شرک ہے۔ اس لیے ایسے ذبیحے کو شارع نے حرام کر دیا ہے۔

فائدہ۔ جانوروں کی حلت و حرمت کے متعلق مذہب حنفیہ میں ایسے قواعد کلیہ نہیں ملتے جو تمام حیوانات کو جامع ہوں۔ لہذا ہم نے حرام جانوروں کے متعلق چند قاعدے بنا لیے ہیں جو کتب فقہیہ سے مستنبط ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں

(۱) جن جانوروں کی حرمت قرآن و حدیث سے ثابت ہوتی ہے مثلاً سور۔ پالتو گدھا بے شبہ حرام ہیں۔

(۲) جن جانوروں میں خون بالکل نہیں حرام ہیں۔ جیسے مکھی۔ بھڑ۔ بھونرہ۔ جونک۔ جوں۔ جھینگر۔ مکڑی۔ بچھو۔ چچڑی۔ چیونٹی۔ جگنو۔ بیر بہوٹی۔ دیمک۔ کنسلائی وغیرہ۔ مگر ٹڈی حلال ہے۔

(۳) جن جانوروں میں خون تو ہے مگر بہتا ہوا نہیں ہے حرام ہیں جیسے سانپ۔ چھپکلی۔ گرگٹ وغیرہ۔

(۴) حشرات الارض یعنی جو زمین کے اندر رہتے ہیں۔ حرام ہیں جیسے چوہا۔ چھچھوندر۔ گھونس۔ نیولا وغیرہ مگر خرگوش حلال ہے۔

(۵) جو جانور دریا میں پیدا ہوتے اور وہیں زندگی بسر کرتے ہیں حرام ہیں جیسے مینڈک۔ کیکڑا۔ کچھوا وغیرہ۔ مگر مچھلی کہ وہ زندہ مردہ دونوں طرح کی حلال ہے۔

پس جس جانور پر قواعد مذکورہ میں سے کوئی قاعدہ صادق ہو اُسے حرام سمجھو۔

مشروبات

(جو آدمی کے حق میں مضر ہیں)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ

مسلمانو! شراب اور جوا

عربی	ترجمہ
وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (المائدہ ع ۱۲ پارہ ۷)	اور بُت اور پانسے اِن میں کا ہر ایک کام تو بس ناپاک شیطانی کام ہے تو اُس سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ ۔
عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَّكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ ۔ (مسلم)	ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشیلی چیز شراب ہے اور ہر نشیلی چیز حرام ہے ۔
عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَلَمَّا عَلِمْتُ قُدُوْمَهٗ تَحَيَّنْتُ وُصُوْلَهٗ بِنَبِيْذٍ صَنَعْتُهٗ فِيْ دُبَّاءٍ اَتَيْتُهٗ بِهٖ فَاِذَا هُوَ يَنِشُّ وَيَغْلِيْ فَقَالَ اضْرِبْ بِهٖ الْحَائِطَ فَاِنَّ هٰذَا شَرَابُ مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۔ (نسائی)	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے میں نے جب آپ کے آنے کی خبر سنی تو ارادہ کیا کہ تھوڑا سا شیرہ جسے میں نے کدو کے تونبے میں رکھ چھوڑا تھا پیغمبر صاحب کے پاس لے کر پونہچوں چنانچہ میں وہ شیرہ لے کر آپ کے پاس حاضر ہوا اور اُس میں جوش و غلیان اُٹھ رہا تھا پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ ابوہریرہ اسے دیوار پر دے مارو کیونکہ اسے وہ لوگ پیتے ہیں جو خدا اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ۔
عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَالْكُوْبَةِ وَالْغُبَيْرَاءِ وَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ ۔ (ترمذی)	عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے شراب اور جوے اور شطرنج[ک] اور آبِ ارزن[ع] سے منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ ہر نشیلی چیز حرام ہے ۔

ک صاحبِ قاموس کہتے ہیں کہ کوبہ کہتے ہیں چوسر اور شطرنج اور بربط اور چھوٹے ڈھول کو اور یہ سب منہیات ہیں مگر امام شافعیؒ سے شطرنج کی اباحت ثابت ہے ہار جیت کے لیے نہیں بلکہ جودتِ ذہن کے واسطے ۱۲ ع ارزن ہندی میں کہتے ہیں جیسے باکودوں کو۔ اس میں ایک طرح کا نشہ

حرام مشروبات

نمبر شمار	نام	کیفیت
۱	خمر یعنی شراب	شراب کی حرمت اور نجاستہ کی وجہ صرف نشہ ہی۔ ورنہ جن چیزوں سے شراب بنائی جاتی ہی مثلاً جَو یا انگور یا کیکر کی چھال یا اسی قسم کی دوسری چیزیں وہ اصل میں نجس اور حرام نہیں ہیں۔ پھر شراب کے نجس العین کہنے کی یہ وجہ ہی کہ شارع اسلام کو شراب نوشی کا کلی انسداد منظور تھا۔ شراب کے علاوہ اور بھی بہت چیزیں نشہ آور ہیں مگر ہم اُن کو نجس العین نہیں کہہ سکتے۔ ہاں نشے کی وجہ سے بے تامل اُن کی حرمت کا حکم دیتے ہیں۔
۲	تاڑی	تاڑی کی بہت سی باتیں شراب سے ملتی جلتی ہیں۔ بر قیاس شراب ہم تاڑی کو بھی نجس العین سمجھتے ہیں اور تاڑی بھی ہمارے نزدیک ایک قسم کی شراب ہی۔
۳	بھنگ	بھنگ نجس العین نہیں مگر نشے کی وجہ سے حرام ہی۔
۴	نبیذ (جس میں نشہ ہو)	نبیذ ایک قسم کا شیرہ ہی جو پانی میں کھجوریں یا خشک انگور یعنی منقّی وغیرہ ڈال کر بنایا جاتا اور اتنی دیر تک چھوڑ دیا جاتا ہی کہ اُس میں ایک قسم کی تیزی اور تغیر پیدا ہو جاتا ہی یہاں تک تو اس کا پینا درست ہی مگر جب حدِّ نشہ
۵	آبِ ارزن	ارزن کہتے ہیں کودوں کو۔ یہ ایک قسم کا مبتذل اناج ہی۔ جس سے شراب بنائی جاتی ہی اور اُس پر نشہ پیدا ہو جاتا ہی۔
۶	افیون کا گھولوا	
۷	مدک	یہ بھی افیون سے بنتا ہی۔

من المترجم۔ فقہا نے محرّمات کی دو قسمیں کی ہیں۔ حرام لعینہ اور حرام لغیرہ۔ حرام لعینہ وہ جو اپنی ذات سے حرام ہو جیسے تمام حرام ماکولات۔ اور حرام لغیرہ وہ جو اپنی ذات سے حرام نہیں بلکہ کسی وجہ سے حرام ہی اور وہ وجہ بھی زوال پذیر جیسے شراب کہ اس کی حرمت نشے کی وجہ سے ہی۔ نمک ڈالنے سے یا بار بار دھوپ چھاؤں میں رکھنے سے نشہ سلب کر لیا جائے تو سرکہ بن جاتا ہی۔ نعیس طیب۔ عبداللہ بن عمرو کی حدیث میں جو اوپر مذکور ہوئی کودوں کی شراب بھی ہی۔ اُن وقتوں میں کودوں سے شراب بنائی جاتی ہوگی۔ ہمارے وقتوں میں تو بیسیوں قسم کی شرابیں نکل پڑی ہیں اور اُن کے عجیب عجیب انگریزی نام ہیں سبھی سے مسلمان کو احتراز کرنا چاہیئے۔ حیلہ کیا کیا جاتا ہی کہ بعض شرابیں مسکر تو ہیں مگر تھوڑی مقدار میں اُن کے پی لینے سے نشہ نہیں ہوتا۔ ہمارے نزدیک شراب میں سُکر کا ہونا بس کرتا ہی۔ عاجل ہو یا نہ ہو اور شراب اپنی ذات سے باعتبارِ نشہ قوی ہو یا ضعیف۔ ورنہ لوگ تھوڑی معمولی شراب کو جائز سمجھ لیں گے اور ایسا ہو رہا ہی۔

تعلیم

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ

(آل عمران ع ۸ پارہ ۳)

کسی انسان کو تو (یہ بات) شایاں ہی نہیں کہ خدا اُس کو (اپنی) کتاب اور عقل (سلیم) اور پیغمبری عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے لگے کہنے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بنو بلکہ (وہ تو یہی کہے گا کہ) خدا پرست ہو کر رہو اس لیے کہ تم لوگ (دوسروں کو) کتاب (الٰہی) پڑھاتے رہتے ہو اور اس لیے کہ تم (خود بھی) پڑھتے رہتے ہو اور وہ تم سے (کبھی بھی) نہیں کہے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا مانو۔ بھلا (کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ) تم تو اسلام لا چکے ہو اور وہ اس کے بعد تمھیں کفر کرنے کو کہے ف۱

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۝ (التوبہ ع ۱۵ پارہ ۱۱)

اور (یہ بھی) مناسب نہیں کہ مسلمان سب کے سب اپنے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوں (اور مدینے میں آ اُٹھیں) ایسا کیوں نہ کیا کہ اُن کی ہر ایک جماعت میں سے کچھ لوگ (اپنے گھروں سے) نکلے ہوتے کہ (مدینے آکر) دین کی سمجھ پیدا کرتے اور جب (سیکھ سمجھ کر) اپنی قوم میں واپس جاتے تو اُن کو (نافرمانی خدا سے) ڈراتے تاکہ وہ لوگ (بھی بُرے کاموں سے) بچیں۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خِيَارُهُمْ

حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کانیں ہیں جیسے سونے روپے کی کانیں یعنی جس طرح کانیں مختلف الاستعداد و القابلیۃ ہوتی ہیں کہ کسی میں لعل و یاقوت کسی میں سونے روپے کسی میں چونے مٹی کی استعداد ہوتی ہے اسی طرح آدمی بھی مکارمِ اخلاق میں متفاوت الاستعداد ہوتے ہیں (تو) جو لوگ جاہلیت میں بہ

ف۱ یہود یے بہبود پیغمبر صاحب پر یہ تہمت لگاتے تھے کہ یہ شخص اگرچہ خدا کی طرف بُلاتا ہے مگر اس کی اصلی غرض یہ ہے کہ لوگوں سے اپنی پرستش کرائے ورنہ ہم تو اِن کے آنے سے پہلے بھی خدا کی پرستش کرتے چلے آئے ہیں۔ اس آیۃ میں اِس تہمت کو اچھی طرح دفع کیا گیا ہے۔

متن	ترجمہ
فِی الْجَاھِلِیَّةِ خِیَارُھُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِھُوْا ۔ (مسلم)	وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ دین میں سمجھ پیدا کریں ف
عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ رَجُلٍ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَسَلَّطَہٗ عَلٰی ھَلَکَتِہٖ فِی الْحَقِّ وَرَجُلٍ اٰتَاہُ اللّٰہُ الْحِکْمَةَ فَھُوَ یَقْضِیْ بِھَا وَیُعَلِّمُھَا ۔ (صحیحین)	حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد[1] نہیں مگر دو شخصوں میں (یعنی حسد جائز ہوتا تو ان دو شخصوں کے حق میں جائز ہوتا) ایک تو وہ شخص جسے خدا نے مال عطا کیا اور پھر اُسے مصرفِ خیر میں صرف کرنے پر قدرت بھی دی دوسرا وہ شخص جسے خدا نے حکمت یعنی علم و دانش عنایت فرمائی تو وہ خود بھی اُس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور اَور لوگوں کو بھی سکھاتا ہے ۔
عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَیْرِ اَھْلِہٖ کَمُقَلِّدِ الْخَنَازِیْرِ الْجَوْھَرَ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّھَبَ (ابن ماجہ)	حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر طلب علم فرض ہے[2] اور ایسے شخص کو علم سکھانے والا جو اُس کا اہل نہیں ہے سوروں کی گردن میں گوہر مروارید اور سونے کے لٹکانے والے کی مانند ہے ۔
عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَالْقُرْاٰنَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَاِنِّیْ مَقْبُوْضٌ (ترمذی)	حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! قرآن اور فرائض یعنی وہ احکام خود بھی سیکھو جو فرض اور لازم العمل ہیں اور اَور لوگوں کو بھی سکھاؤ کیونکہ میں دنیا سے اُٹھ جانے والا ہوں ۔
عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَ	ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ علم سیکھو اور

ف مطلب یہ ہے کہ وضعداری شرافت وقار بھلمنساہت خاندانی صفات ہیں متوارث جو بزرگوں سے اُن کی نسلوں میں منتقل ہوتی چلی گئی ہیں ایک تو مسلم اسلام لانے سے پہلے ان اوصاف کے اعتبار سے جس رنگ میں تھا اسلام لانے پر بھی وہی رنگ باقی رہتا ہے ۱۲

[1] بعض علما کہتے ہیں کہ یہاں حسد سے مراد ہے غبطہ یعنی اس بات کی آرزو کرنا کہ جو اَور لوگ دیئے گئے ہیں میں بھی دیا جاؤں اور حسد کہتے ہیں زوالِ نعمتِ غیر کی تمنا کرنے کو اور یہ شرعاً ناجائز ہے مگر مفسدوں اور ظالموں کے حق میں نہیں ۱۲ [2] دوسری روایت میں وَمُسْلِمَةٍ کا لفظ بھی آیا ہے یعنی مسلمان مرد و عورت دونوں پر فرض ہے ۱۲

عَلِّمُوْہُ النَّاسَ تَعَلَّمُوْا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوْھَا النَّاسَ تَعَلَّمُوْا الْقُرْاٰنَ وَعَلِّمُوْہُ النَّاسَ فَاِنِّیْ امْرُؤٌ مَّقْبُوْضٌ وَّالْعِلْمُ سَیُنْقَبَضُ حَتّٰی یَخْتَلِفَ اثْنَانِ فِیْ فَرِیْضَۃٍ لَا یَجِدَانِ اَحَدًا یَّفْصِلُ بَیْنَھُمَا ۔ (دارمی۔ دارقطنی)	لوگوں کو سکھاؤ احکام فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ قرآن سیکھو اور اوروں کو سکھاؤ کیونکہ میں دنیا سے اُٹھ جانے والا ہوں اور علم بھی عنقریب اُٹھ جائے والا اور یہاں تک گم ہوجانے والا ہے کہ دو شخص سنن و نوافل میں بھی نہیں بلکہ فرائض میں اختلاف کریں گے اور کسی ایسے شخص کو نہ پائیں گے جو اُن کے اختلاف کو مٹائے اور صاف فیصلہ کردے۔
عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَلِمَۃُ الْحِکْمَۃِ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا ۔ (ترمذی)	حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم و دانش کی بات دانشمند کی گم شدہ چیز ہے تو وہ اُس بات کو جہاں پائے اُس کے لیے کا وہی زیادہ مستحق ہے[1]۔

من المترجم۔ تعلیم کے لفظ سے عموماً لکھنا پڑھنا سمجھا جاتا ہے۔ مگر ہم نے تعلیم کو اُس کے وسیع تر معنوں میں لیا ہے۔ تعلیم کے لغوی معنی ہیں سکھانا۔ چاہے لکھنے پڑھنے کے ذریعے سے ہو یا کسی اَور طرح۔ دنیا میں لکھنے پڑھنے کے علاوہ آدمی بہت کچھ آنکھ اور کان کے ذریعے سے بھی سیکھتا ہے کہ جیسا دوسروں کو کرتے دیکھا آپ بھی کرنے لگا یا کسی نے کوئی بات کہی سُن کر مطلب معلوم کرلیا۔ اور کتابی تعلیم میں بھی تو سیکھنے والے کو آنکھ اور کان سے کام لینا ہی پڑتا ہے۔ پھر مطلق سیکھنا ایک حد تک شرطِ زندگی ہے دما دادعلی ذلک شرطِ آرام و آسائش سب سے پہلے آدمی یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی حالت پر نظر کرو تو آسانی سے سمجھ لوگے کہ آدمی کیونکر سیکھتا اور علم حاصل کرتا ہے۔ مذہبی روایت کی رُو سے خدا تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بیک بینی و دو گوش بہشت سے نکال کر زمین پر لا بسایا۔ تو حواسِ خمسہ اور عقل کے سوائے اُن کے پاس لوازمِ زندگی میں سے کسی طرح کا ساز و سامان نہ تھا اب خیال کرو کہ اُنھوں نے اِس حالت میں زمین پر اُتر کر کیا کیا ہوگا۔ بھوک پیاس گرمی سردی کا احساس یہ بلائیں تو ہماری طرح اُن پر بھی مسلط تھیں **قطعہ**

گوش تو اندکہ ہمہ عمر وے ۔۔۔ نشنود آوازِ دف و چنگ و نے

دیدہ شکیبد ز تماشائے باغ ۔۔۔ بے گل و نسرین بسر آرد دماغ

[1] یعنی جس طرح کسی شخص کی کوئی چیز کھو جائے اور وہ اُس کی تلاش میں رہے یہاں تک کہ اُس کو ڈھونڈ نکالے اسی طرح دانائی کی بات ایمان دار کا گویا گم شدہ مال ہے۔ اُس کے حصول تک اِس کو اُس کی ٹوہ میں لگا رہنا چاہیئے ۱۲

گر نبود بالشِ آگندہ پَر	خواب تواں کرد حجر زیرِ سر
ور نبود دلبرِ ہمخوابہ پیش	دست تواں کرد در آغوشِ خویش
ایں شکمِ بے ہنرِ پیچ پیچ	صبر ندارد کہ بسازد بہیچ

آدم علیہ السلام نے بھوک پیاس سے مضطر ہوکر خودرُو درختوں کے پھلوں اور ندّی نالوں تالابوں کے پانی سے نارالجوع والعطش کو فرو کیا ہوگا درختوں کے پتّوں سے تن بدن کو ڈھانکا ہوگا۔ مینہ بوندی اور گرمی سردی سے بچنے کے لیے غاروں میں گھُس بیٹھے ہوں گے۔ اب انسان کی اُس ابتدائی حالت سے اُس کی موجودہ حالت کو مقابلہ کرکے دیکھو تو معلوم ہو کہ اُس نے زندگی کو باآسایش بنانے میں کس قدر ترقی کی ہو اور کرتا چلا جارہا ہو۔ کوئی سی چیز بھی ہو۔ اُس کا حال دریافت کرنا اُس میں کسی طرح کا تصرف کرنا اُس کو بکار آمد بنانا اِسی کو ہم علم کہتے ہیں تو اس رُو سے جتنے بھی پیشے ہیں جتنے بھی کام ہیں بجاے خود علم ہیں اور جتنی بھی چیزیں آدمی کے کام میں آتی ہیں سب بجاے خود اُس علم کے نتیجے ہیں۔ چونکہ چیزوں کا شمار نہیں کاموں کی انتہا نہیں اِسی سے کہتے ہیں کہ علم ایک دریا ہو جس کی تھاہ نہیں۔ پس آدمی دنیا بھر کے علوم تو حاصل کر نہیں سکتا ناچار وہ چند خاص باتیں اختیار کرلیتا ہو۔ شروع شروع میں تو آدمی کو زندگی اور آسایش کے لیے بہت کچھ ایجاد کرنا پڑا مگر اب آدمی کو زمین پر بسے ہوئے ہزارہا برس ہوگئے اور لوگ ہر زمانے میں کچھ نہ کچھ ایجاد و اختراع کرتے رہے اب ہمارے وقتوں میں اگلوں کی ایجاد کا بہت بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا ہو کہ اُسی کا ضبط کرنا مشکل ہو۔ وہ تو غنیمت ہو کہ اگلے بزرگ منجملہ دوسرے ایجادوں کے فنِ کتابت بھی ایجاد کر مرے تھے کہ اُس کے ذریعے سے بہت سی معلومات محفوظ چلی آتی ہو۔ ورنہ جتنا کچھ سینہ بسینہ اور زبانی نقل در نقل ہوتا چلا آتا تھا کبھی کا بھولا بسرا ہوگیا ہوتا۔ کتنی کاریگریاں ہیں کہ ہندوستان میں اُن کی یادگاریں الیٰ یومنا ہذا موجود ہیں اور کاریگر مفقود اِس لیے کہ اُن کاریگریوں کو کتابت میں نہیں لایا گیا۔ ہم نے تو گنتی کی چند باتوں کو علم سمجھا اور اُن ہی کو لکھنے پڑھنے کے ذریعے سے رواج دیا اور اتنی سی معلومات پر اُس چوہے کی طرح جو ہلدی کی ایک گرہ پاکر اپنے تئیں پنساری سمجھنے لگا تھا یا اُس جھینگے کی طرح جو گولر میں پیدا ہوا اور اُسی کو سارا جہان سمجھتا رہا۔ ہم نے بھی اپنے محدود علم کو منتہائے علم خیال کیا کہ آدمی کو بس اِتنے ہی علم کی ضرورت ہو اور اتنا ہی وہ جان سکتا ہو۔ یہ شرافت یہ فضیلت یہ نعمت یُورپ اور امریکہ اور جاپان والوں ہی کے حصے کی تھی کہ اُنھوں نے علم کی وسعت کو سمجھا۔ علوم متقدمین کے ذخیرے میں معتدبہ اضافہ کیا نئے نئے علوم ایجاد کیے اور ابھی تک بھی باچندیں علم و دانش اپنے تئیں طفلِ ابجد خواں ہی سمجھتے ہیں اور تفتیش و تلاش سے ایک لمحہ غافل نہیں اور اِسی کی برکت سے تمام اقوامِ روزگار پر سبقت لے گئے ہیں۔ انگریزوں میں ایک نامور حکیم فلسفی ہوگزرا ہو۔ سر اسحاق نیوٹن جس نے اور بہت سی ایجادوں کے علاوہ اجسام میں کشش کا ہونا دریافت کرکے زمین سے لے کر آسمان تک کے قلابے ملا دیئے۔ وہ اپنی نسبت کہا کرتا تھا کہ میں ابھی تک بچوں کی طرح کائنات کے سمندر کے ساحل پر بیٹھا ہوا سیپیاں اور گھونگے سمیٹ رہا ہوں اور قدرتِ خدا کے انمول موتی سمندر کی تہ

میں ہیں جن تک میری رسائی نہیں ۔ ان ہی علوم کا نام ہی فلسفہ جو سائنس کے نام سے مشہور ہی اور جس کی یورپ امریکہ جاپان میں پرستش کی جاتی ہی ۔ اور ہمارے ہاں اس کی یہ قدر ہی کہ فلسفہ ایک کلمہ ہی خماسی پانچ حرفوں سے مرکب اخیر کے تین حرف مل کر سفہ ہوتا ہی جس کے معنی ہیں حمق ۔ تو کہتے کیا ہیں کہ فلسفہ میں ثمن خمس یعنی آدھے سے زیادہ حمق ہی اِس کو پڑھ کر احمق کون بنے ۔ ہم نے تو جہاں تک غور کیا یہی پایا کہ خدا نے علم کو بڑی برکت دی ہی ۔ سدا سے علم ہی قوموں کی عزۃ و ذلۃ ترقی و تنزل کے فیصلے کرتا رہا ہی اور کرتا رہے گا ۔ آج ہم مسلمان ہی ہیں کہ آغاز شیوعِ اسلام کے وقت جو علوم و فنون بھی دنیا میں مروج تھے اُن میں ہمارے بزرگ تمام اقوامِ روزگار میں سر برآوردہ تھے اور وہ علوم و فنون ہی کتنے بہت تھے لے دے کر سب میں پیش پیش تو اُس میں کوئی ہم سے برسر نہیں آسکتا تھا ۔ اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۔ اور یہ ہمارا سربرآوردگی کا نتیجہ تھا ۔

نظم لمؤلفہ

گئے دن کہ اسلام سے کانپتے تھے — زمین و زماں بید کی طرح تھر تھر
بُت و برہمن کی زباں پر تھا جاری — دمِ نعرۂ کبر اللہ اکبر
جدھر رُخ کیا سلطنت زیرِ فرماں — جدھر آنکھ اُٹھائی ممالک مسخّر
یہ حاکم ہر اک شخص ان کی رعیّت — یہ آقا تمام آدمی ان کے نوکر
زمانے میں اُس وقت جتنے ہنر تھے — یہی سب میں فائق یہی سب میں برتر
یہ ممتاز تھے حق بجانب کہ کوئی — نہ ہم مقابل نہ ثانی نہ ہمسر
طبیعت میں ہر ایک کے غمگساری — مزاجوں میں سب کے شرافت کے جوہر
خدا نے عجب دل دیئے تھے کہ جن میں — کسی کی طرف سے نہ تھا کینہ مضمر
اگر صبح کو لڑ لیے بھائی بھائی — تو پھر شام تک ہو گئے شیر و شکر
کبھی رونق افزائے بزمِ مسرّت — کبھی مردِ میدان و سالارِ لشکر
لڑائی میں ایک ایک دس دس پہ بھاری — شہیدانِ بدر و شجاعانِ خیبر
لگیں دشمنوں کے تئیں تیغ کے چھرّے — اگر پھینک دیں لے کے مٹھی میں کنکر
بھگایا ہی اعدا کو یوں غازیوں نے — اُڑا کر ہوا جیسے لے جائے چھپر
خدا اور رسولِ خدا اُن کے حامی — کوئی آسکے اُن سے کس طرح برسر
ہلا ڈالی بنیادِ ایوانِ کسریٰ — رگڑ دی پکڑ کر گردنِ مُلکِ قیصر

۱؎ (مسلمانو!) اب خدا نے تم پر سے (اپنے حکم کا بوجھ) ہلکا کر دیا اور اُس نے دیکھا کہ تم میں (ابھی) کمزوری ہی تو اگر تم میں سے ثابت قدم رہنے والے سو ہوں گے (تو وہ) دو سَو کافروں پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں سے (ایسے ایک) ہزار ہوں گے (تو وہ) خدا کے حکم سے دو ہزار (کافروں) پر غالب رہیں گے اور اللہ اُن لوگوں کا ساتھی ہی جو (لڑائی کی تکلیفوں پر) صبر کرتے ہیں ۱۲ ۲؎ اِس سے ثابت ہی کہ فلسفہ سے بڑھ کر خداشناسی کی طرف رہنمائی کرنے والا کم۔

اور یہ جو آج کل کے انگریزی خواں فلسفہ پڑھ کر ملحدوں اور دہریوں کی سی باتیں بنانے لگتے ہیں یہ اُن کی کم علمی کا قصور ہی سچ کہا ہی یہ حکیم خطرہ جان نیم ملا خطرہ

لڑائی جھگڑوں کے خرخشوں سے نجات پاکر مسندِ سلطنت پر متمکن ہوئے تو بقول شخصے مصرع ؏ خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آہی جاتی ہے * فنونِ ملک داری میں ایسی دستگاہ بہم پہنچائی کہ محسودِ اقران و امصار ہوگئے مگر یہ خدا کے انتظام ہیں تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ کہ دنیا کی کسی حالت کو ثبات و قیام نہیں ہے ؎ دولتِ دنیا کہ تمنا کند * باکہ وفا کرد کہ با ما کند * سلطنت کے نشے میں آکر از خود رفتہ ہوگئے اور ملک گیری اور ملک داری کی صفتوں سے عاری ہوتے گئے آخر تا کجے زوال و تنزل شروع ہوا اور شروع ہونا ہی تھا مسلمان تو خوابِ خرگوش میں پڑے سویا کیے اِدھر اہلِ یورپ کی قسمت نے پلٹا کھایا اور انھوں نے علم کی وسعت اور طاقت کو معلوم کر کے اُس کا دامن مضبوطی سے پکڑا اور علم نے اُن کے سارے ورق الٹ کر کے اُن کی کایا پلٹ دی۔ کچھ تو کاہلی اور عیش پرستی سے اور زیادہ تر مذہبی غلط فہمی نے مسلمانوں کو طلبِ علم سے باز رکھا کہ انھوں نے دنیا و دین کو ضدِ یک دگر سمجھا ؎ دنیا خواہی و دیں ہمی طلبی * این ناز بجانہ پہ باید کردن ؎ ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں * این خیال است و محال است و جنوں * حالانکہ دین کوئی الگ چیز نہیں ہے بلکہ دنیا میں رہنے کا ایک دستور العمل ہے جیسے حکامِ وقت کا قانون۔ دین یعنی شریعت اور حکامِ وقت کے قانون میں اتنا ہی فرق ہے جتنا خدا میں اور حکامِ وقت میں حکامِ وقت کا قانون چونکہ آدمی کا بنایا ہوا ہے ناقص ناتمام ہے آئے دن اُس کے بدلنے کی ضرورت واقع ہوتی رہتی ہے اور شریعت قانونِ الٰہی ہے مکمل ناقابلِ تبدیل لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ[۵۱] اور مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ[۵۲]۔ بے شک قرآن میں احادیث میں دنیا کی حقارت بھی ہے مذمت بھی ہے طلبِ دنیا پر ملامت بھی ہے۔ مگر اتنا تو سمجھو کہ دنیا بھی خدا ہی کی بنائی ہوئی ہے اور قرآن میں جا بجا خدائے تعالیٰ بندوں پر اسی دنیا کی چیزوں کی منت بھی رکھتا ہے اور دنیاوی نعمتوں کے معاوضے میں شکر کا بھی خواہاں ہے۔ تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ آپ ہی بنائے آپ ہی برائی کرے۔ آپ ہی ایک مونہ سے منت رکھے آپ ہی ایک مونہ سے طلب پر ملامت کرے وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا[۵۳] بنظرِ ظاہر دنیا میں اس کے سوائے اور کچھ برائی نہیں کہ عارضی اور چند روزہ ہے۔ تو دنیا ایک باغ ہے پھلا پھولا مگر سدا بہار نہیں۔ اس کے لیے ایک وقت خزاں کا بھی مقدر ہے۔ پھر بھی باغ باغ ہے موسمِ بہار میں لوگوں کو خوش کرتا ہے۔ لیکن کیا کیجیے خدا نے دنیا کو ایسا ہی بنایا ہے۔ تو دنیا جس کی مذمت کی جاتی ہے وہ دنیا ہے جس میں دین کی رعایت نہ ہو ؎ چیست دنیا از خدا غافل بدن * نے قماش و نقرہ و فرزند و زن * اور جب مطلق دنیا مذموم نہ ٹھیری تو اُس کی طلب کیوں مذموم ہونے لگی۔ غرض جس طرح تصویر کے دو رخ ہوتے ہیں ایک تیرہ ایک روشن۔ دنیا اور دنیا کی ہر چیز میں بھی بھلائی برائی دونوں کی صلاحیت ہے۔ اب یہ آدمی کا کام ہے کہ بھلائی کا پہلو اختیار کرے یا برائی کا۔ اگر آدمی ضبطِ نفس پر قادر نہ ہو سکے اور برائی کی طرف کو جھک پڑے تو یہ اس کی

---

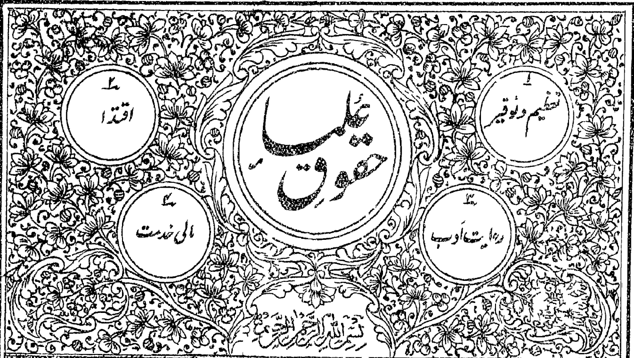
[۵۱] خدا کی بنائی ہوئی (ساخت) میں ردوبدل نہیں ہو سکتا یہی دین کا سیدھا رستہ ہے مگر اکثر لوگ نہیں سمجھتے ** [۵۲] ہماری ہاں (جو ایک بات) قرار پا چکتی ہے پھر نہیں بدلی جایا کرتی اور ہم تو بندوں پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتے [۵۳] اور اگر (قرآن) خدا کے سوا کسی اَور کے پاس سے (آیا) ہوتا تو ضرور [illegible]

اپنی کمزوری ہو۔ زبان ایک طرف ذکرِ خدا کر سکتی ہو۔ لوگوں کو نیک صلاح دے سکتی ہو۔ اظہارِ ہمدردی کر سکتی ہو تعلیم و تلقین سے دوسروں کو فیض پہنچا سکتی ہو اور دوسری طرف جھوٹ غیبۃ دشنام وہی قسم میں بھی کام میں لائی جا سکتی ہو تو گونگا ہونا بہتر یا شیریں سخن راست گو واعظ و معلم ہونا بہتر۔ مالِ صالح کمانا اور وہ خدا کے مطابق خرچ کرنا بہتر یا دربدر بھیک پڑے مانگتے پھرنا بہتر۔ اسی پر دنیا کی سب چیزوں کو قیاس کر لو مسلمانوں نے تو اپنی کم ہمتی سے اپنی وہ حالۃ کر لی کہ بے جا تعصب اور مذہبی غلط فہمیوں کی وجہ سے قعرِ نکبۃ میں گرے اور اب اُبھرنے کا نام نہیں لیتے۔ پس ان کی مثال اُس شخص کی سی ہو جس کی نسبۃ خدا ے تعالیٰ فرماتا ہو وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ اب تو تم نے سمجھ لیا ہوگا کہ مسلمانوں میں سے جن علوم کے فقدان پر ہم افسوس کر رہے ہیں وہ کون سے علوم ہیں؟ وہ وہی علوم ہیں جن کے بل پر یورپ امریکہ جاپان کود رہے ہیں ہم نہیں سمجھتے کہ ان علوم کے حاصل کرنے میں کون سی مذہبی وجہ مانع ہو۔ مثلاً انگریزوں نے ریل چلائی تو اس میں اُن کے مسئلۂ تثلیث کو کیا دخل ہو اور یہی حال باقی علوم کا ہو جو سب کے سب انگریزی تعلیم میں داخل ہیں۔ ان علوم کی ضرورۃ کو مان لیا جائے تو پھر ان کی تعلیم کے حق الحقوق ہونے میں کیا شک رہا۔ الحق الحقوق ہم نے اِس سے کہا کہ ان کا سیکھنا سکھانا حق ہو ہر مسلمان کے نفس کا اولاد کا افرادِ قوم کا اور اسی لیے ہم نے زکوٰۃ کے بیان میں تعلیم میں مدد دینے کو خیرات صدقات کو بہترین مصرف اور مقدم ترین مصرف قرار دیا ہو علم کا سکھانا لازوال اور روز افزوں دولت کا بخشنا ہو۔ ہم نے اس تحریر میں دنیاوی علوم پر تو بڑا زور دیا اور علوم دین کا نام تک نہیں لیا اس لیے کہ خدا دل میں صلاح اور سر میں عقلِ سلیم دے تو یہی علومِ دنیا خدا کی طرف رہبری کرتے اور عین علمِ دین ہیں۔ ان ہی علوم کی بدولۃ آدمی نے الکٹرسٹی (قوۃ برقی) اور اسٹیم (بھاپ) کی خاصیۃ دریافت کر کے تار دوڑائے ریلیں اور مشینیں چلائیں اور نیوٹن کی طرح خدا کی بے انتہا طاقۃ کے آگے سرِ عجز و تسلیم خم کر دیا مقلد سے مجتہد ہوا۔ اور یوں طوطے کی طرح قرآن پڑھا جو تمام علوم دینی کا اصل الاصول ہو۔ سمجھا بوجھا خاک نہیں اور نہ آیاتِ الٰہی میں تدبّر کیا ہم تو اُس کو دین کا عالم سمجھتے نہیں ہاں وہ مسلمان ہو مگر نقّال مسلمان ۰

ف۱ اور (اے پیغمبر ان لوگوں کو اُس شخص کا حال پڑھ کر سناؤ جس کو ہم نے اپنی کرامتیں دی تھیں پھر اُس نے وہ کینچلی اُتار دی تو شیطان اُس کے پیچھے لگا اور اُس کو بہکایا، تو وہ گمراہوں میں جا ملا اور اگر ہم چاہتے تو ان (ہی کرامتوں) کی برکت سے اُس کا مرتبہ بلند کرتے مگر اُس نے پستی میں گرا چاہا اور اپنی خواہش نفسانی کے پیچھے لگ لیا تو اُس کی کہاوت کتے کی سی کہاوت ہو گئی کہ اگر اُس کو کھدیڑو (یا) گھیرو تو زبان باہر لٹکائے رہے اور اگر اُس کو اُسکے حال پر چھوڑے رکھو تو بھی زبان باہر لٹکائے رہے یہی کہاوت اُن لوگوں کی ہو جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو (اے پیغمبر) یہ قصے (ان لوگوں سے) بیان کرو تاکہ یہ لوگ سوچیں ۱۲ ف۱

ف مفسرین نے بہت اختلاف کیا ہو کہ یہ کس شخص کی طرف اشارہ ہو کوئی بھی ہو مگر ایسا معلوم ہوتا ہو کہ وہ ایک زاہد شخص تھا پھر شامتِ نفس سے گناہ کر بیٹھا جو کرامتیں اُس کو حاصل تھیں سلب ہو گئیں گویا اُس کو جو خلعتِ مقبولیۃ عطا ہوا تھا وہ اُس نے اُتار پھینکا اور دنیاوی تعظیم بھی اُن ہی کرامتوں پر متفرع تھی اب اُس پر بیگاری کے جاتے رہنے سے وہ دنیا و دین دونوں میں ذلیل ہو گیا۔ جیسے دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا اور بعینہ یہی حال ہوا یہود کا کہ خدا کی نافرمانیوں سے اُن کی دنیاوی سلطنۃ بھی گئی گزری ہوئی اور عاقبۃ اس سے زیادہ تباہ ہو گئی۔ کتے کی زبان لٹکانے کا جو مذکور ہو اُس کو وجہ تشبیہ میں کچھ دخل نہیں

بلکہ کتے کی ذلۃ و خواری کی ایک حالۃ کا بیان ہو کہ زبان کے لٹکانے سے معلوم ہوتا ہو کہ اُس پر بڑی مصیبۃ پڑی ہو یا اُس کو بڑے زور کی پیاس ہو اور وہ اُس مصیبۃ کو زبان کے باہر نکالنے سے ظاہر کرتا ہو۔ مطلب یہ ہو کہ وہ شخص کتے کی طرح ذلیل ہو گیا اور نہ صرف وہ شخص بلکہ تمام بنی اسرائیل جنھوں نے خدا کی آیتوں کو جھٹلایا ۱۲



تعظیم و توقیر

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ۗ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ۝ (فاطر ع ۴ پارہ ۲۲)

اور آدمیوں اور جانوروں اور چارپایوں کی رنگتیں بھی کئی کئی طرح کی ہیں خدا سے تو اُس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (خدا کے آثار قدرۃ کا) علم رکھتے ہیں بے شک اللہ زبردست اور بخشنے والا ہے ۱

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۗ وَاللّٰهُ

مسلمانو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں کھل کھل کر بیٹھو تو کھل بیٹھا کرو کہ خدا (جنت میں) تم کو بافراغت جگہ دے گا اور جب (تم سے) کہا جائے کہ (اپنی جگہ سے) اُٹھ کھڑے ہو (اور دوسری جگہ جا بیٹھو) تو اُٹھ کھڑے ہوا کرو کہ تم لوگوں میں سے جو (پورا پورا) ایمان لائے ہیں اور جن کو علم (مجلس) دیا گیا ہے (اور وہ آداب مجلس ملحوظ بھی رکھتے ہیں) اللہ اُن کے درجے بلند کرے گا اور ۲

۱ حرفِ حصر اصل میں ہے تو اس آیۃ میں علماء کے ڈرنے والے ہونے کی مدح ہے اور اس وجہ سے علماء کا ادب کرنا عین دین کا ادب کرنا ہے ۱۲

۲ ایک علم مجلس کے صلے میں درجات کے وعدے ہیں تو دوسرے علوم کے صلوں کو اسی پر قیاس کر لو علم مجلس کی اتنی وقعت اس لئے ہے کہ علم مجلس مستلزم حسن خلق ہے اور حسن خلق شرطِ اسلام ۱۲

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (المجادلۃ ع ۲ پارہ ۲۸)	جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اُس کی (سب) خبر ہے
عَنْ كَثِيْرِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ اَبِي الدَّرْدَاءِ فِيْ مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا اَبَا الدَّرْدَاءِ اِنِّيْ جِئْتُكَ مِنْ مَدِيْنَةِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَدِيْثٍ بَلَغَنِيْ اَنَّكَ تُحَدِّثُهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جِئْتُ لِحَاجَةٍ قَالَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ فِيْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيْقًا مِّنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا رِضًى لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَاِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالْحِيْتَانُ فِيْ جَوْفِ الْمَاءِ وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ وَاِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَاِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا	کثیر بن قیس کہتے ہیں کہ میں دمشق کی جامع مسجد میں ابو الدرداء کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آکر لگا کہنے اے ابو الدرداء میں تمہارے پاس جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے (شہر) مدینے سے آیا ہوں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث نقل کرتے ہو اس کے سوا اور کسی حاجت کے لیے نہیں آیا۔ ابو الدرداء نے کہا میں نے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو شخص علم طلب کرنے کے واسطے رستہ چلتا ہے خدا تعالےٰ اُسے جنت کی راہوں میں سے ایک راہ میں لے جاتا ہے اور فرشتے طالب العلم کی رضامندی کے لیے تواضعًا اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور عالم کے لیے آسمانوں کے فرشتے اور زمین کے باشندے اور پانی میں مچھلیاں سب مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور عالم کی بزرگی عابد پر بالکل ویسی ہی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی بزرگی باقی تمام تاروں پر اور علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء نے دینار و درہم کا تو کسی کو وارث نہیں ٹھیرایا ف

ف مطلب یہ ہے کہ انبیاء نے دینار و درہم نہیں چھوڑے کہ اُن کا کوئی وارث ہوتا ۱۲

وَاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ (ترمذی - ابو داؤد)

بلکہ علم کا وارث ٹھیرایا تو جس نے علم حاصل کیا اُس نے (میراثِ انبیاء یعنی) علم کا ایک بڑا حصہ حاصل کیا۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِیِّ قَالَ ذُكِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا عَابِدٌ وَّالْاٰخَرُ عَالِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِیْ عَلٰى اَدْنَاكُمْ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ وَاَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةَ فِیْ جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوْتَ لَيُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ - (دارمی)

ابو امامہ باہلی کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر ہوا ایک عابد کا دوسرے عالم کا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنے شخص پر پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا اور اُس کے فرشتے۔ اور آسمانوں اور زمین کے باشندے یہاں تک کہ چیونٹی اپنے بل میں اور یہاں تک کہ مچھلی لوگوں کے بھلائی سکھانے والے کے لیے رحمت بھیجتے اور دعا کرتے رہتے ہیں ف

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَآءَهُ الْمَوْتُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِیَ بِهِ الْاِسْلَامَ فَبَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّبِيِّيْنَ دَرَجَةٌ وَّاحِدَةٌ فِی الْجَنَّةِ (دارمی)

حسن کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو اس حالت میں موت آئے کہ وہ اسلام کے زندہ کرنے کے لیے علم طلب کر رہا ہو تو اُس کے اور انبیاء کے درمیان صرف ایک درجے کا فرق ہوگا

ف شیخ سعدی کا ایک قطعہ اس کے بہت ہی مناسب ہے قطعہ صاحب دلے بمدرسہ آمد ز خانقاہ + پدرود کرد صحبت اہل طریق را + گفتم میان عابد و عالم چہ فرق بود + تا اختیار کردی ازآں این فریق را + گفت او گلیم خویش بدر مے برد ز موج + وین سعی میکند کہ بگیرد غریق را

من المترجم - اس عنوان کے ذیل میں جس قدر آیتیں اور حدیثیں جمع کی گئی ہیں سب سے علماء کی فضیلت و بزرگی ثابت ہوتی ہے اور علماء کی فضیلت مستلزم ہے اس کو کہ اُن کا ادب و تعظیم کی جائے اسی لیے ہم نے عنوان "تعظیم و توقیر" قائم کرکے اُس کے ذیل میں ان آیتوں اور حدیثوں کو جمع کیا ہے +

اقتدار

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۝ (الانعام ع ۱۰ پارہ ۷)

یہ (اگلے پیغمبر) وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے راہِ راست دکھائی (تو اے پیغمبر) اُن ہی کے طریقے کی (تم بھی) پیروی کرو۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ (الانبیاء ع ۱ پارہ ۱۷)

اور (اے پیغمبر) ہم نے تم سے پہلے بھی آدمی ہی (پیغمبر بنا کر) بھیجے (کہ ہم ان کو جو کچھ فرمانا منظور ہوتا تھا) اُن کی طرف وحی کر دیا کرتے تھے تو (لوگو!) اگر تم کو (یہ بات) معلوم نہیں تو اہلِ کتاب سے پوچھ دیکھو۔ وا

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللَّهُ فِي أُمَّتِهِ قَبْلِي إِلَّا كَانَ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّونَ وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُونَ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے پہلے خدا نے جس نبی کو بھی اُس کی امت میں بھیجا تو اُس کی امت میں سے حواری اور انصار اور اُن کے پکے ساتھی ہوتے رہے جو اُس کے طریقے پر عمل کرتے اور اُس کے حکم کی پیروی کرتے تھے۔

ف۱ ایک اعتبار سے مولوی جو سبقاً سبقاً علوم پڑھاتے اور جو فتوے دیتے اور جو وعظ و نصیحت کرتے اور جو تصنیف و تالیف کے ذریعے سکھاتے ہیں کہ احبار کہلانے والے سب ہی اپنی جگہ عالم ہیں طرزِ تعلیم کا فرق ہے مگر اصل ہادی پوچھیے تو انبیاء علیہم السلام ہیں اور حضرت صاحب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ان ہی کی پیروی کا حکم دیا کُل انبیاء کا دین شروع سے ایک چلا آیا ہے صرف وقتی اور مقامی ضرورتوں کے لحاظ سے شریعتیں مختلف ہوتی رہی ہیں تعلیم دو طرح کی ہے کتابی اور سینہ بسینہ مطلق تعلیم کا نام لیا جائے تو تعلیم کتاب ہی کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے تصنیف بھی ایک طرح کی تعلیم کتابی ہے سینہ بسینہ تعلیم کے معلم ہیں تین اول ماں باپ کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ یعنی ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اُس کے ماں باپ اُسے یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی دوسرے حاکمِ وقت تیسرے آدمی کے ہمنشین وقیضنا لهم قرناء فزینوا لهم ما بین ایدیهم وما خلفهم وحق علیهم القول فی امم قد خلت من قبلهم من الجن والانس انهم کانوا خاسرین ۔ یعنی اور ہم نے ان (کفار) کے ساتھ (برے) ہمنشیں ف۲ تعینات کر دیئے تھے تو انہوں نے اُن کے اگلے اور پچھلے تمام حالات ان کی نظر میں اچھے کر دکھائے اور ان سے پہلے جنات کی اور آدمیوں کی کثرت سی نافرمان امتیں ہو گزری تھیں انکے شمول میں (عذاب کا) وعدہ ان کے حق میں بھی پورا ہو کر رہا بے شک یہ لوگ (شروع سے) اپنے نقصان کے درپے تھے ۱۲

ف۲ ہمنشیں سے مراد ہے شیاطین ۔ الحذر از بد سے زینہار از جلیسِ بد زنہار ۱۲

ف۳ مطلب یہ ہے کہ اہلِ کتاب سے پوچھو گے تو وہ تصدیق کریں گے کہ پہلے بھی آدمی ہی پیغمبر ہوا کیے ہیں پس تم کو ان کی بات ماننی ہوگی اور بشری پیغمبری سے انکار کی گنجائش باقی نہیں رہے گی ۱۲

بِأَمْرِهِ ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ (بخاری)

پھر ان حواریوں اور انصار (اعوان) کے گزر جانے کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوں جو اوروں کو تو ایک چیز کے کرنے کا حکم کرتے ہیں اور آپ نہیں کرتے اور جس بات کا حکم نہیں کیے گئے اسے عمل میں لاتے ہیں تو جو شخص ان کے ساتھ ہاتھ سے جہاد کرے مؤمن ہے اور جو زبان سے جہاد کرے مؤمن ہے اور جو دل سے جہاد کرے مؤمن ہے اور اس کے علاوہ ایمان رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں ہے

٢ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا (مسلم)

۲ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کو نیک راہ کی طرف بلائے تو اس کو ان لوگوں کے اجر کے برابر ثواب ملے گا جو اس کی ہدایت کی پیروی کریں گے (اور) اس سے تابعین کے ثواب میں کچھ بھی تو کمی نہیں ہوتی

٣ عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ كَأَنَّ هَذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَأَوْصِنَا فَقَالَ أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا

۳ عرباض بن ساریہ کہتے ہیں کہ ہمیں ایک دن پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی پھر ہماری طرف مونہہ کر کے کھڑے ہو گئے اور ایک نہایت فصیح، مؤثر وعظ فرمایا جس کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل دہل گئے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ نصیحت تو گویا اس شخص جیسی ہے جو کسی کو وداع کرتا ہو تو آپ ہمیں وصیت کیجیے فرمایا میں تمھیں خدا سے ڈرنے اور (حاکم وقت کی بات) گوش دل سے سننے اور (اس کی) اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ (حاکم) حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو کیونکہ تم میں سے جو شخص میرے پیچھے زندہ رہے گا وہ بڑے بڑے اختلاف دیکھے گا

فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَّكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ([illegible])

تو تم کو میرے اور میرے راہ یافتہ اور اہل رشد خلفاء کے طریقے کو لازم پکڑ لینا چاہیئے اس کے ساتھ تمسک کرنا اور اسے کچلیوں سے مضبوط پکڑ لینا ضرور ہے اور نیز نئے نئے کاموں سے اپنے تئیں دور رکھنا کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ (ابن ماجہ)

ابن عمر سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سواد اعظم (یعنی جس طرف علمائے حقانی زیادہ ہوں اُس جماعت) کی پیروی کرو (اور جماعت سے علیحدہ نہ ہو) کیونکہ جو شخص جماعت سے علیحدہ ہو گیا وہ دوزخ میں الگ جا پڑا

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ فَاِنَّ الْحَيَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوْا اَفْضَلَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَبَرَّهَا قُلُوْبًا وَّاَعْمَقَهَا عِلْمًا وَّاَقَلَّهَا تَكَلُّفًا اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ بِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَلِاِقَامَةِ دِيْنِهٖ فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوْهُمْ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ وَتَمَسَّكُوْا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ اَخْلَاقِهِمْ وَسِيَرِهِمْ فَاِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيْمِ (رزین)

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جو شخص راہ راست چلنا چاہے وہ اُن لوگوں یعنی صحابیوں کی اقتدا کرے جو فوت ہو گئے ہیں کیونکہ زندے پر فتنے سے بے خوفی نہیں ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحاب ہیں جو اس امت کے افضل و بزرگ تھے اور دلوں کے اعتبار سے نیک ترین امت کثیر المعلومات تصنع اور تکلف سے دور۔ خدا نے انھیں اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین برپا کرنے کے لیے پسند فرمایا تھا تو اُن کی بزرگی کا اعتراف کرو اور اُن کے قدم بقدم چلو اور جہاں تک ہو سکے اُن کی عادات اُن کے خصائل کی پیروی کرو کیونکہ وہ سیدھی راہ پر تھے

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ النَّاسَ

ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابیوں کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا کہ لوگ

لَكُمْ تَبَعٌ وَّاِنَّ الرِّجَالَ يَأْتُوْنَكُمْ مِّنْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ يَتَفَقَّهُوْنَ فِى الدِّيْنِ فَاِذَا اَتَوْكُمْ فَاسْتَوْصُوْا بِهِمْ خَيْرًا (ترمذی)

تمھارے تابع ہیں اور بہت سے آدمی دین میں سمجھ پیدا کرنے کے لیے اطراف زمین سے تمھارے پاس آئیں گے تو جب وہ تمھارے پاس آئیں اُن کے ساتھ نیکی کرنے میں میرا حکم مانو ؛

ممانعتِ توہین

عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَزَالُ مِنْ اُمَّتِىْ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَّنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِىَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ۔

معاویہؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ میری امت میں سے ہمیشہ ایک جماعت قائم بامر اللہ رہے گی لوگوں کی تذلیل سے اُنھیں کچھ بھی نقصان نہ پونہچے گا اور نہ اُن سے جو اُن کی مخالفت کریں گے حتےٰ کہ قیامت آجائے گی اور وہ اپنے اسی کام میں لگے ہوں گے ؛

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَّقِتَالُهٗ كُفْرٌ (صحیحین)

حضرتؓ عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو بُرا کہنا فسق اور اُسے قتل کرڈالنا کفر ہے ؛

من المترجم

یہ کوئی آج کی غلطی نہیں ہے بلکہ مدتوں کی پُرانی غلطی ہے کہ لوگ دنیا و دین کو ضدّ یک دگر سمجھتے ہیں۔ یعنی منطق کے ضلعے میں دنیا و دین دو جداگانہ چیزیں ہیں اور اُن میں مانعۃ الجمع کی نسبت ہے کہ دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔

دنیا خواہی و دیں ہمی طلبی — ایں نماز بخانۂ پدر باید کرد

دنیا اور آخرۃ کا مقابلہ تو ایک اعتبار سے ٹھیک بھی ہے کہ دنیا نام ہے عالم کون و فساد کا اور آخرۃ وہ ہستی ہے جو عالم کون و فساد فنا ہوئے پیچھے ہوگی کسی طرح کی بھی ہو۔ رہا دین وہ ہستی نہیں نہ اب کی نہ بعد کی بلکہ آدمی کا طریق عمل ہے جس پر اُس کو اِس ہستی میں چلنا ہے پس دین کا تعلق دنیا اور آخرۃ دونوں سے ہے اس لیے کہ دین اس غرض سے وضع کیا گیا ہے کہ اس پر عمل کرنے سے آدمی دونوں ہستیوں میں خوش حال رہے۔ لوگ دنیا اور دین کے تعلق میں جو غلطی کرتے چلے آئے ہیں۔ اسی نے مسلمانوں کی دنیا اور آخرۃ دونوں کو سخت نقصان پونہچایا ہے۔ اسی نے مسلمانوں کو دنیا سے نفرۃ کرنا سکھایا۔ اسی نے مسلمانوں کو دنیاوی ترقی کرنے سے روکا۔ اسی نے مسلمانوں کو جاہل کاہل

ف ممانعت توہین کے عنوان میں ہم نے اس حدیث کو اس لیے رکھا کہ جب عام مسلمانوں کو بُرا کہنا فسق ہے تو علماء کی شان کے خلاف کوئی بری بات [illegible]

غافل سپتے ہنر اور بے دولت بنایا۔ یہ تو دنیا کی خرابیاں ہوئیں۔ رہی عاقبۃ اور آخرۃ کی خرابی ۔ تو سہ ۔ ۔ ۔ ک
دنیا سے علیحدہ سمجھنا دوسرے لفظوں میں دین کو معطل کر دینا ہے اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ کیسی اچھی مثال ہ
جس سے دنیا اور آخرت اور دین تینوں کا مطلب ایک ہی بات میں ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ دین تخم ہے ۔ ۔ ۔
کے جوتنے بونے کا وقت آخرۃ کاٹنے گاہنے اور خرمن جمع کرنے کا۔ دین جو دنیا کے علاوہ آخرۃ بین ۔ ۔ ۔
ہو سکتا ہے عملِ صالح ہے اور عملِ صالح وہی ادائے فرائض انسانی ہے تو جس قدر دنیا سے الگ تھلگ رہو گے اعمال
صالح کے مواقع فوت کرو گے اور اعمالِ صالح کے مواقع کا فوت کرنا عاقبت کے اجر و ثواب کا فوت کرنا ہے وذٰلک
ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ۔ ظاہر اتم کو یہ بیان مضمونِ عنوان سے بے جوڑ معلوم ہوگا۔ مگر بے جوڑ نہیں ۔ ۔ ۔
دین کو دو جدا گانہ چیزیں سمجھنا مسلمانوں کی ہر ہر ادا سے مترشح ہوتا ہے۔ ازانجملہ اس سے بھی کہ لغت کی
عالم کے معنی مطلق جاننے والے کے ہیں تو عالم کا اطلاق ہر شخص پر ہو سکتا ہے کیونکہ ہر شخص کچھ نہ کچھ تو ضرور جانتا
ہوتا ہے مگر مسلمانوں کے عرفِ عام میں عالم اسی کو کہا جاتا ہے جس نے زبانِ عربی میں علومِ دین پڑھے ہوں اور
متشرع بھی ہو۔ عالم کا مرادف ہے مولوی اور وہی کثرۃ سے استعمال میں آتا ہے مولوی ہے تو علمی خطاب مگر
اُس کے دینے والے ہم ہی لوگ ہیں اور ہم میں اکثر بے علم جس کسی کو پڑھا لکھا مسلمان دیکھا مولوی کہنے لگے قطعہ

هر کرا جامہ پارسا بینی   پارسا دان و نیک مرد انگار

ور ندانی کہ در نہانش چیست   محتسب را درونِ خانہ چہ کار

پھر جیسے خطاب دینے والے ویسے خطاب پانے والے۔ رفتہ رفتہ مولوی کے لفظ سے عزۃ و وقعت سلب ہوگئی۔ مولویوں
کی عزۃ دین کی عزۃ کے ساتھ تھی اب دین ہی کا کون سا ادب باقی رہ گیا ہے کہ لوگوں سے مولویوں کے ادب کی توقع کی جائے
اور وہی مثل ہے کہ اپنا پیسہ کھوٹا تو پرکھنے والے کا کیا دوس؟ مولوی آپ بھی اپنی عزۃ کھو بیٹھے ہیں الا ماشاء اللہ
حقانیۃ ان میں نہیں۔ صداقت ان میں نہیں۔ تعفف ان میں نہیں۔ صبر و قناعت ان میں نہیں
پھر ان میں ایسا کون سا سرخاب کا پر لگا ہے کہ لوگ ان کا ادب کریں۔ اور کریلا نیم چڑھا سب سے بڑھ کر
آپس کا اختلاف۔ بات بات میں ان کے باہمی اختلاف نے ان کو لوگوں کی نظروں میں اتنا ذلیل نہیں کیا
جتنا اسلام کو غیر مذہب والوں کی نظروں میں۔ ایک پادری میرے دوست تھے میں نے ان سے تھوڑی سی
انجیل کی انگریزی تفسیر بھی پڑھی تھی ان کو ولایت سے آئے ہوئے پورا برس بھی نہیں ہوا تھا کہ انھوں نے اسلام کے
رد میں ایک کتاب لکھنی شروع کی۔ تازہ وارد ہونے کی وجہ سے اردو بھی صاف نہیں بول سکتے تھے اور "قیاس
کن زگلستانِ من بہار مرا" عربی فارسی سے بالکل کورے۔ مجھکو ان کی تصنیف کا حال معلوم ہوا تو میں نے کہا کہ
کہ بھلا آپ اسلام کا کیا رد لکھیں گے آپ کو اسلام کا حال تو معلوم ہی نہیں آدمی تھے صاف گو لگے کہنے کہ
ہر تصویر کے دو رخ ہوتے ہیں ایک روشن ایک تاریک مجھکو خود مسلمانوں نے اسلام کی ایک ایسی تصویر دکھائی ہے جس کے
دونوں رخ تاریک ہیں۔ بات یہ تھی کہ کہیں سے ان کو شیعوں سنیوں کے مناظرے کے دو رسالے ہاتھ آگئے تھے

۱؎ دنیا آخرۃ کی کھیتی ہے ۱۲   ۲؎ صریح گھاٹا یہی کہلاتا ہے ۱۲

ہاتھ آ گئے تھے اُنھوں نے جو ایک دوسرے پر اعتراض کیے تھے اُن ہی اعتراضوں پر پادری صاحب نے اپنا زور ختم کیا
سچ کہا ہے "گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے" اگرچہ عسائیوں کے مذہبی فرقوں میں ہمارے شیعوں سُنیوں سے زیادہ
اختلاف ہے مگر مخالف نو اِذَا تعارَضَا تَسَاقَطَا سے فائدہ اُٹھایا ہی چاہے- مولویوں میں اتفاق بھی ہے تو ایسا
کہ اس سے تو وہ لڑتے ہی بھلے- یعنی اُن کے مجالس وعظ اور درس و تدریس کے حلقوں میں حقوق العباد کا تو نام
تک نہیں آنے پاتا- ان کی تعلیم کا سارا زور زہد و عبادات پر ہے- نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے معاملات جہاں تک
حقوق العباد سے متعلق ہیں پیٹ بھر کر خراب ہیں شعر

گرمی سہی کلام میں لیکن نہ اس قدر　　کی جس سے بات اُس نے شکایت ضرور کی

مسلمان جس کسی کو کسی وجہ سے چھو بھی جاتے ہیں تو ان کا چھوجانا بھی بے لطفی سے خالی نہیں ہوتا- وجہ کیا کہ ان
کو مراعاتِ حقوق العباد کی تعلیم نہیں دی جاتی اور تعلیم دے کون یہی ہمارے مولوی جنھوں نے امر بالمعروف اور نہی
عن المنکر کا بیڑا اُٹھایا ہے- اور یہی تو اُن کی وجہ معاش ہے کس کا احسان اور کیسی منت- مولویانہ نصاب تعلیم پر نظر کرتے
ہیں تو چاہیئے کہ علم پڑھ کر آدمی کی دو آنکھوں کی جگہ چار آنکھیں ہو جائیں ایسی ہوشیاری آجائے کہ تانت باجی اگ
پایا- ہونٹ ملے اور بات کی تہ کو پہنچ گئے ذرا سی سرسراہٹ ہوئی اور ہوا کا رُخ معلوم کرلیا چپے چپے زمین کے
حال سے واقف- آدمی کے رگ و ریشہ سے آگاہ- مگر ان کا علم اَلْعِلْمُ حِجَابُ الْاَکْبَرُ ؎ اپنے تن بدن تک کا ہوش نہیں
ان کو دُنیا و مافیہا کی کیا خبر کہو کچھ سمجھیں کچھ- ۱۸۵۷ء کے مشہور غدر کے بھی مدتوں بعد ایسے زمانے میں پیدا ہوئے جب
کہ زبان اور مذاق اور خیالات اور طرز تمدن اور معاملات اور عمارات ہر چیز پر اچھا گہرا انگریزی رنگ چڑھ چکا تھا اب ہم
دستار بندی تک تو ان کو انگریزی مہینوں کے نام آئے نہیں- اکیلے انگریزی مہینوں کے نام نہ آنے کی کیا
شکایت کی جائے ہمارے بھولے بھالے مولوی کو اَکْثَرُ اَهْلِ الْجَنَّةِ بُلْهٌ ؎ کوار کا تک ہندی کے اور بارہ وفات
خواجہ معین الدین عورتوں کے مہینوں تک کے نام معلوم نہیں بھلا یہ بے چارے گورنمنٹ پرامیسری نوٹ ہنڈی نوٹ کرنسی نوٹ
ان شورنس اور ایسی بیسیوں چیزوں کو جو انگریزی عملداری میں چل پڑی ہیں کیا سمجھیں اور مسئلہ پوچھا جائے تو
جواب دیں کیا خاک سرتاسر قصور نصاب تعلیم کا ہے اور طریقہ تعلیم کا- بات یہ ہے کہ جن دنوں اسلامی سلطنت
کی بُنیاد رکھی جا رہی تھی- وہ زمانہ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس کا تھا یعنی اقران اور امصار اور معاصرین پر غلبہ کرنے کا
متعین ذریعہ تھا گاؤزوری- اور گاؤزوری منحصر تھی توانائی اور فنون سپہ گری اور بہادری میں- اور یہ صفتیں اہل عرب
میں ایسی اعلیٰ درجے کی تھیں کہ کوئی قوم ان صفتوں میں اہل عرب سے لگا نہیں کھاتی تھی وجہ کیا کہ تمدن کی جڑ
ہے کاشتکاری- عرب کی زمین ہی کاشت کے قابل نہیں- اوّل تو خود زمین پتھریلی ریتلی- دوسرے پانی کی قلت
اور جو ہے کڑوا کھاری سینچنے کے کام کا نہیں- پس یہ لوگ اکثر خانہ بدوش ہوتے تھے- جہاں کہیں برسات کا
پانی مویشیوں کے چارے کا سہارا دیکھا اُتر پڑے- یہاں کی رسد ہو چکنے پر آئی دوسری جگہ جا ڈیرے ڈالے ان کی

؎ اکثر جنتی بھولے بھالے ہوں گے ۱۲

ساری دھن دولت چارپائے، اور چارپایوں میں بھی اَفَلَا یَنظُرُونَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ[۱] نہ کسی جگہ سے مانوس نہ وطن کے پابند بڑا مشغلہ شکار یا لوٹ مار تھیں جرأت اور دلیری اور جفاکشی تو ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ فارس اور روم کی دو بڑی زبردست سلطنتیں باوجودیکہ ڈانڈے سے ڈانڈا ملا تھا ان کی طرف آنکھ اُٹھاکر بھی نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ ایسی حالت میں تمام روئے زمین کا فتح کرلینا ان کے آگے کچھ بات نہ تھی۔ مگر بیچ کیا آکر پڑا تھا کہ بے دینی اور جہالت کی وجہ سے نہ کسی قاعدے کے پابند نہ بھلے بُرے کی تمیز۔ نہ ضبطِ نفس پر قادر آپس ہی میں کٹے مرتے تھے۔ اور یوں وہ سپہ گری کی خداداد قوت اندر ہی اندر فنا ہوئی رہتی تھی کیسے ہی تھے مگر تھے تو خدا کی مخلوق اور وہ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ اپنی قدرتیں دکھاتا ہی رہتا ہے وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَأَيَّ آيَاتِ اللَّهِ تُنكِرُونَ[۲] آخر اُس نے شعر

گہ آری حیلئے زنت خانہ کنی آشنائے زبیگانہ

ان ہی میں سے فخر الاولین والآخرین حضرت محمد صلوات اللہ علیہ کو اپنا پیغمبر بناکر مبعوث کیا هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ[۳] اور اُن کو سارا منصوبہ سمجھا دیا سمجھا دیا کہ ان گم شدگان بادیۂ ضلالت کو راہ پر لانے کی کیا تدبیر ہے۔ چنانچہ پیغمبر صاحب وہی خدا کی بتائی ہوئی تدبیر عمل میں لائے اور تمام بھٹکی ہوئی بھیڑوں کو اسلام کے احاطے میں لاکر جمع کردیا۔ پچھلی ساری عداوتیں بھولی بسری ہوگئیں وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ[۴]

وَإِن يُرِيدُوا أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ وَأَلَّفَ بَيْنَ

---

[۱] تو کیا لوگ اُونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے (عجیب) پیدا کیے گئے ۱۲ [۲] وہ (معطل اور بے کار نہیں ہے بلکہ) ہر روز (ایک نہ ایک) کام میں (رہتا) ہے ۱۲ اور (خدا) تم کو اپنی (قدرت کی بے شمار) نشانیاں دکھاتا ہے تو خدا کی (قدرت کی کون کون سی) نشانیوں سے انکار کروگے ۱۲ [۳] وہ خدا ہی تو ہے جس نے (عرب کے) جاہلوں میں اُن ہی میں سے (محمد کو) پیغمبر (بناکر) بھیجا کہ وہ اُن کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور اُن کو (کفر و شرک کی گندگی سے) پاک صاف کرتے اور اُن کو کتاب (الٰہی) اور عقل (کی باتیں) سکھاتے ہیں ورنہ (اس سے) پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں (مبتلا) تھے ہی ۱۲

[۴] اور سب (مل کر) مضبوطی سے اللہ (کے دین) کی رسّی کو پکڑے رہو اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کی اور تم اُس کے فضل سے بھائی (بھائی) ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے (یعنی دوزخ) کے کنارے (آ لگے) تھے پھر اُس نے تم کو اُس سے بچالیا اسی طرح اللہ اپنے احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم راہِ راست پر آجاؤ ۱۲ [۵] اور (اے پیغمبر) اگر اِن (کافروں) کا ارادہ تم سے دغا کرنے کا (بھی) ہوگا تاہم (تم کچھ پروا نہ کرو) اللہ تم کو بس کرتا ہے (اے پیغمبر) وہی (قادرِ مطلق) ہے جس نے اپنی امداد سے اور مسلمانوں سے تم کو قوت دی اور مسلمانوں کے دلوں میں باہم اُلفت پیدا کردی اگر تم روئے زمین کے سارے خزانے بھی خرچ کرڈالتے تو بھی اُن کے دلوں میں الفت پیدا کرسکتے مگر (وہ تو) اللہ (ہی تھا جس) نے اِن لوگوں میں اُلفت پیدا

قُلُوْبِہِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِہِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیْنَہُمْ اِنَّہٗ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ
منفرد قوتوں نے سمٹ کر سیلاب کی شکل اختیار کی آج جو یہ ترقیاں کا ہے بہ متفرع تھیں؟ متفرع تھیں مسلمانوں
کی قوت سپہ گری پر جیسی اور جتنی بھی اُن وقتوں میں ہونی ممکن تھی۔ یُوں سمجھو کہ سپہ گری کی قوت گویا ایک تلوار
تھی مذہبی جوش کی سان پر چڑھی ہوئی مسلمان تو ابھی اس قوت پر نازاں تھے۔ فَاَمَّا[1] عَادٌ فَاسْتَکْبَرُوْا
فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیْ خَلَقَہُمْ ھُوَ اَشَدُّ مِنْھُمْ قُوَّۃً
وَّکَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ سے بے خبر کہ عادت الٰہی تِلْکَ[2] الْاَیَّامُ نُدَاوِلُہَا بَیْنَ النَّاسِ نے اہل یورپ کو
ایک ایسی قوت کا پتہ بتا دیا جس نے تمام قوتوں کو اِنَّ[3] اَوْھَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ کر دیا۔ کچھ سمجھے کہ
وہ کونسی قوت ہے۔ وہ قوت ہے حکمت عملی کی قوت کہ لگے حرارت اور روشنی اور بجلی اور بھاپ اور آگ اور
پانی اور ہوا اور کشش اور حرکت سے کام لینے اور کام بھی ایسے سخت ایسے مشکل کہ اور کسی طرح آدمی کے بس کے
نہیں اور ابھی تک بھی نئی نئی قوتیں دریافت ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اور کون جانتے شاید آیندہ کوئی ایسی قوت دریافت
ہو جو معلوم قوتوں کو ایسا ہی بے کار کر دے جیسا حکمت عملی نے پچھلی قوتوں کو بے کار کر دیا ہے وَمَا[4] یَعْلَمُ جُنُوْدَ
رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ۔ اب پھر اصل مطلب کی طرف عود کرتے ہیں کہ ہمارا نصاب تعلیم اُن وقتوں کا وضع کیا ہوا ہے جب کہ
اسلامی سلطنت برسر عروج تھی۔ دنیاوی ترقی کے لیے جس چیز کی ضرورت تھی یعنی سپہ گری کی قوت وہ ہم کو علیٰ وجہ
الکمال حاصل تھی۔ اور سینہ بسینہ اس کی تعلیم ہو رہی تھی مسلمانوں کو جو تعلیم اُس وقت درکار تھی وہ یہ تھی کہ کہیں مسلمان
خوش حالی کے نشے میں آکر خدا کو نہ بھول جائیں کیونکہ خدا کو بھلا دیں گے تو دنیا بھی کھو بیٹھیں گے۔ اور ایسا ہی ہوا پس واضع
نصاب نے تعلیم کا مقصود اصلی قرآن کو قرار دیا اور ٹھیک قرار دیا بجا قرار دیا۔ لیکن قرآن تو عجیب قسم کی کتاب ہے
اوّل تو اُس کی زبان عربی ہے اور پھر اوّلین و آخرین کے تمام علوم اُس میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں۔ اُس کے
کما حقہ سمجھنے کے لیے بہت سے علوم جاننے کی ضرورت ہے۔ اور یہ جو نصاب تعلیم میں صرف و نحو اور لغت اور معانی و
بلاغت اور منطق وغیرہ کی کتابیں پاتے ہو وہ اِسی غرض سے داخل نصاب ہیں کہ فہم قرآن میں مدد دیں نہ یہ کہ خود
مقصود بالذات ہیں ہم نے جو نصاب تعلیم کو مقصود ٹھیرایا تھا اور اب بھی ٹھیراتے ہیں تو صرف اِس وجہ سے کہ نصاب
دنیاوی پہلو علوم مابعد سے جو اہل یورپ نے ایجاد کیے ہیں بے بہرہ ہے حالانکہ اگر فہم قرآن ہی کی نظر سے دیکھا جائے
تو اِن علوم کا جاننا تمام علوم سے زیادہ خدا کی معرفت کی طرف رہبری کرتا ہے۔ اِنَّ[5] فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

[1] سو وہ جو عاد (کے لوگ تھے) لگے ناحق (ناروا) ملک میں تکبر کرنے اور بولے کہ بل بوتے میں ہم سے بڑھ کر اور کون کیا اُن کو اتنا نہ سوجھا کہ
جس اللہ نے اُن کو پیدا کیا وہ بل بوتے میں اُن سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے غرض وہ لوگ ہماری آیتوں سے انکار ہی کرتے رہے ۱۲ [2] یہ اتفاقات وقت
ہیں جو ہمارے حکم سے نوبت بہ نوبت (سب) لوگوں کو پیش آتے رہتے ہیں ۱۲ [3] کچھ شک نہیں کہ گھروں میں بودے سا بودا مکڑی کا گھر ۱۲
[4] اور سنا پیغمبر تمہارے پروردگار (کی مخلوقات) کے لشکروں کا حال اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا ۱۲ [5] آسمانوں اور زمین کی ساوٹ اور رات اور دن
کے ردّ و بدل میں عقلمندوں (کے سمجھنے) کے لیے (قدرت خدا کی بہتیری) نشانیاں (موجود) ہیں جو کھڑے اور بیٹھے اور پڑے خدا کو یاد کرتے اور آسمانوں اور زمین کی

اختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم و یتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار۔ اور اولم ینظروا فی ملکوت السموات والارض وما خلق اللہ من شیء وان عسی ان یکون قد اقترب اجلہم فبای حدیث بعدہ یؤمنون اور اولم یتفکروا فی انفسہم ما خلق اللہ السموات والارض وما بینہما الا بالحق واجل مسمی وان کثیرا من الناس بلقاء ربہم لکافرون اور علوم جدیدہ سوائے اس کے نہیں کہ ان ہی آیتوں کی تعمیل کے نتائج ہیں۔ اب رہا طریق تعلیم نصاب کا قصور تو ظاہر ہے کہ نصاب تو قرار دیا گیا تھا اس لیے کہ فہم قرآن کا آلہ اور ذریعہ ہو لوگوں نے آلات و ذرائع کی الٹ پلٹ میں عمریں ضائع کر دیں۔ اور قرآن کو کھول کر بھی نہ دیکھا۔ ان کی مثال اُس ستارے شناس کی سی ہے کہ اس کو اجرام فلکی کے صنائع بدائع کا دیکھنا منظور تھا مگر وہ دوربین کے کل پرزوں میں ایسا محو ہوا کہ آسمان کو آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکا۔ نصاب اور طریقہ تعلیم نصاب نے جتنا کچھ بھی ہمارے علماء کو ملزم بنایا اس سے سو بنا یا اس سے زیادہ ان کو ملزم بنایا اُن نا اہل دین فروشوں نے جو مولویت کو وجہ معاش بنائے عوام کالانعام کو ٹھگتے پڑے پھرتے ہیں قطعہ

چو از قومے یکے بیدانشی کرد   نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را
نمے بینی کہ گاوے در علف زار   بیالاید ہمہ گاوانِ دہ را

اگر مولویوں کا گروہ باشکوہ اپنے اوپر سے ان الزامات کو اٹھا دے تو اُن کا ادب ہر ایک مسلمان کے فرائض میں سے ایک فرض مؤکد ہوگا۔ غرض ہم نے حقوق العلماء کا باب تو باندھا مگر بڑے ہی تامل اور مضایقے کے ساتھ اب ہم کو دونوں باتوں کی وجہ بیان کرنی چاہیے کہ تامل و مضایقہ کیوں تھا اور پھر باب باندھنے کی کیا وجہ تھی سو تامل و مضایقہ تو اس سبب سے تھا کہ ہمارے زمانے میں جو لوگ عند الناس عالم سمجھے جاتے ہیں اور وہ خود بھی ہضما للنفس اپنے تئیں فنا ہوئے ہیں خادم العلماء لکھتے ہیں ہم اُن کو پورا عالم نہیں سمجھتے۔ وہ عالم ہیں مگر پورے نہیں ادھورے اس لیے کہ انھوں نے علم کو نصاب مروجہ میں محدود کر رکھا ہے اور نصاب مروجہ کو دیکھتے ہیں تو وہ اسلامی سلطنت کے زمانے میں ضرور بکار آمد رہا ہوگا۔ اس کا مقصود اصلی قرآن ہے۔ تفسیر ہے۔ حدیث ہے۔ فقہ ہے۔ ان چاروں میں بھی اصل الاصول قرآن ہے۔ اور تفسیر اور حدیث اور فقہ اسی کی توضیح ہے یا احکام قرآنی کی تعمیل کے قواعد ضوابط ہیں اور کچھ باتیں ایسی بھی ہیں جو احکام قرآنی پر متفرع ہیں۔ غرض اصل الاصول قرآن ہے۔ اور تمام علوم نصاب اس کے خادم۔ پھر قرآن علوم دنیا میں سے کسی خاص علم مثلاً جغرافیہ۔ تاریخ۔ منطق۔ ریاضی۔ فلسفہ۔ ہیاۃ۔ طب

سلہ کیا ان لوگوں نے آسمانوں اور زمین کے انتظام اور جو اکی پیدا کی ہوئی کسی چیز پر بھی نظر نہیں کی اور نہ اس بات پر کہ عجب نہیں ان کی موت قریب آ لگی ہو تو اب اتنا سمجھانے پیچھے اور کون سی بات ہے جس کو سن کر ایمان لے آئیں گے ۱۲ ع ۵ کیا ان لوگوں نے اپنے دل میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور اُن چیزوں کو جو ان دونوں کے درمیان میں ہیں کسی مصلحت ہی سے اور (ایک) وقت مقرر کے لیے پیدا کیا ہے اور بہتیرے آدمی (تو قیامت کے دن) اپنے پروردگار سے ملنے کو (سرے سے) مانتے ہی نہیں ۱۲ منہ

یا کسی خاص فن مثلاً جرِ ثقیل - جہاز رانی - فلاحت کی کتاب نہیں ہے - خدا نے قرآن کو صرف اِس غرض سے نازل فرمایا ہے کہ اس کے ذریعے سے بندوں کے خیالات - معتقدات - اعمال کی اصلاح ہو - علوم دنیا کو خدا نے بندوں پر چھوڑ دیا ہے کہ زندگی کو آسودہ اور مطمئن بنانے کے لیے خود معلومات بہم پونہچائیں - مگر ہاں خدا جا بجا قرآن میں پہاڑ - دریا - نباتات - حیوانات - فلکیات یعنی مخلوقات کا تذکرہ فرماتا ہے وہ بھی اس غرض سے کہ آدمی مخلوقات سے خالق کو پہچانے اور خدا کے ساتھ اپنا تعلق ٹھیک طور پر رکھے - آدمی خداداد عقل کے زور سے کائنات کے حالات کی تفتیش میں لگا رہتا اور کسی نہ کسی تدبیر سے ان کو اپنے بس میں کرتا - اِن سے خدمت لیتا - پس درختوں کا پتا پتا بیابانوں کا ذرہ ذرہ - یعنی بڑی چھوٹی ہر ایک مخلوق ایک علم کا موضوع لہٖ ہے اور چونکہ مخلوقات بے حصر و بے انتہا ہیں دریائے علم کی بھی آج تک کسی نے تھاہ نہیں پائی اور جتنے علوم بھی فی زماننا مروج ہیں ان کو دفترِ علم کا ایک شوشہ سمجھو آئے دن یورپ امریکا جاپان میں نئے نئے علوم ایجاد ہوتے رہتے ہیں اور ان ہی علوم پر اُن لوگوں کی ہر طرح کی ترقی متفرع ہے - ان کے علوم کے ساتھ ہم اپنے علوم کا مقابلہ کرتے ہیں تو اپنے علوم کو بدتر از جہل پاتے ہیں - اول تو ہمارے یہاں یورپ کے علوم جدیدہ کا نام نہیں اور جو کچھ ہے بھی تو معدودے چند پرانی دقیانوسی ابتدائی باتیں ہیں جن کی سکولوں کے لڑکے ہنسی اُڑاتے ہیں - پس ہمارے علماء ان علوم سے بے بہرہ ہیں بدو وجہ - اول اور بڑی وجہ تو وہی تفرقہ ہے جو اُنھوں نے دین اور دُنیا میں لگا رکھا ہے - کہ سرے سے طلبِ دنیا ہی کو مرادفِ کفر سمجھتے ہیں - دوسری وجہ کریلا اور نیم چڑھا تعصب کہ یہ علوم انگریزی الاصل ہیں - اس سے بڑھ کر اور حمق کیا ہوگا - کہ مثلاً ریل سے فائدہ اُٹھائیں اور اُس علم سے نفرت کریں جس کی بدولت ریل ایجاد ہوئی ان کی وہی مثل ہے کہ گڑ کھائیں گلگلوں سے پرہیز - دینیات کا اصل الاصول تو تھا قرآن مگر اب دینیات کا سارا نچوڑ فقہ ہے - جس کو انقلابِ زمانہ کی وجہ سے جھولا مار گیا ہے - بات یہ ہے کہ دینیات میں تین قسم کی باتیں ہیں معتقدات - عبادات - معاملات - معتقدات اور عبادات سے تو حکامِ وقت کسی طرح کا تعرض نہیں کرتے - موسیٰ بدینِ خود عیسےٰ بدینِ خود - ان کا درس "چشم ما روشن دلِ ما شاد" - رہے معاملات اُن میں فصلِ خصومات لازمۂ حکومت ہے جیسے سکہ - وہ انقلابِ سلطنت کی وجہ سے منتقل ہو گئے - انگریزوں کی طرف اور مولوی ہیں کہ وہی تقویمِ پارینہ فقہی کتابیں لیے بیٹھے ہیں - اور بڑی سرگرمی سے ان کا درس دے رہے ہیں پس ہم اپنے وقت کے مولویوں کو خواندہ - پڑھا لکھا - اسلامی معتقدات اور عبادات سے واقف تو مانتے ہیں عالم نہیں مانتے اور یہ بات ہم نے اس آیت سے مستنبط کی - جس کے آخر کا ٹکڑا ہم نے عنوان "حقوق العلماء" کے ذیل میں پہلے لکھا ہے پوری آیت اور اُس کا ترجمہ یوں ہے - اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ؕ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ۝ (اے مخاطب) کیا تو نے اِس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ ہی نے آسمان سے پانی اُتارا پھر اُس (پانی) کے ذریعے

سے ہم نے مختلف رنگتوں کے پھل نکالے اور (اسی طرح) پہاڑوں میں مختلف رنگتوں کے کچھ طبقے ہیں (بعض) سفید اور (بعض) لال اور (بعض) کالے سیاہ اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چارپایوں کی رنگتیں بھی کئی کئی طرح کی ہیں۔ خدا سے تو اُس کے وُہی بندے ڈرتے ہیں جو (خدا کے آثارِ قدرت کا) علم رکھتے ہیں بے شک اللہ زبردست (اور) بخشنے والا ہے۔ اِس آیت کا سیاق کہہ رہا ہے کہ عند اللہ علماء وہی لوگ ہیں جو آثارِ قدرت کا علم رکھتے ہوں جیسا کہ ہم نے ترجمۂ آیت میں کھول دیا ہے۔ ورنہ مینھ کے برسنے اور مختلف رنگتوں کے پھلوں کے نکلنے اور طبقات الجبال اور آدمیوں اور جانوروں اور چارپایوں کے مختلف الالوان ہونے سے اور علماء سے کیا مناسبت۔ اب مولوی صاحبان ہم کو بتائیں کہ اُن کے نصاب میں جس کے برتے پر وہ عالم بنتے ہیں کس علم میں اِن آثارِ قدرت کا مذکور ہے۔ علماء کا ادب متفرع ہے خشیتہ اللہ پر اور خشیتہ اللہ متفرع ہے خدا کی معرفت پر۔ اور خدا کی معرفت متفرع ہے آثارِ قدرت کے علم پر۔ آثارِ قدرت کا علم نہیں تو کما حقہا خدا کی معرفت نہیں۔ اور خدا کی معرفت نہیں تو خشیتہ اللہ نہیں۔ اور خشیتہ اللہ نہیں تو وہ عالم نہیں اور عالم نہیں تو اُس کا کوئی حق نہیں۔ ایک کڑی کے نکال لینے سے سارا سلسلہ ازہم گسستہ ہوگیا۔ یہ وجہ تھی کہ ہم نے حقوق العلماء کا باب باندھنے میں تامل کیا۔ پھر باندھا کیوں باندھا اس لیے کہ ان میں خدا کے بندے نیک اور حقانی بھی ہیں وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ اگر وہ علوم دنیا کی طرف سے بے پروا ہیں تو صرف اِس وجہ سے کہ اُنھوں نے اِن علوم کی قدر نہیں جانی۔ ان کی ضرورت کو نہیں سمجھا اور اپنی ہمت کو صرف دینیات میں محصور اور مقصور کر لیا۔ خدانخواستہ اگر یہ لوگ بھی نہ ہوں تو قال اللہ اور قال الرسول کی آواز جیسی بھی مدھم ہے کہیں سُنائی نہ پڑے پس ان لوگوں کا ادب اِن کا حق ہے۔

مالی خدمت

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ امْرَاَةً جَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جِئْتُ لِاَهَبَ نَفْسِيْ لَكَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَعَّدَ النَّظَرَ اِلَيْهَا وَصَوَّبَهُ ثُمَّ طَاْطَاَ رَاْسَهُ فَلَمَّا رَاَتِ الْمَرْاَةُ اَنَّهُ

سہل بن سعد سے روایت ہے کہ ایک عورت جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگی یا رسول اللہ میں آپ کے پاس اِس لیے آئی ہوں کہ اپنے نفس کو آپ کے لیے ہبہ کر دوں۔ پیغمبر صاحب نے اُس کی طرف کو اُوپر تلے نظر کرکے دیکھا اور سر جھکا لیا۔ عورت نے جب دیکھا کہ پیغمبر صاحب نے اُس کے بارے میں

لَمْ يَقْضِ فِيهَا شَيْئًا جَلَسَتْ فَقَامَ رَجُلٌ
مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ أَيْ رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ
لَمْ يَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيهَا قَالَ
هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ
مَا وَجَدْتُ شَيْئًا فَقَالَ انْظُرْ وَلَوْ خَاتَمًا
مِنْ حَدِيدٍ فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ
لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ
وَلٰكِنْ هٰذَا إِزَارِي قَالَ سَهْلٌ مَا لَهُ رِدَاءٌ
فَلَهَا نِصْفُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَصْنَعُ بِإِزَارِكَ إِنْ لَبِسْتَهُ
لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ وَإِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ
عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتّٰى طَالَ
مَجْلِسُهُ ثُمَّ قَامَ فَرَآهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَلِّيًا فَأَمَرَ بِهِ فَدُعِيَ فَلَمَّا جَاءَ
قَالَ مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ مَعِي سُورَةُ كَذَا
وَسُورَةُ كَذَا عَدَّدَهَا فَقَالَ هَلْ تَقْرَؤُهُنَّ
عَنْ ظَهْرِ قَلْبٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَلَّكْتُكَهَا
بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ۔ (نسائی)

کوئی حکم نہیں فرمایا تو وہ بیٹھ گئی۔ پیغمبر صاحب
کے اصحاب میں سے ایک شخص کھڑا ہوا
اور عرض کیا یا رسول اللہ اگر اس عورت
کی آپ کو حاجت نہیں ہے تو میرے ساتھ
نکاح کر دیجئے۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا
کیا تیرے پاس کوئی ایسی چیز ہے جسے
تو اس کے مہر میں دے سکے عرض کیا
نہیں بخدا میں تو کوئی بھی ایسی چیز پاتا
نہیں پیغمبر صاحب نے فرمایا جاؤ
دیکھو اگرچہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہی ہو
وہ شخص چلا گیا اور پھر آ کر عرض کرنے
لگا یا رسول اللہ بخدا میں کچھ نہیں پاتا
لوہے کی ایک انگوٹھی بھی نہیں ہاں یہ
یہ میرا ایک تہمد ہے (سہل کا قول ہے کہ
اُس شخص کے پاس چادر نہ تھی) میں اس عورت کو
اس میں کا آدھا دے دیتا ہوں پیغمبر صاحب
نے فرمایا تیرا تہمد کیا کافی ہو سکتا ہے اگر تو اس کو
اوڑھے گا تو عورت کے پاس کچھ نہیں رہے گا
اور اگر عورت اوڑھے گی تو تجھ پر کچھ نہیں رہے گا
یہ سن کر وہ شخص بیٹھ گیا اور جب بیٹھے بیٹھے
دیر ہو گئی تو کھڑا ہو گیا۔ پیغمبر صاحب نے اُسے
پیٹھ موڑ کر جاتے ہوئے دیکھا تو اُس کے
بلائے جانے کا حکم فرمایا اور جب آیا تو پیغمبر
صاحب نے فرمایا تیرے پاس کچھ قرآن بھی ہے
عرض کیا مجھے فلاں فلاں سورۃ یاد ہے

ف: قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا ہے ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین مسلماً محرمات ابدیہ کے علاوہ سب عورتیں تمہارے
لیے حلال ہیں بشرطیکہ شہوت رانی کے لیے نہیں بلکہ قید نکاح میں لانے کی غرض سے مال یعنی مہر کے بدلے نکاح کرنا چاہو سو اس سے صاف

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ - (بخاری)	ابن عباس نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا لوگو! جن چیزوں پر تم اُجرت لیتے ہو سب میں زیادہ اُجرت کا استحقاق کتاب اللہ رکھتی ہے
قَالَ الْحَكَمُ لَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا كَرِهَ اَجْرَ الْمُعَلِّمِ وَاُعْطِيَ الْحَسَنُ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ (بخاری)	حکم (تابعی) کا قول ہے کہ میں نے کسی کو نہیں سُنا کہ وہ مُعلّم کی اُجرت کو مکروہ کہتا ہو۔ حسن بصری کو تعلیم کی اُجرت دس درہم دیے گئے تھے (اگر ناجائز ہوتی تو کیوں لیتے)

من المترجم اِن دو حدیثوں سے مکاتب قرآن کے میانجیوں کی اُجرت کا حلال طیّب ہونا صاف طور پر ثابت ہے اس موقع پر ہم کو ایک بات اور بھی کہنی ہے کہ ہمارے وقتوں کے مولویوں کی معاش پر بعض لوگ اعتراض کر بیٹھتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ مولویوں کے کام دو طرح کے ہیں درس اور وعظ مولوی لوگ درس کا پیشہ کرتے ہوں یا وعظ کا اُجرت کا قرارداد تو کہیں بھی نہیں ہوتا۔ مولوی مدرّس ہیں تو طالب العلم نہیں بلکہ دوسرے لوگ جو کار نیک میں مولویوں کی مشغولی دیکھتے ہیں اپنے طور پر تبرّعاً کچھ ان کی خدمت کر دیتے ہیں۔ واعظ ہیں تو مستمعین یا جس نے وعظ کہلایا ہے۔ ہم تو ان دونوں صورتوں میں ناجوازی کی کوئی وجہ پاتے نہیں۔ اول تو یہ معاوضہ اجرت کی قسم کا نہیں اور ہو بھی تو دُنیا کے ادنے ادنے کاموں کا معاوضہ دینا پڑتا ہے۔ دینی کام ایسا گیا گزرا ہو گیا کہ اس کو معاوضے کا استحقاق نہ ہو۔ بات یہ ہے کہ معترض مولویوں کو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر قیاس کر کے کہتے ہیں کہ احکامِ الٰہی کی تبلیغ اِن کا فرضِ خدمت ہے تو معاوضہ کیسا؟ ہم کہتے ہیں کہ اول تو قیاس قیاس مع الفارق ہے دوسرے مانا کہ تبلیغ احکامِ الٰہی مولویوں کا فرض ہو تو فرض کفایہ ہوگا۔ جیسا کہ آیہ ولتکن منکم امّۃ سے سمجھا جاتا ہے علاوہ بریں مُدرّس یا واعظ درس اور وعظ کے معاوضے کا مستحق نہیں تو وقت جو وہ درس یا وعظ میں صرف کرتا ہے اُسکے معاوضے کا تو مستحق ہے باایں ہمہ جس کو خدا توفیق دے اور وہ درس یا وعظ کی خدمت احتساباً بجالائے فاجرہ علے اللہ۔

رعایتِ ادب

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ○ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا	اور (اے پیغمبر اُس واقعے کو یاد کرو کہ) جب موسیٰ خضر کی ملاقات کے ارادے سے چلے تو انھوں نے اپنے خادم (یوشع) سے کہا کہ جب تک میں دونوں دریاؤں کے ملنے کے مقام پر نہ پہنچ لوں (اپنے ارادے سے) باز نہیں

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا
فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ۝ فَلَمَّا جَاوَزَا
قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ
سَفَرِنَا هَٰذَا نَصَبًا ۝ قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى
الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا أَنْسَانِيهُ
إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ
فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ۝ قَالَ ذَٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۚ
فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا ۝ فَوَجَدَا
عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ
عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا ۝
قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ
أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝

پھر جب یہ دونوں اُن دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچے اپنی ناشتے کی تلی ہوئی (مچھلی وہیں) بھول اُٹھے تو مچھلی نے دریا میں سرنگ کی طرح کا اپنا رستہ بنا لیا پھر جب آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا کہ (لاؤ جی) ہمارا ناشتہ تو ہم کو دو ہمارے (آج کے) اس سفر سے تو ہم کو بڑی تکان ہوئی ف۱ (خادم نے کہا آپ نے یہ بھی دیکھا؟ جب ہم (دریا کنارے) اُس پتھر کے پاس ٹھہرے تو وہیں (اُسی جگہ) مچھلی بھول اُٹھا اور شیطان ہی نے مجھکو بھلا دیا کہ میں (آپ سے) اُس کا تذکرہ کرتا اور مچھلی نے عجب طور پر دریا میں (جانے کا) اپنا رستہ کر لیا (موسیٰ نے) کہا کہ وُہی (تو وہ جگہ) ہے جس کی ہم جستجو میں تھے پھر دونوں اپنے (پیروں کے) نشانوں کے کھوج لگاتے لگاتے اُلٹے پاؤں پھرے تو (دونوں دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچ کر) انھوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے (یعنی خضر) کو پایا جس کو ہم نے اپنی (خاص) مہربانی میں سے (ایک حصہ) دیا اور اپنی طرف سے اُس کو ایک (خاص) علم سکھایا تھا موسیٰ نے خضر سے کہا کہ آپ اجازت دیں تو میں آپ کے ساتھ رہوں بشرطیکہ جو علم لدنی من جانب اللہ آپ کو سکھایا گیا ہے اُس میں سے کچھ آپ مجھکو بھی سکھا دیں ف۲

ف۱ حدیث میں یُوں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ وعظ فرما رہے تھے سننے والوں میں سے کوئی پُوچھ بیٹھا کہ کوئی آپ سے زیادہ بھی علم رکھتا ہے حضرت موسیٰ نے فرمایا میں نہیں جانتا جس کا مطلب تھا کہ وہی سب سے بڑے عالم ہیں موسیٰ بے شک بڑے اولوالعزم پیغمبروں میں سے تھے لیکن شان بندگی چاہتی تھی کہ وہ کسی حال میں تواضع اور کسر نفس سے غافل ہوں پیغمبروں سے ایسی چھوٹی چھوٹی فروگذاشتوں پر بھی خدا کے ہاں سے مواخذہ ہوتا ہے کیونکہ وہ خدا کے مقبول بندے ہوتے ہیں اور جیسے وہ مقبول ہوتے ہیں چاہیے کہ اُن کے اخلاق بھی اعلیٰ درجے کے ہوں موسیٰؑ سے ایک انانیت کی بات سرزد ہو گئی تو خدا نے اُن کو اُن کی غلطی پر مطلع کرنا منظور کیا کہ اُن کو خضر کے پاس جانے کا حکم دیا خدا نے وحی کے ذریعے سے موسیٰؑ کو پتہ بتا دیا تھا کہ خضر سے اس جگہ ملاقات ہوگی جہاں دو دریا ملے ہیں یہ دو دریا شاید سمندر کی دو شاخیں ہیں ان کے ملنے کی جگہ سے موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر دریا پار ہی ہوئے تھے موسیٰ کو ایک پتہ یہ بھی دیا گیا تھا کہ خدا سے ادھر سے جس جگہ ملاقات ہوگی وہاں تمہارے ناشتے کی تلی ہوئی مچھلی خدا کی قدرت سے زندہ ہو کر دریا میں چلی جائے گی باقی قصہ قرآن میں مذکور ہے۔

(فوائد متعلقہ صفحہ ہٰذا)

ف۱ کہتے ہیں کہ موسیٰ اپنے اس سفر میں کسی دن بہت نہ تھکے تھے مگر جب اُس کا سفر ختم ہونے کو آیا تو اُن کو تکان معلوم ہوئی ۱۲ ف۲ بر صفحہ آئندہ

قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝
وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ
خُبْرًا ۝ قَالَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ
اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ۝
قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ
شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝
فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ
خَرَقَهَا ط قَالَ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ
أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ۝
قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ
صَبْرًا ۝ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا
نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي
عُسْرًا ۝ فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا لَقِيَا
غُلَامًا فَقَتَلَهُ قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا
زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ ط لَقَدْ جِئْتَ
شَيْئًا نُكْرًا ۝ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ

(خضر نے) کہا تم سے میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں ہوسکے گا
اور جو چیز تمہاری آگہی کے احاطے سے باہر ہے اُس پر
تم کیسے صبر کرسکتے ہو (موسیٰ نے) کہا کہ اِن شاء اللہ آپ
مجکو صابط (آدمی) ف پائیں گے اور میں آپ کے کسی حکم
کے خلاف نہ کروں گا (خضر نے) کہا اگر تم کو میرے ساتھ
رہنا ہی (منظور) ہے تو جب تک میں (از خود) تم سے
کسی بات کا تذکرہ نہ کروں تم مجھ سے اُس کی بابت
کچھ پوچھنا ہی نہیں - پھر (موسے اور خضر) دونوں
(آگے) چلے یہاں تک کہ (راہ میں ایک دریا پڑا) جب
دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو خضر نے (ایک تختہ
توڑ کر) کشتی کو پھاڑ دیا (موسیٰ نے) کہا کیا آپ نے
کشتی کو اس غرض سے پھاڑا ہے کہ کشتی کے
لوگوں کو (دریا میں) ڈبو دو (یہ تو) آپ نے بڑی ہی
(خطرناک) بات کی (خضر نے) کہا کیا میں نے نہیں کہا
تھا کہ تم سے میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں ہوسکے گا -
(موسیٰ نے) کہا کہ آپ مجھ سے میری بھول چوک پر گرفت
نہ کیجئے اور میرے (اس) معاملے میں میرے ساتھ (اتنی)
سخت گیری (بھی) نہ کیجئے (بات رفت و گزشت ہوئی)
پھر دونوں (اور) آگے بڑھے یہاں تک کہ (رستے
میں) ایک لڑکے سے ملے تو (خضر نے) اُس کو (پکڑ کر)
مار ڈالا (موسیٰ نے) کہا کہ کیا آپ نے ایک معصوم شخص کو مار ڈالا
(اور وہ بھی) کسی کے (خون کے) بدلے میں نہیں (یہ تو) آپ نے بڑی
ہی بے جا حرکت کی (خضر نے) کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ

(متعلقہ صفحہ ۱۰۹) ف۲ قرآن میں لفظ رشد ہے جس کا ترجمہ ہم نے علم لدنی کیا ہے اور اس کے اصلی معنے ہیں بات کی اصلیت کو معلوم کر لینا جس کو معاملہ فہمی اور عقل سلیم اور رائے صائب سے بھی تعبیر کرسکتے ہیں مگر یہاں مراد وہی علم لدنی یعنی باطنی علم ہے جو خدا نے اُن کو سکھایا تھا ۱۲ (فائدہ متعلقہ صفحہ ہذا)

ف صابط کے یہ معنی ہیں کہ میں اپنے نفس پر صابط رہوں ایک بات کے پوچھنے کو جی چاہے اور نہ پوچھوں ۱۲ *

لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ○ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ○ فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ اِسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ○ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ○ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ○ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَاۤ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ○ فَاَرَدْنَاۤ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ○ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ

میرے ساتھ تم سے ہرگز صبر نہیں ہوسکے گا (موسیٰ نے) کہا کہ اِس کے بعد اگر میں آپ سے کچھ بھی پوچھوں تو آپ مجکو اپنے ساتھ نہ رکھیے گا کہ آپ میری طرف سے (حدِ) عذر کو پہنچ چکے ف۱ یہ ہو ہوا کر (اور) آگے بڑھے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے تو وہاں کے لوگوں سے کھانے کو مانگا اور اُنھوں نے اُن کو ضیافت کا دینا منظور نہ کیا۔ اتنے میں اُنھوں نے گاؤں میں ایک دیوار دیکھی جو گرا ہی چاہتی تھی تو (حضر نے) اُس کو (پھر از سر نو) کھڑا کر دیا (اِس پر موسیٰ نے) کہا اگر آپ چاہتے تو (اِن لوگوں سے) دیوار کے کھڑا کر دینے کی مزدوری لیتے (خضر نے) کہا بس اَب مجھ میں اور تم میں چھُٹم چھُٹا جن (باتوں) پر تم سے صبر نہ ہوسکا میں ابھی تم کو اُن کی اصل حقیقت بتائے دیتا ہوں کہ کشتی تو (ملاحی پیشہ) غریبوں کی تھی وہ (اُس کو) دریا میں (مزدوری پر) چلاتے تھے تو میں نے چاہا کہ اُس کو عیب دار کردوں کیونکہ اُن کے سامنے کی طرف (دریا پار) ایک بادشاہ تھا (ظالم) جو ہر ایک (بکار آمد) کشتی کو زبردستی ضبط کر لیا کرتا تھا اور (وہ) جو لڑکا تھا تو اُس کے ماں باپ دونوں ایمان والے (لوگ) تھے تو ہم کو یہ اندیشہ ہوا کہ (ایسا نہ ہو بڑا ہو کر) سرکشی اور کفر سے اُن کو ایذا دے لہٰذا ہم نے یہ ارادہ کیا ف۲ کہ (اُس کو مار دیں اور) اُن کا پروردگار اِس کے بدلے میں اُن کو (ایسا فرزند) عطا فرمائے (جو) پاک نفسی اور پاس قرابت میں اُس سے بہتر (ہو) اور رہی دیوار سو شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور

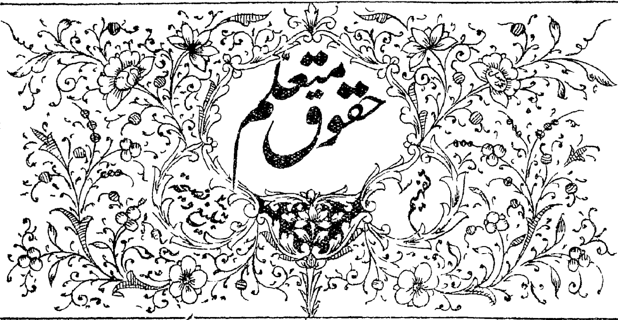
ف۱ مطلب یہ ہے کہ جب تیسری بار مجھ سے ایسا قصور ہو تو آپ کو میرے جُدا کرنے کا اختیار ہے اور آپ معذور ہیں آپ سے کچھ شکایت نہیں ۱۲ ف۲ جب حضرت خضر نے اپنے ارادے کو بالکل خدا کے ارادے کا مطیع کر رکھا تھا تو اُن کا یہ کہنا کہ ہم نے چاہا گویا یہی کہنا تھا کہ خدا نے [illegible]

تَحْتَهُ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا ۚ فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي ۚ ذَٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِع عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝
(الکہف ع ۱۰ پارہ ۱۶)

دیوار کے نیچے اُن ہی (لڑکوں) کا خزانہ (گڑا ہوا) تھا اور ان (لڑکوں) کا باپ (ایک) نیک (آدمی) تھا پس تمہارے پروردگار نے چاہا کہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پہونچیں اور (دیوار کے نیچے سے) اپنا خزانہ نکال لیں (اور) اُن کے حال پر تمہارے پروردگار کی یہ ایک مہربانی تھی اور (ان واقعات میں) میں نے جو کچھ کیا اپنے اختیار سے نہیں کیا (بلکہ خدا کے حکم سے) یہ ہے اصل حقیقت اُن (واقعات) کی جن پر تم سے صبر نہ ہو سکا

من المترجم

قصے سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ متعلّم اور شاگرد تھے اور حضر علیہ السلام مُعلّم اور اُستاد کیونکہ حضرت موسیٰ صرف علم ہی حاصل کرنے کی غرض سے حضرت خضر تک پہونچے اور پہونچنے کے ساتھ فرمایا هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا "کیا آپ اجازت دیں تو میں آپ کے ساتھ رہوں بشرطیکہ جو علم لدنی من جانب اللہ آپ کو سکھایا گیا ہے اُس میں سے کچھ آپ مجکو بھی سکھا دیں" حضرت خضر نے اُن سے معاہدہ لیا اور کچھ عرصے تک حضرت موسےٰ خضر کے ساتھ رہے اور یہی معنے ہیں حضرت موسےٰ کے متعلّم اور خضر کے معلّم ہونے کے۔ اصل میں یہ قصہ ذو جہتین ہے یعنی مُعلّم اور متعلّم دونوں کے حقوق اِس سے مستنبط ہوتے ہیں متعلّم کے اِس طرح کہ حضرۃ موسیٰ نے جو حقیقۃً میں متعلّم تھے حضرۃ خضر کا ادب ملحوظ رکھا اور معلّم کے اِس طرح کہ حضرۃ خضر نے جو معلّم تھے حضرۃ موسیٰ کے تمام شکوک رفع کردیئے ۔



يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝

(المزمل ع ۱ پارہ ۲۹)

ای (پیغمبر تم) جو (وحی کی ہیبت سے) چادر لپیٹے پڑے ہو ف۱ رات (کے وقت نماز) میں کھڑے رہا کرو (مگر) بھی ساری رات نہیں بلکہ ساری رات سے کم یعنی آدھی رات یا اُس میں سے (بھی) تھوڑا سا کم کرلیا کرو یا آدھی سے (کچھ) بڑھا دیا کرو اور قرآن کو خوب ٹھیر ٹھیر کر پڑھا کرو۔

ع۵ یہ آیت اصل میں تو تلاوتِ قرآن کے آداب میں ہے مگر چونکہ پیغمبر صاحب کو دو صورت سے قرآن پڑھنا ہوتا تھا۔ ایک نماز میں دوسرے وعظ میں اور دونوں حالتوں میں یہی حکم تھا کہ ترتیل سے پڑھو تاکہ سُننے والے اچھی طرح سمجھ لیں تو اس معنے کر ترتیل قرآن سُننے والوں کا حق ہے اور اسی لیے ہم نے اِس آیت کو عنوان مذکور کے نیچے رکھا ہے پھر آیۂ مذکورہ کے مخاطب ہیں پیغمبر صاحب اور پیغمبر صاحب تو حضرت میں ہیں نہیں ہاں علماء اور وُعاظ اور قُرّا جو لوگوں کی امامت کرتے اور وعظ فرماتے ہیں پیغمبر صاحب کے قائم مقام ہیں اور اب اُن ہی کو ترتیل کرنے کا حکم ہے اور جب یہ ہے تو ترتیل قرأت فرض ہے علماء اور قرّاء کا اور حق ہے مستمعین اور متعلمین کا یہاں سے ایک رات میں قرآن پڑھنے کی جسے لوگ شبینہ کہتے ہیں اور جو اکثر رمضان کی ستائیسویں شب کو بخیال شبینہ پڑھا جاتا ہے کراہت ثابت ہوتی ہے کیونکہ آیت میں ترتیل کا حکم ہے اور ممکن نہیں کہ ایک رات میں سارا قرآن ترتیل کے ساتھ پڑھا جائے خاص کر تراویح میں اور تراویح بھی وہ جس میں رکوع و سجود اور قیام و قومہ اعتدال کے ساتھ ہو ۱۲ +

ف۱ نزولِ وحی پیغمبر صاحب پر سخت گراں گذرتا تھا تفصیلی کیفیت تو معلوم نہیں مگر کڑاکے جاڑے میں پسینے پسینے ہو ہو جاتے تھے رنگت فق ہو جاتی تھی اور جسم بھاری پڑ جاتا تھا یہاں تک کہ کبھی آپ اُونٹنی پر سوار ہوتے تھے تو نزولِ وحی کے وقت اُونٹنی مارے بوجھ کے بیٹھ جاتی تھی اور شروع شروع میں تو پیغمبر صاحب کو بہت ڈر لگتا تھا چنانچہ یہ سُورت اور اس سے اگلی دونوں وحی ابتدائی ہیں کہ پیغمبر صاحب مارے خوف کے کپڑا اوڑھ کر لیٹ گئے تھے اسی وجہ سے ایک جگہ مُزمّل فرمایا اور دوسری جگہ مدثر اور معنے دونوں کے ایک ہی ہیں ۱۲

عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ اَعَادَهَا ثَلٰثًا حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ وَاِذَا اَتٰى عَلٰى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلٰثًا - (بخاری)	حضرت انس کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات کہتے تو اُسے تین دفعہ دوہراتے تاکہ وہ بات آپ سے اچھی طرح سمجھی اور سُنی جائے اور جب کسی جماعت پر آکر سلام کرتے تو تین دفعہ سلام کیا کرتے

تبلیغ و نصیحت

يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (المائدہ ع ۱۰ پارہ ۶)	اے پیغمبر جو احکام تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوئے ہیں (بلا کم و کاست لوگوں کو) پونہچا دو اور اگر تم نے (ایسا) نہ کیا تو سمجھا جائے گا کہ تم نے خدا کا (کوئی) پیغام (بھی لوگوں کو) نہیں پونہچایا اور اللہ تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا کیونکہ اللہ اُن لوگوں کو جو کفر کرتے ہیں (ایسا) رستہ (ہی) نہیں دکھائے گا کہ تم پر دست درازی کرسکیں)
اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (الاعراف ع ۸ پارہ ۸)	(نوح نے اپنی قوم سے یہ بھی کہا کہ) میں تم کو اپنے پروردگار کے احکام پونہچاتا ہوں اور تمہارے حق میں خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ کے بتانے سے ایسی (ایسی) باتیں جانتا ہوں جن کو تم نہیں جانتے
اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ۝ (الاعراف ع پارہ ۸)	(ہود نے اپنی قوم کی طرف روئے سخن کر کے یہ بھی کہا کہ) میں تم کو اپنے پروردگار کے احکام پونہچاتا ہوں اور میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔

علہ تبلیغ رسالت کے تین پہلو ہیں اس تعلق سے کہ خدا نے پیغمبر صاحب کو اس کا حکم کیا ہے حق اللہ ہے اور پیغمبر صاحب کا فرض اور چونکہ خدا نے پیغمبر صاحب کو حکم دیا ہے کہ وہی احکام اُمّت کو پہنچا دیں اس تعلق سے حق ہے اُمت کا اور اسی تعلق کا لحاظ کر کے ہم نے یہ اور اس کے متعلق دونوں آیتیں حقوق متعلم کے عنوان میں لی ہیں ۱۲+

عربی	اردو
عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً۔ (بخاری)	عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری طرف سے (اُمت کو دین و شریعت) پہنچا دو اگرچہ ایک ہی آیۃ ہو
عَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ وَّالْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ بِحَدِیْثٍ یَّرٰی اَنَّہٗ کَذِبٌ فَھُوَ اَحَدُ الْکَاذِبِیْنَ (مسلم)	سمرہ بن جندب اور مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی حدیث نقل کرے (اور) وہ جانتا ہو کہ یہ حدیث جھوٹی ہے تو وہ جھوٹوں میں کا ایک جھوٹا ہے



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (النساء ع ۸ پارہ ۵)

مسلمانو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں (اُن کا بھی) پھر اگر کسی امر میں تم (اور حاکم وقت) آپس میں جھگڑ پڑو تو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لانے کی شرط یہ ہے کہ اس امر میں اللہ اور رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو (کہ) یہ (تمھارے حق میں) بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی (یہی طریقہ) بہت اچھا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَمَنْ يُطِعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي وَإِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ فَإِنْ أَمَرَ

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے خدا کی نافرمانی کی اور جو شخص حاکم وقت کی اطاعت کرتا ہے وہ میری ہی اطاعت کرتا ہے اور جو حاکم وقت کی نافرمانی کرتا ہے وہ میری نافرمانی کرتا ہے حاکم ڈھال کی جگہ ہو کہ اُس کی آڑ میں جنگ کی جائی اور اُس کی وجہ سے آفت سے بچاؤ ہوتا ہے (یعنی جس طرح ڈھال لڑائی میں تیر و شمشیر سے موجب حفاظت ہوتی ہے اسی طرح امام اور حاکم کا وجود باعثِ امن و امان ہوتا ہے) تو اگر امام

بِتَقْوَى اللهِ وَعَدَلَ فَإِنَّ لَهُ بِذٰلِكَ أَجْرًا وَإِنْ قَالَ بِغَيْرِهِ فَإِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ وِزْرًا۔ (صحیحین)	خدا سے ڈرے اور انصاف کرنے کا حکم کرے گا تو اُسے اِس کا اجر ملے گا اور اگر اِس کے برخلاف حکم کرے گا تو اس کا بوجھ بھار اُسی پر پڑے گا۔
عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَإِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ۔ (بخاری)	حضرت انس سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو! حاکم وقت کا) کہا سنو اور فرماں برداری کرو اگرچہ تم پر حبشی غلام ہی حاکم کیوں نہ مقرر کیا جائے گویا کہ اُس کا سر دانۂ منقے (یعنی نہایت حقیر اور چھوٹا ہے سر کا چھوٹا ہونا دلیل کم عقلی کی ہے)
عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ۔ (صحیحین)	حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مُسلمان آدمی کو حاکم وقت کی بات سُننی اور اُس کا کہا ماننا بہرحال واجب ہے پسندیدہ بات ہو تو اور ناپسند ہو تو جب تک خدا کی نافرمانی کا حکم نہ کیا جائے ہاں جب خدا کی نافرمانی کا حکم کیا جائے تو نہ حاکم کی بات سُنی جائے نہ اُس کا کہا مانا جائے۔
عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ وَشِرَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُبْغِضُونَهُمْ وَيُبْغِضُونَكُمْ وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ أَفَلَا نُنَابِذُهُمْ عِنْدَ ذٰلِكَ	عوف بن مالک اشجعی پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تمھارے بہترین حکمراں وہ ہیں کہ تم انھیں دوست رکھتے اور وہ تمھیں دوست رکھتے ہوں تم اُن کے لیے دُعا مانگتے اور وہ تمھارے لیے دُعا مانگتے ہوں اور بدترین حکمراں وہ ہیں کہ تم اُن سے نارضا مند ہو اور وہ تم سے نارضا مند ہوں تم اُن کو لعنت کرتے اور وہ تم کو لعنت کرتے ہوں راوی کا بیان ہے کہ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ کیا اس وقت ہم اُن کا عہد نہ

قَالَ لَا مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ لَا مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ اَلَا مَنْ وُّلِّیَ عَلَيْهِ وَالٍ فَرَاٰهُ يَاْتِیْ شَيْئًا مِّنْ مَّعْصِيَةِ اللّٰهِ فَلْيَكْرَهْ مَا يَاْتِیْ مِنْ مَّعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا يَنْزِعَنَّ يَدًا مِّنْ طَاعَةٍ (مسلم)

(اور نقض معاہدہ نہ کریں) فرمایا نہیں جب تک وہ تم میں نماز پڑھتے رہیں۔ نہیں جب تک وہ تم میں نماز پڑھتے رہیں سنو! جس پر کوئی حکمران مقرر کیا جائے اور وہ حاکم کو خدا کی نافرمانی کا مرتکب ہوتے دیکھے تو خدا کی نافرمانی کے ارتکاب کو دل سے بُرا جانے اور حاکم کی اطاعت سے ہاتھ نہ لگائے۔

ممانعت غدر و نقض عہد

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ (البقرۃ ع ۲۲ پارہ ۲)

(مسلمانو!) یہی نہیں کہ (نماز میں) اپنا مونہ مشرق (کی طرف کرلو) یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ (اصل) نیکی تو اُن کی ہے جو اللہ اور روز آخرت اور فرشتوں اور (آسمانی) کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور مال عزیز اللہ کی حُب پر ف۱ رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیا اور (غلامی وغیرہ کی قید سے لوگوں کی) گردنوں (کے چھڑانے) میں (دیا) ف۲ اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہے اور جب (کسی بات کا) اقرار کرلیا تو اپنے قول کے پورے اور تنگی میں اور تکلیف میں اور ہلاچلی کے وقت ثابت قدم رہے یہی لوگ ہیں جو (دعوے اسلام میں) سچے نکلے اور وہی ہیں (جن کو) پرہیزگار (کہنا چاہیے)۔

ف۱ حبہ کی ضمیر ہم نے اللہ کی طرف پھیری اور بعض جو مال کو مرجع ٹھہراتے ہیں تو وہ المال علی حبہ کا ترجمہ صرف "مال عزیز" کریں گے ۱۲

ف۲ تین طرح پر آدمی کی گردن پھنستی ہے ایک غلامی میں دوسرے قرض میں تیسرے قید میں یہاں سب قسمیں مراد ہیں غلام کو مول لے کر آزاد کرے یا کسی کے دینے کا قرض چکائے یا روپیہ پیسے سے جو آدمی قید سے رہائی پا سکتا ہے اپنے پاس سے تاوان دے کر اُس کو چھڑا دے ۱۲

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ (المائدۃ ع ۱ پارہ ۶)

مسلمانو (اپنے) قراروں کو پورا کرو ف۱

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ (النحل ع ۱۳ پارہ ۱۴)

اور جب تم لوگ آپس میں قول و قرار کرلو تو اللہ کی قسم کو پورا کرو ف۲ اور قسموں کو ان کے پکا کیے پیچھے نہ توڑو حالانکہ تم اللہ کو اپنا ضامن ٹھیرا چکے ہو کچھ شک نہیں کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے بخوبی واقف ہے اور (قسموں کے توڑنے میں) اُس عورت جیسے نہ بنو جس نے اپنا سوت کاتے پیچھے ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ ڈالا کہ تم اپنی قسموں کو (اس وجہ سے) آپس کے فساد کا سبب بناتے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے زبردست ہے خدا نے (جو بعض کو زبردست اور بعض کو کمزور بنا رکھا ہے) بس اس (اختلاف حالت) سے تم لوگوں کی آزمایش کرتا ہے (کہ تم زبردست کا پاس کرتے ہو یا قول و قسم کا) اور جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے رہے ہو قیامت کے دن خدا تم پر ان کی اصل حقیقت کو ضرور ظاہر کر دے گا ف۳

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ۝ (بنی اسرائیل ع ۴ پارہ ۱۵)

اور عہد کو پورا کیا کرو کیونکہ (قیامت میں) عہد کی باز پرس ہوگی

✣ ✣ ✣

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا

عمرو بن العاص کے فرزند عبد اللہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس میں وہ چاروں پائی جائینگی تو وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ایک خصلت پائی جائے گی اُس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ اُسے چھوڑ دے

ف۱ مطلب یہ ہے کہ جب آدمی اسلام لایا تو اقرار کیا کہ اُس نے خدا اور رسول کے تمام حکم تسلیم کر لیے لہٰذا اس مقام پر خاص خاص حکم۱؎ دے کر اقرار اجمالی کے پورا کرنے کی تاکید ہے ۱۲ ف۲ لوگوں میں باہمی قول و اقرار اکثر قسما قسمی سے ہوا کرتا ہے اس لیے فرمایا کہ قول و اقرار کرو تو اللہ کی قسم کو پورا کرو مطلب یہ ہے کہ قول و اقرار کو پورا کرو ۱۲ ف۳ اسلام سے پہلے اہل عرب کے اخلاق بہت خراب تھے از انجملہ ان میں ایک سخت عیب بدعہدی کا تھا کہ آج ایک قوم سے عہد کیا کل اس کے مخالف کی حالت زبردست معلوم ہوئی تو عہد توڑ کر مخالفوں سے جا ملے مسلمانوں کو اپنے آپس میں بڑی سختی کے ساتھ بدعہدی کی ممانعت کی گئی ہے کہ بدعہدی کرو تو اُس کی مثال اُس احمق عورت کی سی ہوگی جو سوت کو جب سے کاتے پھر توڑ تاڑ کر برابر کر دے۔ بدعہدی کا ایک بڑا نتیجہ یہ ہے کہ آدمی لوگوں کی نظروں میں بے اعتبار ہو جاتا ہے کوئی اُس کی بات پر اعتماد نہیں کرتا اور شروع زمانے کے مسلمان بدعہدی کرتے تو اُس کا ضروری نتیجہ تھا کہ جو لوگ اسلام میں آ گئے ہیں وہ بھی اُن کی بدقولی دیکھ کر ان سے اکھڑ جائیں اور دوسرے لوگ اسلام میں آنے سے ہچکچائیں تو ان کی وہی اُس احمق عورت کی سی مثال صادق آتی کہ کن محنتوں سے تو اسلام کو رواج دیا اور بدعہدی کر کے ساری محنت برباد کر دی مسلمانوں کی بدعہدی دیکھ کر لوگ بعض اسلام سے متنفر ہو جاتے کہ جن کے قول کا اعتبار نہیں اُن کا مذہب کیا ۱۲

۱؎ خاص خاص حکم سے مراد ہیں جانوروں کی حلت و حرمت کے متعلق احکام جو قرآن میں اس آیت کے بعد مذکور ہیں ۱۲

اِذَا ائْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَ اِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔ (صحیحین)	(وہ چار خصلتیں یہ ہیں کہ) جب اُس پر اعتبار کیا جائے خیانت کرے۔ اور جب بات کہے جھوٹ بولے جب معاہدہ کرے توڑ دے۔ جب لڑائی جھگڑا ہو تو گالیاں بکنے لگے۔
عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَمَعَ اللّٰهُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرْفَعُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ فَقِيْلَ هٰذِهٖ غَدْرَةُ فُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ۔ (مسلم)	ابن عمر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب قیامت کے روز خدا اگلے پچھلوں کو سب کو جمع کرے گا تو ہر عہد شکن اور بے وفا کے لیے ایک جھنڈا کھڑا کیا جائے گا پھر ہر چہار طرف منادی کردی جائے گی کہ یہ فلاں کے بیٹے فلاں کا غدر اور اُس کی بے وفائی ہے
عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَالَ لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهٗ۔ (احمد)	حضرت انس کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جو خطبہ بھی سنایا اُس میں یہ ضرور فرمایا کہ جس میں امانت نہیں اُس کا ایمان نہیں۔ اور جس میں ایفائے عہد کی صفت نہیں اُس کا کچھ دین نہیں۔
عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُعَاوِيَةَ وَبَيْنَ الرُّوْمِ عَهْدٌ وَّكَانَ يَسِيْرُ نَحْوَ بِلَادِهِمْ حَتّٰى اِذَا انْقَضَى الْعَهْدُ اَغَارَ عَلَيْهِمْ فَجَاءَ رَجُلٌ عَلٰى فَرَسٍ اَوْ بِرْذَوْنٍ وَّهُوَ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَفَاءٌ لَّا غَدْرٌ فَنَظَرُوْا فَاِذَا هُوَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ فَسَاَلَهٗ مُعَاوِيَةُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ كَانَ	سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ معاویہ اور روم میں معاہدہ تھا (میعادِ معاہدہ کے ختم ہونے کے قریب) معاویہ رومیوں کے شہروں کی طرف لگے آہستہ آہستہ چلنے اس نیت سے کہ جب معاہدہ کی میعاد منقضی ہونے لگے تو معاویہ رومیوں کی مفاجاۃً چھاپا ماریں اور ایک ہی دفعہ اُن پر ہل پڑیں۔ اتنے میں ایک شخص گھوڑے یا خچر پر سوار آیا۔ وہ اللہ اکبر اللہ اکبر کا نعرہ مارتا اور کہتا تھا عہد کو نباہنا چاہیئے نہ توڑ دینا (یعنی زمانۂ صلح میں تمہارا دشمنوں کے شہروں میں جا داخل ہونا غدر ہے) لوگوں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ عمرو بن عبسہ ہیں معاویہ نے اُن سے دریافت کیا تو کہا میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جب ایک شخص

بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَحُلَّنَّ عَهْدًا وَلَا يَشُدَّنَّهُ حَتّٰى يَمْضِيَ اَمَدُهٗ اَوْ يَنْبِذَ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ قَالَ فَرَجَعَ مُعَاوِيَةُ بِالنَّاسِ۔ (ترمذی)

اور کسی قوم میں عہد ہو تو اُس کی مدت گزر لینے تک یا مساوات کو ملحوظ رکھ کر اُن کے عہد کو الٹا اُن ہی کی طرف پھینک مارنے تک عہد میں کچھ تغیر و تبدیل نہ کرنا چاہیئے راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر معاویہ لوگوں سمیت لوٹ آئے

عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ بَعَثَنِيْ قُرَيْشٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُلْقِيَ فِيْ قَلْبِي الْاِسْلَامُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا اَرْجِعُ اِلَيْهِمْ اَبَدًا قَالَ اِنِّيْ لَا اَخِيْسُ بِالْعَهْدِ وَلَا اَحْبِسُ الْبُرُدَ وَلٰكِنِ ارْجِعْ فَاِنْ كَانَ فِيْ نَفْسِكَ الَّذِيْ فِيْ نَفْسِكَ الْاٰنَ فَارْجِعْ قَالَ فَذَهَبْتُ ثُمَّ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمْتُ۔ (ابوداؤد)

ابورافع کہتے ہیں کہ مجھے قریش نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ میں نے پیغمبر صاحب کو دیکھا تو خدا نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا کی قسم میں اب ہرگز قریش کی طرف لوٹ کر نہ جاؤں گا فرمایا میں عہد شکنی کرنا نہیں چاہتا اور نہ قاصد کو روک سکتا ہوں اب تو تو لوٹ جا اگر تیرے نفس میں وہی کیفیت باقی ہے جو اب موجود ہے تو تو پھر چلا آئیو۔ میں چلا گیا اور پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لے آیا

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِيْ بِضْعَ عَشَرَةَ مِائَةً مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَلَمَّا اَتٰى ذَا الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَاَشْعَرَ وَاَحْرَمَ مِنْهَا بِعُمْرَةٍ

مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سال حدیبیہ کو ہجرت کے چھٹے سال بقصد عمرہ مدینے سے) کچھ اُوپر ایک ہزار صحابیوں کو لے کر نکلے جب ذوالحلیفہ میں پہونچے۔ (ذوالحلیفہ ایک مقام کا نام ہے یہاں سے بارہ[۱] میل کے قریب مکہ رہ جاتا ہے) تو قربانی کی جانوروں کی تقلید[۱] کی اور اونٹوں کے کوہان میں داہنی طرف نیزہ کا کچوکا دیا[۲] اور یہیں سے عمرے کا احرام باندھا

[۱] تقلید کے معنے ہیں گلے میں پٹہ ڈالنا لوگ قربانی کے جانوروں کی گردنوں میں دھجیاں جوتیاں وغیرہ باندھتے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ قربانی کے جانور ہیں اور ان سے کوئی شخص تعرض نہیں کرتا تھا ۱۲ [۲] دوسری علامت جانور کے قربانی کا جانور ہونے کی یہ بھی کہ اونٹ کے کوہان میں ایسا چیرا لگا دیتے تھے کہ خون ظاہر جلد پر بہنے لگے یہ چیرا گہرا نہیں ہوتا تھا صرف اتنا کہ تھوڑا سا خون بہ جائے تاکہ دور سے دکھائی دے پٹے اور چیرے کا دستور اس حد سے اختیار کیا گیا تھا کہ ملک میں امن نہ تھا اور خانہ کعبہ کا ادب تو تمام جزیرۂ عرب میں اسلام سے پہلے بھی کیا جاتا تھا قربانی کے جانور کو کعبے کے ادب سے کوئی لوٹ نہیں سکتا تھا وہی دستور اب تک بھی جاری ہے ۱۲

وَسَارَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالثَّنِيَّةِ الَّتِي يُهْبَطُ عَلَيْهِمْ
مِنْهَا بَرَكَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ فَقَالَ النَّاسُ حَلْ حَلْ
خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ فَقَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ وَمَا ذَاكَ
لَهَا بِخُلُقٍ وَلٰكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيلِ ثُمَّ قَالَ
وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَسْأَلُونِّي خُطَّةً يُعَظِّمُونَ
فِيهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ إِلَّا أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا ثُمَّ زَجَرَهَا
فَوَثَبَتْ فَعَدَلَ عَنْهُمْ حَتّٰى نَزَلَ بِأَقْصَى الْحُدَيْبِيَةِ
عَلٰى ثَمَدٍ قَلِيلِ الْمَاءِ يَتَبَرَّضُهُ النَّاسُ تَبَرُّضًا
فَلَمْ يُلَبِّثْهُ النَّاسُ حَتّٰى نَزَحُوهُ وَشُكِيَ إِلٰى
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَطَشُ
فَانْتَزَعَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهِ ثُمَّ أَمَرَهُمْ
أَنْ يَجْعَلُوهُ فِيهِ فَوَاللّٰهِ مَا زَالَ يَجِيشُ
لَهُمْ بِالرِّيِّ حَتّٰى صَدَرُوا عَنْهُ فَبَيْنَمَا هُمْ
كَذٰلِكَ إِذْ جَاءَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ

اور آگے بڑھے یہاں تک کہ جب گھاٹی میں پہونچے کہ جس سے اتر کر
اہل مکہ پر داخل ہوتے ہیں تو پیغمبر صاحب کی اونٹنی قصوٰی
بیٹھ گئی لوگوں نے یہ دیکھ کر کہا حل حل (یہ ڈانٹ کا کلمہ ہے
جو اونٹ کے اٹھانے کے وقت اہل عرب بولتے ہیں)
قصواء بیٹھ گئی قصواء بیٹھ گئی جناب نبی صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ قصواء خود نہیں بیٹھی اور نہ یہ اس کی عادت
ہے بلکہ اسے خانۂ کعبہ سے اس خدا نے روک دیا جس نے
اصحاب فیل کو روک دیا تھا ف۱ ان بعد آپ نے فرمایا کہ مجھے
اس مقدس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری
جان ہے کہ اگر اہل مکہ مجھ سے بڑے سے بڑے کام کا سوال
کریں گے اس میں ان کو حرمات الٰہی کی تعظیم منظور ہو تو میں
اسے ضرور دے ڈالوں گا اس کے بعد آپ نے اونٹنی کو
ڈانٹا تو وہ بڑی تیزی کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی۔ پیغمبر
صاحب اہل مکہ سے کترا کر قصبۂ حدیبیہ کے پرلے سرے
پر ثمد نام موضع میں اترے جہاں پانی کی قلت تھی کہ لوگ
ایک تالاب میں سے تھوڑا تھوڑا پانی لیتے تھے لوگوں کو اترے
ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ اس کا سارا پانی کھینچ ڈالا
اور لوگوں نے پیغمبر صاحب کے پاس آکر پیاس کی شکایت
کی آپ نے اپنے ترکش سے تیر کھینچا۔ اور حکم فرمایا کہ اسے
پانی میں گاڑ دیں راوی حدیث کا بیان ہے کہ خدا کی قسم پانی لوگوں
کے سیراب کرنے کے لیے ان کے واپس جانے کے وقت
تک برابر ابلتا رہا۔ الغرض اسی اثنا میں بدیل بن ورقاء

ف۱ پیغمبر صاحب کے اس ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ اونٹنی کے از خود بیٹھ جانے سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ ابھی ہمارا خانہ کعبہ میں داخل ہونا خدا کو منظور نہیں ہے تو جس خدا نے اصحاب الفیل کو خانہ کعبہ میں جانے سے روک دیا تھا ہماری اونٹنی کو بھی آگے بڑھنے سے اسی نے روک دیا اصحاب الفیل کا مختصر قصہ یہ ہے کہ یمن کا ایک بادشاہ ابرہہ خانہ کعبہ کی طرف خلقت کا رجوع دیکھ کر حسد کرتا تھا یہاں تک کہ خانہ کعبہ کے گرا دینے کے ارادے سے لشکر چڑھا لایا اور اس کے ساتھ بہت سے ہاتھی بھی تھے حرم کی حد میں آیا تو خدا نے پرندے مسلط کیے ان پرندوں کی چونچ اور پنجوں میں عذاب کی کنکریاں تھیں جس پر ایک کنکری لگتی وہیں رہ جاتا یہاں تک کہ اسی طرح اس کا سارا لشکر تباہ ہو گیا اور خدا نے اپنے گھر کو دشمن سے بچا لیا سورۂ فیل میں اسی قصے کی طرف

الخُزَاعِيُّ فِي نَفَرٍ مِنْ خُزَاعَةَ ثُمَّ أَتَاهُ عُرْوَةُ بْنُ
مَسْعُودٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ إِلَى أَنْ قَالَ إِذْ جَاءَهُ
سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اكْتُبْ هٰذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ
اللّٰهِ فَقَالَ سُهَيْلٌ وَاللّٰهِ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ
رَسُولُ اللّٰهِ مَا صَدَدْنَاكَ عَنِ الْبَيْتِ وَلَا قَاتَلْنَاكَ
وَلٰكِنِ اكْتُبْ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ إِنِّي لَرَسُولُ
اللّٰهِ وَإِنْ كَذَّبْتُمُونِي اكْتُبْ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ
فَقَالَ سُهَيْلٌ وَعَلَى أَنْ لَا يَأْتِيكَ مِنَّا رَجُلٌ
وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ إِلَّا رَدَدْتَهُ عَلَيْنَا فَلَمَّا
فَرَغَ مِنْ قَضِيَّةِ الْكِتَابِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ قُومُوا فَانْحَرُوا
ثُمَّ احْلِقُوا ثُمَّ جَاءَ نِسْوَةٌ مُؤْمِنَاتٌ فَأَنْزَلَ
اللّٰهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ

خزاعی قبیلۂ خزاعہ کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر آیا اور اُس کے بعد عروہ بن مسعود اور مصالحت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی چونکہ مصالحۃ قریش کا ذکر نہایت طول طویل تھا اس لیے صاحبِ مصابیح نے قصّے کو اختصار کر دیا اور کہا کہ راوی نے حدیث کو یہاں تک بیان کیا کہ دفعۃً سہیل بن عمرو پیغمبر صاحب کے پاس آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا کہ لکھو ہذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ یعنی یہ وہ عہد و پیمان ہے جس پر خدا کے رسول محمدؐ نے صُلح کی۔ سہیل بولا واللہ اگر ہمیں تمہارے رسولِ خدا ہونے کا علم ہوتا۔ تو نہ ہم تمھیں خانہ کعبہ سے روکتے نہ لڑائی جھگڑا کرتے آپ صرف محمدؐ بن عبداللہ لکھیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محمدؐ میں رسولِ خدا ہوں اور اگر تم مجھے جھوٹا جانتے ہو تو علی! محمد بن عبداللہ لکھ دو سہیل نے کہا اور اس شرط پر لکھو کہ ہم میں کا کوئی مرد بھی تمھارے پاس جائے اگرچہ وہ تمھارے دین ہی پر ہو اُسے فوراً ہمارے حوالے کر دو۔ غرضکہ صلح نامہ لکھنے سے فراغت پائی تو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ اور قربانی کے جانوروں کو ذبح کر ڈالو پھر سر منڈا ڈالو اس کے بعد چند مسلمان عورتیں آئیں تو خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یا ایہا الذین آمنوا اذا جاءکم المؤمنات[1]

[1] پوری آیت اور اُس کا ترجمہ یہ ہے یا ایہا الذین آمنوا اذا جاءکم المؤمنات مہاجرات فامتحنوہن اللہ اعلم بایمانہن فان علمتموہن مؤمنات فلا ترجعوہن الی الکفار لا ہن حل لہم ولا ہم یحلون لہن وآتوہم ما انفقوا ولا جناح علیکم ان تنکحوہن اذا آتیتموہن اجورہن ولا تمسکوا بعصم الکوافر واسئلوا ما انفقتم ولیسئلوا ما انفقوا ذلکم حکم اللہ یحکم بینکم واللہ علیم حکیم ۝ مسلمانو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آیا کریں تو تم اُن (کے ایمان) کی جانچ کر لیا کرو (یوں تو اُن کے ایمان کو اللہ ہی خوب جانتا ہے (تاہم جانچ لینا ضرور ہے) تو اگر (جانچنے سے) تم اُن کو سمجھو کہ مسلمان ہیں تو اُن کو کافروں کی طرف واپس کرو نہ (تو) یہ (عورتیں) کافروں کو حلال اور نہ کافر ان (عورتوں) کو حلال اور جو کچھ کافروں نے ان پر خرچ کیا ہے وہ ان (کافروں) کو ادا کر دو اور (اس میں بھی) تم پر کچھ گناہ

الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ الآيَة فَنَهَاهُمُ اللهُ تَعَالَى
أَنْ يَرُدُّوهُنَّ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَرُدُّوا الصَّدَاقَ
ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَجَاءَهُ أَبُو بَصِيرٍ رَجُلٌ
مِنْ قُرَيْشٍ وَهُوَ مُسْلِمٌ فَأَرْسَلُوا فِي طَلَبِهِ
رَجُلَيْنِ فَدَفَعَهُ إِلَى الرَّجُلَيْنِ فَخَرَجَا بِهِ
حَتَّى إِذَا بَلَغَا ذَا الْحُلَيْفَةِ نَزَلُوا يَأْكُلُونَ مِنْ
تَمْرٍ لَهُمْ فَقَالَ أَبُو بَصِيرٍ لِأَحَدِ الرَّجُلَيْنِ وَاللهِ
إِنِّي لَأَرَى سَيْفَكَ هٰذَا يَا فُلَانُ جَيِّدًا
أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْهِ فَأَمْكَنَهُ مِنْهُ فَضَرَبَهُ
حَتَّى بَرَدَ وَفَرَّ الْآخَرُ حَتَّى أَتَى الْمَدِينَةَ فَدَخَلَ
الْمَسْجِدَ يَعْدُو فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَى هٰذَا ذُعْرًا فَقَالَ قُتِلَ
وَاللهِ صَاحِبِي وَإِنِّي لَمَقْتُولٌ فَجَاءَ أَبُو بَصِيرٍ
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلُ أُمِّهِ
مِسْعَرُ حَرْبٍ لَوْ كَانَ لَهُ أَحَدٌ فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ
عَرَفَ أَنَّهُ سَيَرُدُّهُ إِلَيْهِمْ فَخَرَجَ حَتَّى أَتَى

مہاجرات الآیہ پیغمبر صاحب نے مسلمانوں کو ان عورتوں
کے واپس کرنے سے منع کر دیا اور حکم فرمایا کہ ان کے مہر جو
ان کے شوہروں نے دیئے ہیں بھجوا دو۔ زاں بعد آپ
مدینے لوٹ آئے اتنے میں ابوبصیر جو قریش میں کا ایک
شخص تھا اور اسلام لا چکا تھا قریش سے بھاگ کر پیغمبر
صاحب کے پاس آیا۔ قریش نے اُس کی تلاش میں
دو شخصوں کو روانہ کیا پیغمبر صاحب نے اُسے اُن کے
حوالے کر دیا اور یہ دونوں اُسے ساتھ لے کر مدینے سے
نکلے یہاں تک کہ ذوالحلیفہ میں پہونچے تو کھجوریں کھانے
کے لیے اُتر پڑے ابوبصیر نے اُن میں سے ایک سے کہا
کہ ای شخص بخدا میں دیکھتا ہوں کہ تیری یہ تلوار نہایت عمدہ
ہے لا ذرا دکھا تو سہی۔ چنانچہ اُس شخص نے تلوار کے دیکھنے
پر ابوبصیر کو پوری قدرت دیدی ابوبصیر نے نہایت پھرتی
کے ساتھ اُس کے ایک ایسی تلوار ماری کہ تھوڑی ہی دیر
میں ٹھنڈا پڑ گیا۔ اور دوسرا شخص بھاگ کر مدینے چلا آیا۔
اور جلدی جلدی بھاگتا ہوا مسجدِ نبوی میں داخل ہوا۔
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے کوئی خوفناک
بات دیکھی ہے اُس نے کہا واللہ میرا ساتھی مار ڈالا گیا۔
اور میں بھی مار ڈالا جاؤں گا (اگر آپ مجھے اُس کے حوالے
کر دیں گے) اتنے میں ابو بصیر بھی آموجود ہوا۔ نبی صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اُوتنی کا جنا آتشِ جنگ بھڑکانے
والا ہے۔ کاش کوئی ایسا آدمی ہوتا جو اسے میرے پاس
آنے سے منع کر دیتا۔ (تاکہ میں اسے قریش کے حوالے نہ کر سکتا

(بقیہ صفحہ ۱۲۳) کہ ان عورتوں کو ان کے مہر دے کر تم خود اِن سے نکاح کر لو اور (اُن) کافر عورتوں کی ناموس پر قبضہ نہ رکھو (جو تمہارے نکاح میں ہوں) اور جو تم نے (اُن پر) خرچ کیا ہے وہ (کافروں سے) مانگ لو اور جو اُنھوں نے (اپنی عورتوں پر) خرچ کیا ہے وہ (اپنا خرچ کیا ہوا تم سے) مانگ لیں یہ اللہ کا حکم ہے جو تم لوگوں (کے ایسے جھگڑوں کے بارے میں) صادر فرماتا ہے۔ اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ۱۲

سِيفَ الْبَحْرِ قَالَ وَانْفَلَتَ أَبُو جَنْدَلِ بْنُ سُهَيْلٍ فَلَحِقَ بِأَبِي بَصِيرٍ فَجَعَلَ لَا يَخْرُجُ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ قَدْ أَسْلَمَ إِلَّا لَحِقَ بِأَبِي بَصِيرٍ حَتَّى اجْتَمَعَتْ مِنْهُمْ عِصَابَةٌ فَوَاللّٰهِ مَا يَسْمَعُونَ بِعِيرٍ خَرَجَتْ لِقُرَيْشٍ إِلَى الشَّامِ إِلَّا اعْتَرَضُوا لَهَا فَقَتَلُوهُمْ وَأَخَذُوا أَمْوَالَهُمْ فَأَرْسَلَتْ قُرَيْشٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُنَاشِدُهُ اللّٰهَ وَالرَّحِمَ لَمَّا أَرْسَلَ إِلَيْهِمْ فَمَنْ أَتَاهُ فَهُوَ آمِنٌ فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ۔

(بخاری)

ابو بصیر نے پیغمبر صاحب کی یہ گفتگو سن کر معلوم کر لیا کہ آپ مجھے قریش کے حوالے کر دیں گے۔ مدینے سے نکل دریا کنارے (کسی موضع میں) آیا۔ راوی کا بیان ہے کہ اسی اثنا میں سہیل کا بیٹا ابو جندل مکے سے بھاگا۔ اور ابو بصیر سے آملا اور رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ قریش میں کا جو شخص بھی اسلام لاتا ابو بصیر سے آملتا حتیٰ کہ قریش کی ایک بڑی جماعت جمع ہو گئی (راوی کا بیان ہے) کہ بخدا جب یہ جماعت سنتی کہ قریش کا کوئی قافلہ مکے سے نکل کر شام کو جاتا ہے تو اس پر جا پڑتے اور قتل کر کے مال و متاع چھین لیتے آخر کار قریش نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قاصد روانہ کیا (اور اس نے حاضر ہو کر عرض کیا) کہ قریش خدا اور حقِ قرابت کا واسطہ دے کر کہتے ہیں کہ آپ ابو بصیر اور اس کے رفیقوں کی طرف کسی کو بھیج کر فرما دیجیے کہ ہم اس شرط سے باز آئے اب جو شخص مکے سے نکل کر آپ کی خدمت میں پہنچے گا وہ امن میں ہو گا اور ہم اس سے کچھ تعرض نہ کریں گے۔ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بصیر اور اس کے ساتھیوں کو منع کر بھیجا۔

بغاوت و فساد کی ممانعت

الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ○ (البقرہ ع ۳ پارہ ۱)

جو لوگ پکا کیے پیچھے خدا کا عہد توڑ دیتے اور جن (تعلقات) کے جوڑے رکھنے کو خدا نے فرمایا اُن کو قطع کرتے اور ملک میں فساد پھیلاتے ہیں یہی لوگ (آخر کار) نقصان اٹھائیں گے۔

⁂

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ (البقرہ ع ، پارہ ۱)

(لوگو) اللہ کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور پیو اور ملک میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۗ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ (البقرہ ع ۲۵ پارہ ۲)

اور (اے پیغمبر) بعضا آدمی (ایسا منافق بھی) ہے جس کی باتیں تم کو (اس وقت) دنیا کی زندگی میں بھلی معلوم ہوتی ہیں اور وہ اپنی دلی ارادت (اور محبت) پر خدا کو گواہ ٹھہراتا ہے۔ حالانکہ وہ (تمہارے) دشمنوں میں سب سے زیادہ جھگڑالو ہے اور جب (تمہارے پاس سے) لوٹ کر جائے تو ملک کو کھوندمارے تاکہ اس میں فساد پھیلائے اور کھیتی باڑی کو اور (آدمیوں اور جانوروں کی) نسل کو تباہ کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں رکھتا اور جب اس سے کہا جائے کہ خدا سے ڈر تو شیخی دامن گیر ہو کر اس کو گناہ پر آمادہ کرے پس ایسے (نابکار) کو (بس) جہنم کافی ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے ف۱

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۭ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (المائدہ ع ۵)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور فساد (پھیلانے) کی غرض سے ملک میں دوڑے دوڑے پھرتے ہیں ان کی سزا تو (بس) یہی ہے کہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کر دیئے جائیں یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ پاؤں الٹے (سیدھے) کاٹ دیئے جائیں ف۲ یا ان کو دیس نکالا دیا جائے یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہوئی اور (اس کے علاوہ) آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب (تیار) ہے مگر (مسلمانو!) جو لوگ اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ توبہ کر لیں (تو ان کے حال سے تعرض نہ کرو اور) جانے رہو کہ اللہ لوگوں کے قصور معاف کرنے والا مہربان ہے

ف۱ شاہ عبد القادر صاحب لکھتے ہیں کہ یہ حال ہے منافق کا کہ ظاہر میں خوشامد کرے اور اللہ کو گواہ کرے کہ میرے دل میں تمہاری محبت ہے اور جھگڑے کے وقت کچھ لگی نہ رکھے اور قابو پائے تو لوٹ مار مچائے اور منع کرے سے اور ضد چڑھے زیادہ گناہ کرے ایک شخص اخنس بن شریق تھا اس نے حضرت سے یہی سلوک کیے تھے ۱۲ ف۲ مثلاً داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کہ سارا دھڑ بے کار ہو جائے اسی کو اردو کے محاورے میں اربھواں کہتے ہیں ۱۲

ترجمہ	آیت
(یہودی) جب جب لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اُس کو بجھا دیتا ہے اور مُلک میں فساد پھیلاتے (رہتے) پھرتے ہیں اور اللہ فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا۔	كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ○ (المائدہ ع ۹ پارہ ۶)
اور (لوگو!) انتظامِ مُلک کے درست ہوئے پیچھے اُس میں فساد نہ پھیلاؤ اور (عذاب کے) ڈر سے اور (فضل کی) اُمید پر خدا سے دُعائیں مانگتے رہو (کیونکہ) خدا کی رحمت خلوص رکھنے والوں سے (بہت ہی) قریب ہے۔	وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (الاعراف ع ۷ پارہ ۸)
تو اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور ملک میں فساد پھیلاتے نہ پھرو (یہ حضرت صالح کا مقولہ ہے جو اُنھوں نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرمایا)	فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ○ (الاعراف ع ۱۰ پارہ ۸)
اور مُلک میں اُس کا (انتظام) درست ہوئے پیچھے فساد نہ کرو اگر تم ایمان دار ہو تو یہ (طریقِ حُسنِ معاملہ جو ہم تم کو تعلیم کرتا ہوں) تمہارے حق میں بہت بہتر ہے (شعیب علیہ السلام کا مقولہ ہے جو اُنھوں نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا)	وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (الاعراف ع ۱۱ پارہ ۸)
قارون موسیٰ کی قوم (یعنی بنی اسرائیل) میں سے تھا پھر وہ اُن پر ظلم کرنے لگا اور ہم نے اُس کو اتنے خزانے دے رکھے تھے کہ کئی زور آور مرد اُس کی کُنجیاں بمشکل اُٹھاتے ایک بار اُس کی قوم (کے لوگوں) نے اُس سے کہا کہ اِترا مت (کیونکہ) اللہ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور (یہ) جو سازو سامان دنیا) تجکو خدا نے دے رکھا ہے اِس میں (سے کچھ) آخرت کے گھر کا (بھی) فکر کرتا رہ اور دُنیا سے جو تیرا حصہ ہے اُس کو فراموش نہ کر ف۱ اور جس طرح سے اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تُو بھی (اَوروں کے ساتھ) احسان کر	اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ○ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ

ف۱ دنیاوی حصے کے فراموش کرنے کے دو معنے ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ دنیاوی ساز و سامان سب چھوڑ جانے کے لیے ہے اس سے صرف مال کا حصہ وہی ہے جو اپنے ساتھ زادِ آخرت بنا کر لے جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ زادِ آخرت جمع کرتا رہ دوسرے معنے یہ ہوسکتے ہیں کہ عدالت دنیا کو

نرا زاہد بھی نہ بن کہ خود بھی کھا اور کھلا بھی کسی کے مال میں اگر دوسرے کا حق ہے تو خود اُس کا حق کیوں نہ ہو اُس کو بھی بقدر ضرورت تمتع ہونا چاہیئے مگر قارون جیسے بخیل اور ممسک کے حق میں پہلے معنے زیادہ چسپاں ہیں ۱۲+

أَحْسَنَ اللّٰهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿القصص﴾ اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو کیونکہ اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا۔

من المترجم

یُوں تو سارے حقوق چاہے وہ حق اللہ ہوں یا حق العبد ہوں اور اُن کے مقابلے کے فرائض اپنی اپنی جگہ سب ہی ضروری ہیں مگر ضرورت ضرورت میں بھی فرق ہے۔ ایک ضرورت تنفّس کی ہے ایک بُھوک کی ایک پیاس کی یہی حال حقوق و فرائض کا ہے۔ تو جس وقت تک حقوقِ والدین پیشِ نظر تھے ہم نے یہی سمجھا کہ بَس حقوق العباد میں ان سے بڑھ کر کوئی حق مہتم بالشان نہیں اَب جو حقوق حاکم سامنے آئے تو معلوم ہوا کہ حقوق حاکم مہتم بالشان ہونے میں حقوق والدین سے بھی بڑھے ہوئے ہیں والدین بھی ایک طرح کے حاکم ہوتے ہیں۔ مگر اُن کی حکومت محدود ہوتی ہے اور محدود ہونے کے علاوہ مبنی ہوتی ہے شفقت اور محبّت پر۔ اور حاکم کی حکومت وسیع ہوتی ہے اور مبنی ہوتی ہے غلبے اور قوّت پر۔ تو اس اعتبار سے والدین اور حاکم کی حکومت میں خاص عام یا جزو کُل کی نسبت ہوئی۔ ہم اس سے پہلے کسی مقام پر لکھ چکے ہیں کہ دُنیا میں حکومت کا دستور کیونکر چلا اور کس غرض سے چلا۔ مختصراً یہ ہے کہ آدمی اس طرح کا مخلوق ہے کہ وہ اکیلا ساز و سامانِ زندگی بہم نہیں پہنچا سکتا ناچار اُس کو اپنے جیسے آدمیوں کے ساتھ مل کر رہنا پڑتا ہے۔ اور چونکہ طبیعتیں اور ضرورتیں سب کی قریب قریب یکساں سی ہیں۔ خود غرضی لوگوں میں لڑائیاں ڈلواتی اور طرح طرح کے فساد کراتی رہتی ہے۔ بس تو حاکم اِتنے ہی کام کا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے حقوق میں دست اندازی نہ کریں۔ آپس میں لڑیں جھگڑیں نہیں یعنی اَمن واَمان سے اپنے اپنے کام میں لگے رہیں۔ پس لوگوں کا اَمن و عافیت کے ساتھ زندگی کرنا موقوف ہے اسلوبِ حکومت کے ٹھیک بیٹھنے پر اور اسلوبِ حکومت کا ٹھیک بیٹھنا موقوف ہے حاکم کے مُنصف مزاج خاترس خیر خواہِ خلائق اور ان صفتوں کے ساتھ باشوکت ہونے پر کہ اپنے احکام کے نافذ کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہو۔ اور ہاں رعایا کے مطیع و مُنقاد ہونے پر بھی۔ غرض مصلحتِ انتظام نصبِ حاکم کی متقاضی ہوئی۔ کہ ایک شخص جماعت کا سر دھرا بن کر لوگوں کو اپنے ربط و ضبط میں رکھے۔ حکومت نے کیسے کیسے رنگ بدلے ہیں یہ مقام اس کی تفصیل کا نہیں۔ اتنی سمجھ بھی لوگوں کو کہیں مدتوں میں جا کر آئی ہوگی کہ کثرت بے وحدت کے منتظم نہیں ہو سکتی مگر اَب تو حکومت کے ہر ایک صیغے میں اسی قاعدے پر عمل کیا جا رہا ہے۔ مثلاً کاشتکاروں پر زمیندار ہے۔ زمینداروں پر نمبردار۔ نمبرداروں پر ذیلدار۔ پھر تحصیلدار پھر ڈپٹی کمشنر۔ پھر کمشنر۔ پھر فنانشل کمشنر۔ پھر لفٹنٹ گورنر پھر گورنر جنرل پھر بادشاہ۔ دیکھو کثرت سمٹتے سمٹتے کس طرح بادشاہ کی ذات میں جا کر جمع ہو جاتی ہے۔ یہی قاعدہ ہم کو خدائی وحدانیت کے عقیدے کی طرف کو بھی رہبری کرتا ہے خدا نہ ہو یا ہو اور ایک نہ ہو کئی خدا ہوں تو دنیا کا

انتظام ایک لمحہ بھی نہیں چل سکتا۔ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا[51] اب سمجھے کہ حاکم کیا چیز ہے اور کیوں اُس کا ہونا ضرور ہے۔ حاکم کی جبری اطاعت تو چار و ناچار کرنی ہی پڑتی ہے۔ اِس لیے کہ اُس کے پاس فوج ہے۔ پولیس ہے۔ خزانہ ہے جیلخانہ ہے۔ مگر نہیں ہم مسلمانوں کو خدا رسول نے بھی بڑی تاکید کے ساتھ اطاعت حاکم کا حکم دیا ہے۔ پس اگر ہم مسلمان حاکمِ وقت یعنی انگریزوں کی اطاعت سچی اطاعت نہ کریں تو دُنیا کے علاوہ اپنا دین بھی کھو بیٹھیں خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ[52]۔ لیکن انگریزوں کی اطاعت کے بارے میں حکم خدا اور رسول کا نشان دینا ذرا غور طلب ہے۔ قرآن میں ڈھونڈنے بیٹھو تو فوراً يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ[53] پر جا کر نظر جم جاتی ہے کہ بس اِس سے زیادہ صریح حکم اور کیا ہو سکتا ہے انگریزوں کے اولوالامر ہونے میں تو کچھ کلام ہی نہیں۔ کلام اگر ہے تو منکم میں ہے کہ سیاق اور سباق کی رُو سے آیت کے مخاطب مسلمان ہیں تو منکم نے حاکم کو خاص کر دیا۔ کہ وہ بھی مسلمان ہو۔ ایک تعلیم کے نہ ہونے سے جس کی اِس عملداری میں سخت ضرورت ہے۔ مسلمانوں سے عقلِ معاش اور عقلِ معاد دونوں عقلیں سلب کر لی ہیں اور اِسی وجہ سے وہ بے دولت ہیں۔ ذلیل ہیں خوار ہیں اور پنچوں میں مُونہ دکھانے کے قابل نہیں رہے مگر اتنے بھی احمق نہیں ہو گئے کہ دن کو رات کہنے لگیں اور انگریزی عملداری کی برکتوں اور آسایشوں سے آنکھیں بند کر لیں۔ قسم کھانے کی بات ہے کہ سارے ہندوستان میں اِس سرے سے اُس سرے تک ایک مسلمان بھی ایسا نہ پاؤ گے جو انگریزی عملداری کو دل سے عزیز نہ رکھتا ہو۔ مگر مذہب کی بات مذہب کے ساتھ ہے سرکار بھی کسی کے مذہب میں دست اندازی نہیں کرتی۔ ہم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہم مسلمانوں کو خدا اور رسول نے بھی بڑی تاکید کے ساتھ اطاعتِ حاکم کا حکم دیا ہے تو ہم کو چاہیئے کہ اِس دعوے کے ثبوت میں خدا رسول کا فرمودہ پیش کریں سو اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم سے تو منکم نے مدعا ثابت نہ ہونے دیا اب رہی حدیث تو اُس میں ایسے احکام کثرت سے ملیں گے۔ کہ حاکم کی اطاعت کرو گو وہ تمہاری نظر میں حکومت کا اہل نہ ہو۔ اور ایسا ہوا ہے کہ جنابِ رسول خُدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی مصلحتِ خاص سے کسی کم وقعت صحابی کو امیر الجیش بنا دیا ہے اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابیوں کو اُس کی اطاعت کرنی پڑی ہے اور اُنھوں نے کی ہے یہ سب کچھ ہے مگر قرآن کے منکم کا جواب نہیں۔ جہاں کہیں بھی ہے مسلمان افسر مسلمان حاکم کی اطاعت کا حکم ہے۔ ہماری حالت کے مناسب کہ ہم نصاریٰ کے محکوم ہیں۔ نہ قرآن میں صراحت ہے اور نہ حدیث میں اور کیوں ہوتے لگی تھی جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی کہ اِسی کے ساتھ قرآن و حدیث دونوں کا خاتمہ ہو گیا۔ اِسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی جا رہی تھی۔ اسلام نے جزیرہ عرب کے خاص خاص مقامات میں

---

[51] اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان دونوں کبھی کے (درہم برہم) ہو گئے ہوتے ۱۲ م

[52] اُس نے دنیا (بھی) کھوئی اور آخرت (بھی) صریح گھاٹا یہی (کہلاتا) ہے

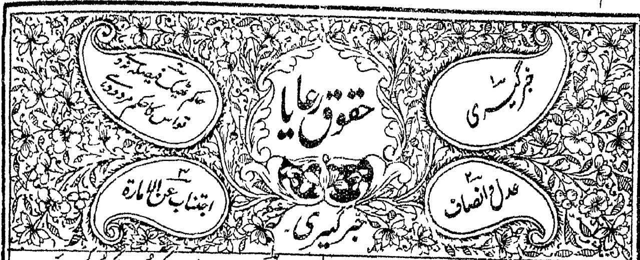
[53] مسلمانو اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور جو تم میں سے صاحبِ حکومت ہیں اُن کا بھی ۱۲

رواج پایا تھا مُسلمانوں کو حکم تھا کہ جو غیر مذہب والوں کے نرغے میں مذہب کی وجہ سے تکلیف پاتا ہو ہجرت کرکے
دارالاسلام مدینے میں چلا آئے - پھر خلفاء رضوان اللہ علیہم کے عہد میں اسلامی سلطنت کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْأَهٗ فَاٰزَرَهٗ
فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ہو کر بڑھی اور پھولی پھلی اور اُسی زمانے
میں فقہ مدوّن ہوئی - غرض مُسلمانوں کی مذہبی کتابوں میں قرآن سے لے کر فقہی کتابوں تک ہم مسلمانانِ ہند
کے مناسبِ حال اِطاعتِ حُکّامِ وقت کے بارے میں احکام نہیں پائے جاتے - نہیں پائے جاتے اس لیے
کہ لکھے نہیں گئے - لکھے نہیں گئے اِس لیے کہ ضرورت نہیں پڑی - جب اسلامی سلطنت تنزّل کے پھیر میں
آئی تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ اور اُس کے علاقوں پر غیر مذہب والے قبضہ کرتے گئے تو جو مُسلمان اِن
مقبوضہ علاقوں میں سکونت پذیر تھے اُن کو اپنے مذہب کی خیر منائی پڑی اور لوگ مسائلِ دارالحرب و ربوٰا اور
اطاعتِ حُکّامِ وقت کی طرف متوجہ ہوئے فکرِ ہر کس بقدرِ ہمّت اوست کسی نے اطاعتِ حُکّامِ وقت کے بارے میں
اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم سے سند پکڑی اور اسی منکم نے اُسے ردّ کر دیا اور کسی نے اپنے تئیں
مستامن بنایا حالانکہ جن مستامنوں کا قرآن یا حدیث یا فقہ میں مذکور ہے وہ غیر مذہب والے ہیں جو مسلمانوں کی
عملداری میں پناہ گزیں ہوں ہم نے بھی اپنی جگہ اِعمالِ فکر کیا تو اس رستے کا چھوڑ دینا ہی مناسب معلوم ہوا
اَب ہم حُکّامِ وقت کی اِطاعت کو ایفاءِ عہد اور نہی عن الفساد فی الارض پر مبنی کرتے ہیں -
اور اسی لیے ہم نے عنوانِ اطاعت حاکم کے ذیل میں ایسی آیتیں اور حدیثیں جمع کر دی ہیں جو ایفاءِ عہد اور نہی
عن الفساد فی الارض سے متعلق ہیں - اِن کے پڑھنے سے تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کیسے زوردار لفظوں میں ایفاء
عہد کی تاکید اور فساد کی مناہی ہے - تمام جھگڑے - تمام خرخشے جو آئے دن لوگوں میں ہوتے رہتے ہیں داخلِ فساد
ہیں - دنیا کبھی فساد سے خالی نہیں رہی - اور خالی رہے گی بھی نہیں - آدمی ہے تو آدمی کے ساتھ فسادات بھی ہیں
اس لیے کہ آدمی خود فساد کی جڑ ہے اور اسی فساد کی روک تھام کے لیے دنیا میں دین و مذہب چلا - سلطنت
کا دستور چلا تو حکمِ حاکم کو نہ ماننا فساد کی بھڑوں کا جگانا - دنیا سے امن و عافیت کا اُٹھا دینا اور خدا کے مقدس
منشأ کی مخالفت کرنا ہے اب رہا عہد تو عہد کی دو قسمیں ہیں - عہد قولی اور عہدِ فعلی - عہدِ قولی تو زبانی قول قرار
ہے - عہدِ فعلی یہ ہے کہ زبان سے تو کچھ نہیں کہا - مگر طریقِ عمل سے پایا جاتا ہے - کہ فریقین میں ایک طرح کا ذہنی
قرار داد ضرور ہے - مثلاً زید نے ہندہ سے نکاح کیا - ایجاب و قبول کے وقت اکثر مہر کی صراحت تو کر لی جاتی ہے
اور زید اداے رقم کا عہد کرتا ہے مگر نان و نفقے کی نسبت کسی طرح کا تذکرہ درمیان میں نہیں آتا - اَب زید بیوی کو

۱ جیسے کھیتی کہ اُس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اُس نے (غذائے سالی کو ہوا اور مٹی سے جذب کرکے اپنی) اُس (سوئی) کو قوی کیا چنانچہ وہ (رفتہ رفتہ) موٹی ہوئی (یہاں تک کہ) آخر کار (کھیتی) اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی (اور اپنی سرسبزی سے) لگی کسانوں کو خوش کرنے (اور خدا نے ان کو روز افزوں ترقی) اس لیے (دی ہے) کہ ان (کی ترقی) سے (ترسا ترسا کر) کافروں کو جلائے ۱۲

۲ یہ اتفاقاتِ وقت ہیں جو ہمارے حکم سے لوٹ پلوٹ (سب) لوگوں کو پیش آتے رہتے ہیں ۱۲

اپنے گھر لے جا کر رکھے تو اُس کو دستور کے مطابق ہندہ کا نان و نفقہ دینا آئے گا ۔ اور گھر میں لے جا کر رکھنے سے سمجھا جائے گا کہ زید نے ہندہ کے نان و نفقے کا عہد کر لیا ہے اسی طرح کا معاہدہ ہم میں اور انگریزوں میں ہے جب خدا نے انگریزوں کو مُلک پر مسلط کر دیا اور ہم نے رعایا بن کر اُن کے مُلک میں رہنا اختیار کیا تو اُس کے بھی معنے ہیں کہ ہم میں اور انگریزوں میں ایک طرح کا معاہدہ ہو گیا کہ انگریز حاکم ہونے کی حیثیت سے ہمارے حقوق کی حفاظت کریں اور ہم رعایا ہونے کی حیثیت سے اُن کی اطاعت ۔ انگریز فوج اور پولیس اور عدالت کے ذریعے سے مہا امکن ہمارے حقوق کی حفاظت کر رہے ہیں تو ہم مہا امکن اُن کی اطاعت کیوں نہ کریں ۔ حکامِ وقت کی اطاعت پر ایک بڑا ضروری مسئلہ متفرع ہوتا ہے کہ انگریزوں نے ملک کے انتظام اور رعایا کے حقوق کی حفاظت کے لیے آپ قوانین وضع کیے ہیں اور چونکہ ہندوستان میں مختلف مذاہب کے لوگ بستے ہیں اور انگریزوں کو مساوات کے ساتھ سب ہی کے حقوق کی حفاظت کرنی پڑتی ہے ۔ جیسے رعایا ہندو ویسی مسلمان ویسی پارسی ۔ ویسی عیسائی ناچار اُنھوں نے وضعِ قوانین میں محض انصاف کو مدِنظر رکھا اور کسی فرقے کے مذہب کا خیال نہیں کیا ۔ حتّٰے کہ اپنے مذہب کا بھی ۔ اِس طرزِ عمل کے اختیار کرنے سے کوئی شریعت اپنی اصلی حالت پر باقی نہیں رہی ۔ از انجملہ اسلامی شریعت کے بھی بہت سے احکام معطّل ہو گئے کارروائی کا طریقہ بدل گیا اور شریعت کے اعتبار سے ایک نئی طرح کا اسلام چلا آدھا تیتر آدھا بٹیر اب **سوال** یہ ہے کہ ہندوستان کے مُسلمان اِس حالت میں بھی مُسلمان ہیں یا نہیں **جواب** یہ ہے کہ پُورے پکے ۔ اور شریعتِ اسلامی کے جو احکام معطّل ہیں خدا نے حکامِ وقت کی اطاعت فرض کر کے اُن احکام کو ہمارے حق میں خود معطّل فرما دیا ہے اور ہمارے لیے انگریزی قانون ہی اسلامی شریعت ہے اور ایسا نہ ہو تو ہندوستان دار الحرب قرار پا کر ہر مسلمان پر ترکِ وطن یعنی ہجرت فرض ہو جائے اور علماء اسلام میں سے شیعہ ہوں یا سُنّی مقلّد ہوں یا غیر مقلّد صُوفی ہوں یا اہلِ حدیث کوئی بھی اِس کا قائل نہیں ۔ علاوہ بریں احکامِ شریعت سے مقصودِ اصلی ہے اقامتِ اَمن اور وہ قانونِ انگریزی سے بھی حاصل ہے صرف تدابیر کا فرق ہے ۔ ایک قاتل کو قتل کرتا ہے ۔ ایک پھانسی دیتا ہے ۔ ایک چور کا ہاتھ کاٹتا ہے ۔ ایک قید اور بید اور جرمانے سے سزا دیتا ہے ۔ اور بڑی بات تو یہ ہے کہ رعایا ہونے کی حالت میں قانونِ انگریزی کی اطاعت ایک امرِ اضطراری ہے ۔ اور لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا کی رُو سے خدا نے ہماری مجبوریوں پر نظر کر کے ہمارے حق میں توسیع کر دی ہے والحمد للہ علی ذالک



كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۝ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ ۝ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ۝[1]

(قوم) عاد نے پیغمبروں کو جھٹلایا کہ اُن کے بھائی ہود نے اُن سے کہا کیا تم (خدا سے) نہیں ڈرتے میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں تو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور میں اس (سمجھانے) پر تم سے کچھ اُجرت تو نہیں مانگتا میری اُجرت تو بس پروردگار عالم پر ہے۔ کیا تم ہر اونچی جگہ پر بے ضرورت یادگاریں بناتے اور (بڑی صنعت کے) محل تعمیر کرتے ہو۔ گویا تم (دنیا میں) ہمیشہ رہو گے ف۱

ف۱ قوم عاد کو سنگتراشی میں بڑی دستگاہ تھی اور وہ ضرورت سے زیادہ اِس ہنر سے کام لیتے تھے پہاڑوں میں تراش تراش کر گھر بناتے اور طرح طرح کی یادگاریں کھڑی کرتے جیسا کہ اب ہمارے وقتوں میں بھی ہو رہا ہے کہ نامور لوگوں کے بُت بڑے بڑے شہروں میں نظرگاہِ عام پر کھڑے کیے جاتے ہیں اور اس سے مقصود اُن لوگوں کی یادگار کا باقی رکھنا ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ ایک فعل عبث ہے ایسی تدبیروں سے کل من علیہا فان کا فتویٰ تو ٹل نہیں سکتا۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ لاکھوں روپے کی لاگت کے گنبد اور مزار اور قلعے اور کیا اور کیا موجود ہیں اور معلوم نہیں ہوتا کہ کس کے بنوائے ہوئے ہیں اور کس زمانے کے ہیں اور اس کی ایک عمدہ مثال اہرام مصر ہیں کہ روئے زمین پر اُن جیسی عمدہ اور مستحکم عمارت پائی نہیں جاتی اور باوجودیکہ ان پر کچھ لکھا ہوا بھی ہے لیکن اصل بانی کا حال کچھ تحقیق نہیں ہو سکتا۔ غرض سدا رہے نام اللہ کا یہ تو ایک بیدار خیال ہے اور آدمی کی بیہودہ ہوس کی کچھ انتہا نہیں ۱۲ ✦

[1] یہ حضرت ہود کی بابت قوم عاد کا قصہ ہے اِس مقام پر جن باتوں پر انھیں سرزنش کی گئی ہے اُن میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں پر حد سے زیادہ سخت گیری کیا کرتے تھے اور کسی پر سخت گیری وہی کیا کرتا ہے جو غلبہ اور حکومت رکھتا ہو ہم نے "خبرگیری" کے عنوان کے ذیل میں اِس آیت کو اس لیے لیا ہے کہ پیغمبر ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو سخت گیری چھوڑنے کا حکم فرمایا اور یہی رعایا کی خبرگیری ہے اگرچہ آیت میں عدل و انصاف کا حکم صریح لفظوں میں نہیں ہے۔ مگر سخت گیری کو چھوڑنا اور کسی پر اندازے سے بڑھ کر تشدد نہ کرنا یہی عدل و انصاف ہے ۱۲

آیت	ترجمہ
وَإِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ۝ (الشعراء ع ۷ پارہ ۱۹)	اور جب (کسی پر) ہاتھ ڈالتے ہو تو (اُس کو) بڑی سختی سے پکڑتے ہو تو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔
سلہ حَتّٰى إِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُونِهِمَا قَوْمًا لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلًا ۝ قَالُوا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰى أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ۝ قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۝ (کہف ع ۱۱ پارہ ۱۶)	یہاں تک کہ جب (ذوالقرنین) چلتے چلتے (ایک پہاڑ کی گھاٹی کے) دو کگاروں کے بیچ میں پہنچا تو دیکھا کہ کگاروں کے اِدھر ایک قوم (آباد) ہے (اور وہ ایسے وحشی ہیں) کہ بات کے سمجھنے کے پاس تک نہیں پھٹکتے اُن لوگوں نے (اپنی بولی میں) عرض کیا کہ اے ذوالقرنین (اس گھاٹی کے اُدھر) یاجوج اور ماجوج (کی قوم ہے اور وہ لوگ ہمارے ملک میں (آکر) فساد کرتے ہیں (آپ کی مرضی ہو) تو ہم آپکے لیے چندہ جمع کر دیں بشرطیکہ آپ ہمارے اور اُن کے درمیان کوئی روک بنا دیں (ذوالقرنین نے) کہا کہ وہ مال جس میں میرے پروردگار نے مجھے (پورا) اختیار دے رکھا ہے کافی و وافی ہے چندے کی تو ضرورت نہیں (مگر ہاں تم کو ایسی ہی مدد کرنی ہے) تو (ہاتھ پاؤں کے زور سے میری مدد کرو میں تم (لوگوں) میں اور اُن (لوگوں) میں ایک دیوار کھینچ دوں گا۔
سلہ إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً	بے شک فرعون مُلک (مصر) میں بہت بڑھ چڑھ رہا تھا اور اُس نے وہاں کے لوگوں کے الگ الگ گروہ قرار دیے تھے اُن میں سے ایک گروہ (یعنی بنی اسرائیل) کو (اس قدر)

سلہ ذوالقرنین اپنے وقت کا بادشاہ تھا بتقریب سیر و سیاحت ایک قوم پر پہنچا تو انھوں نے یاجوج ماجوج کے ظلم و فساد کی شکایت کی اس نے اُن کی آمد و رفت بند کرنے کے لیے اِس قوم اور یاجوج ماجوج کے بیچ میں ایک دیوار کی آڑ کر دی۔ یہی معنے ہیں خبرگیری کے اور اسی لیے ہم نے اس آیت کو عنوانِ بالا کے ذیل میں شامل کیا یہ اُسی طرح کی خبرگیری ہے جو انگریزوں نے ہمارے واسطے کر رکھی ہے مثلاً نہریں پل کنوئیں نل سڑکیں وغیرہ اور اس کے علاوہ رفاہیت و آسایش کے بہت سے سامان رعایا کے لیے انتظاماً رکھے ہیں ۱۲ سلہ فرعون کے مظالم مشہور ہیں اور اُن ہی مظالم پر اُس کی اِن آیتوں میں مذمت کی گئی ہے ۱۲

مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ (القصص ع ۱ پارہ ۲)	کمزور سمجھ رکھا تھا کہ اُن کے بیٹوں کو ذبح کروا دیتا۔ اور اُن کی عورتوں (یعنی بیٹیوں) کو زندہ رکھتا اس میں شک نہیں کہ وہ (بھی) فسادیوں میں سے (ایک ہی فسادی) تھا۔
عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللَّهُ رَعِيَّةً فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيحَةٍ إِلَّا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ۔ (صحیحین)	معقل بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جس بندے کو خدا اپنے بندوں کا محافظ و نگہبان ٹھیرائے اور وہ رعیّت کی خیرخواہی اور خیراندیشی کے ساتھ حفاظت و نگرانی نہ کرے تو وہ بہشت کی خوشبو تک بھی سونگھ پائے گا۔
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَالْإِمَامُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ (صحیحین)	حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! تم سب اپنی رعیت کے محافظ ہو اور تم سے رعیت کی بابت پُوچھا جائے گا تو حاکم جو لوگوں کی اصلاح حال کے لیے قائم کیا گیا ہے رعیت کا نگہبان ہے اور وہ اپنی رعیّت کے احوال سے پُوچھا جائے گا مرد اپنے اہل خانہ کا نگہبان ہے اور وہ اپنی رعیت یعنی اہل خانہ کی بابت پُوچھا جائے گا عورت اپنے شوہر کے گھر اور اُس کے بچوں کی محافظ ہے اور اُس سے اُن کی بابت سوال ہوگا آدمی کا غلام اپنے مالک کے مال کا نگراں ہے اور اُس سے اُس کی بابت دریافت کیا جائے گا سُنو! تم سب کے سب راعی ہو اور سب اپنی رعیت کی بابت سوال کیے جاوگے +

عدل وانصاف

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ۭ فَاِنْ جَاۗءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَـيْـــًٔـا ۭ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝

(المائدہ ع ۶ پارہ ۶)

(یہ یہودی) جھوٹی (جھوٹی) باتوں کی کنسوئیاں[1] لیتے پھرتے ہیں (اور) مالِ حرام ڈکوسے چلے جاتے ہیں تو (اے پیغمبر اگر (یہ لوگ اپنے معاملات فیصلہ کرانے کو) تمہارے پاس آئیں تو تم (کو اختیار ہے کہ) ان میں فیصلہ کر دو یا ان (کے معاملات میں دخل دینے) سے کنارہ کش رہو اور اگر تم ان (کے معاملات میں دخل دینے) سے کنارہ کشی کرو گے تو (یہ) تم کو کسی طرح کا بھی نقصان نہیں پہونچا سکیں گے اور اگر فیصلہ کرو تو ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَاۗءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَـمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۭ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ

بے شک ہم (ہی) نے توراۃ نازل کی جس میں (ہر طرح کی) ہدایت اور نور (ایمان) ہے (خدا کے) فرماں بردار (بندے) انبیاء (بنی اسرائیل) اُسی کے مطابق یہودیوں کو حکم دیتے چلے آئے ہیں اور (انبیاء کے علاوہ یہودیوں کے) ربّی (یعنی مشائخ) اور علماء (بھی) کیونکہ کتاب اللہ کے محافظ ٹھیرائے گئے تھے اور (وہ) اُس کی محافظت کرتے بھی رہے تو (اے اِس وقت کے یہودیو) لوگوں سے نہ ڈرو اور ہمارا ہی ڈر مانو اور ہماری آیتوں کے معاوضے میں (دُنیا کے) ناچیز فائدے نہ لو اور جو خدا کی اُتاری ہوئی (کتاب) کے مطابق حکم نہ دے تو یہی لوگ کافر ہیں اور ہم نے توراۃ میں یہود کو (تحریری) حکم دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ (ویسے ہی) زخم پھر جو (مظلوم بدلہ) معاف کر دے

[1] کسی بات کی ٹوہ لگانا اور اُس کے درپے ہونا کہ فلاں جگہ کیا تذکرہ تھا اسی کو اُردو میں کنسوئیاں لینا کہتے ہیں ۱۲

فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ ۖ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ۝ وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنجِيلِ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فِيهِ ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ

تو وہ اُس (کے گناہوں) کا کفّارہ ہوگا اور جو خدا کی اتاری ہوئی (کتاب) کے مطابق حکم نہ دے تو وہی لوگ بے انصاف ہیں ف۱ اور بعد کو ان ہی (پیغمبروں) کے قدم بقدم ہم نے مریم کے بیٹے عیسےٰ کو چلایا کہ وہ توراۃ کی جو اُن کے (وقت میں) پہلے سے (موجود) تھی تصدیق کرتے تھے اور اُن کو ہم نے انجیل (بھی) دی جس میں (ہر طرح کی) سُوجھ اور نور (ہدایت موجود) ہے اور توراۃ جو اس کے (نزول کے زمانے میں) پہلے سے (موجود) تھی (یہ انجیل) اُس کی تصدیق بھی کرتی اور (خود بھی) پرہیزگاروں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے اور اہلِ انجیل کو (عیسائی ہونے کی حیثیت سے) چاہیئے (تھا) کہ جو (حکم) خدا نے اُس میں اُتارے ہیں اُسی کے مطابق حکم دیا کریں اور جو خدا کے اُتارے ہوئے (حکموں) کے مطابق حکم نہ دے تو یہی لوگ نافرمان ہیں ف۲ اور (اے پیغمبر) ہم نے تمہاری طرف (بھی) کتاب برحق اُتاری کہ جو کتابیں اس کے (اُترنے کے وقت) پہلے سے (موجود) ہیں اُن کی تصدیق کرتی ہے اور اُن کی محافظ (بھی) ہے ف۳

ف۱ پچھلے رکوع کی شانِ نزول ایک زنا کا مقدمہ تھا جو یہودیوں میں ہوا تھا اور مجرم عزت دار لوگ تھے اور وہ اجرائے حکم سنگساری میں خلافِ حکمِ توراۃ اُن کی رعایت کرنی چاہتے تھے اور ان آیتوں میں قصاص کا حکم ہے اور یہ احکام بھی عام ہیں کہ قصاص ہر شخص پر بلالحاظ اس کے کہ مجرم کون ہے اور کس درجے کا ہے اُس کو سزا دی جائے اور اسی طرح حکمِ سنگساری بھی عام تھا مگر یہود ان تمام احکام میں دنیاوی طمع کو دخل دیتے تھے ۱۲

ف۲ ان آیتوں میں یہودیوں اور عیسائیوں کو اس بات پر ملامت کی گئی ہے کہ وہ یہودی اور عیسائی ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر اپنی آسمانی کتابِ توراۃ اور انجیل پر عمل نہیں کرتے حالانکہ اُن کو چاہیئے تھا کہ یہودیت اور عیسائیت کے مدعی ہیں تو اپنی آسمانی کتاب کے احکام کے پابند رہتے پس اُن کا دعویٰ زبانی دعوےٰ ہے بے دلیل اور اُن کا عمل اس دعوے کی تصدیق نہیں کرتا ۱۲

ف۳ قرآن کو جو کتبِ سابقۂ آسمانی کا محافظ فرمایا تو اس کے یہ معنے ہیں کہ اُن کتابوں میں کسی طرح کی ردّ و بدل کو جائز نہیں رکھتا اور اسی لیے قرآن میں اہلِ کتاب پر تحریف کے بارے میں بار بار بڑی سختی کے ساتھ الزام دیا گیا ہے ۱۲

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۚ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۚ إِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝ وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَّفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَيْكَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ أَنْ يُّصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ۚ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُونَ ۝ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوقِنُونَ ۝ (المائدہ ع، پارہ ۶)

تو جو کچھ خدا نے (تم پر) اُتارا ہے تم (بھی) اسی کے مطابق ان لوگوں میں حکم دو اور جو حق بات تم کو (خدا سے) پہنچی ہے اُس کو چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو ہم نے (وقتاً فوقتاً) تم میں سے ہر ایک (فریق) کے لیے ایک شریعت ٹھیرائی اور طریقہ (خاص) اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی (دین کی) اُمت کرتا لیکن (مختلف شریعتوں کے بھیجنے سے) یہ مقصود (رہا) ہے کہ جو حکم (تمھاری حالت کے مناسب وقتاً فوقتاً) تم کو دیئے اُن میں (وقتاً فوقتاً) تم کو آزمائے تو (مسلمانو!) تم (اس وقت کی اسلامی شریعت کے مطابق) نیک کاموں کی طرف لپکو کیونکہ تم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے تو جن جن باتوں میں تم لوگ (دنیا میں) اختلاف کرتے رہے ہو وہ تم کو (سب کا حال) بتادے گا (غرض اے پیغمبر تم تو اپنی شریعت پر قائم رہو) اور جو (کتاب) خدا نے (تم پر) اُتاری ہے اسی کے مطابق ان لوگوں میں حکم دو اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو اور ان کے (داؤ گھات) سے ڈرتے رہو کہ جو کتاب خدا نے تمھاری طرف اُتاری ہے (مبادا) اُس کے کسی حکم سے یہ لوگ تم کو بھٹکا دیں پھر اگر (یہ لوگ تمھارا کہا نہ مانیں تو جانے رہو کہ خدا ہی کو منظور ہے کہ ان کے بعضے گناہوں کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت لا نازل کرے اور بے شک بہت سے لوگ البتہ نافرمان ہیں کیا (اس وقت بھی) زمانہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں ف۱ اور جو لوگ یقین کرنے والے ہیں ان کے لیے اللہ سے بہتر

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَفْضَلَ عِبَادِ

حضرت عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز بلحاظ قدر و منزلت

ف۱ اسلام سے پہلے کا وقت مشرکین عرب کے بے زمانہ جاہلیت کہلاتا ہے کیونکہ سب سے پہلی کتاب جو اہل عرب پر نازل ہوئی وہ یہی قرآن ہے اور اس کے نزول سے پہلے ان کو خبر ہی نہ تھی کہ حد اصل حقیقت میں کیا چیز ہے اور وہ کیا چاہتا ہے ۱۲ ف۲ ان آیتوں میں یہود و نصاری کو صرف اس بات پر ملامت کی گئی ہے کہ وہ لوگوں میں خدا کی کتاب کے مطابق فیصلہ نہیں کیا کرتے تھے اور خدا کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرنا عین عدل و انصاف ہے تو گویا اتنی ساری بوچھاڑ عدل و انصاف نہ کرنے پر ہوئی یہی وجہ تھی جو ہم نے ان آیتوں کو عدل و انصاف کے عنوان میں داخل کیا ۱۲

اللّٰہِ مَنْزِلَۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِمَامٌ عَادِلٌ رَفِیْقٌ وَّاِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِمَامٌ جَائِرٌ خَرِقٌ (بیہقی)

تمام بندگان خدا میں بزرگترین بندہ منصف نرم دل امام (امام سے مراد سب حاکم ہے) ہے اور قیامت کے دن بلحاظ قدر و منزلت تمام لوگوں میں بدترین شخص ظالم اور سخت امام ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ السُّلْطَانَ ظِلُّ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ یَاْوِیْ اِلَیْہِ کُلُّ مَظْلُوْمٍ مِّنْ عِبَادِہٖ فَاِذَا عَدَلَ کَانَ لَہُ الْاَجْرُ وَعَلَی الرَّعِیَّۃِ الشُّکْرُ وَاِذَا جَارَ کَانَ عَلَیْہِ الْاِصْرُ وَعَلَی الرَّعِیَّۃِ الصَّبْرُ (ترمذی)

ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بادشاہ زمین میں سایہ خدا ہے بندگان خدا میں سے ہر مظلوم اُس کی طرف پناہ لیتا ہے تو جب وہ انصاف کرتا ہے اُسے انصاف کرنے کا ثواب ملتا اور رعیت پر اُس کی شکرگزاری واجب ہوتی ہے اور جب ظلم و ناانصافی کرتا ہے تو ناانصافی کے گناہ کا بوجھ اُس پر ہوتا اور رعیت کو صبر کرنا پڑتا ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَنِ السَّابِقُوْنَ اِلٰی ظِلِّ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ قَالُوا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ الَّذِیْنَ اِذَا اُعْطُوا الْحَقَّ قَبِلُوْہُ وَاِذَا سُئِلُوْہُ بَذَلُوْہُ وَحَکَمُوْا لِلنَّاسِ کَحُکْمِہِمْ لِاَنْفُسِہِمْ

(ابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کی طرف روئے سخن کرکے) فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ قیامت کے روز جو لوگ سایۂ خدا کی طرف سبقت کریں گے وہ کون ہوں گے صحابہ نے عرض کیا کہ خدا اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں فرمایا یہ وہ لوگ ہونگے کہ جب اُن کو اُن کا حق دیا جاتا ہے تو بے چون و چرا تسلیم کرلیتے ہیں اور حق تو ہے اُن کا لیکن لوگ اُن سے مانگتے ہیں تو بے دریغ خرچ کر دیتے ہیں اور لوگوں کے لیے ویسا ہی حکم کرتے ہیں جیسا اپنے نفسوں کے لیے (یعنی جو کچھ اپنے لیے چاہتے ہیں وہی دوسروں کے لیے چاہتے ہیں اور یہی معنی ہیں "ہرچہ برخود نپسندی بردیگرے مپسند" کے)۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاَقْرَبَہُمْ مِّنْہُ مَجْلِسًا اِمَامٌ عَادِلٌ وَّاِنَّ اَبْغَضَ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاَشَدَّہُمْ عَذَابًا وَّفِیْ رِوَایَۃٍ وَّاَبْعَدَہُمْ مِّنْہُ مَجْلِسًا اِمَامٌ جَائِرٌ۔ (ترمذی)	ابو سعیدؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز خدا کے نزدیک سب لوگوں میں محبوب ترین اور بلحاظِ مجلس خدا سے زیادہ قریب مُنصف بادشاہ ہوگا اور خدا کے نزدیک قیامت کے روز سب سے زیادہ دشمن اور عذاب میں سب سے زیادہ سخت اور ایک روایت میں آیا ہے کہ باعتبارِ مجلسِ خدا سے بہت دُور ظالم امام (یعنی حاکم) ہوگا

اجتناب عن الامارۃ
(منصبِ حکومت سے الگ رہنا)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّکُمْ سَتَحْرِصُوْنَ عَلَی الْاِمَارَۃِ وَسَتَکُوْنُ نَدَامَۃً یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَنِعْمَ الْمُرْضِعَۃُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَۃُ۔ (بخاری)	ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خُدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب تم لوگ امارۃ و حکومت کی حرص کروگے اور وہ قیامت کے روز ندامت و پشیمانی کا سبب ہوگی ف تو اچھی ہے دودھ پلانے والی اور بُری ہے دُودھ چھڑانے والی ف۲
عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ	ابو ذرؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ

ف یہ حالت اُس شخص کی ہے جو حالتِ حکومت میں عدل و انصاف نہ کرے ورنہ حکومت اصل میں کوئی بُری چیز نہیں بلکہ شرف و بزرگی کی موجب ہے جیسا کہ اس سے پہلے عنوان "عدل و انصاف" میں حدیث ابن عمر سے ثابت ہوا ۱۲

ف۲ یعنی حکومت ابتداء کے لحاظ سے اچھی ہے اور انجام کے اعتبار سے بُری۔ پیغمبر صاحب نے حکومت کو ابتدائی لذت و حلاوت میں تشبیہ دی ہے مرضعہ یعنی دودھ پلانے والی کے ساتھ اور انجام کار کی رُو سے الم و تلخی میں تشبیہ دی ہے دودھ چھڑانے والی کے ساتھ۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح ابتداء میں بچے کے حق میں دودھ پلانے والی اچھی اور دودھ چھڑانے والی بُری ہے اسی طرح ابتداءً حکومت کی لذت آدمی کو بھلی لگتی ہے مگر انجام کے اعتبار سے بُری ہے ۱۲

أَلَا تَسْتَعْمِلُنِي قَالَ فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى مَنْكِبِي ثُمَّ قَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ ضَعِيفٌ وَّإِنَّهَا أَمَانَةٌ وَّإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ خِزْيٌ وَّنَدَامَةٌ إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ لَهٗ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيفًا وَّإِنِّي أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي لَا تَأَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيمٍ (مسلم)

آپ مجھے کہیں کا عامل کیوں نہیں بناتے پیغمبر صاحب نے میرے مونڈھے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ ابوذر! تو ناتوان اور کمزور ہے اور حکومت امانت ہے اور قیامت کے روز رسوائی و ندامت مگر اُس کے لیے نہیں جو اُسے اُس کے حق کے ساتھ حاصل کرتا اور اُس حق کو ادا کرتا ہے جو حکومت کی حالت میں اُس کے ذمے واجب ہوتا ہے ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ پیغمبر صاحب نے ابوذر سے فرمایا کہ ابوذر! میں تجھے دل کا کمزور دیکھتا اور تیرے لیے وہی چیز پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں تو دو شخصوں پر امیر بن اور یتیم کے مال کا سرپرست و والی نہ ہو۔

جب حاکم ٹھیک فیصلہ نہ کرے تو اُس کا حکم مردود ہے

عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلٰى بَنِي جَذِيمَةَ فَدَعَاهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَلَمْ يُحْسِنُوا أَنْ يَّقُولُوا أَسْلَمْنَا فَجَعَلُوا يَقُولُونَ صَبَأْنَا وَجَعَلَ خَالِدٌ قَتْلًا وَّأَسْرًا قَالَ فَدَفَعَ إِلٰى كُلِّ رَجُلٍ أَسِيرَهٗ

سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو قبیلۂ بنی جذیمہ کی طرف روانہ کیا انھوں نے اُنھیں اسلام کی طرف بلایا چونکہ اُن لوگوں سے اَسْلَمْنَا کہتے نہ بن پڑا (جس کے معنے ہیں کہ ہم اسلام لے آئے اس لیے صَبَأْنَا (جس کے معنی ہیں کہ ہم پھر گئے اُن کا مطلب تھا کہ دینِ آبائی سے پھر گئے) کہنے لگے تب اور خالد لگے اُن کو قتل و قید کرنے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر خالد نے ہر شخص کو اُس کا قیدی دے دیا

حَتّٰی اِذَا اَصْبَحَ یَوْمًا اَمَرَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ اَنْ یَّقْتُلَ کُلُّ رَجُلٍ مِّنَّا اَسِیْرَهٗ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا اَقْتُلُ اَسِیْرِیْ وَلَا یَقْتُلُ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِیْ اَسِیْرَهٗ قَالَ فَقَدِمْنَا عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ لَهٗ صَنِیْعَ خَالِدٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرَفَعَ یَدَیْهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَبْرَاُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ وَفِیْ حَدِیْثِ بِشْرٍ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَبْرَاُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ مَرَّتَیْنِ ۔ (نسائی)

حتّٰی کہ جب یہ دن گزر کر دوسری صبح ہوئی تو خالد نے حکم دیا کہ ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کر ڈالے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا واللہ میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا اور نہ صرف میں بلکہ میرے یاروں میں سے بھی کوئی اپنے قیدی کو قتل نہیں کر سکتا راوی کہتا ہے کہ پھر ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ابن عمرؓ نے خالد کی اس کارروائی کا ذکر کیا جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اپنے دونوں دست مبارک آسمان کی طرف اُٹھائے کہ خداوندا! میں خالد کی کرتُوت سے بری ہوں اور حدیث بشر میں آیا ہے کہ پیغمبر صاحب نے دو دفعہ فرمایا کہ خداوندا میں خالد کی کرتُوت سے بیزار ہوں۔

امام ابو حنیفہ کی ایک حکایت مناسب مقام ہے کہ اُن کے حلقۂ درس میں بہت لوگ جمع ہوتے تھے اور اُن کا اَدب و وقت کے خلیفہ یعنی بادشاہ سے بڑھ کر کیا جاتا تھا۔ خلیفہ یہ دیکھ کر امام صاحب سے حسد کرنے لگا۔ اُس کو اس کے سوائے اور کچھ نہ سُوجھا کہ امام صاحب پر قاضی القضاۃ کی خدمت عرض کی۔ اُن وقتوں کا قاضی القضاۃ بمنزلہ مدار المہام یا وزیر اعظم کے ہوتا تھا۔ امام صاحب نے بلحاظِ ذمّہ داری قبول خدمت سے اِنکار کیا۔ خلیفہ نے نافرمانی پر محمول کر کے امام صاحب کو قید کیا۔ اور اِنکار پر اصرار کرنے کی سزا میں تازیانے مارے۔ امام صاحب مار کے صدمے سے بیمار پڑے اور اُسی علالت میں انتقال فرمایا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ○

چگونہ شکر این نعمت گزارم　　کہ زورِ مردم آزاری ندارم

خیر خواہی

عَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ وَّالٍ یَّلِیْ رَعِیَّةً مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَیَمُوْتُ

یسار کے بیٹے معقل کہتے ہیں کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو شخص مسلمان رعیت کا حاکم اور فرماں روا ہو اور پھر وہ اس حالت میں مرے کہ

متن	ترجمہ
وَهُوَ غَاشٌّ لَهُمْ إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ ۔ (صحیحین)	کہ رعیت کا بدخواہ تھا تو خدا ئے تعالےٰ اُس پر جنت کو حرام کر دیتا ہے۔
عَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَةُ[1] ۔ (مسلم)	عمرو کے بیٹے عائذ کہتے ہیں کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ بدترین اُمراء وہ ہیں جو رعیت پر ظلم کریں اور رحم و مہربانی سے پیش نہ آئیں۔
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهِ (مسلم)	اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خداوندا جو شخص میری اُمّت کے کسی کام کا والی و حاکم مقرّر کیا جائے اور وہ (یعنی حاکم) اُنھیں (یعنی میری اُمّت کے لوگوں کو) مشقت میں ڈالے تو تُو اُسے مشقت میں ڈال اور جو میری اُمّت کے کسی کام کا حاکم قرار دیا جائے اور وہ اُن کے ساتھ نرمی و مہربانی سے پیش آئے تو تُو اُس پر نرمی و مہربانی فرما۔
عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ أَنَّهُ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ وَلَّاهُ اللَّهُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَاحْتَجَبَ دُونَ حَاجَتِهِمْ	عمرو بن مُرّہ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے معاویہ سے کہا کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جس شخص کو خدا مسلمانوں کے کسی کام کا والی و سرپرست مقرّر فرمائے اور وہ اُن کی حاجت اور فقر اور شدّت کی پروا نہ کرکے اپنا دروازہ بند کیے ہے (یعنی حاجت مند اور صاحبِ ضرورت کو

(بقیہ صفحہ آئندہ)

[1] حطمہ کے معنی ہیں ظلم کرنے والا کیونکہ حطم سے لیا گیا ہے اور حطم کہتے ہیں کسی چیز کو توڑ کر چورا چورا کرنے کو جو شخص اُونٹوں کے چرانے اور پانی پلانے اور سنبھالنے میں اُن پر درشتی کرتا ہے اہلِ عرب اُسے حطمہ کہتے ہیں صراح میں ہے حطمہ مرد بسیار خوار و آنکہ بر ستور رحم نہ کند چونکہ سلایا بھی حاکم کی بمنزلہ بھیڑ بکری کے سپرد ہوتی ہیں اس لیے ہم نے حطمہ کا ترجمہ رعیت پر ظلم کرنے والا کیا ۱۲

وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ احْتَجَبَ اللّٰهُ دُوْنَ حَاجَتِهٖ وَخَلَّتِهٖ وَفَقْرِهٖ فَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ رَجُلًا عَلٰى حَوَآئِجِ النَّاسِ (ترمذی ابوداؤد)	خدا اُس کی حاجت اور فقر اور شدت سے اپنا دروازہ بند کرے گا اس پر معاویہ نے ایک شخص کو لوگوں کی حاجتوں (کے پیش کرنے) پر مقرر کر دیا۔
عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا بَعَثَ عُمَّالَهٗ شَرَطَ عَلَيْهِمْ اَنْ لَّا تَرْكَبُوْا بِرْذَوْنًا وَّلَا تَاْكُلُوْا نَقِيًّا وَّلَا تَلْبَسُوْا رَقِيْقًا وَّلَا تُغْلِقُوْا اَبْوَابَكُمْ دُوْنَ حَوَآئِجِ النَّاسِ فَاِنْ فَعَلْتُمْ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ فَقَدْ حَلَّتْ بِكُمُ الْعُقُوْبَةُ (مشکوٰۃ)	عُمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُن کا قاعدہ تھا جب اپنے صوبوں کو کہیں بھیجتے تو اُن سے شرط کر لیتے کہ تُرکی گھوڑے پر سوار نہ ہونا میدے کی روٹی نہ کھانا باریک اور نفیس کپڑے نہ پہننا اپنے دروازے لوگوں کی حاجتوں (کے پیش ہونے) سے بند نہ کرنا اور اگر تم نے اِن باتوں میں سے ایک بات بھی کی تو تم پر سزائے الٰہی اُتر آئے گی
عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَدَّهٗ اَبَا مُوْسٰی وَمُعَاذًا اِلَی الْيَمَنِ فَقَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا (صحیحین)	ابو بردہ کہتے ہیں کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے دادا ابو موسےٰ اور معاذ کو یمن کی طرف بھیجتے ہوئے فرمایا کہ تم دونوں (لوگوں کو) آسانی کرنا انھیں مشکل میں نہ ڈالنا۔ اور خوش خبری سُنانا نفرت نہ دلانا اور باہم ایک دوسرے کی اطاعت کرنا۔ تفرقہ اور پھوٹ نہ ڈالنا۔

من المترجم ہم لوگوں نے تو حقوق و فرائض کا کھیل بنا رکھا ہے اور اس کے دو سبب ہیں اوّل یہ کہ خدا نخواستہ خدا کے تو منکر نہیں اور منکر ہو بھی نہیں سکتے۔ سر میں عقل دل میں انصاف رکھتے ہیں۔ مگر خدا کی شان اُس کی عظمت اُس کے جلال کا صحیح اندازہ ذہن میں نہیں۔ اگر ہو تو مجال ہے کہ اُس کے حکم سے سرتابی یا اُس کے فرمان کی بجا آوری میں غفلت یا تساہل کریں یٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ دوسرے

سلہ اے آدم زاد تجھکو کس چیز نے اپنے پروردگار کریم کی جناب میں گستاخ کر دیا ہے جس نے تجھکو بنایا اور بنایا بھی تو بہت درست بنایا اور تیرے جوڑ بند مناسب رکھے (پھر) جس قطع سے چاہا تیرا (یعنی تیرے اعضاء کا) پیوند ملا دیا مگر بات یہ ہے کہ تم (بنی آدم) روز جزا کو

یہ کہ اپنی غلط فہمی سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا سمجھ رکھا ہے حقوق اللہ کا تو خیر کچھ یوں ہی سا لحاظ رکھتے بھی ہیں۔ حقوق العباد کی مطلق پروا نہیں کرتے۔ حقوق اللہ کا تو خیر کچھ یوں ہی سا لحاظ کرتے بھی ہیں کہ گنڈے دار نماز پڑھ لی۔ پانچ وقتوں میں چار نہیں تو تین ناغہ ۵

جی عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب
کام چور اس کام پر کس مونہ سے اجرۃ کی طلب

اور پڑھی تو اس خوبی بھری کہ نہ تجوید قرأت نہ تعدیل ارکان نہ حضورِ قلب۔ مونہ سے بڑ بڑاتے ہیں اور سمجھتے خاک نہیں۔ ہر رکعت میں دو سجدے فرض۔ ان کی نماز میں سجدۂ سہو ملا کر تین آپ کہیں دل کہیں۔ ایسی نماز اُٹھک بیٹھک اور قواعد کے ڈریل کے نام کی زیادہ مستحق ہے نہ نماز کے نام پاک کی وہ تو غنیمت ہے کہ نماز کی طرح رمضان ہر روز سر پر آکھڑا نہیں ہوتا۔ اس پر بھی گرمیوں میں افطارِ صوم کا عذر ظاہر ہے۔ خدا نے روزوں کا حکم دیا ہے۔ نہ خودکشی کا۔ جاڑا ہو دن بھی چھوٹے ہوں افطاری اور سحری کا بھی مزا آئے تو روزے رکھے جائیں۔ زکوٰۃ کی جیسی مٹی پلید ہے کہنے کے قابل نہیں۔ اول تو اکثر مسلمان مفلس اور بے مقدور ہو گئے ہیں کمائیاں کم خرچ زیادہ

براحوال آن کس بباید گریست
کہ دخلش بود نوزدہ خرج بیست

جو با مقدور ہیں وَقَلِیۡلٌ مَّا ھُمۡ اُن میں اکثر وہ ہیں جو بے ہنر ہیں آپ تو کمائی کر نہیں سکتے۔ پس خوردۂ بزرگاں پر گل چھرے اُڑا رہے ہیں تو یہ بقدرِ نصاب بچا نہیں سکتے۔ بلکہ اُلٹے قرضدار رہتے ہیں۔ مفلسوں اور مسرفوں کو حساب سے خارج کرو تو چھبیس کرور مسلمانوں میں سے جتنے بھی تمہارے خیال میں آئیں۔ اُن میں آدھے تہائی وہ ہیں جو سرے سے زکوٰۃ ہی نہیں دیتے۔ پھر جو دیتے ہیں اُن کے آدھے تہائی وہ ہوں گے جو پوری نہیں دیتے پھر شاذ و نادر جو پوری دیتے ہیں اُن میں دو تہائی وہ ہوں گے جو ایسوں کو دیتے ہیں جن کو نہ لینی جائز نہ دینی روا۔ اب ٹھیک طور پر زکوٰۃ دینے والے رہ ہی کتنے گئے وہ مثل ہے کہ اونٹ کے مونہ میں زیرا۔ اتنے سے قوم کا کیا بھلا ہو اور قوم بھی مفلس مسلمانوں کی قوم۔ حقوق اللہ میں سے روزے ہوئے زکوٰۃ ہوئی رہ گیا حج تو ہمارے ملک سے دو قسم کے لوگ حج کو جاتے ہیں ایک وہ کہ السعی وسیلۃ الظفر حج کے بہانے کچھ کما لاتے ہیں۔ بے مقدوری کی وجہ سے حج تو اپنے اوپر فرض نہیں۔ لاٹھی کندھے پر دھری اور حج کو نکل کھڑے ہوئے مانگتے کھاتے بمبئی پہنچے وہاں کسی گانٹھ کے پورے عقل کے ادھورے موٹے مالدار کے ساتھ ہولیے اُسی نے جہاز کا کرایہ بھرا۔ جاتیوں اور آتیوں کو کفالت

(بقیہ صفحہ سابقہ) حالانکہ تم پر ہمارے چوکیدار تعینات ہیں یعنی کراماً کاتبین فرشتے (ف)

ف کراماً کاتبین کے اصلی معنے ہیں گرامی قدر لکھنے والے کہ دو فرشتے آدمی کے اعمال نیک و بد کے لکھنے کے لیے اُس پر تعینات ہیں کراماً کاتبین تھی تو ان فرشتوں کی صفت مگر اب ان کا نام ٹھہر گیا ہے۔ اور اسی سبب سے ہم نے ترجمہ نہیں کیا ۱۲

کرتا رہا ہلدی لگی نہ پھٹکری مفت میں حج کیا مدینے گئے لوٹ کر بمبئی میں سمندر کے کھاری پانی کی زمزمیاں بھریں
دو چار سیر سَنقط کی کھجوریں خریدیں ۔ کوڑی کوڑی دو کوڑی زیتون کی تسبیحیاں ۔ گھر آئے تو تبرکات تقسیم کرتے ۔ اور لوگوں پر حج
کی منت رکھتے پھرے جس پاس گئے کچھ نہ کچھ لے کر ٹلے ۔ دوسرے قسم کے حاجی وہ ہیں جو واعظوں سے سُنتے رہے
ہیں کہ آدمی حج سے کیوم ولدتہ امہ ہو کر لوٹتا ہے ۔ حج تو ان پر سالہا سال سے فرض تھا مگر زندگی
بھر کی مہلت بھی تھی ۔ انھوں نے ایسا تاک کر آخری وقت حج کا ارادہ کیا کہ سمندر میں غریق رحمت نہ ہوں تو
جنت البقیع میں دفن ہو کر عشرہ مبشرہ میں جا شامل ہوں یا پچھلے گناہ تو معاف ہی کرا لائے ہیں دو چار
برس اور بھی جیتے رہے تو ایسے کتنے گناہ سمیٹ لیں گے ۔ حج کے طفیل میں خدا نے عمر بھر کے گناہوں
کا بار سر پر سے اتار دیا ہے تو کیا اُس کو اپنے گھر کا اتنا پاس بھی نہ ہوگا ۔ کہ اگلے گناہ نامۂ اعمال میں نہ لکھے
غرض گنتی کی چند عبادتیں جن کو ہم نے اپنی غلط فہمی سے خالص حقوق اللہ سمجھ رکھا ہے ۔ اُن کے ساتھ تو ہمارا
یہ سلوک ہے اور اسی لیے ہم نے کہا کہ ہم لوگ حقوق اللہ کا تو کچھ یوں ہی سا لحاظ کرتے بھی ہیں حقوق العباد کی مطلق
پروا نہیں کرتے اب ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز سمجھنا غلط
فہمی ہے اور ایسی عام ہے کہ بہت ہی کم مسلمان اس سے بچے ہوں گے ۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں غور کرنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کا مقصود اصلی حقوق العباد ہیں ۔ اور حقوق اللہ یا تو کُلاً یا جزءً حقوق العباد
ہیں یا حقوق العباد کی تقویت کے لیے ہیں ۔ زکوٰۃ کا کُلاً حق العباد ہونا تو ظاہر ہے ۱؎ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا
دِمَآءُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ، جو کچھ زکوٰۃ میں دیا جاتا ہے حق ہے محتاجوں اور مفلسوں کا ۔
لوگ اپنی بیوقوفی سے ہٹے کٹے کاہلوں مفت خوروں کو پکڑا دیں اور زکوٰۃ کا نام کریں تو وہ جانیں ۔ خدا تو ایسا
دیا زکوٰۃ میں کیوں مجرا دینے لگا تھا ۔ حقوق اللہ میں سے روزہ اور حج دو ایسے حق ہیں جن کو جزءً حق العباد
کہا جا سکتا ہے ۔ کیونکہ ان ہی دو موقعوں پر لوگ خوب جی کھول کر خیرات کیا کرتے ہیں ۔ روزے سے فاقے کی
قدر آتی ہے اور قدر کا آنا فاقہ کشوں کی امداد کا محرک ہوتا ہے ۔ حج کے ساتھ شارع نے تجارت کی بھی اجازت دی
ہے ۲؎ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ اور چونکہ تجارت میں بائع اور مشتری دونوں کا فائدہ
ہوتا ہے فائدہ کھلا ہوا حق العبد ہے اور حق العبد بھی دوہرا حق العبد اپنا بھی اور دوسرے کا بھی ۔ حقوق اللہ میں
ایک نماز ایسا حق ہے جس میں ظاہرا حق العبد کا لگاؤ نہیں تو اسی لیے ہم نے اُس کو حقوق العباد کی تائید و تقویت
کی مد میں رکھا کہ نماز میں خدا کی شان اُس کی عظمت اُس کے جلال کا خیال تازہ ہو ۔ اور وہ خیال ہمارے چال چلن
کا محافظ ۔ چال چلن کیا چیز ہے یہی ہمارا برتاؤ ابنائے جنس کے ساتھ کہ ہم کہاں تک اُن کے حقوق کا جو خدا نے

۱؎ خدا تک نہ تو ان کے گوشت ہی پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون بلکہ اُس تک تمھاری پرہیزگاری اور فرماں برداری پہنچتی ہے ۱۲
۲؎ (حج کے متوسل میں) تم اپنے پروردگار کا فضل (مثلاً تجارت سے کوئی مالی فائدہ) حاصل کرنا چاہو تو اُس میں تم پر کچھ
گناہ نہیں ۱۲

ٹھیرا دیئے ہیں پاس کرتے ہیں یا نہیں کرتے۔ اُوپر کے بیان سے یہ تو ثابت ہوا کہ شریعت کا مقصودِ اصلی حقوق العباد ہیں اب لوگوں سے جو غلطی ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ہر شخص نماز روزے زکوٰۃ اور حج چار عبادتوں کو ارکانِ اسلام سمجھتا ہے۔ جن کو وہ ارکانِ اسلام سمجھتا ہے اُن ہی کو ہم نے حقوق اللہ کہا ہے لفظوں کا فرق ہے مفہوم واحد۔ اچھا پھر زکوٰۃ بھی حقوق اللہ میں سے ایک حق ہے اور جتنے حقوق العباد ہیں سب خدا کے ٹھیرائے ہوئے ہیں سبب کیا کہ زکوٰۃ رکنِ اسلام سمجھی جائے۔ اور باقی تمام حقوق العباد داخلِ دفتر کر کے طاقِ نسیاں پر رکھ دیئے جائیں۔ مال کی قدر و قیمت تو خدا کی نظر میں یہ کچھ ہے کہ اسی کے حق میں فرمایا ہے [ف۱] وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِئُوْنَ وَزُخْرُفًا وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ لیکن آدمی حُبِّ مال پر مجبول ہے [ف۲] وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا۔ آدمی کی جبلّی مال کی محبت کا نتیجہ ہے کہ زکوٰۃ کو جو مال سے تعلق ہے تمام حق العباد پر ترجیح بلا مُرجح دے کر اس کو ارکانِ اسلام میں داخل کر دیا۔ ایک اسی طرح کا اعتراض حج کے بارے میں بھی ہے۔ کہ لوگ حج کر لینے سے لفظ حاجی کو جزو نام قرار دے لیتے ہیں۔ اگر حج کرنے والا حاجی کہا جاتا ہے تو نماز پڑھنے والا نمازی کیوں نہ کہا جائے یہ سچ ہے کہ قرآن میں نماز کا حکم بہت جگہ ہے اور جہاں نماز کا حکم ہے وہاں نماز کے ساتھ زکوٰۃ

[ف۱] اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقے کے ہو جائیں گے تو ساز و سامانِ دُنیا ہمارے ہاں اس قدر حقیر ہیں کہ جو لوگ منکرِ (خدائے) رحمٰن ہیں اُن کے لیے اُن کے گھروں کی چھتیں ہم چاندی کی کر دیتے (چھتوں کے علاوہ چاندی کے) زینے کہ اُن پر چڑھنے (اُترتے) اور (چاندی ہی کے) اُن کے گھروں کے دروازے (کر دیتے) اور (چاندی ہی کے) تخت کہ اُن پر (مزے سے) تکیے لگا کر بیٹھتے اور (چاندی ہی نہیں بلکہ) سونے کے (بھی) اور (پھر بھی) یہ تمام (ساز و سامان) اس (دُنیا کی) زندگی کے (چند روزہ) فائدے ہیں اور (اے پیغمبر مفاد) آخرت تمہارے پروردگار کے ہاں پرہیزگاروں (ہی) کے لیے ہے ف

ف اِس آیت میں دنیاوی ساز و سامان کی بے حقیقتی اس طرح پر ظاہر کی گئی ہے کہ خدا چاہتا تو کافروں کو یعنی اپنے دشمنوں کو چاندی اور سونے میں مڑھ دیتا اور چاندی سونے کو اُن کا اُوڑھنا بچھونا بنا دیتا مگر صرف اِس مصلحت سے کہ کہیں لوگ دنیا کی فارغ بالی کو موجبِ رضامندیِ خدا نہ سمجھنے لگیں ایسا نہیں کیا ورنہ خدا کی نظر میں ساز و سامانِ دنیا کی کچھ بھی وقعت نہیں اس کی وقعت کچھ ہے تو اُن احمقوں کی نظروں میں ہے جو خدا کو نہیں مانتے اور فکرِ عاقبت سے غافل ہیں ۱۲

[ف۲] اور (لوگو!) تم مال کے ایسے حریص ہو کہ) مُردوں تک کا ترکہ سمیٹ سمیٹ کر کھاتے ہو (اور تم کو عبرت نہیں ہوتی) اور مال کو بہت ہی عزیز رکھتے ہو ۱۲

کا بھی ہے لیکن اگر یہ وجہ زکوٰۃ کے رکنِ اسلام قرار پانے کی ہے تو صومِ رمضان اور حج کو ارکانِ اسلام سے خارج کرنا چاہیئے کیونکہ ان کا حکم قرآن میں جگہ جگہ نہیں ہے ہمارے نزدیک قرآن میں نماز و زکوٰۃ کا مذکور کثرت سے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نماز میں اجمالاً تمام حقوق العباد کا اعادہ ہے جیساکہ ہم اُوپر کہہ چکے ہیں۔ رہی زکوٰۃ تو ہمہ وقت ہر جگہ محتاجوں کی کثرت متقاضی ہے کہ بار بار اُس کی یاد دہانی کی جائے ورنہ تعمیل کے اعتبار سے جیسا کہ ایک بار فرمانا ویسا بار بار فرمانا۔ تمدّنی تعلقات جو بضرورت چار و ناچار دنیا دار کو رکھنے پڑتے ہیں اور جس نے بشریت کا جامہ پہنا۔ آدمی کی جُون میں جنم لیا وہ کیسا ہی مکر کرے اور لوگوں کو دھوکے دے ممکن نہیں کہ دنیا دار نہ ہو دنیا میں آیا ہے دُنیا میں رہتا ہے اِسی کا نام ہے دُنیا دار ؎

اُسے ذوق کرے گا کوئی دُنیا کیا ترک   دنیا ہے بُری بلا اُرے کیسا ترک
ممکن نہیں ترک ہو کسی سے دُنیا   جب تک نہ کرے آپ اُسے دنیا ترک

غرض تمدّنی تعلقات جو بضرورت چار و ناچار دُنیا دار کو رکھنے پڑتے ہیں اِتنے بہت ہیں کہ آدمی گو وہ اُٹھاؤ چولہا ہی کیوں نہ ہو بمشکل اُن سے عُہدہ برآ ہو سکتا ہے کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ[1] اِن ہی مُشکلات پر نظر کرکے بعض خدا پرست عیسائیوں نے رہبانیّت کا طریقہ اختیار کیا ہے کہ دَرِ وسرکترہ۔ مگر ترکِ تعلّق طبیعت کی کمزوری کی دلیل ہے اور خُدا کی مرضی کے بھی خلاف ہے کیونکہ سب آدمی راہب بن بیٹھیں تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ خدا کارخانۂ دُنیا کو ایک طرز پر چلانا چاہتا ہے۔ آدمی دُنیا کی چلتی گاڑی میں روڑے اٹکاتے ہیں اور یہی وجہ تھی کہ اسلام نے رہبانیّت کی قطعی مُناہی کردی اَب جو مُسلمانوں میں صُوفی یا مشائخ شاقہ ریاضتیں کرتے ہیں راہب تو نہیں ہیں مگر گھرانہ سہی رہبانیّت کا ہلکا ہلکا رنگ تو ان میں بھی جھلکتا ہے وہ ہوم نے کہیں کہا تھا کہ خواہشوں کو اعتدال پر قائم رکھنا ٹیڑھی کھیر ہے حقوق العباد کے معاملے میں بھی وہی بات دیکھنے میں آتی ہے۔ کوئی کوئی تو دل کے ایسے بودے ہیں کہ فرائض یعنی ذمّہ داریوں کے ڈر سے جہاں تک ہو سکتا ہے تعلّقات سے گریز کرتے ہیں کہ نہ تعلّق ہوگا نہ اُس پر حقوق متفرع ہوں گے نہ اُن پر کسی طرح کی ذمّہ داری عائد ہوگی اور کوئی کوئی ایسے بے دھڑک ہیں کہ آپڑوسن لڑ پڑیں راہ چلتوں کے سر ہوتے اور کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے میکنم زبردستی جھگڑے مول لیتے پھرتے ہیں۔

تعلّقات میں حکومت کا تعلّق بھی غم ناری بزبجز ہے۔ دوسروں کے حقوق اور فرائض کا بوجھ اپنے اُوپر لینا اسی کا نام ہے حکومت۔ اور آدمی ہے کہ اپنے ذاتی فرائض کو بھی اچھی طرح ادا نہیں کرسکتا۔ پس حکومت

---

[1] یہ ایک بڑی حدیث کا ٹکڑا ہے جسے امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر سے بایں الفاظ روایت کیا ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ فالامام الذی علی الناس راع وہو مسئول عن رعیتہ والرجل راع علی اہل بیتہ وہو مسئول عن رعیتہ والمرأۃ راعیۃ علی بیت زوجہا وولدہ وہی مسئولۃ عنہم وعبد الرجل راع علی مال سیدہ وہو مسئول عنہ الا فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ حدیث اور اس کا ترجمہ اسی حصے کے عنوان حقوقِ رعایا میں پڑھو ۱۲ +

درحقیقت کوڑھ میں کھاج ہے اور طالب حکومت بَاحثُ حَتْفَہٗ بِظِلْفِہٖ[1] اس خیال کے بزرگ ایک امام ابوحنیفہ ہوگئے کہ اُن کے وقت میں فقہ کے دَور دَورے تھے لاکھوں آدمی اُن کے معتقد۔ خلیفہ ان کی ۔ ہی حکومت پر حسد کرنے لگا۔ اَور توکچھ نہ کرسکا ان کو قاضی القضاۃ بناکر اپنے قابو میں رکھنا چاہا۔ انھوں نے حقوق العباد کے لحاظ سے جَاہِلٌ بَیْنَ الْعَالِمِیْنَ کیا انکار۔ خلیفہ نے سمجھا عدولِ حکم قید کردیا تازیانے کی سزا دی ۔ ان تکالیف کے متحمل نہ ہوسکے۔ بیمار ہوئے مرگئے۔ مگر حقوق العباد کا بُوجھ نہ اُٹھانا تھا نہ اُٹھایا۔ حکومت سے تعلق سے دو بڑی سخت ذمہ واریاں حاکم پر عائد ہوتی ہیں۔ رعایا کی خبرگیری اور انصاف۔ حاکم کا فرض ہے کہ ہمہ وقت دُور ونزدیک ضعیف وقوی ہر فرد رعایا کے جُزو کل حالات سے باخبر رہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی مظلوم اس تک فریاد نہ لاسکے اور اپنی جگہ کلیجہ مسوس کر رہ جائے ؎

آتشِ سوزاں نہ کند با سپند
آنچہ کند دود دل دردمند

پھر اِس درجے کی باخبری سے بھی بڑھ کر انصاف کہ فصل خصومات میں فریقین کی وجاہت وکلاء کی چرب زبانی گواہوں کی غلط بیانی۔ عملوں کی رشوت ستانی۔ دوست یا احباب کی سفارش تحریری یا زبانی۔ اپنی اغراضِ نفسانی کسی بات سے مُتاثر نہ ہو۔ تاریخ میں اِس طرح کی مثالیں ملتی ہیں۔ کہ جن لوگوں نے اِن مُشکلات کو دل میں جگہ دی اُنھوں نے سلطنت پر لات ماری۔ اور تمام تزک و احتشام چھوڑ کر فقر میں زندگی گزاری مگر اَب تو حال یہ ہے کہ اسکول اور کالج کا ایک ایک لونڈا چاہے وہ بھڑ بھوجے اور کُنجڑے ہی کا کیوں نہ ہو سر کی ہنڈیا میں حکومت کا خیالی پُلاؤ پکاتا رہتا ہے وجہ کیا کہ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا[2] سے اِس کے کان ہی آشنا نہیں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمان دنیاوی عروج میں اپنا حصہ لینے کی کوشش نہ کریں۔ کریں اور ضرور کریں اور قومی اعزاز کے خیال سے کریں تو ہم خرما وہم ثواب مگر حقوقِ رعایا اور حکومت کے فرائض سے اتنی بھی بے پروائی نہ کریں جتنی کہ آج کل کے نااہل حکام کررہے ہیں ؎ تا سزائے را چو بینی بختیار ✦ عاقلاں تسلیم کردند اختیار ✦

[1] یہ ایک مثل ہے جو اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی مارنے کی جگہ بولی جاتی ہے اس کا قصہ یہ ہے کہ ایک شخص بکری ذبح کرنے کی غرض سے کھڑا ہوا مگر اُس کے پاس چُھری وغیرہ جس سے بکری ذبح کرتا نہ تھی بکری ... عادت کے مطابق زمین کو کُھر سے کھودنا شروع کیا اتفاقاً وہاں سے چُھری نکل آئی اور اُس شخص نے اُس چھری سے بکری کو ذبح کر ڈالا ۱۲ ✦

[2] اس کے یہ معنے ہیں کہ محترم امام نے خیال فرمایا کہ فریقین مقدمہ بجائے خود اپنے مقدمے کی روئداد سے واقف ہوتے ہیں اور قاضی کو اس سے کچھ واقفیت نہیں ہوتی ہے [3] دنیا کی نعمتیں تو ہر کس و ناکس کو مل جاتی ہیں مگر یہ آخرت کا گھر ہے جس کی نعمتوں کو ہم نے اُن لوگوں کے لیے مخصوص کر رکھا ہے جو دنیا میں کسی طرح کی شیخی نہیں کرنی چاہتے اور نہ فساد کے خواہاں ہیں ۱۲



ماں باپ سے سلوک اگرچہ مشرک ہوں

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنكُمْ وَأَنتُم مُّعْرِضُونَ

اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے (اگلے) بنی اسرائیل (یعنی تمہارے بڑوں) سے پکا قول لیا کہ خدا کے سوا کسی کی عبادۃ نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرتے رہنا اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ (بھی) اور لوگو سے اچھی طرح (نرمی کے ساتھ) بات کرنا ف اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہنا۔ پھر تم میں سے (یعنی تمہارے بڑوں میں سے) تھوڑے آدمیوں کے سوا باقی (سب) پھر بیٹھے اور تم (بھی اُن ہی کی طرح) روگردانی کرنے والے ہو۔

سلوک کے عنوان میں ہم نے صرف دو آیتیں لی ہیں۔ اگرچہ اس بارے میں اور بھی آیتیں ہیں۔ مگر اختصاراً ہم نے اِن ہی پربس کی۔ اِس وقت جو آیتیں ہمارے زیر نظر ہیں ساتھ کے ساتھ اُنھیں بھی لکھ چلتے ہیں تاکہ پڑھنے والا سب کو ملا کر ایک ساتھ پڑھ سکے۔

(۱) واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا الخ (نساء ع ۶)

(۲) قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا الخ (انعام ع ۱۹)

(۳) وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا الخ (بنی اسرائیل ع ۳)

(۴) ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا وان جاھداک لتشرک بی الخ (عنکبوت ع ۱)

(۵) ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا الخ (لقمان ع ۱)

(۶) وبرا بوالدیہ ولم یکن جبارا عصیا (مریم ع ۱)

(۷) واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیا وبرا بوالدتی الخ (مریم ع ۲)

ف دوسرے معنی مفسرین نے یہ بھی لکھے ہیں کہ لوگوں کو نیکی کی تعلیم کرنا ۱۲

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصٰلُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا حَتّٰى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِيْ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَأَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ إِنِّيْ تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی ہے کہ مشکل سے اُس کی ماں نے اُس کو پیٹ میں رکھا اور مشکل ہی سے اُس کو جنا اور اُس کا پیٹ میں رہنا اور اس کے دودھ کا چھوٹنا کم سے کم تیس مہینے میں جاکر تمام ہوتا ہے **ف۱** یہاں تک کہ جب (آدمی) اپنی پوری قوۃ کو پہنچا اور یعنی چالیس برس کی عمر کو پہنچا ہے تو (خدا سے) دعا کرتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھکو اس (بات) کی توفیق دے کہ تو نے جو مجھ پر اور میرے ماں باپ پر احسانات کیے ہیں تیرے اُن احسانات کا شکریہ ادا کرتا ہوں **ف۲** اور اس (بات) کی (بھی) توفیق دے کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو راضی ہو اور میری اولاد میں

عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ أَبَرُّ قَالَ أُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ أُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ أُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ أَبَاكَ ثُمَّ الْأَقْرَبَ فَالْأَقْرَبَ ۔ (ترمذی)

بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ کس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں کس کے ساتھ سلوک کروں فرمایا اپنی ماں کے ساتھ میں نے عرض کیا پھر کس کے ساتھ فرمایا ماں کے ساتھ میں نے عرض کیا پھر کس کے ساتھ فرمایا ماں کے ساتھ میں نے عرض کیا پھر کس کے ساتھ فرمایا اپنے باپ کے ساتھ پھر جو زیادہ قریب ہو اُس کے ساتھ سلوک کر وَهَلُمَّ جَرًّا ۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ أَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ قَالَ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أَبُوْكَ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ أُمَّكَ ثُمَّ أُمَّكَ ثُمَّ أُمَّكَ ثُمَّ أَبَاكَ ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ ۔ (صحیحین)

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ اس بات کا زیادہ حقدار کون ہے کہ میں اُس کے ساتھ سلوک کروں فرمایا تیری ماں عرض کیا پھر کون فرمایا تیری ماں عرض کیا پھر کون ارشاد فرمایا تیری ماں اُس نے عرض کیا پھر کون فرمایا تیرا باپ اور ایک روایت میں ہے کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا تیری ماں یعنی اپنی ماں سے سلوک کر پھر تیری ماں پھر تیری ماں پھر تیرا باپ۔ پھر جو تجھ سے زیادہ قریب کا رشتہ رکھتا ہو ۔

ف۱ کم سے کم تیس مہینے اس طرح پر ہوتے ہیں کہ حمل کی اقل مدۃ چھ مہینے پھر دو برس دودھ پلانے کے ان کا مجموعہ تیس مہینے ہوئے ۱۲ **ف۲** اوزعنی کے معنی "مجھکو توفیق دے" ہم لغتا اور تو عموماً لیتے ہیں لیکن از روئے فقہ لغت ہمارے نزدیک اوزعنی کے اصل معنی یہ ہیں کہ مجھکو دنیا میں زندہ رکھ یعنی زندہ سلامت رکھ" اور دنیا میں زندہ رکھنا اور زندہ سلامت

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ وَهِیَ مُشْرِكَةٌ فِیْ عَهْدِ قُرَیْشٍ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّیْ قَدِمَتْ عَلَیَّ وَهِیَ رَاغِبَةٌ[1] اَفَاَصِلُهَا قَالَ نَعَمْ صِلِیْهَا ۔ (صحیحین)

اسمار بنت ابی بکر کہتی ہیں کہ جس زمانے میں پیغمبر صاحب اور قریش کا عہد تھا (یعنی حدیبیہ کے موقع پر صلح ہو چکی تھی) میری ماں میرے پاس آئی اور وہ مشرک تھی۔ میں نے پیغمبر صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری ماں میرے پاس آئی ہے اور اُس کو ابھی تک اسلام کی طرف رغبۃ نہیں تو کیا میں اُس کے ساتھ سلوک کروں فرمایا ہاں اُس کے ساتھ سلوک کر۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ قَالَ الصَّلٰوةُ لِوَقْتِهَا قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (صحیحین)

حضرۃ ابن مسعود کہتے ہیں میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ خدا کو کون سا عمل بہت پسندیدہ ہے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا میں نے عرض کیا پھر کون سا عمل فرمایا ماں باپ سے سلوک کرنا میں نے کہا پھر کون سا فرمایا راہِ خدا میں جہاد کرنا ۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ لِیْ مَالًا وَّاِنَّ وَالِدِیْ یَحْتَاجُ اِلٰی مَالِیْ قَالَ اَنْتَ وَمَالُكَ لِوَالِدِكَ اِنَّ اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اَطْیَبِ كَسْبِكُمْ كُلُوْا مِنْ كَسْبِ اَوْلَادِكُمْ ۔ (ابو داؤد ۔ ابن ماجہ)

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے پاس مال ہے اور میرا باپ میرے مال کا حاجتمند ہے فرمایا تو اور تیرا مال دونوں تیرے باپ کی ملک ہیں (ازاں بعد حاضرین کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا) کہ تمھاری اولاد تمھاری پاک اور حلال کمائی ہے (تو) تم اپنی اولاد کی کمائی میں سے بے دغدغہ کھاؤ ۔

[1] حدیث میں لفظ راغبۃ واقع ہوا ہے اور لفظ رغبۃ کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے ایک لفظ فی کے ساتھ اور دوسرے عن کے ساتھ اور دونوں صورتوں میں معنے بھی ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں یعنی مثلاً رغب فی الاسلام کے یہ معنی ہیں اُس کو اسلام کی طرف رغبۃ ہے اور وہ اسلام کو پسند کرتا ہے اور امید ہے کہ اسلام لے آئے اور رغب عن الاسلام کے یہ معنی ہیں کہ اُس کو اسلام سے نفرۃ ہے اور وہ اسلام لانا نہیں چاہتا لیکن حدیث میں نہ تو فی ہے اور نہ عن ہے ہم نے عن کو مقدر سمجھ لیا ہے اس کے دو سبب ہیں ایک تو دوسری حدیث میں راغبۃ کی جگہ راغمۃ آیا ہے اس کے معنی کارہۃ کے ہیں دوسرے عن کے مقدر ماننے سے حق والدین کی تاکید پائی جاتی ہے اور وہ سیاق حدیث کے مناسب ہے ۱۲

ادب اور نرمی سے بات کرنا

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل ع ۳ پارہ ۱۵)

اور (اے پیغمبر) تمہارے پروردگار نے حکم قطعی دے دیا ہے کہ (لوگو!) اُس کے سوا کسی کی عبادۃ نہ کرنا اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا (اے مخاطب) اگر والدین میں کا ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچیں تو اُن کے آگے ہُوں بھی نہ کرنا اور نہ اُن کو جھڑکنا اور اُن سے (کچھ کہنا سننا ہو تو) ادب کے ساتھ کہنا (سننا) اور محبت سے خاکساری کا پہلو اُن کے آگے جھکائے رکھنا اور (اُن کے حق میں) دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار جس طرح انہوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا ہے اور (میرے حال پر رحم کرتے رہے ہیں) اسی طرح تو بھی ان پر (اپنا) رحم کیجیو۔

محبت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ وَّلَدٍ بَارٍّ يَّنْظُرُ اِلٰى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَّبْرُوْرَةً قَالُوْا وَاِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِّائَةَ مَرَّةٍ قَالَ نَعَمْ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَطْيَبُ۔ (مسلم)

حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا فرزند اپنے ماں باپ کو محبّت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو خدا اُس کے لیے ہر مرتبے کے دیکھنے کے عوض (اُس کے اعمال نامے میں) ایک حجّ مقبول کا ثواب لکھتا ہے صحابہ نے عرض کیا اگرچہ ہر دن میں سو مرتبے دیکھے فرمایا ہاں خدا (تمہارے اِس گمان سے کہ ہر نظر کے عوض ایک حجّ مقبول کا ثواب نہیں لکھا جاتا) بزرگتر اور پاکتر ہے۔

نامشروع بات کے علاوہ ہر امر میں والدین کی اطاعة

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (عنکبوت ع ۱ پارہ ۲۰)

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا اور (یہ بھی سمجھا دیا کہ) اگر ماں باپ تیرے درپے ہوں کہ تو کسی کو ہمارا شریک ٹھیرائے جس کے شریک خدا ہونے کی تیرے پاس کوئی معقول دلیل ہی نہیں تو (اس بات میں) اُن کا کہنا نہ ماننا تم (سب) کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے پھر جو (کچھ بھی) تم (لوگ دنیا میں) کرتے رہے (اُس وقت اُس کا بُرا بھلا) ہم تم کو بتا دیں گے ۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ؗ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (لقمان ع ۲ پارہ ۲۱)

اور ہم نے انسان کو اُس کے ماں باپ کے حق میں تاکید کی (کہ ہر حال میں اُن کا ادب ملحوظ رکھے) کہ اس کی ماں نے جھٹکے پر جھٹکے اُٹھا کر اُس کو پیٹ میں رکھا اور (پیٹ میں رکھنے کے علاوہ کہیں) دو برس میں (جا کر) اُس کا دودھ چھوٹتا ہے (اسی لحاظ سے ہم نے انسان کو حکم دیا) کہ ہمارا (بھی) شکر گزار رہ اور اپنے والدین کا (بھی) (آخر کار) ہماری ہی طرف (تم سب کو) لوٹ کر آنا ہے (اُس وقت جیسا کر جاؤ گے ویسا پاؤ گے) اور (اے مخاطب) اگر تیرے ماں باپ تجھکو (اس بات پر) مجبور کریں کہ تو ہمارے ساتھ (کسی کو) شریک خدائی بنا جس کی تیرے پاس کوئی دلیل ہی نہیں تو (اس میں) اُن کا کہنا نہ ماننا (مگر ہاں) دنیا میں اُن کی رفاقت کر اور اُن لوگوں کے طریق پر چل جو (ہر ایک بات میں) ہماری طرف رجوع (اور ہمارا حکم بجا) لاتے ہیں پھر (آخر کار) تم (سب) کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے تو جیسے جیسے عمل تم لوگ کرتے رہے (اُس وقت

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِضَى الرَّبِّ

عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی رضامندی

فِیْ رِضَی الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدِ ۞ (ترمذی)	والد کی رضامندی اور خدا کی ناخوشی والد کی ناخوشی میں ہے ف۱
عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ اَنَّ رَجُلًا اَتَاہُ فَقَالَ اِنَّ لِیْ امْرَاَۃً وَّاِنَّ اُمِّیْ تَاْمُرُنِیْ بِطَلَاقِهَا فَقَالَ لَهٗ اَبُو الدَّرْدَاءِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ فَاِنْ شِئْتَ فَحَافِظْ عَلَی الْبَابِ اَوْ ضَیِّعْهُ ۞ (ترمذی۔ ابن ماجہ)	ابو الدرداء سے روایت ہے کہ ایک شخص اُن کے پاس آکر کہنے لگا کہ میری ایک بیوی ہے اور میری ماں مجھے اُس کو طلاق دینے کا حکم دیتی ہے۔ ابو الدرداء نے اُس سے کہا میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ باپ جنت کے دروازوں کا عمدہ ترین دروازہ ہے ف۲ (یعنی بہشت میں جانے کا سبب باپ کی رضامندی کی نگہداشت ہے) تو جو بہشت میں بہترین دروازے سے جانا چاہے اُسے باپ کی رضامندی کی نگہداشت کرنی چاہیئے) تو اب تجھے ۴
عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ تَحْتِیْ امْرَاَۃٌ اُحِبُّهَا وَكَانَ عُمَرُ یَكْرَهُهَا فَقَالَ لِیْ طَلِّقْهَا فَاَبَیْتُ فَاَتٰی عُمَرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَلِّقْهَا ۞ (ترمذی۔ ابوداؤد)	ابن عمر کہتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی جسے میں بہت ہی دوست رکھتا تھا اور میرے والد عمرؓ اُس سے ناخوش تھے اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ اسے طلاق دے دے میں نے کیا انکار تو عمرؓ نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر یہ واقعہ ذکر کیا۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اسے طلاق دے دے ۞
عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِهِمَا قَالَ هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ ۞ (ابن ماجہ)	ابو امامہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے۔ فرمایا تیری جنت اور دوزخ وہی دونوں ہیں ف۳

ف۱ اور والدہ بطریقِ اولےٰ اس میں داخل ہے کیونکہ ماں کا حق اولاد پر بہ نسبت باپ کے زیادہ ہے جیسا اوپر گزر چکا ۱۲ ف۲ حدیث میں الوالد اوسط الخ کا لفظ وارد ہوا ہے تو اس سے یا تو جنس مراد ہے یا یہ مراد ہے کہ جب باپ کا ایسا حق ہے تو ماں کا بدرجۂ اولےٰ ہوگا ۱۲ ف۳ حدیث کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ماں باپ کا حق ہے اُن کے ساتھ نیکی کرنا اور رنج نہ پہنچانا۔ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا دخول بہشت کا سبب اور اُنھیں رنجیدہ کرنا دوزخ میں جانے کا موجب ہے۔ اس سے فرمایا کہ تیری جنت اور دوزخ وہی دونوں ہیں ۱۲

۴ اختیار ہو چاہے تو اس دروازے یعنی والدہ کے حقوق کی حفاظت کر چاہے ضائع کر دے (یعنی اگر تو نے بیوی کو طلاق دی تو ماں کی رضامندی کی حفاظت کی ورنہ اسے ضائع کر دیا)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مُطِيْعًا لِلّٰهِ فِي وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ الْجَنَّةِ فَاِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا وَّ مَنْ اَصْبَحَ عَاصِيًا لِلّٰهِ فِي وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ النَّارِ اِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا قَالَ رَجُلٌ وَّاِنْ ظَلَمَاهُ قَالَ وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ

(بیہقی)

ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص والدین کے حق اطاعت ادا کرنے میں خدا کا فرماں بردار ہوتا ہے اُس کے لیے جنت کے دو دروازے کُھل جاتے ہیں اور اگر والدین میں سے ایک زندہ ہوتا ہی تو ایک دروازہ کھلتا ہی اور جو شخص والدین کے حق میں خدا کا نافرماں بردار ہوتا ہے تو اُس کے لیے دوزخ کے دو دروازے کُھل جاتے ہیں۔ اگر ماں باپ میں سے ایک زندہ ہوتا ہے تو ایک دروازہ کُھل جاتا ہے **ف** اُس شخص نے عرض کیا کہ اگرچہ ماں باپ اولاد پر ظلم کریں فرمایا اگرچہ ظلم کریں اگرچہ ظلم کریں اگرچہ ظلم کریں ؛

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاْذَنَهٗ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ اَحَيٌّ وَّالِدَاكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ وَ فِي رِوَايَةٍ فَارْجِعْ اِلَى وَالِدَيْكَ فَاَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا ؛ (صحیحین)

عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہی کہ ایک شخص پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمۃ میں حاضر ہوا اور لڑائی میں شریک ہونے کی اجازت مانگنے پیغمبر صاحب نے فرمایا کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ عرض کیا جی ہاں! فرمایا تو اُن کے حقوق کی حفاظۃ میں کوشش کر کہ تیرا یہی جہاد ہے) اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اپنے ماں باپ کی طرف لوٹ جا اور ان کے ساتھ سلوک کر اور خدمۃ بجالا ؛

عَنْ مُعٰوِيَةَ بْنِ جَاهِمَةَ اَنَّ جَاهِمَةَ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَدْتُّ اَنْ اَغْزُوَ

معاویہ بن جاہمہ سے روایت ہی کہ جاہمہ نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمۃ میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں

ف ماں باپ کی اطاعۃ و معصیۃ چونکہ خدا کے حکم سے ہی اس لیے اُن کی اطاعۃ عین خدا کی اطاعۃ اور اُن کی نافرمانی عین خدا کی نافرمانی ہی"

وَقَدْ جِئْتُ اَسْتَشِيْرُكَ فَقَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَالْزَمْهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا + (احمد - نسائی)

اور آپ کے پاس مشورہ لینے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں فرمایا کیا تیری ماں موجود ہے؟ عرض کیا ہاں. فرمایا اُس کی خدمت میں حاضر رہنے کو لازم پکڑ لے کیونکہ جنت اُس کے پاؤں کے پاس ہے +

عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ هَاجَرَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ هَلْ لَكَ اَحَدٌ بِالْيَمَنِ قَالَ اَبَوَایَ قَالَ اَذِنَا لَكَ قَالَ لَا قَالَ فَارْجِعْ اِلَيْهِمَا فَاسْتَاْذِنْهُمَا فَاِنْ اَذِنَا لَكَ فَجَاهِدْ وَاِلَّا فَبِرَّهُمَا (ابوداؤد)

حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ یمن کے باشندوں میں سے ایک شخص نے (شرکت جہاد کی غرض سے) جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی آپ نے اُس سے فرمایا کہ کیا یمن میں تیرا کوئی عزیز رہتا ہے؟ عرض کیا میرے ماں باپ رہتے ہیں. فرمایا انھوں نے تجھے اجازت دے دی ہے عرض کیا نہیں فرمایا تو اُن کے پاس لوٹ جا اور اجازت کی درخواست کر اگر اجازت دے دیں تو جہاد میں شریک ہو ورنہ اُن کے ساتھ سلوک کر (کہ یہی تیرا جہاد ہے)

ادب وتعظیم

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۝ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا

پھر جب (یوسف کے بھائی اور ماں باپ) یوسف پاس گئے تو یوسف نے اپنے والدین کو (تعظیم دے کر) اپنے پاس جگہ دی اور (سب کی طرف خطاب کرکے) کہا کہ (شہر) مصر میں آؤ خدا نے چاہا تو (تم سب) امن (چین) سے رہو گے ف۱ اور (مصر کے دستور کے مطابق) یوسف نے اپنے والدین کو تخت پر اونچا بٹھایا اور (سب اُن وقتوں کے دستور کے مطابق یوسف کی تعظیم کے لیے) اُن کے آگے سجدے میں گر پڑے ف۲ اور یوسف نے (اپنا خواب یاد کرکے اپنے والد سے) عرض کیا کہ ابا جان! وہ جو میں نے پہلے خواب دیکھا تھا یہ اُس کی تعبیر ہے

ف۱ تفسیروں میں لکھا ہے کہ حضرت یوسف ؑ نے باپ بھائیوں کی آمد سن کر شہر کے باہر اُن کا استقبال کیا اور اُس جگہ سب کی آسائش کے لیے خیمہ نصب کرا دیا وہیں اِن سب کی ملاقات ہوئی اور یہ اُسی موقع کی گفتگو ہے ۱۲ ف۲ ہماری شریعت میں اگرچہ سجدۂ تعظیمی خدا کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں مگر ادب وتعظیم کی تمام صورتیں جو عرف وشرع میں معمول بہا ہیں اُن کے مستحق سب سے زیادہ اور سب سے پہلے ماں باپ ہیں ۱۲

رَبِّیْ حَقًّا وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْٓ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِکُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ○

(یوسف ع ۱۰ پارہ ۱۳)

میرے پروردگار نے (آج) اُس (خواب) کو سچ کر دکھایا او (اِس کے سوا) اُس نے مجھ پر (اَور بھی بڑے بڑے) احسان کیے ہیں کہ (بے کسی کی سفارش کے) مجکو قید سے نکالا اور (باوجودیکہ) مجھ میں اور میرے بھائیوں میں شیطان نے (ایک طرح کا) فساد ڈلوادیا تھا اُس کے بعد باہر سے تم سب کو (مجھ سے) لا ملایا بے شک میرے پروردگار کو جو کچھ کرنا) منظور ہوتا ہی وہ اُس کی تدبیر خوب جانتا ہے کیونکہ وہ (ہر ایک بات سے) واقف (اور) حکمت والا ہی۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَمَا ثَلٰثَةُ نَفَرٍ یَّتَمَاشَوْنَ اَخَذَهُمُ الْمَطَرُ فَمَالُوْٓا اِلٰی غَارٍ فِی الْجَبَلِ فَانْحَطَّتْ عَلٰی فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِّنَ الْجَبَلِ فَاَطْبَقَتْ عَلَیْهِمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اُنْظُرُوْٓا اَعْمَالًا عَمِلْتُمُوْهَا لِلّٰهِ صَالِحَةً فَادْعُوا اللّٰهَ بِهَا لَعَلَّهٗ یُفَرِّجُهَا فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ کَانَ لِیْ وَالِدَانِ شَیْخَانِ کَبِیْرَانِ وَلِیْ صِبْیَةٌ صِغَارٌ کُنْتُ اَرْعٰی عَلَیْهِمْ فَاِذَا رُحْتُ عَلَیْهِمْ فَحَلَبْتُ بَدَاْتُ بِوَالِدَیَّ اَسْقِیْهِمَا قَبْلَ وَلَدِیْ وَاِنَّهٗ قَدْ نَاٰی بِیَ الشَّجَرُ فَمَآ اَتَیْتُ حَتّٰٓی اَمْسَیْتُ فَوَجَدْتُّهُمَا قَدْ نَامَا

ابن عمرؓ سے روایت ہی کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک موقع پر تین شخص چلے جا رہے تھے کہ اُنھیں مینہ نے آلیا تو وہ ایک پہاڑ کے غار میں چلے گئے غار کے مُونھ پر پہاڑ کا ایک بڑا سا پتھر لُڑھک آیا اور غار کے مُونھ کو ڈھانک لیا نکلنے کا رستہ نہیں رہا اِس پر ایک نے دوسرے سے کہا کہ بھائیو اپنے اُن نیک عملوں پر نظر کرو جو تم نے خاص خدا کے لیے کیے ہیں اور اُن کے ذریعے سے خدا سے دعا کرو شاید خدا اِس پتھر کو ہٹا دے اور اِس مشکل کو آساں کر دے۔ اُن میں سے ایک شخص نے کہا خداوندا! میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے اور میرے کئی چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے میں اُن کا نفقہ حاصل کرنے کے لیے بکریاں چرانے جایا کرتا تھا۔ واپس آنے کے بعد مَیں دودھ دُوہتا اور اپنے بچوں سے پہلے والدین کو پلایا کرتا تھا ایک دن کا ذکر ہی کہ مواشی کے چرنے کے درخت بہت دور تھے اور مجھے آتے آتے رات ہوگئی تھی یہاں آکر میں نے

فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ أَحْلُبُ فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ فَقُمْتُ عِنْدَ رُءُوسِهِمَا أَكْرَهُ أَنْ أُوقِظَهُمَا وَأَكْرَهُ أَنْ أَبْدَأَ بِالصِّبْيَةِ قَبْلَهُمَا وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ فَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ دَأْبِي وَدَأْبَهُمْ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا فُرْجَةً نَرٰى مِنْهَا السَّمَاءَ فَفَرَجَ اللّٰهُ لَهُمْ حَتّٰى يَرَوْنَ السَّمَاءَ ۔ (صحیحین)

پس میں نے دودھ دوہا جیسا کہ دوہا کرتا تھا اور دودھ کا برتن لیے ہوئے اُن کے سرہانے کھڑا رہا کیونکہ مجھے اِدھر تو اُن کا جگانا ناپسند تھا اور اُدھر یہ بھی ناپسند تھا کہ اُن سے پہلے بچوں کو دودھ پلادوں اور بچے تھے کہ مارے بھوک کے میرے قدموں میں لوٹتے اور چیختے تھے الغرض میں اسی طرح کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح کی پو پھٹ گئی تو اے خدا اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام صرف تیری خوشنودی اور رضامندی کے لیے کیا ہے تو اس قدر دراڑ کھول دے کہ ہم اُس میں سے آسمان کو دیکھ لیں چنانچہ خدا تعالیٰ نے (ان کے لیے اتنی دراڑ کھول دی کہ انھوں نے آسمان کو دیکھ لیا)

دعائے مغفرۃ ورحمۃ

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيرًا ۝ (بنی اسرائیل ع ۳ سپارہ ۱۵)

اور (اے شخص) محبت سے خاکساری کا پہلو اُن کے (یعنی ماں باپ کے) آگے جھکائے رکھنا اور (اُن کے حق میں) دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار جس طرح انھوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا ہے (اور میرے حال پر رحم کرتے رہے ہیں) اسی طرح تو بھی اُن (دونوں) پر رحم کیجیو۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ۝ (ابراہیم ع ۶ پارہ ۱۳)

(ابراہیم نے دعا کرتے وقت یہ بھی کہا کہ) اے ہمارے پروردگار جس دن (اعمال) کا حساب ہونے لگے مجھکو اور میرے ماں باپ کو اور سب ایمان والوں کو بخش دیجیو۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ۝ (نوح ع ۲ پارہ ۲۹)

(نوح نے قوم کی طرف سے مایوس ہو کر دعا کی کہ) اے میرے پروردگار مجھکو اور میرے ماں باپ کو اور جو شخص ایمان لا کر میرے گھر میں (پناہ لینے) آیا ہو اُس کو اور (عام) با ایمان مردوں اور با ایمان عورتوں کو بخش اور ایسا کر کہ (ان ظالموں کی تباہی (روز بروز) بڑھتی چلی جائے۔

ف۱ معلوم ہوا کہ والدین کی خدمت قبولیت دعا میں بڑا اثر رکھتی ہے

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَمُوْتُ وَالِدَاہُ اَوْ اَحَدُھُمَا وَاِنَّہٗ لَھُمَا لَعَاقٌّ فَلَا یَزَالُ یَدْعُوْ لَھُمَا وَیَسْتَغْفِرُ لَھُمَا حَتّٰی یَکْتُبَہُ اللّٰہُ بَارًّا۔ (بیہقی)	حضرت انس سے روایت ہو کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے کے ماں باپ دونوں یا اُن میں سے ایک مرجاتا ہے اور وہ اُن کا نافرمان بردار ہوتا ہے پر اُن کے لیے دعا اور استغفار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ خدا اُسے سعادتمندوں میں لکھ لیتا ہے ف
عَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ السَّاعِدِیِّ قَالَ بَیْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَہٗ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ سَلِمَۃَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّ اَبَوَیَّ شَیْءٌ اَبَرُّھُمَا بِہٖ بَعْدَ مَوْتِھِمَا قَالَ نَعَمْ اَلصَّلٰوۃُ عَلَیْھِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَھُمَا وَاِنْفَاذُ عَھْدِھِمَا مِنْ بَعْدِھِمَا وَصِلَۃُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِھِمَا وَاِکْرَامُ صَدِیْقِھِمَا۔ (ابو داؤد)	ابو اسید ساعدی کہتے ہیں کہ ایک دن ہم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ دفعۃً بنی سلمہ کے ایک شخص نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ کیا کوئی نیکی اور سلوک باقی ہے کہ میں اپنے والدین کے ساتھ اُن کے مرنے کے بعد کر سکوں فرمایا ہاں۔ اُن کے لیے دعاء رحمۃ اور استغفار کرنا اور اُن کے بعد اُن کے عہد و پیمان کو جاری کرنا اور صرف اُن کی رضامندی اور خوشی کے لیے صلہ رحمی کرنا اور اُن کے ملنے والوں کی تعظیم و توقیر کرنا۔

ف خلاصہ یہ کہ اولاد کی دعا و استغفار ماں باپ کے حق میں اُن کے مرے پیچھے اتنا اثر رکھتی ہے کہ اگر ماں باپ اولاد سے ناراض گئے ہوں گے تو حق تعالیٰ ماں باپ کو اُس اولاد سے راضی کرادے گا اور اُس کا نام اُن لوگوں کے دفتر میں لکھ دے گا جو ماں باپ کے فرماں بردار ہیں ۱۲

خواستگاری دعا

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِئِيْنَ ○ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ (یوسف ع ۱۱ پارہ ۱۳)	(یعقوب علیہ السلام کے بیٹے) بولے ابا جان! (خدا سے) ہمارے قصور معاف کرائیے بے شک ہم ہی قصوروار تھے (یعقوب نے) کہا میں اپنے پروردگار سے ایک وقتِ خاص میں تمہارے قصوروں کی معافی کی دعا کروں گا بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔
عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِيْمًا فَهَلْ لِيْ مِنْ تَوْبَةٍ قَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ قَالَ لَا قَالَ وَهَلْ لَكَ مِنْ خَالَةٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبِرَّهَا (ترمذی)	ابن عمر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا یارسول اللہ میں ایک بڑے گناہ کا مرتکب ہوگیا ہوں تو کیا میرے لیے توبہ ہے ف فرمایا کیا تیری ماں زندہ ہے عرض کیا نہیں فرمایا تیری خالہ موجود ہے کہا ہاں فرمایا اُس کے ساتھ سلوک کر ف۲

ف اس کہنے سے کہ "میں ایک بڑے گناہ کا مرتکب ہوگیا ہوں" خواہ مخواہ آدمی کی طبیعت تقاضا کرتی ہے کہ اُس گناہ کی جستجو کے درپے ہو۔ مگر پیغمبر صاحب کی یہ شانِ ستاری تھی کہ آپ نے اُس کی جستجو نہیں کی ۱۲ ف۲ کہ وہ خوش ہو کر تیرے گناہ کی بخشش خدا سے چاہے اس حدیث سے دو باتیں مستنبط ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ خالہ ماں کے حکم میں ہے۔ دوسرے یہ کہ صلۂ رحمی کفارہ گناہ کا موجب ہے ۱۲

لہ یوسف علیہ السلام کا قصہ جو ابتدا سے انتہا تک سورۂ یوسف میں مسلسل اور مفصل مذکور ہے یہ اُس کا آخری حصہ ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام حاکمِ مصر ہوگئے تھے اور تمام علاقہ شام و مصر میں سات برس کا قحط پڑا حضرت یعقوب اپنے خاندان سمیت کنعان علاقہ شام میں رہتے تھے۔ حضرت یوسف نے مصر میں قحط زدوں کی امداد کے لیے بڑے وسیع پیمانے پر غلے کا انتظام کر رکھا تھا حضرت یوسف کے بھائی غلہ لینے تین بار مصر میں گئے بھائیوں نے یوسف کو نہیں پہچانا تیسرے پھیرے میں یوسف نے اپنے تئیں ظاہر کیا اور بھائیوں سے سنا تھا کہ باپ اندھے ہوگئے ہیں۔ بھائیوں کے ہاتھ اپنا کرتہ بھیجا کہ اس کو والد کے مونہہ پر ڈال دینا خدا کے حکم سے دیکھنے لگیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہر چند بھائیوں نے یوسف کا تنکارِ گرگ ہونا باپ پر ظاہر کیا تھا اب اُن کو اقرار کرنا پڑا اور باپ سے معافی مانگی اب آیۃ کو اس قصے سے جوڑ لو مطلب رواں ہوجائے گا ۱۲

تسلیمِ حکم

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ○ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ؗ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ○ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ○ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ○ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ○ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ○ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ○

(صافات ع ۳ پارہ ۲۳)

(اور ابراہیم نے یہ بھی دعا مانگی کہ) اے میرے پروردگار مجھ کو نیک روحوں میں سے (ایک نیک روح بطورِ فرزند) عطا فرما۔ تو ہم نے اُن کو ایک بڑے بردبار لڑکے (اسمٰعیل کے پیدا ہونے) کی خوش خبری دی پھر جب لڑکا (جوان ہوا اور) ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم نے کہا کہ بیٹا! میں خواب میں (کیا) دیکھتا ہوں کہ (جیسے) میں تم کو ذبح کر رہا ہوں پس تم (بھی تو اپنی جگہ) سوچو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کہا ابّا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے (بے تامّل) اُس کی تعمیل کیجیے اِن شاء اللہ آپ مجھ کو بھی صابر (ہی) پائیں گے پھر جب دونوں (باپ بیٹے) تعمیلِ حکم پر آمادہ ہوئے اور باپ نے (حلال کرنے کے لیے) بیٹے کو ماتھے کے بل پچھاڑا تو (ہم کو اُن کی فرماں برداری نہایت ہی پسند آئی اور) ہم نے ابراہیم سے پکار کر کہا کہ ابراہیم! تم نے (اپنے) خواب کو خوب سچ کر دکھایا (اب ہم تم کو بڑے بڑے مراتب دیں گے اور) نیک بندوں کو ہم ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں بے شک یہ کھلی ہوئی آزمائش تھی اور ہم نے بڑی قربانی کو اسمٰعیل کا فدیہ دیا ف۱

من المترجم - قرآن کی آیتیں اور حدیثیں جو ہم نے حقوقِ والدین کے ذیل میں جمع کی ہیں۔ اوّل تو سب نہیں۔ کچھ رہ بھی گئی ہوں گی دوسرے جتنی بھی ہم نے لی ہیں اُن ہی کو لوگوں کے برتاؤ کے ساتھ ملا کر دیکھتے ہیں تو ہم لوگوں کا عمل احکامِ الٰہی کے مقابلے میں پاسنگ بھی تو نہیں الا ماشاء اللہ۔ خدا اور خدا کے رسول نے والدین کے حقوق ایسے صاف اور واضح اور زوردار لفظوں میں ٹھیرا دیئے ہیں کہ اُن میں اشتباہ اور تاویل کی گنجایش ہی نہیں۔ خدا نے اپنے اور والدین کے حقوق میں اتنا فرق تو البتہ کیا ہے کہ کسی کے ماں باپ اُس کو شرک پر مجبور کریں تو اس امرِ خاص میں اُن کی اطاعت نہیں وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا ف۲

ف۱ مفسّرین نے تو بڑی قربانی سے وہ موٹا تازہ دُنبہ مراد لیا ہے جو اسمٰعیل علیہ السلام کے بدلے میں خدا نے جنت سے ذبح ہونے کے لیے بھیجا تھا اور ہمارا ذہن اس طرف منتقل ہوا تھا کہ شاید بڑی قربانی سے بقرہ عید کی قربانی مراد ہو کہ یہ بھی سُنّتِ ابراہیمی ہے والعلم عند اللہ ۱۲

ف۲ اور (اے مخاطب) اگر تیرے ماں باپ تجھ کو اس بات پر مجبور کریں کہ تو ہمارے ساتھ (کسی کو) شریکِ خدائی بنائے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل ہے ہی نہیں تو (اس میں اُن کا کہنا نہ ماننا ۱۲

تُطِعْهُمَا باقی باتوں میں والدین کی اطاعۃ اور خدا کی اطاعۃ دونوں ایک درجے میں ہیں۔ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ[۵۱] بِوَالِدَیْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ۔ شکر جس کا اس آیۃ میں حکم ہو وہی اطاعۃ ہو اور اطاعۃ نہ سہی تو مستلزم اطاعۃ ہو نتیجہ واحد سوچنے سمجھنے کی جو بات ہو سو یہ ہو کہ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ کے حکم میں خدا نے آدمی کے ماں باپ کو اپنے ساتھ جمع کیا ہو۔ اس سے بڑھ کر فضیلۃ اس سے بڑھ کر ادب و تعظیم کی تاکید اور کیا ہوگی۔ پھر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جو سب سے زیادہ اور سب سے بہتر خدا کی منشا کے سمجھنے والے اور سب سے زیادہ اور سب سے بہتر احکام خدا کی تعمیل کرنے والے تھے والدین کی خدمۃ کو جہاد پر ترجیح دی جس میں جان جوکھوں کا کام ہے اور اسی وجہ سے وہ افضل العبادات ہو۔ اور ایک طالب جنت کو فرمایا کہ تیری ماں کے پاؤں کے تلے ہو یعنی ماں کی خدمۃ کر اور جنت میں جا داخل ہو۔ جان کے بعد جو چیز آدمی کو سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہو وہ مال اور اولاد ہو۔ اُس کی نسبۃ فرمایا کہ تو بھی باپ کا اور تیرا مال بھی باپ کا۔ اصحاب رضوان اللہ علیہم میں عبد اللہ بن عمر بڑے محتاط صحابی ہیں۔ اُن کو بیوی کے ساتھ بڑی محبت تھی۔ حضرۃ عمر رض بہو سے تھے ناخوش۔ بیٹے سے کہا اِس کو چھوڑ دے۔ اُنھوں نے پس و پیش کیا۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی اور عبد اللہ کو آخر کار وہی کرنا پڑا جو اُن کے والد حضرۃ عمر رض کہتے تھے یہ تو اُن لوگوں کا حال تھا جو ہمہ وقت اور ہر حال میں خدا اور خدا کے رسول کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کیے رہتے تھے۔ لیکن اب ہمارے وقتوں میں حال یہ ہو کہ ماں باپ نے پالا پرورش کیا دنیا کے کام دھندے سے لگایا بڑے ارمانوں سے بیٹے کا بیاہ کیا۔ گھر میں بہو کا قدم کیا آیا گویا سیہہ[۵۲] کا کانٹا آیا کہ آتے کے ساتھ لڑائیاں پڑ گئیں۔ گھونگھٹ کے ساتھ بہو صاحب کا مونہ کھلا ساس بے چاری کس گنتی میں ہو سسر تک کا لحاظ اُٹھا دیا۔ بیٹا نالائق ہے کہ ہر بات میں جورو کا کلمہ بھرتا ہو۔ اور ماں باپ کی ناراضامندی کی مطلق پروا نہیں کرتا۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے مسلمانوں کے سو گھروں میں پچانوے کا تو یہی حال ہو۔ پانچ میں ادب قاعدہ باقی ہو تو معلوم نہیں ع محتسب را درون خانہ چہ کار۔ انگریزی کی تعلیم نے لوگوں کے خیالات پر یہ اثر بد کیا ہو کہ لوگ عموماً مذہب کی طرف سے بد عقیدہ ہوتے جاتے ہیں۔ چاہے وہ مذہب مسلمانوں کا ہو یا عیسائیوں کا یا یہودیوں کا یا ہندؤں کا۔ اِس میں انگریزی کا قصور نہیں۔ قصور ہو تو اس کا ہو کہ سرکار نے جو عیسائی مذہب کی معتقد ہو ہندوستان میں کثرۃِ اختلافِ عقائد پر نظر کر کے اپنی اور رعایا کی عافیت اسی میں دیکھی کہ کسی بات میں مذہب کو دخل ہی نہ دو نتیجہ یہ ہوا اور ہونا ہی تھا کہ ہر ایک مذہب والا خود اپنے مذہب سے بے خبر اور

---

۵۱ اور ہم نے انسان کو اُس کے ماں باپ کے حق میں تاکید کی (کہ ہر حال میں اُن کا ادب ملحوظ رکھے) کہ اُس کی ماں نے جھٹکے پر جھٹکے اُٹھا کر اُس کو پیٹ میں رکھا اور پیٹ میں رکھنے کے علاوہ کہیں) دو برس میں (جا کر) اُس کا دودھ چھوٹتا ہو (اسی لحاظ سے ہم نے انسان کو حکم دیا) کہ ہمارا بھی شکر گزار رہ اور اپنے والدین کا بھی) ۱۲

۵۲ سیہہ ایک جانور کا نام ہو جس کے کانٹے کی نسبت عوام کا خیال ہو کہ وہ جس گھر میں گاڑ دیا جاتا ہو وہاں کے لوگوں میں لڑائیاں پڑ جاتی ہیں ۱۲

بے تعلق ہو گیا اور مذہبوں کا حال یہ ہو کہ ان کے آپس میں کتنا ہی کچھ اختلاف ہو۔ جہاں تک مذہب کو بنی آدم کی عافیت اور خوش حالی اور امن عام سے تعلق ہے۔ کل مذاہب متفق ہیں چوری اور جھوٹ اور ظلم اور دغابازی اور مردم آزاری اور بدکرداری سب مذہبوں میں منع ہو۔ اور راستبازی اور نیکوکاری اور بھلمنساہت اور ہمدردی اور نفع رسانی کے سارے مذہب مداح ہیں۔ اب زید مثلاً چوری نہیں کرتا تو مذہب کے ڈر سے نہیں بلکہ حاکم کے قانون کے ڈر سے کہ پکڑا جائے گا تو جرم کے ثابت ہونے پر قید ہو گا۔ بید لگیں گے چکی بھرے گا لیکن قانون کا ڈر اصلی ڈر نہیں ہو۔ قانون کی گرفت سے آدمی کسی حیلے کسی بہانے بچ بھی جا سکتا ہو۔ اصلی ڈر مذہب کا ڈر ہو۔ مذہب کی پکڑ اونٹ کی سی پکڑ ہے کہ وہ پکڑے پیچھے چھوڑنا جانتا ہی نہیں اور چھوڑتا ہے بھی تو توبہ کرا کے۔ اب بھی انگریزوں کی عملداری میں بڑا امن ہے مگر عمارۃ امن کی بنیاد ریت پر ہو بودی نا استوار۔ اور کتنے جرم تو ایسے ہیں کہ قانون حاکم مجرم کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔ دار و گیر کا تو کیا ذکر ہے۔ اور وہی ایک فعل ہو جسے قانون جرم کہتا ہے اور مذہب گناہ۔ غرض اسی طرح کے جرموں میں سے ایک جرم والدین کی نافرمانی ہے جسے قانون نے سرے سے جرم ہی قرار نہیں دیا اور شریعۃ کی رو سے تو وہ اکبر الکبائر ہو۔ انگریزی خوانوں کے مذہب کی طرف سے تشکی اور بدعقیدہ ہونے کی ایک وجہ تو یہ ہوئی کہ تعلیم میں مذہب کا نام تک نہیں آنے پاتا۔ دوسری وجہ یہ ہو کہ سرکاری مدرسوں میں تاریخ جغرافیہ حساب ریاضی یہی کچھ پڑھایا جاتا ہو اور یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں جتنی باتیں ہیں وہ مشاہدات پر مبنی ہیں کہا اور کر کے دکھا دیا۔ مثلاً اقلیدس کا دعوے ہو کہ مثلث کے دو ضلعے مل کر ہمیشہ تیسرے ضلعے سے بڑے ہوا کرتے ہیں تو اس کو ہر شخص ناپ کر دیکھ سکتا ہو اور مذہب میں بعض اہم مسائل اس قسم کے ہیں کہ مشاہدے سے ان کی تصدیق ممکن نہیں۔ مثلاً قیامۃ کا ہونا اور حالات بعد مرگ اور حالات ابتدائے آفرینش دنیا۔ اب ایسی باتوں کی تصدیق ہو تو کیونکر ہو۔ اس محدود زندگی میں تو ہو نہیں سکتی۔ اَكْثَرُ اَعْمَارِ اُمَّتِيْ مَا بَيْنَ سِتِّيْنَ وَسَبْعِيْنَ [1]۔ جو لوگ مذہبی تعلیم سے بے بہرہ ہیں وہ تو دعاوی اقلیدس کا سا ثبوت ڈھونڈھتے ہیں اور نہیں پاتے تو مذہب پر سُونہ آتے ہیں۔ لیکن اس سے کہ مذہب کی بعض باتوں کے پیے دعاوی اقلیدس کا سا ثبوت بہم نہیں پہنچ سکتا سرے سے مذہب ہی کو خیال باطل سمجھنا یہ تو بڑا تحکم ہو بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ [2]۔ ہم بیسیوں باتیں بتا سکتے ہیں جن کو خود یہی لوگ مانتے ہیں اور ان کی حقیقۃ نہیں جانتے۔ جیسے روح یا روح بھی نہ سہی مقناطیسی سوئی کے ایک سرے کا شمال کی طرف کو رہنا تو ایک واقعہ ہو مگر کوئی ہے کہ اس کا سبب سمجھا دے۔ یا اجسام مادی میں کشش کا ہونا معلوم ہو مگر سبب نہیں

[1] میری امۃ کی اکثر عمریں ساٹھ اور ستر کے درمیان میں ہیں۔ ۱۲ [2] سو یہ لوگ اس پہلو سے گریز کر کے لگے اس چیز کو جھٹلانے جس کو سمجھے پر ان کو دسترس نہ ہوا اور ابھی تک اس کی تصدیق کا موقع ہی ان کو میسر نہیں آیا۔ اسی طرح ان لوگوں سے بھی جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں تو (اے پیغمبر) دیکھو (ان) ظالموں کا کیسا (بُرا) انجام ہوا ۱۲

معلوم۔ سب سے بڑی خرابی جو خاص کر انگریزی خوانوں کی طبائع میں پیدا ہو جاتی ہے وہ ان کی خود پسندی ہے
وہ آج کل کے مولویوں کو جنھوں نے ایشیائی طریقے پر ادھوری تعلیم پائی ہے دیکھتے ہیں مبہوت العقل نیم مُلّا
خطرۂ ایمان دنیا و مافیہا سے بے خبر۔ اور ان کے سروں میں اَنَا وَلَا غَیرِی کی ہوا بھر جاتی ہے اور اپنے فکر کو
معصوم اپنے ذہن کو رسا اپنی معلومات کو جامع فرض کر لیتے ہیں۔ اور اسی پر اُن کے ردّ و قبول کا مدار ہے
انگریزی خوانوں کی رعونۃ اور خود پسندی کو "کریلا اور نیم چڑھا" اس سے بھی تائید پہنچتی ہے کہ زمانۂ تعلیم میں
انگریزوں کے ساتھ اختلاط رکھنا پڑتا ہے۔ انگریز معلم۔ انگریز ممتحن انگریز گبن ربلے اور اسی طرح کے "ہمی صبا ایں
ہمہ آوردہ تست" انگریزی کھیلوں میں ان کے جوڑی اور یہ اُن کے بجھو۔ آخر کار کثرۃ اختلاط ادھر انگریزی خواں
طالب العلموں اور اُدھر انگریز دونوں کے حق میں مضر نتیجے پیدا کرتی ہے۔ انگریزوں کی جو ہیبت جو لازمۂ حکومۃ
ہے انگریزی خوانوں کے دل پر سے اُٹھ جاتی ہے۔ کچھ لوگ اس کوشش میں لگے ہیں کہ فاتح و مفتوح حاکم و محکوم
خواجہ و بندہ ہونے کی وجہ سے جو اجنبیۃ انگریزوں اور ہندوستانیوں میں ہے جہاں تک ہو سکے اُس کو دُور
کیا جائے اور دونوں شیر و شکر ہو کر رہیں۔ یہ لوگ "دماغ بیہدہ پخت و خیال باطل بست" سمجھتے ہیں کہ دن
اور رات کے ملنے سے شفق کا خوشنما رنگ پیدا ہوگا۔ ہاں سچ ہے مگر کچا اور عارضی ہوگا۔ پھر دن دن ہوگا
اور رات رات۔ اس میں نور ہوگا اُس میں ظلمۃ۔ گورے گورے ہوں گے اور کالے کالے۔ کوّے کوّے
رہیں گے اور ہنس ہنس۔ ہندوستانیوں اور انگریزوں کا میل جول تیل اور پانی کا سا میل جول ہے۔ ؎

مجھ میں اُس میں ربط ہے اے ذوق مثل بوئے گُل ۔۔۔ وہ رہا آغوش میں لیکن گریزاں ہی رہا

یہ لوگ اکبر بادشاہ کی بڑی لمبی چوڑی تعریفیں کیا کرتے ہیں کہ اُس نے ہندو راجاؤں کی بیٹیاں لے کر ہندو
مسلمانوں کو ایک کرنا چاہا تھا اور اگر اُس کے جانشین اسی قاعدے پر عمل آور رہتے تو مغلوں کی سلطنۃ کو
خدا کے ہاں سے استمراری پٹہ مل گیا ہوتا۔ اور ہندو مسلمانوں کے دشمنوں سے جان توڑ کر لڑتے۔ لیکن
ہمارا خیال بالکل اس کے برخلاف ہے۔ ہندی کی ایک مثل ہے کہ "بِن بھے کے پریت نہیں" یعنی خوف کے بدون
محبت نہیں۔ یا یوں کہو کہ سیاستہ کے بدون حکومۃ نہیں۔ اکبر نے ہندوؤں کے ساتھ میل جول کر کے مسلمانوں
کی ہیبۃ کو ہندوؤں کے دلوں سے اُٹھا دیا اور تب ہی سے عصائے سلطنۃ میں گھن لگنا شروع ہوا۔ ہندوستانیوں
اور انگریزوں میں ابھی کچھ ایسا اختلاط تو ہوا نہیں مگر جتنا کچھ بھی انگریزی تعلیم کی وجہ سے ہو چلا ہے بنگالے کے
ہندو جو انگریزی تعلیم میں پیش پیش ہیں وہ تو جہاں تک اُن کی زبان یاری دیتی ہے۔ انگریزی حکومۃ کی
بدگوئی میں کمی کرتے نہیں اور یہی انگریزی تعلیم ہے اور یہی اُس کے نتیجے ہیں تو انگریز ایک نہ ایک دن اس
کا خمیازہ بھگتیں گے جیسا کہ ہم مسلمانوں نے بھگتا۔ یہ تو وہ نقصانات ہیں جو انگریزی تعلیم کی وجہ سے
انگریزوں پر عائد ہو رہے ہیں اور ہوں گے

شعر

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا ۔۔۔ آگے آگے دیکھ تو ہوتا ہے کیا

اب ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ انگریزی تعلیم جیسی وہ ہے انگریزی خواں ہندوستانیوں کے حق میں کیسی ثابت ہوئی مفید یا مضر۔ سفید اور مضر کا مسئلہ پیش آیا تو قوم سے قطع نظر کرو۔ قوم عبارۃ ہے تمام باشندگان ہندوستان سے ہندو ہوں یا مسلمان کوئی بھی ہوں یا للاکثر حکم الکل اتنے افراد کے سنورنے سے بر قیاس یورپ ساری قوم کو سنورا ہوا اور جن کے بگڑنے سے ساری قوم کو بگڑا ہوا کہہ سکیں۔ تو ہمارا کہنا یہ ہے کہ ہندوستانیوں کے حق میں انگریزی تعلیم کو مفید یا مضر تجویز کرتے وقت ہم کو قوم کے حال سے بحث نہیں کرنی چاہیئے قوم کی اصلاح تو قوم ہی کے کرنے سے ہوگی۔ ورنہ یک انار و صد بیمار۔ تیس کروڑ نفوس کی اصلاح گورنمنٹ کہاں تک کر سکتی ہے۔ مناسب حال ایک حکایۃ یاد آئی۔ ایک کثیر الاولاد بی بی کسی تقریب سے اپنے میل ملاپ کی ایک بی بی سے ملنے گئی بڑے بچوں کو گھر چھوڑ گئی۔ پھر بھی ایک پیٹ میں تھا ایک گود میں اور دو تین سایے کی طرح ساتھ۔ مگر میلے کچیلے بدحال چیتھڑے لگائے اور گھر والی بی بی کے صرف ایک بیٹا تھا تو وہ اُس کو کپڑے لتے سے صاف ستھرا خوش حال رکھتی تھی دونوں بیبیاں بچپن کی سہیلیاں بھی تھیں۔ گھر والی بی بی نے سہیلی کے بچوں کو بادلِ ناخواستہ دنیا سازی کے طور پر باری باری سے گود میں لیا پیار کیا۔ مگر سہیلی کے ناطے سے کہا کہ اوئی بوا بچوں کا کیسا بُرا حال کر رکھا ہے۔ سہیلی نے جواب دیا کہ بہن ایک کا مُونہ تو کھانڈ سے بھرا جا سکتا ہے اور دس کا تو چھلنی کی راکھ سے بھی نہیں بھرا جا سکتا۔ اِسی طرح انگریزوں کے پاس چھوٹا سا ملک ہوتا تھوڑی سی رعیت۔ تو انھوں نے ملک کو رشک یورپ و امریکہ بنا دیا ہوتا۔ مگر ایسے وسیع ملک اتنی ساری رعیت کی کہاں تک خبر لیں اور کہاں سے لیں۔ پھر بھی اتنا کرتے ہیں اور ایسا کرتے ہیں کہ دوسرے نے نہیں کیا اور نہیں کر سکتا۔ اِن کا یہی احسان کیا کم ہے کہ تعلیم کو عام کر کے لوگوں کو اُن علموں کے ڈھرّے پر لگا دیا جن کی بدولت خود ان کی قوم نے ان کے ملک نے ترقی کی ہے۔ اب لوگوں کا کام ہے کہ اسی ڈھرّے پر چلے جائیں اور منزلِ مقصود پر جا پہنچیں۔ مگر لوگوں نے تو گورنمنٹ کے ساتھ ہرائی چتائی کر رکھی ہے۔ کہتے ہیں لادو لدا دو لادنے والا ساتھ دو تو ان کا جواب ہے کہ "ایں نار بخانہ پدر باید کرد"۔ مدتوں انگریزی ان کی چڑ رہی اور بہانہ یہ کہ سرکاری مدرسوں میں مذہبی تعلیم نہیں۔ بے شک سرکاری مدارس میں مذہبی تعلیم کا نہ ہونا مجبوری ہی سے سہی مگر بڑی بھاری فروگذاشت تھی۔ آخر سرکار بھی سمجھی ؎

کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

اور اُس نے تعلیم کے دائرے کو وسیع کیا اور مسلمانوں کی داد فریاد پر کہ یہی حضرات ناحق کا غل شور مچانے میں پیش پیش ہوتے ہیں "ای طبل بلند بانگ در آخر ہیچ"۔ اجازت دی کہ اچھا اپنا سُبیتا دیکھ کر مدرسے کے اوقات سے پہلے یا پیچھے اپنے خرچ سے معلم رکھ کر اپنے بچوں کو مدرسے میں اپنا مذہب سکھا لیا کرو۔ سچ پوچھو تو یہ بہت بڑی رعایت تھی مگر مسلمانوں نے اِس سے کچھ فائدہ نہیں اٹھایا اور چونکہ صرف

زبانی جمع وخرچ تھا۔ کہیں کے مسلمان بھی مذہبی تعلیم کا انتظام نہیں کرسکے۔ غرض وہی لامذہبی جو اس سے پہلے تھی سو اب بھی ہے" مسلمانوں کے حق میں لامذہبی بڑا مکروہ لفظ ہے۔ مگر جن کو مذہب کا پاس نہیں وہ کیوں اس کی پروا کرنے لگے جب ﴿مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ﴾[1] کان میں پڑا ہی ہم تو اپنی جگہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ جو روز بد مسلمانوں کو پیش آرہا ہے سب ان کی لامذہبی کی وجہ سے ہے لامذہبی دو طرح کی ہے۔ ایک لامذہبی تو انکار سے پیدا ہوتی ہے اور ایک غفلت سے۔ پہلی قسم کی لامذہبی جو انکار سے پیدا ہوتی ہے بڑی خطرناک ہے اور ہمارا روئے سخن ایسے ہی لوگوں کی طرف ہے۔ مذہب ہی تو ہم کو دنیا میں عمدہ طور پر زندگی بسر کرنے کا رستہ بتاتا ہے اور اسی کو ہم نے پس پشت ڈال دیا تو لبے ہوئے ہمارا نہ ہونا بہتر۔ وہ جو کہتے ہیں "اونٹ بے اونٹ تیری کوئی سی بھی کل سیدھی" بعینہٖ یہی حال ہم مسلمانوں کا ہے۔

درد دل سے لوٹتا ہوں کس کو میرا درد ہے
ہوں میں لفظ درد جس پہلو الٹو درد ہے

اب یہی ایک شان انگریزوں کے ساتھ اختلاط کی ہے۔ چاہیئے تھا کہ اختلاط میں "ابا زدہ رخود بشناس" کا خیال رکھتے اپنی ہستی کو نہ بھولتے خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدِرَ ان کی عمدہ عادتیں اخذ کرتے بری سے کنارہ کش رہتے۔ اول تو وہ اختلاط ہی کیا ہے "ایں سُو رانده وزاں سُو درمانده" ؎

یاں وطن واہل وطن سے ہیں ننگ
اپنے میں لیتے نہیں اہل فرنگ

اور پھر جیسا کچھ بھی ہے چھری اور خربوزے کا سا ہے کہ چھری خربوزے پر گرے تو خربوزے کا نقصان اور خربوزہ چھری پر گرے تو خربوزے کا نقصان۔ اختلاف حالۃ کی وجہ سے انگریزوں کی عادتیں ان کے لیے نوشدارو ہیں اور ہمارے لیے زہر ہلاہل۔ ان کو سکھ ہم کو دکھ ٭

کیا تو بات تھی اور کیا کچھ ہم نے لکھ مارا۔ ہم نے والدین کے حقوق کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کرنے کے لیے قلم اٹھایا تھا تو ان حقوق کے لیے بھی دوسرے حقوق کی طرح ایک چھوڑ دوہرے دوہرے تقاضے ہیں۔ ایک تقاضا تو خدا رسول کے حکم کا ہے تو اس کی تو جیسی پروا کی جاتی ہے معلوم۔ دوسرا تقاضا فطرۃ یعنی انسانیت کا ہے تو دیکھنا چاہیئے کہ ہماری فطرۃ یعنی انسانیت والدین کے بارے میں ہم سے کیا چاہتی ہے سو اس سے پہلے کہ ہم تقاضائے فطرۃ بتائیں اتنا اور سمجھ لو کہ بولنے میں آدمی اور انسان مرادف یکدگر بھی بولے جاتے ہیں جیسا کہ شیخ ابراہیم ذوق فرماتے ہیں ؎ آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز ٭ کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا ٭ لیکن ہم آدمی سے تو حیوان ناطق یا جسم نامی متحرک بالارادہ مستقیم القامۃ بادی البشرہ عریض الاظفار مراد لیتے ہیں اور انسان سے مہذب آدمی۔ بہرکیف آدمی کی بلکہ ہر ایک جاندار کی بلکہ مادی اجسام تک کی فطرۃ ہے جلب منفعت اور دفع مضرت۔ یا دوسرے لفظوں میں جلب ملائم اور دفع ناملائم۔ پتھر کی سل پر گیند پھینک کر مارو تو گیند اچٹ کر لوٹتی ہے یہی دفع ناملائم ہے۔ شیر ہاتھی مرکھنے بیل کی کون کہے چیونٹی پر

[1] ؎ (ترجمہ) حقیقۃً حال تو یہ ہے کہ اگر تجھکو کوئی فائدہ پہنچے تو سمجھ کہ اللہ کی طرف سے ہے اور تجھکو کوئی نقصان پہنچے تو سمجھ کہ تیرے نفس کی طرف سے ہے ۱۲

پاؤں پڑ جائے تو وہ بھی بے کاٹے نہیں رہتی یہی دفعِ مضرت ہے۔ وحشی جانوروں کا آدمی کی صورۃ سے بھاگنا بھی دفعِ مضرت کی ایک شان ہے۔ ظاہر میں جلبِ منفعت اور دفعِ مضرت دو باتیں معلوم ہوتی ہیں مگر حقیقۃ میں بات ایک ہی ہے کہ خدا نے ایک وقت تک بقائے عالم کے لیے ہر ایک مخلوق میں یہ خاصہ رکھا ہے کہ وہ نہ اپنی ہستی کو معدوم ہونے دے اور نہ اپنی حالۃ کی بدتری چاہے۔ تو اس اعتبار سے آدمی مخلوق خودغرض ہوا اور وہ ہے بھی۔ آدمی کے خصائصِ فطری میں اصل تو خودغرضی ہے۔ اسی پر متفرع ہے تمدن کہ آدمی بالطبع اپنے ابنائے جنس کے ساتھ مل کر رہنا چاہتا ہے تاکہ زندگی کی ضرورتوں میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ لیکن تمدن کا سود مند ہونا موقوف ہے احسان شناسی پر۔ یوں شاخ در شاخ ہو کر احسان شناسی مکافات کے ساتھ مل کر آدمی کا طبعی خاصہ قرار پایا۔ اَلْاِنْسَانُ عَبِیْدُ الْاِحْسَانِ۔ احسان شناسی ہے۔ اور هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔ مکافات۔ خدا بھی حقیقۃ میں بڑا ہی دانشمند ہے اِنَّ رَبَّکَ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ آدمی کو سراپا احتیاج پیدا کیا۔ اس کے پیچھے واقعی اور ادعائی اتنی ضرورتیں لگا دیں کہ ابنائے جنس کی مدد کے بدون اکیلے سے ان کا سرانجام ہو نہ سکے۔ پھر ہر ایک کی اغراض کو دوسروں کی اغراض کے ساتھ ایسی طرح پر وابستہ کر دیا کہ ہر شخص اپنی جگہ محتاج بھی ہے اور محتاج الیہ بھی ہے۔ محتاج ہے اس لیے کہ دوسرے اس کی زندگی کی بہت سی ضرورتوں کا سرانجام کرتے ہیں۔ محتاج الیہ ہے اس لیے کہ وہ بھی دوسروں کا کچھ نہ کچھ کام کرتا ہے۔ شکر جس کا حکم ہم کو خدا نے اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ میں دیا ہے مکافاتِ احسان نہیں ہے مگر تاہم مکافات کی ایک شان ہے۔ ؎

لَا خَیْلَ عِنْدِیْ اُهْدِیْهَا وَلَا مَالُ　　فَلْیُسْعِدِ النُّطْقُ اِنْ لَّمْ یُسْعِدِ الْحَالُ

اور مزہ یہ ہے کہ شکر کی منفعت بھی شکرگزار ہی کی طرف عائد ہوتی ہے۔ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ دنیا میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ کوئی کسی کے ساتھ احسان کرتا ہے تو شکرِ احسان محسن کو مزید احسان کا محرک ہوتا ہے۔ والدین کا ادب والدین کی خدمت اسی احسان شناسی کی جزئیات میں سے ایک جزئی ہے جس کو ہم مقتضائے فطرۃ انسانی کہہ چکے ہیں۔ پس اس حق کے ادا کرنے میں جس قدر ہم کمی کریں اسی نسبۃ سے ہماری انسانیت میں کمی ہوگی۔ اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔ احسان کا نام آیا تو یہ بات چار و ناچار تسلیم کرنی پڑے گی کہ خدا کے بعد والدین سے بڑھ کر کسی کا احسان نہیں بے شک آدمی کو خدا نے پیدا کیا۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ۔ مگر اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں کہ آدمی کے پیدا کرنے میں ماں باپ شروع سے خدا کے شریک

؁۱ آدمی احسان کا بندہ ہے ۱۲ ؁۲ بھلائی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ اور بھی ہو سکتا ہے ۱۲ ؁۳ یہ لوگ چار پایوں کی مثل ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہوئے ۱۲ ؁۴ اور ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا پھر ہم ہی نے اس کو حفاظۃ کی جگہ (یعنی عورۃ کے رحم) میں نطفہ بنا کر رکھا پھر ہم ہی نے نطفے کا لوتھڑا بنایا پھر ہم ہی نے لوتھڑے کی بندھی بوٹی بنائی پھر ہم ہی نے بندھی بوٹی کی ہڈیاں بنائیں پھر ہم ہی نے ہڈیوں پر گوشت مڑھا پھر (آخر کار) ہم ہی نے اس کو (گویا بالکل) دوسری ہی مخلوق (کی صورۃ میں) بنا کھڑا کیا (تو سبحان اللہ) خدا ہی بڑا بابرکت ہے جو (سب) بنانے والوں میں بہتر (بنانے والا) ہے ۱۲ ؁۵ (اے پیغمبر) بے شک تمھارا پروردگار حکمت والا (اور) جاننے والا ہے ۱۲ ؁۶ اگر ہمارا شکر کرو گے تو ہم تم کو اور زیادہ (نعمتیں) دیں گے ۱۲

رہتے ہیں۔ پھر خدا نے آدمی کو پیدا کر کے ایک گوشت کا لوتھڑا ماں باپ کے حوالے کیا وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا۔ اس کے بعد ماں باپ نے اس کی نگہداشت کی یعنی آدمی کو آدمی خدا نے بنایا اور انسان ماں باپ نے كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ[1] الاسلام فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ۔

اب خود اپنے دل میں انصاف کر لو کہ ماں باپ نے تمہارے ساتھ کیا کیا اور تم کو ان کے ساتھ کیا کرنا چاہیے اور کیا کر رہے ہو؟

[illegible]

[1] ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی ۱۲

حقوق اولاد

نمبر ۳ تسلیم و ادب

نمبر ۴ شفقت و مہربانی

نمبر ۵ عفو و حلم

نمبر ۶ میراث

افلاس کے خوف سے قتل نہ کرنا

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ۝ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ

اور اسی طرح بہتیرے مشرکین کو اُن کے (بنائے ہوئے) شریکوں نے اُن کے اپنے بچے مار ڈالنے کو (اُن کی نظروں میں) عمدہ کر دکھایا ہے تاکہ (آخر کار) اُن کو (ابدی) ہلاکت میں ڈال دیں اور تاکہ اُن کے دین کو اُن پر مشتبہ کر دیں (کہ سیدھا رستہ سجھائی نہ دے) اور اگر خدا چاہتا تو یہ لوگ یہ (بے رحمی کا) کام نہ کرتے تو (اے پیغمبر) ان کو اور ان کی افترا پردازیوں کو (اسی پر) چھوڑ دو۔ بے شک وہ لوگ (بڑے ہی) گھاٹے میں ہیں جنھوں نے بدعقلی (اور) جہالت سے اپنے بچوں کو مار ڈالا اور اللہ نے جو روزی[1] اُن کو دی تھی خدا پر جھوٹ جھوٹ

[1] روزی سے مراد ہے کھیتی اور جانور جنھیں خدا نے تو لوگوں کے لیے حلال کیا تھا مگر انھوں نے از خود اپنے اوپر حرام ٹھیرا لیا اور اشارہ ہے اُس آیۃ کی طرف جو اس سے پہلے مذکور ہوئی وَقَالُوا هٰذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ نَشَاءُ بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيهِمْ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هٰذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا وَإِنْ يَكُنْ مَيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝ **ترجمہ** اور (یہ لوگ یعنی مشرکین مکہ یہ بھی) کہا کرتے ہیں کہ (ہمارے چارپایوں اور کھیتوں میں سے) فلانے چارپائے اور (فلانی کھیتی اچھوتی (چیز) ہیں کہ اُن کو اُس شخص کے سوا جس کو ہم اپنے خیال کے مطابق چاہیں (دوسرا نہیں کھا سکتا اور (کچھ) چارپائے ایسے ہیں کہ ان کی پیٹھ پر سوار ہونا یا لادنا منع ہے اور (کچھ) چارپائے (ایسے) ہیں جن کو ذبح کرتے وقت اُن پر اللہ کا نام نہیں لیتے (اور ان ڈھکوسلوں کو جو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں تو) خدا پر (یہ ان کی) افترا پردازیاں ہیں (سو) جیسی جیسی افترا پردازیاں یہ لوگ کرتے رہے ہیں عنقریب خدا ان کو ان کی سزا دے گا اور (یہ بھی) کہا کرتے ہیں کہ (ہم نے جو بتوں کے نام چارپائے چھوڑ رکھے ہیں) ان چارپایوں کے پیٹ میں (سے) جو (بچہ) نکلے اور اُس میں جان ہو تو وہ سراسر ہمارے مردوں کے (کھانے کے) لیے ہے اور ہماری عورتوں پر (اُس کا کھانا) حرام ہے اور اگر مرا ہوا ہو تو مرد و عورت (سب) اُس (کے کھانے) میں شریک (سو) خدا ان کو عنقریب ان کی ان باتوں کی سزا دے گا بے شک وہ حکمت والا واقف ہے۔

افْتِرَاءً عَلَى اللهِ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ○ (انعام ع ۱۶ پارہ ۸)	بہتان باندھ کر اُس کو اپنے اوپر حرام کر لیا بلاشبہ یہ لوگ (راہِ راست سے) بھٹک گئے اور سیدھے رستے پر آنے والے تھے بھی نہیں ⁂
وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ○ (بنی اسرائیل ع ۴ پارہ ۱۵)	اور (لوگو!) افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو اُن کو اور تم کو ہم ہی روزی دیتے ہیں۔ اولاد کا جان سے مارنا بڑا بھاری گناہ ہے ⁂
وَاِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ○ (التکویر ع ۱ پارہ ۳۰)	اور جس وقت لڑکی سے جو زندہ درگور کردی گئی تھی پوچھا جائے کہ کس قصور کے بدلے میں ماری گئی ف
عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللهِ اَیُّ الذَّنْبِ اَكْبَرُ عِنْدَ اللهِ قَالَ اَنْ تَدْعُوَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ قَالَ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ اَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ (صحیحین)	عبد اللہ بن مسعود رض کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ خدا کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے فرمایا تیرا خدا کے لیے کسی کو شریک ٹھیرانا حالانکہ اُسی نے تجھکو پیدا کیا عرض کیا پھر کون سا گناہ۔ فرمایا تیرا اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرڈالنا کہ بڑے ہو کر تیرے ساتھ کھائیں گے ⁂
عَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَمَنْعٍ	مغیرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے تم پر ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا اور بخل کرنا اور سوال کرنا حرام کردیا ہے ⁂

ف عرب کے لوگ دختر کشی کیا کرتے تھے۔ دنیا کے مقدمات کے قیاس پر مقدمۂ دختر کشی کا آغاز معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مقتولہ لڑکی جو مدعیہ ہے اُس کا اظہار لیا جائے گا۔ بس اس جگہ اتنا ہی بیان ہے ۱۲

سلہ یہ سورۂ تکویر کی آیت ہے جس میں علامات قیامت کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہے۔ قیامت برپا ہوگی تو عدالت خداوندی میں دختر کشی کا مقدمہ بھی پیش ہوگا اور لڑکی جو زندہ درگور کی گئی تھی اُس سے پوچھا جائے گا کہ تو کس بنا پر قتل کی گئی تھی ۱۲

وَهَاتِ وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ ٭ (صحیحین)	اور خدا کو لوگوں کے بارے میں گفت [۱۴] و شنود کرنا اور کثرت سے سوال کرنا اور مال ضائع و برباد کرنا ناپسند ہے ٭

تربیت و پرورش

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ (البقرہ ع ۳۰ پارہ ۲)	اور جو شخص (بی بی کو طلاق دیئے پیچھے اپنی اولاد کو) پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے تو اُس کی خاطر مائیں اپنی اولاد کو پورے دو برس دودھ پلائیں اور جس کا وہ بچہ ہو (یعنی باپ) اُس پر دستور کے مطابق ماؤں کا کھانا کپڑا دینا لازم ہے (نان و نفقہ کے ٹھیراؤ میں) کسی کو تکلیف نہ دی جائے مگر وہیں تک کہ اُس کی گنجایش ہو ماں کو اُس کے بچے کی وجہ سے نقصان نہ پونہچایا جائے اور نہ اُس کو جس کا بچہ ہے (یعنی باپ کو) اُس کے بچے کی وجہ سے کسی طرح کا نقصان پونہچایا جائے اور (دودھ پلانے کا نان و نفقہ جیسا اصل باپ پر ویسا اُس کے) وارث پر پھر اگر (وقت سے پہلے ماں باپ) دونوں اپنی مرضی اور صلاح سے دودھ چھڑانا چاہیں تو اُن پر کچھ گناہ نہیں اور اگر تم اپنی اولاد کو (کسی دایہ سے) دودھ پلوانا چاہو تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ جو تم نے دستور کے مطابق (اُن کو دینا کیا تھا (اُن کے) حوالے کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جانے رہو کہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اُس کو دیکھ رہا ہے [۱۵]

[۱۴] گفت و شنود کرنے سے مراد ہے لوگوں کے احوال کی تفتیش کرنا کہ فلاں شخص کیسا ہے کیا کرتا ہے خود قرآن مجید میں اس قسم کی گفت و شنود کی ممانعت آئی ہے جہاں فرمایا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ یعنی مسلمانو! لوگوں کی نسبت بہت شک کرنے سے بچتے رہو کیونکہ بعض شک (داخل) گناہ ہیں اور ایک دوسرے کی ٹٹول میں نہ رہا کرو اور نہ تم میں ایک کو ایک پیٹھ پیچھے برا کہے بھلا تم میں سے کوئی (اس بات کو) گوارا کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو یقیناً تم کو گوارا نہیں (تو غیبت کیوں گوارا ہو کہ یہ بھی ایک قسم کا مُردار کھانا ہے) اور اللہ کے غصے سے ڈرتے رہو بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ۱۲

[۱۵] عورتوں کو طلاق ہوئے پیچھے دودھ پیتے بچوں کی مشکل پڑ جاتی ہے میاں بی بی میں تو طلاق سے پیدا ہو گئی عداوت ایک دوسرے کی ضد سے اولاد کی شفقت میں بھی کمی آجاتی ہے اس صورۃ میں ایسا انتظام کہ مفارقت ہوئے پیچھے میاں بی بی ایک دوسرے کو نقصان نہ پونہچا سکیں اور نہ اولاد کی مٹی خوار ہو اُن ہی حکموں کی تعمیل سے ہو سکتا ہے جو خدا نے ان آیتوں میں بیان فرمائے ہیں چنانچہ لا تضار والدة بولدها ولا مولود له بولده کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں کہ نہ اولاد کی وجہ سے ماں باپ کو نقصان کا پونہچنا مناسب ہے اور نہ ماں باپ کی باہمی کشمکش سے اولاد کو نقصان پونہچانا روا ہے پھر اولاد کا دودھ پلوانا ماں سے یا کسی دایہ سے یہ بھی ماں باپ کی مرضی اور صلاح پر رکھا ہے اور دودھ پلائی کے حق کی پوری حفاظت کی ہے کہ جتنے دنوں ماں دودھ پلائے اس کو اس کا حق جو دستور کے مطابق ٹھیرا ہو بے عذر حوالے کر دیا جائے ۱۲

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ جَارِیَتَیْنِ حَتّٰی تَبْلُغَا جَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَنَا وَھُوَ ھٰکَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَہٗ ۔ (مسلم)

حضرت انس رضؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دو لڑکیوں کا اُن کے بالغ ہونے تک اُن کی ضرورۃ کی چیزوں کا متکفل رہا تو قیامۃ کے روز میں اور وہ اور آپ نے اپنی انگلیاں ملا کر فرمایا اس طرح آئیں گے۔ (یعنی میں اور وہ اس قدر قریب ہوں گے)۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ ثَلٰثَ بَنَاتٍ اَوْ مِثْلَھُنَّ مِنَ الْاَخَوَاتِ فَاَدَّبَھُنَّ وَرَحِمَھُنَّ حَتّٰی یُغْنِیَھُنَّ اللّٰہُ اَوْجَبَ اللّٰہُ لَہُ الْجَنَّۃَ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَاثْنَتَیْنِ قَالَ اَوِ اثْنَتَیْنِ حَتّٰی لَوْ قَالُوْا اَوْ وَاحِدَۃً لَقَالَ وَاحِدَۃً ۔ (شرح السنۃ)

ابن عباس کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تین لڑکیوں یا تین بہنوں کے خرچ پات اور اُن کی ضروریات کا متکفل ہوگا اور پھر اُنھیں ادب دے گا اُن پر مہربانی کرے گا یہاں تک کہ خدا اُنھیں بے نیاز[1] کردے تو خدا اُس کے لیے جنت واجب کردے گا ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اور دو لڑکیوں یا دو بہنوں کے ساتھ ایسا کرنے والا فرمایا اُس کا بھی یہی حکم ہے حتّٰی کہ اگر لوگ ایک لڑکی یا ایک بہن کا حال دریافت کرتے تو آپ ضرور فرماتے کہ ایک کے ساتھ سلوک کرنے والے کا بھی یہی حال ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَتْ لَہٗ اُنْثٰی فَلَمْ یَئِدْھَا وَلَمْ یُھِنْھَا وَلَمْ یُؤْثِرْ وَلَدَہٗ عَلَیْھَا یَعْنِی الذُّکُوْرَ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ (ابوداؤد)

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے ہاں بیٹی ہو اور اُس نے نہ تو اُسے زندہ درگور کیا نہ ذلّۃ کی حالۃ میں رکھا نہ اولادِ ذکور کو اُس پر ترجیح دی خدا تعالے اُسے جنت میں داخل کرے گا۔

[1] بے نیاز ہونے کی بہت سی صورتیں ہوسکتی ہیں مثلاً کسی دولتمند سے بیاہی گئی یا کسی نے بطریق ہبہ اُسے کچھ دے دیا ۱۲

تعلیم و ادب

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يُّؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهٗ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ أَنْ يَّتَصَدَّقَ بِصَاعٍ ÷ (ترمذی)	سمرہ کے بیٹے جابر کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا اپنی اولاد کو ادب دینا ایک صاع[1] خیرات کرنے سے بہتر ہے ÷
عَنْ أَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهٗ مِنْ نُّحْلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ ÷ (ترمذی)	ایوب بن موسیٰ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی والد نے اپنی اولاد کو نیک ادب سے افضل کوئی عطیہ عطا نہیں کیا ÷
عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ ÷ (ابو داؤد)	عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جب وہ سات برس کے ہوں اور ترک نماز پر مارو جب وہ دس برس کے ہوں اور اُس وقت اُن کے سونے کی جگہ الگ الگ مقرر کرو[2] ÷

شفقت و مہربانی

عَنْ أَنَسٍ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَبِيْ سَيْفٍ الْقَيْنِ وَكَانَ ظِئْرًا لِّإِبْرَاهِيْمَ فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ	حضرت انس کہتے ہیں کہ ہم چند لوگ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو سیف لوہار کے گھر گئے جو پیغمبر صاحب کے فرزند ابراہیم[3] کی انّا کا شوہر تھا ÷ بقیہ

[1] مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ اولاد کو چھوٹی چھوٹی معمولی باتوں کے سکھانے اور ادب دینے میں بھی ایک صاع خیرات کرنے سے بہتر ثواب ملتا ہے اور صاع ایک پیمانہ ہوتا ہے جس میں ہمارے ہاں کی تول کے حساب سے ڈھائی سیر ڈھائی چھٹانک غلہ سماجاتا ہے ۱۲ [2] کیونکہ آدمی کا بچہ دس برس کی عمر کے بعد قریب البلوغ ہوتا ہے اس لئے کسی کے ساتھ سونے میں احتمال ہے کہ اُس کا جسم دوسرے سے مَس کرجائے اور یہ حلاف ہے احتیاط کے ۱۲ [3] حضرت ابراہیم جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے ماریہ قبطیہ کو مقوقس حاکم اسکندریہ نے جناب پیغمبر صاحب کی خدمت میں ہدیۃً بھیجا تھا ۱۲

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِبْرَاهِيمَ فَقَبَّلَهُ وَشَمَّهُ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذٰلِكَ وَإِبْرَاهِيمُ يَجُودُ بِنَفْسِهِ فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ يَا ابْنَ عَوْفٍ إِنَّهَا رَحْمَةٌ ثُمَّ أَتْبَعَهَا بِأُخْرٰى فَقَالَ إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ ٭ (صحیحین)

صلے اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کو گود میں لے کر چُوما اور اُن کے چہرے پر اپنا چہرہ اور ناک مبارک اِس طرح رکھی کہ گویا کوئی شخص کسی چیز کو سونگھ رہا ہے۔ اِس کے بعد پھر جو ہمارا وہاں جانے کا اتفاق ہوا تو ابراہیم جان توڑ رہے تھے یہ کیفیت دیکھ کر پیغمبر صاحب کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اِس پر عبد الرحمن بن عوف نے کہا کہ ای رسولِ خدا اور لوگ تو روتے ہی ہیں آپ بھی روتے ہیں۔ فرمایا ای ابن عوف یہ اثرِ رحمت ہی۔ اِس کے بعد پیغمبر صاحب پھر روئے اور فرمانے لگے کہ آنکھ آنسو بہاتی اور دل غمگین ہوتا ہے اور ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا پروردگار راضی ہوتا

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ أَرْسَلَتْ ابْنَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ إِنَّ ابْنًا لِي قُبِضَ فَأْتِنَا فَأَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ وَيَقُولُ إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطٰى وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَأْتِيَنَّهَا فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَرِجَالٌ فَرُفِعَ إِلَى

اُسامہ بن زید کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (زینب) نے آپ کی خدمت میں ایک شخص کو بھیجا کہ میرا بچہ مرنے کے قریب ہی آپ ذرا کی ذرا تشریف لے آئیے۔ پیغمبر صاحب نے پیام دینے والے سے فرمایا کہ ہمارا سلام کہو اور کہدو کہ تمہارے والد کہتے ہیں کہ خدا ہی کا تھا جو اُس نے لے لیا اور اُسی کا تھا جو اُس نے دیا اور تمام چیزیں اُس کے پاس ایک مقرر وقت پر ہوتی ہیں تو (زینب کو) صبر کرنا اور ثواب کی امید رکھنا چاہیئے۔ بی بی زینب نے دوبارہ آدمی بھیجا اور پیغمبر صاحب کو قسم دلائی کہ آپ ضرور تشریف لائیں چنانچہ آپ اور آپ کے ساتھ سعد بن عبادہ اور معاذ بن جبل اور ابی بن کعب اور زید بن ثابت اور چند اور صحابی کھڑے ہو گئے جو بی بی زینب کے مکان پر

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهٗ تَتَقَعْقَعُ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذَا فَقَالَ هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ فَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَآءَ ۔ (صحیحین)

تو بچے کو اُٹھا کر آپ کی گود میں دیا گیا حالانکہ اُس کی جان نکل رہی تھی یہ دیکھ کر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ سعد نے کہا یا رسول اللہ یہ آنسو کیسے ہیں فرمایا یہ رحمت ہے جسے خدا نے اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال دیا ہے اور خدا اپنے اُن ہی بندوں پر رحم کرتا ہے جو باہم رحم کا برتاؤ کرتے ہیں ۔

۴ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَبَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعِنْدَهُ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِيْمِيُّ جَالِسٌ فَقَالَ الْاَقْرَعُ اِنَّ لِيْ عَشَرَةً مِّنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ اَحَدًا فَنَظَرَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَنْ لَّا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ ۔ (بخاری)

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حسنؓ کو پیار کیا چوما اور اس موقع پر حابس کا بیٹا اقرع تمیمی بھی موجود تھا جس نے کہا کہ میرے دس فرزند ہیں مگر میں نے تو اُن میں سے ایک کو بھی کبھی نہیں چوما۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے (یہ سُن کر) اُس کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ جو شخص کسی پر مہربانی نہیں کرتا اُس پر خدا بھی مہربانی نہیں کیا کرتا ۔

۵ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْخُذُنِيْ فَيُقْعِدُنِيْ عَلٰى فَخِذِهٖ وَيُقْعِدُ الْحَسَنَ عَلٰى فَخِذِهِ الْاُخْرٰى ثُمَّ يَضُمُّهُمَا ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُمَا فَاِنِّيْ اَرْحَمُهُمَا ۔ (بخاری)

اُسامہ بن زید کہتے ہیں (میں ابھی بچہ ہی تھا) کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پکڑ کر اپنے زانوے مبارک پر بٹھا لیتے اور دوسرے زانو پر حسنؓ کو پھر اُن کو (یعنی ہم دونوں کو) چمٹا کر فرماتے کہ الٰہی! ان دونوں پر نظر عنایت رکھیو کیونکہ میں ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا ہوں ۔

۶ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى

اُم المومنین حضرۃ عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ ایک بدوی

النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اتقبلون الصبیان فما نقبلھم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم او املک لک ان نزع اللہ من قلبک الرحمۃ (صحیحین)

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگا کہ کیا تم بچوں کو چومتے اور پیار کرتے ہو ہم تو ایسا نہیں کرتے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں اس بات کا اختیار رکھتا ہوں کہ خدا نے جو تیرے دل سے رحمۃ و مہربانی نکال لی ہے میں اُسے مسح کردوں۔

عن عائشۃ قالت جاءتنی امرأۃ ومعھا ابنتان لھا تسألنی فلم تجد عندی غیر تمرۃ واحدۃ فاعطیتھا ایاھا فقسمتھا بین ابنتیھا ولم تاکل منھا ثم قامت فخرجت فدخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحدثتہ فقال من ابتلی من ھذہ البنات بشیء فاحسن الیھن کن لہ سترا من النار (صحیحین)

حضرۃ عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورۃ کچھ مانگنے آئی اور اُس کے ساتھ اُس کی دو لڑکیاں تھیں۔ لیکن میرے پاس ایک کھجور کے علاوہ اُس نے اور کچھ نہیں پایا چنانچہ میں نے اُسے وہی ایک کھجور دے دی اُس نے آدھی آدھی کھجور دونوں لڑکیوں میں تقسیم کردی اور خود کچھ نہ کھایا پھر اُٹھ کر چلی گئی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا فرمایا جو شخص ان لڑکیوں کی وجہ سے مبتلائے تکلیف ہوتا اور ان کے ساتھ سلوک کرتا ہے تو یہ اُس کے لیے دوزخ کی آگ سے روک اور پردہ ہوجائیں گی۔

عقیقہ

عن سلمان بن عامر الضبی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مع الغلام عقیقۃ فاھریقوا عنہ دما وامیطوا عنہ الاذی (بخاری)

سلمان بن عامر الضبی سے روایۃ ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ لڑکے کی ولادت کے ساتھ عقیقہ ہے تو اُس کی طرف سے خون بہاؤ اور بالوں وغیرہ کی گندگی[1] اُس سے دور کرو۔

[1] چونکہ جنین جب تک ماں کے پیٹ میں رہتا ہے اُس کے سر کے بال رحم کی رطوبۃ میں لتھڑے ہوئے ہوتے ہیں اس لیے مونڈنے اور غسل کا حکم ہوا ازالۂ نجاستہ اور حصولِ تطہیر کے لیئے اور ہمارے نزدیک اسی حکم میں ختنہ بھی داخل ہے ۱۲

عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيْقَتِهٖ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُسَمّٰى وَيُحْلَقُ رَأْسُهٗ ❊ (ترمذی)	حسن۔ سمرہ سے روایۃ کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکا اپنے عقیقے کے بدلے رہن ہے ساتویں روز اُس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے اور اسی روز نام رکھا جائے اور سُونڈن کیا جائے ❊
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ عَقَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ بِشَاةٍ وَّقَالَ يَا فَاطِمَةُ اِحْلِقِيْ رَأْسَهٗ وَتَصَدَّقِيْ بِزِنَةِ شَعْرِهٖ فِضَّةً فَوَزَنَّاهُ فَكَانَ وَزْنُهٗ دِرْهَمًا اَوْ بَعْضَ دِرْهَمٍ ❊ (ترمذی)	امام محمد (باقر) علی (زین العابدین) کے بیٹے امام حسین شہید کے پوتے حضرۃ علی بن ابی طالب سے روایۃ کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حسن کی طرف سے عقیقے میں ایک بکری ذبح کی اور فرمایا فاطمہ اس کا سر منڈا دو اور بالوں کے ہموزن چاندی خیرات کر دو (بی بی فاطمہ نے ایسا ہی کیا حضرۃ علی یا اور گھر والے کہتے ہیں) ہم نے جو بالوں کا وزن کیا تو ایک درہم یا درہم سے کچھ کم تھا (درہم انگریزی تول کے مطابق سوا تین ماشے کا ہوتا ہے)
وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيِّ قَالَ مَنْ وُّلِدَ لَهٗ وَلَدٌ فَاَحَبَّ اَنْ يَّنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَيْنِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةً ❊	ابو داؤد اور نسائی کی روایۃ میں یوں آیا ہے کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ جس کے ہاں بچہ پیدا ہو تو میں دوست رکھتا ہوں کہ اُس کی طرف سے قربانی کی جائے۔ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں یا دو بکرے اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری یا ایک بکرا[1] ❊

[1] یہاں جب لوگ عقیقہ کرتے ہیں تو لڑکے کے واسطے بکرے اور لڑکی کے لیے بکری تلاش کرتے ہیں۔ حالانکہ شرع نے ہمیں اس بات کی تکلیف نہیں دی بلکہ بکرے یا بکریاں جو میسّر ہوں اور وقت پر مل جائیں لڑکے اور لڑکی دونوں کی طرف سے قربانی کی جا سکتی ہیں۔ عقیقہ سنّت ہے یا نہیں اس میں علماء کے کئی قول ہیں۔ امام شافعی اور امام مالک سُنّیۃ کے قائل ہیں اور اکثر حدیثیں اسی طرف ناظر ہیں امام احمد ایک روایۃ میں سُنّۃ اور ایک میں واجب بتاتے ہیں۔ مگر امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ سُنّۃ نہیں ہے چنانچہ امام محمد اپنی کتاب موطا میں لکھتے ہیں کہ عقیقے کے بارے میں ہمیں یہی روایۃ پہنچی ہے کہ یہ جاہلیۃ کی رسم تھی جو ابتداءِ اسلام میں بھی جاری رہی لیکن جب بقرہ عید کی قربانی کا حکم ہوا تو عقیقے کی رسم منسوخ ہو گئی جس طرح رمضان کے روزوں سے ہر طرح کے روزے اور غسلِ جنابہ سے ہر طرح کے غسل اور زکوٰۃ سے ہر طرح کے صدقات منسوخ ہو گئے۔ لیکن جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے تعامل سے صاف واضح ہوتا ہے کہ عقیقہ مسنون اور مستحب امر ہے اور اسی طرف اکثر ائمہ گئے ہیں۔

میراث

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ○

(النساء ع ۲ پارہ ۴)

(مسلمانو!) تمہاری اولاد (کے حصوں کے بارے) میں اللہ تم سے کہے رکھتا ہے کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ (دیا کرو) پھر اگر لڑکیاں (دو یا) دو سے بڑھ کر ہوں تو ترکے میں اُن کا (حصہ) دو تہائی اور اگر اکیلی ہو تو اس کو آدھا اور میت کے ماں باپ کو (یعنی) دونوں میں ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ اُس صورت میں کہ میت کی اولاد ہو ف۱ اور اگر اُس کے اولاد نہ ہو اور اُس کے وارث (صرف) ماں باپ ہوں تو اُس کی ماں کا حصہ ایک تہائی (باقی باپ کا) لیکن اگر (ماں باپ کے علاوہ) میت کے (ایک سے زیادہ) بھائی (یا بہنیں) ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ف۲ اگر یہ حصے میت کی وصیت (کی تعمیل) اور (ادائے) قرض کے بعد (دیئے جائیں) تم اپنے باپ (دادوں یعنی اصول) اور بیٹوں (پوتوں یعنی فروع) کو نہیں جان سکتے کہ نفع رسانی کے اعتبار سے اُن میں کون سا تم سے زیادہ قریب ہے (پس اپنی رائے کو دخل نہ دو اور یوں سمجھو کہ) حصوں کا قرار واد اللہ کا ٹھیرایا ہوا ہے اللہ بلاشبہ (سب کچھ) جانتا (اور سب کی مصلحتوں سے) واقف ہے۔

ف۱ اولاد سے مراد ہے میت کی صلبی اولاد بیٹے بیٹیاں پوتے پوتیاں اور پڑپوتے پڑپوتیاں پس نواسے نواسیاں اور اُن کی نسل داخل نہیں ۱۲ ف۲ یعنی باقی سب باپ کا اور بھائیوں کا کچھ نہیں ۱۲

له اس آیہ میں اگرچہ اولاد کے سوا والدین اور زوجین کی میراث کا بھی مذکور ہے مگر ہمارے عنوان کا تعلق صرف آیہ کے پہلے حصے یعنی میراث اولاد سے ہے کہ ماں باپ کے ترکے میں اولاد کا حق ہے۔ اولاد کے اور حقوق تو ماں باپ کی حیات کے ساتھ وابستہ ہیں اور حق میراث مرنے کے بعد۔ پھر آیہ میں اولاد کا حق میراث قائم کر کے اُن کے حصے بھی بتا دیئے گئے ہیں جیسا کہ ترجمے سے واضح ہے ہم نے آگے چل کر حقوق قرابت میں بھی عنوان میراث قائم کیا ہے وہاں تمام اصحاب الفروض اور عصبات اور ذوی الارحام کے حصص اور صورتیں نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کی ہیں۔ یہاں پہنچ کر پہلے اُسے دیکھ لینا چاہیے ۱۲

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَهَلَّ الصَّبِيُّ صُلِّيَ عَلَيْهِ وَوُرِّثَ ۔ (ترمذی۔ابن ماجہ)

جابر رض کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچہ پیدا ہو کر روئے یا اُس سے آواز نکلے تو مرنے کے بعد اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور وارث قرار دیا جائے ۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةُ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ بِابْنَتَيْهَا مِنْ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَاتَانِ ابْنَتَا سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ قُتِلَ اَبُوْهُمَا مَعَكَ يَوْمَ اُحُدٍ شَهِيْدًا وَاِنَّ عَمَّهُمَا اَخَذَ مَالَهُمَا وَلَمْ يَدَعْ لَهُمَا مَالًا وَلَا تُنْكَحَانِ اِلَّا وَلَهُمَا مَالٌ قَالَ يَقْضِي اللّٰهُ فِيْ ذٰلِكَ فَنَزَلَتْ اٰيَةُ الْمِيْرَاثِ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عَمِّهِمَا فَقَالَ اَعْطِ ابْنَتَيْ سَعْدٍ الثُّلُثَيْنِ وَاَعْطِ اُمَّهُمَا الثُّمُنَ وَمَا بَقِيَ فَهُوَ لَكَ ۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

حضرت جابر کہتے ہیں کہ سعد بن ربیع کی عورت اپنی دونو بیٹیوں کو جو سعد بن ربیع سے تھیں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لاکر عرض کرنے لگی یا رسول اللہ یہ دونوں سعد بن ربیع کی بیٹیاں ہیں ان کا باپ آپ کے ہمراہ جنگ احد میں شہید ہوگیا اور ان کا چچا ان کا سارا مال لے گیا اور ان کے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑا اور جب تک ان کے پاس مال نہ ہو ان کا نکاح ہو نہیں سکتا پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ خود خدا اس بارے میں فیصلہ کرے گا چنانچہ آیت میراث نازل ہوئی تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو لڑکیوں کے چچا کے پاس بھیجا اور جب وہ آیا تو فرمایا کہ سعد کی دونوں لڑکیوں کو دو ثلث اور ان کی ماں کو آٹھواں حصہ دے اور باقی آپ لے لے ۔

عفو و درگزر

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ

مسلمانو! تمہاری بیبیوں اور تمہاری اولاد میں سے (بعض) تمہارے (دین کے) دشمن ہیں تو ان سے احتیاط کرتے رہو اور اگر تم (ان کے قصوروں کو) معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بھی بخشنے والا مہربان ہے تمہارے مال اور تمہاری اولاد (بقیہ)

فِتْنَةٌ ۚ وَاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○

(التغابن ع ۲ پارہ ۲۸)

نرا جنجال ہے اور اللہ کے ہاں (ان کھیڑوں میں دین پر ثابت قدم رہنے والوں کے لیے) بڑا اجر ہے +

بیٹی سے ناراض نہ ہونا

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ○ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ○ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○

(النحل ع ۷ پارہ ۱۴)

اور یہ منکر (فرشتوں کو) خدا کی بیٹیاں ٹھیراتے ہیں سبحان اللہ (خدا کے لیے بیٹیاں) اور اِن کے لیے مَن مانے (بیٹے) اور جب اِن میں سے کسی کو بیٹی (کے پیدا ہونے) کی خوش خبری دی جائے تو (مارے رنج کے) اُس کا مُونہ کالا پڑجائے اور (زہر کے سے گھونٹ) پی کر رہ جائے **ف۱** لوگوں سے بیٹی کی عار کے مارے جس کے پیدا ہونے کی اُس کو خوش خبری دی گئی ہے چھپا چھپا پھرے (اور دل میں منصوبے سوچے کہ) آیا (اِس) ذلّت پر بیٹی کو لیے رہے یا اُس کو مٹی میں گاڑ دے دیکھو تو (خدا کے بارے میں) اِن لوگوں کی (کیا) بُری رائے ہے **ف۲**

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ اُنْثٰى فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهٗ عَلَيْهَا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ + (ابوداؤد)

ابن عباس کہتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ہاں بیٹی ہو اور وہ نہ تو اُسے زندہ درگور ہی کرے (جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ فقر وعار کی وجہ سے ایسا کیا کرتے تھے) اور نہ اُس کی اہانت وتذلیل ہی کرے نہ اپنے فرزندِ ذکور کو اُس پر ترجیح ہی دے خدا اُسے جنت میں داخل کرے گا +

من المترجم۔ یوں بھی اکثر اوقات حقوق اور فرائض کا خیال آتا ہی رہتا تھا اور ایسا کون سا بشر ہے جو حقوق اور فرائض کا خیال نہیں کرتا اپنے ہوں یا دوسروں کے۔ حق کو حق اور فرض کو فرض سمجھ کر نہ بھی سہی مگر آدمی کا جو کام بھی ہے ہلکا ہو یا بھاری معمولی ہو یا غیر معمولی اُس کا محرک اُس کا باعث یہی خیال ہوتا ہے گو شعور نہ ہو تو ہم کو یوں بھی اکثر اوقات حقوق اور فرائض کا خیال آتا ہی رہتا تھا مگر جب سے اِس کتاب کا بیڑا اُٹھایا یہ خیال

ف۱ کظم کے لفظی معنے ضبط کرنے کے ہیں مطلب یہ ہے کہ چار و ناچار اُس کو اپنا غصہ ضبط کرنا پڑے اور غصے کے ضبط کو ہمارے محاورے میں پی جانا بھی کہتے ہیں اِسی لحاظ سے ہم نے "زہر کے سے گھونٹ پی کر رہ جائے" ترجمہ کر دیا ہے ۱۲

ف۲ یعنی باوجود اِس کے کہ بیٹیوں سے خود عار رکھتے ہیں خدا کے لیے اُن کا ہونا تجویز کرتے ہیں ۱۲

ہمہ وقت نصب العین رہنے لگا۔ غور کرکے دیکھا تو حقوقِ اولاد کو تمام حقوق سے زیادہ اہم زیادہ ضروری اور زیادہ موکد پایا۔ حقوق کی فروگذاشت کو مرض سمجھیں تو دوسرے حقوق کی فروگذاشت مرضِ لازم ہے اور حقوقِ اولاد کی فروگذاشت مرضِ متعدی۔ آدم کی نسل یوں ہی تو بگڑی ہے کہ ماں باپ نے اولاد کی خبر نہیں لی اور اولاد نے اپنی اولاد کی۔ اور اسی طرح ابتدائی تخم کا فساد پودوں میں سرایت کرتا اور پھیلتا چلا گیا۔ اور چونکہ توالد و تناسل کا سلسلہ جاری ہے اگر لوگ اپنی اصلاح نہیں کریں گے تو نیم کے درختوں میں نِبولیاں ہی لگیں گی انگور تو پھلیں گے نہیں۔ شرافت کا ادب جو سدا سے ہے اور سدا کو رہے گا متفرع ہے اسی اصول پر۔ بات یہ ہے کہ مخلوقات میں نباتات اور حیوانات یہی دو چیزیں ہیں جو فنا ہوتی رہتی ہیں تو خدا نے ایک وقتِ خاص یعنی قیامت تک ان کے باقی رکھنے کے سبب ان میں اپنا مثل پیدا کرنے کی صلاحیت رکھی۔ نباتات اور حیوانات ہیں اور آدمی بھی ایک طرح کا حیوان ہی ہے کہ اس کی بہت سی باتیں حیوانوں سے ملتی ہیں۔ غرض نباتات اور حیوانات میں اور آدمی میں غذاے نباتی اور غذاے حیوانی کے سَن سے خدا ایک مادہ پیدا کرتا ہے وہ مادہ تخم کا حکم رکھتا ہے۔ خدا سے بہتر کون مثال دے سکتا ہے فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ[51] وہ فرماتا ہے نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ[52] تو اس رُو سے مرد کاشتکار کی جگہ ہوا۔ عورت زمین۔ وہ مادہ جس کو نطفہ کہتے ہیں بیج۔ بعینہ نباتات کا سا حال ہے۔ کاشتکار نے زمین میں بیج ڈالا۔ زمین نے اُس کو پرورش کیا اور بیج کا عین بین ویسا ہی درخت بن گیا جس کا بیج تھا۔ بیج ناقص ہے تو درخت بھی ضرور ناقص پیدا ہوگا۔ مگر بعض نقص خفیف بھی ہوتے ہیں۔ زمین کی طبیعت آب و ہوا کاشتکار کی کوئی تدبیر از قسم کھات نلانا۔ گوڑنا۔ سینچنا وغیرہ بیج کے نقص کو دور کر دیتا ہے تو درخت صحیح و سالم لگتا ہے۔ لیکن بیج زیادہ بگڑا ہوا ہوتا ہے تو اُس کی روئیدگی میں چار و ناچار کوئی نہ کوئی روگ ہوتا ہے۔ اس کی تصدیق ہم کو قرآن سے بھی ہوتی ہے کہ حضرۃ نوح علیہ السلام نے مدتوں اپنی قوم کو خدا کی طرف بلایا وہ لوگ کفر و شرک پر جمے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے نوح کو ہاتھ اور زبان سے ستانے میں کسی طرح کی کمی نہیں کی۔ آخر نوح نے تنگ آکر اُن کے حق میں بددعا کی وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا[53] یہ ہے نطفے کا اُس درجے کا بگاڑ کہ اُس میں خداپرست نیکوکار آدمی بننے کی قابلیت باقی نہیں رہتی۔ جس طرح بیج کا فساد اگلی پود کو بگاڑ دیتا ہے ایسا ہی ہوتا ہے کہ بیج تو نقص سے پاک ہے مگر زمین جس میں بیج ڈالا گیا ہے شور ہے تو ایسی زمین کی روئیدگی کا بھی بھروسا نہیں وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ

[51] تو دنیا کے بادشاہوں کے قیاس پر اللہ کے لیے مثالیں تصنیف نہ کرو (ٹھیک مثال کا دینا) اللہ کو معلوم ہے اور تم کو معلوم نہیں ۱۲

[52] تمھاری بیبیاں (گویا) تمھاری کھیتیاں ہیں ۱۲ [53] اور نوح نے (اپنی قوم کے حق میں یہ بھی) دعا کی کہ اے میرے پروردگار (ان) کافروں میں سے (کسی متنفس کو بھی زندہ) نہ چھوڑ (کہ) روئے زمین پر بستا بستا (نظر آئے) کیونکہ اگر تو ان کو رہنے دے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ ہی کریں گے اور ان سے جو نسل چلے گی وہ بھی بدکار (اور) کٹے کافر ہی ہوں گے ۱۲ [54] اور جو بستی (ایسی ہے کہ اُس کی زمین) عمدہ ہے اُس کے پروردگار کے حکم سے اُس کی پیداوار (بھی عمدہ ہی) نکلتی ہے اور (جو بستی ایسی ہے کہ اُس کی زمین) ناقص ہے اُس کی پیداوار (بھی) ناقص ہی ہوتی ہے ۱۲

بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَکِدًا ۔ ع باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست ٭ در باغ
لالہ روید و در شورہ بوم خس ٭

ہمارے اِس تمثیلی بیان سے تم نے معلوم کر لیا ہوگا کہ اولاد کے بننے اور بگڑنے میں ماں باپ
کو کہاں تک دخل ہے اور اُس دخل کی ابتدا کب سے ہوتی ہے۔ ابتدا ہوتی ہے اُس وقت سے جبکہ آدمی باپ کی پیٹھ
اور ماں کے سینے میں نطفہ ہوتا ہے فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ یَّخْرُجُ مِنْ بَیْنِ
الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ف۱ اب اِس جگہ ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہی بات ہے تو تعلیم و تربیت وعظ و نصیحۃ قانون
و شریعۃ سب بے کار ہے ع شمشیرِ نیک ز آہنِ بد چوں کند کسے ٭ ناکس بہ تربیت نہ شود اے حکیم کس ٭ یعنی آدمی میں
دو باتیں پائی جاتی ہیں ضدِ یکدگر۔ ایک طرف تو وہ ماں باپ سے عادتوں اور خصلتوں بلکہ رنگ روغن چہرے
مہرے جسمانی ساخت تک کی میراث لے کر آتا ہے اور دوسری طرف اُس کو تعلیم و تربیت سے عمدہ عادتوں کے
اختیار کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہیں اور سچ ہیں۔ آدمی کے تمام اخلاق
کا یہی حال ہے کہ افراط و تفریط کے درمیان ایک توسّط اور اعتدال کا رستہ ہے بال سے زیادہ باریک تلوار کی دھار
سے زیادہ تیز جیسے قیامۃ کا پل صراط۔ اِدھر کھائی اُدھر کنواں۔ ایک طرف اسراف ہے تو دوسری طرف بخل۔ ایک طرف
نامردی ہے تو دوسری طرف تہوّر۔ آدمی کسی حال میں تعلیم و تربیت سے مستغنی نہیں اور کچھ نہ ہوگا تو بد عادتوں کی
جو طبیعۃ میں راسخ ہیں شورش تو کم ہوگی۔ اولاد کے ساتھ برتاؤ کرنے میں جو افراط و تفریط لوگوں سے سرزد ہوتی ہے
بہت کچھ محتاجِ اصلاح ہے۔ خدا نے تو مرد و زن میں ایک مادہ جس میں ان کا مثل پیدا کرنے کی صلاحیۃ ہو بقائے نسل
کے لیے خلق کیا تھا مگر چونکہ ہر ایک کی عقل اِس حکمۃ کو نہیں سمجھتی اِس لیے اِس مادے کے ساتھ ایک طرح کی لذۃ
لگا دی ہے جس کی وجہ سے مرد و زن ایک دوسرے کی طرف رغبۃ کرتے ہیں۔ اب یہ مرد و زن دونوں کی غلطی ہے کہ
انھوں نے اسی لذۃ کو مقصودِ اصلی سمجھ لیا ہے۔ اور جس کو دیکھو اس لذۃ کے پیچھے دیوانہ ہو رہا ہے۔ اِس لذۃ نے
سلطنتیں کی سلطنتیں تباہ و برباد کر دی ہیں۔ خاندانوں کا اور اشخاصِ خاص کا تو کچھ شمار نہیں۔ اسی کے قریب
قریب ایک مثال غذا کی ہے کہ غذا کا اصلی مقصود ہے جسم کی تقویۃ۔ فی الفم کی لذۃ جو فضائے دہن میں محسوس
ہوتی ہے وہ مقصودِ اصلی یعنی جسمانی تقویۃ کے حاصل کرنے کے لیے ہے مگر لوگوں نے جسمانی تقویۃ سے قطع نظر
کر کے زبان کے چٹخاروں ہی کو مقصودِ اصلی سمجھ لیا ہے۔ بے اشتہائے صادق کھا کھا کر اپھرتے ہیں اور مرتے ہیں
ہم نے جو نطفے کو آدمی کی اصل قرار دیا تو اُس کی پیدائش کے سلسلے میں سے اوپر کی چند کڑیاں چھوڑ کر بیچ میں سے
شروع کر دیا ہے ورنہ سچ پوچھو تو آدمی کی اصل مٹی ہے۔ مٹی نے ترقی کر کے نباتات میں جنم لیا۔ نباتات نے
حیوانات میں حیوانات نے انسان میں۔ ہفتصد و ہفتاد قالب دیدہ ام کے یہی معنے ہیں۔ خیر یہ تو تکمل کے

ف۱ تو انساں کو چاہیئے (کہ اور نہیں تو اتنی ہی بات کو) دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے وہ پیدا کیا گیا ہے پانی (یعنی قطرۂ منی) سے
جو (انزال کے وقت) اُچھل کر نکلتا ہے پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے بیچ میں سے ۱۲

ٹپکتے ہیں - قرآن کے ظاہر الفاظ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے پہلے آدمی کی شکل کا مٹی کا پُتلا بنایا - پھر اُس میں جان ڈال دی - اِس کے بعد سے توالد و تناسل کا وہ قاعدہ چلا جو اَب تک جاری ہے تو اِس حساب سے نطفہ ہی آدمی کی اصل ٹھیرا - اور چونکہ نطفے کی اصل ہے غذا تو چاہیئے کہ غذا کے درجے سے نطفے کی حفاظت کا اہتمام کیا جائے کہ غذا لطیف ہو معتدل ہو - مگر یہ دور دراز کار باتیں ہیں داخل الاوہام اور ناممکن العمل - بہرکیف غذا کے درجے سے نہیں تو علوق کے وقت سے نطفے کی حفاظت کا اہتمام شروع ہو جانا چاہیئے - خدا نے جسم و روح میں کچھ اس طرح کا تعلق رکھا ہے کہ ایک کے عوارض دوسرے میں اثر کیے بدون نہیں رہتے - زمانِ حمل میں عورت کی زندگی دوگانہ زندگی ہوتی ہے - ایک اُس کی اپنی اصلی زندگی مؤثر اور ایک جنین کی زندگی شکمی متاثر - تو حاملہ عورت کو چاہیئے کہ جنین کی جسمانی اور روحانی دونوں طرح کی زندگی کا خیال رکھے - جسمانی زندگی سے مراد ہے توانائی تندرستی روحانی سے اخلاقی اور مذہبی - اچھا پھر یہ ہو تو کیونکر ہو - یہ ہو خود اپنی جسمانی اور روحانی زندگی کے تندرست رکھنے سے کہ زمانِ حمل میں اُس کا سر تک نہ دکھے - بتکلّف اپنے تئیں خوش رکھے - کوئی بُرا خیال دل میں آنے نہ پائے - تحمل کا زمانہ حاملہ اور جنین دونوں کے لیے بڑا نازک وقت ہے - عورت کے لیے تو حمل کا ہونا ہی بیس بیماریوں کی ایک بیماری ہے - رہا جنین - اُس کے سنبھالنے کے لیے بڑی احتیاط کرنی پڑتی ہے - پھر وضع حمل - وہ تو کچھ خدا ہی کی قدرت ہے کہ عورت صحیح سلامت اُٹھ کھڑی ہوتی ہے ورنہ دائیاں جس سلیقے کی ہوتی ہیں معلوم - جو تعلق بچے کو بطنِ مادر میں رہنے تک ماں کے ساتھ ہوتا ہے پیدا ہوئے پیچھے وہ تعلق تو باقی نہیں رہتا مگر دوسری طرح کے متعدد اور قوی تر تعلقات لاحق ہو جاتے ہیں کیونکہ غالباً ماں ہی اپنے بچے کو دودھ پلائے گی - ماں ہی اپنے بچے کو گود میں لیے رہے گی - ماں ہی اپنے بچے کو خوش آیند لوریاں[1] سُنائے گی - ماں ہی اپنے بچے کو ساتھ لے کر سوئے گی - ماں ہی اپنے بچے کو بولنا بات کرنا سکھائے گی - غرض دو برس تک تو بچہ کسی وقت ماں کا پنڈ چھوڑتا نہیں - تو کیا ایسے گاڑھے ایسے ملے اختلاط کی حالت میں ماں کی خُو بُو بچے میں اثر نہ کرے گی ؟ ضرور کرے گی اور گہرا اثر کرے گی - لوگوں کو معلوم نہیں کہ پیدا ہوتے کے ساتھ بچے کے حواسِ ظاہر و باطن کے سب لطیفے جاری ہو جاتے ہیں - غرض بچہ جتنی دیر جاگتا رہتا ہے ایک لمحہ بھی معطل نہیں رہتا وہ چپکے چپکے کچھ نہ کچھ سیکھ رہا ہے مگر او پر والوں کو خبر نہیں - کسی نے سچ کہا ہے کہ بچے کے لیے ماں کی گود پہلا مکتب ہے - اور ماں پہلی معلّم - پھر بچہ پیدا ہوتا ہے تو دل کی کوری تختی لیے پیدا ہوتا ہے - ماں اُس پر نقشِ اوّل بناتی بلکہ کندہ کرتی ہے کہ شاید تعلیم و تربیت سے ماند پڑ جائیں مگر بالکل مٹ نہیں سکتے - اولاد کے ہونے سے کتنی بڑی تو ذمہ داری ماں باپ پر عائد ہوتی ہے کہ بچے کو دنیا و دین دونوں کے کام کا بنانا ہے مگر فرزان کے بھاویں نہیں - اِسی ذمہ داری کے لحاظ سے خدا

[1] لوری ایک خاص طرح کا راگ ہے جس کو عورتیں بچوں کو سُلانے کے لیے ایک خاص لے سے اُن کے کان میں گاتی ہیں - لوریوں میں سے ایک لوری یہ ہے ؎ آجا ری نندیا تو آ کیوں نہ جا ٭ میرے بچے کی آنکھوں میں گھل مل جا ٭ آتی ہوں میوی آتی ہوں ٭ دو چار بچے سُلاتی ہوں ٭ میرے بچے کی جگہ میرے سے - میرے بالے میرے پیارے یا بچے کا نام لے کر لوری کو بار بار دوہرایا جاتا ہے - اور ساتھ ہی بچے کو تھپکتی بھی جاتی ہیں یہاں تک کہ بچہ سو جاتا ہے ۱۲

نے فرمایا ہے [۱] اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ اگر ماں باپ کو اولاد کے حقوق اور اولاد کے تعلق سے اپنے فرائض کا کماحقہٗ خیال ہو تو اس سوچ میں راتوں کو نیند نہ آئے۔ نیند تو یہاں بھی نہیں آتی مگر سوچ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس سبب سے کہ اندر سے باہر تک دُھوم مچی ہوئی ہے اندر سارے زچہ گیریوں [۲] کے کان پڑی آواز نہیں سُنائی دیتی باہر دروازے پر بھانڈ وھمّال مچائے رہتے ہیں۔ حقوق اور فرائض کا یہ حق ادا ہو رہا ہے

یوں تو عالم میں ہزاروں لاکھوں قسم کی مخلوقات ہیں مگر ضروری اور کام کی مخلوق سمجھو تو آدمی ہے۔ ضروری اور بکار آمد ہونے کے ساتھ آدمی میں ایک بڑا نقص یہ ہے کہ اس کی ہستی بہت ہی مختصر ہے ساٹھ ستر [۳] اَعْمَارُ اُمَّتِیْ مَابَیْنَ السِّتِّیْنَ وَالسَّبْعِیْنَ حد سو برس۔ تو اس نقص کی تلافی خدا نے اس طرح پر کی کہ شخصی ہستی تو نہیں مگر نوعی ہستی کے باقی رکھنے کے لیے ہر فرد بشر کے پیچھے مرد ہو یا عورت اولاد کی تمنا لگادی اسی تمنا کے نتیجے ہیں کہ دنیا کی مردم شماری ایک ارب پچاس کروڑ تک پہونچ گئی ہے اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ ۔

اچھا یہ تو نسل آدم کے باقی رکھنے کی تدبیر ہوئی۔ ان میں امن وعافیت قائم رکھنے کے لیے حکومت کا دستور جاری کیا وَرَفَعْنَا [۴] بَعْضَھُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُھُمْ بَعْضًا سُخْرِیًّا۔ دنیا میں حکومتیں کئی طرح کی ہیں۔ سب سے پہلی حکومت جس کے اثر کے نیچے میں آدمی نکالا اور سدھایا جاتا ہے رَبُّ البیت اور رَبّۃ البیت یعنی والدین کی حکومت ہے۔ ہر ایک گھر ایک چھوٹی سی سلطنت ہے باپ بادشاہ ماں ملکہ اور اولاد نوکر چاکر وغیرہ علی اختلاف المراتب رعایا۔ آدمی کے کندھوں پر پہلے پہل والدین کی حکومت کا ہلکا جُوا رکھا جاتا ہے تاکہ وہ بہتا حاکمِ وقت۔ مذہب وغیرہ کے بھاری بھاری جوؤں کے اُٹھانے کے لیے تیار ہو۔ پھر حکومت کا اسلوب تبھی جاکر ٹھیک بیٹھتا ہے کہ محکوم اطاعت کرے اور ساتھ ہی حاکم کو بھی حکمرانی کا ڈھنگ آتا ہو۔ یعنی رعایا کا فرض ہے اطاعت اور ربُ البیت کا فرض ہے رعایا کو اپنے ضبط میں رکھنا۔ اُن سے اطاعت کرانا۔ لیکن ہم خانہ داریوں میں حکومت کے اسلوب کو ایسا بگڑا ہوا پاتے ہیں کہ گھروں میں جیسی کچھ بدنظمی اور بغاوت ہے سو ہے اولاد بڑی ہو کر دوسری حکومتوں کو بھی اچھی طرح انگیز نہیں کرتی۔ اس لیے کہ ان کے سروں میں لَمْ [۵] اَکُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَہٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ کی شیطنت بھری ہوئی ہوتی ہے۔ اس کا الزام سراسر والدین کے سر ہے کہ

---

[۱] تمھارے مال اور تمھاری اولاد بس (دنیا کے) بکھیڑے ہیں ۱۲ [۲] زچہ گیریاں وہ گیت ہیں جو بچے کے پیدا ہونے پر چھٹی تک گائے جاتے ہیں بھانڈوں کی معمولی زچہ گیری تو یہ ہے۔ میری پیاری چچا یا میری البیلی چچا یا آج دولاری چچا ماں کرے سدلال سے + گھر کی بیبیوں کی زچہ گیریاں بہت ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے ۔ گوری کے سیاں + نگلے بار سرہانے بتیاں + پیا ایک کہا میرا کہو + اپنی اماں کو آئے نہ دیکھو + تیری اماں مجکو نہ بھاوے + وہ تو گو دستور اجڑاوے ۱۲ [۳] میری امت کی زیادہ سے زیادہ عمریں ساٹھ اور ستر برس کے درمیان میں ہیں ۱۲ [۴] اور ہم نے (دنیاوی) درجوں کے اعتبار سے ان میں ایک کو ایک پر ترجیح دی ہے تاکہ اُن میں ایک کو ایک (اپنا) محکوم بنائے رہے ۱۲

[۵] میں وہ نہیں کہ ایسے کو سجدہ کروں جس کو تو نے کالے (اور) سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا جو (سوکھ کر) کھن کھن بولنے لگتا ہے (یہ شیطان کا مقولہ ہے کہ جب اُس نے آدم کو سجدہ نہیں کیا اور خدا نے اس کا سبب پوچھا تو اُس نے یہ جواب دیا) ۱۲

یہ اولاد کو اپنے بُرے نمونے دکھاتے ان کو باتوں سے۔ حرکات و سکنات سے۔ آوازوں سے بُری تعلیم دیتے بےہودہ لاڈ پیار سے۔ چوچلوں سے نازبرداریوں سے اُن پر یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ وہ حاکم ہیں اور سب اُن کے محکوم ذرا ان کی آنکھ میلی ہو تو ماں پیٹ پیٹ کر اپنا خون کر دے۔ اور باپ بھنّایا بھنّایا پھرے۔ ایسی باؤلی محبت کا ضروری نتیجہ یہ ہی اور اس کے سوا ہونا بھی کیا ہے کہ جتنی بدعادتیں ہیں سب ہی کا بیج تو لاڈلی اولاد کی طبیعۃ میں بویا جاتا اور عمر کے ساتھ ساتھ وہ بیج جڑ پکڑتا۔ پھوٹتا اور پھولتا پھلتا ہے۔ لوگ کیا ہیں؟ چیونٹی بھرے کباب ہیں پھینک دینے کے قابل' اور یہ ساری خرابیاں اِس سے پیدا ہوتی ہیں کہ اولاد کی تربیت ٹھیک طور پر نہیں ہوتی۔ اور لوگ اُن فرائض سے واقف نہیں جو اولاد کے تعلق سے اُن پر عائد ہوتے ہیں ؞

ہم نے تو جتنا سوچا جتنا غور کیا آخر یہی رائے قرار پائی کہ ماں باپ ہی اولاد کو بگاڑتے اور خراب کرتے ہیں۔ یا تو ماں باپ ہی بُرے ہوتے ہیں اور اُن کی دیکھا دیکھی اولاد بھی بُری ہوتی جاتی ہے۔ یا اولاد کیسی ہی بے جا بات کیوں نہ کرے اِفراطِ محبت کی وجہ سے اُن کو منع نہیں کرتے یا ماں باپ ناعاقبۃ اندیش ہیں دنیا ومافیہا سے بے خبر۔ وہ اپنی وہی پُرانی بے وقت کی راگنی گا رہے ہیں یہ نادان دوست هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ کے مصداق ہیں۔ اولاد کی زیست کو تلخ کرتے ہیں اور اُن کو وہ ہنر نہیں سکھاتے اور نہیں سیکھنے دیتے جس سے خوش حالی اور آبرو کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ صاف صاف کیوں نہ کہیں ہماری مراد وہ لوگ ہیں جو تعصب کی وجہ سے حالانکہ مذہب اِس کی ہرگز اجازۃ نہیں دیتا انگریزوں کی ہر ایک چیز سے نفرۃ کرتے ہیں۔ اِن کی وضع سے۔ اِن کے طرزِ تمدن سے۔ اِن کی زبان سے۔ اِن کے علوم سے۔ اِن کے انتظام سے۔ اِن کے قانون سے۔ اِن کی عملداری سے۔ اِن کی دواؤں سے۔ اِن کے علاج سے۔ غرض کہ اِن لوگوں کو اِن موؤں[1] کے نام ہی بُرے لگتے ہیں اور گڑ کھاؤں گلگلوں سے پرہیز۔ مزہ یہ ہو کہ انگریزوں کے بدون گزرتی بھی نہیں۔ تھوڑی دیر کے لیے غور کر کے دیکھیں تو معلوم ہو کہ سوئی پیچک۔ دیو اسلائی۔ چاقو۔ مقراض۔ کپڑا۔ تمام سامانِ آرائش و آسایش ڈاک۔ ریل۔ تار۔ ویلیو پے ایبل۔ منی آرڈر۔ نوٹ۔ روپیہ۔ پیسہ۔ ضرورۃ کی کل چیزیں انگریزی ہیں۔ انگریزوں نے نہ صرف بزورِ شمشیر ملک پر قبضہ کیا ہے بلکہ ہنرمندی کے بل بوتے پر رعایا کی زندگی اپنی مٹھی میں کر لی ہے خدانخواستہ ایک دن کے لیے بھی یہ عملداری اُٹھ جائے اور یورپ سے قطعِ تعلق ہو کر مالِ تجارۃ کا آنا جانا موقوف ہو جائے تو قدرِ نعمۃ بعدِ زوال حقیقۃً معلوم ہو مَنْ[2] لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ۔ آدمی بھی عجیب قسم کا مخلوق ہے اِس کو موم کی ناک بے پیندی کا بدھنا کہا جائے تو چنداں بے جا نہیں مختلف طرح کے خیالات اِس کے

---

[1] یہ ایک قصہ طلب بات ہو کہ ہمارے متعارفین میں ایک بزرگ شیعہ سے سُنی ہو گئے۔ اِن کا سارا خاندان مرد و زن شیعہ تھے اِن کے سُنّی ہو جانے سے خاندان میں اندر باہر مذہبی مباحثے چھڑ گئے۔ اِن کی ایک بوڑھی پھوپی تھیں تو یہ اُن کو بھی سمجھایا کرتے تھے کہ مرتبیوں کو غلط عقیدے سے توبہ کریں وہ بی بی اِن کے دلائل کا تو کیا جواب دیتیں مار کر خلفائے ثلاثہ کے حق میں فرماتیں کہ بیٹا تو جو کہتا ہو سچ ہی سچ ہوگا مگر میں کیا کروں مجھے اِن موؤں کے نام ہی بُرے لگتے ہیں تو کیوں میری جان کھاتا ہو میں تو مرتے دم تک اِن کو کوستی ہی رہوں گی ۱۲

[2] جس نے لوگوں کی قدرشناسی نہیں کی وہ خدا کی کیا خاک قدرشناسی کرے گا ۱۲

دل میں آتے ہیں اور وہ ان خیالات کی کشاکش میں جادۂ اعتدال پر ثابت قدم نہیں رہنے پاتا۔ اب یہی ایک اولاد کا تعلق ہے۔ ایک طرف تو ایسی گرویدگی ایسا شغف کہ نہ اپنا فائدہ دیکھیں نہ اولاد کا۔ اظہارِ محبت کی بیہودہ اور ناجائز رسموں کے پیچھے اپنی دنیا اور اپنے دین دونوں کو تباہ کریں سو کریں اولاد کو بھی دنیا و دین کسی کے کام کا نہ رکھیں۔ دوسری طرف ایسی دشمنی ایسا بیر کہ معصوموں کو جان سے مارنے میں بھی ذرا ترس نہ آئے۔ آخر وہ بھی تو آدمی ہی تھے اور ہیں جو سسر یا سالے کہلانے کی عار کے مارے بیٹیوں کو مار ڈالتے ہیں۔ خدا کے فضل سے مسلمانوں میں تو دختر کشی کا وقوع کہیں سننے میں نہیں آیا اور ہوتا تو سننے میں آتا پر تا مگر بیٹیوں کے ہونے کو تو کوئی بھی اچھا نہیں سمجھتا یعنی اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ کا دھبہ مسلمانوں کے ناصیۂ حال پر سے بھی نہیں مٹنا تھا اور نہیں مٹا۔ سسر اور سالے کا لفظ ابھی تک بھی گالی کی طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ دلوں میں بیٹیوں کی محبت نہیں۔ ہے مگر بیٹیوں کی ناپسندیدگی کی یہ وجہ ہے کہ اس عام تنزل کے زمانے میں بیٹیوں کو اچھے بر نہیں ملتے اور لوگ کچھ ایسے راہ و رسم کے پابند ہو رہے ہیں کہ بیٹیوں کو بھاری بھاری جہیز دینے کا مقدور نہیں اور بغیر بھاری جہیز کے یہ بیٹی والے بیٹی کا رخصت کرنا پسند کرتے ہیں۔ اور نہ کوئی اُن کے لینے کی ہامی بھرتا ہے۔ بہرکیف بیچاری بیٹیوں کی مٹی خوار ہے کیسے ہی گھر کی ہوں۔ مسلمانوں میں دختر کشی کا تو واقع میں بیج مارا گیا ہے مگر ہاں اتنا تو ہے کہ بعض عورتیں کثرتِ اولاد سے اکتا کر کوئی تدبیر کر لیتی ہیں اور ایسی تدبیریں عورتوں کو معلوم رہتی ہیں کہ حمل رہنے نہ پائے اور رہے تو ٹھیرنے نہ پائے۔ ہم کو اس کا مذکور اس لیے کرنا پڑا کہ ہمارے نزدیک یہ فعل بھی جرم نہیں تو گناہ ضرور ہے[۱]

ف یہ آیتیں مع ترجمہ و فائدہ سورۂ نحل کے [illegible] وہاں دیکھو ۱۲

[۱] کیونکہ پیغمبر صاحب نے عزل اور غیلہ دونوں کو ناپسند کیا ہے اور جو علت ہے عزل کی وہی علت ہے اس تدبیر کی جو عورتیں حمل نہ رہنے کے لیے کر لیتی ہیں اور جب یہ ہے تو دونوں کا حکم ایک یعنی پیغمبر صاحب کی ناپسندیدگی اور پیغمبر صاحب کی ناپسندیدگی موجبِ گناہ نتیجہ یہ نکلا کہ عورتوں کی یہ تدبیر گناہ کا باعث ہے عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ اَنَّ رَجُلًا جَآءَ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّىْ اَعْزِلُ عَنِ امْرَاَتِىْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فَقَالَ الرَّجُلُ اُشْفِقُ عَلٰى وَلَدِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ ذٰلِكَ ضَارًّا ضَرَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ (مسلم) سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں اپنی عورت سے عزل کرتا ہوں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا کیوں کرتا ہے اُس شخص نے عرض کیا کہ مجھے اُس کے بچے کا خوف ہے (کہ حمل رہ جائے تو دودھ پیتے بچے کو تکلیف پہنچے) فرمایا (اگر دودھ پیتے بچے کو ماں کا حاملہ ہونا) مضر ہوتا تو اہلِ فارس اور روم کو مضر ہوتا (جو ایسا کیا کرتے ہیں) عَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ قَالَتْ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ اُنَاسٍ وَّهُوَ يَقُوْلُ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَنْهٰى عَنِ الْغِيْلَةِ فَنَظَرْتُ فِى الرُّوْمِ وَفَارِسَ فَاِذَا هُمْ يُغِيْلُوْنَ اَوْلَادَهُمْ فَلَا يَضُرُّ اَوْلَادَهُمْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَاَلُوْهُ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ الْوَاْدُ الْخَفِىُّ وَهِىَ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ (مسلم) جدامہ بنت وہب کہتی ہیں کہ میں اور بہت سے لوگوں کے ساتھ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھی اور آپ فرما رہے تھے کہ میں عزم بالجزم کر چکا تھا کہ لوگوں کو غیلہ قطعاً منع کر دوں لیکن جب میں نے روم و فارس کو دیکھا کہ وہ غیلہ کرتے ہیں تو اُن کی اولاد کو اس سے کچھ نقصان نہیں پہنچتا (اس لیے اب میں منع نہیں کرتا) اس کے بعد لوگوں نے عزل کے بارے میں سوال کیا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مخفی زندہ درگور کرنا ہے جس کا ذکر آیہ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ میں ہے ۱۲

عہ عزل کہتے ہیں انزال کے قریب عورت سے علیحدہ ہو کر خارج از فرج انزال کرنے کو ۱۲

عہ غیلہ کے معنی ہیں مرد کا اپنی بیوی سے ہم بستر ہونا جب کہ وہ بچے کو دودھ پلا رہی ہو ۱۲

ہمارے ایک دوست ذبیحے کا گوشت نہیں کھاتے تھے۔ سبب پوچھا تو کہا مجکو گوشت کی صورۃ دیکھ کر جانور کے ذبح کیے جانے کا خیال آجاتا ہے۔ پھر ہم نے اُن کو انڈے کھاتے دیکھا اور اعتراض کیا تو کچھ جواب نہ دے سکے۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ اُنھوں نے انڈے کھانے بھی چھوڑ دیے ہوں گے وہ ایسے ہی مزاج کے آدمی تھے۔

لوگوں سے اولاد کی ایک بڑی ظالمانہ حق تلفی یہ ہوتی ہے کہ مارے ارمان کے چھوٹی سی عمر میں اُن کا بیاہ کر دیتے ہیں اِس سے نسلیں ناتمام اور ضعیف ہوتی چلی جارہی ہیں اور چھوٹی سی عمر میں نہیں بھی کرتے تو اولاد سے پوچھتے تک نہیں۔ مرد و زن میں ایک دوسرے کو پسند کرنے کی بہت سی وجوہ ہو سکتی ہیں۔ کوئی حسن صورۃ کو پسند کرتا ہی کوئی سیرۃ کو کوئی نسب کو کوئی حسب کو کوئی ہنر کو کوئی دین کو۔ کوئی مال کو۔ کوئی جمال کو۔ اور پھر جمال کا بھی کوئی معیار مقرر نہیں کسی کو رنگ پسند ہی کسی کو نقشہ کسی کو کوئی خاص ادا۔ کوئی شرم و حیا کی قدر کرتا ہے۔ کوئی شوخی کی۔ اپنا اپنا خیال ہی تو ہے۔ ایک کثرۃ اولاد کا آرزومند ہے۔ دوسرا بانجھ تو نہیں چاہتا مگر بکھیڑے سے گھبراتا ہی۔ اور دل میں کہتا ہی کہ ایک بس کرتا ہے۔ بشرطیکہ نیک ہو یا شاید اُس کا یہ خیال ہو کہ بچّہ کش عورۃ جلد ہی سے ڈھلک جاتی ہے۔ غرض جتنے دل اُتنے مذاق۔ نباہ تو کرنا پڑے گا میاں بیوی کو اور وہ ایک دوسرے سے اجنبی اور اجنبی بھی ایسے کہ صورۃ آشنا تک نہیں۔ نکاح سے پہلے کوارے مرد اور کواری عورۃ میں اس درجے کا اختلاط کہ ایک کا ایک مزاج شناس ہو جائے جیسا کہ انگریزوں میں ہوتا ہے پایدار محبت کی نظر سے ہی تو مناسب۔ مگر اول تو پردہ اِس کی اجازت نہیں دیتا۔ دوسرے خلافِ احتیاط بھی ہے۔ مگر گاڑھا اختلاط خلافِ احتیاط ہی تو اتنی اجنبیتہ بھی خلافِ احتیاط ہے جیسی ہمارے یہاں ہے وہ ابتدا کے لحاظ سے اور یہ انجام کے اعتبار سے۔ اب ہم دو حدیثیں نقل کرتے ہیں جن سے مذاق اور اختلاط کے بارے میں شارع علیہ السلام کا منشأ معلوم ہو جائے گا۔ عمل کرنا نہ کرنا ہمارا کام ہے۔

حدیث اوّل عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ فَانْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّ فِيْ اَعْيُنِ الْاَنْصَارِ شَيْئًا وَفِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ خَطَبْتُ امْرَأَةً فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَظَرْتَ اِلَيْهَا فَاِنَّهٗ اَحْرٰى اَنْ يُّؤْدَمَ بَيْنَكُمَا (مسلم ترمذی۔ نسائی) حضرۃ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں ایک انصاری عورۃ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں فرمایا اُسے دیکھ لے کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ (زردی یا نیلاہٹ کا) عیب ہے۔ دوسری روایۃ میں مغیرہ بن شعبہ سے آیا ہے کہ میں نے ایک عورۃ کو نکاح کا پیام دیا تو رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تو نے اُسے دیکھ لیا ہی کیونکہ یہ دیکھنا اِس بات کے لائق تر ہے کہ تم دونوں میں الفت محبت پیدا کرے۔

حدیث دوم۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ فَلَمَّا قَفَلْنَا كُنَّا قَرِيْبًا مِّنَ الْمَدِيْنَةِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ قَالَ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَبِكْرٌ اَمْ

ثَیِّبٌ قُلْتُ بَلْ ثَیِّبٌ قَالَ فَهَلَّا بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ اَمْهِلُوْا حَتّٰی نَدْخُلَ لَیْلًا اَیْ عِشَاءً لِكَیْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِیْبَةُ۔ حضرۃ جابرؓ کہتے ہیں کہ ہم چند صحابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک جہاد میں تھے وہاں سے لوٹتیوں کو مدینے کے قریب ہوئے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں نوکتخدا ہوں۔فرمایا تُونے بیاہ کیا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں۔فرمایا وہ کواری ہے یا شوہر دیدہ۔میں نے عرض کیا شوہر دیدہ۔فرمایا بھلا تُونے کواری عورۃ سے نکاح کیوں نہیں کیا کہ تُو اُس سے پیار کی باتیں کرتا اور وہ تجھ سے تو جب ہم مدینے میں آئے اور اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے پیغمبر صاحبؐ نے فرمایا ذرا ٹھیرو۔ حتّےٰ کہ شام ہوجائے تاکہ غبار آلود اور پریشان بالوں والیاں کنگھی چوٹی کرلیں اور جن کے شوہر ایک عرصے سے غائب ہیں وہ زیرناف کے بال لے لیں۔

نسائی کی روایۃ میں اس طرح آیا ہے۔ عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ تَزَوَّجَ امْرَاَةً عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَقِیَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتَزَوَّجْتَ یَا جَابِرُ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَبِكْرًا اَمْ ثَیِّبًا قَالَ قُلْتُ بَلْ ثَیِّبًا قَالَ فَهَلَّا بِكْرًا تُلَاعِبُكَ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُنَّ لِیْ اَخَوَاتٌ فَخَشِیْتُ اَنْ تَدْخُلَ بَیْنِیْ وَبَیْنَهُنَّ قَالَ فَذَاكَ اِذَنْ اِنَّ الْمَرْاَةَ تُنْكَحُ عَلٰی دِیْنِهَا وَمَالِهَا وَجَمَالِهَا فَعَلَیْكَ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاكَ ۔ یعنی حضرۃ جابرؓ نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک عورۃ سے نکاح کیا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن سے مل کر فرمایا کہ جابر! کیا تم نے نکاح کرلیا ہے۔راوی کا بیان ہو کہ جابر کہتے ہیں میں نے عرض کیا جی ہاں۔فرمایا کواری سے یا شوہر دیدہ سے۔میں نے عرض کیا شوہر دیدہ سے فرمایا کواری سے کیوں نہیں کیا جو تم سے پیار کی باتیں کرتی۔میں نے عرض کیا یارسول اللہ میری کئی بہنیں ہیں، تو میں نے خوف کیا کہ کواری لڑکی (ناتجربہ کار اور صغیر السن ہونے کی وجہ سے) مجھ میں اور میری بہنوں میں دخل دے۔فرمایا (اگر اس غرض اور نیّت سے شوہر دیدہ عورۃ سے نکاح کیا ہے) تو کچھ مضایقہ نہیں عورۃ کو تین اعتبار سے نکاح میں لایا جاتا ہے۔ دیؔن کے لحاظ سے۔ مالؔ کے اعتبار سے۔ جمالؔ کی حیثیت سے تو تُو اے مخاطب دیندار عورۃ کو طلب کر تیرے دونوں ہاتھ خاک آلودہ ہوں۔

حقوق الزوجین

نمبر ۹ کئی عورتوں میں عدل انصاف

نمبر ۱۸ حریت استرضاع

تمہید

جتنی قسم کے تعلقات آدمی کو ابنائے جنس کے ساتھ رکھنے پڑتے ہیں سب میں زیادہ سے زیادہ قوی زناشوئی کا تعلق ہے اول تو اتنا گہرا اور گاڑھا اختلاط اور کسی تعلق میں نہیں هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ۔ دوسرے کوئی اور تعلق اتنا ممتد اور دیرپا بھی نہیں ہوتا۔ تیسرے اس تعلق کی بنیاد ہے دوستی اور باہمی محبت پر جس کو طرفین کی اغراض اور حاجتیں آخر تک تازہ اور مستحکم کرتی رہتی ہیں۔ ہم کو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس تعلق کے بدون مرد اور عورة دونوں اپنی اپنی جگہ ناقص الخلقت ہیں اور یہی ایک تعلق ہے جو دونوں کو ملا کر پورا ایک آدمی بناتا ہے ؎ من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی ٭ تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری ٭ خدا کو ایک وقت خاص تک بنی آدم کا آباد رکھنا منظور ہے اور اس تعلق کے بدون نہ اکیلا مرد نسل کو چلا سکتا ہے اور نہ اکیلی عورة۔

یعنی خدا نے مرد و عورة کا امتیاز اسی غرض سے رکھا ہے کہ دونوں مل کر خدا کے ارادے کی تکمیل کریں۔ زن و شو کی مثال شربت کی سی ہے کہ اس کے دو جزو ہیں جداگانہ شکر اور پانی۔ دونوں گھل مل کر ایک ذات ہو جائیں تو شربت بنے۔ یہ بات اسی رشتے میں دیکھی جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے مال و متاع اولاد۔ رنج و راحت۔ آبرو۔ ہر چیز اور ہر حالت میں مرد اور عورة کی لازمی شرکت قائم ہو جاتی ہے۔ جیسا یہ تعلق ضروری اور باوقعت ہے ویسا ہی خدا اور خدا کے رسول نے شروع سے آخر تک اس کے ہر ہر پہلو پر نظر کر کے ایسے قاعدے ٹھیرا دیئے ہیں صاف اور واضح کہ مرد اور عورة دونوں ان پر پورے پورے کاربند ہوں تو دنیا کی

سلہ وہ (یعنی بیبیاں) تمہارے دامن (کی جگہ) ہیں اور تم ان کی چولی (کی جگہ) ہو ۱۲

عسہ مذکورہ بالا عنوانوں کی ترتیب اگرچہ بظاہر نادرست معلوم ہوتی ہے مگر ہم نے حقوق الزوجین کی تین قسمیں کی ہیں۔ حقوق مشترک ایک۔ مردوں کے حقوق عورتوں پر دو۔ عورتوں کے حقوق مردوں پر تین۔ اس طرح سے دیکھو گے تو ترتیب بالکل درست پاؤ گے ۱۲

زندگی ہی میں بہشت کا مزہ آجائے مگر اول تو خدا رسول کا کہنا کوئی سنتا نہیں اور جو سنتا ہے وہ مانتا نہیں نتیجہ یہ ہے کہ جدھر جاؤ جھگڑے جہاں دیکھو فساد جس سے سنو شکایت۔ ایک جلسے میں اسی کی گفتگو ہو رہی تھی کہ آخر اس کا سبب کیا ہے۔ یوں تو جتنے مونہہ اتنی باتیں۔ دیر تک ردّ و کد ہوتی رہی۔ مگر میرے سوا اکثر کی یہ رائے تھی کہ آج کل جتنی بے لطفیاں خانہ داریوں میں ہیں سب نہ ہونے کی ہیں۔ مسلمانوں میں مقدور تو یا نہیں۔ مرد دن بھر محنت مزدوری میں لگے رہتے ہیں چلتے وقت کارخانہ دار سے پیسے مانگے۔ اس نے جھنجلا کر تلخ سا جواب دیا۔ بھوکے ماندے کھسیانے خالی ہاتھ ہلاتے ہوئے گھر آئے اندر گھستے ہی ڈانٹ کر بیوی سے کہا ارے ابھی تک چراغ بھی نہیں جلایا۔

بیوی۔ بلا تیری اپنے سر سے۔ سویرے کام کو سدھارنے لگے ہو تو چلتے چلتے کچھ نہیں بتاتا کہ آپ کے لئے تیل نہیں ہے۔

میاں۔ معلوم ہوتا ہے کہ روٹی کا بھی یہی ڈھب ہے۔

بیوی۔ میری اور بدنصیب بچوں کی قسمت کا تو غرہ ہے۔ ٹکیں سے جھاڑ پونچھ کر تھا کر کے روٹی کا آٹا نکالا تھا گوندھتے تو گوندھ بیٹھی پیچھے سوچ آیا پکاؤں گی کاہے سے۔ اپلے تو ہیں ہی نہیں۔ ہمسائی کے ہاں تو ا چڑھا ہوا تھا جاتے ہوئے لحاظ آیا اور تو کچھ نہ بن پڑا ٹاٹ جلا کر روٹی پکائی آدھی کچی آدھی جلی ہوئی۔ چھینکے پر طباق سے ڈھکی ہوئی دھری ہے۔ تم تو روز اپنے لیے کبھی سبزی کبھی کباب لایا ہی کرتے ہو کھالو۔

میاں کچھ تو دن بھر کی محنت سے اور زیادہ تر کارخانہ دار کے روکھے پھیکے انکار سے جلے بھنے تو تھے ہی کبابوں کا نام سن کر تن بدن میں مرچیں ہی تو لگ گئیں بولے کہ کبابوں پر ایسی ہی رال ٹپکتی ہے تو باوا سے کہہ کر کسی کبابی کے ساتھ بیاہ کیا ہوتا اور اب کس لیے میرے سر پر دال دل رہی ہے۔

وہ تو اتفاق سے اتنی ہی بات ہوتے پائی تھی کہ سیدھے ہمسائی سر پر آ کھڑی ہوئی دونوں چپ کر گئے ورنہ میاں سیر تھے تو بیوی سوا سیر ایسی لڑائی ہوتی کہ سارا محلہ تماشا دیکھتا۔

جلسے میں آدھ درجن سے کچھ زیادہ ہی آدمی ہوں گے سب ایک مونہہ۔ ہر ایک نے اپنی بات کی تائید میں ایک ایک دو دو مثالیں بھی بیان کیں میں نے کہا آپ صاحبوں کا فرمانا بھی ایک حد تک صحیح ہے مگر اس کا کیا جواب ہے کہ خوش حال گھروں میں اس سے بڑھ کر فسادات ہیں۔ اور میں نے بھی مجبوری نام لے لے کر چند امیروں کی ایسی برجستہ مثالیں بیان کیں کہ سب لگے بغلیں جھانکنے۔ آخر بات یہ قرار پائی کہ خانہ داری کی ساری مزیداری محبت میں ہے محبت ہی ایک چیز ہے جو تمام مشکلوں کو آسان اور تکلیفوں کو آرام کر دیتی ہے۔ اور چونکہ داعیۂ محبت ہمہ وقت موجود نہیں ہوتا محبت کے ساتھ یہ بھی ضرور ہے کہ زوجین ایک دوسرے کے حقوق اور فرائض کو جانیں پہچانیں اور سرِ مو حدِ شریعت سے تجاوز نہ کریں تاکہ تخمِ محبت حفظِ حقوق اور ادائے فرائض کی آبیاری سے نشو و نما پاتا رہے۔ ہم مسلمانوں کی خانہ داریوں میں بڑا نقص یہ ہے کہ نہ محبت کی پروا کی جاتی ہے نہ حقوق و

فرائض کا لحاظ۔ ہماری خانہ داریوں کی بسم اللہ ہی غلط ہوتی ہے۔ معاہدہ کرے کوئی اور نباہ کرے کوئی۔ جیسے قرض لے کوئی ادا کرے کوئی۔ حق تو اولاد کا ہے جیٹے ہوں یا بیٹیاں کہ اپنا جوڑا آپ انتخاب کریں۔ مگر والدین نے مغلوب رسم و راہ ہو کر اولاد کا یہ حق غصب کر لیا ہے اور یہی جڑ ہے تمام بے لطفیوں تمام فسادات۔ تمام خرابیوں کی جو خانہ داریوں میں دیکھتے ہو۔ والدین نے اولاد کا یہ حق تو غصب کیا اور ایک حق زبردستی اپنے اوپر لازم کر لیا کہ پرورش کی طرح اولاد کا بیاہ دینا بھی ماں باپ کا فرض ہو اور یہی خیال ارمانو سے مل کر محرک ہوا کرتا ہے کہ ابھی اولاد بیاہ کی حقیقت اور اُس کے نتائج کے سمجھنے کے قابل بھی نہیں ہوتی کہ ماں باپ کو بیاہ بارات کی جلدی پڑ جاتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اولاد کو بیاہ کی ضرورت اب نہیں تو آگے چل کر پیش آئے گی۔ اور دنیا کے دستور نے بیاہ کے معاملے کو ایسا شرمناک بنا رکھا ہے کہ لڑکی تو لڑکی لڑکا بھی بیاہ کا نام نہیں لے سکتا۔ اس کے علاوہ جس دستور نے بیاہ کے معاملے کو شرمناک بنا رکھا ہو اسی دستور نے بیاہ کے ساتھ چند در چند مصارف بھی لازم کر دیئے ہیں۔ بعض ضروری اور اکثر فضول۔ جن کا سر انجام کنوارو سے نہیں ہو سکتا۔ یہی مجبوریاں ہیں جن کی وجہ سے اولاد کے بیاہ کا بار ماں باپ کو اپنے اوپر اُٹھانا پڑتا ہے ہم ان مجبوریوں کو خوب سمجھتے ہیں اور ماں باپ کو اس بار سے سبکدوش کرنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی مگر تاہم اتنی صلاح تو ہم ضرور دیں گے کہ مجبوری کو مجبوری سمجھیں۔ اتنے سے بھی بہت کچھ اصلاح ہو جائے گی سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اولاد جب تک عمر کے لحاظ سے بیاہ کے قابل نہ ہو اولاد کے بیاہ کا نام ہی نہ لیں عمر کے علاوہ پہلے ہی سے اس بات کا بھی خیال کر لینا چاہیئے کہ بیاہ ہوئے پیچھے میاں بیوی لطف سے ہو یا بے لطفی سے ہو اور اکثر تو بے لطفی ہی سے ہوتا ہے اور بسویر ضرور الگ گھر کریں گے۔ سدا سے یوں ہی ہوتی آئی ہے۔ ورنہ شہروں اور قصبوں اور دیہات میں اتنے الگ الگ گھر کیسے بستے۔ بیٹی والے تو شروع سے بیٹی کو الگ گھر کرنے کی صلاح دیں گے۔ بیٹے والے چاہیں گے کہ بیٹا بہو جدا نہوں بیٹے کو اسی دن کے لیے پالا ہو پرورش کیا ہو کہ بڑھاپے میں کمائے اور ان کو کھلائے۔ غرض ساس بہو میں کشمکش ہو کر لڑائیاں پڑیں گی اور لوگوں کو معلوم نہیں۔ ہر ایک بہو کے زائچے میں لکھا ہوتا ہے کہ بہو کی جیت ہو گی اور ہوتی ہے۔ بھلا کہیں زائچے بھی جھوٹے ہوئے ہیں۔ آخر بہو میاں کو ساتھ لے میں بسوسے تو اپنے میکے میں نہیں تو کسی اور گھر میں جا رہتی ہے۔ اپنی چکی اپنا چولھا جو چاہا پکایا جو چاہا کھایا کوئی روکنے والا نہیں ٹوکنے والا نہیں۔ تو جب معلوم ہے کہ بیاہ ہوئے پیچھے میاں بیوی اویر سویر ضرور الگ گھر کریں گے تو ماں باپ کا فرض ہو اور اولاد کی خیر خواہی بھی اسی کی متقاضی ہے کہ بیاہ سے پہلے اولاد کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے یعنی الگ گھر کرنے کے لائق بنا دیں۔ مرد ہو تو وہ اس جوگا ہو کہ اپنی کمائی سے بی بی بچوں کے خرچ پات کی کفالت کر سکے عورت ہو تو وہ اس جوگی ہو کہ گھر کو سنبھال سکے۔ اور جو اولاد اس قابل نہیں اُس کا کنوارا ہی رہنا بھلا عمر کے ساتھ یہ بات بھی دیکھنے کی ہے اور لوگ دیکھتے بھی ہیں کہ دولھا عمر میں دُلھن سے بڑا ہونا چاہیئے۔ جب ہم نے یہ

کہہ دیا کہ جب تک اولاد عمر کے لحاظ سے بیاہنے قابل نہ ہو تو اولاد کے بیاہ کا نام ہی نہ لیں تو ہم تعیین عمر کو والدین کی رائے پر چھوڑتے ہیں۔ اب فرض کرو کہ اولاد بیاہنے قابل ہوئی اور اس سے بھی اطمینان ہوا کہ لڑکا اپنی حیثیت کی قدر کماؤ ہے اور لڑکی ہے تو ماں کے ہاتھ کے تلے رہ کر خانہ داری کا سلیقہ سیکھ چکی ہے تو شوق سے ان کے کار خیر کا فکر کرو مگر جہاں تک ہوسکے غیر جگہ اپنایت میں نہیں غیر جگہ ناطہ کرنے سے اول تو میل جول بڑھتا ہے دوسرے اکثر دیکھا گیا ہے کہ اپنایت میں جلد دلوں میں فرق پڑجاتا ہے۔ تیسرے حکیم لوگ کہتے ہیں اور دلیل ہی سے کہتے ہوں گے۔ خدا جانے کیا بات ہے کہ اپنایت کی نسل کمزور ہوتی ہے سچ پوچھو تو یہ کام بڑا ہی مشکل کام ہے۔ لگا تو تیر نہیں تو تکاّ۔ اچھا کیا تو خدا نے اور بُرا کیا تو بندے نے دو آدمیوں کی اگلی زندگی کا اور اُن کی نسل کا فیصلہ کرنا ہے اور آدمی کی طبیعت کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ۔ اچھا خاصا دیکھ کر لیا ہے تھان پر باندھنے کی دیر تھی کہ پنج عیب شرعی نکال لایا۔ بُرا ہے کوئی ہاتھ نہیں دھرتا لینے کی ہامی نہیں بھرتا۔ وہ بول کیا پڑھے گئے کہ ساری بادی جھٹ چھٹا کر صاف ستھرا شایستہ۔ چونکہ اس تعلق کی خریداری موقوف ہے رغبت اور میلان پر۔ اور مرد ہو یا عورت ہر ایک کا مذاق مختلف۔ ایک دوسرے سے اجنبی۔ حیا مانع اظہار مافی الضمیر جس نے کی شرم اُس کے پھوٹے کرم ؎

چہ دانند مردم کہ در جامہ کیست + نویسندہ داند کہ در نامہ چیست

غرض بڑی پیچی گانٹھ ہے کسی کے کھولے کھل نہیں سکتی۔ ماں باپ ہی کا جگرا ہے کہ اولاد کے بیاہ کا بیڑا اُٹھا بیٹھتے ہیں اور جگرا کیا ہے ان کو اپنے ارمانوں کے آگے حُبُّکَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ[1] ان باتوں پر نظر ہی نہیں اور ہو تو لین دین پر۔ چڑھاوے اور جہیز پر۔ مہر کے ٹھیراؤ پر۔ دھوم دھڑکے پر۔ صورۃ شکل پر کہیں ذات اور نسب پر اور جو ضروری بات دیکھنے کی ہے بیاہ والوں کی دلی رغبت۔ لڑکے کی لیاقت لڑکی کا سلیقہ۔ ان سے بحث نہیں یا ہے تو ایسی جیسے سُوے میں روکھن یہ بات تو ابھی مدتوں ہوتی دکھائی نہیں دیتی کہ بیاہ والے اپنے بیاہ کی باتوں میں کھلم کھلا دخل دے سکیں۔ مگر پھر بھی اگر ماں باپ ٹوہ لگانا چاہیں تو بہتیری تدبیریں ہیں مولویوں کے سمجھانے سے ناچ رنگ ڈھول ڈھکے سہرے کنگنے منڈھے وغیرہ خلاف شرع رسموں میں کسی قدر کمی ہو چلی ہے اس پر بھی شاید ہی کوئی نکاح ہوتا ہوگا جس میں فضول مراسم کی پابندی کی وجہ سے نامشروع بدعتوں کے علاوہ اسراف نہ ہوتا ہو اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ[2]۔ جن کو اندرونی حالات کی خبر نہیں مسلمانوں کے طرز تمدن پر اور طرز تمدن پر ہو تو مضائقہ نہیں مذہب پر مُونہ پھاڑ پھاڑ کر اعتراض کرتے ہیں کہ انھوں نے عورتوں کو بہت ہی مجبور کر رکھا ہے اے کاش یہ لوگ کسی متوسط الحال کے گھر نکاح کی تقریب میں شریک ہوں تو دیکھیں کہ امور خانہ داری میں عورتوں کے آگے مردوں کی ایک نہیں چلتی۔ خیر بُری طرح یا بھلی طرح جس طرح بھی ہو نکاح ہو جائے تو ماں باپ کی پہلی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ بیٹا بہو الگ گھر کر کے رہیں ؎۔ اہل تجارب کہ گہر سُفتہ اند + خانہ جدا گور جدا گفتہ اند +

---

[1] اے مخاطب تجھے ایک چیز کی محبت اندھا بہرا کر دیتی ہے ۱۲ [2] بے شک اللہ فضول خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں رکھتا ۱۲

اور اگر اس بات کا انتظار ہے کہ جو تینوں میں دال بٹ کر الگ ہوں تو خیر ہر کسے مصلحت خویش نکو میداند۔ ہم کو یہ باتیں حقوقِ اولاد میں لکھنی تھیں مگر چونکہ نکاح کی تمہید کے طور پر تھیں حقوقِ زوجین کے ضمن میں آگئیں۔ آگے چل کر حقوقِ زوجین کی تفصیل میں جو کچھ لکھنا ہوگا لکھیں گے۔

حقوقِ مشترک

(ہمبستری)

أُحِلَّ[1] لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۚ (البقرۃ ۲۳۶ پارہ ۲)

(مسلمانو!)[1] روزوں کی راتوں میں اپنی بیبیوں کے پاس جانا تمہارے لیے جائز کر دیا گیا۔ وہ تمہارے دامن کی جگہ ہیں اور تم ان کی چولی کی جگہ، ہو ف۱ اللہ نے دیکھا کہ تم (چوری چوری ان کے پاس جانے سے) اپنا (دینی) نقصان کرتے تھے تو اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا۔ اور تمہاری خطا سے درگزرا پس اب (روزوں میں رات کے وقت) ان سے ہمبستر ہو اور (ہمبستری کا) جو (نتیجہ) خدا نے تمہارے لیے لکھ رکھا ہے (یعنی اولاد) اس (کے حاصل کرنے) کی خواہش کرو نہ محض شہوت رانی کی ف۲ اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ (رات کی) کالی دھاری سے صبح کی سفید دھاری تم کو صاف دکھائی دینے لگے ف۳

ف۱ ایک چیز ایک چیز کو ایسی لازم ہو کہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوسکیں تو کپڑے کے ضلع میں اس لزوم کو ہمارے ہاں یوں تعبیر کرتے ہیں کہ دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اسی محاورے کے لحاظ سے لباس کا ترجمہ چولی اور دامن کیا گیا ہے ۱۲

ف۲ اسلام کی یہی تو بڑی عمدگی ہے کہ اس میں انسان کی ساخت کا پورا لحاظ کیا گیا ہے ورنہ واقع میں مرد اور عورت کے جمع ہونے کا وہی تو ایک وقت اور دو دن چار روں بھی بس مہینے بھر کے روزے رمضان بھر میاں بی بی کو الگ رہنے کا حکم دیا جاتا تو اس کی تعمیل بہت ہی مشکل تھی جب روزے فرض ہوئے تو شروع شروع میں یہ دستور تھا کہ جس طرح دن کو بی بی سے الگ رہتا تھا اسی طرح رات کو بھی۔ یہاں تک کہ ایک روز حضرت عمر فاروق رضی نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ حضرت آج رات کو غضب ہو گیا۔ فرمایا کیا؟ عرض کیا کہ میں نے جو اپنی بی بی کی جھلک مہتاب کی چاندنی میں دیکھی تو مجھ سے صبر نہ ہوسکا۔ اتنے میں اور دو تین شخص حاضر خدمت ہوئے اور اسی قسم کے واقعات بیان کیے جناب پیغمبر صاحب منتظر وحی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی علم اللہ انکم کنتم تختانون الخ ۱۲

ف۳ صبح صادق ہوتی ہے تو اول وقت تاریکی اور روشنی کی دو دھاریاں سی مشرق میں دکھائی دیتی ہیں پھر روشنی غالب آکر تاریکی مٹ جاتی ہے ۱۲

[1] اس آیت سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ میاں بی بی کا ہم صحبت ہونا ایک حق ہے جیسے مرد کا ویسے عورت کا۔ انگریزی قانون کی رو سے بھی ایسے دعوے دائر ہوتے رہتے ہیں ۱۲

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ (البقرہ ع ۲۸ پارہ ۲)

اور (جیسے) مردوں کا حق عورتوں پر ویسے ہی دستور کے مطابق عورتوں کا (حق مردوں پر) ہاں مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہے اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ۝ (النساء ع ۶ پارہ ۵)

اور (مسلمانو!) اگر تم کو میاں بی بی میں کھٹ پٹ کا اندیشہ ہو تو ایک پنچ مرد کے کنبے میں سے مقرر کرو اور ایک پنچ عورت کے کنبے میں سے اگر پنچ (دلی) ارادہ میاں بی بی میں اصلاح کرا دینے کا ہوگا تو اللہ (ان کے سمجھانے بجھانے سے) دونوں میں موافقت کرا دے گا اللہ (سب کے دلی ارادوں سے) واقف (اور) خبردار ہے

وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِنْ سَعَتِهِ وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا ۝ (النساء ع ۱۹ پارہ ۵)

اور اگر (میاں بی بی میں اصلاح کی کوئی صورت نہ بن پڑے اور ایک دوسرے سے) جدا ہو جائیں تو اللہ اپنے خزانہ (غیب) سے دونوں کو بے نیاز کر دے گا ف۱ اور اللہ کے ہاں (بڑی) گنجائش ہے (اور) [illegible] بڑی حکمت (تدبیر) ہے

میراث ف۳

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ

اور (مسلمانو!) جو (ترکہ) تمہاری بیبیاں چھوڑ مریں اگر ان کے اولاد نہیں تو ان کے ترکے میں تمہارا آدھا اور اگر ان کے اولاد ہو (تم سے یا دوسرے شوہر سے) تو ان کے ترکے میں تمہارا چوتھائی مگر ان کی وصیت (کی تعمیل) اور (ادائے) قرض کے بعد اور تم کچھ (ترکہ) چھوڑ مرو اور تمہارے کچھ اولاد نہ ہو تو بیبیوں کا (حصہ) چوتھائی۔

ف۱ یعنی مرد اور عورت میں کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس کے بدون دوسرے کا کوئی کام اٹکا رہے گا ۱۲

ف۲ گنجینہ اخلاق - مختصر اور جامع الفاظ میں خدمت خانہ داری کا تذکرہ کیا ہے اگرچہ زن و شو کے حقوق کی صراحت نہیں فرمائی لیکن مجملاً اتنا ارشاد کر دیا کہ تم دونوں برابر ہو ... ہاں مرد کو اتنی برتری ضرور ہو کہ مرد عورت کا سرپرست ہو تو یہ بالکل فطرت کے مطابق ہے وجہ یہ ہے کہ مرد زیادہ مضبوط زیادہ جفاکش اور جری ہوتے ہیں مرد کمائی کرتے عورتیں اسی کمائی سے سلیقے کے ساتھ گھر چلاتی ہیں یورپ و امریکہ میں عورتوں نے سر چڑھا رکھا ہے تو وہاں بھی مردوں کی برتری چاروناچار مانی جاتی ہے اور ماننی پڑتی ہے ۱۲ ف۳ میراث کے متعلق ہم حقوق قرابت کے عنوان میں اصحاب الفروض اور عصبات اور ذوی الارحام میں سے ایک ایک کا حصہ ترکے میں نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے اس مقام پر تو سمجھ کر پڑھ لو گے تو فرائض کے مسائل سے بہت کچھ واقفیت ہو جائے گی ۱۲

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ (النساء ع ۲ پارہ ۴)

اور اگر تمہارے اولاد ہو (اس بی بی سے یا دوسری بی بی سے)، تو تمہارے ترکے میں سے بیبیوں کا آٹھواں (حصہ۔ اور یہ حصے بھی) تمہاری وصیت (کی تعمیل) اور (اداے) قرض کے بعد (دیئے جائیں) ؁

مردوں کے حقوق عورتوں پر

(عورت اپنے مرد کو اپنا سرپرست سمجھے)

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۚ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۚ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ○

(النساء ع ۶ پارہ ۵)

مرد عورتوں کے سر دھرے ہیں[ف۵] (اس کے دو سبب ہیں ایک) یہ کہ (آدمیوں میں) اللہ نے بعض (یعنی مردوں) کو بعض (یعنی عورتوں) پر (دل کی مضبوطی اور جسمانی توانائی میں) بڑائی دی ہے اور (دوسرا سبب یہ کہ مرد) (عورتوں پر) اپنا مال خرچ کیا ہے[ف۱] تو جو نیک (بیبیاں) ہیں (ہر دو کام کہا مانتی ہیں (اور) خدا کی عنایت سے (اُن کے) پیٹھ پیچھے (ہر ایک چیز کی) حفاظت رکھتی ہیں[ف۲] اور تم کو جن بیبیوں کے سر چڑھنے کا اندیشہ ہو تو (پہلی دفعہ) اُن کو سمجھا دو پھر اُن کے ساتھ ہم بستری موقوف کرو اور (اس پر بھی نہ مانیں تو) اُن کو مار پیٹ بھی دو[ف۳] پھر اگر تمہاری بات ماننے لگیں تو تم بھی اُن پر (ناحق کے) جھگڑے رکھنے کے پہلو نہ ڈھونڈتے پھرو اللہ (سب پر) غالب اور بڑا (زبردست) ہے (تو اُس سے ڈرتے رہو) ؁

ف۱ مال سے مراد ہے مہر اور نان نفقہ ۱۲ ف۲ جس چیز کی حفاظت سے زیادہ ضروری ہے اور اس میں غالباً یہی مراد بھی ہے وہ عصمت ہے اور اس کی تدبیر مطلب تو ممکن ہے پڑھ ۱۲ ف۳ حدیث شریف میں صرف ہوا۔ گو ستے مارنے پیٹنے کی اجازت ہے اور ایسا مارنا پیٹنا تو بے تکلفی کی حالت میں یوں بھی ہو جاتا ہے ۱۲

ف۵ مرد و عورت سے مراد ہیں میاں بی بی ۱۲

خطبہ اور مخطوبہ کو دیکھنا

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَن تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ (البقرۃ ع ۳۰ س ۲)

اور (مسلمانو!) اگر تم کسی بات کی آڑ میں (دورانِ عدت کی) عورتوں کو نکاح کا پیام دو یا اپنے دلوں میں چھپائے رکھو تو اس میں (بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں اللہ کو معلوم ہے کہ تم کو ان (عورتوں سے نکاح کر لینے) کا خیال آئے گا (سو مضائقہ کی بات نہیں) مگر ان سے (نکاح کا) ٹھہراؤ تو چھپکے سے بھی نہ کرنا ہاں جائز طور پر بات کہہ گزرو (تو کچھ حرج کی بات نہیں) اور جب تک میعادِ مقرر (یعنی عدّۃ) اختتام کو نہ پہنچ لے عقدِ نکاح کی بات پکی نہ کر بیٹھنا اور جانے رہو کہ جو کچھ تمہارے جی میں ہے اللہ اُس کو جانتا ہے تو اُس سے ڈرتے رہو اور (یہ بھی) جانے رہو کہ اللہ بخشنے والا بُردبار ہے

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ ۔ (ابوداؤد)

حضرت جابر رضؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی عورۃ کی خواستگاری کرے تو اگر ہو سکے تو اُس چیز کو دیکھ لے جو نکاح کی باعث ہوئی ہے ف۱

عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ خَطَبْتُ امْرَأَةً فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مغیرہ بن شعبہؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک عورۃ کو نکاح کا پیام دیا پیغمبر صاحب نے مجھ سے فرمایا

ف۱ جیسے مثلاً مال و جمال اور حسب و دین یا عفت یا انتظامِ امورِ خانہ داری وغیرہ ۱۲

ف۲ مسلمانوں میں میاں بی بی میں مفارقت کے بعد چاہے وہ مفارقت طلاق سے ہو یا شوہر کے مرجانے سے عورۃ کو حکم ہے کہ بیوگی کی صورۃ میں چار مہینے دس دن تک ، یا مطلقہ کی صورۃ میں تین ماہواریوں کے آنے تک دوسرا نکاح نہ کرے۔ اسی کا نام ہے عدّۃ۔ یہ ممانعت حفظِ نسب کے لیے ہے کہ اس مدت میں حمل کا ہونا نہ ہونا اچھی طرح تحقیق ہو جائے گا۔ اگر پہلے شوہر کا حمل ہے تو وضعِ حمل تک انتظار کرنا ہوگا اور حمل نہیں ہے تو عورت انقضائے عدّۃ کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ اگر عدّۃ کی قید اٹھا دی جائے تو ممکن ہے کہ عورت حاملہ ہو اور اس کو حمل کا احساس ہو جیسا کہ اکثر ہوا کرتا ہے کہ تھوڑے دن کا حمل معلوم نہیں ہوتا۔ اور عورتیں خیال کر لیا کرتی ہیں کہ یوں ہی دن چڑھ گئے ہوں گے تو یہ صورت جھگڑے کی ہے کہ حمل پہلے شوہر کا ہے یا دوسرے کا اور جھگڑا کرنا خدا کو منظور نہیں ۱۲ منہ المترجم

هَلْ نَظَرْتَ إِلَيْهَا قُلْتُ لَا قَالَ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا ۔

(ترمذی - نسائی - ابن ماجه)

کہ تُو نے عورۃ کو دیکھ بھی لیا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں فرمایا تو اُسے دیکھ لے کیونکہ اُس وقت کا دیکھ لینا سزاوار تر ہے کہ تم دونوں میں الفت واتفاق پیدا کر دے ۔

عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ لَهُ امْرَأَةً أَخْطُبُهَا فَقَالَ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ أَجْدَرُ أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا فَأَتَيْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ فَخَطَبْتُهَا إِلَى أَبَوَيْهَا وَأَخْبَرْتُهُمَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَأَنَّهُمَا كَرِهَا ذَلِكَ قَالَ فَسَمِعَتْ ذَلِكَ الْمَرْأَةُ وَهِيَ فِي خِدْرِهَا فَقَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَكَ أَنْ تَنْظُرَ فَانْظُرْ وَإِلَّا فَأَنْشُدُكَ كَأَنَّهَا أَعْظَمَتْ ذَلِكَ قَالَ فَنَظَرْتُ إِلَيْهَا فَتَزَوَّجْتُهَا فَذَكَرَ مِنْ مُوَافَقَتِهَا ۔ (ابن ماجه)

مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک عورت کا ذکر کیا جسے میں نکاح کا پیام دینا چاہتا تھا فرمایا پہلے اُسے جا کر دیکھ تو لے کیونکہ اس وقت کا دیکھنا زیادہ سزاوار ہے کہ تم دونوں میں موافقت پیدا کر دے چنانچہ میں ایک انصاری عورۃ کے پاس آیا اور اُس کے ماں باپ کو نکاح کا پیام دیا اور ساتھ ہی جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کی بھی خبر دی تو اگرچہ اُنھوں نے اِس بات کو ناگوار سا سمجھا مگر خود عورۃ نے یہ گفتگو سُن کر پردے کے اندر سے کہا کہ اگر جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تجھے دیکھنے کا حکم فرمایا ہے تو دیکھ لے ورنہ میں تجھے قسم دلاتی ہوں کہ ایسا نہ کر گویا اُس نے اِس امر کو بہت شاق اور ناگوار خیال کیا۔ مغیرہ کہتے ہیں کہ مَیں نے اُسے دیکھا اور دیکھنے کے بعد نکاح میں لے آیا ف۱ نیچے کا راوی کہتا ہے کہ پھر اُن دونوں میں اس وجہ موافقت ہوئی کہ لوگوں میں اس کا چرچا ہونے لگا ۔

ف۱ مخطوبہ کا پہلے سے دیکھنا شرط نکاح اور حکم واجب العمل نہیں رہی وجہ ہے کہ اس بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے امام احمد رح اور امام شافعی رح اور امام ابوحنیفہ رح فرماتے ہیں کہ مخطوبہ کو نکاح سے پہلے دیکھنا جائز نہیں۔ اور امام مالک کہتے ہیں کہ عورۃ سے اجازت لے کر دیکھنا جائز ہے بلکہ مشفقانہ اور بزرگانہ صلاح ہے کہ ممکن ہو تو پہلے سے دیکھ لینا چاہیے ۔ اور یہ اس لیے کہ لوگ عموماً عورتوں میں حُسن صورۃ ڈھونڈتے ہیں مگر ہمارے ہندوستان کے شرفاء اس کو جائز نہیں رکھتے اور مصلحتِ وقت بھی یہی چاہتی ہے ۔ اور دیکھنا نہ بھی ہو سکے تو تجسس کرنے والا بہت کچھ دریافت کر سکتا ہے ۔ نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ۔ بسا کین دولت از گفتار خیزد ۔ حدیث سے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی پردے کا دستور تھا ۱۲

عصمت و اطاعت

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ○ (النساء ع ۲ پارہ ۵)

تو جو نیک (بیبیاں) ہیں (مردوں کا) کہا مانتی ہیں (اور خدا کی عنایت سے اُن کے پیٹھ پیچھے (ہر ایک چیز کی) حفاظت کرتی ہیں اور تم کو جن بیبیوں کے سر چڑھنے کا اندیشہ ہو تو (پہلی دفعہ) اُن کو سمجھاؤ پھر اُن کے ساتھ ہمبستری موقوف کرو اور (اس پر بھی نہ مانیں تو) اُن کے ساتھ مار پیٹ سے پیش آؤ ف پھر اگر تمھاری بات ماننے لگیں تو تم بھی اُن پر ناحق کے (چھڈے رکھنے کے) پہلو نہ ڈھونڈتے پھرو اللہ (سب پر) غالب (اور) بڑا زبردست ہے (تو اس سے ڈرتے رہو)۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْأَةُ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَاَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ ۔ (حلیہ)

حضرۃ انس کہتے ہیں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورۃ نے جب پنج وقتہ نماز ادا کی جو اُس پر فرض ہے اور مہینے بھر کے روزے رکھے اور پاکدامنی اختیار کی اور شوہر کی فرمانبرداری بجالائی تو جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے گی داخل ہوگی۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ لَعَنَتْهَا الْمَلٰٓئِكَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ ۔ (صحیحین)

حضرۃ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مرد اپنی عورۃ کو اپنے بستر خواب کی طرف (صحبۃ کے لیے) بلائے اور وہ کر دے انکار اور مرد غیظ و غصے میں رات بسر کرے تو فرشتے صبح تک عورۃ پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

عَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا الرَّجُلُ دَعَا

طلق بن علی کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی جب اپنی بی بی کو کسی ضرورۃ کے لیے بلائے۔

ف حدیث شریف میں صرف ہلکے سے مارنے پیٹنے کی اجازت ہے ایسا مارنا پیٹنا تو بے تکلفی کی صورۃ میں یوں بھی ہو جایا کرتا ہے ۱۲

ف ضرورۃ سے مراد ہم بستری ہے ۱۲

سلہ یہ آیت پہلے عنوان میں بھی لی گئی ہے اور اس عنوان میں بھی۔ مگر وہاں مطلقًا مردوں کے حقوق عورتوں پر ثابت کرنے کے لیے اور یہاں اطاعت کم کرنے کے لحاظ سے ۱۲ ۔ اِنَّ

زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ ۞ (ترمذی)

تو اُسے فوراً آنا چاہیئے اگرچہ شغل ضروری (مثلاً روٹی پکانے) میں مشغول ہو اور مال کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو)

عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ فَقُلْتُ لَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقُّ أَنْ يُّسْجَدَ لَهُ فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّيْ أَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ فَأَنْتَ أَحَقُّ بِأَنْ يُّسْجَدَ لَكَ فَقَالَ لِيْ أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِيْ أَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهُ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَّسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ النِّسَاءَ أَنْ يَّسْجُدْنَ لِأَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللهُ عَلَيْهِنَّ مِنْ حَقٍّ ۞ (ابوداؤد)

قیس بن سعد کہتے ہیں کہ میں شہر حیرہ میں گیا تو میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے حاکم کو سجدہ کرتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم زیادہ استحقاق رکھتے ہیں کہ اُن کو سجدہ کیا جائے چنانچہ جب میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میں نے عرض کیا کہ میں نے حیرہ میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے حاکم کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے فرمایا بھلا بتا تو سہی اگر تو میری قبر پر گزرے تو کیا اُسے بھی سجدہ کرے میں نے عرض کیا نہیں فرمایا مجھے سجدہ نہ کرو اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدے کا حکم کرتا تو عورتوں کو حکم کرتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں کیونکہ خدا نے مردوں کا حق عورتوں پر بہت کچھ ٹھیرایا ہے ۞

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّهُنَّ عِنْدَكُمْ عَوَانٌ لَيْسَ تَمْلِكُوْنَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذٰلِكَ إِلَّا أَنْ يَّأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ فَإِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ

عمرو بن احوص اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! عورتوں کے حق میں میری وصیت قبول کرو میں اُن کے بارے میں تمھیں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمھارے ہاتھوں میں قیدی کے منزلے میں ہیں تم بجز اس کے کہ خدا نے اُن سے متمتع ہونا تمھارے واسطے حلال کر دیا ہو اور کچھ اختیار نہیں رکھتے مگر ہاں جب کھلی ہوئی بیحیائی کی مرتکب ہوں پس اگر وہ ایسا کریں تو اُن کے ساتھ ہمبستری موقوف کر دو اور ناگوار اور نشان نہ ڈالنے والی مار

غَيْرَ مُبَرِّحٍ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ لَكُمْ مِنْ نِسَائِكُمْ حَقًّا وَلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا فَأَمَّا حَقُّكُمْ عَلَى نِسَائِكُمْ فَلَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُونَ وَلَا يَأْذَنَّ فِي بُيُوتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُونَ أَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ أَنْ تُحْسِنُوا إِلَيْهِنَّ فِي كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ (ابن ماجه)

ہڈی سے مارو پھر اگر وہ تمہارا کہا ماننے لگیں تو تم بھی اُن پر (ناحق کے چھڈے رکھنے کے) پہلو نہ ڈھونڈتے پھرو بے شک تمہارا تمہاری عورتوں پر حق ہے اور تمہاری عورتوں کا بھی تم پر حق ہے تمہارا حق تو عورتوں پر یہ ہے کہ وہ اُن لوگوں کو گھروں میں آنے اور تمہارے فرش پر بیٹھنے کی اجازت نہ دیں جن کا تمھیں آنا اور عورتوں سے باتیں کرنا ناگوار گزرتا ہو اور عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ اُنھیں اچھا کھلاؤ اچھا پہناؤ ۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ أَمَرْتُ أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَلَوْ أَنَّ رَجُلًا أَمَرَ امْرَأَتَهُ أَنْ تَنْقُلَ مِنْ جَبَلٍ أَحْمَرَ إِلَى جَبَلٍ أَسْوَدَ وَمِنْ جَبَلٍ أَسْوَدَ إِلَى جَبَلٍ أَحْمَرَ لَكَانَ نَوْلُهَا أَنْ تَفْعَلَ ۔ (ابن ماجه)

ام المومنین حضرة عائشہ سے روایة ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورة کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے اور اگر مرد عورة کو حکم دے کہ لال پہاڑ کے پتھر کالے اور کالے پہاڑ کے پتھر لال کی طرف ڈھو کر لے جائے تو ایسا کرنا اُسے (ضروری ہے)[ف]

ف لال پہاڑ کے پتھر کالے اور کالے پہاڑ کے پتھر لال پہاڑ کی طرف ڈھونے سے مراد یہ ہے کہ اگرچہ خاوند اپنی بی بی کو کسی ایسے مشکل اور محال کام کی فرمایش کرے جو اُس کی طاقة سے باہر ہو تاہم اُس کی تعمیل میں اُسے بے حد کوشش کرنی چاہیے

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ تَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ ۔ (ابن ماجه)

ام المومنین بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو عورة اِس حالة میں مری کہ اُس کا شوہر اُس سے خوش تھا تو وہ ضرور جنت میں جائے گی ۔

عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ

معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب نبی کریم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُؤْذِي امْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ لَا تُؤْذِيْهِ قَاتَلَكِ اللّٰهُ فَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيْلٌ يُوْشِكُ أَنْ يُّفَارِقَكِ إِلَيْنَا ✦ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی عورة اپنے شوہر کو دنیا میں تکلیف دیتی ہے تو اُس کی بی بی حور عین کہتی ہے کہ خدا تجھے غارت کرے اِسے تکلیف مت دے یہ تو تیرے پاس مسافرانہ زندگی کرتا ہے قریب ہے کہ تجھ سے مفارقت کر کے ہم میں آملے ✦

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ فَقَالَتْ زَوْجِي صَفْوَانُ ابْنُ الْمُعَطَّلِ يَضْرِبُنِي إِذَا صَلَّيْتُ وَيُفَطِّرُنِي إِذَا صُمْتُ وَلَا يُصَلِّي الْفَجْرَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ قَالَ وَصَفْوَانُ عِنْدَهُ قَالَ فَسَأَلَهُ عَمَّا قَالَتْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَمَّا قَوْلُهَا يَضْرِبُنِي إِذَا صَلَّيْتُ فَإِنَّهَا تَقْرَأُ بِسُوْرَتَيْنِ وَقَدْ نَهَيْتُهَا قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَتْ سُوْرَةً وَّاحِدَةً لَكَفَتِ النَّاسَ قَالَ وَأَمَّا قَوْلُهَا يُفَطِّرُنِي إِذَا صُمْتُ فَإِنَّهَا تَنْطَلِقُ تَصُوْمُ وَأَنَا رَجُلٌ شَابٌّ لَا أَصْبِرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصُوْمُ امْرَأَةٌ

ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ ایک عورة جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ہم پیغمبر صاحب کے پاس موجود تھے عورة نے عرض کیا کہ میرا شوہر صفوان ابن المعطل مجھے مارتا ہے جب میں نماز پڑھتی ہوں اور افطار کرا دیتا ہے جب میں روزہ رکھتی ہوں اور خود ہے کہ سورج نکلنے تک فجر کی نماز نہیں پڑھتا راوی کا بیان ہے کہ صفوان اس وقت پیغمبر صاحب کے پاس موجود تھے پیغمبر صاحب نے اُن سے دریافت کیا تو عرض کیا یا رسول اللہ اس کا یہ کہنا کہ مجھے مارتا ہے جب میں نماز پڑھتی ہوں تو اصل یہ ہے کہ یہ عورة نماز میں دو دو سورتیں پڑھے چلی جاتی ہے یعنی قراءة دراز کرتی ہے اور میں اسے تطویل قراءة سے منع کر چکا ہوں پیغمبر صاحب نے فرمایا اگر نماز میں ایک سورة بھی پڑھی جائے گی تو وہ لوگوں کو کافی ہو جائے گی پھر صفوان نے کہا اور اس عورة کا یہ کہنا کہ وہ (یعنی میں) افطار کرا دیتا ہے جب میں روزہ رکھتی ہوں تو بات یہ ہے کہ جب یہ روزہ رکھتی ہے تو

ف ۱ اس سے نفلی روزے مراد ہیں ۱۲

إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا۔ وَأَمَّا قَوْلُهَا إِنِّي لَا أُصَلِّي حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِنَّا أَهْلُ بَيْتٍ قَدْ عُرِفَ لَنَا ذَاكَ لَا نَكَادُ نَسْتَيْقِظُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ قَالَ فَإِذَا اسْتَيْقَظْتَ يَا صَفْوَانُ فَصَلِّ ۔ (ابوداؤد ابن ماجہ)	(اس کے بعد صفوان نے کہا) اور اس عورۃ کا یہ کہنا کہ میں صبح کی نماز سورج کے نکلنے تک نہیں پڑھتا تو اس کا سبب یہ ہے کہ ہم لوگوں کی عادۃ ہی اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ راتوں کو کھیتی اور باغ میں پانی دینے کی وجہ سے سوتے نہیں اور جب تک سورج نہ نکل آئے جاگ سکتے نہیں پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ صفوان! تو جب جاگے نماز پڑھ لیا کرے۔
عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا يُقْبَلُ لَهُمْ صَلٰوةٌ وَلَا يَصْعَدُ لَهُمْ حَسَنَةٌ اَلْعَبْدُ الْآبِقُ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلٰى مَوَالِيهِ فَيَضَعَ يَدَهُ فِي أَيْدِيهِمْ وَالْمَرْأَةُ السَّاخِطُ عَلَيْهَا زَوْجُهَا وَالسَّكْرَانُ حَتّٰى يَصْحُوَ ۔ (بیہقی)	جابرؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ہیں جن کی نہ تو نماز ہی قبول ہوتی ہے نہ اُن کی کوئی نیکی ہی اوپر چڑھتی ہے ایک بھگوڑا غلام۔ یہاں تک کہ اپنے آقاؤں کے پاس واپس آجائے اور اپنا ہاتھ اُن کے ہاتھوں میں رکھ دے دوسرے وہ عورۃ جس سے اُس کا شوہر ناخوش ہو تیسرے مست آدمی جتّے کہ ہوش میں آجائے۔
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قِيلَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ قَالَ الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَلَا فِي مَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ ۔ (نسائی)	حضرۃ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کیا کہ عورتوں میں بہتر عورۃ کون سی ہے فرمایا وہ کہ جب مرد اُس کو دیکھے تو اُسے خوش اور شاداں کرے مرد حکم کرے تو اُس کا حکم بجالائے اور اپنی جان ومال میں اُس کی کسی ایسی بات میں مخالفۃ نہ کرے جو اُسے ناگوار گزرے۔
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ مَنْ أُعْطِيَهُنَّ فَقَدْ أُعْطِيَ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ قَلْبٌ	حضرۃ ابن عباس سے روایۃ ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چار چیز دیا گیا وہ دنیا و دین دونوں کی فلاح و خیر دیا گیا (۱) قلب شاکر

شَاكِرٌ وَّلِسَانٌ ذَاكِرٌ وَّبَدَنٌ عَلَى الْبَلَاءِ صَابِرٌ وَّزَوْجَةٌ لَّا تَبْغِيهِ خَوْنًا فِي نَفْسِهَا وَلَا فِي مَالِهٖ ⁂ (بیہقی)	(۲) زبانِ ذاکر (۳) جسمِ صابر یعنی بلاؤں پر (۴) عورۃ جو نہ تو اپنی ذات ہی میں شوہر کی خیانت کرنی چاہے اور نہ خاوند کے مال ہی میں ⁂

من المترجم - احادیثِ مذکورۂ بالا سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عورۃ پر خاوند کا بہت بڑا حق ہے اور ہونا بھی چاہیئے کیونکہ عورۃ حقیقۃً میں خاوند کی خدمۃ گزار ہے جیسا کہ اوپر ایک حدیث میں گزر چکا کہ اگر خدا کے سوا اور کو سجدہ کرنا درست ہوتا تو عورتوں کو حکم دیا جاتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں۔ جہاں خاوندوں کے عورتوں پر اور حقوق ہیں وہاں یہ بھی ہیں کہ عورۃ گھر میں بیٹھی رہے خاوند کے بے حکم باہر نہ جائے۔ دریچے پر نہ آئے۔ چھت پر نہ چڑھے۔ پڑوسنوں سے زیادہ باتیں نہ کرے۔ اور بلا ضرورۃ اُن کے گھروں میں آمد و رفت نہ رکھے۔ اپنے شوہر کی خیر خواہی اور بھلائی میں ساری ہمت خرچ کرے۔ خلوت میں جو اُس میں اور خاوند میں بے تکلفی ہوتی ہے کسی سے بیان نہ کرے۔ ہر کام میں خاوند کے مقصود اور خوشی کو مدِ نظر رکھے۔ خاوند کے مال میں خیانۃ نہ کرے۔ خاوند پر مہربانی رکھے۔ جب خاوند کا کوئی دوست دروازہ کھٹکھٹائے تو اس طرح جواب دے کہ خود پہچان نہ پڑے اور یہ معلوم نہ ہو کہ صاحبِ خانہ کی بی بی بول رہی ہے۔ خاوند کے دوستوں سے پردہ کرے تاکہ وہ اسے پہچانیں نہیں۔ جس قدر میسر ہو اُسی پر خاوند کے ساتھ قناعت کرے زیادہ طلبی کا خیال تک نہ کرے۔ خاوند کا وقر اپنے عزیزوں سے حتّٰے کہ اپنے والدین سے بھی زیادہ کرے۔ اپنے تئیں ہمیشہ صاف و ستھرا رکھنے کی کوشش کرے۔ جو کام اپنے ہاتھ سے کر سکتی ہے اُس کو انجام پونہچانے میں دریغ نہ کرے۔ خاوند کے سامنے اپنی خوب صورتی اور حُسن و جمال پر فخر نہ کرے۔ اُس کے احسان کی ناشکری نہ کرے۔ یہ کبھی نہ کہے کہ تو نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا۔ جنابِ پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دوزخ کو دیکھا تو اُس میں سب سے زیادہ عورتیں پائیں۔ اِس کا سبب پوچھا۔ معلوم ہوا کہ اپنے خاوندوں کو لعن طعن اور اُن کی ناشکری اور ناحق شناسی کرنے کی وجہ سے ان کا یہ حال ہے ⁂

خلاصہ یہ ہے کہ میاں بی بی کی معاشرت کے بارے میں عام قاعدوں کے ٹھیرانے کی ضرورۃ نہیں اور ممکن بھی نہیں۔ لوگوں کے مزاج اور مذاق اِس قدر مختلف ہیں کہ ہر ایک کا طرزِ معاشرت اپنے خاص طور کا ہوتا ہے۔ عام صلاح جو عورتوں کو دی جا سکتی ہے یہ ہے کہ ہر ایک عورۃ اپنے شوہر کی رضا جوئی کو ہمہ وقت اپنا فرض مقدم سمجھے اور اُس کو ناخوش ہونے کا موقع نہ دے۔ مگر اِس کے لیے صبر و تحمل اور نفس کشی اور مزاج شناسی کی ضرورۃ ہے تو ان صفتوں کو اپنے میں پیدا کرے یہاں تک کہ طبیعۃِ ثانیہ ہو جائے اور خانہ داری میں امن اور سکون اور عافیۃ اور سچی محبت کی حکومت ہو ⁂

پردہ

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۪ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (النور ع ۳ پارہ ۱۸)

(اے پیغمبر) مسلمانوں سے کہو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اِس میں اُن کی زیادہ صفائی ہے (لوگ) جو کچھ بھی کیا کرتے ہیں اللہ کو (سب) خبر ہے اور (اے پیغمبر) مسلمان عورتوں سے کہو کہ (وہ بھی) اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت (کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیں مگر جو اُس میں سے (چار و ناچار) کھلا رہتا ہی (تو اُس کا ظاہر ہونے دینا مضایقے کی بات نہیں ف۱) اور اپنے سینوں پر دوپٹوں کے بُکّل ف۲ مارے رہیں اور اپنی زینت (کے مقامات) کو (کسی پر) ظاہر ہونے دیں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر یا اپنے خاوند کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہر کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھتیجوں پر یا اپنے بھانجوں پر یا اپنی (یعنی اپنے میل جول کی) عورتوں پر یا اپنے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈی غلاموں) پر یا گھر کے لگے ہوئے (ایسے) خدمتیوں پر کہ مرد تو ہیں (مگر عورتوں سے کچھ) غرض (و) مطلب نہیں رکھتے (جیسے خواجہ سرا یا بڈھے پھوس) یا لڑکوں پر جو عورتوں کے پردے (کی بات) سے آگاہ نہیں اور (چلنے میں) اپنے پاؤں ایسے زور سے نہ رکھیں کہ (لوگوں کو) اُن کے اندرونی زیور کی خبر ہو اور مسلمانو! تم سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ تم (آخرکار) فلاح پاؤ ٭

ف۱ مفسروں نے مَا ظَہَرَ مِنْہَا کی کئی توجیہیں کی ہیں کوئی کہتا ہی مُونہ کی ٹکیا اور ہاتھ کوئی کہتا ہی کپڑا کوئی کہتا ہے زیور جیسے انگوٹھی چھلّا یا مہندی وغیرہ ہم نے زینت کے مقامات اختیار کر لیا لیکن اصل بات یہ ہے کہ ہر ایک کے لے ماظہر کا معیار جداگانہ ہی ہر ایک عورۃ آپ اپنے لیے تجویز کرے کہ پاس شرم و حیا کے ساتھ دنیا کے کاروبار کے لیے اُس کو کون سی چیز بجبوری کھلی رکھنی ضرور ہو ۱۲ ف۲ عورتیں دوپٹہ اوڑھتے وقت اُس کا ایک پلّہ ایک طرف سے دوسری طرف کو پس پشت ڈال لیا کرتی ہیں اِس ہیئت کو بُکّل کہتے ہیں ۱۲

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ۭ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاۗءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ۭ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاۗءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ۭ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (پارہ ۱۸ النور ع ۸)

مسلمانو! تمہارے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈی غلام) اور تم میں سے جو (حدِ) بلوغ کو نہیں پہنچے تین وقتوں میں تمہارے پاس آنے کی تم سے اجازت لے لیا کریں (ایک تو) نمازِ صبح سے پہلے اور (دوسرے) جب تم دوپہر کو (سونے کے لیے معمول کے مطابق) کپڑے اتار دیا کرتے ہو اور (تیسرے) نمازِ عشاء کے بعد، یہ تین وقت تمہارے پردے کے وقت ہیں ان (اوقات) کے سوا (تو بے اذن آنے دینے میں) تم پر کچھ گناہ اور (بے اذن چلے آنے میں) اُن پر کچھ گناہ (نہیں) کیونکہ وہ اکثر تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں (اور) تم میں سے بعض کو (یعنی لونڈی غلاموں کو) بعض (یعنی تمہارے) پاس آنے جانے کی ضرورت لگی ہی رہتی ہے (تو بار بار اذن مانگنے میں تم لوگوں کو بڑی تکلیف ہوگی) یوں اللہ (اپنے) احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے اور (مسلمانو!) جب تمہارے لڑکے (حدِ) بلوغ کو پہنچیں تو جس طرح ان سے اگلے (یعنی ان سے بڑی عمر کے گھروں میں آنے کے لیے) اذن مانگا کرتے ہیں (اسی طرح) ان کو بھی اذن مانگنا چاہیے یوں اللہ اپنے احکام تم سے کھول کھول بیان کرتا ہے اور اللہ بینا و الا حکمت والا ہے اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی امید (باقی) نہیں (رہی) اگر اپنے کپڑے (چادر وغیرہ) اتار رکھا کریں تو اس میں ان پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ ان کو (اپنا) بناؤ دکھانا منظور نہ ہو اور اگر اس کی بھی احتیاط رکھیں تو ان کے حق میں بہتر ہے اور اللہ (سب) کی سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے ۔

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا

اور (اے پیغمبر کی بیبیو!) اپنے گھروں میں جمی (بیٹھی) رہو اور اگلے زمانۂ جاہلیت کے (سے) بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو (اے پیغمبر کے) گھر والو!

يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۞ (احزاب ع۴ سہ پارہ ۲۲)	خدا کو تو بس یہی منظور ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) گندگی کو دور کرے اور تم کو ایسا پاک صاف بنائے جیسا پاک صاف بنانے کا حق ہے ۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ ۖ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ۚ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۚ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيمًا ۞ (احزاب ع۷ پارہ ۲۲)	مسلمانو! پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر یہ کہ تم کو کھانے کے لیے (آنے کی) اجازت دی جائے (تو اس صورت میں ایسا وقت تاک کر جاؤ) کہ تم کو کھانے کے تیار ہونے کا انتظار نہ کرنا پڑے مگر جب تم کو بلایا جائے تو (عین وقت پر) جاؤ اور جب کھا چکو تو آپ آپ کو چل دو اور باتوں میں نہ لگ جاؤ۔ اس سے پیغمبر کو ایذا ہوتی تھی اور وہ تمہارا لحاظ کرتے تھے اور اللہ تو حق (بات کے کہنے) میں (کسی کا کچھ) لحاظ کرتا نہیں اور جب پیغمبر کی بیبیوں سے تمھیں کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کے باہر (کھڑے رہ کر) اُن سے مانگو اس سے تمہارے دل (اُن کی طرف سے) خوب پاک (صاف) رہیں گے اور (اسی طرح) اُن کے دل (بھی) اور تم کو (کسی طرح) شایاں نہیں کہ رسولِ خدا کو ایذا دو اور نہ یہ (بات شایاں ہے) کہ اُن کے بعد کبھی اُن کی بیبیوں سے نکاح کرو خدا کے نزدیک یہ بڑی (بے جا) بات ہے ۔
لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ وَلَا إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ أَخَوَاتِهِنَّ وَلَا نِسَائِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ ۗ وَاتَّقِينَ اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۞ (احزاب ع۷ پارہ ۲۲)	پیغمبر کی بیبیوں پر اپنے باپوں (کے سامنے ہونے) میں کچھ گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں کے اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے بھانجوں کے اور نہ اپنی (قسم کی) عورتوں کے اور نہ ہاتھ کے مال (یعنی لونڈیوں) کے (سامنے ہونے میں اُن پر کچھ گناہ ہے) اور اے پیغمبر کی بیبیو! غیروں کے سامنے ہونے میں اللہ سے ڈرتی رہو بے شک اللہ ہر چیز کا شاہد (حال) ہے ۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○	اے پیغمبر اپنی بیبیوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہدو کہ اپنی چادروں کے گھونگھٹ نکال لیا کریں - اس سے غالباً یہ الگ پہچان پڑیں گی (کہ نیک بخت ہیں) اور کوئی چھیڑے گا نہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۱
عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الْمَرْأَةِ فِيْ بَيْتِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِيْ حُجْرَتِهَا وَصَلَاتُهَا فِيْ مَخْدَعِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِيْ بَيْتِهَا ◆ (ابو داؤد)	حضرۃ ابن مسعود رض کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کا گھر کے اندر نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے بہت بہتر ہے اور اُس کا ۃ خانے میں نماز پڑھنا گھر کے اندر نماز پڑھنے سے بہت افضل ہے ◆
عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ وَّاِنَّ الْمَرْأَةَ اِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا ◆ (ترمذی - ابوداؤد - نسائی)	ابو موسیٰ رض کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آنکھ (نظر بد یا شہوۃ سے کسی اجنبی مرد یا عورۃ کو دیکھتی ہے) وہ زانیہ ہے اور عورۃ خوشبو مل کر جب کسی مجلس پر گزرتی ہے تو وہ بھی ایسی ویسی (یعنی زانیہ) ہے ◆
عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَقْبَلَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ	اُمّ المومنین ام سلمہ سے روایت ہے کہ وہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اتنے میں ابن ام مکتوم (جو ایک جلیل القدر نابینا صحابی تھے) آئے اور سیدھے

(سورۂ احزاب ۷)

ف۱ پیغمبر صاحب کے عہد میں مدینے کی ایسی حالۃ تھی جیسے ہمارے ہاں دیہات کی - گھروں میں بیت الخلا بھی نہ تھے شریف زادیاں رفع حاجت کے لیے جھٹ پٹے کا وقت دیکھ کر آبادی کے باہر چلی جاتی تھیں اور بدوضع لوگ کسی کو آتے جاتے دیکھ پاتے تو اُس کو چھیڑ بیٹھتے اور اُن کو اُلاہنا دیا جاتا تو جواب دیتے کہ ہم نے لونڈی سمجھا تھا اس طرح کی چھیڑ چھاڑ کے انسداد کے لیے شروع میں یہ حکم دیا گیا کہ شریف زادیاں گھونگھٹ نکال کر جایا کریں پھر تو اسلام کی ترقی کے ساتھ مدینہ بڑا شہر ہو گیا لوگوں نے گھروں میں بیت الخلاء بنا لیے اور مستورات کو قضائے حاجت کے لیے بستی کے باہر جانے کی ضرورۃ باقی نہ رہی ۱۲

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجِبَا مِنْهُ فَقَالَتَا يَا رَسُوْلَ اللهِ أَلَيْسَ هُوَ أَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ (ترمذی، ابو داؤد)

صلی اللہ علیہ وسلم نے (ام المؤمنین ام سلمہ اور ام المؤمنین میمونہ کی طرف کہ یہ بھی وہیں موجود تھیں روئے سخن کرکے) فرمایا کہ تم دونوں ان سے پردہ میں ہو جاؤ (ام المؤمنین ام سلمہ کہتی ہیں) ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ابن ام مکتوم نابینا نہیں کہ ہمیں نہیں دیکھ سکتے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تو اندھی نہیں ہو کیا تم اسے نہیں دیکھتیں۔

عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَوْ أَدْرَكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ فَقُلْتُ لِعَمْرَةَ أَوَ مُنِعْنَ قَالَتْ نَعَمْ (بخاری)

عمرہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے فرمایا جو باتیں اب عورتوں نے ایجاد کی ہیں اور جو ان کی حالت اس وقت ہے اگر بنابر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھ پاتے تو انہیں مسجدوں میں نماز جماعت کے لیے حاضر ہونے سے منع کردیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتیں منع کردی گئی تھیں یحییٰ بن سعید حدیث کا راوی کہتا ہے میں نے عمرہ سے کہا کیا وہ عورتیں واقع میں منع کردی

من المترجم ۔ زن و شو کے تعلقات کو خدا نے قرآن میں اور خدا کے رسول نے حدیث میں ایسا صاف کردیا ہے کہ ان کی بابت کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں بات بات میں دونوں کے حقوق اور فرائض کی حد باندھ دی ہے صاف غیر مشتبہ کہ اگر مرد و عورت اپنی اپنی حدوں میں رہیں تو مسلمانوں کی خانہ داریاں لطف اور عافیت سے ہوں ہرچند اکثر مسلمان کسی امر میں خدا اور رسول کے حکموں کی پوری پوری تعمیل نہیں کرتے۔ ازانجملہ خانہ داری میں بھی تاہم ادھوری اور ناقص تعمیل پر بھی مسلمانوں کی خانہ داریاں جہاں تک ہم کو معلوم ہے کسی قوم کی خانہ داریوں سے کسی طرح لطف و عافیت میں کم نہیں اور یوں تو برتن بھی ایک جگہ رکھے رکھے کبھی نہ کبھی ایک دوسرے سے ٹکرا اٹھتے ہیں تو اس کو عداوت نہیں کہتے۔ اسلامی شریعت کو جاری ہوئے سوا تیرہ سو برس ہونے کو آئے مسلمانوں کی لاکھوں کروڑوں خانہ داریاں اچھی خاصی طرح چلی جارہی ہیں نہ غل ہے نہ شور ہے نہ جھگڑے ہیں نہ ٹنٹے ہیں مگر

ع من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم * کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد * انگریزوں کی دیکھا دیکھی ہمارے وقتوں کے انگریزی خواں مسلمانوں نے بیٹھے بٹھائے چلتی گاڑی میں روڑے اٹکانے شروع کیے ہیں بچپن سے سنتے آئے ہیں کہ اَلنَّاسُ عَلٰى دِيْنِ مُلُوْكِهِمْ تو اپنے جی میں کہا کرتے تھے کہ انگریزوں کی حکمرانی کا تو محصول ہے عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود۔ ان کے وقت میں مسلمان کیسے عیسائی مذہب اختیار کریں گے یعنی اَلنَّاسُ عَلٰى دِيْنِ مُلُوْكِهِمْ کا کلیہ غلط ہے لیکن باوجودیکہ انگریزوں کی طرف سے جبر نہیں، زبردستی نہیں جوں جوں انگریزی تعلیم اشاعت پاتی گئی مسلمان ہیں کہ طرح طرح سے اسلام پر منہ آنے لگے۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن کی ترتیب

لہ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوا کرتے ہیں ۱۲

اصلاح طلب ہے۔ مکّی آیتیں جن میں صرف معتقدات ہیں وہ تو واجب العمل ہیں۔ مدنی جو انتظام دنیا کے بارے میں ہیں چونکہ زمانہ بدل گیا ہے ہماری حالت کے مناسب نہیں اور اسی لیے اُن پر کاربند ہونا ضرور نہیں۔ دوسرے صاحب کی رائے ہے کہ مسلمانوں کو اُن کے قانونِ میراث نے برباد کیا ہے۔ اب بھی اگر کسی کے کئی بیٹے ہوں اور انگریزوں کی طرح بڑا بیٹا باپ کے کل ترکے کا مالک قرار دیا جائے تو یہ سنبھل جائیں اور خاندان کی ساکھ قائم رہے۔ اسی طرح اسلامی شریعت کی کتنی باتیں ہیں جو لوگوں کی نظروں میں کھٹکتی ہیں اور اُن پر اعتراضوں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔ ازانجملہ زن و شو کا معاملہ بھی ہے۔ یہ لوگ سرے سے یہاں کی عورتوں ہی کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ کوئی تعلیم یافتہ بھلا آدمی ان کے ساتھ زناشوئی کا تعلق پیدا کرے مصرع روح را صحبتِ ناجنس عذابیست الیم۔ پھر زناشوئی کے تعلق کے پیدا کرنے کا جو طریقہ ہے وہ ان کے نزدیک خود تعلق سے بھی زیادہ مکروہ اور قابل نفرت ہے۔ وہ جو کہتے ہیں طویلے کی بلا بندر کے سر اعتراضات کا سارا نچوڑ پردے پر ہے انگریزوں میں عورتوں کے پردے کا رواج نہیں۔ اور ان کی عورتیں کنواری اور بیاہی مردوں سے بے تکلف ملتی جلتی ہیں تو ان میں زناشوئی کا تعلق دیکھ بھال کر ہوتا ہے اور دیکھ بھال بھی نظر سے گزرے نہیں بلکہ نکاح سے پہلے مدّت تک دونوں میں ایسا گہرا اور گاڑھا گاہ و بیگاہ اختلاط رہتا ہے کہ ہمارے ہاں برسوں کے بیاہے ہوئے بھی ایسی آزادی نہیں برت سکتے اور یہ ابھی ان کے ہاں کی منگنی ہے۔ ہمارے ہاں اختلاط کا تو کیا مذکور ہے۔ شرفا میں بیٹے والوں کی طرف کی کوئی عورت کنواری لڑکی کا پرچھانواں بھی دیکھنا چاہے تو نہیں دیکھ سکتی۔ پردے کی مخالفت کا اصلی باعث تو ہے اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِهِمْ کیسے اور برادری کے ڈر سے کھلم کھلا گرجے میں جا کر اصطباغ لے نہیں سکتے اور کچھ نہیں بن پڑتا تو مسلمانوں کی ہر ایک بات میں جا و بیجا نکتہ چینیاں کیا کرتے ہیں۔ "جاٹ بے جاٹ تیرے سر پر کھاٹ ہو تو" اور "مغل بے مغل تیرے سر پر کولھو ہو تو" بھیڑیا اپنی اصلی صورت میں آئے تو چرواہا لٹھ کے زور سے بھی اپنے ریوڑ کی حفاظت کر سکتا ہے۔ جواب ترکی بہ ترکی غضب یہ ہے کہ بھیڑ بن کر آتے اور بہکا پھسلا کر بھیڑوں کو تتر بتر کرتے ہیں۔ پہلی تدبیر یہ ہے کہ پردے کے نقصان دکھائے جاتے ہیں اور "ہر عیب کہ سلطان بہ پسندد ہنر است" بے پردگی کے فائدے۔ کہ پردے کی وجہ سے عورتیں اپنے حقِ واجب تفریح اور تعلیم سے محروم ہیں۔ پردہ ایک قسم کی قید ہے مادام الحیاۃ۔ پردے کی قید نے عورتوں کو کمزور ناتواں کر دیا ہے اور ان کی کمزوری اور ناتوانی کا اثر بد نسلوں پر پڑ رہا ہے۔ پردہ اس بات کی دلیل ہے کہ مردوں کو عورتوں کا اعتبار نہیں۔ آدمی مرد ہو یا عورت بالطبع آزاد پیدا کیا گیا ہے اور جب اس کی آزادی کو جبراً روکا جاتا ہے تو وہ مکر اور فریب اور دھوکے سے آزادی کو عمل میں لاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ لونڈی غلام ذلیل خصلتیں اختیار کر لیتے ہیں اور اسی لیے انگریزوں نے لونڈی غلام بنانے کو قتلِ نفس سے دوسرے درجے پر جرم قرار دیا ہے یعنی جتنے عیب ہماری عورتوں پر تھوپے جاتے ہیں (۱) ان کیدکن عظیم (۲) اگر نیک بودے سرانجام زن زنان را مزن نام بودے نہ زن (۳) اسپ و زن و شمشیر وفادار کہ دید۔ سب پردے کی بدولت۔ غرض پردے کے مخالفوں کے نزدیک مسلمانوں کی قوم کا افلاس۔ ان کی تباہی۔ ان کی بربادی ان کی ذلت۔ ان کی

جہالت۔ اُن کا تنزّل جتنی بھی خرابیاں ہیں پردے کے نتیجے ہیں۔ اعتراضات کرتے تو کر بیٹھے مگر ع
کہ عشق آساں نمود اوّل و لے افتاد مشکلہا ٭ دشواری یہ پیش آئی کہ پردے کی مخالفت کے ساتھ مسلمان ہونے
کے بھی لمبے چوڑے دعوے ہیں ع اے طبل بلند بانگ در باطن ہیچ ٭ اور قرآن ہے کہ صاف لفظوں میں حکماً
پردے کی حمایت کرتا ہے حامیانِ پردہ اور مخالفانِ پردہ کا اختلاف ناگوار درجے کو پہنچ گیا ہے۔ اور ہمارے
نزدیک پردے کے مطلب کو ہر دو فریق میں سے ایک نے بھی نہیں سمجھا۔ اور یہی وجہ دونوں طرف افراط و تفریط کی
ہے۔ بات یہ ہے کہ پردہ خود مقصود بالذات نہیں۔ اصل میں مقصود بالذات ہے عصمۃ و عفۃ کی حفاظت اور پردہ
اُس کی تدبیر ہے اور یہ عفۃ و عصمۃ مرد و عورۃ دونوں سے مطلوب ہے۔ اور اُس کا حفظ بھی دونوں کے کرنے
سے ہوتا ہے اور چونکہ عورۃ مرد کے مقابلے میں کمزور پیدا کی گئی ہے اور جسمانی کمزوری کے علاوہ ناقص العقل بھی
ہے اُسی پر حفظِ عصمۃ کی زیادہ تاکید بھی ہے۔ عنوانِ پردہ کے ذیل میں وہ لمبی آیۃ دیکھو قل للمؤمنین یغضوا
من ابصارھم الخ مسلمان مردوں کو اتنا ہی حکم ہے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظۃ
کریں۔ اس میں اُن کی زیادہ صفائی ہے اور مسلمان عورتوں کے لیے یہ بھی ارشاد ہے کہ قل للمؤمنٰت یغضضن
من ابصارھن و یحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا الخ یعنی اے پیغمبر! مسلمان عورتوں سے
کہو کہ (وہ بھی) اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظۃ کریں اور اپنی زینت (کے مقامات) کو
ظاہر نہ ہونے دیں مگر جو اُس میں سے (چار و ناچار) کھلا رہتا ہے (تو اُس کا ظاہر ہونے دینا مضایقے کی بات نہیں)"
عورتوں پر اُن کی جسمانی کمزوری اور نقصانِ عقل کے علاوہ پردے کی زیادہ تاکید کرنے کا ایک سبب اور بھی
ہے کہ مردوں کو خلقی توانائی کی وجہ سے تحصیل معاش کے لیے دنیا کے مشکل اور بہت کام کرنے پڑتے ہیں
اور چونکہ اِن کو دنیا کے نشیب فراز سے اکثر سابقہ پڑتا رہتا ہے اِسی سے اُن کی عقلیں نیز اُن کی ہمتیں
قوی ہوتی ہیں۔ عورتوں کا تو بس یہی کام ہے کہ مرد جو کچھ کما کر لائیں یہ اُس کو انتظام اور سلیقے سے اُٹھائیں
گھر کو سنبھالیں بچوں کو پالیں۔ جسمانی اور دماغی محنتوں کو کوئی مردوں سے کچھ دل سے پوچھے کہ ایک معاش
کے پیچھے خون اور پسینا ایک کرنا پڑتا ہے ؎ شب تاریک بیم موج و گردابے چنیں ہائل ٭ کجا دانند حال ما
سبکساران ساحلہا ٭ پردے کے مخالفوں نے تو یہ سمجھ رکھا ہے کہ مرد در اصل عورتوں کے دشمن ہیں اور انھوں
نے ظلماً عورتوں کو پردے پر مجبور کیا ہے حالانکہ حقیقۃِ واقعی یہ ہے کہ مرد و عورۃ کا تعلق پیار اخلاص سے
شروع ہوتا پیار اخلاص کے ساتھ جاری رہتا اور پیار اخلاص ہی پر ختم ہوتا ہے۔ مرد اور عورۃ کی بناوٹ ہی
اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ ایک دوسرے سے انس و محبت کریں۔ شروع میں عورۃ ماں ہوتی ہے اور مرد
اُس کی اولاد ماں کی مامتا کو سب جانتے اور سب مانتے ہیں۔ رہی اولاد تو ماں اولاد کے لیے سرچشمۂ زندگی
ہے۔ یعنی ایک وقتِ خاص تک کہ یہ مرد کی زندگی کا پہلا درجہ ہے۔ ماں اور اولاد ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے پر
مجبول و مجبور ہیں۔ پھر مرد کی عمر کے اِسی درجے میں یا اِس کے متعاقب اکثر بھائی بہنوں کا تعلق ہوتا ہے وہ

بھی اَور کچھ نہ سہی تو ایک جگہ کا رہنا سہنا ماں باپ کی محبت میں ساجھے کا ہونا الفت کے لیے کفایت کرتا ہے
غرض ماں اور اولاد کے تعلق کے علاوہ مرد اور عورۃ کے تعلق کی ایک شانِ اُخوّۃ ہے اور وہ بھی مبنی ہی محبت پر طفولیت
کے درجوں سے گزر کر پھر جو مَرد و عورۃ میں تعلق ہوتا ہے وہ زناشوئی کا تعلق ہے اور کچھ شک نہیں کہ زناشوئی
کا تعلق بھی پیار اور محبت کا تعلق ہے - اس صورۃ میں یہ خیال کرنا کہ مَرد در اصل عورتوں کے دشمن ہیں اور
انھوں نے ظلماً عورتوں کو پردے پر مجبور کیا ہے. ایک لغو خیال ہے اور مَرد اور عورۃ کی فطرۃ اس کی تکذیب
کرتی ہے - آدمی کچھ اس طرح کا خود غرض مخلوق ہے کہ بے مطلب یہ کسی کا بھی آشنا نہیں یہاں تک کہ خدا کا بھی
پس جس کسی سے اس کو محبت کرتے دیکھو سمجھ لو کہ محبت میں جلبِ منفعت یا دفعِ مضرت مُضمَر ہے - جب انسان
کی محبت کا مدار غرض پر ٹھیرا تو جہاں غرض قوی متجدّد اور دیرپا ہو گی محبت بھی قوی متجدّد اور دیرپا ہو گی اور یہی بات
آدمی کے تعلقات میں دیکھی بھی جاتی ہے کہ بیاہ ہے پیچھے جورو خصم دونوں سب سے ٹوٹ کر اپنی خانہ داری الگ
کر لیتے ہیں - وہ سمجھ جاتے ہیں کہ دنیا ایک چھکڑا ہے اور یہ دونوں دو بیلوں کی جگہ اس میں جوت دیئے گئے
ہیں اور چھکڑا ان کو قبر کی منزل تک کھینچ لے جاتا ہے - گاڑی بانوں کا قاعدہ ہے کہ جوڑی میں جو بیل مٹّھا
ہوتا ہے اُسے دائیں طرف جوتتے ہیں اور چُست و چالاک کو بائیں طرف - اور یہ غالباً اس لیے کہ داہنے ہاتھ سے
ہانکنا ہوتا ہے مٹّھا ہانکنے سے اپنی جوڑی کے ساتھ ساتھ چل سکے گا - میاں بی بی واقع میں بیل نہیں ہیں ہم نے
مثال کے لیے اُن کو بیل بنا لیا ہے - اچّھا تو جب مَرد و عورۃ دنیا کے چھکڑے میں جوتے گئے اور دونوں تھے
ایک دوسرے کے حال سے واقف ایک دوسرے سے مانوس انھوں نے آپ تجویز کیا کہ کَون داہنے رہے اور کَون
بائیں - عورۃ تھی خلقۃً کمزور اور کمزوری کی وجہ سے مٹّھی اس کو داہنی طرف رکھا یعنی تحصیل معاش کے مشکل مشکل
کام مَرد نے لیے اور خانہ داری کے ہلکے ہلکے عورۃ کو دیئے مگر عورۃ خانہ داری کو قوانینِ ملکی کی تعمیل کے
بدون اچھّی طرح سنبھال نہیں سکتی ناچار اُس کو پتّہ مار کر گھر میں بیٹھنا پڑا - یہ ہی پردے کی اصل جا ہو اس کو مَردوں کا
ظلم سمجھو یا عورتوں کا ضعف - مگر مَردوں کا ظلم سمجھنا بجائے خود مَردوں پر ظلم ہے - مدعی سُست گواہ چست گدھے
کو دیا نمک اُس نے کہا میری آنکھیں پھوٹیں - پھر بڑی بات یہ ہے کہ ناموس مَرد کی امانت ہو عورۃ اُس کی
امانت دار اور مہر اور زبان و نفقہ امانت کا معاوضہ - پس عورۃ کا فرض ہے کہ مَرد کی امانت کی پوری پوری حفاظت
کرے اور وہ بے پردے کے ممکن نہیں تو ہم نہیں کہتے مگر لائق اطمینان مشکل تو ضرور ہے - مال کی حفاظت
کے لیے کیا کچھ کرنا پڑتا ہے زمین میں گاڑتے دوہرے دوہرے چینی کے تالے لگاتے اوپر سے پہرہ چوکی بٹھاتے
آبرو مال سے کہیں زیادہ عزیز چیز ہے اس پر بہت سے غیرتمند لوگ جانیں قربان کر دیتے ہیں ایک پردے سے اس کی
قابلِ اطمینان حفاظت ہو سکے تو کیوں نہ کی جائے مانا کہ خود عورۃ ناموس کی بڑی محافظ ہے مگر بے پردگی
سے "سرو و بستاں یاد دہانیدن" - "دیوانہ را ہوئے بس است" گرنا ضرور نہیں تو احتیاط کے خلاف ضرور ہے پردے
کے مخالف یہ چاہیں کہ پردہ اُٹھا کر عورتوں کو مَردوں کی برابری میں لے آئیں تو موُنہ دھو رکھیں [illegible]

لَنْ تَفْعَلُوْا عورتوں کے فطری نقصانات کو کیسے پورا کرسکیں گے۔ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَحْوِیْلًا۔ یورپ میں عورتوں کے پردے کا دستور نہیں تو وہیں کی عورتوں نے کون سی گڑھی فتح کر لی ہے۔ ہم نے تو یہی دیکھا ہے کہ بڑے بڑے حاکم اپنی بیبیوں کو دورے میں ساتھ لیے پھرتے ہیں۔ بڑی دھوم سے اُن کو دعوتیں دی جاتی ہیں۔ اُن کے کارنامے بیان کیے جاتے ہیں صاحب کو خوش کرنے کے لیے میم صاحب کا ذکرِ خیر بھی ضرور ہوتا ہے۔ جواب میں صاحب بہادر بھی خوشنودی کا اظہار فرماتے ہیں۔ یہ سب کارروائی انگریزی میں ہوتی ہے میم صاحب بھی اپنی زبان سے دو کلمے فرما دیتی ہیں تو لوگ مارے خوشی کے جامے میں پھولے نہ سماتے مگر اتنی جرأت کہاں وہی اَوَمَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَۃِ وَھُوَ فِی الْخِصَامِ غَیْرُ مُبِیْنٍ ناچار صاحب ہی کو تکلیف کرنی پڑتی ہے۔ بے شک ان میں شاذ و نادر والنادر کالمعدوم بعض عورتیں مصنف بھی ہیں۔ سو ان کی تصنیفات ایشیائی شاعری کی طرح اکثر عشقیہ ناول ہوتے ہیں۔ اِن کی تو ہم کچھ قدر کرتے نہیں ہاں معدودے چند بڑی بولنے والیاں بھی ہیں تو اذاں دینے والی مرغیاں کبھی ہمارے دڑبوں میں سے بھی نکل آتی ہیں۔ بحث کرنے پر آؤ تو جتنے نقصانات پردے کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں ایک ایک کا جواب دنداں شکن موجود ہے۔ مثلاً عورتوں کی ناتوانی اور کمزوری۔ تو ناتوانی اور کمزوری کو کل جہان کی عورتوں نے حسن کی ادا قرار دے رکھا ہے اس واسطے کہ ان کی خلقت ہے كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ إِلٰى أَصْلِهٖ۔ یورپ کی عورتیں باہر چلنے پھرنے کودنے پھاندنے سے جو توانائی بہم پہنچاتی ہیں کمر کو کس کس کر سب ضائع کر دیتی ہیں۔ مخالفینِ پردہ کو حُبُّکَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ۔ یورپ کی آنکھ کا ٹینٹ تو سوجھ نہیں پڑتا کالا لوگ کو ناخنے کا اُلاہنا دیتے ہیں۔ اِس کو ہم بھی مانتے ہیں کہ قرآن اور حدیث اور تاریخ سے جتنے پردے کا پتہ چلتا ہے ہندوستان کے رسم و رواج نے اِس میں بہت زیادتی اور سختی کر دی ہے مگر زیادتی اور سختی کر دی ہے تو ہم لوگوں کے دلوں کے کھوٹ نظر کی چوریاں زیادتی اور سختی کی متقاضی ہیں یعنی مروّجہ پردہ بدعت بھی ہے تو بدعتِ حسنہ ہے ۵۰ در محفل خود راہ مدہ ہمچو منے را ؛ آزردہ دل آزردہ کند انجمنے را

اِس سختی پر تو یہ حال ہے اپنا گھٹنا کھولنا اور آپ ہی لاجوں مرنا عورتوں کی نسبت ایک کہاوت کہی جاتی ہے گھونگھٹ میں لہر بہر ڈولی میں سارا شہر برقعے میں خدا کا قہر۔ مرد یوں بدنام ہیں کہ رانڈیں تو ٹھیر بیٹھیں رنڈوے بھی بیٹھنے دیں۔ شرعی پردے کی پوچھو تو قرآن کی آیتوں اور حدیثوں کے جمع کرنے سے وہی نتیجہ نکلتا ہے کہ پردہ مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود بالذات ہے حفظِ عصمت اور پردہ اُس کی تدبیر ہے اور بس کیونکہ جب جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کفارِ مکہ کے ہاتھوں سے تنگ آکر مدینے تشریف لے آئے تو اُن دنوں مدینہ قصبہ بھی نہیں ایک گاؤں تھا اور اِس کا نام مدینہ بھی حضرت کا رکھا ہوا ہے ورنہ اِس کا اصلی نام تھا یثرب چنانچہ قرآن میں بھی مدینے کو یثرب ہی فرمایا ہے۔ یثرب کے معنی عربی میں ہیں "اُجڑے خراب ہوئے" پیغمبر صاحب کو بُرے ناموں سے بھی نفرت۔ آپ نے اِس کا نام مدینہ رکھا تب سے یہی نام پڑ گیا جس کے معنی ہیں شہر۔ یثرب کی

۵۱ (اے پیغمبر) تم خدا کے قاعدے کو ہرگز بدلتا ہوا نہ پاؤ گے اور نہ خدا کے قاعدے کو ہرگز ٹلتا ہوا پاؤ گے ۱۲ ۵۲ کیا (بیٹی ذات) جو زیور میں نشو و نما پائے اور کوئی جھگڑا آپڑے تو جھگڑے کے وقت (اچھی طرح) اظہار (مطلب) نہ کر سکے (وہ خدا کی شان کے زیبا ہے؟) ۱۲ ۵۳ ہر چیز اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔ ۱۲

آب و ہوا بھی خراب تھی کہ مدینے یثرب یعنی یترب کی تپ مشہور تھی۔ نام کے ساتھ پیغمبر صاحب کی برکت سے آب و ہوا بھی بدل کر درست ہوگئی۔ یثرب میں بیت الخلا بھی نہ تھے۔ شرفا کی بہو بیٹیاں سب رفع حاجت کے لیے جھٹ پٹے کا وقت تاک کر گاؤں کے باہر نکل جاتی تھیں۔ گاؤں کے شریر نوجوان آتی جاتیوں کو چھیڑتے بھی تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات بہت ناگوار معلوم ہوتی تھی اور وہ بار بار جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پردے کی بابت عرض کیا کرتے تھے۔ مگر پردے کے بارے میں کوئی وحی تو آئی نہ تھی۔ پیغمبر صاحب اپنی طرف سے کیسے حکم دے دیتے۔ یہاں تک کہ ایک دن حضرت عمرؓ نے ام المؤمنین سودہ کو جاتے دیکھا۔ ہر چند کہ وہ دبکی ہوئی چلی جاتی تھیں مگر انھوں نے کسی طرح اُن کو پہچان لیا اور پیغمبر صاحب سے جا شکایت کی۔ آخر وحی نازل ہوئی کہ پیغمبر کی بیبیاں بیٹیاں اور عام مسلمان عورتیں گھونگٹ نکال کر نکلا کریں تاکہ ہر شخص پہچان لے کہ کوئی پردے والی عورت ہے اور چھیڑ چھاڑ نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم کے نزول تک عورتوں کو رفع حاجت کے لیے باہر جانا پڑتا تھا۔ اس اثنا میں بیت الخلا بھی بننے لگے ہوں گے۔ کیونکہ مسلمانوں کی خوشحالی روز بروز بڑھتی جاتی تھی تو پردے کا پیچ ذرا اور کس دیا گیا۔ اور وہ بڑی لمبی آیۃ نازل ہوئی جس کا حوالہ ہم اوپر دے چکے ہیں یعنی وہ گھونگٹ والی آیۃ تو اجنبیوں کے مقابلے میں تھی ایسی حالۃ میں کہ عورتوں کو رفع حاجۃ کے لیے چار و ناچار باہر جانا پڑتا تھا۔ اب یہ لمبی آیۃ اندرون خانہ کا پردہ ہے۔ پھر آخر میں جا کر پردے کی تکمیل تو اُس آیۃ سے ہوئی جس میں امہات المؤمنین یعنی پیغمبر صاحب کی بیبیوں کو حکم ہے کہ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ اور اصحاب علیہم الرضوان کو ارشاد ہوا ہے کہ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ۔ اگرچہ یہ احکام امہات المؤمنین کو ہیں اور امہات المؤمنین کے بارے میں ہیں مگر تمام مسلمان عورتیں اور تمام مسلمان مردان کے مخاطب ہیں قرآن میں ایسے بہت احکام ہیں کہ مخاطب پیغمبر صاحب ہیں مگر سب مسلمان اُن احکام کے محکوم ہیں پیغمبر صاحب کی نسبۃ ایسا خیال کرنا کہ اُن کو اپنی بیبیوں کی عصمۃ کا زیادہ پاس تھا سخت لغو خیال ہے اور پردے کا پہلا حکم قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ صاف اس کی تردید کر رہا ہے۔ پیغمبر صاحب کو ایک آدمی مسلمان کی جان اپنی جان سے اور ایک ادنےٰ مسلمان کی آبرو اپنی آبرو سے بہت زیادہ عزیز تھی۔ اگرچہ پردے کا پیچ مسلمانوں کی حالۃ کے لحاظ سے رفتہ رفتہ کسا گیا مگر وہ سب احکام بجائے خود بحال و برقرار ہیں اب بھی ہمارے ملک کے چھوٹے چھوٹے دیہات میں بیت الخلا نہیں ہوتے حلال خور نہیں ہیں تو وہی گھونگٹ کی قدر پردہ کیا جاتا ہے اور ان کے حق میں وہی شرعی پردہ ہے۔ غرض ہر ایک کی حالۃ کے مناسب ہر ایک کا پردہ ہے ایک پردہ جوان عورت کا ہے ایک بوڑھی کا۔ ایک دیہاتی کا۔ ایک شہری کا۔ ایک غریب کا ایک امیر کا۔ ایک حسین کا ایک بدصورۃ کا جس کو جس طرح عصمۃ کی حفاظت کا اطمینان ہو عصمۃ کی حفاظت کے ساتھ جو چاہے سو کرے۔ ہم تو اسی مروجہ پردے کے خوگر ہو رہے ہیں اور اسی کو عصمۃ کی حفاظت کا متعین ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اور یہی ہمارا شرعی پردہ ہے سلہ اَلَا لِيَفْعَلْ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ اِعْتِنَاءً • يُلَامُ الْمَرْءُ فِيْمَا اسْتَطَاعَ مِنَ الْاَمْرِ

سلہ سنو جی! جو جس کا جی چاہے کرے آدمی اسی کام میں ملامت کیا جاتا ہے جس پر اس کا اختیار چلتا ہے ۱۲

ہم نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے اُنیسویں سالانہ جلسے میں "آزادی اور مستورات کی بے پردگی"
پر لیکچر دیا تھا اور اُس میں پردے کے متعلق نہایت اختصار کے ساتھ بحث کی تھی چونکہ وہ مضمون بھی دلچسپی سے
خالی نہیں اس لیے مضمون کا اُس قدر حصہ جو پردے سے تعلق رکھتا ہے اس جگہ بعینہٖ نقل کرتے ہیں اگرچہ
بعض مضامین میں تکرار بھی دیکھی جائے گی مگر حقیقت میں فائدے سے خالی نہ ہوگی +

گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل ہرچند چاہتا ہوں کہ وعظ کی شان نہ آنے پائے "ورنہ سنائی بستم
میرسد" آہی جاتی ہے اور یہی حال ہو تو لکچر کا تمام ہونا بھی معلوم۔ انجمن اجازت دے یا نہ دے خود مجھ میں اگلی
سی توانائی نہیں رہی سے نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا اور اب ۔ لب تک آتا ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے
افسوس تو اس بات کا ہے کہ حاشیوں کی وجہ سے اصل متن رہا جاتا ہے۔ میں نے اس ارادے سے لکچر شروع
کیا تھا کہ ہر ایک قسم کی آزادی پر بحث کر کے آڈینس کو بتاؤں گا کہ آزادی کی خواہش جو ہر ایک بشر کی طبیعت میں ہے
چندور چند اضطراری قیود کے ساتھ جو لازمۂ فطرتِ انسانی ہیں کیونکر اور کہاں تک عمل میں لائی جائے سو یہ
تو بڑا وسیع مضمون ہے تاہم میں چلتے چلتے اتنا تو کہے دیتا ہوں کہ ہم لوگوں نے اُس آزادی کے مصرف ہی کو نہیں
سمجھا جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہم کو عطا ہوئی ہے۔ اُس آزادی کا مصرفِ صحیح تو یہ تھا کہ ہم خواص الاشیاء کی ٹوہ
لگاتے۔ اور کائناتِ عالم سے خدمتیں لیتے جیسا کہ اہلِ یورپ کر رہے ہیں۔ سو اس طرف تو ہم نے جیسی چاہیے
توجہ کی نہیں اور جیسے خالی بیٹھا ہوا بنیا بٹے ناڈا کرتا یا اس کوٹھی کے دھان اُس کوٹھی میں اور اُس کوٹھی کے
دھان اس کوٹھی میں کیا کرتا ہے۔ فکرِ رائگاں اور لایعنی شغلوں میں پڑ گئے یا کم سے کم نفلوں کے پیچھے فرضوں
کو ناغہ کرنے لگے۔ ان ہی قسموں میں سے ایک قسم کی آزادی وہ ہے جس کے لیے مخالفین پردۂ مستورات
شور و غل مچا رہے ہیں۔ ان دنوں روس اور جاپان میں لڑائی ہو رہی ہے۔ جاپانی تو خشکی اور تری دو طرف سے
روس پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ مخالفین پردہ ایک دم چار طرف سے پردے پر حملہ کر رہے ہیں یعنی پردے کے خلاف
میں چار چار دلیلیں پیش کرتے ہیں اوّل یہ کہ رواجی پردہ شرعی پردے کی حد سے بڑھا ہوا ہے اور اسی وجہ
سے اُٹھا دینا چاہیے۔ دوسرے یہ کہ اتنا پردہ سختی کی وجہ سے عورتوں پر ظلم ہے۔ تیسرے یہ کہ پردے نے قوم کے آدھے
دھڑ کو بےکار کر رکھا ہے کیونکہ مردم شماری کی رو سے مردوں اور عورتوں کا شمار قریب قریب برابر کے ہے۔ اِن
دنوں چونکہ تعلیم پر بڑا زور دیا جا رہا ہے مخالفین پردہ۔ تیسری دلیل کے تتمہ کے طور پر یہ بات بھی پیش کرتے
ہیں کہ قوم کی ترقی موقوف ہے تعلیم پر۔ اور پردے کی وجہ سے عورتوں کی تعلیم کا انتظام نہیں ہو سکتا اگر ہم
عورتوں کی خلقت پر نظر کریں اور اُس تعلق پر جو خدا نے مرد اور عورت میں ٹھیرا دیا ہے تو مخالفین پردہ کی سب
دلیلیں مکڑی کے جالے کی طرح ایک پھونک سے ٹوٹتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْكَبُوْتِ میں تو صرف

ك جن لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے (دوسرے) کارساز بنا رکھے ہیں اُن کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ اس نے (بھی اپنے زعم میں ایک) گھر بنایا اور کچھ
شک نہیں کہ گھروں میں بودے سے بودا مکڑی کا گھر ۱۲

دو باتیں کہتا ہوں اور دونوں مرئی و مشاہد ہیں جن سے انکار ہی نہیں ہو سکتا۔ اول یہ کہ مرد و عورۃ کا باہمی تعلق پیار و اخلاص کا تعلق ہے۔ اِس کا ثبوت خود خدا کا فرمودہ ہی جس نے مرد اور عورۃ کے دل ہی ایسے بنائے ہیں کہ ایک دوسرے کی طرف کو مائل ہوں اور ایک دوسرے کی طرف کو رغبت کریں وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ[۱] بے شک کہیں کہیں میاں بی بی میں موافقت نہیں بھی ہوتی۔ مگر ایسی مثالیں شاذ و نادر ہیں وَالنَّادِرُ کَالْمَعْدُوْمِ اور پھر میاں بی بی کے بگاڑ کا اعتبار کیا دن کو لڑے رات کو پھر ایک کے ایک۔ دنیوی تعلقات میں یہی ایک تعلق جیتے جی کا تعلق ہے۔ خدا نے دونوں کے اغراض کو ایسا وابستہ یکدگر کیا ہی کہ نکاح سے شروع ہو کر توالد تناسل کے ذریعے سے عمر کے ساتھ بڑھتا اور قوی ہوتا جاتا ہے۔ اور اشتراکِ اغراض کی وجہ سے دونوں کو ایک جان دو قالب کہہ سکتے ہیں۔ پس سرے سے یہ فرض ہی غلط ہے کہ جن لوگوں میں عورتوں کے پردے کا رواج ہو اُن میں مرد اور عورۃ کا تعلق موافقانہ اور موالفانہ نہیں بلکہ مخالفانہ اور مخاصمانہ ہے اور مردوں نے زبردستی عورتوں کی مرضی کے خلاف ظلماً اُنھیں پردوں میں قید کر رکھا ہے۔ حقیقۃ الحال یہ ہی کہ عورۃ کو خدا نے مرد کے مقابلے میں ضعیف پیدا کیا ہے۔ اِس کے پیچھے ایسے عوارض لگا دیے ہیں کہ وہ اِس کو کمزور کرتے رہتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ انگریزی میں عورتوں کو "ویکر سکس" کہتے ہیں یعنی صنفِ ضعیف تو مرد اور عورۃ نے جن کو اپنی زندگی ایک ساتھ بسر کرنی تھی دنیا داری کے کاموں کو صلح و سازگاری سے آپس میں تقسیم کیا **قطعہ** قسمت کیا ہر ایک کو قسّامِ ازل نے

جس چیز کے تا سنج کوئی قابل نظر آیا ۔ بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا ۔ غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا ۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَھَا وَاَشْفَقْنَ مِنْھَا وَحَمَلَھَا الْاِنْسَانُ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا[۲] اعمالِ شاقہ جن میں زیادہ توانائی درکار تھی مردوں کے حصے میں آئے۔ اور انتظامِ خانہ داری۔ اور اولاد کی پرورش ہلکے ہلکے کام عورتوں نے لیے جو اُن کے مناسب حال تھے۔ اور چونکہ عورتوں کے کرنے کے کام بدون اِس کے اچھی طرح سر انجام نہیں پا سکتے کہ عورۃ جم کر گھر میں بیٹھی رہے۔ خانہ نشینی نے پردے کی صورۃ اختیار کر لی تو اِس حساب سے پردہ لازمۂ فطرۃ نسوانی ہوا اور لازمۂ فطرۃ ہوا تو پردے پر اعتراض کرنا فطرۃ پر اعتراض کرنا ہے یعنی معاذ اللہ خدا پر **مصرع** نہ بر حرفِ او جائے انگشت کس ۔ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ۔ ایک بات اور ہے جس سے پردے کا لازمۂ فطرۃ نسوانی ہونا پایا جاتا ہے ثبوت نہ سہی موید تو ہے کہ جن لوگوں میں عورتوں کے پردے کا دستور نہیں اُن کی عورتوں میں بھی اختلاطِ ذکور سے ایک طرح کی جھجک تو دیکھی جاتی ہے اور ایشیا کے لٹریچر

[۱] اور اسی کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ایک یہ ہی کہ اُس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کی بی بیاں پیدا کیں تاکہ تم کو اُن کی طرف (رغبت کرنے سے) راحت ملے اور تم (میاں بی بی) میں پیار اور اخلاص پیدا کیا جو لوگ سوچ سمجھ کو کام میں لاتے ہیں اُن کے لیے اِن باتوں میں (قدرتِ خدا کی بہتیری) نشانیاں ہیں ۱۲

[۲] ہم نے ذمہ داری کو (جو انسان پر ہے) آسمانوں (پر) اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا اور یہ بوجھ اُن پر لادنا چاہا، تو انھوں نے (بزبانِ حال) اُس کے اُٹھانے سے انکار کیا اور اُس سے ڈر گئے اور آدمی نے (گویا ارادہ سے تامل) اُس کو اٹھا لیا اس میں شک نہیں کہ وہ (اپنے حق میں) بڑا ہی ظالم تھا (اور ظالم ہونے کے علاوہ) بڑا ہی نادان ۱۲

سے بھی اس کا پتہ چلتا ہے کہ شاعروں نے اس وحشت و گریز کو حسن کی ایک ادا سمجھا ہے اور یہ تو ایسے آنکھوں
دیکھی بات ہے کہ بڑے بڑے انگریز اپنی لیڈیوں کو (ورد ہیں) ساتھ لیے پھرتے ہیں۔ ریاستوں میں دعوتیں ہوتی
ہیں۔ ایڈریس دیئے جاتے ہیں۔ ایڈریس کے مخاطب صحیح تو صاحب ہوتے ہیں۔ مگر اُن کے خوش کرنے کو ایڈریس میں
میم صاحب کا بھی مذکور ضرور ہوتا ہے۔ صاحب ایڈریس کے جواب میں مہربان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اپنی طرف سے اور
میم صاحب کی طرف سے بھی اِس لیے کہ مجمع میں بولنے اور بات کرنے کو بھی جرأت چاہیئے۔ اور میم صاحب میں بے حجابی
بھی ہے تعلیم بھی ہے۔ شائبۂ حکومت بھی ہے۔ ایک نہیں تو جرأت نہیں۔ کیوں نہیں؟ وہی جھجک جو اثر ہے جبلّی
لازمۂ فطرتِ نسوانی یعنی پردے کا۔ عورتوں کے اس خاصّۂ طبعی کا بیان ایک جگہ قرآن میں بھی ہے کہ مشرکین عرب
کے عقائدِ فاسدہ میں سے ایک یہ بھی تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ قرآن میں ان کو اس طرح قائل کیا گیا ہے کہ
تم تو بیٹیوں سے عار رکھتے ہو اس عار کو خدا کی طرف منسوب کرنے سے تم کو شرم نہیں آتی کیسے احمق ہو۔ سر سے اولاد
اور اولاد میں سے بھی بیٹیاں۔ خدا کی شان کو کیا زیب دیتی ہیں۔ جن کا یہ حال ہے کہ ساری عمر کنگھی چوٹی بناؤ
سنگھار میں لگی رہیں۔ زبانی تکرار ہو پڑے تو مونہ سے بات نہ نکلے۔ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ
مُبِيْنٍ۔ مطلب یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں نے آپس کی صلاح سے مناسبِ حالت اپنے اپنے گھروں کا انتظام کر رکھا
ہے۔ ہر کسے مصلحتِ خویش نکو می داند۔ سوسائٹی ایک وضع پر سکون و اطمینان سے چل رہی ہے بلا ضرورت پردے
کی بحث چھیڑ کر گھروں میں فساد ڈلوانا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ[1] نہیں تو اور کیا ہے۔ اچھی ریفارم کی سوجھی
جس کا ضروری نتیجہ یہ ہے کہ گھروں سے عافیت اُٹھ جائے۔ ایسے ریفارمروں سے میرے نزدیک حفظِ امن کے مچلکے لیے جاتے ہیں
اور اگر قانون اجازت نہ دے تو لارڈ کرزن سے عرض معروض کر کے سرکاری ازدواجی کی طرح کا بل پاس کرایا جائے
لارڈ صاحب کی طبیعت ماشاءاللہ ان دنوں بہت جولانیوں پر ہے رہا تعلیم کا ایک فریب حیلہ تو اس کا مختصر جواب
یہ ہے۔ ؎ تو کارِ زمیں را نکو ساختی ٭ کہ با آسماں نیز پرداختی ٭ بندگانِ خدا ابھی مردوں کی تعلیم کا اونٹ تو
ایک کروٹ بیٹھا نہیں۔ اِدھر یونیورسٹی بل انڈیا لیجس لیٹو کونسل میں پڑا جھول رہا ہے۔ اُدھر علی گڑھ کالج
اسٹاف نے احیائے عربی کا شگوفہ نکال کھڑا کیا ہے۔ عورتوں کے پردے کی بحث چھیڑ کر تعلیم کے مسئلے کو اور
بھی گول مال کرنا چاہتے ہو کیا۔ کب سے لڑکوں کی تعلیم پر زور دیا جا رہا ہے اور زور بے اثر بھی نہیں رہا۔ مگر نتیجہ یہی
نا کہ لاہور کی تو خبر نہیں ایک دلّی میں بیس بائیس بی اے بے کار بیٹھے ہیں۔ اُن میں سے ایک کا حال مجھے
معلوم ہے کہ خدا خدا کر کے بڑی سفارشوں سے نقل نویسوں میں بھرتی ہوا۔ لڑکیاں کچھ بھی کریں لڑکوں
کے برابر تعلیم پانے کی اِن میں قابلیت ہی نہیں اور نہ مہلت۔ بہت کرو۔ اِن کو اردو لکھنا پڑھنا سکھا دو۔ یا بی اے
ایم اے کے درجے تک پڑھانا ہو تو حساب میں جمع تفریق۔ ضرب تقسیم۔ تو شریفوں کے گھروں میں اتنی تعلیم
سبقاً سبقاً اور سینہ بہ سینہ پردے کے ساتھ اب بھی ہو رہی ہے۔ اس کے لیے اتنا غل غپاڑہ کرنا کیا ضرور ہے

[1] اس سے میاں بی بی میں جدائی ڈال دیں ۱۲

۵ رات دن چکر میں ہیں سات آسمان ... ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا۔ اب رہا پردے کے متعلق شرع کا حکم تو میں مولویوں کی طرح ان پیچیدگیوں میں تو پڑنا چاہتا نہیں کہ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا میں زینت سے اور مَا ظَھَرَ مِنْھَا سے اور یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ میں جلابیب سے اور ادنائے جلابیب کیا مراد ہے میں تو ایک سیدھی سادی طبیعت کا مسلمان ہوں اور اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ کی رو سے سب مسلمان بھائیوں کو صلاح دیتا ہوں کہ میری ہی طرح کی سیدھی سادی طبیعت رکھیں۔ میں نے تو پردے کی آیتوں سے جو قرآن میں ہیں یہ سمجھا ہے کہ پردے کا مقصود اصلی عفت کی حفاظت ہے تاکہ مسلمانوں کی سوسائٹی فواحش کی گندگی سے پاک صاف رہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ مسلمانوں کی سوسائٹی بِالنِّسْبَةِ اِلٰی اَحْوَالِھَا مِنَ الَّذِیْنَ لَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ۔ بہت کچھ فواحش کی گندگی سے پاک ہے بھی۔ اور اس کا سبب ظاہر یہی عورتوں کا پردہ ہے پس پردے کے مقصود اصلی یعنی حفظ عفت کو فوت نہ ہونے دو اور اس کے لیے جو احتیاط بھی عمل لاؤ گے اس کو محکوم شرع سمجھو۔ احتیاط کے لیے کوئی عام سٹینڈرڈ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ایک احتیاط شہریوں کے لیے ہے۔ ایک دیہاتیوں کے لیے۔ ایک امیروں کے لیے ایک غریبوں کے لیے ایک جوانوں کے لیے۔ ایک بوڑھوں کے لیے۔ ایک کواروں کے لیے ایک بیاہے ہوؤں کے لیے۔ ایک خوبصورتوں کے لیے۔ ایک بدصورتوں کے لیے۔ ایک خواص کے لیے۔ ایک عوام کے لیے۔ ایک ایک حالت کے لیے۔ ایک دوسری حالت کے لیے۔ لیکن نیک نیتی سے جو جیسی بھی احتیاط کرتا ہے اُس کے لیے وہی محکوم شرع ہے۔ بمبئی کے کانفرنس میں جو معاملہ پیش آیا آپ صاحبوں میں سے بعض نے نہیں سنا ہوگا۔ وہ معاملہ یہ تھا کہ مسلمانان بمبئی کے دو بڑے لیڈر مستورات کے پردے کے مخالف ہیں۔ ہز ہائینس سر آغا خاں اور جسٹس سید بدرالدین طیب جی۔ یہ دونوں یکے بعد دیگرے محمڈن ایجوکیشنل کے پریزیڈنٹ قرار دیئے گئے سال پیوستہ میں سر آغا خاں اور سال گزشتہ میں جسٹس سید بدرالدین۔ دونوں نے پردے کے مخالف اپنا خیال ظاہر کیا۔ بمبئی کے لوگ سید بدرالدین کی تقریر پر برہم ہوئے۔ میں تو اپنی ڈیوٹی ادا کر کے بمبئی سے مہم چلا گیا۔ بمبئی میں ایک بڑا معزز خاندان ناخدا محمد علی روگے کا ہے ناخدا صاحب تو علیل ہیں مگر اُن کے خاندان کی عظمت قائم ہے۔ قال قال پردے کی بحث ناخدا صاحب کے حرم محترم میں پہنچی۔ اور انھوں نے اپنے داماد نواب نصراللہ خاں صاحب کو دوڑایا۔ وہ مجھ کو مہم سے واپس لے گئے اور میں نے ناخدا صاحب کی بی بی کے فرمانے سے پردے پر لکچر دیا کوئی سو یا زیادہ لیڈیاں پردے کے اندر بیٹھی سن رہی تھیں اور میں پردے کے پاس مردوں میں لکچر دے رہا تھا لکچر میں یہی کچھ تھا جو میں ابھی عرض کر چکا ہوں مگر ذرا تفصیل کے ساتھ لکچر کے تمام ہونے پر ناخدا صاحب کی بی بی نے ایک ہزار ناخدا صاحب کی بہن نے ایک ہزار ناخدا صاحب کی صاحبزادی نے پانسو کل ڈھائی ہزار روپے کے نوٹ اُسی وقت میرے حوالے کیے۔ دیئے تو مجھ کو مگر نواب محسن الملک کھات میں لگے ہوئے تھے انھوں نے اچک لیے پچھلے مہینے میں مسٹر آرنلڈ صاحب کو رخصت کرنے علیگڈھ گیا دیکھا کہ اُس روپے کے شاندار کمرے تیار ہیں کمروں کے دروازوں پر میرے لکچر کا حوالہ دے کر پتھر کندہ کرا کر نصب کر دیئے ہیں بمبئی سے ڈھائی ہزار روپے ملے تھے اب دیکھیں لاہور کیا وصول ہوتا ہے۔ میں اپنے لیے نہیں مانگتا الخ

[illegible]

۱ یعنی زینت (کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیں مگر جو اس میں سے (چار و ناچار) کھلا رہتا ہے (تو اُس کا ظاہر ہونا) یا مضائقے کی بات نہیں) ۱۲ ۲ یعنی چادروں کے گھونگھٹ نکال لیا کریں ۱۲ ۳ دین نام ہے خیر خواہی کا ۱۲ ۴ (اے پیغمبر کے) گھر والو! خدا کو تو بس یہی منظور ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) گندگی کو دور کرے اور تم کو ایسا پاک صاف بنائے جیسا پاک صاف بنانے کا حق ہے ۱۲

عورتوں کے حقوق مردوں پر

مہر

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (النساع ۴ پارہ ۵)

اور (اُن) جو عورتیں تم پر (آیۂ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ الخ میں حرام کی گئی ہیں) اُن کے علاوہ (سب عورتیں) تمھارے لیے حلال ہیں بشرطیکہ شہوت رانی کے لیے نہیں بلکہ قید (نکاح) میں لانے کی غرض سے مال (یعنی مہر) کے بدلے (نکاح کرنا) چاہو پھر جن عورتوں سے تم نے لطف (صحبت) اُٹھایا ہو تو اُن سے جو مہر ٹھہرا تھا اُن کے حوالے کرو اور ٹھیرائے پیچھے (مہر کے کم و بیش کرنے پر) آپس میں راضی ہو جاؤ تو تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں اللہ (سب کے حال سے) واقف ہے اور سب کام حکمت (و تدبیر) سے کرتا ہے ۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ

اور تم میں سے جس کو مسلمان بیبیوں سے نکاح کرنے کا مقدور نہ ہو تو خیر لونڈیاں (ہی سہی جو کافروں کی لڑائی میں) تم مسلمانوں کے قبضے میں آجائیں ف۱ بشرطیکہ ایمان رکھتی ہوں اور اللہ تمھارے ایمان کو خوب جانتا ہے (آدم زاد ہونے کے اعتبار سے) تم ایک دوسرے کے ہم جنس ہو پس (بے تأمل) لونڈی والوں کے اذن سے اُن کے ساتھ نکاح کر لو اور دستور مطابق اُن کے مہر

ف۱ لفظ بی بی ہماری زبان میں دو طرح پر بولا جاتا ہے ایک بیاہتا عورت اور دوسرے عام شریف زادی جو کسی کی لونڈی باندی نہ ہو اس جگہ بیبیوں سے دوسری قسم کی بیبیاں مراد ہیں ۱۲

ف۲ مہر کا شرط نکاح ہونا اس بات کی تمہید ہے کہ عورت نکاح ہونے کے ساتھ آپ اپنے مال کی مالک ہوتی ہے انگریزوں کی طرح نہیں کہ ان کے ہاں منکوحہ عورت کوئی چیز نہیں اس کی اپنی ذاتی کمائی بھی شوہر کی ملکیت سمجھی جاتی ہے نہ وہ کوئی چیز اپنے لیے خرید سکتی اور نہ ادھار لے سکتی ۔ اور ایسی حالت میں اس کے ساتھ خرید و فروخت اور لین دین کا معاملہ کرے بھی کون یعنی منکوحہ عورت میں مالک ہونے کی قابلیت ہی نہیں تسلیم کی جاتی پس بلا کی محروم رہی ہے باایں ہمہ اپنی آنکھ کا شہتیر تو دیکھتے نہیں مسلمانوں کی آنکھ کے (تنکے) کے خیال نا سمجھی پر اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں عورتوں کی کچھ قدر نہیں انگریزوں میں جو عورتوں کی قدر ہے وہ صرف ظاہری اور رسمی للو پتو ہے ۔ اصلی قدر ہم مسلمانوں میں ہے کہ عورتوں کو اسی طرح برابر کے درجے میں مالک ہونے کا حق دیتے ہیں ۱۲ ۔ منہ المرحوم

اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (النساء ع ۴ پارہ ۵)

اُن کے حوالے کرو مگر شرط یہ ہے کہ قید (نکاح) میں لائی جائیں (اور) نہ (تو تم سے) بازاری عورتوں کا سا تعلق رکھنا چاہتی ہوں اور نہ خانگیوں کا سا **ف** پھر اگر قید (نکاح) میں آئے پیچھے کوئی بے حیائی کا کام کریں تو جو سزا بی بی کی اُس کی آدھی لونڈی کی **ف** لونڈی سے نکاح کرنے کی اجازت اُسی کو جس کو تم میں گناہ (کر بیٹھنے) کا خوف ہو اور صبر کرو تو تمھارے حق میں زیادہ بہتر ہے اور اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے ؎

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۪ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (المائدہ ع ۱ پارہ ۶)

(مسلمانو) آج (تمام) پاکیزہ چیزیں تمھارے لیے حلال کر دی گئیں اور اہل کتاب کا کھانا (بشرطیکہ تمھارے ہاں بھی روا ہو) تمھارے لیے حلال ہو اور تمھارا کھانا اُن کے لیے حلال ہو اور مسلمان بیاہتا بیبیاں اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی جا چکی ہو اُن میں کی (بھی) بیاہتا بیبیاں (تمھارے لیے) حلال ہیں **ف** بشرطیکہ اُن کے مہر اُن کے حوالے کر دو اور تمھارا ارادہ (اُن کو) قید (نکاح) میں لانے کا ہو نہ کھلم کھلا بدکاری کرنے کا اور نہ چوری چھپے آشنا بنانے کا اور جو ایمان (کی ان باتوں) کو نہ مانے تو اُس کا کیا دھرا سب اکارت اور آخرت میں (بھی) وہ نقصان اُٹھانے والوں میں ہوگا ؎

ف مولانا شاہ عبد القادر صاحب نے مُسٰفِحٰتٍ کا ترجمہ "مستی نکالتیاں" اور مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ کا "یار کرتیاں چھپ کر" کیا ہے اور اسی کے قریب قریب مولانا شاہ ولی اللہ اور مولانا شاہ رفیع الدین کے ترجمے ہیں مُسٰفِحٰت کے معنوں میں بدکاری ہے کھلے خزانے اور متخذات اخدان میں چوری چھپے آشنائی کرنا ہم نے اس فرق کو بازاری اور خانگی سے ظاہر کیا ہے گو لفظوں میں کسی قدر دوری ہے ۱۲ **ف** عورتیں دو قسم کی ہیں لونڈیاں اور اُن کے مقابل گھر کی بیبیاں بیبیوں میں سے جو شوہر دار ہو اور وہ بدکاری کی مرتکب ہو اُس کی سزا سنگسار کرنا ہے اور بے شوہر والی مرتکب بدکاری ہو تو اُس کی سزا سو تازیانے ہیں اس لیے کہ شوہر دار بدکاری کرنے سے خواہ اس کا شوہر زندہ ہو یا مُردہ اپنی اور اپنے شوہر کی ناموس کو تباہ کرتی ہے اور بے شوہر صرف اپنی ہی رہی لونڈی وہ پہلے ہی کیا عزت رکھتی تھی اس لیے اُس کی سزا دونوں صورتوں میں نصف یعنی پچاس کوڑے کیونکہ سنگساری کا نصف تو ہو ہی نہیں سکتا ۱۲ **ف** بیاہتا بیبیوں سے مراد ہیں وہ عورتیں جو نکاح کے ذریعے سے لوگوں کے ساتھ میاں بی بی کا سا تعلق پیدا کرنا چاہتی ہیں ۱۲

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ مَا اَوْفَيْتُمْ بِهٖ مِنَ الشُّرُوْطِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوْجَ

عقبہ بن عامر رض کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن شرطوں کو تم پورا کرتے ہو ان سب میں زیادہ ضروری اُس شرط کا پورا کرنا ہے جس کی وجہ سے تم نے عورتوں کی ناموس اپنے لیے حلال کرلی ہو (یعنی مہر)

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ وَهَبْتُ نَفْسِيْ لَكَ فَقَامَتْ طَوِيْلًا فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَوِّجْنِيْهَا اِنْ لَّمْ تَكُنْ لَكَ فِيْهَا حَاجَةٌ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا قَالَ مَا عِنْدِيْ اِلَّا اِزَارِيْ هٰذَا قَالَ فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيْدٍ فَالْتَمَسَ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ شَيْءٌ قَالَ نَعَمْ سُوْرَةُ كَذَا وَسُوْرَةُ كَذَا فَقَالَ قَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ انْطَلِقْ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا فَعَلِّمْهَا مِنَ الْقُرْاٰنِ (صحاح)

سہل بن سعد رض سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت نے آکر عرض کیا یارسول اللہ میں نے اپنے تئیں آپ کو ہبہ کردیا اور یہ کہہ کر دیر تک کھڑی رہی (اور پیغمبر صاحب نے قبول و رد کے ساتھ کوئی جواب نہیں دیا) اتنے میں ایک شخص نے کھڑے ہوکر عرض کیا یارسول اللہ اگر آپ کو اس عورت کی حاجت نہیں ہے تو اس کا میرے ساتھ نکاح کردیجئے فرمایا کیا تیرے پاس کوئی ایسی چیز ہے جسے تو اس کا مہر ٹھیرا سکے عرض کیا میرے پاس تو بجز اس تہمد کے اور کچھ بھی نہیں فرمایا کوئی چیز تو بہم پونہچا اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی سہی چنانچہ اُس نے کوئی ایسی چیز بہم پونہچانے کی کوشش کی مگر کچھ نہ پایا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے کچھ قرآن بھی یاد ہے عرض کیا جی ہاں فلاں فلاں سورۃ یاد ہے فرمایا تو میں نے اس عورت کا نکاح تجھ سے کردیا اُن قرآنی سورتوں کے عوض جو تجھے یاد ہیں۔ اور ایک روایۃ میں آیا ہے کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ جا میں نے اسے تیرے نکاح میں دے دیا تو تو اسی کچھ قرآن سکھادے ف۱

ف۱ الفاظ حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب پیغمبر صاحب نے تعلیم قرآن ہی کو اُس عورت کا مہر ٹھیرایا یہی وجہ ہے کہ اکثر ائمہ کے نزدیک مہر کے لیے نقدی و متاع شرط نہیں بلکہ تعلیم اور خدمت وغیرہ بھی مہر ہو سکتا ہے جیسا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی کا مہر یہ ٹھیرایا کہ موسیٰ علیہ السلام آٹھ سال تک اُن کی خدمت کریں اور بکریاں چرائیں مگر علماء احناف کہتے ہیں کہ اس صورۃ میں مہر مثل واجب ہوگا جیسا کہ اُس صورۃ میں مہر مثل واجب ہوتا ہے جب کہ نکاح کے وقت میں مہر کا نام نہ لیا گیا ہو ۱۲ من المترجم

نفقہ

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ [ف۱] (النساء ع ۶ پارہ ۵)

مرد عورتوں کے سردھرے ہیں (اس کے دو) سبب (ہیں ایک) یہ کہ (آدمیوں میں) اللہ نے بعض (یعنی مردوں) کو بعض (یعنی عورتوں) پر (دل کی مضبوطی اور جسمانی توانائی میں) برتری دی ہے اور (دوسرا) سبب یہ ہے کہ مردوں نے (عورتوں پر) اپنا مال خرچ

عَنْ حَكِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْقُشَيْرِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ زَوْجَةِ اَحَدِنَا عَلَيْهِ قَالَ اَنْ تُطْعِمَهَا اِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوْهَا اِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِي الْبَيْتِ

حکیم بن معاویہ قشیری کہتے ہیں کہ میں نے جناب پیغمبر صاحب کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے ہر ایک شخص کی بی بی کا اس پر کیا حق ہے فرمایا جس وقت تو کھائے اسے بھی کھلاوے جب تو پہنے اسے بھی پہنائے اور نہ تو اس کے مونہ پر ہی مارے کہہ کہ تیری شکل اچھی نہیں اور (باہم لڑائی جھگڑا ہو تو) گھر ہی میں اس کی خوابگاہ علحدہ کر دے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ النَّاسَ جُلُوْسًا بِبَابِهٖ لَمْ يُؤْذَنْ لِاَحَدٍ مِّنْهُمْ فَاُذِنَ لِاَبِيْ بَكْرٍ فَدَخَلَ ثُمَّ اَقْبَلَ عُمَرُ فَاسْتَاْذَنَ فَاُذِنَ لَهٗ فَوَجَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا حَوْلَهٗ نِسَآؤُهٗ وَاجِمًا سَاكِتًا فَقَالَ لَاَقُوْلَنَّ شَيْئًا اُضْحِكُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرۃ جابر کہتے ہیں کہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کی عرض سے اجازت کی طالب ہوئے آپ نے لوگوں کو پیغمبر صاحب کے دروازے پر بیٹھا دیکھا جن میں سے کسی ایک کو بھی اندر آنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی الغرض حضرۃ ابوبکر کو اندر آنے کی اجازت ملی تو آپ اندر گئے اتنے میں حضرۃ عمر آئے اور انھوں نے بھی اندر آنے کی اجازت مانگی اجازت ملی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے اردگرد آپ کی بیبیاں بیٹھی ہیں اور آپ خاموش اور غمگین ہیں عمر کہتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کوئی ایسی بات کہنی چاہیے جس سے پیغمبر صاحب کو ہنسی جائے چنانچہ

ف۱ مال سے مراد ہو مہر اور نان نفقہ ۱۲

لَوْ رَأَيْتَ بِنْتَ خَارِجَةَ سَأَلَتْنِي النَّفَقَةَ
فَقُمْتُ إِلَيْهَا فَوَجَأْتُ عُنُقَهَا فَضَحِكَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ
هُنَّ حَوْلِي كَمَا تَرَى يَسْأَلْنَنِي النَّفَقَةَ
فَقَامَ أَبُو بَكْرٍ إِلَى عَائِشَةَ يَجَأُ عُنُقَهَا
وَقَامَ عُمَرُ إِلَى حَفْصَةَ يَجَأُ عُنُقَهَا
كِلَاهُمَا يَقُولُ تَسْأَلْنَ رَسُولَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَيْسَ عِنْدَهُ
فَقُلْنَ لَا نَسْأَلُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا أَبَدًا لَيْسَ عِنْدَهُ
ثُمَّ اعْتَزَلَهُنَّ شَهْرًا أَوْ تِسْعًا وَعِشْرِينَ
ثُمَّ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ
قُلْ لِأَزْوَاجِكَ حَتّٰى بَلَغَ لِلْمُحْسِنَاتِ
مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا۔ قَالَ فَبَدَأَ بِعَائِشَةَ
فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَعْرِضَ
عَلَيْكِ أَمْرًا أُحِبُّ أَنْ لَا تَعْجَلِي فِيهِ حَتّٰى

اگر آپ دیکھیں کہ خارجہ کی بیٹی (میری بی بی) مجھ سے نفقہ مانگے تو میں اُٹھ کر اُس کی گردن مروڑ دوں ف۱۔ یہ سُن کر جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمایا یہ عورتیں بھی جن کو تم میرے گرداگرد بیٹھا دیکھتے ہو مجھ سے نفقہ مانگ رہی ہیں یہ سن کر ابو بکرؓ عائشہؓ کی طرف اور عمرؓ حفصہؓ کی طرف کھڑے ہو کر ان کی گردنوں پر لگے مکّے مارنے اور کہنے کہ تم جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے وہ چیز مانگتی ہو جو اُن کے پاس نہیں ہے۔ بیبیوں نے کہا کہ اب ہم پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کبھی ایسی چیز نہیں مانگنے کے جو آپ کے پاس موجود نہ ہوگی۔ اس کے بعد پیغمبر صاحب نے پورے مہینے بھر یا اُنتیس روز تک عورتوں سے کنارہ کشی کی۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی یا ایہا النبی قل لازواجک سے للمحسنات منکن اجرا عظیما تک نازل ہوئی ف۲ راوی کا بیان ہے کہ پیغمبر صاحب نے حضرۃ عائشہ سے ابتدا کی یعنی سب سے پہلے ان سے فرمایا کہ عائشہؓ میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں اور دوست رکھتا ہوں کہ تم اُس کے جواب دینے میں جلدی نہ کرو یہاں تک کہ

ف۱ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا منشا کسی طرح پر سوال ... ہوا کہ پیغمبر صاحب کی بیبیاں آپ سے نفقہ طلب کرتی ہیں ۱۲

ف۲ پوری آیۃ اور اس کا ترجمہ یہ ہے يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا۔ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ اے پیغمبر اپنی بیبیوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کے ساز و سامان کی طلبگار ہو تو آؤ میں تمھیں (کچھ) دے دلا کر خوش اسلوبی سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور عاقبۃ کے گھر کی خواہاں ہو تو تم میں سے جو نیکوکار ہیں اُن کے لیے تو اللہ نے بڑے (بڑے) اجر تیار کر رکھے ہیں ۱۲

تستأمري أبويك قالت وما هو يا رسول الله فقرأ عليها الآية قالت أفيك يا رسول الله أستأمر أبوي بل أختار الله ورسوله والدار الآخرة وأسألك أن لا تخبر امرأة من نسائك بالذي قلت قال لا تسألني امرأة منهن إلا أخبرتها أن الله لم يبعثني معنتا ولا متعنتا ولكن بعثني معلما ميسرا (مسلم)

اپنے والدین سے اس بارہ میں مشورہ کر لو بی بی عائشہ نے کہا یا رسول اللہ وہ کیا بات ہے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کے سامنے یہ آیۃ پڑھی اس پر بی بی عائشہ بولیں کہ یا رسول اللہ کیا آپ کے بارے میں میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی (نہیں) بلکہ میں خدا اور اُس کے رسول اور پچھلے گھر یعنی آخرت کو پسند کرتی اور آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ اپنی بیبیوں میں سے کسی عورت کو اس کی خبر نہ دیں کہ میں نے خدا رسول کو پسند کیا فرمایا مجھ سے تو جو عورت بھی پوچھے گی میں اُس سے صاف صاف کہہ دوں گا

عن عائشة رضي الله عنها أن هند بنت عتبة قالت يا رسول الله إن أبا سفيان رجل شحيح وليس يعطيني ما يكفيني وولدي إلا ما أخذت منه وهو لا يعلم فقال خذي ما يكفيك وولدك بالمعروف (صحاح)

اُم المومنین حضرۃ عائشہ سے روایت ہے کہ عتبہ کی بیٹی ہند آکر لگی کہنے کہ یا رسول اللہ ابو سفیان (میرا شوہر) بخیل آدمی ہے اور اتنا نہیں دیتا کہ مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو جائے مگر جب کہ اُس کی بے خبری کی حالت میں چرا کر کچھ لے لیتی ہوں فرمایا جس قدر تجھے اور تیری اولاد کو کافی ہو دستور کے مطابق لینی

سُکنیٰ

أسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم ولا تضاروهن لتضيقوا عليهن (طلاق ع۱ پارہ ۲۸)

طلاقی عورتوں کو (عدت کے لیے) اپنے مقدور مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہو اور اُن پر سختی کرنے کے لیے اُن کو ایذا نہ دو۔

سلہ اس آیۃ اور اس کے بعد کی دونوں آیتوں میں اگرچہ طلاقی عورتوں کا مذکور ہے مگر جب مطلقہ عورتوں کو جو نکاح سے خارج ہوا ہی چاہتی ہیں رہنے کو مکان دینا ضرور ہے تو اُن عورتوں کو جو مطلقہ نہیں ہیں بدرجہ اولےٰ ضرور ہوگا اور اسی وجہ سے یہ دونوں آیتیں عنوان مذکور میں لی گئی ہیں ۱۲۔

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ (طلاق ع ۱ ۔ پارہ ۲۸)

(مسلمانو! عدت میں) عورتوں کو اُن کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ (خود بھی) نہ نکلیں مگر یہ کہ کھلم کھلا (کوئی) بے حیائی (کا کام) کر بیٹھیں تو اُن کو نکال دینے کا مضائقہ نہیں

کئی عورتوں میں عدل و انصاف

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ؕ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَىْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ۝ (نساء ع ۱ ۔ پارہ ۴)

اور (لوگو!) اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں (کے بارے) میں انصاف قائم نہ رکھ سکو گے تو اپنی مرضی کے مطابق دو دو اور تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کر لو **ف ۱** لیکن اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ (کئی بیبیوں میں) برابری (کے ساتھ برتاؤ) نہ کر سکو گے تو (اس صورت میں) ایک ہی (بی بی کرنا) یا جو (لونڈی) تمہارے قبضے میں ہو اُسی پر قناعت کرنا **ف ۲** نا منصفانہ برتاؤ سے بچنے کے لیے یہ تدبیر زیادہ تر قرین مصلحت ہے اور عورتوں کو اُن کے مہر خوش دلی کے ساتھ دے ڈالو پھر اگر وہ خوش دلی کے ساتھ اُن میں سے کچھ تم کو چھوڑ دیں تو اُس کو رچتا پچتا سمجھ کر مزے سے کھاؤ

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

اور (لوگو!) تم (اپنی طرف سے) بہتیرا چاہو لیکن یہ تو تم سے ہو نہیں سکے گا کہ (کئی کئی بیبیوں میں) پوری پوری برابری کر سکو تو بالکل ایک ہی کی طرف مت جھک پڑو کہ دوسری کو اس طرح چھوڑ بیٹھو گویا (ادھر میں) لٹک رہی ہے اور اگر (آپس میں) موافقت کر لو اور (ایک دوسرے پر زیادتی کرنے سے) بچے رہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ف ۱ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کرنے کی صورت یہ تھی کہ یتیم لڑکی کسی کی سرپرستی میں ہوتی اور وہ اس کے مال یا جمال کی وجہ سے اس کے ساتھ نکاح تو کر لیتا لیکن نکاح کے بعد اس کے حقوق مہر وغیرہ کی چنداں پرواہ نہ کرتا کیونکہ اس بے چاری کا کوئی ولی وارث نہ تھا کہ ٹھوک بجا کر اس کے حقوق لیتا اللہ نے فرمایا کہ جب تم انصاف نہیں کر سکتے تو تم اُن سے نکاح ہی مت کرو کسی اور عورت سے کرو عورتوں کا دنیا میں کال نہیں ۱۲
ف ۲ شرع کی رو سے صرف وہ کافر لونڈی غلام ہیں جو جہاد یعنی مذہبی لڑائی میں پکڑے آئیں پھر گرفتار ہوئے پیچھے مال منقولہ کی طرح اُن کی خرید و فروخت بھی ہوتی رہتی ہے اس سرے سے اس سرے تک سارے ہندوستان میں کہیں لونڈی غلام نہیں اور حاکم وقت کی طرف سے بھی اس کی سخت ممانعت ہے اور یہ لوگ قحط میں بچے پال لیتے یا دوسری خدمت پیشہ سب کی طرح آزاد ہیں ان کے ساتھ لونڈی غلام کا سا برتاؤ کرنا گناہ ہے خدا کا ۱۲

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ۝ (ساع ۱۹ پارہ ۵)	اور اگر میاں بی بی میں صلاح کی کوئی صورت نہ بن پڑے اور ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اللہ اپنے خزانۂ غیب سے دونوں کو بے نیاز کر دے گا ف اور اللہ کے ہاں (بڑی) ع
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْسِمُ بَيْنَ نِسَائِهٖ فَيَعْدِلُ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِيْ فِيْمَا اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِيْ فِيْمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ ۔ (ترمذی ۔ ابوداؤد ۔ نسائی)	اُم المومنین حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیوں میں باری کی رعایت کرتے اور نوبت میں انصاف فرماتے اور کہا کرتے خداوندا یہ میری تقسیم ہے اُس میں جس کا میں اختیار رکھتا ہوں (یعنی ظاہری رعایت و نشست) وغیرہ تو مجھے اُس چیز کے بارے میں ملامت نہ کیجیو جس کا تو اختیار رکھتا ہے اور میں اختیار نہیں رکھتا یعنی اندرونی (یعنی محبت وغیرہ)
عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَتْ عِنْدَ الرَّجُلِ امْرَاَتَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَشِقُّهٗ سَاقِطٌ ۔ (ترمذی ۔ ابوداؤد ۔ نسائی)	ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی شخص کے پاس دو عورتیں ہوں اور وہ اُن میں برابری اور انصاف کا برتاؤ نہیں کرتا تو قیامت کے دن آئے گا اور اُس کا نصف بدن خمیدہ اور مائل ہوگا (یعنی اُس کے آدھے دھڑ کو فالج یا لقوہ مارے ہوگا) ۔

متعہ یعنی طلاق کے بعد مطلقہ کو کچھ فائدہ پونہچانا

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ	(لوگو!) اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ نہ لگایا ہو اور نہ اُن کا مہر ٹھیرایا ہو اور اس سے پہلے اُن کو طلاق دے دو تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہاں ایسی عورتوں کے ساتھ کچھ سلوک کر دو مقدور والے پر اپنی حیثیت کے قدر (سلوک کرنا لازم ہے) اور بے مقدور پر اپنی حیثیت کے قدر (اور) سلوک (جو کچھ بھی ہو) دستور کے مطابق

ف یعنی مرد اور عورت میں کوئی یہ نہ سمجھے کہ اُس کے بدون دوسرے کا کوئی کام اٹکا رہے گا ۔

ع کھلی باتیں ہیں اور اس کی تفسیر (بڑی) الحکم (تفسیر) کو ۔

حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ○ (البقرہ ع ۳۱ پارہ ۲)	حق کا شیوہ احسان کرنے کا ہے اُن پر (ایسی عورتوں کا یہ بھی ایک طرح کا)
وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ○ (البقرہ ع ۳۱ پارہ ۲)	اور جن عورتوں کو طلاق دی جائے اُن کے ساتھ (مہر کے علاوہ بھی) دستور کے مطابق (جوڑے وغیرہ سے کچھ) سلوک کرنا مناسب ہے کہ پرہیزگاروں پر اُن کا یہ بھی ایک طرح کا حق ہے
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ○ (الاحزاب ع ۶ پارہ ۲۲)	مسلمانو! جب تم مسلمان عورتوں کو اپنے نکاح میں لاؤ پھر اُن کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو عدت (بیٹھانے) کا تم کو اُن پر کوئی (حق) نہیں کہ لگو عدت کی اُن سے گنتی پوری کرانے تو ایسی صورۃ میں اُن کو کچھ دے دلا کر خوش اسلوبی کے ساتھ رخصت کر دو ○

حسن معاملت

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ○ (النساء ع ۳ پارہ ۴)	اور (مسلمانو!) بیبیوں کے ساتھ حسن سلوک سے رہو سہو اور تم کو کسی وجہ سے بی بی ناپسند ہو تو عجب نہیں کہ تم کو ایک چیز ناپسند ہو اور اللہ اُس میں بہت سی خیر (و برکت) دے ۲
عَنْ عَائِشَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ	ام المؤمنین حضرۃ عائشہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں خدا اور مخلوق کے نزدیک بہت بہتر ہے جو اپنے اہل کے حق میں بہتر ثابت ہو

ف ۱ یعنی میاں بی بی میں مہر کا ٹھیرا ؤ نہیں ہوا اور دونوں کے جمع ہونے کی نوبت بھی نہیں آئی اور طلاق دے دی تو مہر کچھ نہیں یہ صورۃ قریب قریب ایسی آن کر واقع ہوتی ہے جیسے ان دنوں میں لوگ سگنیاں کر کے چھوڑ دیتے ہیں کہ یہ اگرچہ نکاح نہیں بلکہ تمہید نکاح ہو لیکن اتنی بات سے بھی کسی قدر عورت کی سُبکی ہوتی ہے سو اُس کا معاوضہ جوڑے وغیرہ سے سلوک کر دینا ہے مہر نہیں اور ایسا خیال ہوتا تھا کہ ایسی طلاق سے عورت کی حق تلفی ہوتی ہے اور مرد سے مروتی اور عورت کی حق تلفی کا گنہگار تو فرما دیا کہ اس قسم کا معاہدہ ایسی تو نہیں لگتا کہ مرد پر کچھ الزام آئے یا عورت کو اُس سے کچھ نقصان پہنچے ۱۲ ف ۲ یعنی شاید اُس سے بہت سی اولاد ہو اور بی بی کو خوب صورۃ نہ ہو مگر گھر کے انتظام کا خاص سلیقہ رکھتی ہو یا ہنرمند ہو اور مرد کی کمائی کو اپنی سمجھ ہی سے بڑھا سکے ۱۲

وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ وَاِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوْهُ ✤ (ترمذی)

اور میں اپنے اہل کے لیے بہت بہتر ہوں اور جب تمہارا کوئی دوست مرجائے تو اُس کے عیب ظاہر مت کرو ✤

[٢] عَنْ لَقِيْطِ بْنِ صَبْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ امْرَاَةً فِيْ لِسَانِهَا شَيْءٌ يَعْنِيْ الْبَذَاءَ قَالَ طَلِّقْهَا قُلْتُ اِنَّ لِيْ مِنْهَا وَلَدًا وَلَهَا صُحْبَةٌ قَالَ فَمُرْهَا يَقُوْلُ عِظْهَا فَاِنْ يَكُ فِيْهَا خَيْرٌ فَسَتَقْبَلُ وَلَا تَضْرِبَنَّ ظَعِيْنَتَكَ ضَرْبَ اُمَيَّتِكَ ؛

[٢] لقیط بن صبرہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری عورت بدزبان بیہودہ گو ہے فرمایا تو اُسے طلاق دے دے میں نے عرض کیا کہ اُس سے میرے ہاں چند فرزند ہیں اور ایک عرصہ دراز سے میری صحبت میں بھی ہے فرمایا تو اُسے وعظ و نصیحت کر اگر اُس میں کچھ بھی بھلائی ہے تو بہت جلد تیری نصیحت مان لے گی اور تو اپنی آزاد بی بی کو لونڈی کا سا مارنا نہ مار [ف]

[٣] عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفُهُمْ بِاَهْلِهٖ

[٣] حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلحاظ ایمان سب ایمانداروں میں کامل تر ایمان دار وہ شخص ہے جو خلق میں بہت اچھا اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ نہایت نرم ہو ✤

[٤] عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا اٰخَرَ ✤ (مسلم)

[٤] ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایماندار مرد ایماندار عورۃ کو دشمن نہ رکھے اگر وہ اُس کی ایک عادت سے ناخوش ہوگا تو دوسری عادت سے راضی اور خوش ہوگا ✤

من المترجم ۔ عورتوں کے ساتھ حسن معاملت کے یہ معنی ہیں کہ مرد اُن کے ساتھ نیک خُو رہیں نہ اِس معنی کر کہ انھیں رنج نہ دیں بلکہ اِس معنی کر کہ اُن کا رنج سہیں اور اُن کی ناشکری اور ناحق شناسی کے حال پر صبر کریں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی بیوی کی بدخلقی پر صبر کرے گا اُس کو اِس قدر

ف اِس حدیث سے لونڈیوں کے مارنے کی اجازت نہیں نکلتی بلکہ لوگوں کی عادت کے مطابق فرما دیا ہے کہ لونڈیوں کی طرح بیبیوں کو نہ مارو تو جس طرح بیبیوں کا مارنا منع ہے اسی طرح لونڈیوں کا مارنا بھی منع ہے ١٢

ثواب ملے گا جتنا حضرۃ ایوبؑ کو اُن کی مصیبت پر ملے گا۔ لوگوں سے سُنا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ لوگو! نماز برپا رکھو۔ لونڈی غلاموں کے ساتھ بھلائی کرو اور عورتوں کے مقدمے میں اللہ ہی سے ہے یہ تمہارے ہاتھوں میں قید ہیں ان کے ساتھ اچھی طرح نباہ کرو۔ پیغمبر صاحب عورتوں کے نخصے پر تحمل کرتے اور نہایت ہی بُردباری سے کام لیا کرتے تھے ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرۃ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی بی بی نے ان کو غصے سے جواب دیا۔ حضرۃ عمرؓ نے فرمایا او بدزبان عورۃ! تو مجھے جواب دیتی ہے۔ بی بی بولیں ہاں جب جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج پیغمبر صاحب کو جواب دیتی ہیں تو تم تو اُن کے رتبے سے کم ہی رتبہ رکھتے ہو۔ اِس پر حضرۃ عمرؓ نے کہا اگر واقع میں یہ سچ ہے تو حفصہ پر افسوس ہے۔ زاں بعد آپ ام المومنین بی بی حفصہ رضؓ کے پاس تشریف لے گئے جو آپ کی صاحبزادی اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی بی بی تھیں۔ اور فرمانے لگے خبردار جو تم نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو جواب دیا۔ تم حضرہ ابوبکر صدیق کی صاحبزادی (عائشہ) کی ریس کرکے دھوکا نہ کھانا کیونکہ پیغمبر صاحب اُنھیں دوست رکھتے اور اُن کی نازبرداری کرتے ہیں +

شاق و ناگوار ضرب کی ممانعت

عَنْ اِيَاسِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَضْرِبُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ فَجَاءَ عُمَرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَئِرْنَ النِّسَاءُ عَلٰى اَزْوَاجِهِنَّ فَرَخَّصَ فِيْ ضَرْبِهِنَّ فَطَافَ بِاٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ طَافَ بِاٰلِ مُحَمَّدٍ نِسَاءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ لَيْسَ اُولٰٓئِكَ بِخِيَارِكُمْ

ایاسؓ بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) خدا کی لونڈیوں (یعنی اپنی بیبیوں) کو مارا نہ کرو اِس کے بعد حضرۃ عمرؓ آکر کہنے لگے کہ حضور! عورتیں اپنے شوہروں پر دلیر ہوگئی ہیں تو آپ نے اُنھیں مارنے کی اجازت دی پھر تو بہت عورتوں نے پیغمبر صاحب کے گھروں میں اپنے خاوندوں کی شکایت کے لیے آمد و رفت کی اِس پر جناب پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ محمد کے گھروں میں بہت عورتوں نے اپنے شوہروں کی شکایت کرتے ہوئے آمد و رفت کی ہے یہ جو اپنی عورتوں کو مارتے ہیں بھلے آدمی نہیں ہیں +

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَمْعَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَجْلِدُ اَحَدُکُمْ اِمْرَأَتَہٗ جَلْدَ الْعَبْدِ ثُمَّ یُجَامِعُھَا فِیْ اٰخِرِ الْیَوْمِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ یَعْمِدُ اَحَدُکُمْ فَیَجْلِدُ امْرَأَتَہٗ جَلْدَ الْعَبْدِ فَلَعَلَّہٗ یُضَاجِعُھَا فِیْ اٰخِرِ یَوْمِہٖ ÷ (صحیحین)	عبد اللہ بن زمعہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی اپنی عورۃ کو تازیانہ نہ مارے جس طرح غلام کو تازیانہ مارتا ہے۔ پھر اُسی دن کے اخیر میں اُس سے ہمبستری کرے اور ایک روایۃ میں یوں آیا ہی کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی عورۃ کو غلام جیسے کوڑے مارنے کا قصد نہ کرے ف۱ شاید کہ اُسی دن کے اخیر میں اُسے اِس سے ہمبستری کرنے کا اتفاق پڑ جائے

معاشرت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَفْرَکُ مُؤْمِنٌ مُّؤْمِنَۃً اِنْ کَرِہَ مِنْھَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْھَا اٰخَرَ ÷ (مسلم)	حضرۃ ابو ہریرہ رضؓ سے روایۃ ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان دار مرد ایمان دار عورۃ کو دشمن نہ رکھے (کیونکہ) اگر اُس کی ایک عادت سے ناخوش ہوگا تو اُس کی دوسری عادت سے ضرور خوش ہو جائے گا۔
عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ کُنْتُ اَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ لِیْ صَوَاحِبُ یَلْعَبْنَ مَعِیَ فَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ یَتَقَمَّعْنَ مِنْہُ فَیُسَرِّبُھُنَّ اِلَیَّ فَیَلْعَبْنَ مَعِیَ ÷ (صحیحین)	اُم المؤمنین حضرۃ عائشہ رضؓ کہتی ہیں کہ میں جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میری کئی ہمجولیاں بھی تھیں جو میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں جب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو میری سہیلیاں آپ سے پردے میں ہو جاتیں مگر پیغمبر صاحب انھیں میرے پاس بھیج دیتے اور وہ آکر میرے ساتھ کھیلنے لگتیں۔
عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ وَاللّٰہِ لَقَدْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ	اُم المؤمنین حضرۃ عائشہ رضؓ کہتی ہیں خدا کی قسم میں نے

ف۱ اِس حدیث سے غلاموں کے مارنے کی اجازت نہیں نکلتی بلکہ لوگوں کی عادت کے مطابق فرمایا ہی کہ غلاموں کی طرح بیبیوں کو نہ مارو تو جس طرح بیبیوں کا مارنا منع ہو اِسی طرح غلاموں کا مارنا بھی منع ہو۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ عَلٰى بَابِ حُجْرَتِيْ وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ بِالْحِرَابِ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِيْ بِرِدَائِهٖ لِاَنْظُرَ اِلٰى لَعِبِهِمْ بَيْنَ اُذُنِهٖ وَعَاتِقِهٖ ثُمَّ يَقُوْمُ مِنْ اَجْلِيْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا الَّتِيْ اَنْصَرِفُ فَاقْدُرُوْا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيْثَةِ السِّنِّ الْحَرِيْصَةِ عَلَى اللَّهْوِ ۔ (صحیحین)

صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے حجرے کے دروازے پر کھڑا دیکھا اور حبشی تھے کہ مسجد میں نیزوں سے رانک پٹے کی طرح کا کھیل کھیل رہے تھے اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر میں چھپائے ہوئے تھے کہ میں حبشیوں کے کھیل کو دیکھوں چنانچہ میں آپ کے کان اور کندھے مبارک کے بیچ میں سے اُن کا کھیل دیکھنے لگی اور جب تک کہ میں خود نہیں پھری پیغمبر صاحب میرے لیے کھڑے رہے تو اب تم اندازہ کر لو کہ نوعمر اور کھیل کود کی حریص لڑکی کس قدر کھیل کی آرزومند ہوتی ہو (بس یہی حال میرا تھا یعنی میں بہت دیر تک دیکھتی رہی)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اِذَا كُنْتِ عَنِّيْ رَاضِيَةً وَّاِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبٰى فَقُلْتُ مِنْ اَيْنَ تَعْرِفُ ذٰلِكَ فَقَالَ اِذَا كُنْتِ عَنِّيْ رَاضِيَةً فَاِنَّكِ تَقُوْلِيْنَ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَّاِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبٰى قُلْتِ لَا وَرَبِّ اِبْرٰهِيْمَ قَالَتْ قُلْتُ اَجَلْ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا اَهْجُرُ اِلَّا اسْمَكَ ۔ (صحیحین)

ام المومنین حضرت عائشہ رضہ کہتی ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مجھ سے فرمانے لگے کہ عائشہ! میں جانتا ہوں اُس وقت کو بھی جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو اور اُس وقت کو بھی جب مجھ پر ناراض ہوتی ہو۔ میں نے عرض کیا یہ آپ کیونکر پہچانتے ہیں۔ فرمایا جب تم راضی ہوتی ہو تو لا و رب محمد کہتی ہو اور ناخوش ہوتی ہو تو لا و رب ابراہیم کہتی ہو۔ میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ بخدا میں غصے کی حالت میں (صرف آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا كَانَتْ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہو کہ

ف ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ تھا کہ آپ کا اور ابراہیم علیہ السلام کا خدا ایک ہی تو میں خدا کے سوائے کسی غیر کی قسم نہیں کھاتی کہ وہ ایک طرح کا شرک ہی اس حدیث سے ایک بات یہ بھی نکلی کہ بی بی کو شوہر کا نام لینا جائز ہے اور یہ جو ہندوستان کی عورتیں شوہر کا نام نہیں لیتیں یہ اُن کا ادب ہے زائد از شریعت ۱۲

مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی السَّفَرِ قَالَتْ فَسَابَقْتُہٗ فَسَبَقْتُہٗ عَلٰی رِجْلَیَّ فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ سَابَقْتُہٗ فَسَبَقَنِیْ قَالَ ھٰذِہٖ بِتِلْکَ السَّبْقَۃِ ۔ (ابوداؤد)

ایک سفر میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشریف رکھتی تھیں فرماتی ہیں کہ میں پیغمبر صاحب کے ساتھ اس قصد سے دوڑی کہ دیکھوں آگے کون نکل جاتا ہے چنانچہ دوڑ میں میں آپ سے آگے نکل گئی لیکن جب میں موٹی اور تنومند ہوئی تو پھر میں پیغمبر صاحب کے ساتھ دوڑی اور آپ مجھ سے آگے

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَۃِ تَبُوْکَ اَوْ حُنَیْنٍ وَفِیْ سَھْوَتِھَا سِتْرٌ فَھَبَّتْ رِیْحٌ فَکَشَفَتْ نَاحِیَۃَ السِّتْرِ عَنْ بَنَاتِ الْعَائِشَۃِ لُعَبٍ فَقَالَ مَا ھٰذَا یَا عَائِشَۃُ قَالَتْ بَنَاتِیْ وَرَاٰی بَیْنَھُنَّ فَرَسًا لَہٗ جَنَاحَانِ مِنْ رِقَاعٍ فَقَالَ مَا ھٰذَا الَّذِیْ اَرٰی وَسْطَھُنَّ قَالَتْ فَرَسٌ قَالَ وَمَا ھٰذَا الَّذِیْ عَلَیْہِ قَالَتْ جَنَاحَانِ قَالَ فَرَسٌ لَہٗ جَنَاحَانِ قَالَتْ اَمَا سَمِعْتَ اَنَّ لِسُلَیْمَانَ خَیْلًا لَھَا اَجْنِحَۃٌ قَالَتْ فَضَحِکَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُہٗ ۔ (ابوداؤد)

ام المومنین حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک یا شاید غزوۂ حنین سے تشریف لائے اور گھر کے ایک بڑے طاق میں پردہ پڑا ہوا تھا۔ اتفاق سے ہوا چلی اور اس نے عائشہ کی (یعنی میری) گڑیوں کے پردے کی ایک طرف کھول دی پیغمبر صاحب نے طاق کی گڑیوں کی طرف اشارہ کرکے فرمایا عائشہ! یہ کیا ہے عرض کیا یہ میری گڑیاں ہیں اور پیغمبر صاحب نے گڑیوں کے بیچ میں ایک گھوڑا بھی دیکھا جس کے کاغذ کے دو پر تھے پیغمبر صاحب نے فرمایا اچھا وہ کیا ہے جو میں گڑیوں کے بیچ میں رکھا دیکھتا ہوں جواب دیا گھوڑا ہے فرمایا اور گھوڑے پر یہ کیا ہے عرض کیا اس کے دو پر ہیں پیغمبر صاحب نے بطریق تعجب فرمایا گھوڑا ہے اور اس کے دو پر ہیں حضرت عائشہ نے کہا کیا آپ نے سنا نہیں کہ سلیمان کے گھوڑوں کے پر تھے عائشہ فرماتی ہیں کہ یہ سن کر پیغمبر صاحب کھلکھلا کر ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کی کچلیاں ظاہر ہوگئیں ۔

من المترجم۔ عنوان حسن معاشرت کے ذیل میں جو آیتیں اور حدیثیں لکھی گئی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ شوہروں کو اپنی بیبیوں کی عقل کے موافق رہنا چاہیئے اور کبھی کبھی ان کے ساتھ مزاح اور کھیل بھی کریں

تو بہتر ہے۔جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج سے جس قدر خوش طبعی کرتے تھے آخر الذکر کی دونوں حدیثوں سے بخوبی واضح ہے۔امیر المؤمنین حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ باوجود اُس سختی اور تیزی کے جو آپ ہر کام میں رکھتے تھے اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ مرد کو اپنی بی بی کے ساتھ بالکل ایسا رہنا چاہیئے جیسا بچہ ماں کے ساتھ رہتا ہے کہ کبھی ہنساتا ہے کبھی کوڑاتا ہے کبھی رِجھاتا ہے کبھی بہلاتا ہے۔بزرگوں کا قول ہے کہ مرد کو چاہیئے کہ گھر میں آئے تو خنداں آئے اور باہر جائے تو خاموش اور چپ چاپ جو کچھ آگے رکھا جائے خوشی سے کھالے اور جو نہ پائے اُسے دریافت نہ کرے۔مگر اس کے ساتھ ہی ٹھٹول اور کھیل اس قدر نہ بڑھائے کہ عورت کے دل سے اس کا ڈر بالکل نکل جائے۔اور جو کام خلافِ شریعت ہوں اُن میں عورتوں کی ہرگز موافقت نہ کرے بلکہ جب کوئی امر آدمیت اور شریعت کے خلاف دیکھے تنبیہ کرے۔ڈانٹ بتائے کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ الخ تو اگر مرد نے ان باتوں میں عورت کی موافقت کرلی تو وہ اُس کا مطیع و منقاد ہوگیا نہ قیم و سرپرست۔حالانکہ مرد کو عورت پر ہمیشہ غالب رہنا چاہیئے۔جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تَعِسَ عَبْدُ الزَّوْجَۃِ۔"جورو کا غلام بدبخت ہے"۔بزرگوں کا بیان ہے کہ عورتوں سے مشورہ تو لو مگر اُن کے کہنے کے خلاف عمل کرو۔حقیقت میں عورتیں فطرتاً بے وقوف اور نفس سرکش کی مانند ہیں اگر مرد ذرا بھی انھیں اُن کے حال پر چھوڑ دیں گے تو ہاتھ سے جاتی رہیں گی اور حدود سے متجاوز ہو جائیں گی پھر تدارک مشکل پڑجائے گا۔ الغرض عورتوں میں چونکہ ایک طرح کا ضعف ہے۔اس لیے اُس کا علاج تحمل اور بُردباری ہی سے ہوسکتا ہے۔اور کجی بھی ہے تو اُس کا علاج سیاست ہے۔خلاصہ مقال یہ ہے کہ شوہری رعب و داب کو محبت کے ساتھ لے چلنا چاہیئے *

طلاق وعدت میں انصاف کا برتاؤ

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

طلاق (جس کے بعد رجوع بھی ہوسکتا ہے وہ تو دو ہی طلاقیں ہیں جو) دو دفعہ (کرکے دی جائیں پھر (دو طلاقوں کے بعد یا تو) دستور کے مطابق (زوجیت میں) رکھنا ہی یا حسن سلوک کے ساتھ رخصت کردینا اور جو تم اُن کو دے چکے ہو اُس میں سے تم کو کچھ (بھی واپس) لینا جائز نہیں مگر یہ کہ میاں بی بی کو (اس بات کا) خوف ہو کہ خدا نے (میاں بی بی کے سلوک کی) جو حدیں ٹھیرادی ہیں اُن پر قائم نہیں رہ سکیں گے تو اس صورۃ میں کہ تم لوگوں کو اس بات کا خوف ہو کہ میاں بی بی اللہ کی (باندھی ہوئی) حدوں پر قائم نہیں رہ سکیں گے اور عورۃ (اپنا پیچھا چھڑانے کے عوض) کچھ دے نکلے تو اس میں دونوں پر کچھ گناہ نہیں یہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدیں ہیں تو ان سے (آگے) مت بڑھو اور جو اللہ کی (باندھی ہوئی) حدوں سے آگے بڑھ جائیں تو یہی لوگ بر سر ناحق ہیں اب اگر عورۃ کو (تیسری بار) طلاق دے دی تو اس کے بعد جب تک عورۃ دوسرے شوہر سے نکاح کرے **ف۱** اُس کے لیے حلال نہیں ہوسکتی ہاں اگر (دوسرا شوہر ہمبستر ہوکر) اُس کو طلاق دے دے تو دونوں (میاں بی بی) پر کچھ گناہ نہیں کہ (پھر) ایک دوسرے کی طرف رجوع کرلیں بشرطیکہ دونوں کو توقع ہو کہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدوں پر قائم رہ سکیں گے اور یہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدیں ہیں جن کو اُن لوگوں کے لیے بیان فرماتا ہے جو (مصالح خانہ داری کو) سمجھتے ہیں اور جب تم نے عورتوں کو (دوبار) طلاق دے دی اور اُن کی عدۃ پوری ہونے کو آئی تو دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کرلو

ف۱ حدیث کی رُو سے دوسرے شوہر کے ساتھ ہمستری کا ہونا بھی ضرور ہے ۱۲

فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ وَلَا تَتَّخِذُوٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۚ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۗ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (بقرہ ع ۲۹ پارہ ۲)

تو (وہ کچھ) اپنا ہی کھوئے گا اور اللہ کے احکام کو ہنسی (کھیل) نہ سمجھو اور اللہ نے جو تم پر احسان کیے ہیں اُن کو یاد کرو اور (اُس کا) یہ (احسان بھی یاد کرو) کہ اُس نے تم پر کتاب اور عقل کی باتیں اُتاریں (اور منظور یہ ہی) کہ تم کو اُن کے ذریعے سے نصیحت کرے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہی اور جب تم عورتوں کو (تین بار) طلاق دے دو اور وہ اپنی (عدّۃ کی) مدّت پوری کر لیں اور جائز طور پر آپس میں (کسی سے) اُن کی مرضی مل جائے تو اُن کو (دوسرے) شوہروں کے ساتھ نکاح کر لینے سے مت روکو یہ نصیحت اُس کو کی جاتی ہی جو تم میں اللہ اور روزِ آخرۃ پر ایمان رکھتا ہو یہ تمھارے لیے بڑی پاکیزگی اور بڑی صفائی کی بات ہی اور (خانہ داری کی مصلحتوں کو) اللہ (ہی) خوب جانتا ہی اور تم (ویسا) نہیں جانتے ف۱

وَالْمُطَلَّقٰتُ[۲] يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۚ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا

اور[۲] جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو وہ اپنے آپ کو تین دفعہ کپڑوں کے آنے تک روکے رکھیں اور اگر اللہ اور روزِ آخرۃ کا یقین رکھتی ہیں تو جو کچھ بھی (بچے کی قسم سے) خدا نے اُن کے پیٹ میں پیدا کر رکھا ہو اُس کا چھپانا اُن کو جائز نہیں اور اُن کے شوہر (اُن کو) اچھی طرح رکھنا چاہیں تو وہ اِس اثنا میں اُن کو (اپنی زوجیت) میں واپس لینے کے زیادہ حق دار ہیں

ف۱ عرب کے لوگوں سے طلاق کا کھیل بنا رکھا تھا طلاق دے بیٹھتے اور پُرتار ہوتے تو ایک دم سے سیکڑوں طلاقیں دیتے چلے جاتے یا طلاق دی اور رجوع کر لیا پھر طلاق دی پھر رجوع کر لیا پھر اُن میں جاہلانہ حمیّت کی کچھ انتہا نہ تھی اور مصالحِ خانہ داری پر نظر نہیں رکھتے تھے اللہ تعالیٰ نے اِن آیات میں طلاق کے معاملے کو ایسا سُلجھا دیا کہ اُس سے بہتر سُلجھانا ممکن نہیں طلاق کے بارے میں اپنی ناپسندیدگی بھی ظاہر فرما دی اور مجبوری ہی پڑے تو اُس کے قاعدے بتا دیے اور خانہ داری کی مصلحتیں بھی سمجھا دیں ۱۲

إِصْلَاحًا ۚ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○ (بقرہ ع ۲۸ پارہ ۲)	اور جیسے (مردوں کا حق) عورتوں پر ویسے ہی دستور کے مطابق عورتوں کا حق (مردوں پر) ہاں مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہے اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے
وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ۖ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ○ (بقرہ ع ۳۰ پارہ ۲)	اور تم میں جو لوگ مر جائیں اور بیبیاں چھوڑ مریں تو (عورتوں کو) چاہیے کہ چار مہینے دس دن اپنے تئیں روکے رہیں پھر جب اپنی (عدۃ کی) مدت پوری کر لیں تو جائز طور پر جو کچھ اپنے حق میں کریں اُس کا تم (وارثانِ میت) پر کچھ الزام نہیں اور تم لوگ جو کچھ (بھی) کرتے ہو اللہ کو اُس کی خبر ہے ف۱
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ ۖ لَا تُخْرِجُوهُنَّ	اے پیغمبر مسلمانوں سے کہو کہ) جب تم (اپنی) بیبیوں کو طلاق دینی چاہو تو اُن کو اُن کی عدۃ کے شروع میں طلاق دو اور (طلاق کے بعد ہی سے) عدۃ گننے لگو اور اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرتے رہو ف۲ (عدۃ میں) اُن کو اُن کے

ف۱ یعنی نکاح ثانی کی تمہید کے طور پر زیب و زینت وغیرہ جائز طریقے سے جو کچھ کریں تو اُس میں تم پر کسی طرح کا گناہ نہیں کہ اُن کو زیادہ دن تک سوگ کرنے پر کیوں نہ مجبور کیا جیسا کہ عرب کے زمانۂ جاہلیت کا دستور تھا ۱۲

ف۲ شریعتِ اسلامی میں طلاق ایک بہت ہی ناپسندیدہ بات ہے لیکن اگر مرد کو مطلقاً اس کا اختیار نہ دیا جائے تو بعض صورتوں میں بڑے بڑے فسادات کا احتمال ہے جیسا کہ دوسری قوموں میں دیکھا جاتا ہے کہ اُن کے مذہب میں طلاق نہیں مگر مجبوری اُن کو اسلامی قاعدے کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اسلام نے طلاق جائز رکھی ہے مگر بڑے مصلحتوں اور احتیاط کے ساتھ کہ حتی الامکان طلاق کی نوبت نہ آئے اور آئے تو زن و شوہر میں کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ اولاً حیض کے دنوں میں طلاق کا دینا منع ہے اس میں مصلحت یہ ہے کہ اُن دنوں میں میاں بی بی چار و ناچار ایک دوسرے سے الگ رہتے ہیں عجب نہیں کہ یہ علیحدگی طلاق کی محرک ہو تو جس کو طلاق دینی ہو ضرور ہے کہ عورت نہا دھو چکی ہو تب طلاق دے جس سے ظاہر ہو جائے گا کہ داعیۂ طلاق قوی ہے پھر طلاق کے بعد عدت ہے اس میں ایک تو نسب کی احتیاط ہے کہ عدت کی مدت میں متواتر تین بار عورت کو دن آ جائیں گے تو اچھی طرح اطمینان ہو جائے گا کہ حمل سے نہیں ہے عورت حمل سے ہو تو اُس کی عدت وضعِ حمل تک ہے عدت میں مرد عورت کو اچھا موقع دیا گیا ہے کہ پھر ملاپ کر لیں اور مرد اپنی طلاق کو واپس لے جس کو اصطلاحِ شرع میں رجوع اور رجعت کہتے ہیں پھر طلاق میں اس کا بھی لحاظ ہے کہ بے فائدہ اور بلا ضرورت عورت کا وقت عدت میں ضائع نہ ہو اور اُس کو جلد ہی عدت پوری کرنے کا موقع دیا جائے اس لیے شروع سورۃ میں حکم دیا گیا ہے کہ شروع عدت میں طلاق دی جائے یعنی جب عورت نہا دھو چکے اُس وقت اُس کو طلاق دی جائے عورت کے حاملہ ہونے کی صورت میں

بچہ کے دودھ پلانے کا معاملہ ہے اُس کے واسطے بھی شارع نے نہایت عمدہ انتظام کر دیا ہے اور یہ سب احکام ان آیتوں میں صراحت کے ساتھ

مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا ۝ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ۚ ذَٰلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ۚ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝ وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ ۚ

اور وہ (خود بھی) نہ نکلیں مگر یہ کہ کھلم کھلا (کوئی) بے حیائی (کا کام) کر بیٹھیں (تو اُن کو نکال دینے کا مضائقہ نہیں) اور یہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدیں ہیں اور جس شخص نے اللہ کی (باندھی ہوئی) حدوں سے قدم باہر رکھا تو اُس نے (آپ) ہی اپنے اوپر ظلم کیا ف۱ (اے شخص جو بی بی کو طلاق دیتا ہے) تو نہیں جانتا شاید اللہ طلاق کے بعد (ملاپ کی) کوئی صورۃ پیدا کردے پھر جب عورتیں اپنی عدت پوری کرنے پر آئیں تو (یا تو رجوع کرکے) سیدھی طرح اُن کو (اپنی زوجیت میں) رکھے رہو یا سیدھی طرح اُن کو رخصت کردو اور (جو کچھ بھی کرو) اپنے لوگوں میں دو معتبر (آدمیوں) کو گواہ کرلو اور (گواہو! گواہی کی ضرورت آپڑے تو) اللہ کا پاس کرکے ٹھیک ٹھیک گواہی دینا یہ نصیحۃ کی باتیں اُن لوگوں کو سمجھائی جاتی ہیں جن کو اللہ اور روزِ آخرۃ کا یقین ہے اور جو شخص خدا سے ڈرتا رہے گا خدا اُس کے لیے (آپس کے لڑائی جھگڑے سے) نجات کی شکل نکال دے گا اور اُس کو وہاں سے رزق پونہچائے گا جدھر سے اُس کو (وہم و) گمان بھی نہ تھا ف۲ اور جو شخص اللہ پر بھروسا رکھے گا تو خدا اُس (کی مشکلات کے حل کرنے) کو کافی ہے بے شک جو خدا کو منظور ہوتا ہے وہ اُس کو پورا کرکے رہتا ہے (اور) اللہ نے تو ہر چیز کا ایک اندازہ ٹھیرا ہی رکھا ہے ف۳ اور (مسلمانو) تمھاری (طلاقی) بیبیوں میں سے جن کو (پیرانہ سالی کی وجہ سے) حیض کے آنے کی امید نہیں رہی اگر تم کو شبہہ ہو ف۴ تو اُن کی عدت تین مہینے ہے اور (ایسے ہی) جن کو (ابھی) حیض نہیں آیا

ف۱ یعنی خدا نے جو قاعدے ٹھیرائے ہیں وہ بندوں کی مصلحۃ کے لیے ٹھیرائے ہیں اور جب کوئی خلاف قاعدہ کرتا ہے تو وہ مصلحۃ فوت ہوجاتی ہے اور آویر سویر اس کا نقصان اُس شخص کی طرف عائد ہوتا ہے جو اس قاعدے کو توڑتا ہے اور وہ خدا کے ہاں گنہگار ٹھیرتا ہے سو الگ اپنے اوپر ظلم کرنے کے یہ معنی ہیں ۱۲ ف۲ اس میں اس بات کا اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ مرد یہ نہ سمجھے کہ میں اس عورۃ کو چھوڑ دوں گا تو اس کو کہیں روٹی کپڑا نہ ملے گا ۱۲ ف۳ از انجملہ عدت کا اور اس میں بہت سی مصلحتیں ہیں ۱۲ ف۴ شبہہ سے مراد ہے کہ عدت کا حساب حیض سے ہوتا ہے اور جس کو حیض ہی نہ آتا ہو تو اُس کو کیا کریں فرمایا کہ ایسی عورتوں کا حساب دنوں سے کرلیا کرو ۱۲

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ○ ذَٰلِكَ أَمْرُ اللَّهِ أَنْزَلَهُ إِلَيْكُمْ ۚ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا ○ أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ۚ وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۖ وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ ۖ وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ ○ لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ ۖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ ۚ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ○ (الطلاق ۶۵ - ۴ - ۷)

اور (رہیں) حاملہ عورتیں (سو) اُن کی عدت اُن کے بچہ جننے تک ہے اور جو اللہ سے ڈرتا رہے گا خدا اُس کے کام آسان کرے گا (مسلمانو!) یہ (احکام جو اوپر مذکور ہوئے) فرمودہ خدا ہیں جو اُس نے تمہاری طرف بھیجے ہیں اور جو خدا سے ڈرتا رہے گا (آخرۃ میں) خدا اُس کے گناہوں کو اُس سے دور کردے گا اور اُس کو بڑے اجر دے گا (سو الگ) طلاقی عورتوں کو (عدت کے لیے) اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہو اور اُن پر سختی کرنے کے لیے اُن کو ایذا نہ دو اور اگر حاملہ ہوں تو بچہ جننے تک اُن کا خرچ اُٹھاتے رہو پھر (بچہ جننے پیچھے) اگر وہ (بچے کو) تمہارے لیے دودھ پلائیں تو اُن کو اُن کی دودھ پلائی دو اور آپس کی صلاح سے دستور کے مطابق (اُجرت وغیرہ کا) ٹھیراؤ کرلو اور آپس میں کشمکش کروگے تو (مرد کو کوئی) اَور (عورت میسّر آجائے گی اور وہ) اُس کے لیے (بچے کو) دودھ پلاوے گی جس کو گنجایش ہو اُس کو چاہیئے کہ وہ اپنی گنجایش کے قدر خرچ کرے اور جس کی آمدنی تھوڑی ہو وہ جتنا اُس کو خدا نے دیا ہے اُسی کے موافق خرچ کرے خدا نے جس کو جتنا دے رکھا ہے اُس سے بڑھ کر کسی کو تکلیف دینی نہیں چاہتا (گھبرانے کی بات نہیں) خدا تنگی کے بعد جلد فراغت (بھی) دے گا۔

سلہ طلاقی عورتوں سے قطعی طلاق والی عورتیں مراد ہیں پھر اگر یہ حاملہ بھی ہوں تو بچے کے پیدا ہونے تک نان و نفقہ اور رہنے کا مکان خاوند کے ذمّے ہے اور ۴ کچھ نہیں کیونکہ فاطمہ بنت قیس کی حدیث جو صحیح مسلم وغیرہ میں ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ جب فاطمہ نے جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ میرے خاوند نے تین دفعہ طلاق دے دی ہے اور اس کے بعد پیغمبر صاحب سے عدّۃ تک اپنے کھانے اور رہنے کے مکان کا خاوند کے ذمّے ہونے کا مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جب طلاق قطعی ہے اور حمل نہیں ہے تو خاوند کے ذمّے نہ رہنے کا مکان ہے نہ کھانا ہاں اگر حمل ہوتا تو بچہ کے پیدا ہونے تک خاوند کے ذمّے نان نفقہ اور رہنے کا مکان واجب تھا۔

خلع

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۭ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْھَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ

(بقرہ ع ۲۹ پارہ ۲)

اور (مردو!) جو تم (عورتوں کو) دے چکے ہو اُس میں سے تم کو کچھ (بھی واپس) لینا جائز نہیں مگر یہ کہ میاں بی بی کو (اس بات کا) خوف ہو کہ خدا نے (میاں بی بی کے سلوک کی) جو حدیں ٹھیرا دی ہیں اُن پر قائم نہیں رہ سکیں گے تو ایسی صورت میں کہ تم لوگوں کو اس بات کا خوف ہو کہ میاں بی بی اللہ کی باندھی ہوئی حدوں پر قائم نہیں رہ سکیں گے اور عورت (اپنا پیچھا چھڑانے) کے عوض کچھ دے نکلے تو اس میں دونوں پر کچھ گناہ نہیں یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں تو ان سے آگے مت بڑھو اور جو اللہ کی باندھی ہوئی حدوں سے آگے بڑھ جائیں تو وہی لوگ ہیں جو ناحق پر ہیں۔

عَنْ حَبِيْبَةَ بِنْتِ سَهْلٍ اَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلَى الصُّبْحِ فَوَجَدَ حَبِيْبَةَ بِنْتَ سَهْلٍ عِنْدَ بَابِهِ فِي الْغَلَسِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هٰذِهِ قَالَتْ اَنَا حَبِيْبَةُ بِنْتُ سَهْلٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ مَا شَاْنُكِ قَالَتْ لَا اَنَا وَلَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ لِزَوْجِهَا فَلَمَّا جَاءَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ حَبِيْبَةُ بِنْتُ سَهْلٍ قَدْ ذَكَرَتْ

حبیبہ بنت سہل سے روایت ہے (اور) یہ قیس بن شماس کے بیٹے ثابت کے نکاح میں تھیں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح کے لیے نکلے تو حبیبہ کو اندھیرے میں اپنے حجرے کے دروازے پاس کھڑا پاکر ارشاد فرمایا "یہ کون ہے؟" حبیبہ نے جواب میں عرض کیا، یا رسول اللہ میں ہوں حبیبہ سہل کی بیٹی۔ فرمایا تیرا کیا حال ہے عرض کیا کہ میں ثابت بن قیس یعنی اپنے خاوند کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی اور نہ ثابت بن قیس میرے ساتھ جمع ہوسکتا ہے۔ جب ثابت بن قیس آئے تو پیغمبر صاحب نے اُن سے فرمایا کہ یہ سہل کی بیٹی حبیبہ ہے اسے جو کچھ بیان کرنا تھا۔

مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَذْكُرَ فَقَالَتْ حَبِيْبَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُلُّ مَا اَعْطَانِيْ عِنْدِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِثَابِتٍ خُذْ مِنْهَا فَاَخَذَ مِنْهَا وَجَلَسَتْ فِيْ اَهْلِهَا ۔ (نسائی)

بیان کیا۔ حبیبہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جو چیز ثابت نے مجھے دی ہے سب میرے پاس موجود ہے۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت سے فرمایا کہ اس میں سے کچھ لے لو انہوں نے لے لیا اور حبیبہ اپنے کنبے میں جا بیٹھی۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ امْرَاَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ اَمَا اِنِّيْ مَا اَعِيْبُ عَلَيْهِ فِيْ خُلُقٍ وَّلَا دِيْنٍ وَلٰكِنِّيْ اَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهُ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْبَلِ الْحَدِيْقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيْقَةً ۔ (نسائی)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس کی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگی یا رسول اللہ میں ثابت بن قیس پر کسی طرح کا عیب نہیں لگا سکتی نہ اس کی عادت میں اور نہ دین میں لیکن میں کفر کو اسلام میں ناپسند رکھتی ہوں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم ثابت کا دیا ہوا باغ انہیں واپس کر دو گی عرض کیا جی ہاں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت سے فرمایا کہ باغ لے لو اور اسے ایک طلاق دے دو۔

ف بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ثابت بن قیس کی بی بی کو اپنے شوہر سے کوئی طبعی منافرت ہو گئی ہو گی جس کی وجہ سے اس نے ثابت سے مفارقت چاہی لیکن اس وجہ کو ظاہر نہیں کیا اور کفر کو اسلام میں ناپسند رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ میں شوہر کی نافرمانی کو کفر سمجھتی ہوں اور اسلام میں اس کفر کو ناپسند رکھتی ہوں۔ الحمد للہ اسلام میں ایسی بیبیاں بھی ہو گزری ہیں جو شوہروں سے ناخوش رہنے کو کفر سمجھتی تھیں یا اب یہ حال ہے کہ ناخوش رہنا تو درکنار شوہروں کے ناخوش رکھنے کو لازمۂ زوجیت قرار دے رکھا ہے ۱۲ من المترجم

ایلاء

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ (بقرہ ع ۲۸ پارہ ۲)

جو لوگ اپنی بیبیوں پاس جانے کی قسم کھا بیٹھیں اُن کو چار مہینے کی مہلت ہے پھر اس مدت میں) اگر رجوع کرلیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر طلاق کی ٹھان لیں تو (بھی) اللہ سنتا (اور) جانتا ہے ف۱

عَنْ اَنَسٍ قَالَ اٰلَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِّسَآئِهٖ شَهْرًا فِيْ مَشْرُبَةٍ لَّهٗ فَمَكَثَ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ نَزَلَ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَيْسَ اٰلَيْتَ عَلٰى شَهْرٍ قَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ (نسائی)

حضرۃ انس کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں سے ایک مہینے تک کا ایلاء کیا (یعنی قسم کھائی کہ میں مہینے بھر تک ان کے پاس نہ جاؤں گا) اور اتنے دنوں کو ٹھے پر تشریف فرما رہے اُنتیسویں رات ہوئی تو آپ اُتر آئے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نے مہینے بھر تک کی قسم نہیں کھائی تھی، فرمایا اُنتیس روز کا بھی مہینہ ہوتا ہے ف۲

ف۱ قسم کے سلسلے میں ایک خاص طرح کی قسم کا تذکرہ فرمایا جس کو اصطلاح شرع میں ایلاء کہتے ہیں کہ مرد نے عورۃ کے پاس جانے کی قسم کھالی تو اُس کو چار مہینے کی مہلت ہو اس کے بعد یا رجوع کرے یا چار و ناچار طلاق دے ۱۲

ف۲ ایلاء کہتے ہیں مرد کے قسم کھانے کو کہ میں اپنی عورت کے پاس نہ جاؤں گا تو اگر وہ چار مہینے کے اندر اندر عورۃ کے پاس چلا گیا تو حانث ہو جائے گا اور کفارۂ یمین لازم آئے گا مگر ایلاء ساقط ہو جائے گا اور اگر عورۃ کے پاس نہیں گیا اور چار مہینے گزر گئے تو حنفیہ کے نزدیک عورۃ مرد سے جدا ہو جائے گی کیونکہ چار مہینے کا گزرنا ہی عورۃ کے حق میں طلاق بائنہ ہے مگر ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک صرف چار مہینے گزرنے سے طلاق نہیں پڑتی اور عورۃ مرد سے نہیں چھوٹتی - اِن کے نزدیک مرد کو یہاں تک قید رکھا جائے گا کہ یا تو عورۃ کی طرف رجوع کرے اور کفارۂ یمین دے دے یا طلاق دے کر عورۃ کو چھوڑ دے اس صورۃ میں اگر طلاق دینے سے انکار کرے گا تو قاضی عورۃ کو طلاق دے دے گا اور یہی مذہب ہے حضرۃ عثمان اور علی اور عبادلۂ ثلاثہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا - سلیمان بن یسار جو ام المومنین حضرۃ میمونہ رضی اللہ عنہا کے غلام اور کبار تابعین اور مدینہ کے مشہور فقہائے سبعہ میں سے ایک فقیہ فاضل ثقہ عابد ہیں بیان کرتے ہیں کہ ادرکت بضعة عشر من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلھم یقول یوقف المؤلی رواہ فی شرح السنۃ یعنی میں نے کچھ اوپر دس صحابیوں کو پایا سب یہی کہتے تھے کہ ایلاء کرنے والا یہاں تک روکا جائے کہ یا تو عورۃ کی طرف رجوع کرے یا اسے طلاق دے دے ۱۲

ظہار

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ (احزاب ۶ پارہ ۲۱)

اللہ نے کسی آدمی کے سینے میں دو دل نہیں رکھے اور نہ تم لوگوں کی بیبیوں کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو تمہاری ماں بنایا اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا یہ تمہارے اپنے مُونہ کی کہن ہو اور اللہ تو حق بات فرماتا ہے اور وہی (لوگوں کو سیدھا) رستہ دکھاتا ہے ف۱

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ڰ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ

(اے پیغمبر) اللہ نے اُس عورۃ (ثعلبہ کی بیٹی خولہ) کی بات سُن لی جو اپنے شوہر (صامت کے بیٹے اوس) کے بارے میں تم سے جھگڑتی اور خدا سے فریاد کرتی تھی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سُن رہا تھا بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہو (مسلمانو!) جو لوگ تم میں سے اپنی بیبیوں کے ساتھ ظہار کر بیٹھیں ف۲ وہ (بیبیاں) اُن کی مائیں (تو ہیں) نہیں۔

ف۱ اسلام سے پہلے عرب میں ایک طرح کی طلاق کا رواج تھا جس کو ظہار کہتے ہیں وہ اس قسم کے الفاظ سے واقع ہوتی تھی کہ مرد نے عورۃ کو کہہ دیا کہ تیری پیٹھ مجھے اپنی ماں کی پیٹھ کی جگہ ہو جس کا مطلب یہ ہوتا کہ تو میری ماں کی جگہ ہو اتنا کہہ دینے سے عورۃ مرد سے چھوٹ جاتی تھی اب بھی لوگوں سے اس قسم کی نادانیاں سرزد ہوتی ہیں۔ مگر اسلام نے اس کو طلاق نہیں مانا بلکہ اس کا ایک کفارہ ٹھہرا دیا ہو جس کی صراحت دوسری آیۃ میں آتی ہو۔ دوسری رسم بدلے یا لک کی تھی اور اب بھی ہے کہ متبنّٰے کو تمام باتوں میں اصلی بیٹے کی طرح سمجھا جاتا ہو خدا نے تعالیٰ نے اِن دونوں رسموں کو یہ فرما کر اُٹھا دیا کہ کسی آدمی کے سینے میں دو دل نہیں بنائے جس کا یہ مطلب ہے کہ آدمی کی طرز خاص کا میلان طبعۃ دو طرف نہیں ہو سکتا تو جو میلان آدمی کو اپنی ماں کی طرف ہوتا ہے اُس قسم کا میلان بی بی کی طرف کیوں ہونے لگا پس اگر آدمی بی بی کو کہہ دے کہ تو میری ماں کی جگہ ہو اس سے بی بی ماں کی جگہ نہیں ہو جاتی ماں ماں ہی کی جگہ ہو اور بی بی - بی بی ہی کی جگہ۔ اسی طرح غیر کے فرزند کو بیٹا بنا لینے سے وہ اصلی بیٹا نہیں ہو جاتا۔ پس اس قسم کی باتیں خدا کے نزدیک معتبر نہیں۔ ہم نے اپنی کتاب محصنات کے لوح کے صفحہ پر اس آیۃ کا حاصل ترجمہ یوں نظم کر دیا ہے ؎ ہم معتقدِ دعویِ باطل نہیں ہیں۔ سینے میں کسی شخص کے دو دل نہیں ہیں ۱۲ ف۲ اسلام سے پہلے عرب میں عورتوں کی بڑی مٹّی خوار تھی اور قرآن میں کئی جگہ عورتوں کے حقوق کی حفاظت کے احکام موجود ہیں از انجملہ یہ ظہار کا مسئلہ ہو کہ یہ بھی ایک قسم کی طلاق تھی۔ اوس بن صامت کی طرح مرد غصے میں آکر بی بی سے کہہ بیٹھتا تھا کہ تو میری ماں کی جگہ ہو یا تیری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی جگہ ہو۔ اتنا کہہ دینے سے میاں بی بی میں جدائی ہو جاتی تھی اسی کو اصطلاحِ شرع میں ظہار کہتے ہیں اور لفظ ظہار نکلا ہو ظہر سے جس کے معنی پیٹھ کے ہیں۔ اسلام نے ظہار کا طلاق ہونا تسلیم نہیں کیا مگر ہاں ایسی لغویات کے انسداد کے لیے کفارہ ٹھیرا دیا ہو ۱۲

سلہ ظہار کی تعریف اور اُس کا حکم آیۃ نمبر ایک دو کے ترجمے اور اُس کے فوائد سے بخوبی ثابت ہوتا ہے مگر چونکہ ظہار کی مختلف صورتیں ہیں اس لیے اس کی کچھ تفصیل بھی کی جاتی ہو شوہر کا اپنی بی بی کو یہ کہنا کہ تیری پیٹھ مجھے اپنی ماں کی پیٹھ کی جگہ ہو یا تو میری نسبت یا میرے ساتھ یا میرے نزدیک ایسی ہو جیسے میری ماں کی پیٹھ۔ اسی طرح اگر یوں کہے کہ تو مجھ پر ایسی ہو جیسے میری ماں کا پیٹ یا میری ماں کا سر یا میری ماں کا ہاتھ یا یوں کہے کہ تیرا پیٹ یا تیرا سر یا تیرا ہاتھ مجھ پر ایسا ہو جیسے میری ماں کی پشت علیٰ ہٰذا القیاس اگر شوہر اپنی بی بی کے کسی عضو کو ماں کے عضو سے تشبیہ دے تو بھی جمہور علماء کے

۲ نزدیک ظہار ہو جائے گا مگر علماے احناف کہتے ہیں کہ اگر ماں کے پیٹ یا ایسے عضو کے ساتھ تشبیہ دی ہو تو ظہار ہے ورنہ نہیں اور اگر مرد نے عورۃ سے کہا کہ تو مجھ پر ایسی ہو جیسے میری ماں یا میری ماں کی طرح اور اس سے اُس کی مراد ہو اعزاز و کرامت تو ظہار نہ ہوگا۔ اور اگر شوہر نے بی بی کو اپنی دادی سے تشبیہ دی اور کہا کہ تو مجھ پر ایسی ہو جیسے میری دادی کی پیٹھ یا بی بی کو کسی ایسی عورۃ سے جو قرابۃ کی وجہ سے اُس پر حرام ہو مثلاً یوں کہا کہ تو مجھ پر ایسی ہی جیسے

إِنْ أُمَّهٰتُهُمْ إِلَّا الّٰٓئِيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَإِنَّهُمْ
لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ
وَإِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ
يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ
لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ
يَّتَمَآسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ
فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ
أَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ
سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ
وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ
عَذَابٌ أَلِيْمٌ ۝ (مجادلہ ۶ ۔ پارہ ۲۸)

اُن کی مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے اُن کو جنا ہی (مگر ہاں
(بی بی کو ماں کہہ بیٹھنے سے) اُنھوں نے ایک بیہودہ اور
جھوٹی بات کہی اور بے شک اللہ معاف کرنے والا بخشنے
والا ہی اور جو لوگ اپنی بیبیوں سے ظہار کرتے ہیں پھر
لوٹ کر وہی (کام) کرنا چاہتے ہیں جس کو کہہ چکے ہیں (کہ
نہیں کریں گے) تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے
پہلے (مرد کو) ایک بردہ آزاد کرنا (چاہیئے۔ مسلمانو!) تم
کو یہ نصیحۃ کی جاتی ہی (تاکہ اس پر کاربند رہو) اور جو
کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ کو اُس کی (سب) خبر ہی پھر جس کو
(بردہ) میسّر نہ ہو تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے
(مرد) لگاتار دو مہینے کے روزے (رکھّے) اور جس سے
نہ ہوسکیں تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاوے۔ یہ
(حکم) اِس لیے (دیا جاتا ہی) کہ تم لوگ اللہ اور
اُس کے رسول پر پورا پورا ایمان لے آؤ[ف]
اور یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدّیں ہیں
اور جو لوگ منکر ہیں اُن کو عذاب
دردناک (ہونا) ہی

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ظَاهَرَ مِنِ امْرَأَتِهٖ
فَوَقَعَ عَلَيْهَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ
ظَاهَرْتُ مِنِ امْرَأَتِيْ فَوَقَعْتُ قَبْلَ أَنْ
أُكَفِّرَ قَالَ وَمَا حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ يَرْحَمُكَ
اللّٰهُ قَالَ رَأَيْتُ خَلْخَالَهَا فِيْ ضَوْءِ الْقَمَرِ
فَقَالَ لَا تَقْرَبْهَا حَتّٰى تَفْعَلَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (ت)

ابن عباس سے روایت ہی کہ ایک شخص جس نے اپنی
عورۃ سے ظہار کیا تھا اور پھر اُس سے ہم بستر ہو گیا تھا
جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
ہو کر عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ میں نے اپنی عورۃ
سے ظہار کیا اور کفارہ دینے سے پہلے اُس سے ہمبستر
ہو گیا۔ پیغمبر صاحبؐ نے فرمایا خدا تجھ پر رحم کرے اِس
کام پر تجھے کس چیز نے اُبھار اکسایا۔ عرض کیا کہ میں نے
چاند کی روشنی میں اُس کی پازیب دیکھ لی۔ فرمایا دوبارہ
اُس کے پاس مت جائیے کہ جس (کفّارے) کا خدا نے
حکم فرمایا ہے اُسے بجا لائیے۔

[ف] ایمان تو اصل میں عقیدے کا نام ہے مگر اس کی تکمیل عمل سے ہوتی ہی اگر کوئی شخص خدا رسول پر ایمان رکھتا ہے اور پابند شرع نہیں
اُس کو پورا مسلمان نہیں کہتے ۱۲

اُجرتِ استرضاع

(دودھ پلانے کی اُجرت)

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ ۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (بقرہ ع ۳۰ پارہ ۲)

اور جو شخص (بی بی کو طلاق دیئے پیچھے اپنی اولاد کو) پوری مدۃ تک دودھ پلوانا چاہے تو اُس کی خاطر مائیں اپنی اولاد کو پورے دو برس دودھ پلائیں اور جس کا وہ بچہ ہے (یعنی باپ) اُس پر دستور کے مطابق ماؤں کا کھانا کپڑا دینا لازم ہے (نان و نفقہ کے ٹھیراؤ میں) کسی کو تکلیف نہ دی جائے مگر وہیں تک کہ اُس کی گنجایش ہو ماں کو اُس کے بچے کی وجہ سے نقصان نہ پونہچایا جائے اور نہ اُس کو جس کا بچہ ہے (یعنی باپ کو) اُس کے بچے کی وجہ سے (کسی طرح کا نقصان پونہچایا جائے) اور (دودھ پلانے کا نان و نفقہ جیسا اصل باپ پر ہے ویسا اُس کے) وارث پر پھر اگر (وقت سے پہلے ماں باپ) دونوں اپنی مرضی اور صلاح سے (دودھ) چھڑانا چاہیں تو اُن پر کچھ گناہ نہیں اور اگر تم اپنی اولاد کو (کسی دایہ سے) دودھ پلوانا چاہو تو (اس میں بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ جو تم نے دستور کے مطابق (ماؤں کو) دینا کیا تھا اُن کے حوالے کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جانتے رہو کہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اُس کو دیکھ رہا ہے ف

ف عورتوں کو طلاق ہوئے پیچھے دودھ پیتے بچّوں کی مشکل پڑ جاتی ہے۔ میاں بی بی میں تو طلاق سے پیدا ہوگئی عداوۃ ایک دوسرے کی ضدّ سے اولاد کی شفقت میں بھی کمی آجاتی ہے۔ اس صورۃ میں ایسا انتظام کرنا کہ مفارقت ہوئے پیچھے میاں بی بی ایک دوسرے کو نقصان نہ پونہچا سکیں اور نہ اولاد کی مٹّی خوار ہو۔ اُن ہی حکموں کی تعمیل سے ہو سکتا ہے جو خدا نے اِن آیتوں میں بیان فرمائے ہیں چنانچہ لا تضار والدۃ بولدھا ولا مولود لہ بولدہ کے دو نوں معنی ہو سکتے ہیں کہ نہ اولاد کی وجہ سے ماں باپ کو نقصان کا پونہچانا مناسب ہے اور نہ ماں باپ کی باہمی کشمکش سے اولاد کو نقصان پونہچانا رَوا ہے۔ پھر اولاد کا دودھ پلوانا ماں سے یا کسی دایہ سے یہ بھی ماں باپ کی مرضی اور صلاح پر رکھّا ہے اور دودھ پلائی کے حق کی پوری حفاظت کردی کہ جتنے دنوں ماں دودھ پلائے اُس کو اُس کا حق [illegible] ۱۲

فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۖ وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُم بِمَعْرُوفٍ ۖ وَإِن تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ ۝ لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ ۖ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ ۚ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ۝ (الطلاق ع ۱ پارہ ۲۸)

پھر (بچہ جنے پیچھے) اگر وہ (بچے کو) تمھارے لیے دودھ پلائیں تو اُن کو اُن کی دودھ پلائی دو اور آپس کی صلاح سے دستور کے مطابق (اُجرۃ وغیرہ کا) ٹھیراؤ کر لو اور آپس میں کشمکش کروگے تو (مرد کو کوئی) اور (عورۃ میسر آجائے گی اور وہ) اُس کے لیے (بچے کو) دودھ پلادے گی جس کو گنجایش ہو اُس کو چاہیئے کہ وہ اپنی گنجایش کے قدر خرچ کرے اور جس کی آمدنی تنگی ہو وہ جتنا اُس کو خدا نے دیا ہو اسی کے موافق خرچ کرے خدا نے جس کو جتنا دے رکھا ہو اُس سے بڑھ کر کسی کو تکلیف دینی نہیں چاہتا (گھبرانے کی بات نہیں) خدا تنگی کے بعد جلد فراغت (بھی) دے گا۔

لعان

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ ۙ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَن تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ ۙ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ۝

اور جو لوگ اپنی بیبیوں پر زنا کا عیب لگائیں اور بجز اپنے اُن کا کوئی گواہ نہ ہو (ایسے مدعیوں میں سے ہر ایک کا ثبوت یہی ہو کہ وہ چار بار خدا کی قسم کھا کر بیان کرے کہ بلا شک و شبہ (اپنے دعوے میں) سچا ہو اور پانچویں (دفعے) یوں (کہے) کہ اگر وہ جھوٹ بولتا ہو تو اُس پر اللہ کی لعنت اور (مرد کے حلف کیے پیچھے) عورت (کے سر پر) سے اس طرح پر سزا ٹل سکتی ہو کہ وہ چار بار خدا کی قسم کھا کر بیان کرے کہ یہ شخص سراسر جھوٹا ہو

لہ لعان اور ملاعنت کہتے ہیں باہم ایک دوسرے پر لعنت کرنے کو جب شوہر اپنی بی بی کو زنا کا عیب لگائے اور اُس کا ثبوت چار گواہوں سے نہ دے سکے تو پہلے مرد کو چار دفعہ اس مضمون کی شہادت دینی چاہیئے کہ میں اپنے دعوے میں بالکل سچا ہوں اور پانچویں بار کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت۔ ازاں بعد عورۃ چار دفعہ گواہی دے اور قسم کھائے کہ یہ شخص جھوٹا ہو۔ اور پانچویں دفعہ کہے کہ اگر یہ شخص اپنے دعوے میں سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب پڑے۔ اور جب دونوں میاں بی بی اس طرح لعان کر چکیں تو حاکم وقت دونوں میں تفریق کرا دے۔ مگر یہ مذہب صرف حنفیہ کا ہے۔ جمہور علما اس طرف گئے ہیں کہ قاضی کے حکم کی کچھ ضرورۃ نہیں خود لعان ہی دونوں میں موجب تفریق ہے قاضی تفریق کا حکم دے یا نہ دے عورۃ ہمیشہ کے لیے اپنے شوہر پر حرام ہو جائے گی جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے ۱۲

وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ○ (نور ع ۱۔ پارہ ۱۸)

اور پانچویں (بار) یوں (کہے) کہ اگر یہ شخص (اپنے دعوے میں) سچا ہو تو مجھ پر خدا ہی کا غضب (پڑے) اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم لوگوں پر اللہ کا فضل اور اُس کا کرم ہے (اور وہ اپنے فضل و کرم سے تم کو یہ قاعدے تعلیم فرماتا ہے) اور (نیز) یہ کہ اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور مصالحِ خانہ داری (سے واقف) ہے تو خانہ داری میں کیسے کچھ فسادات برپا نہ ہو گئے ہوتے)؎

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَاَتَهٗ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيْكِ بْنِ سَحْمَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّنَةَ اَوْ حَدًّا فِيْ ظَهْرِكَ فَقَالَ هِلَالٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذَا رَاٰى اَحَدُنَا عَلٰى امْرَاَتِهٖ رَجُلًا يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّنَةَ وَاِلَّا حَدٌّ فِيْ ظَهْرِكَ فَقَالَ هِلَالٌ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنِّيْ لَصَادِقٌ فَلَيُنْزِلَنَّ اللّٰهُ مَا يُبَرِّئُ ظَهْرِيْ مِنَ الْحَدِّ فَنَزَلَ جِبْرَئِيْلُ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ فَقَرَاَ حَتّٰى بَلَغَ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ فَجَاءَ هِلَالٌ فَشَهِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ

ابن عباس سے روایت ہے کہ اُمیّہ کے بیٹے ہلال نے اپنی بی بی کو شریک بن سحما سے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں زنا کا عیب لگایا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گواہ گزارو یا اپنی پیٹھ پر حدِّ قذف (تہمت کی اسّی کوڑے ہیں) قبول کرو۔ ہلال نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا جب ہم میں سے کوئی شخص اپنی بی بی پر کسی مرد کو دیکھے گواہوں کی تلاش میں چلا جائے۔ (بھلا یہ کس طرح ہو سکتا ہے اور اتنی فرصت کب مل سکتی ہے) اس پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمانا شروع کیا کہ گواہ پیش کرو ورنہ تمھاری پشت پر حد لگائی جائے گی۔ ہلال بولے کہ مجھے اُس مقدّس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق اور راستی کے ساتھ بھیجا ہے بے شک میں سچّا ہوں واللہ ابھی خدا کوئی ایسا حکم نازل کرتا ہے جو حد سے میری پشت کو پاک کر دے گا اتنے میں جبریل اُترے اور پیغمبر صاحب کے پاس یہ آیتیں لائے والذین یرمون ازواجھم الخ پس ہلال نے ان آیتوں کو پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ ان کان من الصادقین تک پہونچے۔ اب ہلال نے آکر گواہی دینی یعنی قسم کھانی شروع کی حالانکہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم

وَمِنْكُمَا تَائِبٌ ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ فَلَمَّا
كَانَتْ عِنْدَ الْخَامِسَةِ وَقَفُوهَا وَقَالُوا
إِنَّهَا مُوجِبَةٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَتَلَكَّأَتْ
وَنَكَصَتْ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهَا تَرْجِعُ ثُمَّ قَالَتْ
لَا أَفْضَحُ قَوْمِي سَائِرَ الْيَوْمِ فَمَضَتْ
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْصِرُوهَا
فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ سَابِغَ
الْأَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَهُوَ لِشَرِيكِ
ابْنِ سَحْمَاءَ فَجَاءَتْ بِهِ كَذٰلِكَ فَقَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا مَا
مَضَى مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ لَكَانَ لِي وَلَهَا
شَأْنٌ ۔ (بخاری)

تم میں سے کوئی توبہ کرتا ہے۔ اس کے بعد عورۃ
کھڑی ہو کر گواہی دینے یعنی قسم کھانے لگی
لیکن جب وہ پانچویں قسم کھانے کے قریب
ہوئی تو لوگوں نے اُسے باز رکھا اور کہا بس یہ
پانچویں قسم (تم دونوں میاں بیوی میں جدائی
ڈالنے کی) موجب ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ
یہ سُن کر عورۃ نے کچھ توقف کیا اور پچھلے قدموں
ہٹی یہاں تک کہ ہمیں خیال ہوا کہ وہ شہادۃ
سے رجوع کرتی ہے مگر پھر اُس نے کہا کہ میں اپنی
قوم کو مدت العمر کے لیے رسوا نہ کروں گی یہ کہہ
کر پانچویں قسم کھا گئی (اور ملاعنہ کو پورا کر دیا) نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس عورۃ کو دیکھو
اگر یہ سُرمگیں آنکھ بزرگ سرین موٹی پنڈلی کا
بچہ جنے تو شریک بن سحماء کا ہے چنانچہ اُس نے
اسی صورۃ کا بچہ جنا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اگر کتاب اللہ کا (یہ) حکم نہ ہوتا کہ متلاعنین
پر حد اور تعزیر نہیں ہے تو میری اور اس عورۃ کی

لہ یہ ایک قانونِ فطرۃ ہے کہ اولاد جسمانی ساخت میں ماں باپ کے ساتھ تھوڑی بہت مشابہت رکھتی ہوتی ہے اور اسی کے مطابق ہندی میں ایک مثل ہے "باپ پر پوت پتا پر گھوڑا بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا" یہ گویا ترجمہ ہے الولد سر لابیہ کا۔ حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے مشابہتِ پدری گواہی نہیں ہے بلکہ قرائن مؤیدہ میں سے ہے ۱۲

عہ اس حدیث سے دو باتیں مستنبط ہوتی ہیں ایک یہ کہ حاکم کی عدالت میں مدعی اور مدعا علیہ حاضر ہوں تو حاکم کو چاہیے کہ قرائن و علامات کی طرف التفات نہ کرے بلکہ ظاہر میں جس کی طرف دلائل و براہین ہوں اُن کے مطابق فیصلہ دے۔ دوسرے یہ کہ شہادۃ الہ قیافہ حجت نہیں ہے اور حجت نہیں ہے تو اُس پر حکم بھی نہیں لگایا جا سکتا یہی وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ قیافہ شناس کے قول کا مطلق اعتبار نہیں کرتے مگر امام شافعی رحمہ اللہ اور بعض اور ائمہ کے نزدیک قیافہ شناس کا قول معتبر ہے جیسا کہ کتب فقہ میں نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے ۱۲

حقوقِ قرابت

نمبر ۱ حسنِ سلوک

نمبر ۲ بڑے کی عزت چھوٹے پر شفقت

نمبر ۳ شفقت و مہربانی

نمبر ۴ تعلیم و تبلیغ

نمبر ۵ صحبت و مروت

نمبر ۶ میراث

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حُسنِ سلوک

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْ

(مسلمانو!) نیکی یہی نہیں کہ (نماز میں) اپنا منہ مشرق کی طرف کر لو یا مغرب کی طرف کر لو بلکہ (اصل) نیکی تو اُن کی ہے جو اللہ اور روزِ آخرت اور فرشتوں اور (آسمانی) کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور مالِ (عزیز) اللہ کی حُبّ پر ف۱ رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیا اور (غلامی وغیرہ کی قید سے لوگوں کی) گردنوں (کے چھڑانے) میں (دیا) ف۲ اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہے اور جب کسی بات کا) اقرار کر لیا تو اپنے قول کے پورے۔ اور تنگی میں اور تکلیف میں اور ہلا چلی کے وقت میں ثابت قدم رہے یہی لوگ ہیں جو (دعوےِ اسلام میں)

ف۱ حُبّہٖ کی ضمیر ہم نے اللہ کی طرف پھیری اور بعض جو مال کو مرجع ٹھہراتے ہیں تو وہ المال علیٰ حبّہٖ کا ترجمہ صرف "مالِ عزیز" کریں گے ۱۲

ف۲ تین طرح پر آدمی کی گردن پھنستی ہے ایک غلامی میں دوسرے قرض میں تیسرے قید میں یہاں تینوں قسمیں مراد ہیں غلام کو مول لے کر آزاد کر دے یا کسی کے ذمّے کا قرض چکا دے یا روپیہ دے کر جو آدمی قید سے رہائی پا سکتا ہو لیکن پاس سے تاوان دے کر اُس کو چھڑا لے ۱۲

صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ (البقرۃ ع ۲۲ پارہ ۲)

سچے نکلے اور یہی ہیں (جن کو) پرہیزگار کہنا چاہیے۔

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۖ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ

(البقرہ ع ۲۶ پارہ ۲)

(اے پیغمبر) تم سے لوگ پوچھتے ہیں کہ (خدا کی راہ میں) کیا خرچ کریں تو (ان کو) سمجھا دو کہ (خیر خیرات کے طور پر) جو مال بھی خرچ کرو تو (وہ تمہارے ماں باپ کا حق ہے) اور قریب کے رشتہ داروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا اور تم کوئی سی بھلائی بھی (لوگوں کے ساتھ) کرو گے تو اللہ اس کو جانتا ہے **ف**

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا

(النساء ع ۱ پارہ ۴)

اور جب تقسیم (ترکہ) کے وقت (دور کے) رشتہ دار اور یتیم بچے اور مساکین آموجود ہوں تو اس میں سے ان کو بھی کچھ دے دیا کرو اور (اگر) ان کی خواہش کے قدر دیتے نہ بن پڑے تو ان کو نرمی سے سمجھا دو اور وارثان حق کو ڈرنا چاہیے کہ اگر (خود) اپنے (مرے) پیچھے اولاد ضعیف چھوڑ جاتے تو ان (کے حال) پر ان کو (کیسا کچھ ترس نہ آتا تو چاہیے کہ (غرباء کے ساتھ سختی کرنے میں) اللہ سے ڈریں اور ان سے سیدھی طرح بات کریں۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ

اور (لوگو!) اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھیراؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور قرابت والے پڑوسیوں اور اجنبی پڑوسیوں اور پاس کے بیٹھنے والوں اور مسافروں اور جو (لونڈی غلام) تمہارے قبضے میں ہیں ان (سب) کے ساتھ سلوک کرتے رہو۔ اللہ ان لوگوں کو دوست نہیں رکھتا جو اترائیں (اور) بڑائی مارتے پھریں آپ بخل کریں (سو کریں دوسرے) لوگوں کو بھی بخل کرنے کی صلاح دیں۔

ف مصارف خیرات کی توصراحت فرمادی اور مقدار کی نسبت لوگوں کی ہمت پر چھوڑ دیا کہ جتنا گڑ ڈالو گے اتنا ہی میٹھا ہوگا ۱۲

بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ (النساء ع ۶ پارہ ۵)

اور اللہ نے اپنے فضل سے اُن کو جو کچھ دے رکھا ہو اُس کو چھپائیں اور ہم نے اُن لوگوں کے لیے جو (ہماری نعمتوں کی) ناشکری کریں ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے +

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۠ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (النور ع ۳ پارہ ۱۸)

اور (مسلمانو) تم میں سے جو لوگ بزرگ (منش) اور صاحب مقدور ہیں قرابت والوں اور محتاجوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (مدد خرچ) نہ دینے کی قسم نہ کھا بیٹھیں بلکہ چاہیے کہ اُن کے قصور بخش دیں اور درگزر کریں (مسلمانو!) کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہارے قصور معاف کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ

اور (اے پیغمبر) رشتہ دار اور غریب اور مسافر (ہر ایک) کو اُس کا حق پہنچاتے رہو اور (دولت کو) بے جا مت اُڑاؤ (کیونکہ دولت کے) بے جا

[1] ہم اس آیۃ کا شانِ نزول جناب اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قصۂ افک میں نقل کر چکے ہیں یہ قصہ قرآن مجید کی سورۂ نور کے دوسرے رکوع میں ان الذین جاء و بالافک عصبۃ سے شروع ہو کر لہم مغفرۃ و رزق کریم تک پورے دو رکوع میں ختم ہوا ہے اس کے متعلق ہم نے ایک نہایت مفید مطلب حاشیہ بھی لکھا ہے جو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کے ذیل میں "احترام ازواج مطہرات" کے عنوان میں گزر چکا وہاں اس حاشیے کو ضرور پڑھو۔ قرآن میں ایسی بہت آیتیں ہیں جن میں کئی کئی حکم ایک جگہ جمع ہیں اس قسم کی آیتوں میں سے زکوٰۃ اور صدقات کی آیتیں بھی ہیں زکوٰۃ اور صدقات ہیں تو ایک دوسرے سے ملتے جلتے پر دونوں میں فرق ہے کہ زکوٰۃ فرض ہے اور صدقات از قسم خیر خیرات نوافل۔ زکوٰۃ ہو یا خیر خیرات اس حیثیت سے کہ فرمودۂ خدا ہے حق اللہ ہیں اور اس حیثیت سے کہ مال کا صرف بے جا منع ہے حق المال اور اس حیثیت سے کہ زکوٰۃ اور خیر خیرات مساکین کو پہنچتے ہیں حق العباد اور حق العباد میں بھی زکوٰۃ حق ہے فقراء کا مساکین کا اور اُن کارکنوں کا جو مالِ خیرات کے وصول کرنے پر تعینات ہیں اور اُن لوگوں کا جن کے دل پرچانے مقصود ہیں اور اُن غلاموں کا جن کی گردنیں قید میں پھنسی ہوئی ہیں اور قرضداروں کا اور مجاہدوں کا اور مسافروں کا چنانچہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم اور یہ آیت مع ترجمے کے زکوٰۃ کے مصارف کے بیان میں گزر چکی وہاں پڑھو اور یہی خیر خیرات اور ایصال ثواب وہ حق ہے ماں باپ کا قریب و بعید کے رشتے داروں کا یتیموں کا مساکین کا مسافروں کا سائلوں کا مہاجرین فی سبیل اللہ کا۔ غرض آیتیں جو ان حقوق کی جامع ہیں بطور ایک جڑاؤ گہنے کے ہیں جس میں کئی قسم کے جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔ اور ہم نے ہر ایک حق کے لئے جدا عنوان قائم کیا ہے تو چاہیے کہ وہی ایک آیۃ متعدد عنوانوں کے ذیل میں بار بار پوری نقل کریں جس سے کتاب کا حجم بڑھتا ہے اس لیے یہ کیا ہے کہ پوری آیۃ ایک عنوان کے ذیل میں لکھ کر دوسرے عنوانوں کے ذیل میں صرف اُس کا حوالہ دے دیا ہے پڑھنے والے کو چاہیے کہ جس جگہ حوالہ دیا ہے اور جس جگہ کا حوالہ دیا ہے دونوں کو ایک ساتھ پڑھے تاکہ کوئی بات چھوٹ نہ جائے ۱۲ منہ المترجم

كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل ع ۳ پارہ ۱۵)

شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکر ہے ف۱

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

تو (اے پیغمبر) رشتہ دار کو اس کا حق دیتے رہو اور محتاج اور مسافر کو (اُن کا حق) جو لوگ خدا کی رضامندی کے طالب ہیں یہ اُن کے حق میں بہتر ہے اور یہی لوگ (آخرة میں) فلاح پانے والے ہیں ۔ (الروم ع ۴ پارہ ۲۱)

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیْ قَرَابَةً اَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُوْنَ لِیْ وَاُحْسِنُ اِلَيْهِمْ وَيُسِيْئُوْنَ اِلَیَّ وَاَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُوْنَ عَلَیَّ فَقَالَ لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَاَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيْرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلٰى ذٰلِكَ ۔ (مسلم)

حضرة ابوہریرہ سے روایتہ ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے چند قرابت دار ہیں اور عجب طرح کی طبیعتہ کے واقع ہوئے ہیں تمیں اُن کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع کرتے ہیں میں اُن سے نیکی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے بُرائی کرتے ہیں میں برداشت کرتا ہوں اور وہ مجھ سے جہالتہ کرتے ہیں پیغمبر صاحب نے (اُس کے جواب میں) فرمایا اگر واقع میں تو ویسا ہی ہے جیسا کہ کہتا ہے تو گویا تو اُن کے مُونہ میں گرم گرم بھوبل ڈالتا ہے ف۲ خدا ہمیشہ اُن پر تیری مدد کرتا رہے گا جب تک تو اِس صفت پر قائم

عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَبَرُّ قَالَ اُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ

بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایتہ کرتے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے پیغمبر صاحب کی خدمتہ میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں کس کے ساتھ نیکی کروں فرمایا اپنی ماں کے ساتھ میں نے عرض کیا پھر کس کے ساتھ فرمایا اپنی ماں کے ساتھ میں نے کہا پھر کس کے ساتھ

ف۱ شیطان گروہ ملائکہ میں سے تھا اُس نے اِس نعمت کی قدر نہ جانی اور خدا کی نافرمانی کی اسی طرح مال بھی خدا کی نعمت ہے اور جو اس کو بے جا اُڑائے وہ اس کی قدر نہیں کرتا تو وہ نعمت کی قدر نہ جاننے میں شیطان کا بھائی ہوا اور دولت بے جا اُڑائی جاتی ہے تو اکثر شیطانی حرکات اور ممنوعات شرعیہ میں اڑائی جاتی ہے اِس اعتبار سے بھی دولت کے بے جا اُڑانے والے شیطان کے بھائی ٹھیرے کہ اُس کے کہنے پر چلے ۱۲

ف۲ یعنی اُن کو تیری اس نیکی کا شکر کرنا چاہیئے اور جب وہ شکر نہیں کرتے تو تیری عطا اُن کے حق میں حرام ہے اور اُن کے شکم میں آگ کا حکم رکھتی ہے ۔ لیا گیا ہے آیۂ الذین یاکلون اموال الیتامیٰ ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا وسیصلون سعیرا سے ۱۲

قَالَ اُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبَاكَ ثُمَّ الْاَقْرَبَ فَالْاَقْرَبَ ✤ (ترمذی ابوداؤد)	فرمایا اپنی ماں کے ساتھ میں نے عرض کیا پھر کس کے ساتھ فرمایا اپنے باپ کے ساتھ پھر (اُن کے ساتھ نیکی کر) جو (ماں باپ کے بعد تجھسے) زیادہ قریب ہیں (مثلاً بھائی بہن) پھر (اُن کے ساتھ) جو اُن کے بعد
عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَهٗ فِیْ رِزْقِهٖ وَیُنْسَاَ لَهٗ فِیْ اَثَرِهٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ ✤ (بخاری مسلم)	حضرت انس کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس بات کو دوست رکھتا ہو کہ خدا اُس کی روزی میں توسیع اور عمر میں برکت دے تو وہ اپنے قرابتیوں کے ساتھ سلوک کرتا رہے ف
عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ ✤ (صحیحین)	جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں رحم کا قطع کرنے والا داخل نہ ہوگا (یعنی جو شخص پاس قرابۃ نہیں کرتا وہ جنت میں داخل ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا) ✤
عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِیْ وَلٰکِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِیْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا ✤ (بخاری)	ابن عمر کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص (اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اُن کے احسان کی تلافی کرتا ہے (کہ وہ اس کے ساتھ احسان کرتے ہیں یہ اُن کے ساتھ کرتا ہے) صلۂ رحم کرنے والا نہیں ہے بلکہ کامل صلۂ رحم کرنے والا وہ ہے کہ جب اُس کے حق قرابۃ کی رعایت نہ کی جائے وہ برابر صلۂ رحمی کرتا رہے ✤
عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِکُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ اَرْحَامَکُمْ فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِی الْاَهْلِ مَثْرَاةٌ فِی الْمَالِ مَنْسَاَةٌ فِی الْاَثَرِ ✤ (ترمذی)	ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! تمھیں اپنے انساب کے متعلق اُس قدر علم حاصل کرنا ضرور ہے جس کی وجہ سے تم اپنے رشتے داروں کے ساتھ صلۂ رحمی کرسکو (مثلاً آبا و اجداد اور امہات و جدات اور اُن کی اولاد ذکور و اناث کہ انھیں پہچاننا اور اُنکے نام یاد رکھنا ضرور ہیں کہ یہی ذوی الارحام کہلاتے ہیں اور اِن ہی کے تم صلۂ رحمی کرنے کا حکم ہے) کیونکہ صلۂ رحمی کرنے سے قرابتیوں

ف حدیث میں وینسالہ فی اثرہ کا لفظ آیا ہے جس کا لفظی ترجمہ تو اُس کی اجل میں تاخیر کی جائے یعنی عمر دراز کی جائے" ہم نے محاورہ نباہنے کے لیئے "عمر میں برکت دے" ترجمہ کر دیا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ درازی عمر سے دنیا میں

۱۴ نام نیک باقی رہنا مراد ہو یا اولاد صالح جو اس کے مرنے پیچھے اس کے حق میں دعا و استغفار کریں اور دیر تک اس کا نام نیک دنیا میں قائم رکھیں ۱۲

بڑے کی حرمت چھوٹے پر شفقت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا وَیَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ ۔ (ترمذی)	ابن عباس کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کا وقر نہ کرے وہ ہمارے طریقے پر نہیں۔ اور ایسا ہی جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرے وہ بھی ہمارے طریقے پر نہیں ہے۔
عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَقُّ کَبِیْرِ الْاِخْوَۃِ عَلٰی صَغِیْرِھِمْ حَقُّ الْوَالِدِ عَلٰی وَلَدِہٖ ۔ (بیہقی)	سعید بن العاص سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑے بھائیوں کا حق چھوٹے بھائیوں پر ویسا ہی ہے جیسا باپ کا اولاد پر۔
عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَکْرَمَ شَابٌّ شَیْخًا مِنْ اَجْلِ سِنِّہٖ اِلَّا قَیَّضَ اللّٰہُ لَہٗ عِنْدَ کِبَرِ سِنِّہٖ مَنْ یُّکْرِمُہٗ ۔ (ترمذی)	انس رض سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس جوان نے بوڑھے کی اس کے سن کی وجہ سے عزت کی تو خدا اس کے بڑھاپے کے وقت ضرور ایسا شخص مقرر کرے گا جو اس کی عزت کرے گا۔

شفقت و مہربانی

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ ۔ (صحیحین)

عبداللہ کے بیٹے جریر سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لوگوں پر مہربانی نہیں کرتا خدا اُس پر مہربانی نہیں کیا کرتا ۔

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكٰى عُضْوًا تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى ۔ (صحیحین)

نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مخاطب تُو مسلمانوں کو دیکھتا ہے کہ باہم رحم کرنے اور ایک دوسرے سے محبت کرنے اور شفقت و مہربانی کرنے میں تن واحد جیسے ہیں کہ جب ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو تمام اعضا تکلیف میں اُس کی شفقت ادا کر لیتے ہیں یعنی سب بیداری اور تپ میں مبتلا ہو جاتے ہیں ۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ ۔ (ابوداؤد - ترمذی)

عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہربانی کرنے والوں پر خدائے رحمٰن مہربانی کیا کرتا ہے تم زمین والوں پر مہربانی کرو آسمان والا (خدا) تم پر مہربانی کرے گا ف

ف ان حدیثوں سے عام خلق اللہ پر شفقت و مہربانی کرنا ثابت ہوتا ہے اور ہم نے عنوان قائم کیا ہے قرابتیوں پر شفقت و مہربانی کرنے کا ۔ تو مطلب یہ ہے کہ جب عام لوگوں پر شفقت و مہربانی کرنے کی یہ کچھ تاکید ہے تو قرابتیوں پر کیوں نہ ہوگی ١٢ من المترجم

تعلیم و تبلیغ[1]

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ۝ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ (الشعراء ع پارہ ۱۹)

اور (اے پیغمبر خاص کر) اپنے قریب کے رشتہ داروں کو (عذاب الٰہی سے) ڈراؤ اور جو مسلمان تمہارے پیچھے ہو لیے ہیں اُن سے بہ تواضع پیش آؤ[ف۱] پس اگر لوگ تمہارا کہنا نہ مانیں تو (اُن سے صاف) کہہ دو کہ مَیں تمہارے افعال سے بری (الذمہ) ہوں اور (اے پیغمبر خدائے) زبردست مہربان پر بھروسا رکھو کہ جب تم (نماز میں) کھڑے ہوتے ہو وہ تمہارے کھڑے ہونے کو اور نمازیوں (کی جماعت) میں تمہاری حرکات[۲] و سکنات کو دیکھتا ہے بے شک وہی (سب کی) سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔

محبت و مودّت

ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۗ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۗ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝

(الشوریٰ ع ۳ ۔ پارہ ۲۵)

(اور یہی (تو) وہ (نعمت) ہے جس کی خوش خبری خدا اپنے اُن بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے (اور ایمان کے علاوہ) اُنھوں نے نیک عمل (بھی) کیے (اے پیغمبر اِن لوگوں سے) کہو کہ مَیں تم سے اِس (تبلیغِ رسالت) پر کوئی مزدوری تو مانگتا نہیں مگر رشتے ناطے کی محبت (تو قائم رکھو) اور جو شخص نیکی کرے گا اُس کے لیے ہم اُس (کی نیکی) میں اَور زیادہ خوبی پیدا کر دیں گے (کیونکہ) اللہ (گناہوں کا) بخشنے والا قدردان ہے ✣

ف۱ اِخْفِضْ جَنَاحَكَ کے لفظی معنے ہیں اپنا بازو یا پہلو جھکا دو ہم نے محاورے کے لحاظ سے ترجمے میں لازم معنے لے لیے ہیں اور تواضع کے لغوی معنے بھی جھکنے کے ہیں ۱۲

ف۲ تعلیم سے مراد ہے تعلیم دین اور اس کے مامور ہیں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور پیغمبر صاحب کے ضمن میں اُن کی امت اور چونکہ تعلیم دین بھی ایک پیرایہ ہے شفقت و مہربانی کا اس لیے ہم نے شفقت و مہربانی کے ذیل میں تعلیم دین کو داخل کیا ۱۲ ف۳ اس آیہ کے متعلق ایک بڑا مسوط بیان ہم باب زکوٰۃ میں لکھ آئے ہیں اس کے ساتھ اُسے بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیے ۱۲ ف۴ یعنی ادائے ارکان نماز ۱۲ ف۵ ذٰلک کا مشار الیہ ہے بہشت کے سبزہ زار باغات اور خدا کے پاس کی وہ چیزیں جنھیں دل چاہتا ہے ۱۲

عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ ذُوْ سُلْطَانٍ مُّقْسِطٌ مُّتَصَدِّقٌ مُّوَفَّقٌ وَّرَجُلٌ رَّحِيْمٌ رَّقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِيْ قُرْبٰى وَمُسْلِمٍ وَّعَفِيْفٌ مُّتَعَفِّفٌ ذُوْ عِيَالٍ ٭ (مسلم)

عیاض بن حمار سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی تین قسم کے لوگ ہیں (مقربون اور سابقون کے ساتھ بہشت میں داخل ہونے کے سزاوار ہیں) اول منصف بادشاہ لوگوں کے ساتھ احسان کرنے والا بھلائی اور نیکی کی توفیق دیا گیا۔ دوسرا مہربان اور نرم دل آدمی جو قرابتداروں اور نیز ہر مسلمان کے ساتھ مہربانی پیش آتا ہے تیسرا عیال دار پارسا جو حرام سے باز رہتا اور [illegible]

میراث

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (الانفال ع ۱۰ پارہ ۱۰)

اور جو لوگ بعد کو ایمان لائے اور انھوں نے ہجرۃ کی اور تم مسلمانوں کے ساتھ ہو کر جہاد بھی کیے تو وہ تم ہی میں داخل ہیں اور رشتے دار اللہ کے حکم کے مطابق (غیر آدمیوں کی نسبت) ایک دوسرے کی (میراث کے) زیادہ حقدار ہیں بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے (ازانجملہ میراث کی مصلحتوں سے بھی) ؎۱

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا

پیغمبر مسلمانوں پر خود ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں (اور وہ مسلمانوں کے باپ کی جگہ ہیں ف۲) اور پیغمبر کی بیبیاں (ادب و تعظیم میں) اُن کی مائیں ہیں ف۳ اور رشتے دار کتاب اللہ کی رُو سے تمام مسلمانوں اور مہاجروں سے بڑھ کر ایک کے حق دار ہیں مگر یہ کہ تم [illegible]

ف۱ شروع شروع میں جب مسلمان ہجرۃ کرکے مدینے میں آگر رہے تو پیغمبر صاحب نے مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ کرا دیا تھا اور ایک کو ایک کا وارث بھی ٹھہرا دیا تھا اس مصلحت سے کہ مہاجرین کو مالی ضرورتیں تھیں پھر جب اسلام کی فتوحات ہوئیں اور مہاجرین کو خدا نے مستغنی کر دیا تو صرف رشتے داروں میں میراث کا قاعدہ جاری رہا اور مہاجرین و انصار کا باہمی توارث موقوف ۱۲ ف۲ مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی جان کا پاس کرتا ہے لیکن پیغمبر کے حکم کا پاس اس سے بھی زیادہ کرنا چاہیے ۱۲ ف۳ جو لوگ پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی تعظیم کا حق نہیں کرتے اس آیت سے ان پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ۱۲

إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُم مَّعْرُوفًا ۚ كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ۝ (الاحزاب ۶ پارہ ۲۱)	اپنے دوستوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہو تو (وہ بات دوسری ہے) یہی حکم کتاب (لوحِ محفوظ) میں لکھا ہوا ہے ۔

اصحاب الفروض

والدین

وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ (النساء ۱۱ پارہ ۴)	اور میت کے ماں باپ (یعنی) دونوں میں ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ اس صورۃ میں کہ میت کے اولاد ہو ف۱ اور اگر اس کے اولاد نہ ہو اور اس کے وارث (صرف) ماں باپ ہوں تو اس کی ماں کا حصہ ایک تہائی (باقی باپ کا)

من المترجم - اصحاب الفروض وہ جن کے حصے کتاب اللہ میں متعین ہو چکے ہیں۔ اور ان ہی سے تقسیم حصص کے وقت ابتدا کی جاتی ہے۔ یعنی میت کے متروکے میں سے تقسیم کا آغاز ان ہی لوگوں سے ہوتا ہے یہ نہ ہوں تو عصبات ف۲ پر تقسیم ہوگا عصبات بھی نہ ہوں تو ذوی الارحام پر۔ اصحاب الفروض بارہ ہیں۔ مردوں میں چار باپ دادا اخیافی ف۳ بھائی۔ شوہر اور عورتوں میں آٹھ۔ زوجہ بیٹی پوتی اور پوتی میں پڑپوتی اور اس کی نسل بھی داخل ہے۔ حقیقی بہن علاتی ف۴ بہن اخیافی بہن ماں جدہ صحیحہ ف۵

عنوان مذکورہ بالا کے ذیل میں جو آیۃ ہم نے لی ہے اس میں دو اصحاب الفروض بصراحۃ مذکور ہیں یعنی ماں باپ تو اصل میں باپ کی تین حالتیں ہیں۔ ایک حالۃ میں تو اسے ... فرضِ مطلق یعنی متروکہ میت کا چھٹا حصہ ملتا ہے اور یہ اس وقت ہے جب کہ میت کا بیٹا موجود ہو یا بیٹا موجود نہ ہو تو پوتا یا پڑپوتا وان سفل کیونکہ ولد کا لفظ بیٹے اور پوتے اور پڑپوتے سب کو عام ہے۔ اسی طرح بیٹی اور پوتی اور پڑپوتی کو بھی اور یہی معنی ہیں آیۃ ولابویہ لکل واحد منہما السدس کے خلاصہ یہ کہ میت کے باپ کے ساتھ میت کا بیٹا یا پوتا ہوگا تو باپ کو متروکۂ میت کا چھٹا حصہ ملے گا اور باقی کا مالک بیٹا یا پوتا۔ دوسری حالۃ میں فرضِ مطلق اور عصوبۃ معاً یعنی بحیثیت ذوی الفروض ہونے کے چھٹا حصہ لے گا اور بحیثیت عصبہ ہونے کے باقی مال کا مالک قرار پائے گا اور یہ اس وقت ہے جب کہ میت کے باپ کے ساتھ میت کی بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی یا پڑپوتی (وان سفلت) موجود ہو۔ ایسی صورۃ میں باپ کو چھٹا حصہ اور بیٹی یا پوتی کو نصف یا ثلثین اور باقی جو بچے گا وہ بھی باپ کا

ف۱ اولاد سے مراد ہیں میت کی صلبی اولاد بیٹے بیٹیاں اور پوتے پوتیاں اور پڑپوتے پڑپوتیاں پس نواسے نواسیاں اور ان کی نسل داخل نہیں ۱۲

ف۲ عصبات جمع ہے عصبہ کی اور عصبہ اسے کہتے ہیں جو بحالت موجود نہ ہونے اصحاب الفروض کے تو کل تمام مال کا مالک ہو جو اصحاب الفروض سے بچے اور اصحاب الفروض نہ ہوں تو میت کے متروکے پر قابض ہو اور اس کی مزید توضیح عصبات کے بیان میں آتی ہے ۱۲ ف۳ اخیافی وہ سوتیلے جن کی ماں ایک ہو اور باپ مختلف ۱۲ ف۴ علاتی وہ سوتیلے جن کا باپ ایک ہو اور مائیں مختلف ۱۲ ف۵ جدہ صحیحہ وہ ہے کہ اسے میت کی طرف نسبت کرنے میں اب لام یعنی نانا داخل نہ ہو جیسے دادی پردادی اور نانی پرنانی ۱۲

ہوگا۔ تیسری حالت یہ ہے کہ محض عصبہ ہو اور یہ اُس وقت ہے جب کہ میت کا بیٹا، بیٹی یا پوتا پوتی کوئی بھی موجود نہ ہو خلاصہ یہ کہ اگر میت کے نہ تو اولادِ ذکور ہی ہو اور نہ اولادِ اناث ہی تو ایسی صورت میں باپ کے لیے کچھ حصّہ مقرر نہیں بلکہ عصبہ ہوگا۔ پھر اگر تنہا ہوگا تو سب مال اُسی کو ملے گا اور ذوی الفروض ہوں گے تو اُن کو دے کر جتنا بچے کا سب کا مالک باپ ہوگا۔

دادا باپ کی جگہ ہے یعنی میت کا باپ نہ ہو تو دادا تمام احکام میراث میں باپ کے مانند ہے مگر چار صورتیں ایسی ہیں جن میں دادا باپ کے حکم سے مستثنٰی ہے اور اِن کی تفصیل علم الفرائض کی مطوّل کتابوں میں موجود ہے۔ ہ تیسری میت کی ماں اُس کی بھی تین حالتیں ہیں (۱) میت کے اولاد ہو یعنی بیٹا بیٹی۔ اور بیٹا بیٹی میں داخل ہیں پوتا پوتی بھی (وان سفل) تو اس صورۃ میں ماں کو چھٹا حصّہ ملے گا بدلیل قولہ تعالیٰ ولابویہ لکل واحد منہما السدس (۲) میت کے دو یا دو سے زیادہ بھائی بہن موجود ہوں عام ہے کہ سگے ہوں یا سوتیلے اور سوتیلا پن ماں کی طرف سے ہو یا باپ کی طرف سے ماں چھٹے حصے کی مالک ہوگی اور دلیل اِس پر یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس (۳) میت کے بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی نہ ہو یا دو یا دو سے زیادہ بھائی بہن نہ ہوں تو ماں کو کل متروکہ میت کی تہائی ملے گی بدلیل قولہ تعالیٰ فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث لیکن یہ واضح رہے کہ ماں کے بارے میں جو احکام مذکور ہوئے ہیں اُن کا اجراء اُسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ میت کے ماں باپ کے ساتھ احد الزوجین نہ ہوں۔ احد الزوجین ہوں گے تو بعد دینے فرض احد الزوجین کے ماں کو مابقی کا ثلث ملے گا جیسا کہ اس کی تفصیل علم الفرائض کی مطوّل کتابوں میں مذکور ہے

*

زوجین

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۔ (النساء ع ۲- پارہ ۴)

اور (لوگو!) جو (ترکہ) تمھاری بیبیاں چھوڑ مریں اگر اُن کے اولاد نہیں تو اُن کے ترکے میں تمھارا آدھا اور اگر اُن کے اولاد ہو تو اُن کے ترکے میں تمھارا چوتھائی مگر اُن کی وصیت (کی تعمیل) اور (ادائے) قرض کے بعد اور تم (کچھ) ترکہ چھوڑ مرو اور تمھارے کچھ اولاد نہ ہو تو بیبیوں کا (حصّہ) چوتھائی اور اگر تمھارے اولاد ہو تو تمھارے ترکے میں سے بیبیوں کا آٹھواں (حصّہ اور یہ حصّے بھی) تمھاری وصیت (کی تعمیل) اور (ادائے) قرض کے بعد (دیئے جائیں)۔

من المترجم

خلاصہ یہ ہے کہ شوہر کی دو حالتیں ہیں۔ ایک حالت میں وہ نصف متروکہ زوجہ کا مالک ہوگا اگر زوجہ کے اولاد[۵۱] یعنی بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی موجود نہ ہوں۔ دوسری حالت میں چوتھائی حصّے کا مالک ہوگا اگر بی بی کے بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی موجود ہوں۔ بی بی کی بھی دو حالتیں ہیں۔ ایک حالت میں چوتھائی مال کی مستحق ہوگی بشرطیکہ تنہا ہو یعنی میت کے دوسری بی بی نہ ہو اگر ہوگی تو یہ اور وہ سب اسی چوتھائی حصّے میں برابر کی شریک ہوں گی غرضکہ جب شوہر کے اولاد[۵۲] یعنی بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی نہ ہو تو بی بی کو چوتھائی حصّہ ملے گا۔ دوسری حالت میں آٹھویں حصّے کی مالک ہوگی جبکہ شوہر کے اولاد یعنی بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی موجود ہوں۔

۵۱ خواہ اِس شوہر سے یا دوسرے شوہر سے ۱۲ ۵۲ خواہ اِس بی بی سے یا دوسری بی بی سے ۱۲

اولادُ الاُم

یعنے

(اخیافی بھائی بہن)

وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاۗءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَاۗرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝

(النساء ع ۲ پارہ ۴)

اور اگر کسی مرد یا عورت کی میراث ہو اور اس کے باپ بیٹا (یعنی اصل و فرع) نہ ہو اور (دوسرے باپ سے) اس کے ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا (حصہ) اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں (برابر کے) سب شریک **ف۱** یہ حصے (بھی) میت کی وصیت (کی تعمیل) اور (ادائے) قرض کے بعد دیئے جائیں بشرطیکہ میت نے (کسی کو) نقصان نہ پہنچانا چاہا ہو **ف۲** (یہ) فرمانِ الٰہی ہے اور اللہ (سب کچھ) جانتا ہے اور (لوگوں کی نافرمانیوں پر) برداشت کرتا ہے +

من المترجم ۔ میت کے اخیافی بھائی بہن کی تین حالتیں ہیں۔ ایک بھائی یا ایک بہن ہے تو چھٹا حصہ دو یا زیادہ ہوں تو تہائی کے بالمساواۃ مالک یعنی تہائی میں سب مرد عورتیں برابر کے شریک ہوں گے تیسری صورت یہ ہے کہ میت کے بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی ہوں تو اس صورت میں اخیافی بھائی بہن خواہ ایک ہوں یا کئی سب ساقط الارث ہوں گی۔ اسی طرح باپ اور باپ نہ ہو تو دادا کے ہوتے بھی ساقط ہو جائیں گے +

ف۱ کلالے کا بیان قرآن مجید میں دو جگہ ہے ایک یہاں اور دوسرا اسی سورۃ کے آخر میں۔ مورثانِ کلالہ کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ کلالہ عینی بھائی بہن چھوڑ مرے یعنی ایک ماں باپ کے سگے بھائی ہیں۔ دوسرے علاتی یعنی سوتیلے ایک باپ کی اولاد جن کی مائیں مختلف ہوں۔ تیسرے اخیافی یعنی سوتیلے جن کی ماں ایک ہو اور باپ مختلف۔ قرآن میں اس مقام پر اس تیسری صورۃ کا حکم ہے کہ ان میں بھائی بہن ہر ایک برابر کے چھٹے حصے کا حقدار ہے للذکر مثل حظ الانثیین کا قاعدہ ان میں نہیں چلتا۔ اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو تہائی کے بالمساواۃ مالک ہیں۔ رہیں پہلی اور دوسری دو صورتیں۔ ان کے احکام آخر سورۃ میں ہیں ۱۲ **ف۲** میت کی وصیت سے وارثوں کا اس طرح یہ نقصان ہوتا ہے کہ میت کو تہائی ترکے تک وصیت کرنے کی اجازت ہے تو اگر کوئی وارثوں کا حق مارنے کے لیے تہائی ترکے سے زیادہ کی وصیت کر مرے تو زیادہ کی قدر وصیت واجب التعمیل نہیں۔ اسی طرح مرنے والا کسی کا قرضہ ریاءً بھی اپنے اوپر لے سکتا ہے مگر وصیت ہو یا قرض

سگی سوتیلی بہنیں

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۚ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۚ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

(النساء ع ۲۴ پارہ ۶)

(اے پیغمبر۔ لوگ) تم سے کلالہ کے بارے میں فتوے طلب کرتے ہیں تو (ان لوگوں سے) کہدو کہ اللہ کلالہ کے بارے میں تم کو حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا مرد مرجائے جس کے اولاد نہ ہو اور نہ باپ دادا کہ اسی کو کلالہ کہتے ہیں) اور اُس کے (صرف ایک) بہن ہو تو بہن کو اُس کے ترکے کا آدھا اور بہن (مرجائے اور اُس) کے اولاد نہ ہو تو اُس (کے سارے مال) کا وارث یہ (بھائی) پھر اگر بہنیں دو ہوں (یا زیادہ) تو اُن کو اُس کے ترکے میں دو تہائی اور اگر بھائی بہن (ملے جلے) ہوں (کچھ) مرد اور (کچھ) عورتیں تو دو عورتوں کے حصے کی قدر ایک مرد کا حصہ۔ تم لوگوں کے بھٹکنے کے خیال سے اللہ اپنے حکم تم سے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے

من المترجم ہم نے جو کلالہ کے احکام میں قیود بڑھائی ہیں تو سیاق عبارۃ اور آثار سلف سے لی ہیں اور یہاں بھائی بہنوں سے مراد عینی اور علاتی ہیں نہ اخیافی جیسا کہ ہم اسی سورۃ کے دوسرے رکوع میں مفصّل لکھ چکے ہیں (دسمبر) اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ میت کی حقیقی بہنوں کی پانچ حالتیں ہیں۔ اگر تنہا اور اکیلی ہے تو نصف کی مستحق ہوگی اور اگر دو یا دو سے زیادہ ہیں تو وہ ثلث لیں گی جب بہنیں حقیقی بھائی کے ساتھ جمع ہوں گی تو للذکر مثل حظ الانثیین کی رُو سے مال متروکہ میت تقسیم ہوگا اور بہنیں بھائی کے سبب سے عصبہ ہوجائیں گی میت کی بیٹیاں یا پوتیاں بہنوں کے ساتھ جمع ہوں گی تو بیٹیوں یا پوتیوں کے لینے کے بعد جو باقی رہے گا وہ سب بہنوں کا حق ہوگا میت کی بہنیں اُس کے بیٹے یا پوتے یا باپ اور بقول امام اعظم علیہ الرحمۃ دادا کے ساتھ جمع ہوں تو تمام بہنیں بالاتفاق ساقط الارث ہوں گی ◆

میت کی سوتیلی بہنیں سگی بہنوں کے مانند ہیں اور ان کی سات حالتیں ہیں میت کی سگی بہنیں نہ ہوں تو سوتیلی کو نصف جبکہ وہ تنہا اور اکیلی ہو۔ دو یا دو سے زیادہ ہوں تو دو تہائی میں بالمساوات شریک ہوں گی۔ سوتیلی بہنیں اگر ایک سگی بہن کے ساتھ جمع ہوں تو سوتیلیوں کو صرف چھٹا حصہ جب میت کی دو سگی بہنیں موجود ہوں تو سوتیلی بہنوں کا کچھ حق نہیں۔ مگر جب اُن کے ساتھ سوتیلا بھائی ہو تو اس صورۃ میں بھائی کی وجہ سے عصبہ ہوجائیں گی۔ اور اب باقی ترکہ للذکر مثل حظ الانثیین کی رُو سے اُن میں تقسیم ہوگا سوتیلی بہنیں میت کی بیٹیوں یا پوتیوں کے ساتھ میں عصبہ ہوجائیں گی۔ میت کی سوتیلی بہنیں اُس کے بیٹے یا پوتے یا پڑپوتے یا باپ اور ایک قول میں دادا کے ہوتے سب بالاتفاق ساقط الارث ہوں گی ◆

بیٹی۔پوتی

يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِىٓ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ (النساء ع ۲ پارہ ۴)

(مسلمانو!) تمہاری اولاد کے حصوں کے بارے میں اللہ تم سے کہے رکھتا ہے کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ (دیا کرو) پھر اگر لڑکیاں دو یا دو سے بڑھ کر ہوں تو ترکے میں اِن کا (حصّہ) دو تہائی اور اگر اکیلی ہو تو اُس کو آدھا۔

من المترجم اصحاب الفروض عورتوں میں دوسرے درجے پر میّت کی بیٹی ہے اور اُس کی تین حالتیں ہیں ایک حالۃ میں نصفِ متروکۂ میّت لے گی۔ اگر صرف ایک ہو اور دو یا دو سے زیادہ ہیں تو سب دو تہائی کی بالمساواۃ مالک ہیں تیسری حالۃ میں عصبہ ہو جاتی ہیں۔ جب کہ میّت کی بیٹیاں اُس کے بیٹے کے ساتھ جمع ہوں اس صورۃ میں بیٹا دو بیٹیوں کے برابر حصہ لے کر الگ ہو جائے گا اور باقی بیٹیوں میں تقسیم ہو گا۔ میّت کی پوتیاں صلبی بیٹیوں کے مانند ہیں اور ان کا علٰحدہ ذکر قرآن میں اس سے نہیں کہ بیٹیوں میں پوتیاں بھی داخل ہیں تو پوتیوں کی چھ حالتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ایک ہو تو نصف کی مستحق ہو گی۔ دو یا دو سے زیادہ ہیں تو دو تہائی بشرطیکہ میّت کی صلبی بیٹیاں موجود نہ ہوں۔ تیسری حالۃ میں میّت کی پوتی کو چھٹا حصہ ملتا ہے جبکہ میّت کی ایک صلبی بیٹی موجود ہو۔ چوتھے میّت کی دو صلبی بیٹیاں موجود ہوں تو پوتیاں ساقط الارث ہوں گی۔ ہاں اُن کے درجے میں یا اُن سے نیچے کے درجے میں کوئی مرد ہو تو اُس کی وجہ سے عصبہ ہو جائیں گی اور باقی ترکۂ میّت سب میں للذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدے سے تقسیم ہو گا۔ یہ پوتیوں کی پانچویں حالۃ ہوئی چھٹی حالۃ یہ ہے کہ میّت کے بیٹا موجود ہو تو پوتیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔

عصبات

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ۔ (صحیحین)

ابن عباس سے روایۃ ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میراث کے حصے جو خدا نے قرآن مجید میں مقرر و معین فرمائے ہیں اہل فروض کو پہنچاؤ اور جو اہل فروض سے باقی رہے وہ اُس مرد کا حق ہے جو میّت سے قریب تر ہو (اور اسی کو عصبہ کہتے ہیں)۔

من المترجم ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ عصبہ اُسے کہتے ہیں جو اصحاب الفروض کے ہوتے تو ما بقی من اصحاب الفروض کا مالک ہو اور جب اصحاب الفروض نہ ہوں تو کل متروکۂ میّت پر قابض ہو۔ حدیث میں رجل ذکر کی قید صرف اس واسطے ہے کہ مرد عصوبت میں اعلےٰ اور اشرف ہے نہ یہ کہ عورۃ عصبہ ہوتی ہی نہیں۔ اس ابہام کی توضیح یہ ہے کہ عصبہ کی دو قسمیں

ہیں۔ عصبہ نسبی اور عصبہ سببی۔ عصبہ نسبی وہ ہے کہ اُس میں اور میت میں من حیث النسب والقرابۃ تعلق ہو جیسے مثلاً بیٹا بیٹی وغیرہ۔ اور عصبہ سببی اُسے کہتے ہیں کہ اُس میں اور میت میں من حیث النسب تعلق نہ ہو جیسے آقا جس نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا ہو تو غلام کے مرنے کے بعد آقا اُس کے متروکے کا وارث ہوگا۔ بحق عصوبت۔ بشرطیکہ غلام کا کوئی عصبہ نسبی موجود نہ ہو۔ پھر عصبہ نسبی کی تین قسمیں ہیں۔ عصبہ بنفسہ ایک۔ عصبہ بغیرہ دو۔ عصبہ مع غیرہ تین۔ عصبہ بنفسہ وہ مذکر ہے جس کی نسبت میت کی طرف بے واسطۂ مؤنث ہو یعنی جب اُسے میت کی طرف نسبت کریں تو بیچ میں مؤنث داخل نہ ہو جیسے میت کا بیٹا یا پوتا۔ اور جو بیچ میں مؤنث کا دخل ہو تو اُسے عصبہ نہیں کہتے جیسے میت کی اخیافی بہن بھائی کہ ان کی نسبت میت کی طرف ماں کے واسطے سے ہے اور اسی وجہ سے میت کی اخیافی بہن بھائی اصحاب الفروض میں داخل ہیں نہ عصبات میں۔ عصبہ بنفسہ کی جماعت میں چار طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو میت کے جزو ہیں۔ مثلاً بیٹا پوتا۔ دوسرے وہ جو میت کی اصل ہیں جیسے باپ دادا۔ تیسرے وہ جو میت کے باپ کے جزو ہیں مثلاً بھائی بھتیجے۔ چوتھے وہ جو میت کے دادا کے جزو ہیں جیسے چچا اور اُس کی اولاد۔ تو تقسیم ترکہ کے وقت ان اصناف میں سے اُن لوگوں کو مقدم کیا جائے گا جو قرب درجے کے لحاظ سے ترجیح رکھتے ہیں۔ پس جزو میت یعنی میت کا بیٹا یا پوتا احق اور مقدم ہوگا۔ پھر میت کی اصل یعنی باپ دادا۔ پھر میت کے باپ کے جزو یعنی بھائی بھتیجے۔ پھر دادا کی اولاد یعنی سگے چچا پھر اُن کے بیٹے۔ پھر دو حیثیت سے قرابت رکھنے والا۔ ایک طرح کی قرابت رکھنے والے سے مذکر ہو تو اور مؤنث ہو تو۔ عصبہ بغیرہ چار عورتیں ہیں۔ بیٹی پوتی سگی بہن۔ سوتیلی بہن۔ انھیں عصبہ بغیرہ اس سے کہتے ہیں کہ یہ اپنے بھائیوں کے ساتھ میں عصبہ ہوتی ہیں۔ عصبہ مع غیرہ وہ عورت ہے جو دوسری عورت کے ساتھ جمع ہو کر عصبہ بن جاتی ہے مثلاً میت کی سگی یا سوتیلی بہن۔ جب میت کی بیٹی یا پوتی کے ساتھ جمع ہو تو عصبہ ہو جائے گی۔ ایک ہو تو بھی اور ایک سے زیادہ ہو تو بھی +

ذوی الارحام

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

(الانفال ع ۱۰ پارہ ۱۰)

اور جو لوگ بعد کو ایمان لائے اور انھوں نے ہجرۃ کی اور تم مسلمانوں کے ساتھ ہو کر جہاد بھی کیے تو وہ تم ہی میں داخل ہیں۔ اور رشتے دار اللہ کے حکم کے مطابق (غیر آدمیوں کی نسبت) ایک دوسرے کی میراث) کے زیادہ حق دار ہیں بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے (از انجملہ میراث کی مصلحتوں سے بھی) ف ۱

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرۃ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا

ف ۱ شروع شروع میں جب مسلمان ہجرۃ کر کے مدینے میں گئے ہیں تو پیغمبر صاحب نے مہاجرین و انصار میں بھائی چارا کر دیا تھا اور ایک کو ایک کا وارث ٹھیرا دیا تھا اس مصلحت سے کہ مہاجرین کو مالی ضرورتیں تھیں پھر جب اسلام کی فتوحات ہوئیں اور مہاجرین کو اللہ نے مستغنی کر دیا تو صرف رشتہ داروں میں میراث کا قاعدہ جاری رہا اور مہاجرین و انصار کا توارث موقوف ہوا

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ +	صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوم کا بھانجا قوم ہی میں سے ہے (یعنی اُن کا وارث ہوتا ہے) +

من المترجم۔ ذورحم کہتے ہیں صاحب قرابۃ کو اور مراد وہ قرابۃ والا ہے جو ذوی فرض نہ ہو یعنی اُن لوگوں میں سے نہ ہو جن کے حصے قرآن مجید یا حدیث شریف یا اجماع اُمت سے متعین ہو چکے ہیں اور عصبہ بھی نہ ہو۔ ذوی الارحام کی چار قسمیں ہیں پہلی قسم وہ ہے جو میت کی طرف منسوب ہو اور وہ میت کی بیٹیوں اور پوتیوں کی اولاد ہو۔ دوسری قسم وہ ہے جن کی طرف میت منسوب ہو جیسے میت کا نانا اور نانا کا باپ یا نانا کی ماں یا نانا کی نانی۔ تیسری قسم میں وہ لوگ داخل ہیں جو میت کے ماں باپ کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور وہ ہیں بہنوں کی اولاد بھائیوں کی بیٹیاں۔ اخیافی بھائیوں کی اولاد۔ چوتھی قسم میں وہ لوگ ہیں جو میت کے دو جد یعنی دادا اور نانا یا دو جدہ یعنی دادی اور نانی کی طرف منسوب ہوں اور وہ پھوپیاں ہیں عینی ہوں یا علاتی یا اخیافی اور اخیافی چچا ہیں اور ماموں اور خالائیں - پس یہ چاروں قسمیں اور جو ان کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہوں سب ذوی الارحام ہیں۔ ان میں اولیٰ بالمیراث وہ ہے جو میت کی طرف سب سے زیادہ قریب ہو جیسے نواسے نواسیاں کہ وہ کنواسوں اور کنواسیوں کی نسبت میت سے زیادہ قریب ہیں اور اسی لحاظ سے اولیٰ بالمیراث بھی۔ باقی رہی اقسام اربعہ کی تفصیل وہ علم الفرائض کی مطوّل کتابوں میں نہایت وضاحت کے ساتھ مرقوم ہے سامعین کے سمجھانے کے لیے اسی قدر بس کرتا ہوں +

حَجب

ہم ذوی الفروض اور عصبات کا مختصراً ذکر کر چکے۔ اب کچھ حَجب اور عَول کا بیان ہوتا ہے۔ بعض صورتوں میں بعض وارث مطلقاً ترکے سے مجحوب ہو جاتے ہیں اور بعض صورتوں میں مطلقاً مجحوب نہیں بھی ہوتے تو اُن کے حصوں میں کچھ کمی ہو جاتی ہے اور اسی کو علم الفرائض کی اصطلاح میں حَجب کہتے ہیں۔ اصل میں حَجب کی دو قسمیں ہیں حَجبِ نقصان حَجبِ حرمان۔ حَجب نقصان کہتے ہیں وارث کے مجحوب ہونے کو زیادہ حصے سے کم حصے کی طرف۔ اور حَجب حرمان کے معنی ہیں وارث کے تمام و کمال میراث سے محروم ہونے کے۔ پھر حَجبِ نقصان حاصل ہوتا ہے وارثوں میں سے صرف پانچ شخصوں کو۔ ایک شوہر کو کہ اولاد ہونے کی صورت میں نصف سے ربع کی طرف مجحوب ہوتا ہے۔ دوسرے زوجہ کو کہ وہ اولاد ہونے کی صورت میں مجحوب ہوتی ہو ربع سے ثمن کی طرف۔ تیسرے ماں کو کہ جب میت کے بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی یا دو بھائی بہن ہوں تو مجحوب ہوتی ہے ثلث سے سُدس کی طرف۔ چوتھے پوتی کو کہ وہ میت کی صلبی بیٹی کے ہوتے مجحوب ہوتی ہے نصف سے سدس کی طرف۔ پانچویں سوتیلی بہن کو کہ وہ میت کی سگی بہن کے ہوتے نصف سے سدس کی طرف مجحوب ہوتی ہے۔ رہا حَجبِ حرمان۔ اس میں وارثوں کے دو فریق ہیں ایک فریق تو کسی حالت میں بھی بالکل محروم نہیں ہوتا یعنی یہ نہیں ہوتا کہ بالکلیہ محروم ہو جائے۔ گو بعض صورتوں میں اس کے حصے میں کمی واقع ہو جاتی ہے جیسا کہ حَجبِ نقصان میں۔ اس فریق میں چھ وارث ہیں۔ مردوں میں بیٹا باپ شوہر۔ اور عورتوں میں بیٹی ماں زوجہ۔ دوسرا فریق وہ ہے جو ایک حالت میں وارث ہوتا اور دوسری حالت میں بالکل محروم رہ جاتا ہے اور اس فریق کے اشخاص ان چھ شخصوں کے علاوہ ہیں جو ابھی مذکور ہوئے عام ہے کہ وہ عصبات ہوں یا ذوی الفرض +

عول کا بیان

جب مخرج ادائے فروض سے تنگی کرے تو مخرج پر اُس کے اجزا میں سے کچھ زیادہ کرکے عام وارثوں میں حصہ رسد تقسیم کرنا چاہیئے تاکہ سب وارثوں کے حصے میں علیٰ قدرِ مراتب یکساں نقصان داخل ہو اور ہر وارث کے حصے میں بقدر اُس کے حصے کے کمی واقع ہو۔ مثلاً میت نے زوج اور دو سگی بہنیں چھوڑیں ۱۰

قاعدہ چاہتا تھا کہ مسئلہ چھے سے ہو کیونکہ نصف جو زوج کا حصہ ہے ثلثین کے ساتھ ملا ہوا ہے جو دو بہنوں کا حصہ ہے لیکن چھے کو جب شوہر اور دو سگی بہنوں پر تقسیم کرتے ہیں تو ٹھیک تقسیم نہیں ہوتی کیونکہ اگر تین سہم شوہر کو دیتے ہیں جو نصف ہے چھے کا تو تین باقی بچتے ہیں اور یہ چھے کے دو ثلث ہیں نہیں۔ اور اگر چار جو دو ثلث ہیں چھے کے ۲ بہنوں کو دیتے ہیں تو دو باقی رہتے ہیں اور دو چھے کے نصف نہیں ہیں۔ لہٰذا ہم نے چھے پر ایک اور زیادہ کر دیا۔ سات ہو گئے۔ اس ایک کو سات کے ساتھ سُبع یعنی ساتویں حصے کی نسبت ہے تو اس ایک کے زیادہ کرنے کا یہی مطلب ہے کہ تینوں ورثہ میں سے ہر ایک کے ہر ہر سہم میں سے ایک ایک سُبع لے کر سات حصوں کا ایک عدد بنا کر چھے پر بڑھا دیا۔ شوہر جو چھے کے نصف یعنی تین کا مستحق تھا اُس کے تینوں سہموں میں سے تین سُبع کم کر لیے تو وہ چھے میں سے دو سہم اور چار سُبع کا مستحق ہوگا اور ۲ بہنیں جو چھے کے دو ثلث یعنی چار کی مستحق تھیں اُن کے چار سہموں میں سے چار سُبع کم کر دیئے تو وہ چھے میں سے تین سہم اور تین سُبع پائیں گی پس اب چھ کا نصف سمجھو ۲ سہم چار سُبع۔ اور چھے کے دو ثلث ۳ سہم اور ۳ سُبع ٭

حصہ زوج ہے ۲ ٭

" بہنیں ہے ۳

چونکہ عول کا سمجھنا موقوف ہے مخارج الفروض کے سمجھنے پر۔ اس لیے ہم بہت اختصار کے ساتھ مخارج الفروض کا ذکر کرتے ہیں قرآن مجید میں چھے فروض مذکور ہوئے ہیں۔ اور ان ہی کو مخارج الفروض کہتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم میں نصف اور رُبع اور ثمن۔ دوسری قسم میں ثلثان۔ ثلث۔ سدس۔ تو جب مسائلِ فرائض میں ان چھے فروض میں سے ایک ایک فرض آئے تو ہر فرض کا مخرج اُسی کا ہمنام سمجھو۔ مثلاً رُبع کا مخرج اربع اور ثمن کا ثمانیہ اور سدس کا ستّہ۔ مگر نصف کا مخرج اُس کا ہمنام نہیں بلکہ اثنین ہے۔ اسی طرح اُردو زبان میں بھی اگرچہ کسر اور مخرج ہمنام مستعمل ہوتے ہیں۔ مثلاً تہائی کا مخرج ہے تین اور چوتھائی کا چار چھٹے حصے کا چھ۔ آٹھویں کا آٹھ۔ مگر آدھے کا مخرج اُردو زبان میں بھی اُس کا ہمنام نہیں بلکہ دو ہے ٭

پس اگر مسئلے میں فقط نصف آئے مثلاً میت ایک سگی بیٹی اور سگا بھائی چھوڑ مرے تو مسئلہ دو[له] سے ہوگا۔ اور یہی اُس کا مخرج کہلائے گا اور جب مسئلے میں صرف رُبع آئے گا مثلاً میت نے شوہر اور ایک بیٹا چھوڑا تو مسئلہ چار سے ہوگا۔ اسی طرح اگر مسئلے میں فقط ثمن آئے گا مثلاً میت نے بیٹا اور زوجہ چھوڑی تو مسئلہ آٹھ سے ہوگا۔ اور مسئلے میں فقط ثُلث آئے گا مثلاً میت نے ماں اور سگا بھائی چھوڑا تو مسئلہ تین سے ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس مسئلے میں صرف دو ثُلث آئیں جیسے میت نے دو بیٹیاں اور چچا چھوڑا تو اس صورت میں بھی مسئلہ تین سے ہوگا اور جب مسئلے میں صرف سُدس آئے گا مثلاً میت نے باپ اور بیٹا چھوڑا تو یہ مسئلہ چھے سے ہوگا ٭

[له] مسئلہ دو سے ہوگا یا چار سے ہوگا اس کے یہ معنی ہیں کہ میت کے مالِ متروکہ کے اتنے ٹکڑے ہو کر ورثہ پر تقسیم ہوں گے ۱۲

لیکن جب فروضِ مذکورہ میں سے دو یا تین فرض جمع ہوں۔ اور ہوں بھی ایک ہی قسم کے تو جو عدد ایک جزو کا مخرج ہوگا وہی عدد اُس کے دو چند اور سہ چند کا بھی مخرج ہوگا۔ مثلاً چھ مخرج ہے سُدس کا اور یہی چھ مخرج ہے ثُلث کا بھی (جو دو چند ہے سُدس کا) اور ثُلثین کا بھی (جو سہ چند ہے سُدس کا) اسے ایک مثال سے سمجھو۔ مثلاً ایک مسئلے میں سُدس اور ثلث جمع ہیں یعنی میّت نے ماں اور دو اخیافی بہنیں چھوڑیں تو مسئلہ چھ سے ہوگا۔ اسی طرح دوسرے مسئلے میں سدس اور ایک ثلث اور دو ثلث جمع ہوں مثلاً میت نے ماں اور دو سگی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں چھوڑیں تو بھی مسئلہ چھ ہی سے ہوگا۔ ہاں جس وقت ایک قسم کے فروض دوسری قسم کے فروض کے ساتھ ملے جلے ہوں تو اُن کا حکم مختلف ہے اور تفصیل یہ ہے کہ نصف جو پہلی قسم کا فرض ہے جب دوسری قسم کے سب فروض (کہ وہ ثلث اور ثلثین اور سدس ہیں) یا بعض فروض کے ساتھ مختلط ہوگا تو دونوں صورتوں میں اُن کا مخرج چھ ہوگا یعنی مسئلہ چھ سے کرنا پڑے گا۔ مثلاً میت نے شوہر اور ماں اور دو سگی۔ دو اخیافی بہنیں چھوڑیں تو مسئلہ چھ سے ہوگا۔ کیونکہ نصف جو شوہر کا حصّہ ہے اور پہلی قسم کا فرض ہے مختلط ہے ثلثین اور ثلث اور سُدس کے ساتھ جو قسم ثانی کے کل فروض ہیں +

اب ایک مثال وہ لو کہ جب نصف دوسری قسم کے بعض فروض کے ساتھ مختلط ہو مثلاً ثُلث کے ساتھ تو بھی مسئلہ چھ ہی سے ہوگا۔ جیسے میت نے شوہر اور دو اخیافی بہنیں چھوڑیں۔ اس صورۃ میں مسئلہ چھ سے ہو کر نصف شوہر کو اور ثُلث دونوں اخیافی بہنوں کو ملے گا۔ یا نصف مختلط ہو ثلثین کے ساتھ۔ مثلاً میّت نے شوہر اور دو سگی بہنیں چھوڑیں۔ غرضکہ جب جب نصف دوسری قسم کے سب یا بعض فروض کے ساتھ ملے گا خواہ بعض کوئی سا بھی فرض ہو تو سب صورتوں میں مسئلہ چھ ہی سے ہوگا۔

اب لیجئے رُبع جو قسم اول کا ایک فرض ہے۔ اگر یہ قسم ثانی کے کُل یا بعض فروض کے ساتھ ملے گا تو مخرج ۱۲ قرار دیا جائے گا مثلاً میت نے زوجہ اور ماں اور دو سگی۔ دو اخیافی بہنیں چھوڑیں تو مسئلہ بارہ سے ہوگا۔ کیونکہ رُبع دوسری قسم کے کل فروض کے ساتھ مختلط ہے۔ اسی طرح اگر رُبع قسم ثانی کے بعض فروض کے ساتھ مختلط ہوگا مثلاً ثلثین کے ساتھ تو بھی مسئلہ بارہ ہی سے ہوگا جیسے میت نے شوہر اور دو بیٹیاں چھوڑیں تو بارہ سے مسئلہ کرکے رُبع شوہر کو اور ثلثین بیٹیوں کو دیا جائے گا +

ثمن اگر قسم ثانی کے کل یا بعض فروض کے ساتھ ملے گا تو مسئلہ چوبیس سے ہوگا +

مناسخہ

علم الفرائض میں مناسخے کا باب نہایت مشکل اور دقیق باب ہے۔ فہم عوام سے بالاتر۔ عنوان میراث کے قائم کرتے وقت ہی ہم نے سوچ لیا تھا کہ اس باب کو بالکل چھوڑ دینا ہوگا مگر ہمیں خیال آیا کہ اور نہیں تو مناسخے کی مختصر تعریف ہو اور ایک آسان سی مثال تاکہ عنوان میراث اس سے خالی نہ ہے۔ مناسخہ لیا گیا ہے نسخ سے اور نسخ لغت میں کہتے ہیں نقل کو۔ اور اسی سے ہے نسخہ کتاب اور نسخہ طبیب۔ چونکہ اس مسئلے میں بھی ایک وارث سے اُس کے مرنے پیچھے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے ورثہ کی طرف تقسیم سے پہلے ترکہ منتقل ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس سے اُسے مناسخہ کہتے ہیں +

مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ ایک شخص مر گیا اُس کے پیچھے دو یا دو سے زیادہ وارث باقی رہے۔ ان وارثوں میں مدۃ امر سازگاری رہی اور تقسیم ترکہ کی نوبت نہ پہنچی۔ یہ مر گئے تو ان کے بعد جو وارث تھے اُنھوں نے بھی ترکہ تقسیم نہیں کیا۔ غرضکہ

کئی نسلوں تک اُدھر ورثہ مرتے گئے اُدھر اُن کی نسل پیدا ہوتی اور تناسخ در تناسخ پھیلتی گئی۔ کئی پشتوں کے بعد جا کر موجودہ ورثہ میں جھگڑا پڑا اور ہر ایک مورثِ اعلیٰ کی میراث کا طالب ہوا اور اس طرح کا ایک استفتا تیار کیا۔

استفتاء

ایک عورۃ ہندہ شوہر زید اور ایک بیٹی کریمہ ایک ماں عظیمہ چھوڑ کے مرگئی۔ پھر زید مرا اور اُس نے ایک بی بی حلیمہ ایک ماں رحیمہ ایک باپ عمرو چھوڑا۔ کریمہ نے بھی قبل تقسیم ترکہ انتقال کیا اور ایک بیٹی رقیہ دو بیٹے خالد اور عبداللہ اور ایک جدہ عظیمہ (نانی) وارث چھوڑے۔ عظیمہ بھی قبل تقسیم مرگئی۔ اس نے شوہر عبدالرحمٰن اور دو بھائی عبدالکریم و عبدالرحیم چھوڑے۔ سوال یہ ہے کہ جو لوگ زندہ ہیں۔ اُن میں کس طرح میراث تقسیم کریں۔ مورثِ اعلیٰ یعنی ہندہ نے مثلاً سولہ سو روپے نقد چھوڑے تھے یا سولہ سو روپے کی قیمت کی جائداد۔

جواب

ہندہ المسئلۃ ۱۲ بالرد من ۴۔ من ۱۶

میت ———— اول

زوج	بنت	ماں
زید (۴)	کریمہ (۹)	عظیمہ (۳)
۴۰۰ روپے	۹۰۰ روپے	۳۰۰ روپے

چونکہ ہندہ کے تین وارث ہیں۔ شوہر یعنی زید جسے اولاد ہونے کی صورۃ میں متروکہ میت میں سے چوتھائی ملتا ہے بیٹی جسے نصف متروکہ میت ملتا ہے جبکہ اُس کے ساتھ اور بھائی بہن نہ ہوں۔ ماں جسے متروکہ میت میں سے چھٹا حصہ ملتا ہے۔ اس لیے زید کو سولہ سو کا چوتھائی حصہ چار سو دیئے اور ماں کو تقریباً پانچواں حصہ تین سو روپے۔ بنت کو رد ہو کر نصف سے کچھ زیادہ نو سو روپیہ۔ ورثہ کے نام کے نیچے جو قوس کی صورۃ میں خط کھینچا گیا ہے اس سے اشارہ ہے اُن کے انتقال کی طرف۔

زید المسئلۃ من (۱۲) ما فی الید ۴۰۰ روپے

میت ———— ثانی

زوجہ (۳)	ماں (۳)	باپ (۶)
حلیمہ	رحیمہ	عمرو
۱۰۰ روپے	۱۰۰ روپے	۲۰۰ روپے

زید کا ما فی الید یعنی جو اس کے حصے میں اُسے ملا تھا چار سو روپے تھے اور اُس نے اپنے مرے پیچھے تین وارث چھوڑے۔ ایک بیوی۔ ایک ماں ایک باپ۔

بیوی کا چوتھائی حصہ ہے۔ جب اولاد نہ ہو اور چار سو کا چوتھائی سو ہے۔ اس لیے اُسے سو روپے دیئے گئے۔ ماں کا زوجہ کے دینے کے بعد تیسرا حصہ ہے جب میت کے اولاد نہ ہو اور باقی من الزوجہ کا تیسرا حصہ سو روپے ہوتے

ہیں لہٰذا یہ ماں کو دیا گیا۔ باقی یعنی دو سو روپے باپ کو۔ کیونکہ ماں کا ثلث نکالے پیچھے جو باقی رہتا ہے باپ کو دیا جاتا ہے ۔

کریمہ المسئلۃ من ۶ مافی الید ۹۰۰ روپے

میت ———— ثالث

بنت (۱)	ابن (۲)	ابن (۲)	جدہ (۱)
رقیہ	خالد	عبداللہ	عظیمہ
۱۵۰ روپے	۳۰۰ روپے	۳۰۰ روپے	۱۵۰ روپے

اِس بطن میں کریمہ کا مافی الید پورے نو سو روپے تھے اور اُس کے وارث تھے چار۔ ایک بیٹی دو بیٹے ایک جدہ یعنی نانی جدہ کا چھٹا حصہ یعنی ایک سو پچاس روپے نکال کر پانچ حصے کیے۔ ایک حصہ یعنی ایک سو پچاس روپے بیٹی کو اور اس کا دوگنا یعنی تین سو روپے ہر ہر بیٹے کو دیئے ۔

عظیمہ المسئلۃ من ۴ مافی الید ۴۵۰ روپے

میت ———— رابع

زوج (۲)	اخ (۱)	اخ (۱)
عبدالرحمٰن	عبدالرحیم	عبدالکریم
۲۲۵ روپے	روپے آنے ۱۱۲—۸	روپے آنے ۱۱۲—۸

اِس چوتھے بطن کی مورث عظیمہ ہے جس کے پاس چار سو پچاس روپے تھے اِس کے مرے پیچھے تین وارث رہے ایک شوہر دو بھائی۔ شوہر کو دو سہام یعنی دو سو پچیس روپے دیئے۔ باقی ایک ایک سہم بھائیوں کو دے دیا یعنی ہر ایک کو ایک سو بارہ روپیہ آٹھ آنے۔ اِن چاروں بطنوں میں جو لوگ اب زندہ ہیں اُن کے نام اور حصے ذیل کی فہرست میں دیکھ لو ۔

الاحـــــ ۱۶۰۰ روپے ـــــیاء

۱	۲	۳	۴	۵
حلیمہ	رحیمہ	عمرو	رقیہ	خالد
روپے ۱۰۰	۱۰۰ روپے	۲۰۰ روپے	روپے ۱۵۰	روپے ۳۰۰
۶ عبداللہ	۷ عبدالرحمٰن	۸ عبدالرحیم	۹ عبدالکریم	
روپے ۳۰۰	روپے ۲۲۵	روپے آنے ۱۱۲—۸	روپے آنے ۱۱۲—۸	

اِن سب رقموں کو جمع کرو گے تو وہی سولہ سو روپے بن جائیں گے جو مورث اعلیٰ ہندہ چھوڑ مری تھی ۔

من المترجم اِس مناسخے میں وارثوں کے چار مدارج ہیں۔ ہر درجے کو علم الفرائض کی اصطلاح میں بطن کہتے ہیں ۱۲

موانع الارث

ہم میراث کے آغاز میں اسباب ارث کی طرف مجملاً اشارہ کر آئے ہیں۔ یہاں تک پونہچ کر ہمیں خیال ہوا کہ لگتے ہاتھ موانع ارث کی طرف بھی کچھ اشارہ کرتے چلیں کیونکہ ہر چیز کے تحقق کے لیے نہ صرف سبب کا ہونا کافی ہے بلکہ اُس کے ساتھ ارتفاعِ موانع بھی ضرور ہے پس ہم کہتے ہیں کہ موانعِ ارث چار ہیں ایک رِق یعنی وارث کا لونڈی یا غلام ہونا عام ہے کہ رقیّت کامل ہو یعنی کسی طرح سے آزادگی کی جہت نہ رکھتا ہو جیسے خالص غلام یا ناقص جیسے مکاتب اور مدبّر اور امّ الولد ہم نے رِق کو مانعِ ارث کہا اس لیے کہ غلام ویسے بھی معاملاتِ بیع و شرا اور لین دین کا مالک نہیں ہوتا۔ تو ارث کا مالک کیونکر ہو سکتا۔ علاوہ ازیں تمام وہ مال جو غلام کے پاس ہوتا ہے سب کا مالک اُس کا آقا ہوتا ہے تو اگر غلام کو ہم اُس کے اقربا کا وارث قرار دیں تو اس کا یہ مطلب ہے کہ تورِیث کو اجنبی کے لیے بلا سبب جائز کر دیں اور یہ بالاتفاق باطل ہے ؀

دوسرا مانعِ ارث قتل ہے مگر وہ قتل جو موجبِ قصاص یا کفّارہ ہو یعنی قتلِ عمد و قتلِ خطا پھر صرف قتل عمد و خطأ قاتل کے میراث سے محروم ہونے کا سبب نہیں ہے بلکہ اس کے لیے تین شرطوں کا ہونا ضرور ہے ایک یہ کہ قتل ناحق ہو وارث اپنے مورث کو حق پر قتل کرے گا تو میراث سے محروم نہ ہوگا دوسرے یہ کہ قاتل مکلّف یعنی عاقل بالغ ہو۔ دیوانہ یا لڑکا نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ قتل اُس کے ہاتھ سے واقع ہوا ہو۔ اُس کے ہاتھ سے قتل کا وقوع نہ ہوگا تو میراث سے محروم نہ ہوگا۔ مثلاً ایک شخص نے غیر کے ملک میں کنواں کھدوا۔ اور اُس کا مورث اُس میں گر کر مر گیا تو کنواں کھدوانے والا اُس کی میراث سے محروم نہ ہوگا؀

تیسرا مانع ارث اختلافِ دینین ہے یعنی وارث اور مورث کے دین میں اختلاف ہے۔ مثلاً ایک کافر ہے دوسرا مسلمان۔ تو اس صورۃ میں بھی ایک دوسرے کا وارث نہ ہو سکےگا اس پر تو جمہور علمار کا اجماع ہے کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا لیکن کیا مسلمان بھی کافر کا وارث نہیں ہوتا؟ اس میں قدرے اختلاف ہے۔ عامۂ صحابہ تو اسی طرف گئے ہیں کہ مسلمان بھی کافر کا وارث نہیں ہو سکتا اور یہی علمائے احناف اور فضلائے شافعیہ کا مذہب ہے۔ مگر بعض صحابہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے اور اسی پر متفرع ہی مرتد کا حکم کہ مسلمان تو مرتد کا وارث ہو سکتا ہے اور مرتد مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔ امام ابو حنیفہ رح کا قول ہے کہ مسلمان مرتد کے اُس مال سے وراثت لے گا جو اُس نے حالتِ اسلام میں جمع کیا ہے اور جو حالتِ ارتداد میں حاصل کیا ہے وہ مسلمانوں کے لیے غنیمۃ ہے ؀

چوتھا مانعِ ارث اختلافِ دارین ہے یعنی اگر وارث اور مورث کے دار میں اختلاف ہوگا کہ ایک دار الحرب میں رہتا ہے اور دوسرا دار الاسلام میں (اور دونوں نامسلم ہوں) تو باہم توارُث جاری نہ ہوگا اگرچہ دونوں کا دین ایک ہی کیوں نہ ہو؀ پھر یہ اختلاف خواہ حقیقۃً ہو جیسے حربی اور ذمّی کا اختلاف یا حکماً جیسے مستامن اور ذمّی یا اُن دو حربیوں کا اختلاف جو دو مختلف ملکوں کے ہوں۔ مستامن اور ذمّی کی مثال تو ظاہر ہے کیونکہ جب حربی امان کے ساتھ دار الاسلام میں داخل ہوا تو وہ اور ذمّی درحقیقت ایک ہی دار میں ہوئے لیکن حکماً دونوں کے دار مختلف ہیں وجہ یہ کہ مستامن بلحاظِ حکم دار الحرب کے باشندوں میں سے ہی اور ذمّی دار الاسلام کے رہنے والوں میں سے۔ اور یہ فرق یوں ظاہر ہو سکتا ہی کہ مستامن دار الحرب

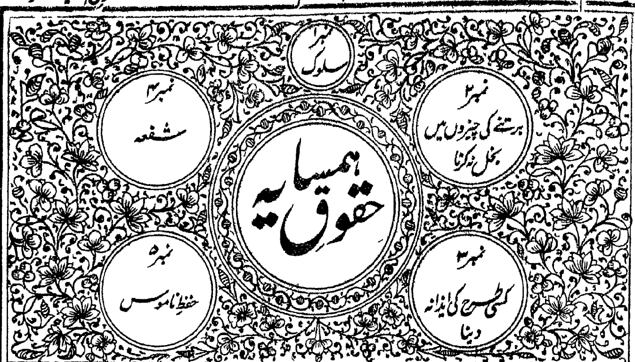
میں پھر آنے کی قدرت رکھتا ہے اور دار الاسلام میں دوام اقامت نہیں کر سکتا۔ بخلاف ذمّی کے کہ وہ ہمیشہ دار الاسلام میں رہتا ہے تو جب مستامن دار الاسلام میں مرے گا اُس کا مال اُس کے اُن وارثوں کے لیے اُٹھا رکھا جائے گا جو دار الحرب میں رہتے ہیں اور ذمّی دار الاسلام میں فوت ہو گا اور اُس کا کوئی وارث بھی نہ ہو گا تو اُس کا مال بیت المال میں داخل کیا جائے گا بہر کیف مستامن اور ذمّی میں بوجہ حکمی اختلافِ دار کے توارُث جاری نہ ہو گا۔ رہی اُن دو حربیوں کے اختلافِ حکمی کی مثال جو دو مختلف ملکوں کے ہوں تو اسے یوں سمجھنا چاہیے کہ دو حربی دو مختلف ملکوں کے ہیں مثلاً ایک مصر کا باشندہ ہے اور ایک شام کا اور دونوں دار الاسلام میں ہیں تو اُن دونوں میں توارث جاری نہ ہو گا کیونکہ وہ دونوں اگرچہ حقیقۃً ایک ملک میں ہیں اور اس لحاظ سے دونوں میں توارُث کا قاعدہ نافذ ہوتا۔ مگر چونکہ حکماً دو مختلف ملکوں میں ہیں اس سے دونوں میں توارُث جاری نہ ہو گا ۔

معرفۃ نسب اربعہ

تصحیحِ مسئلہ کے لیے ضروری بات ہے اعداد کا مستحقین پر بلا کسر تقسیم ہونا اور اعداد کا بلا کسر تقسیم ہونا موقوف ہے نسبِ اربعہ کی معرفت پر۔ لہذا مختصراً نسبِ اربعہ کی طرف بھی اشارہ کیا جاتا ہے۔ اصل میں ایک عدد کو دوسرے عدد کے ساتھ جو نسبت ہوتی ہے وہ چار حال سے خالی نہیں ہوتی یا تو تماثل کی نسبت ہوتی ہے یا تداخل کی یا توافق کی یا تباین کی۔ اگر ایک عدد دوسرے عدد کے مساوی ہے یعنی دونوں عدد یکساں اور برابر ہیں تو دونوں عددوں کو متماثلین اور نسبتِ کو جو ان دونوں میں ہے **تماثل** کہتے ہیں جیسے تین دراہم اور تین دنانیر اور جو دو عدد ایسے ہوں کہ اُن میں کا ایک اکثر اور ایک اقل ہو اور اقل اکثر کو فنا کر دے یعنی اگر اقل کو اکثر میں سے دو بار یا زیادہ گرا دیا جائے تو اکثر کچھ بھی باقی نہ رہے مثلاً تین اور چھ کہ جب تین کو چھ میں سے دوبار نکالیں گے تو چھ فنا ہو جائیں گے ایسے دو عددوں کو متداخلین اور ان کی باہمی نسبت کو **تداخل** کہتے ہیں۔ اور اگر دو عددوں میں ایک اقل اور دوسرا اکثر ہو اور اقل اکثر کو فنا نہ کرے لیکن کوئی تیسرا عدد ان اقل و اکثر دونوں کو فنا کر دے تو ان دونوں عددوں کو متوافقین اور ان کی باہمی نسبت کو **توافق** کہتے ہیں مثلاً آٹھ اور بیس کہ آٹھ جو اقل ہے بیس کو جو اکثر ہے بالکلیہ فنا نہیں کرتا لیکن تیسرا مثلاً چار دونو کو فنا کر دیتا ہے اس لیے ان دونوں عددوں کو متوافقین بالربع کہیں گے۔ اور اگر دو عدد ایسے ہوں کہ نہ تو ان میں کا اقل اکثر کو فنا کرتا ہو نہ کوئی تیسرا عدد ان دونوں کو فنا کر سکتا ہو تو ایسے دو عددوں کو متباینین اور ان کی باہمی نسبت کو **تباین** کہتے ہیں جیسے نو اور دس کہ نو جو اقل ہے دس کو جو اکثر ہے فنا نہیں کر سکتا نہ کوئی تیسرا عدد ایسا دستیاب ہو سکتا ہے جو ان دونوں کو فنا کر دے اس لیے ہم کہتے ہیں کہ ان دونوں عددوں میں نسبت تباین ہے پھر توافق و تباین کی معرفت کا طریقہ یہ ہے کہ چھوٹے عدد کو بڑے عدد میں سے ایک دفعہ یا کئی دفعہ یہاں تک دونوں جانبوں سے گھٹایا جائے کہ دونوں ایک درجے میں متفق ہو جائیں اگر ایک کے درجے میں دونوں متفق ہو جائیں تو سمجھو کہ ان دونوں عددوں میں توافق کی نسبت نہیں بلکہ تباین ہے اور اگر دونوں عدد کسی اور عدد میں متفق ہو جائیں تو سمجھو کہ ان دونوں میں توافق ہے مثلاً ہم نے سات اور دس دو عدد لیے اور سات کو دس میں سے گرایا تو بچے تین پھر تین کو دو مرتبہ سات میں سے گھٹایا۔ بچا ایک اب ہم ایک کو دو مرتبہ تین میں سے گھٹایا تو بھی ایک ہی بچا پس ہم نے معلوم کر لیا کہ دس اور سات میں توافق کی نہیں بلکہ تباین کی نسبت ہے کیونکہ چھوٹے عدد کو باوجودیکہ جانبین سے چند بار گھٹایا مگر دونوں عدد برابر ایک ہی میں متفق ہوتے ہے اور اگر ہم آٹھ کو اٹھارہ میں سے دو دفعہ گھٹائیں تو دو باقی رہیں اور جب دو کو آٹھ میں سے تین دفعہ گرائیں تو بھی دو ہی باقی

میراث

ذرا سوچنے اور غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ اسلامی شریعت کے جتنے بھی احکام ہیں سب کی غرض و غایۃ یہ ہے کہ آدمی اُن پر عمل کر کے دنیا میں امن و آسایش اور ابنائے جنس کے ساتھ سازگاری اور صلح کاری سے زندگی بسر کرے۔ اور ہم نے جا بجا اِس کتاب میں اِس بات کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ اب یہی میراث کا قانون ہے۔ اِس کی غرض و غایۃ بھی یہی ہے کہ ہر شخص جو مرتا ہو غالبًا کچھ نہ کچھ مال و متاع ضرور چھوڑ مرتا ہے تا کہ کسی طرح کا جھگڑا فساد نہ ہو۔ مال میں میّت کے حق دار ٹھہرا دیئے۔ ہر ایک کا حق و حصّہ مقرر کر دیا اور ایک حد تک مرنے والے کا بھی اختیار باقی رکھا کہ آخر اسی نے کمایا تھا دل میں کسی طرح کا ارمان لے کر نہ مرے۔ قانونِ میراث اِس وجہ سے بھی خاندان کے لوگوں میں سازگاری قائم رکھنے کا ذریعہ ہے کہ ہر ایک کو دوسرے کے مال میں سے حصّہ ملنے کی توقّع رہتی ہے۔ ایک شخص ارذل العمر کو پہنچ کر بہت ہی عاجز و درماندہ ہو گیا تھا۔ چلتے ہاتھ پاؤں جو کچھ کمایا تھا احمق نے سارے کا سارا اولاد کے چوچلوں میں اُٹھا دیا۔ خدا کی دی ہوئی اولاد تو بہتیری تھی مگر اُس کی درماندگی میں کوئی اِس کا روادار نہ تھا۔ ایک بیٹا با دلِ ناخواستہ اتنی ہی خدمت کرتا تھا کہ بڑے میاں مان نہ مان میں تیرا مہمان اُس کی ڈیوڑھی میں پڑے رہتے۔ بہو دونوں وقت بچی کھچی روٹی کبھی رُوکھی کبھی چٹنی کے ساتھ بھیج دیا کرتی۔ آخر بڈھے نے کیا تدبیر کی کہ پرانے چیتھڑوں کی ایک پوٹلی بنائی۔ اور اِس قدر اُس کی احتیاط کرنے لگا کہ سوتا ہے تو پوٹلی سرھانے ہو اور جاگتا ہے تو ہمہ وقت بغل میں۔ اور کسی نہ کسی طرح لوگوں پر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اُس کی عمر کا اندوختہ اِس پوٹلی میں ہے۔ جس وقت سے لوگوں کو یہ بات معلوم ہوئی سب کے سب میراث کے لالچ سے اُس کی خاطر و مدارات کرنے لگے۔ تقسیمِ ترکہ کے قاعدے اِس قدر پیچیدہ ہیں کہ بے حساب جانے ترکہ ٹھیک تقسیم نہیں ہو سکتا۔ مولویوں میں بھی سب نہیں بعض اتنا حساب جانتے ہوتے ہیں۔ یہی سمجھ کر ہم نے بڑی ضروری اور کثیر الوقوع صورتیں لکھ دی ہیں اور امید نہیں کہ لوگ اِن کو بھی سمجھ سکیں بہر کیف چار و ناچار مولویوں کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ یا عدالت میں جاؤ گے تو انجام یہ ہو گا کہ ترکہ خرچ اور رشوت میں نذرِ عدالت اور وارثوں کے ہاتھ میں ڈگری کا کاغذ۔



سلوک

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ (النساء ع ۶ پارہ ۵)

اور (لوگو!) اللہ ہی کی عبادۃ کرو اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھیراؤ اور ماں باپ اور قرابۃ والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور قرابۃ والے پڑوسیوں اور اجنبی پڑوسیوں اور پاس کے بیٹھنے والوں اور مسافروں اور جو (لونڈی غلام[سلہ]) تمھارے قبضے میں ہیں ان (سب) کے ساتھ سلوک کرتے رہو۔ اللہ اُن لوگوں کو دوست نہیں رکھتا جو اترائیں (اور) بڑائی مارتے پھریں۔ آپ بخل کریں (سو کریں دوسرے) لوگوں کو بھی بخل کرنے کی صلاح دیں اور اللہ نے اپنے فضل سے جو کچھ اُن کو دے رکھا ہو اُس کو چھپائیں اور ہم نے اُن لوگوں کے لیے جو ہماری نعمتوں کی ناشکری کریں ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے ٭

سلہ شرع کی رو سے صرف وہ کافر لونڈی غلام ہیں جو جہاد یعنی مذہبی لڑائی میں پکڑے آئیں پھر گرفتار ہوکے پیچھے مال منقولہ کی طرح اُن کی خرید فروخت بھی ہوتی رہتی ہے اس سرے سے اُس سرے تک سارے ہندوستان میں کہیں لونڈی غلام نہیں اور حاکم وقت کی طرف سے بھی اس کی بڑی سخت منادی ہے اور جو قحط میں لوگ بال بچے پال نہیں سکتے یا دوسرے حد تک بیچتے۔ یہ ہم سب کی طرح آزاد ہیں اُن کے ساتھ لونڈی غلام کا سا برتاؤ کرنا گناہ ہے خدا کا اور جرم ہے حاکم کا ۱۲

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي قُرَادٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ يَوْمًا فَجَعَلَ أَصْحَابُهُ يَتَمَسَّحُونَ بِوَضُوْءِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَمَلَكُمْ عَلَى هٰذَا قَالُوا حُبُّ اللهِ وَرَسُولِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُحِبَّ اللهَ وَرَسُولَهُ أَوْ يُحِبَّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ فَلْيَصْدُقْ حَدِيثَهُ إِذَا حَدَّثَ وَلْيُؤَدِّ أَمَانَتَهُ إِذَا اؤْتُمِنَ وَلْيُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَهُ (شعب الایمان)

ابو قراد کے بیٹے عبد الرحمٰن سے روایت ہو کہ ایک روز جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو آپ کے اصحاب لگے آپ کے وضو کے پانی کو (تبرّکاً مونہہ پر) ملنے پیغمبر صاحب نے (اُن کی طرف روے سخن کر کے) فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا عرض کیا خدا اور رسول خدا کی محبت کی وجہ سے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے یہ بات بھلی معلوم ہو کہ وہ خدا اور رسول خدا کو دوست رکھّے یا خدا اور رسول خدا اُسے دوست رکھّیں تو اُسے چاہیے کہ جب بولے سچ بولے اور جب لوگ اُس پر اعتبار کر کے اُس کے پاس امانتیں رکھّیں تو اُن کی امانتیں جب مانگیں ادا کرے اور اپنے پڑوسیوں

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ الَّذِي يَشْبَعُ وَجَارُهُ جَائِعٌ ۔ (شعب الایمان)

ابن عباس سے روایت ہے کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو شخص خود تو سیر ہو کر کھانا کھائے اور اُس کا پڑوسی بھوکا رہے وہ کامل مومن نہیں ہے ۔

عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ ۔ (صحیحین)

اُم المومنین حضرت عائشہ اور ابن عمر سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل مجھے ہمیشہ تاکید کرتے رہے (کہ میں اُمت کو حق ہمسایہ کی رعایت کا حکم دوں) یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ ہمسایہ کو وارث

من المترجم مسند امام احمد[1] میں آیا ہے کہ ایک انصاری کہتے ہیں میں اپنے گھر سے نکلا اور ارادہ یہ تھا کہ چل کر جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کروں ایک موقع پر دیکھا کہ پیغمبر صاحب کھڑے ہیں اور ایک شخص آپ کی طرف متوجہ ہے میں اس خیال سے کہ اُسے پیغمبر صاحب سے کچھ مخفی باتیں کرنی ہوں گی الگ کھڑا ہو گیا اور اتنی دیر تک کھڑا رہا کہ مجھے پیغمبر صاحب کے طول قیام پر ملال ہوا۔ آخر کار وہ شخص چلا گیا تو میں آگے بڑھ کر پیغمبر صاحب سے ملا۔ فرمایا تم نے اُس شخص کو دیکھا جو مجھ سے باتیں کر رہا تھا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا تم نے معلوم

[1] یہ حدیثیں چونکہ داخل صحاح ستہ نہیں ہیں اس لیے متن میں بلفظہا نہیں لی گئیں۔ صرف تراجم پر اکتفا کیا گیا ۱۲

کیا کہ وہ کون تھا۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا وہ جبریل تھے اور اس وقت ہمسایے کے بارے میں مجھے تاکید کر رہے تھے یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ عنقریب ہمسایے کو وارث ٹھیرا دیں گے۔ پھر فرمایا کہ اگر تم اُن کو سلام کرتے تو وہ سلام کا جواب دیتے۔ حضرۃ جابرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمسایے تین طرح کے ہیں۔ ایک وہ جن کا ایک ہی حق ہے۔ دوسرے وہ جن کے دو دو حق ہیں تیسرے وہ جن کے تین تین حق ہیں۔ تو جس ہمسایے کا ایک ہی حق ہے اور وہ سب ہمسایوں میں ادنےٰ حق دار ہے۔ ہمسایہ مشرک ہے جس سے کسی طرح کی قرابۃ نہیں اور جس کے دو دو حق ہیں وہ ہمسایہ مسلمان ہے کہ اُس کے لیے ایک حق اسلام ہے اور ایک حق ہمسایگی۔ اور جس کے تین تین حق ہیں اور یہی سب ہمسایوں میں زیادہ حق دار ہے مسلمان قرابت دار ہے کہ اُس کے لیے ایک حق اسلام کا ہے دوسرا ہمسایگی کا تیسرا قرابۃ کا ۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرُھُمْ لِصَاحِبِہٖ وَخَیْرُ الْجِیْرَانِ عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرُھُمْ لِجَارِہٖ ۔ (ترمذی ۔ دارمی)

حضرۃ عبد اللہ بن عمرؓ سے روایۃ ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کے نزدیک بہترین دوست وہ ہے جو اپنے دوستوں کے حق میں بہتر ثابت ہو اور خدا کے نزدیک بہترین ہمسایہ وہ ہے جو اپنے ہمسایے کے حق میں بہتر ثابت ہو ۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ لِیْ اَنْ اَعْلَمَ اِذَا اَحْسَنْتُ وَاِذَا اَسَأْتُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتَ جِیْرَانَکَ یَقُوْلُوْنَ قَدْ اَحْسَنْتَ فَقَدْ اَحْسَنْتَ وَاِذَا سَمِعْتَھُمْ یَقُوْلُوْنَ قَدْ اَسَأْتَ فَقَدْ اَسَأْتَ ۔ (ابن ماجہ)

حضرۃ ابن مسعودؓ سے روایۃ ہے کہ ایک شخص نے جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمۃ میں عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اپنے اچھے بُرے عمل کا علم کیونکر ہو سکتا ہے پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ جب تُو اپنے ہمسایوں کو کہتا سُنے کہ تُو نے اچھائی کی ہے تو معلوم کرلے کہ میں نے اچھا عمل کیا ہے اور جب اُنھیں کہتا سُنے کہ تو نے بدی کی ہے تو سمجھ لے کہ بے شک میں نے بُرا عمل کیا ۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّاْخُذُ مِنِّیْ ھٰؤُلَاءِ الْکَلِمَاتِ فَیَعْمَلُ بِھِنَّ اَوْ یُعَلِّمُ مَنْ یَّعْمَلُ بِھِنَّ قُلْتُ اَنَا فَاَخَذَ بِیَدِیْ

حضرۃ ابوہریرہؓ سے روایۃ ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے (صحابیوں کی طرف روئے سخن کر کے) فرمایا کون شخص اُن کلمات کو جو میں ابھی کہتا ہوں مجھ سے سیکھتا پھر اُن پر خود کاربند ہوتا یا اُس شخص کو سکھاتا ہے جو انھیں عمل میں لائے ۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں میں بول اُٹھا یا رسول اللہ میں سیکھتا ہوں تو آپ نے میرا ہاتھ

فَعَدَّ خَمْسًا فَقَالَ اتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَكَ تَكُنْ اَغْنَى النَّاسِ وَاَحْسِنْ اِلٰى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا وَاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا وَلَا تُكْثِرِ الضَّحِكَ فَاِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ ۞ (احمد۔ ترمذی)

پانچ باتیں گنوائیں اور فرمایا جن چیزوں کو خدا نے حرام کیا ہے اُن سے بچ۔ اگر ایسا کرے گا تو تو سب لوگوں سے زیادہ عبادۃ گزار ٹھہرے گا۔ اور جو چیز خدا نے تیرے لیے قسمت کی ہے اُس سے خوش رہ۔ اگر قسمت اللہ پر راضی رہے گا تو تو سب لوگوں سے غنی تر ہو گا۔ اور اپنے پڑوسی کے ساتھ نیکی کر کہ تو کامل مومن ہو جائے گا۔ اور جو اپنے لیے دوست رکھتا ہے وہی لوگوں کے لیے بھی دوست رکھ کہ تو پورا مسلمان ہو گا اور زیادہ مت ہنس کیونکہ زیادہ ہنسنے سے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ جَارَيْنِ فَاِلٰى اَيِّهِمَا اُهْدِيْ قَالَ اِلٰى اَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا ۞ (بخاری)

اُم المومنین حضرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایۃ ہے کہ انھوں نے کہا یا رسول اللہ میرے دو پڑوسی ہیں۔ اُن میں سے کس کو ہدیہ بھیجوں فرمایا جس کا دروازہ تمھارے گھر سے زیادہ قریب ہو۔

عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَاَكْثِرْ مَاءَهَا وَتَعَاهَدْ جِيْرَانَكَ ۞ (بخاری)

اَبوذر کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم شوربا پکاؤ تو اُس میں پانی بڑھا دو اور اپنے پڑوسی کی خبر لو ۞

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ ذُبِحَتْ شَاةٌ لِابْنِ عُمَرَ فَقَالَ لِاَهْلِهٖ هَلْ اَهْدَيْتُمْ مِنْهَا لِجَارِنَا الْيَهُوْدِيِّ قَالُوْا لَا قَالَ ابْعَثُوْا لَهٗ مِنْهَا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ ۞

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے (اور وہ) اپنے دادا سے روایۃ کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب کے بیٹے (عبداللہ) کی بکری ذبح کی گئی۔ انھوں نے اپنے لوگوں سے فرمایا کیا تم نے اس (بکری) میں سے ہمارے پڑوسی یہودی کو بھی کچھ بھیجا ہے؟ جواب دیا نہیں۔ فرمایا اس (بکری) میں سے اُسے (بھی کچھ) بھیجو کیونکہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جبرئیل مجھے ہمسایے کے ساتھ (سلوک کرنے کا) ہمیشہ تاکیدی حکم کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ ہمسایے کو وارث ٹھہرا دیں گے ۞

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرۃ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ

اللہ علیہ وسلم لا تحقرن جارۃ لجارتہا ولو فرسن شاۃ ۔ (صحیحین)

علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے (بلکہ اس کے ساتھ سلوک کرے) اگرچہ بکری کا ایک کھری کیوں نہ ہو

برتنے کی چیزوں میں بخل کرنا

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ۝ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۝ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ۝ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۝ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِہِمْ سَاھُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ ھُمْ یُرَآءُوْنَ ۝ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝

(الماعون ع ۶ پارہ ۳۰)

(اے پیغمبر) بھلا تم نے اس شخص (کے حال) پر (بھی) نظر کی؟ جو (روز) جزا کو جھوٹ سمجھتا ہے اور (اسی سبب) یہ شخص (ایسا سنگدل ہوگیا ہے کہ) یتیم کو دھکے دے دیتا ہے اور مسکین (کو آپ کھانا کھلانا تو درکنار لوگوں کو بھی اس) کے کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا تو (ان منافق) نمازیوں کی (بڑی) تباہی ہے جو اپنی نماز کی طرف سے غفلت کرتے ہیں (اور) وہ جو (کوئی نیک عمل کرتے بھی ہیں تو) ریا کرتے ہیں اور (دل کے ایسے تنگ ہیں کہ) روزمرہ کے برتنے کی (چھوٹی چھوٹی) چیزوں کا بھی دریغ کرتے ہیں۔

من المترجم

آیہ ویمنعون الماعون کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں کہ اکثر مفسرین اسی طرف گئے ہیں کہ ماعون اسے کہتے ہیں جس کے دینے میں عادتاً مضایقہ نہیں کیا جاتا اور جس کے مانگنے میں فقیر اور دولتمند دونوں عار نہیں خیال کرتے اور جس کے نہ دینے میں آدمی سوء خلق اور بخل طبیعت کی طرف منسوب ہوتا ہے جیسے کلہاڑی - بسولا - ہنڈیا - ڈول چمچہ - ڈوئی چھاج چلنی وغیرہ اور اسی میں نمک پانی آگ بھی داخل ہیں - حدیث شریف میں آیا ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثلثۃ لا یحل منعہا الماء والنار والملح - یعنی تین چیزیں ایسی ہیں جن کا نہ دینا روا نہیں ہے - پانی - آگ - نمک - ایک روایۃ میں یوں بھی آیا ہے اِن التمس جارک ان یخبز فی تنورک او یضع متاعہ عندک یوماً او نصف یوم فلا تمنعہ یعنی اگر تیرا پڑوسی تیرے تنور میں روٹی پکانا چاہے یا اپنا اسباب ایک روز یا نصف روز کے لیے تیرے پاس رکھنا چاہے تو اسے منع نہ کر۔

کسی طرح کی ایذا نہ دینا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلٰوتِهَا وَصِیَامِهَا وَصَدَقَتِهَا غَیْرَ اَنَّهَا تُؤْذِیْ جِیْرَانَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ هِیَ فِی النَّارِ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ مِنْ قِلَّةِ صِیَامِهَا وَصَدَقَتِهَا وَصَلٰوتِهَا وَلَا تُؤْذِیْ بِلِسَانِهَا جِیْرَانَهَا قَالَ هِیَ فِی الْجَنَّةِ +

(احمد۔بیہقی)

حضرۃ ابوہریرہ سے روایۃ ہی کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ فلاں عورۃ کی نسبت لوگ کہتے ہیں کہ وہ نماز بہت پڑھتی روزے بکثرۃ رکھتی اور خیر خیرات بہت کچھ کرتی ہو مگر ساتھ ہی اپنے ہمسایے کو زبان سے تکلیف بھی پونہچاتی ہے پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ وہ دوزخ میں جائے گی (کیونکہ نماز روزہ اور خیر خیرات اگرچہ افضل العبادات ہیں مگر وہ اس گناہ یعنی ایذاے ہمسایہ کی تلافی نہیں کرسکتے) عرض کیا یا رسول اللہ! لوگ فلاں عورۃ کی نسبت کہتے ہیں کہ نماز کم پڑھتی روزے تھوڑے رکھتی اور خیر خیرات بھی کچھ یوں ہی سی کرتی ہے ہاں ہمسایے کو زبان سے تکلیف نہیں دیتی فرمایا وہ جنت میں جائے گی (کیونکہ ہمسایے کو تکلیف نہ دینا دوسری باتوں کی تلافی کردے گا)+

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَسَمَ بَیْنَكُمْ اَخْلَاقَكُمْ كَمَا قَسَمَ بَیْنَكُمْ اَرْزَاقَكُمْ وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُعْطِی الدُّنْیَا مَنْ یُّحِبُّ وَمَنْ لَّا یُحِبُّ فَمَنْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ الدِّیْنَ فَقَدْ اَحَبَّهٗ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یُسْلِمُ عَبْدٌ حَتّٰی یَسْلَمَ قَلْبُهٗ وَلِسَانُهٗ[1] وَلَا یُؤْمِنُ حَتّٰی یَاْمَنَ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ (مسند امام احمد)

ابن مسعود سے روایۃ ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے جس طرح تم میں تمھاری روزیاں تقسیم کی ہیں اسی طرح تم میں تمھارے اخلاق اور سیرتیں بھی تقسیم کی ہیں بے شک خداے تعالیٰ دنیا اُس کو بھی دیتا ہے جس کو دوست رکھتا ہے اور اُس کو بھی جس کو دوست نہیں رکھتا مگر دین اُسی کو دیتا ہے جس کو دوست رکھتا ہو مجھے اُس مقدس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرۃ میں میری جان ہو کہ کوئی بندہ مسلمان نہیں ہوتا تاوقتیکہ اُس کا دل اور اُس کی زبان مطیع و منقاد[1] نہ ہوجائیں اور ایماندار نہیں ہوتا تاوقتیکہ اُسکے پڑوسی اُس کی ایذاؤں سے محفوظ نہ ہوں+

[1] دل کے مطیع منقاد ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ کسی کی طرف سے برائی نہیں چاہتا اور زبان کے مطیع منقاد ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ کسی سے بدزبانی نہیں کرتا ۱۲

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِیْ لَا یَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ (صحیحین)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم وہ شخص کامل الایمان نہیں ہے خدا کی قسم وہ شخص کامل الایمان نہیں ہے خدا کی قسم وہ شخص کامل الایمان نہیں ہے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کسے

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ الْخَصْمَیْنِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ جَارَانِ (مسند امام احمد)

عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے پہلے دو مدعی جو باہم خصومت کریں گے اور ایک دوسرے سے اپنا حق طلب کریں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَمْنَعُ جَارٌ جَارَهٗ اَنْ یَّغْرِزَ خَشَبَتَهٗ فِیْ جِدَارِهٖ (صحیحین)

حضرۃ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ہمسایہ دوسرے ہمسایہ کو اپنی دیوار میں کھونٹی گاڑنے سے منع نہ کرے ✤

من المترجم پڑوسی کا اتنا پاس خاطر کہ وہ ہماری دیوار میں کھونٹی گاڑلے ہمارے نزدیک از قبیل ماعون ہے جس کے مارے میں وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ نازل ہے۔ اور یہ بات ہم نے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام مالک رحمہم اللہ کے قول سے مستنبط کی ہے جیسا کہ ہدایہ میں لکھا ہے لَا یَمْنَعُ جَارٌ جَارَهٗ اَنْ یَّغْرِزَ خَشَبَتَهٗ فِیْ جِدَارِهٖ میں امر ایجاب کے لیے نہیں ہے بلکہ استحباب کے واسطے ہے یعنی مروۃ تقاضا کرتی ہے کہ منع نہ کرے ورنہ شرع سے منع کرنے کا حق اُسے ہر وقت حاصل ہے اور یہی مذہب ہے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کا۔ رہے امام مالک اُن کے اس میں دو قول ہیں اور صحیح تر استحباب ہے مگر امام احمد اور جمہور اہل حدیث کا مذہب ہے کہ اگر ہمسایہ کے کھونٹی گاڑنے سے دیوار مالک کو کوئی نقصان نہ پہنچتا ہو تو امر ایجاب کے لیے ہے یعنی دیوار والے کو کھونٹی گاڑنے سے منع کرنا جائز نہیں۔ اور نقصان پہنچتا ہے تو جائز ہے اور یہی حکم ہے دیوار اُٹھانے کا یعنی اپنے مکان کی دیوار اس قدر اونچی نہ لے جائے کہ اُس سے ہمسایہ کی ہوا رُکے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ تم جانتے ہو کہ پڑوسی کا کیا حق ہے عرض کیا خدا اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا اگر تم سے مدد کی درخواست کرے تو مدد دو۔ قرض مانگے تو قرض دو۔ محتاج ہو تو کچھ سلوک کرو۔ بیمار ہو تو عیادت کرو۔ مرجائے تو جنازے کے ساتھ جاؤ۔ خوشی کے موقع پر تہنیت غمی کی حالت میں تعزیت بجالاؤ۔ اپنے گھر کی دیوار بلند نہ اُٹھاؤ کہ اُس سے ہوا رُکے۔ نئے پھل خریدو تو اُسے بھی بھیجو اور جو نہیں بھیج سکتے تو پوشیدہ رکھو۔ اور اپنے بچّوں کو پھل ہاتھ میں لیے ہوئے باہر نہ جانے دو۔ کیونکہ اُس کے بچّے کڑھیں

شفعہ

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْجَارُ اَحَقُّ بِشُفْعَتِہٖ یُنْتَظَرُ بِہَا اِنْ کَانَ غَائِبًا اِذَا کَانَ طَرِیْقُہُمَا وَاحِدًا (احمد - ابو داود - ترمذی - ابن ماجہ - دارمی)

حضرۃ جابر رضؓ سے روایۃ ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - پڑوسی اپنے شفعے کا زیادہ استحقاق رکھتا ہے اگر وہ غائب ہو تو شفعے کے لیے اُس کا انتظار کیا جائے مگر یہ شفعہ اُسی وقت ہوگا جبکہ دونوں ہمسایوں کا رستہ ایک ہو +

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَضَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَۃِ فِیْ کُلِّ مَالَمْ یُقْسَمْ فَاِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَۃَ + (بخاری)

حضرۃ جابر رضؓ سے روایۃ ہو کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے شفعے کا ہر اُس چیز میں حکم کیا جو ہنوز تقسیم نہیں کی گئی اور شرکت باقی ہے لیکن جب رستے جدا جدا ہو جائیں اور حدود واقع ہو جائیں تو اب شفع نہیں رہا +

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَۃِ فِیْ کُلِّ شِرْکَۃٍ لَّمْ تُقْسَمْ رَبْعَۃٍ اَوْ حَائِطٍ لَا یَحِلُّ لَہٗ اَنْ یَّبِیْعَ حَتّٰی یُؤْذِنَ شَرِیْکَہٗ فَاِنْ شَاءَ اَخَذَ وَاِنْ شَاءَ تَرَکَ فَاِذَا بَاعَ وَلَمْ یُؤْذِنْہُ فَہُوَ اَحَقُّ بِہٖ + (مسلم)

حضرۃ جابر رضؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر مشترک چیز میں شفعے کا حکم دیا جب تک اُس کی تقسیم نہ ہوئی ہو خواہ وہ مشترک چیز مکان ہو یا باغ - مالک کو جائز نہیں کہ اپنے شریک کو اطلاع کیے بغیر اُسے بیچ ڈالے بلکہ اُسے اطلاع دینی ضرور ہے پھر شریک کو اختیار ہے کہ چاہے اُس کو لے لے یا چھوڑ دے لیکن جب مالکِ زمین زمین کو بیچ ڈالے گا اور شریک کو اطلاع نہ دے گا تو شریک اُس کا زیادہ مستحق ہوگا

ف اس حدیث سے دو باتیں مستنبط ہوتی ہیں ایک یہ کہ جار کے لیے نہیں بلکہ شریک کے لیے حق شفعہ ہے اور یہی حدیث باستثناءِ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ باقی ائمہ ثلاثہ کی متمسک رہی مگر صاف بات یہ ہو کہ جس طرح شفعۂ شریک میں حدیثیں آئی ہیں - اسی طرح شفعۂ جار میں بھی آئی ہیں اور صحت کے درجے کو پہنچ گئی ہیں جیسا کہ عنوان بالا کے ذیل میں پہلی حدیث حضرۃ جابر رضؓ سے منقول ہوئی اور آگے بھی بخاری کی ایک حدیث نقل کی جائے گی تو جو لوگ جار کے لیے حق شفعہ ثابت کرنے میں مضایقہ کرتے اور حق شفعہ کو شریک ہی میں منحصر خیال کرتے ہیں ان کے پاس اس کی کوئی دلیل تو ہے نہیں رجماً بالغیب قیاس کے گھوڑے دوڑاتے ہیں دوسری بات یہ ہو کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز میں حق شفعہ ثابت ہو حالانکہ ائمہ اربعہ بالاتفاق اس بات کے قائل ہیں کہ زمین کے علاوہ کسی اور چیز میں شفعہ نہیں ہے تو اس کی توضیح و تفسیر دوسری حدیث میں کی گئی ہو کہ زمین کے علاوہ کسی اور چیز میں شفعہ نہیں وہ اس کی تنا[illegible]

عَنْ اَبِی رَافِعٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْجَارُ اَحَقُّ بِسَقَبِہٖ (بخاری)

ابورافع سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمسایہ شفعے کا زیادہ استحقاق رکھتا ہے اپنے قرب اور اتصال کی وجہ سے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اخْتَلَفْتُمْ فِی الطَّرِیْقِ جُعِلَ عَرْضُہٗ سَبْعَۃَ اَذْرُعٍ (مسلم)

حضرۃ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم رستے میں ختلاف و نزاع کرو تو سات ہاتھ چوڑی زمین چھوڑ دی جائے ف۱

من المترجم - زیب و زینت اور تکلف نہ بھی سہی تاہم سیدھی سادی معمولی زندگی کی ضرورتیں اتنی بہت ہیں کہ آدمی کیلا اپنی ذاتی ضرورتوں کی بھی سربراہی نہیں کر سکتا۔ اسی لیے آدمی جہاں رہتے ہیں تھوڑے تھوڑے بہت بہت مل کر رہتے ہیں۔ لوگوں نے انسانی زندگی کی ضرورتوں کو چاہے وہ ضرورتیں واقعی ہوں یا ادعائی آپس میں بانٹ رکھا ہے۔ کوئی سنار ہے کوئی لہار کوئی بزاز کوئی درزی کوئی موچی کوئی باورچی کوئی حلوائی۔ کوئی کیا کوئی کیا۔ حاجتوں کا وابستۂ یکدگر ہونا تو چاہتا ہے کہ لوگوں میں کبھی لڑائی جھگڑا نہ ہو۔ مگر اختلاف طبائع اور اغراض کی کشمکش کی وجہ سے لوگ ہیں کہ ایک سے ایک صاف نہیں کوئی دل میں رکھتا ہے کوئی گلہ شکوہ مونہ پر لے آتا ہے۔ یہاں تک کہ آخر کار عدالت تک نوبت پہنچتی ہے **قطعہ**

ہے خلق حسد قماش لڑنے کے لیے ٭ وحشتکدۂ تلاش لڑنے کے لیے ٭ یعنی مانند کاغذ باد ٭ ملتے ہیں یہ بدمعاش لڑنے کے لیے ٭ اور خدا چاہتا ہے کہ سب لوگ امن و امان سے زندگی بسر کریں۔ اور اسی غرض سے اُس نے قرآن نازل کیا ہے کہ لوگ اُس کی ہدایتوں پر چلیں تو دنیا میں فساد کا نام بھی تو سُننے میں نہ آئے۔ خدا نے امن کے قائم کرنے کے لیے جو احکام نازل فرمائے اُن میں سے ایک حق ہمسایہ بھی ہے۔ ہمارے ہاں ایک کہاوت کہی جاتی ہے "ہمسایا ماں کا جایا" بس یہ خلاصہ ہے پڑوسی کے حقوق کا۔ اور اُس کی تفصیل اُن آیتوں اور حدیثوں میں ہے جو عنوان ہمسایہ کی ذیل میں نقل کی گئی ہیں۔ ہمسایے کے حقوق میں ایک حق شفعہ ہے جو اسلامی شریعۃ کے خصوصیات میں سے ہے۔ اب اس کی ضرورۃ کو دوسرے مذہب والوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے اور سب اُس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ یہاں اسلامی قانون کے مکمل ہونے کی اور بہت سے دلائل ہیں اُن میں سے ایک حق شفعہ بھی ہے۔ حکومت کے ساتھ اس حق کے متعلق جو دعوے ہوتے ہیں انگریزی عدالتوں کی طرف منتقل ہو گئے ہیں اور ججوں نے جیسی اُن کی عادت ہے موشگافیاں کر کے "فکر ہر کس بقدر ہمت اوست" اس حق کے ساتھ بہت سی قیود اور شرائط لگا دی ہیں جن کو وکلا خوب سمجھتے ہیں اور اسی لیے ہم نے حق شفعہ کے متعلق احکام فقہی کو نظر انداز کر دیا ٭

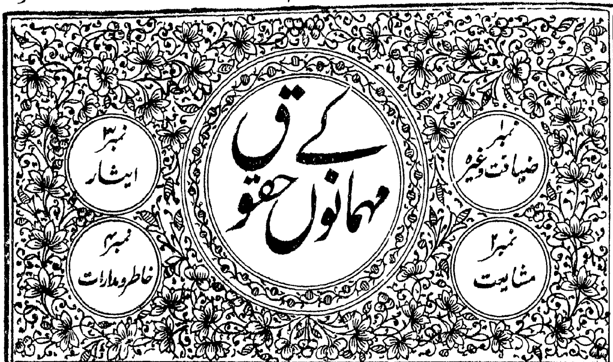
ف۱ یعنی جب چند آدمیوں کی زمین میں رستہ چلتا ہو اور وہاں کے لوگ عمارۃ بنانا چاہیں تو اگر کسی مقدار پر اتفاق کر لیں اور راضی ہو جائیں تو خیر۔ اور اگر مقدار میں اختلاف کریں تو رستہ چلنے کے لیے سات ہاتھ چوڑی زمین چھوڑ دی جائے ۱۲

حفظِ ناموس

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الذَّنْبِ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ اَنْ تَدْعُوَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ قَالَ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ اَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ اَنْ تُزَانِيَ حَلِيْلَةَ جَارِكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَهَا وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ الْاٰيَةَ ◆ (صحیحین)

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ فرمایا تیرا خدا کے لیے شریک ٹھیرانا۔ حالانکہ اُس نے تجکو پیدا کیا ہے عرض کیا پھر کونسا گناہ؟ فرمایا تیرا اپنی اولاد کو اِس خوف سے مار ڈالنا کہ بڑے ہو کر تیرے ساتھ کھائیں پئیں گے اُس نے عرض کیا پھر کونسا؟ فرمایا تیرا اپنے پڑوس کی جورو سے زنا کرنا چنانچہ خداے تعالے نے اِس کی تصدیق کے لیے یہ آیت نازل فرمائی والذین الخ یعنی اور جو خدا کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ پکاریں اور ناحق (نا روا) کسی شخص کی جان سے نہ ماریں کہ اُس کو خدا نے حرام کر رکھا ہے

حق المترجم مسند امام احمد میں بھی اسی مضمون کی ایک حدیث آئی ہے۔ مقداد بن الاسود کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے پوچھا کہ تم زنا کے بارے میں کیا کہتے ہو جواب میں عرض کیا گیا حرام ہے خدا اور رسول نے قیامت تک زنا حرام کر دیا ہے۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ مرد کا دس عورتوں سے زنا کرنا سہل تر ہے ہمسایہ کی ایک عورت کے ساتھ زنا کرنے سے پھر فرمایا اچھا تم چوری کے بارے میں کیا کہتے ہو صحابہ نے عرض کیا حرام ہے۔ خدا اور رسول نے چوری کو قیامت تک حرام کر دیا ہے۔ فرمایا اگر کوئی شخص دس گھروں سے چوری کرے تو یہ اُس کے حق میں اتنا سخت نہیں جتنا کہ ہمسایہ کے گھر میں چوری کرنا۔ غرض ہمسایگی ایک حرمت مرعیہ ماموربہا ہے رہی حد ہمسایگی تو اس میں علما کے مختلف اقوال ہیں امام اوزاعی اور حسن اور زہری کہتے ہیں کہ چالیس گھر تک چاروں طرف سے حد ہمسایگی ہے بعض کہتے ہیں جہاں تک اقامت کی آواز پونہچے اور بعض کچھ اور کہتے ہیں مگر بہتر یہ ہے کہ اس بحث میں شرع کی طرف رجوع کیا جائے اگر شرع میں ہمسایگی کی حد متعین ہے تو اسی پر عمل بھی متعین ہوگا سو شرع میں تو اس کی حد متعین ہے چالیس گھر جیسا کہ قرطبی نے ایک حدیث باین مضمون روایت کی ہے کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا لوگو مساجد کے دروازوں پر پکار دو کہ حد ہمسایگی چالیس گھر تک ہے۔ سیوطی جامع صغیر میں لکھتے ہیں الجوار اربعون دارا۔ اخرجہ البیہقی عن عائشۃ۔ ابو داؤد میں آیا ہے حق الجوار اربعون دارا هٰكذا وهٰكذا واشار قدامًا ویمینًا وخلفًا ◆



ضیافت وغیرہ

فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨ اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ۭ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ۝ (الکہف ع ۱۰ پارہ ۱۶)

پھر حضرت موسٰی اور خضر دونوں مل کر آگے بڑھے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے تو وہاں کے لوگوں سے کھانے کو مانگا اور انھوں نے ان کو ضیافت کا دینا منظور نہ کیا اتنے میں انھوں نے گاؤں میں ایک دیوار دیکھی جو گرا ہی چاہتی تھی تو خضر نے اس کو (پھر از سر نو) کھڑا کر دیا (اس پر موسٰی نے) کہا اگر آپ چاہتے تو ان لوگوں

ف حدیث میں یوں آیا ہے کہ حضرت موسٰی وعظ فرما رہے تھے سننے والوں میں سے کوئی پوچھ بیٹھا کہ کوئی آپ سے زیادہ بھی علم رکھتا ہے حضرت موسٰی نے فرمایا میں نہیں جانتا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہی سب سے بڑے عالم ہیں موسٰی بے شک بڑے اولوالعزم پیغمبروں میں سے تھے۔ لیکن شان بندگی چاہتی تھی کہ وہ کسی حال میں تواضع اور کسر نفس سے غافل نہ ہوں پیغمبروں سے ایسی چھوٹی چھوٹی فروگزاشتوں پر بھی خدا کے ہاں سے مواخذہ ہوتا ہے کیونکہ وہ خدا کے مقبول بندے ہوتے ہیں اور جیسے وہ مقبول ہوتے ہیں چاہیئے کہ اُن کے اخلاق بھی اعلےٰ درجے کے ہوں موسٰیؑ سے ایک انانیت کی بات سرزد ہو گئی تو خدا نے اُن کو اُن کی غلطی پر اس طرح متنبہ کیا کہ اُن کو خضر کے پاس جانے کا حکم دیا۔ خدا نے وحی کے ذریعے سے موسٰیؑ کو پتہ بتا دیا تھا کہ خضر سے اُس جگہ ملاقات ہوگی جہاں دو دریا ملے ہیں یہ دو دریا شاید سمندر کی دو شاخیں ہوں جن کے سنگم کی جگہ سے موسٰیؑ بنی اسرائیل کو لے کر دریا پار بھی ہوئے تھے۔ موسٰیؑ کو ایک پتہ یہ بھی دیا گیا تھا کہ خضر سے اور تم سے جس جگہ ملاقات ہوگی وہاں تمہارے ناشتے کی تلی ہوئی مچھلی خدا کی قدرت سے زندہ ہو کر دریا میں چلی جائے گی غرض جب موسٰیؑ حضرت خضر کے پاس پہنچے اور کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے ساتھ رہوں بشرطیکہ جو علم (لدنی) من جانب اللہ آپ کو ملا

(بقیہ فائدہ صفحہ ۲۸۱) گیا ہے اُس میں سے کچھ آپ مجکو بھی سکھا دیں (خضر نے) کہا تم سے میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں
ہو سکے گا اور جو چیز تمہاری آگہی کے احاطے سے باہر ہے اُس پر تم کیسے صبر کر سکتے ہو (موسیٰ نے) کہا کہ
اِن شاء اللہ آپ مجکو ضابطہ[1] آدمی پائیں گے اور میں آپ کے کسی حکم کے خلاف نہ کروں گا (خضر نے) کہا اگر تم کو میرے ساتھ رہنا ہی منظور
ہے تو جب تک میں (از خود) تم سے کسی بات کا تذکرہ نہ کروں تم مجھ سے اُس کی بابت کچھ پوچھنا ہی نہیں پھر (موسیٰ اور خضر) دونوں (مل کر
آگے) چلے یہاں تک کہ (راہ میں ایک دریا پڑا) جب دونوں کشتی میں سوار ہو لیے تو خضر نے (ایک تختہ توڑ کر) کشتی کو پھاڑ دیا (موسیٰ
نے) کہا کیا آپ نے کشتی کو اس غرض سے پھاڑا ہے کہ کشتی کے لوگوں کو (دریا میں) ڈبو دو یہ (تو) آپ نے بڑی ہی (خطرناک) بات کی
(خضر نے) کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم سے میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں ہو سکے گا (موسیٰ نے) کہا کہ آپ مجھ سے میری بھول چوک
پر گرفت نہ کیجیے اور میرے اس معاملے میں میرے ساتھ (اتنی) سخت گیری (بھی) نہ کیجیے (بات رفت و گزشت ہوئی) پھر دونوں
(اور) آگے بڑھے یہاں تک کہ (رستے میں) ایک لڑکے سے ملے تو (خضر نے) اُس کو (پکڑ کر) مار ڈالا (موسیٰ نے) کہا کہ کیا آپ نے
ایک معصوم شخص کو مار ڈالا (اور وہ بھی) کسی کے (خون کے) بدلے میں نہیں یہ تو آپ نے بڑی ہی بے جا حرکت کی (خضر نے)
کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میرے ساتھ تم سے ہرگز صبر نہیں ہو سکے گا (موسیٰ نے) کہا کہ اس کے بعد اگر میں آپ سے کچھ بھی
پوچھوں تو آپ مجکو اپنے ساتھ نہ رکھیے گا کہ آپ میری طرف سے (حد) عذر کو پہنچ چکے۔ یہ کہہ کر (اور) آگے بڑھے یہاں تک
کہ جب ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے تو وہاں کے لوگوں سے کھانے کو مانگا اور انھوں نے ان کو ضیافت کا دینا منظور
نہ کیا اتنے میں انھوں نے گاؤں میں ایک دیوار دیکھی جو گرا ہی چاہتی تھی تو (خضر نے) اُس کو (پھر از سر نو) کھڑا کر دیا۔ (اس پر
موسیٰ نے) کہا اگر آپ چاہتے تو (ان لوگوں سے) دیوار کے کھڑا کر دینے کی مزدوری لیتے (خضر نے) کہا بس اب مجھ میں اور تم
میں چھٹم چھٹا۔ جن (باتوں) پر تم سے صبر نہ ہو سکا میں ابھی تم کو ان کی اصل حقیقت بتائے دیتا ہوں کہ کشتی تو (ملاحی
پیشہ) غریبوں کی تھی وہ (اُس کو) دریا میں (مزدوری پر) چلاتے تھے تو میں نے چاہا کہ اس کو عیب دار کر دوں کیونکہ ان
کے سامنے کی طرف (دریا پار) ایک بادشاہ تھا (ظالم) جو ہر ایک (بکار آمد) کشتی کو زبردستی ضبط کر لیا کرتا تھا۔ اور وہ
جو لڑکا تھا تو اُس کے ماں باپ دونوں ایمان والے (لوگ) تھے تو ہم کو یہ اندیشہ ہوا کہ (ایسا نہ ہو بڑا ہو کر) سرکشی اور
کفر سے اُن کو ایذا دے لہٰذا ہم نے یہ ارادہ کیا کہ (اُس کو مار دیں اور) اُن کا پروردگار اُس کے بدلے میں اُن کو (ایسا فرزند)
عطا فرمائے (جو) پاک نفسی اور پاس قرابت میں اُس سے بہتر (ہو) اور رہی دیوار سو شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور دیوار
کے نیچے اُن ہی (لڑکوں) کا خزانہ (گڑا ہوا) تھا اور ان (لڑکوں) کا باپ (ایک) نیک (آدمی) تھا پس تمہارے پروردگار
نے چاہا کہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پہنچیں اور (دیوار کے تلے سے) اپنا خزانہ نکال لیں (اور اُن کے حال پر) تمہارے
پروردگار کی یہ ایک مہربانی تھی اور (ان واقعات میں) میں نے جو کچھ کیا اپنے اختیار سے
نہیں کیا (بلکہ خدا کے حکم سے) یہ ہے اصل حقیقت اُن (واقعات) کی
جن پر تم سے صبر نہ ہو سکا۔

۱۲

[illegible]

[1] ضابطہ کے یہ معنے ہیں کہ میں اپنے نفس پر ضابط ہوں ایک بات کے پوچھنے کو جی چاہے اور نہ پوچھوں ۱۲

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّکَ تَقُوْمُ اللَّیْلَ وَ تَصُوْمُ النَّہَارَ قُلْتُ بَلٰی قَالَ فَلَا تَفْعَلْ قُمْ وَنَمْ وَصُمْ وَاَفْطِرْ فَاِنَّ لِجَسَدِکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَّاِنَّ لِعَیْنِکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَّاِنَّ لِزَوْرِکَ عَلَیْکَ حَقًّا وَّاِنَّ لِزَوْجِکَ عَلَیْکَ حَقًّا۔ (بخاری)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لاکر لگے فرمانے کہ مجھے جو یہ خبر پہنچی ہے کہ تم ساری رات نماز پڑھتے اور دن روزے میں گزارتے ہو کیا یہ سچ ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں سچ ہے فرمایا ایسا ہرگز نہ کرو رات کو نماز بھی پڑھو سو بھی رہو دن کو روزہ بھی رکھو افطار بھی کرو کیونکہ تمھارے جسم کا تم پر حق ہے تمھاری آنکھوں کا تم پر حق ہے تمھارے مہمانوں کا تم پر حق ہے تمھاری بی بی کا تم پر حق ہے۔

عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ عَنْ اَبِیْہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اٰخَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ سَلْمَانَ وَاَبِی الدَّرْدَاءِ فَرَاٰی اُمَّ الدَّرْدَاءِ مُبْتَذِلَۃً فَقَالَ لَہَا مَا شَاْنُکِ قَالَتْ اَخُوْکَ اَبُو الدَّرْدَاءِ لَیْسَ لَہٗ حَاجَۃٌ فِی الدُّنْیَا فَجَاءَ اَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَہٗ طَعَامًا فَقَالَ کُلْ فَاِنِّیْ صَائِمٌ قَالَ مَا اَنَا بِاٰکِلٍ حَتّٰی تَاْکُلَ فَاَکَلَ فَلَمَّا کَانَ اللَّیْلُ ذَہَبَ اَبُو الدَّرْدَاءِ یَقُوْمُ فَقَالَ نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَہَبَ یَقُوْمُ فَقَالَ نَمْ فَلَمَّا کَانَ مِنْ

ابو جحیفہ کے فرزند عون اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سلمان اور ابو الدرداء میں بھائی چارا کرا دیا تو سلمان نے ابو الدرداء کی بیوی ام الدرداء کو میلی کچیلی حالت میں دیکھ کر کہا تمھارا کیا حال ہے۔ اُنھوں نے کہا سلمان! تمھارے بھائی ابو الدرداء کو دنیا سے تو کچھ غرض و مطلب نہیں اتنے میں ابو الدرداء آگئے اور اُنھوں نے سلمان کے لیے کھانا تیار کیا (کھانا تیار ہو چکا) تو سلمان سے کہا بھائی تم کھانا کھا لو میں تو روزے سے ہوں سلمان بولے جب تک تم نہ کھاؤ گے میں تو کھانے والا ہوں نہیں چنانچہ ابو الدرداء نے (روزہ توڑ دیا اور سلمان کے ساتھ کھانا) کھا لیا۔ رات ہوئی تو ابو درداء لگے نماز کے لیے کھڑے ہونے سلمان نے کہا بھائی ابھی سو رہو وہ سو گئے (اور پھر) تھوڑی دیر کے بعد) اُٹھنے لگے۔ سلمان نے کہا ابھی (اور) سو رہو جب

آخِرُ اللَّيْلِ قَالَ سَلْمَانُ قُمِ الْآنَ فَصَلَّيَا فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ ۔ (بخاری)

پچھلی رات ہوئی تو سلمان نے کہا اب اُٹھ کر نماز پڑھو چنانچہ دونوں نے نماز پڑھی (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) سلمان نے ابو الدرداء سے کہا کہ بھائی تمھارے پروردگار کا تم پر حق ہے تمھارے نفس کا تم پر حق ہے تمھاری بیوی کا تم پر حق ہے تو ہر حقدار کو اُس کا حق دینا چاہیئے صبح کو ابو الدرداء جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ آپ کو کہہ سُنایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان نے بالکل درست کہا ۔

مشایعت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يَّخْرُجَ الرَّجُلُ مَعَ ضَيْفِهٖ إِلٰى بَابِ الدَّارِ ۔ (ابن ماجہ ۔ بیہقی)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سُنّت میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ آدمی اپنے مہمان کے ساتھ (جب وہ رخصت ہونے لگے اُس کی تعظیم وتکریم کے لیے حویلی کے دروازے تک پہنچانے جائے۔

من المترجم ۔ یہ مہمان کے اظہار ادب اور اپنی تواضع کے ثبوت کا عمدہ پیرایہ ہے خود جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنے مہمانوں کو بیت نبوت کے دروازے تک رخصت کرنے آیا کرتے تھے ۔ مہمان داری بڑی عمدہ صفت ہے اور اُس کی فضیلت حدیثوں میں بہت کچھ آئی ہے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مہمان دار نہیں اُس میں خیر نہیں ۔ پیغمبر صاحب مہمانوں کے لیے بہت اہتمام کیا کرتے تھے یہاں تک کہ اگر مہمانوں کے آنے پر آپکے پاس کچھ نہ ہوتا تو آپ قرض لے کر اُن کی مدارات میں صرف کرتے چنانچہ آپکے غلام ابو رافع کہتے ہیں کہ پیغمبر صاحب نے مجھے ارشاد فرمایا کہ فلاں یہودی سے جاکر کہو کہ اتنا آٹا قرض دے دے رجب کے مہینے میں ادا کر دیا جائے گا کیونکہ ایک مہمان میرے پاس آگیا ہے ۔ یہودی نے کہا جب تک کوئی چیز رہن نہ کروگے آٹا نہیں ملے گا ۔ ابو رافع کہتے ہیں میں نے واپس آکر پیغمبر صاحب سے یہودی کا بیان عرض کیا ۔ فرمایا میری زرہ رہن رکھ دو اور آٹا لے آؤ ۱۲

ایثار

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (حشر ع ۱ - پارہ ۲۸)

اور (ہاں وہ مال جو بے لڑے ہاتھ آیا ہی) اُن کا بھی حق) ہی کہ (مہاجرین نے ابھی ہجرۃ نہیں کی تھی اور وہ) اُن سے پہلے مدینے میں رہتے اور اسلام میں داخل ہو چکے ہیں جو اُن کی طرف ہجرۃ کرکے آتا ہی اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور (مالِ غنیمت میں سے) مہاجرین کو جو (کچھ بھی دے) دیا جائے اُس کی وجہ سے یہ اپنے دل میں (اُس کی) کوئی طلب نہیں پاتے ف۱ اور اپنے اوپر تنگی ہی کیوں نہ ہو (مہاجرین بھائیوں کو) اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اور (بخل تو سب ہی کی طبیعتوں میں ہوتا ہی مگر) جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا گیا ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ بَاتَ بِهٖ ضَیْفٌ وَّلَمْ یَکُنْ عِنْدَهٗ اِلَّا قُوْتُهٗ وَقُوْتُ صِبْیَانِهٖ فَقَالَ لِامْرَأَتِهٖ نَوِّمِی الصِّبْیَةَ وَاَطْفِئِ السِّرَاجَ وَقَرِّبِیْ لِلضَّیْفِ مَا عِنْدَكِ فَنَزَلَتِ الْاٰیَةُ ۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آیہ ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ کے بارے میں روایۃ ہے کہ ایک انصاری کے ہاں ایک مہمان شب باش ہوا اور انصاری کے پاس اُس کی اور اُس کے بچوں کی خوراک کے سوا اور کچھ نہ تھا تو اُس نے اپنی بی بی سے کہا کہ بچوں کو سُلا دو اور چراغ گُل کردو اور جو تمھارے پاس حاضر ہے مہمان کے سامنے رکھ دو - اِس پر یہ آیت نازل ہوئی ؛

ف۱ یعنی مہاجرین کو ملتا ہوا دیکھ کر اُن کے دل میں یہ خواہش پیدا نہیں ہوتی کہ یہ جو ان کو ملا ہے ہم کو ملے - بات یہ ہے کہ پیغمبر صاحب کے وقت کے مسلمان دو طرح کے تھے ایک وہ کہ جب پیغمبر صاحب کفارِ مکّہ کی ایذاؤں سے عاجز آکر مدینے تشریف لے گئے اور اسی کو ہجرۃ کہتے ہیں تو جو مسلمان جہاں کہیں کافروں کے نرغے میں تھے پیغمبر صاحب کا مدینے تشریف لے آنا سُن کر آگے پیچھے مدینے سمٹ آئے اور مہاجر کہلائے - دوسرے خود مدینے کے لوگ جنھوں نے پیغمبر صاحب کو اور مہاجر مسلمانوں کو پناہ دی اور اُن کی مدد کی وہ انصار کہلائے - ہجرۃ کا قاعدہ فتح مکّہ تک رہا - مکّہ فتح ہوا تو خدا نے اسلام کو غلبہ دیا اور ہجرۃ کی ضرورۃ باقی نہ رہی - جو مسلمان جہاں تھا اپنی جگہ مطمئن تھا - کوئی اُس کو ستا نہیں سکتا تھا ۱۲

خاطر و مدارات

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَٰذَا بَشَرًا إِنْ هَٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ○ (یوسف ع ۴ پارہ ۱۲)

تو جب (عزیزِ مصر کی) عورۃ نے اُن (عورتوں) کے (جنھوں نے عشقِ یوسف کے بارے میں اُس پر غلطی کا الزام لگایا تھا) طعنے مینے سنے اُن کو (اپنے ہاں) بُلو بھیجا اور اُن کے لیے ایک محفل کی تیاری کی اور (پھل تراش تراش کر کھانے کے لیے) ایک ایک چھری اُن میں سے ہر ایک کے حوالے کی اور (عین وقت پر یوسف سے) کہا کہ ان کے سامنے باہر آؤ (اور ذری اپنی شکل تو دکھاؤ) پھر جب عورتوں نے یوسف کو دیکھا تو اُن پر (یوسف کے حسنِ جمال) کی ایسی دھاک بیٹھی کہ انھوں نے (بے خود ہو کر پھلوں کو کاٹتے کاٹتے) اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور لگیں کہنے حاشَ للّٰہ ف۱ یہ

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ○ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ ○ فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ ○ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ○ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ط

(اے پیغمبر) ابراہیم کے معزز مہمانوں (یعنی فرشتوں) ف۲ کی حکایت بھی تم تک پہونچی ہے؟ کہ جب (یہ لوگ) اُن کے پاس آئے تو (آتے ہی) سلام علیک کی ابراہیم نے جوابِ سلام دیا (اور دل میں کہا کہ یہ) لوگ (تو کچھ) اجنبی سے معلوم ہوتے ہیں پھر جلدی سے اپنے گھر جا (ایک) موٹا تازہ بچھڑا (یعنی اُس کا گوشت بھنوا کر مہمانوں کے لیے) لائے اور اُن کے سامنے رکھا تو (انھوں نے تأمل کیا۔ ابراہیم نے) پوچھا آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں (اس پر بھی انھوں نے کھانے سے انکار کیا تب) تو ابراہیم اُن سے جی ہی جی میں ڈرے ف۳

سلہ خطوطِ وحدانی میں جو ہم نے پھل تراشنے کی قید بڑھائی ہے تو اپنے مُلکی رواج کے مطابق بڑھائی ہے ورنہ قرآن مجید کے لفظوں سے ثابت نہیں ہوتا کہ پھل تراش تراش کر کھانے کے لیے عزیزِ مصر کی عورۃ نے مہمان عورتوں کو چھریاں دی ہوں ممکن ہے کہ مصر میں چھری کانٹے سے کھانے کا رواج ہو اور اسی لیے عزیزِ مصر کی عورۃ نے مہمانوں کے سامنے دسترخوان پر چھریاں رکھی ہوں کہ وہ اُن سے کھانا کھائیں ۱۲ من المترجم

ف۱ حاشَ للّٰہ عربی کے اعتبار سے تو سبحان اللہ کا ہم معنی ہے اور مواقعِ استعمال اردو میں جدا جدا ہیں۔ حاشَ للّٰہ میں ذرا زور زیادہ ہے اور دلی کی عورتیں اب ایسے موقع پر حاشَ للّٰہ بولتی ہیں جس میں ایک شائبہ قسم کا بھی پایا جاتا ہے ۱۲

ف۲ فرشتوں کا نورانی ہونا تو معلوم ہے اسی سے یوسف علیہ السلام کو عورتوں نے فرشتہ کہہ دیا ۱۲

ف۳ ٹھگوں کا دستور سنا جاتا ہے کہ جس کا نمک چکھ لیتے ہیں اُس کے ساتھ دغا نہیں کرتے اور جس کے ساتھ دغا کرنی ہوتی ہے اُن کا نمک نہیں چکھتے۔ حضرۃ ابراہیم کو نہ کھانے کی وجہ سے فرشتوں کی نسبت اسی طرح کا خدشہ ہوا ہوگا۔ سو فرشتوں نے حضرۃ ابراہیم کا اطمینان کر دیا کہ ہمارے نہ کھانے کا سبب یہ ہے کہ ہم فرشتے ہیں ۱۲

قَالُوْا لَا تَخَفْ ط وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ○ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ○ قَالُوْا كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ ط اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ○ (الذاریات ع ۲ پارہ ۲۶)

انھوں نے (ان کی یہ حالت دیکھ کر) کہا کہ آپ (کسی طرح کا) اندیشہ نہ کریں اور ان کو ایک لائق فرزند (یعنی اسحٰق کے پیدا ہونے) کی خوش خبری (بھی) دی یہ سن کر ابراہیم کی بی بی (سارہ) بولتی ہوئی آگے آکھڑی ہوئیں اور اپنا مونہ پیٹ لیا اور لگیں کہنے (اول تو میں) بڑھیا (دوسرے) بانجھ (مجھ سے بیٹا ہو چکا۔ فرشتے) بولے تمہارے پروردگار نے ایسا ہی فرمایا ہے (اور) کچھ شک نہیں کہ وہ حکمت والا (اور ہر چیز سے) واقف ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ ۔ (صحیحین)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خدا اور روز جزا پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ اپنے مہمان کا اکرام[۱] کرے اور جو شخص خدا اور روز آخرۃ پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ اپنے پڑوس کو تکلیف نہ دے اور جو شخص خدا اور روز جزا پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ بھلائی کی بات مونہ سے نکالے ورنہ خاموشی اختیار کرے۔

عَنْ اَبِيْ شُرَيْحٍ الْكَعْبِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ وَجَائِزَتُهٗ يَوْمٌ وَّلَيْلَةٌ وَالضِّيَافَةُ ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ فَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ

(صحیحین)

ابو شریح کعبی سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور مہمان کے ساتھ لطف و احسان اور خاطر مدارات کرنے کی مدت ایک رات دن ہے اور مہمان داری تین[۲] دن۔ اس کے بعد جو احسان کیا جائے وہ خیرات ہے۔

۱؎ اکرام کرنے میں اس کے حقوق کی رعایت کرنا مرحبا کہنا۔ نرمی کرنا۔ اظہار بشاشت کرنا۔ حق خدمت بجا لانا۔ حسب طاقت کھانا وغیرہ تیار کرنا سب کچھ داخل ہے ۱۲ ۲؎ مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن رات مہمانی میں تکلف کیا جائے۔ مثلاً یہ کہ مہمان کے لیے خاص کھانا پکوایا جائے اور عام طرح کی ضیافت کہ جو معمولی کھانا گھر میں پکتا ہے مہمان کو کھلا دیا جائے اس کی میعاد تین رات۔ غرض مہمانی تین دن تکلف ایک دن ۱۲

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ لَا يَقْرُوْنَنَا فَمَا تَرٰى فَقَالَ لَنَا إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأَمَرُوْا لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِيْ لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوْا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوْا فَخُذُوْا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ الَّذِيْ يَنْبَغِيْ لَهُمْ۔ (صحیحین)

عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ میں نے جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہمیں بھیجتے ہیں اور ہمارا ایسی قوم میں اُترنے کا اتفاق ہوتا ہے جو ہماری مہمانی نہیں کرتے تو اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں پیغمبر صاحب نے ہمارے اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جب تم ایسی قوم میں اُترو اور وہ تمہارے لیے اُس چیز کے دینے کا حکم کریں جو مہمان کے مناسب حال ہو تو اُسے قبول کرلو اور اگر ایسا نہ کریں تو اُن سے اتنا لے لو جو اُن کے مناسب حال ہو۔

من المترجم نہیں معلوم کہ عقبہ بن عامر جو حدیث کے راوی ہیں کس حیثیت سے دیہات میں بھیجے جاتے تھے عجب نہیں کہ تحصیلِ صدقات یا شاید تعلیمِ دین کے لیے۔ ہمارے ملک میں بھی بڑے چھوٹے حاکم دورہ کرتے رہتے ہیں یا کسی خاص تحقیقات کے لیے ان کو دیہات میں جانا پڑتا ہے تو زمینداروں سے خاطر خواہ رسد کی فرمایشیں کی جاتی ہیں۔ اور اسی طرح مولوی اور مشائخ سالانہ گشت لگاتے اور معتقدوں اور مریدوں سے طالب ضیافت ہوتے ہیں اگر ایسی طلب رشوت اور جبر کی حد تک نہ پونہچے تو چنداں مضایقے کی بات نہیں مگر ایسی صورۃ میں بھی مہمانوں کو چاہیے کہ کسی طرح صاحب خانہ کی بارِ خاطر نہ ہوں اور صاحب خانہ کو بھی مناسب نہیں کہ مہمانوں کے ساتھ بُخل اور بے مروّتی کا برتاؤ کرے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ أَوْ لَيْلَةٍ فَإِذَا هُوَ بِأَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ فَقَالَ مَا أَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوْتِكُمَا هٰذِهِ السَّاعَةَ قَالَا الْجُوْعُ قَالَ وَأَنَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَأَخْرَجَنِي الَّذِيْ أَخْرَجَكُمَا قُوْمُوْا فَقَامُوْا مَعَهُ فَأَتٰى رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ فَإِذَا هُوَ لَيْسَ فِيْ بَيْتِهِ فَلَمَّا رَأَتْهُ الْمَرْأَةُ قَالَتْ

حضرۃ ابو ہریرہ رض کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم دن کو یا شاید رات کو بیت نبوۃ سے باہر نکلے اتفاقاً ابو بکرؓ اور عمرؓ دونوں سے آپ کی ملاقات ہوئی کہ یہ بھی اُسی وقت اپنے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے تھے، پیغمبر صاحب نے فرمایا اس وقت تمہارے گھروں سے نکلنے کا کیا باعث؟ عرض کیا بھوک! فرمایا مجھے اُس مقدس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مجھے بھی گھر سے اُسی چیز نے نکالا ہے جس نے تم کو نکالا۔ اچھا چلو۔ چنانچہ دونوں صاحب آپ کے ساتھ چل نکلے پیغمبر صاحب ایک انصاری کے مکان پر تشریف لے گئے مگر اتفاق سے وہ گھر میں نہ تھا اُس کی بی بی نے پیغمبر صاحب کو دیکھ کر کہا

مَرْحَبًا وَّ اَهْلًا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْنَ فُلَانٌ قَالَتْ ذَهَبَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا مِنَ الْمَاءِ اِذْ جَاءَ الْاَنْصَارِيُّ فَنَظَرَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ مَا اَحَدٌ الْيَوْمَ اَكْرَمَ اَضْيَافًا مِّنِّيْ قَالَ فَانْطَلَقَ فَجَاءَهُمْ بِعِذْقٍ فِيْهِ بُسْرٌ وَّتَمْرٌ وَّرُطَبٌ فَقَالَ كُلُوْا مِنْ هٰذِهٖ وَاَخَذَ الْمُدْيَةَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكَ وَالْحَلُوْبَ فَذَبَحَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا مِنَ الشَّاةِ وَمِنْ ذٰلِكَ الْعِذْقِ وَشَرِبُوْا فَلَمَّا اَنْ شَبِعُوْا وَرَوُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتُسْاَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيْمِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمُ الْجُوْعُ ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوْا حَتّٰى اَصَابَكُمْ هٰذَا النَّعِيْمُ (مسلم)

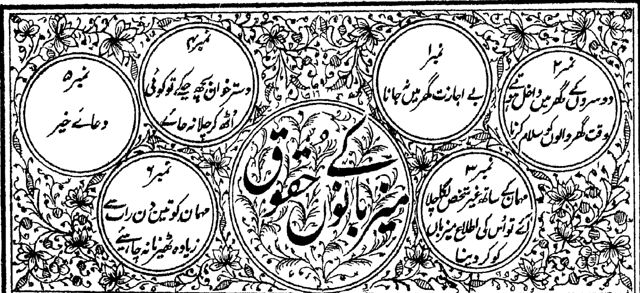
آیئے آیئے[1] یہ مکان کسی غیر کا نہیں ہے آپ ہی کا ہے پیغمبر صاحب نے عورت سے پوچھا کہ فلاں یعنی تیرا شوہر کہاں ہے عورت نے عرض کیا وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گیا ہے اتنے میں انصاری بھی آگیا اور اس نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں رفیقوں کو دیکھ کر کہا خدا کا شکر ہو کہ میرے مہمانوں سے بزرگ زیادہ مہمان تو آج کسی کے ہاں نہ ہونگے راوی کا بیان ہے کہ یہ کہہ کر انصاری چلا گیا اور اپنے مہمانوں کے لیے کھجور کا ایک خوشہ لے آیا جس میں ادھ کچری اور خشک اور تازہ پکی ہوئی ہر قسم کی کھجوریں تھیں پھر مہمانوں کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ کھایئے اور بکری ذبح کرنے کے لیے چھری ہاتھ میں لی جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دودھ والی بکری ذبح نہ کیجیو۔ پس انصاری نے مہمانوں کے لیے ایک بکری ذبح کی اور سب نے مل کر بکری کا گوشت کھایا اور اس خرمے میں سے تفکہ کیا۔ اور میٹھا پانی پیا جب سب لوگ سیر ہوکر کھانا کھا اور پانی پی چکے تو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کی طرف روئے سخن کرکے فرمایا کہ مجھے اس ذات مقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ قیامت کے روز تم سے ان نعمتوں کی ضرور پرسش ہوگی۔ بھوک نے تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا پھر تم اپنے گھروں کو واپس نہیں گئے

من المترجم نری ضیافت مہمان داری نہیں کہلاتی۔ مہمانداری میں ضیافت کے علاوہ مہمان کو اپنے گھر بلا کر ٹھیرانا بھی ہے لوگ شادی غمی کی تقریبات میں کئی کئی دن اپنے عزیزوں اور دوستوں کو مہمان رکھتے ہیں تو کھانے کے علاوہ مہمانوں کی سب ہی طرح کی آسایش کا خیال رکھنا پڑتا ہے مہمانوں کی خاطر و مدارات اجل اخلاق (بقیہ بر صفحہ ۲۹۰)

[1] مرحبا و اہلاً ایسے لفظ ہیں جو مہمان کی تکریم اور اظہار بشاشت و انس کے لیے بولے جاتے ہیں یعنی تم کشادہ مکان میں آئے اور اپنے ہی لوگوں میں آئے ۱۲

مروّت ہے اور اکثر لینے کا دینا ہوتا ہے۔ لوگوں کو اپنے ہاں بُلا کر کھانا کھلایا اور رخصت کر دیا یا اُن کے گھر کھانا بھیج دیا۔ تو یہ نری ضیافت ہے مہمان داری نہیں ضیافت میں تو علےٰ قدر مراتب برابر والوں کی خاطر و تواضع کی ہی جاتی ہے لوگ مساکین کی بھی ضیافتیں کرتے رہتے ہیں تو یہ کار ثواب ہے مگر یہ بات ضرور ملحوظ رہے کہ غربا کی کسی طرح کی تذلیل اور دل شکنی نہ ہو۔ ورنہ نیکی برباد گناہ لازم۔ ایک خاص طرح کے مہمان مان نہ مان میں تیرا مہمان مسافر ہیں جو شہر کی مسجدوں اور گاؤں گنوی کی چوپالوں میں اکثر شب باش ہوتے ہیں۔ یہ بھی ایک طرح کے مسکین ہیں۔ اور ان کی خبر گیری داخل حسنات۔ اسی کا سہارا پکڑ کر بعض گدائی پیشہ فقیروں نے یہ شیوہ اختیار کر لیا ہے کہ شام ہوئی مسافروں کی شکل بنا گلی گلی دوکان دوکان بھیک مانگتے پھرتے ہیں اور لوگ ان کو مسافر سمجھ کر کچھ دے بھی دیتے ہیں مگر ایسے دینے سے کاہلی اور بے غیرتی اور گداگری کی ترغیب ہوتی ہے۔

جود و سخا کا ایک پیرایہ مہمان نوازی اور مسافر پروری بھی ہے۔ جو لوگوں میں میل جول اور محبت پیدا کرنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔ اقوام روزگار میں سے اہل عرب مہمان نوازی میں مشہور ہیں۔ اس لیے کہ نسل ہیں ابراہیم علیہ السلام کی اور اُن کی نسبت مشہور ہے کہ وہ مہمان کے بدون کھانا کھاتے ہی نہ تھے تو مہمان نوازی کی صفت اہل عرب میں متوارث ہے ہمارے ملک میں بھی مسافر پروری کی بڑی وقعت ہے اور جن کو خدا نے استطاعت اور استطاعت کے ساتھ توفیق خیر بھی دی ہے اُن کے لنگر جاری ہیں اور اُن کے فیض سے بہت سے غریبوں کا بھلا ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ مسلمان دل کے تنگ ہیں اور ان میں خیر خیرات کی کمی ہے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ خیر خیرات کا انتظام ٹھیک نہیں انتظام ٹھیک ہو تو حاجتمندوں کی حاجتیں نہ اٹکی رہیں اور جو لوگ کام کرنے کے قابل ہیں بھیک کو معاش کا ذریعہ نہ بنانے پائیں مگر مسلمانوں سے انتظام کا سلیقہ سلب ہو گیا ہے دیتے بھی ہیں تو بے محل اکثر اُن کو جو اہل نہیں۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

بے اجازت گھر میں نہ جانا

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ (نور ع ۴ پارہ ۱۸)	مسلمانو! اپنے گھروں کے سوا (دوسرے) گھروں میں گھر والوں سے پوچھے اور ان سے سلام علیک کیے بدون نہ جایا کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے (یہ حکم تم کو اس غرض سے دیا گیا ہے) کہ (جب ایسا موقع ہو تو تم اس کا) خیال رکھو
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ	مسلمانو! پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر یہ کہ تم کو کھانے کے لیے (اندر آنے کی) اجازۃ دی جائے (تو اس صورۃ میں ایسا وقت تاک کر جاؤ)

ف المترجم سب کو اتنا تو مقدور ہوتا نہیں کہ زنانخانے اور مردانے مکان الگ الگ ہوں تو جن کے پاس صرف ایک زنان خانہ ہوتا ہے اور وہ کسی کی دعوۃ کرتے ہیں تو مہمان کو گھر میں بلا کر کھانا کھلا دیتے ہیں بیبیاں اتنی دیر کے لیے پردے میں ہو جاتی ہیں۔ ایسی ہی صورۃ کے لیے حکم ہے کہ مہمان بے پوچھے دراّنہ گھر میں نہ چلا آئے اور لوگ صاحب خانہ کے اس حق کا لحاظ رکھتے بھی ہیں۔ اور مستورات کے پردے کی بھی اس میں رعایت ہے اور یہی اس حکم کی غرض و غایت ہے +

نَاظِرِيْنَ اِنٰهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى النَّبِىَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ط (احزاب ع ۷، پارہ ۲۲)

کہ تم کو کھانے کے تیار ہونے کا انتظار نہ کرنا پڑے مگر جب تم کو بلایا جائے تو (عین وقت پر) آجاؤ اور جب کھا چکو تو آپ آپ کو چل دو اور باتوں میں نہ لگ جاؤ اس سے پیغمبر کو ایذا ہوتی تھی اور وہ تمہارا لحاظ کرتے تھے اور اللہ تو حق (بات کے کہنے) میں لحاظ کرتا نہیں۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَاْذَنَ عَلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَقَالَ سَعْدٌ وَّعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَلَمْ يُسْمِعِ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى سَلَّمَ ثَلٰثًا وَّرَدَّ عَلَيْهِ سَعْدٌ ثَلٰثًا وَّلَمْ يُسْمِعْهُ فَرَجَعَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَّبَعَهُ سَعْدٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِىْ اَنْتَ وَاُمِّىْ مَا سَلَّمْتَ تَسْلِيْمَةً اِلَّا هِىَ بِاُذُنِىْ وَلَمْ اُسْمِعْكَ اَحْبَبْتُ اَنْ اَسْتَكْثِرَ مِنْ سَلَامِكَ

حضرت انس سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرما کر سعد بن عبادہ کے (گھر میں داخل ہونے) کی اجازت چاہی سعد نے آپ کے سلام کے جواب میں کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ (لیکن آہستہ سے کہا) اور پیغمبر صاحب کو اپنی آواز نہیں سنائی یہاں تک کہ پیغمبر صاحب نے تین دفعہ سلام کیا اور تینوں ہی دفعہ سعد نے آپ کے سلام کا جواب بھی دیا لیکن اپنی آواز پیغمبر صاحب کو نہیں سُنائی تو پیغمبر صاحب وہاں سے لوٹے اور سعد آپ کے پیچھے پیچھے یہ کہتے ہوئے آئے کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر سے قربان ہوں آپ نے جس دفعہ بھی سلام کیا اُس کی آواز میرے دونوں کانوں میں پہونچی (یعنی میں نے آپ کے ہر دفعہ کے سلام کی آواز سُنی مگر میں نے اپنی آواز آپ کو اس مصلحت سے نہیں سنائی کہ میں آپ کے سلام و دعا کی

ف: من الترحیم۔ حکم تو خاص جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خانہ داری کے ادب کے بارے میں ہے مگر مسلمانوں کو آپس کے برتاؤ میں بھی اسی کے مطابق عمل کرنا چاہیئے اس واسطے کہ گو واقعہ خاص ہو مگر سبب عام ہے اور لوگوں کا تعامل بھی اسی طرز پر ہے ۱۲

وَمِنَ الْبَرَكَةِ ثُمَّ دَخَلُوا الْبَيْتَ فَقَرَّبَ لَهُ زَبِيبًا فَأَكَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ أَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ وَأَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُونَ ✦ (شرح السنہ)

برکت زیادہ سے زیادہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ پھر پیغمبر صاحب اور سعد وغیرہ گھر میں آئے تو سعد نے انگور خشک آپ کے سامنے رکھے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ انگور کھائے اور کھانے سے فارغ ہو کر (سعد بن عبادہ اور اُن کے اہل و عیال کے حق میں) دعا کی کہ تمہارا کھانا ہمیشہ نیک آدمی کھائیں اور فرشتے تمہارے لیے استغفار کریں اور روزے دار تمہارے پاس روزہ افطار کریں ف۱

منہ المترجم - اِس حدیث سے ہم دو باتیں مستنبط کرتے ہیں اوّل جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کمالِ حلم کہ کوئی تنگ مزاج آدمی ہوتا تو پہلی مرتبہ سلام کا جواب نہ ملنے پر لوٹ کھڑا ہوتا۔ دوسرے اوروں کے پردے کا ادب ✦

ف دعائے خیر بھی ایک پیرایہ شکرگزاری کا ہے اور یہ حق ہے میزبان کا اور فرض ہے مہمان کا ۱۲ من المترجم

دوسرے کے گھر میں داخل ہوتے وقت گھر والوں کو سلام کرنا

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى أَنْفُسِكُمْ أَنْ تَأْكُلُوْا مِنْ بُيُوْتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أُمَّهٰتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أَخَوٰتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أَعْمَامِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ أَخْوَالِكُمْ أَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ أَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ أَوْ صَدِيْقِكُمْ ط لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوْا جَمِيْعًا أَوْ أَشْتَاتًا ط فَإِذَا

نہ (تو) اندھے (آدمی) کے لیے کچھ مضایقہ ہے اور نہ لنگڑے (آدمی) کے لیے کچھ مضایقہ ہے اور نہ بیمار کے لیے کچھ مضایقہ ہے اور نہ (عموماً) تم مسلمانوں کے لیے (اس میں کچھ مضایقہ ہے) کہ اپنے گھروں سے (کھانا) کھاؤ یا اپنے باپ کے گھر سے یا اپنی ماں کے گھر سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا اُن گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہیں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے (پھر اس میں بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مِل کر کھاؤ یا الگ الگ تو جب

دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ (نور ع ۸ اپارہ ۲۶)

گھروں میں جانے لگو تو اپنے (لوگوں) کو سلام کرلیا کرو (سلام ایک) دعائے خیر ہے جو تم مسلمانوں کو خدا کی طرف سے (تعلیم کی گئی ہے) برکت والی عمدہ۔ یوں اللہ (اپنے) احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو **ف**

ف لوگوں میں ارتباط و اتحاد پیدا ہونے کا بڑا عمدہ ذریعہ کھانا ہے اور اِس آیۃ کا مقصودِ اصلی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان اِس ذریعے سے باہمی اتحاد کو بڑھائیں اب بھی لوگوں کا یہی حال ہے کہ جہاں تک ہوسکتا ہے ایک دوسرے کے ہاں کھانے میں مضایقہ کرتے ہیں کہ کہیں لالچی اور بدنیت نہ سمجھے جائیں اور بعض لوگ مثلاً لنگڑے وغیرہ معذوری کی وجہ سے کنارہ کش رہتے ہیں کہ حقیر نہ سمجھے جائیں لیکن اگر یہ دستور کثرت سے جاری ہوا کہ میں نے تمھارے ہاں کھانا کھالیا تم نے میرے ہاں کھالیا تو کچھ شک نہیں کہ مسلمانوں میں یکتائی اور اتفاق پیدا کرنے کی عمدہ تدبیر ہی اور ما ملکتم مفاتحہ کا ایک محمل یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اکثر رشتے داروں میں سے کوئی شخص کہیں مہماں چلا جاتا ہے تو قریب کے رشتے دار کو جس پر اُس کا اعتبار ہے گھر کی کنجیاں دے جاتا ہے اور معنی یہ ایک طرح کی اجازت ہو کہ تمھیں کسی چیز کی ضرورۃ ہو تو گھر میں سے لے لینا لیکن یہ کنجی رکھنے والے خود اپنی طبیعت سے اجنبیۃ برتتے ہیں ورنہ اگر صاحبِ خانہ کی غیبتہ میں ضرورۃ کی کوئی چیز لے لیں تو وہ آکر خوش ہو مگر دنیا میں نفسا نفسی پھیل گئی ہے نہ کوئی کسی کے ساتھ ایسی سخاوت کرنی چاہتا ہے اور نہ معاوضے کے ڈر سے کوئی ایسی سخاوت سے فائدہ اُٹھاتا۔ گر اسلامی اخوۃ کو ترقی دینے کی ایک تدبیر خدا نے بتادی ہے اور ما ملکتم مفاتحہ سے مفسروں نے یتیم کا ولی سرپرست یا وصی مہتمم بھی مراد لیا ہے ۱۲

مہمان کے ساتھ غیر شخص لگا چلا آئے تو اس کی اطلاع میزبان کو کردینا

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ مِنَ الْاَنْصَارِ رَجُلٌ يُّقَالُ لَهٗ اَبُوْ شُعَيْبٍ كَانَ لَهٗ غُلَامٌ لَحَّامٌ فَقَالَ اصْنَعْ لِیْ طَعَامًا اَدْعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ فَدَعٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ

ابو مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انصار میں ایک شخص تھا جو ابو شعیب کے نام سے پکارا جاتا تھا اور اُس کا ایک غلام تھا قصّاب۔ انصاری نے اپنے غلام سے کہا کہ میرے لیے تھوڑا سا کھانا تیار کردے کہ میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو بلاؤں گا چار آدمی اُن کے ساتھ اور ہوں گے اور وہ اُن کے پانچویں ہوں گے چنانچہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو بلا لائے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ دَعَوْتَنَا خَامِسَ خَمْسَةٍ وَّهٰذَا رَجُلٌ قَدْ تَبِعَنَا فَاِنْ شِئْتَ اَذِنْتَ لَهٗ وَاِنْ شِئْتَ تَرَكْتَهٗ قَالَ بَلْ اَذِنْتُ لَهٗ۔

(بخاری)

اور آپ کے ہمراہ چار آدمی اَور۔ گویا آپ پانچ میں کے پانچویں تھے۔ رستے میں ایک اَور شخص بھی اِن کے پیچھے لگ لیا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری سے فرمایا کہ تُو نے ہم پانچ آدمیوں کو بُلایا تھا یہ شخص رستے میں سے ہمارے ساتھ ہو لیا ہے اگر تیری خوشی ہو تو اسے اندر آنے اور کھانا کھانے کی اجازت دے دے خوشی نہ ہو تو الگ کردے انصاری نے عرض کیا کہ میں اُسے بھی اندر آنے اور کھانا کھانے کی اجازت دیتا ہوں +

من المترجم صاحب خانہ کو طفیلی کی اطلاع کردینے میں مصلحت یہ ہے کہ اگر وہ طفیلی کو بھی کھانا کھلانا چاہے تو اُس کے لیے تیاری کرلے +

دسترخوان بچھ چکے تو کوئی اُٹھ کر چلا نہ جائے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَتِ الْمَائِدَةُ فَلَا يَقُوْمُ رَجُلٌ حَتّٰى تُرْفَعَ الْمَائِدَةُ وَلَا يَرْفَعُ يَدَهٗ وَاِنْ شَبِعَ حَتّٰى يَفْرُغَ الْقَوْمُ وَلْيُعْذِرْ فَاِنَّ ذٰلِكَ يُخْجِلُ جَلِيْسَهٗ فَيَقْبِضُ يَدَهٗ وَعَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ فِي الطَّعَامِ حَاجَةٌ +

(ابن ماجہ)

ابن عمر کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کھانے کے لیے دسترخوان بچھا دیا جائے تو کوئی شخص نہ اُٹھے حتے کہ دسترخوان (کھانے سے فراغت ہونے کے بعد) اُٹھا لیا جائے اور تاوقتیکہ اَور لوگ اطمینان سے کھانا نہ کھا چکیں یہ اپنا ہاتھ کھانے سے نہ اُٹھائے اور (اگر اَوروں کے فارغ ہونے سے پہلے کھانے سے دست کشی کرنا چاہتا ہے تو) اپنے عذر کو ظاہر کردے کیونکہ بے عذر کیے کھانے سے دست کشی کرنا) اُس کے ہم نشین کو شرمندہ کرتا ہے یعنی وہ بھی اپنا ہاتھ کھینچ لے گا اور ممکن ہے کہ ہنوز اُسے کھانے کی حاجت ہو +

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَكَلَ مَعَ قَوْمٍ كَانَ اٰخِرَهُمْ اَكْلًا۔

امام جعفر اپنے والد امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کے ساتھ کھانا کھاتے تو سب کے پیچھے کھانے سے فارغ ہوتے +

من المترجم

اگر میزبان خود بھی کھانے میں شریک ہو تو سب سے زیادہ اُس کو لحاظ رکھنا چاہیئے کہ سب سے پہلے اُٹھ کھڑے ہونے سے لوگ اُس کو تنگ دل سمجھیں گے - اور دوسرے شرکاء ضیافت کو دوسروں کا ساتھ دینا اِس لیے ضرور ہے کہ دوسرے بسیار خوار نہ سمجھے جائیں کہ بسیار خواری چونکہ دلیل حرص وطمع ہے داخل عیوب ہے۔ **مصرع**

کہ بسیار خوار است بسیار خوار ؀

دعائے خیر

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَارَ اَهْلَ بَيْتٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَطَعِمَ عِنْدَهُمْ طَعَامًا فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ اَمَرَ بِمَكَانٍ مِّنَ الْبَيْتِ فَنُضِحَ لَهٗ عَلٰى بِسَاطٍ فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَدَعَا لَهُمْ ؀ (بخاری)

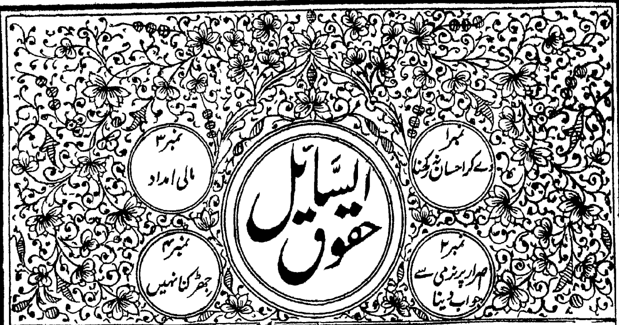
انسؓ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک خاندان سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے اور وہیں کھانا تناول فرمایا جب باہر تشریف لانے لگے تو گھر کے ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا اور وہاں آپ کے لیے ایک چٹائی پر اُسے نرم کرنے کے لیے پانی چھڑکا گیا۔ پیغمبر صاحب نے اُس پر نماز پڑھی اور اُن کے لیے دعا کی ؀

مہمان کو تین دن رات سے زیادہ نہ ٹھیرنا چاہیئے

عَنْ اَبِيْ شُرَيْحٍ الْكَعْبِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ وَجَائِزَتُهٗ يَوْمٌ وَّلَيْلَةٌ وَّالضِّيَافَةُ ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ فَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَّلَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَّثْوِيَ عِنْدَهٗ حَتّٰى يُحْرِجَهٗ ؀ (صحیحین)

ابو شریحؓ کعبی سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خدا اور روز آخرۃ پر ایمان رکھتا ہے اُسے اپنے مہمان کی توقیر کرنی چاہیئے اُس کے ساتھ لطف احسان اور تکلف کرنے کا زمانہ صرف ایک دن رات اور معمولی مہمانی کا تین دن رات ہے اور اِس کے بعد جو مہمان کے ساتھ سلوک کیا جائے وہ صدقہ ہے مہمان کو میزبان کے پاس اتنا ٹھیرنا جائز نہیں کہ وہ تنگ ہو جائے ؀ اور شقت (؟)

؀ علماء نے لکھا ہے کہ اگر مہمان کسی عذر یا مرض وغیرہ کی وجہ سے میزبان کے ہاں ٹھیر جائے تو تین روز کے بعد اُسے اپنے پاس سے کھانا پینا چاہیئے میزبان کو کسی طرح کی تکلیف نہ دے اور اُسے تشویش میں نہ ڈالے مطلب یہ ہے کہ مہمان کو چاہیئے کہ کسی طرح پر صاحب خانہ کا بار خاطر نہ ہو اسی سے ہم یہ مستنبط کرتے ہیں کہ مہمان فرمایش نہ کرے کھانے کی مقدار اور کیفیت میں نکتہ چینی نہ کرے صاحب خانہ پر اپنی بے رغبتی کو اگر ہو بھی ظاہر نہ ہونے دے ۱۲ اس المترجم



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دے کر احسان نہ رکھنا

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ○

(البقرہ ع ۳۶ پارہ ۳)

مسلمانو! اپنی خیرات کو احسان جتانے اور (سائل کو) ایذا دینے سے اُس شخص کی طرح اکارت مت کرو جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور روزِ آخرۃ کا یقین نہیں رکھتا تو اُس کی (خیرات) کی مثال چٹان کی سی ہے کہ اُس پر کچھ (تھوڑی سی) مٹی (پڑی) ہے۔ پھر اُس پر زور کا مینہ برسا اور اُس کو سپاٹ کر کے بہا لے گیا (اسی طرح قیامت میں) ریاکاروں کو اُس (خیرات) میں سے جو اُنھوں نے کی تھی کچھ بھی ہاتھ نہیں لگے گا اور اللہ اُن لوگوں کو جو (نعمت کی) ناشکری کرتے ہیں ہدایت نہیں دیا کرتا۔

اصرار پر نرمی سے جواب دینا

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًی لَّھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَۃٍ یَّتْبَعُھَآ اَذًی ؕ وَاللّٰہُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ ○ (بقرہ ع ۳۶ پارہ ۳)

جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کیے پیچھے (کسی طرح کا) احسان نہیں جتاتے اور نہ (لینے والے کو کسی طرح کی) ایذا دیتے ہیں اُن کو اُن (کے دیئے) کا ثواب اُنکے پروردگار کے ہاں سے ملے گا اور (آخرۃ میں) نہ تو اُن پر (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح پر) آزردہ خاطر ہونگے ۔ نرمی سے جواب دے دینا اور (سائل کے اصرار سے) درگزر کرنا اُس خیرات سے بہت بہتر ہے جس کے (دیئے) پیچھے (سائل کو کسی طرح کی) ایذا ہو اور اللہ بے نیاز (اور) بُردبار ہے ف۱

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاھُمْ ثُمَّ سَاَلُوْہُ فَاَعْطَاھُمْ حَتّٰی اِذَا نَفِدَ مَا عِنْدَہٗ قَالَ مَا یَکُوْنُ عِنْدِیْ مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَہٗ عَنْکُمْ وَمَنْ یَّسْتَعْفِفْ یُعِفَّہُ اللّٰہُ وَمَنْ یَّتَصَبَّرْ یُصَبِّرْہُ اللّٰہُ وَمَآ اُعْطِیَ اَحَدٌ عَطَآءً ھُوَ خَیْرٌ وَّاَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ (صحیحین)

ابو سعید خدری سے روایۃ ہے کہ انصار کے چند آدمی جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مانگنے آئے آپنے اُن کو دے دیا پھر مانگا پھر دے دیا یہاں تک کہ جتنا کچھ بھی آپکے پاس تھا سب خرچ ہوگیا تو پیغمبر صاحب نے فرمایا جتنا مال بھی میرے پاس ہو میں ہرگز تم سے دریغ کرنے والا نہیں مگر بات یہ ہو کہ جو شخص مانگنے سے بچا رہے گا خدا اُسے محتاجی سے بچائے رکھے گا اور جو طبیعۃ کو مجبور کر کے صبر کرے گا خدا اُسے صبر کی توفیق دے گا اور کوئی شخص صبر سے بہتر اور فراخ تر چیز نہیں دیا گیا یعنی صبر سب عطیوں اور بخششوں سے بہتر اور افضل ہے

ف۱ بے نیاز ہے یعنی اُس کو ایسی خیرات کی پروا نہیں جو احسان جتا کر دی جائے اور بُردبار ہے کہ لوگ دے کر احسان جتلاتے اور سائل کو ایذائیں دیتے ہیں اور وہ برداشت کرتا ہے ۔ واللہ غنی حلیم کے ترجمے سے اور ترجمے پر جو فائدہ لکھا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ سائل نہیں مانگتا بلکہ خدا خود مانگتا ہے یہ اسی قسم کی بات ہے جیسے اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعِفْہُ لَکُمْ وَیَغْفِرْلَکُمْ (ف۱) میں ہے جو اس نکتے کو سمجھے اور مسلمان ہو ممکن نہیں کہ سائل کے ساتھ بے رُخی کرے ۱۲

ف۱ (مسلمانو) اگر تم اللہ کو خوش دلی سے قرض دو تو (آخرۃ میں) وہ تم کو اس کا دونا (ادا) کر دے گا اور تمہارے گناہ معاف کرے گا (سو الگ) ۱۲

عَنْ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِیْ ثُمَّ سَاَلْتُہٗ فَاَعْطَانِیْ ثُمَّ قَالَ لِیْ یَا حَکِیْمُ اِنَّ ھٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ فَمَنْ اَخَذَہٗ بِسَخَاوَۃِ نَفْسٍ بُوْرِکَ لَہٗ فِیْہِ وَ مَنْ اَخَذَہٗ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ یُبَارَکْ لَہٗ فِیْہِ وَکَانَ کَالَّذِیْ یَاْکُلُ وَلَا یَشْبَعُ وَالْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ لَآ اَرْزَاُ اَحَدًا بَعْدَکَ شَیْئًا حَتّٰی اُفَارِقَ الدُّنْیَا ۔ (صحیحین)

حزام کے بیٹے حکیم سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ مال مانگا آپنے دے دیا پھر مانگا پھر دے دیا اس کے بعد مجھ سے فرمایا حکیم! یہ دنیا کا مال سبز و شیریں ہے (کہ نظر میں خوشنما اور اچھا معلوم ہوتا ہے) تو جو شخص اسے سخاوۃ نفس (یعنی بغیر حرص طمع کے) لیتا ہے اُس کے لیے مال میں برکت دی جاتی ہے اور جو نفس کی حرص کے ساتھ لیتا ہے اُس کے لیے مال میں برکت نہیں دی جاتی۔ اور وہ شخص اُس جیسا ہوتا ہے کہ کھاتا تو ہے مگر پیٹ نہیں بھرتا اور (دینے والا) اونچا ہاتھ (لینے والے) نیچے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حکیم کہتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ۔ مجھے اُس خدائے (مقدس) کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے جیتے جی تو میں اب سے لے کر کبھی کسی کو مانگ کر تکلیف دینے کا نہیں۔

مالی امداد

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ۚ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی

(مسلمانو!) نیکی یہی نہیں کہ (نماز میں) اپنا مُونہ مشرق (کی طرف کرلو) یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ (اصل) نیکی تو اُن کی ہے جو اللہ اور روزِ آخرۃ اور فرشتوں اور (آسمانی) کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور مال (عزیز) اللہ کی -

حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ (البقرہ ع ۲۲ پارہ ۲)

حُبّ پر ف۱ رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیا اور (غلامی وغیرہ کی قید سے لوگوں کی) گردنوں (کے چھڑانے) میں (دیا) ف۲

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ○ اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِیْنَ ○ كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ○ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ○ وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ○ (الذاریات ع ۱ پارہ ۲۶)

بے شک پرہیزگار (بہشت کے) باغوں میں ہوں گے اور چشموں میں خدا دے اور بندے ف۳ یہ لوگ اس سے پہلے نیکوکار تھے (عبادۃ میں مشغول رہنے کے سبب سے) رات کو بہت ہی کم سوتے تھے اور صبح سویرے (اپنے گناہوں کی) معافی مانگا کرتے تھے اور اُن کے مالوں میں حصّہ تھا اُس کا (جو مُونہ پھوڑکر) مانگے اور (جو صورۃ سوال ہو۔

عَنْ اُمِّ بُجَیْدٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوا السَّآئِلَ وَلَوْ بِظِلْفٍ مُّحْرَقٍ ۔ (ابوداؤد - نسائی)

اُمّ بُجَید (صحابیہ انصاریہ) کہتی ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مانگنے والوں کو خالی ہاتھ نہ پھیرو گو ایک سوختہ کھر ہی کیوں نہ ہو۔

عَنِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِلسَّآئِلِ حَقٌّ وَّاِنْ جَآءَ عَلٰی فَرَسٍ (ابوداؤد)

امام حسین رضہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مانگنے والے کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے ف۴

ف۱ کا فائدہ اِسی آیۃ کے ساتھ حقوقِ قرابۃ کے عنوان نمبر۱ میں دیکھو ۱۲

ف۲ یہ فائدہ بھی حقوقِ قرابۃ میں اسی آیۃ کے متعلق دیکھو ۱۲ ف۳ ترجمہ لفظوں سے کسی قدر الگ ہوگیا ہے مگر اُردو کا ٹھیٹھ محاورہ اختیار کرلیا گیا ہے اور لفظی ترجمہ یہ ہے کہ "جو کچھ اُن کو اُن کے پروردگار نے دیا ہو اُس کو (ٹھیک ٹھیک) لے رہے

ف۴ مطلب یہ ہے کہ سائل کی ظاہری خوش حالی سے سائل پر بدگمانی نہیں کرنی چاہیئے اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ کسی کا کسی کا حال کیا معلوم عجب نہیں کہ کوئی ایسی ہی مجبوری پیش آئی ہو کہ باوجود ظاہری خوش حالی کے سائل بنے بے غیرتی گوارا کرلیا ہو ۱۲

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّسْتَعِذْ مِنْكُمْ فَاَعِيْذُوْهُ وَمَنْ سَاَلَ بِاللّٰهِ فَاَعْطُوْهُ وَمَنْ دَعَاكُمْ فَاَجِيْبُوْهُ ۔ (ابوداؤد)

ابن عمر سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تمھاری پناہ میں آنا چاہے اُسے پناہ دو اور جو خدا کا واسطہ دے کر مانگے اُسے دو اور جو تمھاری دعوۃ کرے اُس کی دعوۃ قبول کرو۔

عَنْ مَوْلًى لِعُثْمَانَ قَالَ اُهْدِيَ لِاُمِّ سَلَمَةَ بِضْعَةٌ مِّنْ لَّحْمٍ وَّكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ اللَّحْمُ فَقَالَتْ لِلْخَادِمِ ضَعِيْهِ فِي الْبَيْتِ لَعَلَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُهُ فَوَضَعَتْهُ فِيْ كُوَّةِ الْبَيْتِ وَجَاءَ سَائِلٌ فَقَامَ عَلَى الْبَابِ فَقَالَ تَصَدَّقُوْا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكُمْ فَقَالُوْا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ فَذَهَبَ السَّائِلُ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اُمَّ سَلَمَةَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ اُطْعِمُهُ قَالَتْ لِلْخَادِمِ اذْهَبِيْ فَاْتِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ اللَّحْمِ فَذَهَبَتْ فَلَمْ تَجِدْ فِي الْكُوَّةِ اِلَّا قِطْعَةَ مَرْوَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ ذٰلِكَ اللَّحْمَ عَادَ مَرْوَةً لِمَا

عثمان کے غلام آزاد سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کو کسی نے گوشت کا ایک ٹکڑا ہدیۃ بھیجا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت بہت بھاتا تھا تو حضرۃ اُم سلمہ نے خادمہ سے فرمایا کہ اسے گھر میں اُٹھا کر رکھ دے شاید پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کھائیں چنانچہ خادمہ نے اُسے اُٹھا کر گھر کے طاقچے میں رکھ دیا اتنے میں ایک مانگنے والا آیا اور دروازے پر کھڑے ہو کر کہا گھر والو! کچھ خیرات کرو خدا تمھیں برکت دے گھر والوں نے سائل کے جواب میں کہا کہ خدا تجھے بھی برکت دے (یہ کلمہ ردِّ سائل کے لیے بولا جاتا ہے جیسے ہمارے ہاں کہتے ہیں برکت ہو) یہ سُن کر سائل تو چلا گیا اور جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے اور اُمّ المومنین اُمّ سلمہ سے فرمایا کہ ام سلمہ ہمارے کھانے کے لیے کوئی چیز تمھارے پاس ہے؟ اُم سلمہ نے خادمہ سے فرمایا کہ جاؤ اور وہ گوشت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کرو خادمہ گئی تو طاقچے میں ایک سفید پتھر کے سوا اور کچھ نہ پایا۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سائل کو نہ دینے کی وجہ سے

لَم تعطوہُ السَّائِل ۔ (دلائل النبوۃ)	وہ گوشت سفید پتھر بن گیا ف۱

ف۱ حدیث میں اس کی کچھ صراحۃ نہیں ہے کہ واقع میں گوشت کا ٹکڑا پتھر بن گیا تھا یا جس وقت گوشت رکھا گیا پہلے سے اُس طاق میں پتھر بھی تھا گوشت کو کوئی جانور چوہا وغیرہ کھا گیا پتھر پڑا رہ گیا حدیث مختصر ہے اس کا بھی مذکور نہیں کہ جب جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کھانا طلب فرمایا تو اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے سائل کا رد کر دیا بیان کیا حدیث کا حاصل مطلب اسی قدر ہے کہ سائل کو محروم نہ رکھا جائے اور واقعہ جو حدیث میں مذکور ہے وہ ایثار علی النفس کی ایک مثال ہے کہ سائل کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم رکھا جائے ۱۲ من المترجم

جھڑکنا نہیں

وَالضُّحٰى ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولٰى ۝ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوٰى ۝ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى ۝ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنٰى ۝ فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ (الضحیٰ پارہ ۳۰)

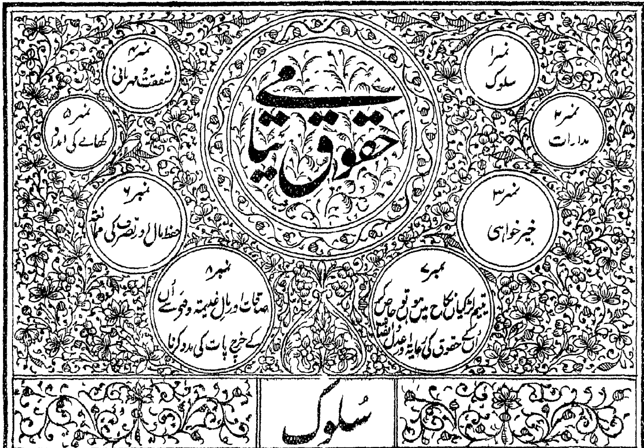
(اے پیغمبر ہم کو) چاشت (کے وقت) کی قسم اور رات کی (قسم) جب (سب چیزوں کو) ڈھانک لے کہ تمہارا پروردگار نہ تو تم سے دست بردار ہوا اور نہ (کسی طرح) ناخوش ہوا ف۲ اور البتہ آخرۃ تمہارے لیے (اس) دنیا سے کہیں بہتر ہی اور تمہارا پروردگار آگے چل کر تم کو اتنا کچھ دے گا کہ تم (بھی) خوش ہو جاؤ کیا تم کو اُس نے یتیم نہیں پایا (یعنی پایا) پھر جگہ دی ف۳ اور تم کو دیکھا کہ (راہِ حق کی تلاش میں بھٹکے) بھٹکے (پھر رہے) ہو تو (تم کو دینِ اسلام کا) سیدھا رستہ دکھا دیا اور تم کو مفلس پایا تو اُس نے غنی کر دیا ف۴ تو (ان نعمتوں کے شکریے میں) یتیم پر کسی طرح کا ظلم نہ کرنا اور نہ سائل کو جھڑکنا اور (لوگوں سے) اپنے پروردگار کے احسانات کا تذکرہ کرتے رہنا کہ یہ بھی شکرگزاری کا ایک طریقہ ہے) +

ف۲ وحی کے آنے میں چند روز کی دیر ہو گئی تھی کافروں نے چھیڑنا شروع کیا کہ محمد کو اُس کے خدا نے چھوڑ دیا۔ یہ سورۃ اُس چھیڑ خانی کا جواب ہے ۱۲

ف۳ یعنی پہلے دادا عبد المطلب اور پھر چچا ابوطالب کے کنارِ عاطفت میں اور یہ اس طرح پر کہ پیغمبر صاحب ابھی بطنِ مادر ہی میں تھے کہ آپ کے والد عبداللہ کا انتقال ہو گیا تو آپ کو آپ کے دادا نے پرورش کیا پھر دادا کے مرنے پیچھے چچا نے ۱۲

ف۴ ولادت سے پہلے والد کے انتقال کر جانے سے پیغمبر صاحب تہی دست رہ گئے دادا اور چچا نے پرورش کیا تو وہ بھی اُن کا احسان تھا پیغمبر صاحب کی تونگری جس کی منت خدا اُن پر رکھتا ہے اس طرح پر شروع ہوئی کہ خدیجۃ الکبریٰ بڑی مال دار بی بی تھیں بیوہ اور ملک شام میں اُن کی تجارت ہوا کرتی تھی انھوں نے پیغمبر صاحب کی راستی اور دیانت داری کا شہرہ سنا اور اُن کو سرمایہ دے کر شام کو بھیجا تجارت میں خدا نے برکت دی اور خدیجۃ الکبریٰ نے پیغمبر صاحب سے نکاح کر لیا اور پیغمبر صاحب کی پہلی سی بے سروسامانی دور ہو گئی یہی اُن کی تونگری تھی ۱۲

من المترجم - قرآن کا تتبع کرنے سے بعد نکال دینے محصلین صدقات اور لونڈی غلام اور مجاہدین اور مؤلفۃ القلوب کے کہ ان کے نکال دینے کی وجوہ ہم بالتفصیل اوپر بیان کر چکے ہیں۔ اشخاص مفصلہ ذیل مالی امداد کے مستحق باقی رہتے ہیں۔ والدین۔ قرابتمند۔ یتامٰے مسافر۔ سائلین۔ مساکین۔ قرض دار۔ لیکن قرآن میں امداد کو تین لفظوں سے بیان فرمایا ہے۔ صدقات۔ انفاقِ خیر۔ ایتاءِ مال۔ ایتار اور اعطا دونوں قریب قریب مرادف یک دگر ہیں۔ انفاق کے معنی خرچ کرنا۔ ایتار کے معنی دینا۔ ان مستحقین میں سے مساکین اور ابن السبیل یعنی مسافر۔ اقسام سہ گانہ۔ صدقات اور انفاق اور ایتاء میں بصراحۃ مذکور ہیں۔ سائلین صرف ایتار کے ذیل میں ہیں اور غارمین صرف صدقات کے ذیل میں۔ سائلین اصل میں وہی فقرار اور مساکین ہیں مگر چونکہ یہ لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو مُونہ پھوڑ کر مانگتے دوسرے وہ جو صورت سُوال ہیں اس فرق کے ظاہر کرنے کے لیے سائلین کو فقرار اور مساکین سے الگ کر کے بیان کیا گیا۔ زکوٰۃ کا لفظ یوں تو قرآن میں بیسیوں جگہ ہے مگر جن آیتوں میں امداد مالی کے مستحقوں کو گنوایا ہے۔ اُن میں سے کسی آیۃ میں زکوٰۃ کا لفظ نہیں۔ پس مستحقینِ زکوۃ کا پتہ لگانے کے لیے رجوع کرنا پڑا آیۂ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ الیٰ آخرھا کی طرف کہ اس آیۃ میں والدین مذکور نہیں اور وہ مصرفِ زکوٰۃ ہیں بھی نہیں۔ اور ان کا مصرفِ زکوٰۃ نہ ہونا ایک خاص حدیث سے اور حدیث کے علاوہ تعامل سے ثابت ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ والدین کو مستحقِ زکوٰۃ قرار دینے سے والدین کی تذلیل پائی جاتی ہے۔ ہر ایک مستحق کی نسبت ہم بقدرِ ضرورۃ اوپر لکھ چکے ہیں۔ بڑی مشکل ہمارے ملک میں اس سے واقع ہو گئی ہے کہ نامستحق اپنے تئیں مستحق ظاہر کر کے لوگوں سے مالی امداد حاصل کرتے ہیں یہ تو ہم نہیں کہتے کہ اگر کوئی شخص دھوکے میں آ کر نامستحق کو دے تو اُس کو ثواب نہیں ہوتا۔ دینے والے کی نیت بخیر ہے اور انما الاعمال بالنیات کی رُو سے اُسے ثواب کی بھی امید رکھنی چاہیے مگر اتنا تو ہم ضرور کہیں گے کہ دینے والے کو دیتے وقت احتیاط کرنی تو لازم ہے۔ کوئی شخص مغالطہ دہی کے لیے فقیر۔ مسکین۔ ابن السبیل بن سکتا ہے اور اُس کا مجرّد بیان لوگ تسلیم کر لیتے ہیں۔ تو اگر دیتے وقت احتیاط کر لی جائے۔ اس سے عالم مستحقوں کا حق تلف نہیں ہوگا۔ آخر ایسے بھی تو مصارف ہیں جن کے استحقاق میں کسی طرح کا مغالطہ نہیں ہو سکتا مثلاً مدارس میں مالی مدد دینا یا یتیم خانوں میں۔ ایک بات داد و دہش کے متعلق یہ بھی کہنے کی ہے کہ مستحقین میں سے کسی ایک فریق کی تخصیص کرنا مناسب نہیں۔ ضروری احتیاط عمل میں لانے کے بعد ہمارے نزدیک تمام مصارف خیر میں حصہ لینا چاہیے۔ کیا معلوم کون سا مصرف خدا کے ہاں مقبول ہو جائے۔ بہرکیف زکوٰۃ ہو یا صدقات ہوں یا کسی طرح کی مالی امداد ہو احتیاط طلب کام ہے۔ اور قومی فلاح میں اس کو مدخلِ عظیم ہے۔ جس طرح مثلاً صحتِ نماز کے لیے طہارۃ۔ استقبالِ قبلہ وغیرہ شرطیں ہیں اسی طرح صحتِ زکوٰۃ و صدقات کے لیے شرطِ ضروری ہے کہ جہاں تک ممکن ہو واقعی مستحق کو ڈھونڈھے ❖



سُلوک

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْکُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ (بقرہ ع ۱۰ پارہ الٓمّٓ)

اور[۱] (وہ وقت) یاد کرو) جب ہم نے (اگلے) بنی اسرائیل (یعنی تمہارے بڑوں) سے پکا قول لیا کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرتے رہنا۔ اور رشتے داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ (بھی) اور لوگوں سے اچھی طرح (نرمی کے ساتھ) بات کرنا **ف** اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہنا پھر تم میں سے تھوڑے آدمیوں کے سوا باقی (سب) پھر بیٹھے اور تم لوگ (کچھ) ہو ہی بے پروا) کہ (نصیحت کی طرف) متوجہ نہیں ہوتے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی

اور[۲] (لوگو!) اللہ ہی کی عبادت کرو اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھیراؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں

ف دوسرے معنی مفسرین نے یہ بھی لکھے ہیں کہ لوگوں کو نیکی کی تعلیم کرنا۔

[۱] جناب پیغمبر صاحب کے وقت کے یہودیوں کی طرف ہے اور اس میں صراحت ہے کہ والدین اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ سلوک کرنے کا موسوی شریعت میں بھی حکم تھا اور حکم مؤکّد تھا۔ علاوہ بریں ترک عمل پر ملامت کرنا اُس فعل کے مامور بہ ہونے کی دلیل ہے۱۲

[۲] یہ پوری آیۃ مع ترجمے کے حقوق قرابۃ کے عنوان "حسن سلوک" کے ذیل میں پہلے مسطر گزر چکی ہے۔ تکرار کے خوف سے ہم نے یہاں صرف قدر ضرورۃ پر بس کی ۱۲

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ (النساء ۶ پارہ ۵)	اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ سلوک کرو ۔
عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِيْنَ بَيْتٌ فِيْهِ يَتِيْمٌ يُحْسَنُ اِلَيْهِ وَشَرُّ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِيْنَ بَيْتٌ فِيْهِ يَتِيْمٌ يُسَاءُ اِلَيْهِ (ابن ماجہ)	حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں میں سے بہتر وہ گھر ہے جس میں یتیم ہو اور گھر والے اُس کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہوں اور مسلمانوں میں سے بُرا اور بدتر وہ گھر ہے جس میں یتیم ہو اور گھر والے اُس کے ساتھ بُرائی سے پیش آتے ہوں ۔
عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى يَتِيْمَةٍ اَوْ يَتِيْمٍ عِنْدَهٗ كُنْتُ اَنَا وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ وَقَرَنَ بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ ۔ (احمد، ترمذی)	ابو اُمامہؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اُس یتیم لڑکی یا یتیم لڑکے کے ساتھ سلوک کریگا جو اُس کے پاس (اُس کی نگرانی میں) ہے تو میں اور وہ دونوں جنت میں ان دو انگلیوں جیسے پاس پاس ہونگے اور آپ نے (وسطے اور سبابہ) دونوں انگلیوں کو ملا کر لوگوں کو دکھایا ۔

من المترجم۔ آیات اور حدیث مذکورہ میں جو احسان کا لفظ آیا ہے اُس سے مراد بظاہر امدادِ مالی معلوم ہوتی ہے کیونکہ لفظ احسان میں وَالِدَین وغیرہ جمع ہیں اور امدادِ مالی کے سوا وَالِدَین وغیرہ کے ساتھ احسان کا اور کوئی پیرایہ نہیں ۔

مدارات

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ۔ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۔ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ	لیکن انسان (کا حال یہ ہے کہ) جب اُس کا پروردگار (اِس طرح پر) اُس (کے ایمان) کو آزماتا ہے کہ اُس کو عزت اور نعمت دیتا ہے تو وہ (خوش ہو کر) کہتا ہے کہ میرا پروردگار میری (تعظیم و) تکریم کرتا ہے اور جب وہ اُس (کے ایمان) کو (اِس طرح پر) آزماتا ہے کہ اُس کی روزی اُس پر تنگ کر دیتا ہے تو (وہ تنگ دل ہو کر، بڑبڑاتا (پھرتا) ہے کہ میرا پروردگار مجھے ذلیل سمجھتا ہے مگر تم لوگوں کا یہ خیال غلط ہے بلکہ (تم خود ایسے بخیل ہو کہ) یتیم کی ۔

الْيَتِيمَ ۝ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝ (فجر ع ۱ پارہ ۳۰)

خاطرداری نہیں کرتے ۞ اور ایک دوسرے کو محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے ۔

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ۝ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝ (ماعون پارہ ۳۰)

(اے پیغمبر) بھلا تم نے اُس شخص کے حال پر (بھی) نظر کی جو (روزِ) جزا کو جھوٹ سمجھتا ہے اور (اسی سبب سے) یہ شخص ایسا سنگدل ہو گیا ہے کہ یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین (کو آپ کھانا کھلانا تو درکنار لوگوں کو بھی اُس کے

ف مطلب یہ ہے کہ تمہاری طبیعتیں سر سے حریص اور طامع واقع ہوئی ہیں کہ روزی کی کشادگی اور تنگی کو عزت اور ذلت کا مدار سمجھتے ہو اور ایسے بخیل ہو کہ یتیم اور مسکین تک کی پروا نہیں کرتے ۱۲

سلہ قرآن میں اکرام کا لفظ آیا ہے اور ہم نے اس کا ترجمہ کیا ہے "خاطرداری"۔ تو مطلب یہ ہے کہ یتیم کے ساتھ نرمی اور مدارات کے ساتھ قولاً و فعلاً پیش آنا چاہیے ۱۲

خیر خواہی

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ ۖ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۖ وَإِن تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ (بقرہ ع ۲۷ - پارہ ۲)

اور (اے پیغمبر لوگ) تم سے یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو (اُن کو) سمجھا دو کہ (جس میں) ان (یتیموں) کی بہتری (ہو وہی) بہتر ہے اور اگر ان سے مل جُل کر رہو تو (وہ) تمہارے بھائی ہیں (کوئی غیر نہیں) اور اللہ بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے (الگ) پہچانتا ہے اور اگر خدا چاہتا تو تم کو مشکل میں ڈال دیتا بے شک اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے ۞

ف یتیموں کے مال کی حفاظت کے بے احتیاط کا حکم تھا چنانچہ قرآن میں ایک جگہ فرمایا ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق ظلم سے خورد بُرد کرتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں انگارے بھر رہے ہیں تو جو لوگ زیادہ احتیاط والے تھے اُنھوں نے یتیموں کا کھانا پینا سب الگ کر دیا کہ ایسا نہ ہو ان کی کوئی کوڑی ہمارے خرچ میں آجائے خدا نے سمجھا دیا کہ اصلی غرض یتیم کی اصلاح حالت ہے جس میں اس کا فائدہ ہو وہ کرو مگر اس کے کھانے پینے کو چھوت مت سمجھو ۱۲

شفقت و مہربانی

۱ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَسَحَ رَأْسَ یَتِیْمٍ لَمْ یَمْسَحْهُ اِلَّا لِلّٰهِ کَانَ لَهٗ بِکُلِّ شَعْرَةٍ تَمُرُّ عَلَیْهَا یَدُهٗ حَسَنَاتٌ (ترمذی)	ابو امامہ رض سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (از راہ شفقت و تلطف) یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے (اور) بجز خدا کی رضامندی کے اور کسی غرض سے ہاتھ نہیں پھیرتا تو اُسے سر بال کے عوض جس پر اُس کا ہاتھ گزرتا ہے نیکیاں ملتی ہیں ۔
۲ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلًا شَکٰی اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَسْوَةَ قَلْبِهٖ قَالَ امْسَحْ رَأْسَ الْیَتِیْمِ وَاَطْعِمِ الْمِسْکِیْنَ (احمد)	ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنی سخت دلی کی شکایت کی فرمایا (شفقت و مہربانی سے) یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر اور محتاج کو کھانا کھلا ف۱

کھانے کی امداد

۱ وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا ○ اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا ○ (الدہر ع ۱ پارہ ۲۹)	اور (نیکوکار وہ ہیں جو) خدا کا حُبّ کر کے محتاج اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلا دیتے ہیں ف۲ (اور ان کو جتایا بھی دیتے ہیں کہ) ہم تو تم کو صرف خدا کا مُونہ کر کے کھلاتے ہیں۔ ہم کو تم سے نہ (کچھ) بدلہ درکار ہے اور نہ شکر گزاری ۔

ف۱ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے اپنی سنگدلی کی شکایت کی تھی اُس کو اظہار رحم کے مواقع پیش نہ آتے ہوں گے تو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کو ایسے مواقع بتا دیئے کہ ان کے پیش آنے سے تقاضائے فطرۃ انسانی رحم کی تحریک ہوتی ہے یہی ہے علاج بالضد جو طبیبوں کا معمول ہے ۱۲ من المترجم

ف۲ حُبّہٖ کی ضمیر کا مرجع ہم نے خدا کو ٹھیرایا ہے اور بعض طعام کو ٹھیرتے ہیں تو ان کے نزدیک ترجمہ یوں ہو گا کہ " باوجودیکہ خود ان کو کھانے کی ضرورۃ ہوتی ہے محتاج یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں ۱۲

أَلَمْ نَجْعَل لَّهُ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ۝ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ۝ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۝ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝

(سورہ بلد پارہ ۳۰)

کیا ہم نے انسان کو (ایک چھوڑ دو) دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے (بے شک دیئے) ف۱ اور اس کو (نیکی اور بدی کے) دونوں رستے (بھی) دکھا دیئے پھر (بھی وہ ان نعمتوں کے شکر میں) گھاٹی میں سے ہو کر نہ نکلا ف۲ اور (اے پیغمبر) تم کیا سمجھے کہ گھاٹی (سے ہماری) کیا (مراد) ہے (گھاٹی سے مراد ہے کسی کی) گردن کا (غلامی یا قرض کے پھندے سے) چھڑا دینا یا بھوک کے دن یتیم (کو خاص کر جب کہ وہ اپنا) رشتہ دار (بھی ہو) یا محتاج خاک نشین کو (کھانا) کھلانا (تو جو ناحق کی شیخی مارتا ہے چاہیئے تھا کہ اس گھاٹی میں ہو کر گزرتا)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ آوَى يَتِيمًا إِلَى طَعَامِهِ وَشَرَابِهِ أَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ الْبَتَّةَ إِلَّا أَنْ يَعْمَلَ ذَنْبًا لَا يُغْفَرُ وَمَنْ عَالَ ثَلٰثَ بَنَاتٍ أَوْ مِثْلَهُنَّ مِنَ الْأَخَوَاتِ فَأَدَّبَهُنَّ وَرَحِمَهُنَّ حَتّٰى يُغْنِيَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى أَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَوِ اثْنَتَيْنِ قَالَ أَوِ اثْنَتَيْنِ حَتّٰى لَوْ قَالُوا أَوْ وَاحِدَةً فَقَالَ أَوْ وَاحِدَةً وَمَنْ أَذْهَبَ اللّٰهُ

ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یتیم کو اپنے کھانے پینے میں شریک کرے گا خدا اس کے لیے جنت واجب کر دے گا بشرطیکہ کسی ایسے گناہ کا مرتکب نہ ہوا ہو جس کی خدا کے ہاں سے بخشش نہیں ہوتی (یعنی شرک و کفر وغیرہ) اور جو شخص تین بیٹیوں یا تین بہنوں کی کفالت و سرپرستی کرتا اور ساتھ ہی انھیں یہاں تک ادب دیتا اور ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا ہے کہ خدا انھیں (بلوغ یا تزوج یا تمول کی وجہ سے) بے پروا کر دے تو ایسے کے لیے بھی جنت واجب کرتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا دو بیٹیوں یا دو بہنوں کی عیالداری میں بھی یہی ثواب ملتا ہے فرمایا یا دو کی عیالداری کرے۔ (راوی کا بیان ہے کہ پیغمبر صاحب کو ان کی مراعاۃ یہاں تک منظور تھی کہ) اگر لوگ ایک کی نسبت سوال کرتے تو آپ ایک ہی فرما دیتے (پھر فرمایا) اور جس کی خدا

ف۱ زبان کے ساتھ ہونٹوں کا ذکر خاص کر اس وجہ سے ہے کہ اگر ہونٹ نہ ہوں تو زبان اپنا کام نہ دے سکے ۱۲

ف۲ گھاٹی راہ دشوار گزار کو کہتے ہیں اور چونکہ دین کے اعتبار سے کسی کی گردن کا چھڑا دینا یا یتیم یا محتاج کو کھانا کھلانا مشکل مرحلے ہیں اس لیے ان اعمال کو گھاٹی فرمایا ۱۲

كَرِيمَتَيْهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا كَرِيمَتَاهُ قَالَ عَيْنَاهُ ۔ (شرح السنہ)

دونوں عزیز چیزیں چھین لیتا ہو اُس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ دونوں عزیز چیزیں کیا؟ فرمایا دونوں آنکھیں ف۱

ف۱ یہ پیغمبر صاحب نے جو اندھوں کو جنت کی خوشخبری دی ہے تو اس سے وہی اندھے مراد ہیں جو آنکھوں کے جاتے رہنے پر صبر و شکر کرتے تنگ مزاجی کو جو لازمۂ نابینائی ہے مطلق دخل نہیں دیتے کسی کی طرف سے بدگمانی نہیں کرتے ورنہ ہمارے ہاں تو یوں مشہور ہے کہ اندھا بے ایمان ہوتا ہے کیونکہ ایسے لوگوں کے دلوں میں ہر شخص کی طرف سے بدظنی پیدا ہو جاتی اور تنگ مزاجی بات بات سے ظاہر ہوتی ہے وہ اس مصیبت پر صبر نہیں کرتے بلکہ موقع بے موقع شکوہ و شکایت کرتے رہتے ہیں۔ ایسے اندھے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت میں داخل نہیں اور نابینائی کو ذریعۂ گداگری سا جو اکثر اندھوں میں دیکھا جاتا ہے ہم تو اس کو بھی ایک طرح کی بے صبری و ناشکری ہی سمجھتے ہیں ۱۲ من المترجم

حفظ مال اور تصرف کی ممانعت

۱ وَآتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ ۖ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا ۝

۱ اور یتیموں کے مال اُن کے حوالے کرو اور مالِ طیب کے بدلے مالِ حرام نہ لو ف اور اُن کے مال اپنے مالوں میں ملا کر خورد برد نہ کرو کیونکہ یہ (بہت ہی) بڑا گناہ ہے۔

۲ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ۝ وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ

۲ اور مال جس کو خدا نے تمہارے لیے (ایک طرح کا) سہارا بنایا ہے اُن (یتیموں) کے حوالے نہ کرو جو کم عقل ہوں۔ ہاں اُس میں سے اُن کے کھانے پہننے میں صرف کرو اور اُن کو نرمی سے سمجھا دو ف۲ اور یتیموں کو (دنیا کے) کاروبار میں لگائے رہو یہاں تک کہ نکاح (کی عمر) کو پہنچیں اُس وقت اگر اُن میں صلاحیت دیکھو تو اُن کے مال اُن کے

ف لوگ اپنے ناقص مال سے یتیموں کا اچھا مال بدل لیتے تھے خدا نے اس سے منع فرمایا کہ تمہارا مال اگرچہ ناقص ہے لیکن حلال طیب ہے اور یتیموں کا مال اگرچہ اچھا ہے مگر تم پر حرام ہے تو گو ظاہر میں دوسرے کے عوض میں اچھا لیتے ہو مگر حقیقت میں معاملہ بالعکس ہے ۱۲

ف۲ سہارا دینے سے یہ کہنا مراد ہے کہ یہ تمہاری چیز ہے اور ہم تمہارے ہی فائدے کے لیے اس کی حفاظت کرتے ہیں ۱۲

اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَنْ يَكْبَرُوا ۚ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۖ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ○ (سارہ ۱۴، پارہ ۴)	حوالے کردو اور ایسا نہ کرنا کہ اُن کے بڑے ہونے کے اندیشے سے فضول خرچی کرکے جلدی جلدی اُن کا مال کھا پی ڈالو اور جو (ولی سرپرست) بامقدور ہو اُسے (مال یتیم کے اپنے اوپر خرچ کرنے سے) بچا رہنا چاہیئے اور جو حاجتمند ہو وہ دستور مطابق (بقدرِ ضرورۃ) کھالے (تو مضائقہ نہیں) اور جب اُن کے مال اُن کے حوالے کرنے لگو تو (لوگوں کو) اُن (کے مال کے لینے) کا گواہ کرلو۔
إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ○ (نساع ۱، پارہ ۴)	جو لوگ ناحق (ناروا) یتیموں کے مال خورد برد کرتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بس انگارے بھرتے ہیں اور عنقریب (مرے پیچھے) دوزخ میں پڑیں گے۔
وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۖ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ○ (انعام ۱۹، پارہ ۸)	اور (لوگو!) یتیم کے مال کے پاس (بھی) نہ جانا مگر ایسے طور پر کہ (اُس کے حق میں) بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کی عمر کو پہنچے اور انصاف کے ساتھ پوری پوری ماپ کرو اور (پوری پوری) تول ہم کسی شخص پر اس کی سمائی سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتے اور (گواہی دینی ہو یا فیصلہ کرنا پڑے) جب بات کہو تو گو (فریق مقدمہ اپنا) قرابتمند ہی (کیوں نہ) ہو انصاف کا پاس کرو اور اللہ (کے ساتھ) جو عہد (کر چکے ہو اُس) کو پورا کرو یہ ہیں وہ باتیں جن کا تم کو

یتیم لڑکیاں نکاح میں ہوں تو خاص کر اُن کے حقوق کی رعایۃ اور عدل و انصاف

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ	اور اگر تم (مسلمانو) کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں (کے بارے) میں انصاف قائم نہ رکھ سکو گے تو اپنی مرضی کے مطابق دو دو۔

وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝ (سا۔ ع ۱ پارہ ۴)

اور تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کر لو ف۱ لیکن اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ (کئی بیبیوں میں) برابری (کے ساتھ برتاؤ) نہ کر سکو گے تو (اس صورت میں) ایک ہی (بی بی کرنا) یا جو (لونڈی تمہارے) قبضے میں ہو (اُسی پر قناعت کرنا) ف۲ نامنصفانہ برتاؤ سے بچنے کی یہ بہت قریب کی تدبیر ہے۔

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِى النِّسَآءِ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِى الْكِتٰبِ فِىْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِىْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ۝ (سا۔ ع ۱۹ پارہ ۵)

اور (اے پیغمبر لوگ) تم سے (یتیم) عورتوں (کے ساتھ نکاح کرنے) کا حکم مانگتے ہیں تو (تم اُن کو) سمجھا دو کہ اللہ تم کو اُن کے (نکاح کے) بارے میں اجازت دیتا ہے (اور پہلے بھی اجازت دی تھی) اور (پہلے) قرآن میں جو (حکم) تم کو سنایا جا چکا ہے سو (وہ واقع میں) اُن یتیم عورتوں کے بارے میں ہے جن کو تم (اُن کا) حق جو اُن کے لیے ٹھیرا دیا گیا ہے نہیں دیتے اور (باوجود اس کے) اُن کے ساتھ نکاح کرنے کی طرف راغب ہو اور نیز (حدا) بے بس بچوں کے بارے میں (بھی حکم دیتا ہے کہ اُن کے حقوق کی حفاظت کرو) اور (خاص کر) یہ کہ یتیموں کے حق میں انصاف کو ملحوظ رکھو اور (یتیموں کے ساتھ) کسی قسم کی بھی نیکی کرو گے تو اللہ اُس کو جانتا ہے (یعنی تم کو اُس کا اجر دے گا) ف۳

ف۱ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کرنے کی صورت یہ تھی کہ یتیم لڑکی کسی کی سرپرستی میں ہوتی اور وہ اُس کے مال یا جمال کی وجہ سے اُس کے ساتھ نکاح تو کر لیتا لیکن نکاح کے بعد اُس کے حقوق مہر وغیرہ کی چنداں پروا نہ کرتا کیونکہ اُس بے چاری کا کوئی ولی وارث نہ تھا کہ ٹھوک بجا کر اُس کے حقوق لیتا اللہ نے فرمایا کہ جب تم انصاف نہیں کر سکتے تو تم اُن سے نکاح ہی مت کرو کسی اور عورت سے کر لو عورتوں کا دنیا میں کال نہیں ۱۲

ف۲ شرع کی رو سے صرف وہ کافر لونڈی غلام ہیں جو جہاد یعنی مذہبی لڑائی میں پکڑے آئیں پھر گرفتار ہوئے پیچھے مال منقولہ کی طرح اُن کی خرید و فروخت بھی ہوتی رہتی ہے اِس کے سوا اُس کے مگر سارے ہندوستان میں کہیں لونڈی غلام نہیں اور حاکم وقت کی طرف سے بھی اس کی سخت مناہی ہے اور یہ لوگ قحط میں بچے پال لیتے یا دوسرے خدمت پیشہ یہ ہم سب کی طرح آزاد ہیں اُن کے ساتھ لونڈی غلام کا سا برتاؤ کرنا گناہ ہے خدا کا اور جرم ہے حاکم کا ۱۲

ف۳ عرب کے لوگوں کے مزاج میں سختی اور درشتی تو تھی ہی اور اسلئے جس میں سب سے زیادہ کمزور عورتیں اور یتیم ہیں تو اِن ہی دو گروہوں پر لوگوں سے طرح طرح کی بے رحمیاں ظاہر ہوتی تھیں اسلام نے اِن تمام ظلموں کی رخنہ بندیاں کیں جو احکام عورتوں کے بارے میں نازل ہوئے وہ اِس سے پہلے مذکور ہو چکے ہیں یتیموں کے مال کی حفاظت کے لیے حکم دیا گیا کہ خورد برد نہ کرنا تو لوگوں نے مارے ڈر کے یتیموں کا کھانا پینا الگ کر دیا چنانچہ پھر سمجھانا پڑا کہ ایسی تدبیر سے یتیموں کو اور اُلٹا نقصان پہنچتا ہے اُن کا کھانا پینا ساتھ رکھنے کا مضائقہ نہیں۔ اِس کی احتیاط چاہیئے کہ اُن کی کسی طرح کی حق تلفی نہ ہو۔ اسی طرح یتیم لڑکیوں کے بارے میں ایک حکم دیا جا چکا ہے کہ اگر تم سے اُن کے حقوق کی رعایت نہ ہو سکے تو بہتر یہ ہے کہ اُن کو اپنے نکاح میں نہ لاؤ۔ صلاح کے طور پر ایک بات بتائی گئی تھی لوگوں نے سمجھا کہ یتیم لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا روا نہیں اِس غلط فہمی کے آثار مترتب ہونے لگے کہ بعض صورتوں میں جیسا سرپرست یتیم لڑکی کے ساتھ خود نکاح کر لینے میں اُس کی پاسداری کرتا ہے دوسرا شوہر نہیں کر سکتا اور خیال یہ تھا کہ نکاح کی مناہی ہے تو اِن آیتوں میں اِس غلط فہمی کی اصلاح کر دی گئی کہ یتیم عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی مناہی اُن کے حق کی حفاظت کے لیے ہے نہ کہ اُن کی حق تلفی کے لیے ❖

صدقات اور مالِ غنیمۃ و فئے سے اُن کے خرچ پات کی مدد کرنا

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۭ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

(بقرہ ع ۲۶ پارہ ۲)

(اے پیغمبر) تم سے (لوگ) پوچھتے ہیں کہ (خدا کی راہ میں) کیا خرچ کریں تو (اُن کو) سمجھا دو کہ (خیر خیرات کے طور پر) جو مال بھی خرچ کرو تو (وہ تمھارے) ماں باپ کا حق ہے اور قریب کے رشتے داروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا اور تم کوئی سی بھلائی بھی (لوگوں کے ساتھ) کروگے تو اللہ اُس کو جانتا ہے ✦

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ✦ (انفال ع ۵ پارہ ۱۰)

اور (مسلمانو!) جان رکھو کہ[1] جو چیز تم (لڑائی میں) لوٹ کر لاؤ اُس کا پانچواں حصہ خدا کا اور رسول کا اور (رسول کے) قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا ✦

مَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

(حشر ع ۱ پارہ ۲۸)

جو (مال) اللہ نے اپنے رسول کو (ان بستیوں کے لوگوں سے بِلا لڑے) مُفت میں دلوا دے تو (وہ) اللہ کا (حق) ہے اور رسول کا اور (رسول کے) قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور (بے توشہ) مسافروں کا یہ (حکم) اس لیے (دیا گیا) کہ جو لوگ تم میں مالدار ہیں یہ (مال) اُن ہی میں چلتا پھرتا نہ رہے ف اور (مسلمانو!) جو چیز پیغمبر تم کو (ہاتھ اُٹھا کر) دے دیا کریں وہ تو لے لیا کرو اور جس چیز (کے لینے) سے تم کو منع کریں (اُس سے) دست کش رہو اور خدا (کے غضب) سے ڈرتے رہو (کیونکہ) خدا کی مار بڑی سخت ہے ✦

ف مالداروں میں مال کے چلتے پھرتے رہنے کے بہت طریقے ہیں ازانجملہ باہم تحفے تحائف دینے میں یا شادی بیاہ میں بطریق نیوتا دینے میں کہ اس صورۃ میں حق داروں کو اُن کا حق نہیں پہنچتا جیسا کہ اہلِ جاہلیت کا دستور تھا ۱۲

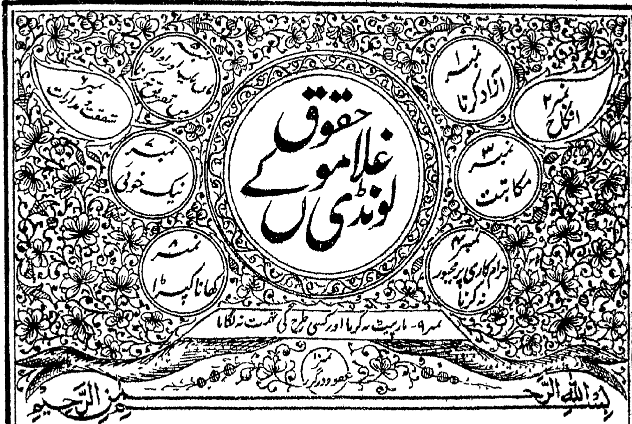
[1] اس کا فائدہ عنوانِ "حقوقِ قرابۃ" میں اسی آیۃ کی تحت میں ملاحظہ ہو ۱۲

من المترجم

بے پدری ایسی سخت مصیبت ہے کہ بعض صورتوں میں مرجانا اُس سے بہتر ثابت ہوا ہے اور خیر ایسی صورتیں کثیر الوقوع نہ بھی ہوں تاہم کم عمری میں باپ کے سایے کا سر پر سے اُٹھ جانا کہ وہ گھر بھر کا سرپرست ہی ایسا نقصان ہی جس کی تلافی ہو ہی نہیں سکتی۔ جس باغ کا مالی جس کھیت کا کاشتکار جس بچے کا باپ نہ ہو اُس کے پھولنے پھلنے پنپنے کی کیا اُمید۔ اِس نظر سے دیکھا جائے تو یتیم سے بڑھ کر کسی مصیبت زدہ کو بھی امداد و اعانت رعایت و شفقت کا استحقاق نہیں۔ دنیا میں سیکڑوں طرح کی تکلیفیں ہیں اور بادشاہ سے لے کر فقیر تک کوئی اِن تکلیفوں سے بچا نہیں **قطعہ** درعالمِ بے وفا کسے خرّم نیست * شادی و نشاط در بنی آدم نیست * آن کس کہ دریں زمانہ اوراغم نیست * یا آدم نیست یا دریں عالم نیست * اور یہ تکلیفیں اکثر آدمی کی اپنی بے تدبیری اپنی بدکرداری کی وجہ سے پونہچتی ہیں مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ [1] مگر کچھ تکلیفیں اضطراری بھی ہیں اور از انجملہ بے پدری۔ اور اسی لیے وہ سب سے زیادہ قابلِ رحم ہے۔ کیونکہ یتیم کا اُس میں کچھ قصور نہیں۔ یتیم کا حق کچھ اس طرح کا تو ہے نہیں کہ ہم پر اُس کا کچھ اُدھار آتا ہے۔ مگر چونکہ خدا نے اِنسان کو ایسا مخلوق پیدا کیا ہے کہ وہ چار و ناچار اپنے ابناءِ جنس کے ساتھ مل کر رہے اور ایک ساتھ مل کر رہنا اُنس و محبت کے بدون ہو نہیں سکتا۔ اِس لیے خدا نے انسان کی طبیعت میں ہمدردی کا خاصّہ رکھا جیسے اجسام میں کشش کا۔ پانی میں نشیب کی طرف بہنے کا۔ پس جس میں رحم نہیں وہ حقیقت میں انسان نہیں **شعر** تو کز محنتِ دیگراں بےغمی * نشاید کہ نامت نہند آدمی * اور چونکہ یتیموں کی مختلف حالتیں ہو سکتی ہیں۔ خدا نے اور خدا کے رسول نے اختلاف حالت پر نظر کر کے ہر ایک طرح کے یتیم کے لیے اُس کی ہمدردی کا طریقہ بتا دیا ہے جو آیات اور احادیث مذکورہ بالا سے ظاہر ہے۔ ہمارے وقتوں میں سب سے زیادہ مفید سلوک جو یتیموں کے ساتھ کیا جا سکتا ہے یہ ہی کہ اُن کو مناسب حال اِس قابل کر دیا جائے کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکیں مسلمانوں کو بقدرِ واجب نہیں تو کسی قدر یتیم خانوں کا اور یتیموں کی تعلیم و تربیت کا خیال ہو بھی چلا ہے۔ والحمد للہ علےٰ ذٰلک *

---

[1] (ای مدسے حقیقتِ حال تو یہ ہے کہ) تجھ کو کوئی فائدہ پونہچے تو (سمجھ کہ) اللہ کی طرف سے ہی اور تجھ کو کوئی نقصان پونہچے تو (سمجھ کہ) تیرے نفس کی طرف سے ہی ۱۲



آزاد کرنا

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○

(المائدہ ع ۱۲ پارہ ۷)

(مسلمانو!) تمہاری قسموں میں جو لالیعنی ہیں اُن پر تو خدا تم سے (کچھ) مواخذہ کرتا نہیں **ف** ہاں پکی قسم کھالو (اور پھر اس کے خلاف کرو) تو خدا تم سے (اس کا) مواخذہ کرے گا تو اس (پکی قسم کے توڑنے) کا کفارہ دس مسکینوں کو متوسط درجے کا کھانا کھلا دینا ہے جیسا تم اپنے اہل و عیال کو کھلایا کرتے ہو یا اُن (ہی دس مسکینوں) کو کپڑے بنا دینا یا ایک بردہ آزاد کرنا پھر جس کو (بردہ) میسّر نہ ہو تو تین دن کے روزے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب کہ تم قسم (تو) کھالو (اور اُس میں پورے نہ اترو) اور اپنی قسموں (کے پورا کرنے) کی احتیاط رکھو اسی طرح اللہ اپنے احکام تم سے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم (اس کی) شکر گزاری کرو (کہ وہ تم کو ادب سکھاتا ہے)۔

ف لالیعنی سے مراد وہ قسم ہے جو بے قصد و ارادہ زبان سے نکل جائے۔ اور دوسرے پارے کے بارھویں رکوع میں بھی لالیعنی قسموں کا مذکور ہے وہاں دیکھو ۱۲

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ (المجادلہ ۱۶ پارہ ۲۸)	اور جو لوگ اپنی بیبیوں سے ظہار کرتے ہیں پھر لوٹ کر وہی (کام) کرنا چاہتے ہیں جس کو کہہ چکے ہیں (کہ نہیں کریں گے)، تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے (مرد کو) ایک بردہ آزاد کرنا چاہیئے (مسلمانو!) تم کو یہ نصیحت کی جاتی ہے (تاکہ اُس پر کاربند رہو) اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ کو اُس کی (سب) خبر ہے ف۱
فَكُّ رَقَبَةٍ ۙ○ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۙ○ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۙ○ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ؕ○ (البلد۔ پارہ ۳۰)	(گھاٹی سے مراد ہے کسی کی) گردن کا (غلامی یا قرض کے پھندے سے) چھڑا دینا یا بھوک کے دن یتیم (کو خاص کر جب کہ وہ اپنا) رشتہ دار (بھی ہو) یا محتاج خاک نشین کو (کھانا) کھلانا ف۲
عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلِّمْنِيْ عَمَلًا يُّدْخِلُنِي الْجَنَّةَ قَالَ لَئِنْ كُنْتَ اَقْصَرْتَ الْخُطْبَةَ لَقَدْ اَعْرَضْتَ الْمَسْئَلَةَ اَعْتِقِ النَّسَمَةَ وَفُكَّ الرَّقَبَةَ	براء بن عازب کہتے ہیں کہ ایک بادیہ نشین جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ مجھے کوئی ایسا کام بتا دیجئے جو مجھے جنت میں لے جا داخل کرے فرمایا اگرچہ تو نے کلام میں بہت اختصار کیا ہے مگر تیرا سوال بڑا لمبا چوڑا ہے اچھا تو تو بردہ آزاد کر اور گردن خلاص کر

ف۱ اسلام سے پہلے اہل عرب میں عورتوں کی بڑی مٹی خوار تھی اور قرآن میں کئی جگہ عورتوں کے حقوق کی حفاظت کے احکام موجود ہیں از آنجملہ یہ ظہار کا مسئلہ ہے کہ یہ بھی ایک قسم کی طلاق تھی۔ مرد غصے میں اگر بی بی سے کہہ دیتا تھا کہ تو میری ماں کی جگہ ہے یا تیری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی جگہ ہے اتنا کہہ دینے سے میاں بی بی میں جدائی ہو جاتی تھی۔ اسی کو اصطلاح شرع میں ظہار کہتے ہیں اور لفظ ظہار نکلا ہے ظہر سے جس کے معنی پیٹھ کے ہیں اسلام نے ظہار کا طلاق ہونا تسلیم نہیں کیا مگر ہاں ایسی لغویات کے انسداد کے لیے کفارہ ٹھیرا دیا ہے ۱۲ ف۲ اس آیۃ کی توضیح کے لیے حقوق یتامے عنوان "کھانے کی امداد" کے ذیل میں دوسرے نمبر کو پڑھو وہاں پوری آیۃ مع ترجمہ و فوائد نقل کی گئی ہے

ف۳ اس سے کہ خدائے تعالیٰ نے غلام کے آزاد کرنے کو ایک جرم کا کفارہ یعنی جرمانہ قرار دیا ایک ادنیٰ شاس سمجھ سکتا ہے کہ لونڈی غلاموں کے بارے میں خدا کو کیا منظور ہے اور وہ سوائے اس کے نہیں ہے کہ خدا اپنے بندوں میں سے کسی کو قید غلامی میں رکھنا پسند نہیں کرتا ۱۲

قَالَ أَوَلَيْسَا وَاحِدًا قَالَ لَا، عِتْقُ النَّسَمَةِ أَنْ تَفَرَّدَ بِعِتْقِهَا وَفَكُّ الرَّقَبَةِ أَنْ تُعِينَ فِي ثَمَنِهَا وَأَعْطِ الْمَنِيحَةَ الْوَكُوفَ وَالْفَيْءَ عَلَى ذِي الرَّحِمِ الظَّالِمِ فَإِنْ لَمْ تُطِقْ ذٰلِكَ فَأَطْعِمِ الْجَائِعَ وَاسْقِ الظَّمْآنَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ فَإِنْ لَمْ تُطِقْ ذٰلِكَ فَكُفَّ لِسَانَكَ إِلَّا مِنْ خَيْرٍ ۔ (بیہقی)

بادیہ نشین بولا کہ حضرت! کیا یہ دونوں باتیں (یعنی اعتاق نسمہ اور فک رقبہ) ایک چیز نہیں ہیں فرمایا نہیں بردہ آزاد کرنے کے یہ معنی ہیں کہ تو اُس کے آزاد کرنے میں تنہا ہو (یعنی کوئی اور شریک نہ ہو) اور گردن خلاص کرنے کا یہ مطلب ہے کہ تو اُس کی قیمت میں مدد کرے (یعنی مالک نے اُس کے آزاد ہونے کو ایک مقرر قیمت پر معلق کر دیا ہو اور تو قیمت کا کچھ حصہ اُسے دے ڈالے) اور دودھ والا جانور کسی محتاج کو دودھ پینے کے لیے مستعار دے دے اور رشتے دار پر احسان و رحمت کے ساتھ رجوع کر اگرچہ وہ ظالم اور قاطع رحم ہی کیوں نہ ہو۔ پھر اگر تو ان باتوں کے کرنے کی

النکاح

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ (نور ع ۴ پارہ ۱۸)

اور (مسلمانو!) اپنی رانڈوں کے نکاح کر دو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں میں سے اُن کے جو نیکبخت ہوں اگر یہ لوگ محتاج ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا اور اللہ گنجایش والا (اور سب کے حال سے) واقف ہے ف۱

مکاتبت

وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ۖ وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللّٰهِ الَّذِي آتٰكُمْ ۚ (نور ع ۴ پارہ ۱۸)

اور (مسلمانو!) تمہارے ہاتھ کے مال (یعنی غلاموں) میں سے جو مکاتبت کے خواہاں ہوں تو تم اُن کے ساتھ مکاتبت کر لیا کرو بشرطیکہ تم اُن میں بہتری (کے آثار) پاؤ اور مال خدا میں سے جو اُس نے تم کو دے رکھا ہے اُن کو بھی دو ف۲

ف۱ اِس سے بڑھ کر لونڈی غلاموں کی پرداخت کیا ہو گی کہ مالکوں کو ان کے بیاہ دینے تک کی تاکید ہے ۱۲ ف۲ اصطلاح شرع میں مکاتبت کے یہ معنی ہیں کہ غلام اپنے مالک سے کہے کہ میں تم کو محنت مزدوری وغیرہ سے اتنا روپیہ کما دوں گا وہ رقم لے کر تم مجھکو آزاد کر دینا اور مالک اس پر رضامند ہو جائے اور سکہ غلامی ایک بڑا عذاب ہے اگر کوئی غلام اُس سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے تو مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اُس کی آزادی میں مخل اور مضایقہ نہ کریں بلکہ جو مکاتبت ٹھیرے پیچھے جو بھی سلوک کرتے رہیں یا اپنا روپیہ دے کر اُس سے کمائی کرالیں بشرطیکہ معلوم ہو کہ کمانے کا سلیقہ رکھتا ہے چٹورہ اور آوارہ اور بدوضع نہیں ہے ۱۲

عَنْ عُمَرَ بْنِ أَنَسٍ قَالَ سَأَلَ سِيْرِيْنُ أَنَسًا الْمُكَاتَبَةَ وَكَانَ كَثِيْرَ الْمَالِ فَأَبَى سَيِّدُهٗ فَانْطَلَقَ سِيْرِيْنُ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَدَعَاهُ عُمَرُ فَقَالَ لَهٗ كَاتِبْهُ فَأَبَى فَضَرَبَهٗ بِالدِّرَّةِ وَتَلَا فَكَاتِبُوْهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا فَكَاتَبَهٗ ٭ (بخاری)

عمرؓ بن انس کہتے ہیں کہ سیرینؒ نے (اپنے مالک) انسؓ سے مکاتبۃ کی درخواست کی اور سیرین بڑا متموّل آدمی تھا اُس کے آقا (انسؓ) نے مکاتبۃ کرنے سے انکار کر دیا تو سیرینؒ حضرۃ عمرؓ کے پاس جا کر اپنے آقا کی شکایۃ کی حضرۃ عمرؓ نے اُسے بلا کر فرمایا کہ سیرینؒ سے مکاتبۃ کر لے اُس نے آپ کے سامنے بھی انکار کیا تو حضرۃ عمرؓ نے اُسے دِرّے سے مارا اور آیۃ مکاتبوھم

حرام کاری پر مجبور نہ کرنا

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (النور ع ۴ پارہ ۱۸)

اور (لوگو!) تمھاری لونڈیاں جو پاک دامن رہنا چاہتی ہیں اُن کو دنیا کی زندگی کے عارضی فائدے کی غرض سے حرام کاری پر مجبور نہ کرو **ف** اور جو اُن کو مجبور کرے گا تو اللہ اُن کے مجبور کیے گئے پیچھے بخشنے والا مہربان ہے ٭

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيِّ بْنِ سَلُوْلَ يَقُوْلُ لِجَارِيَةٍ لَهٗ اِذْهَبِيْ فَابْغِيْنَا شَيْئًا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا ٭ (مسلم)

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن اُبَیّ بن سلول اپنی لونڈی کو کہا کرتا تھا کہ جا اور ہمارے لیے خرچی کی کمائی سے کچھ لا اس پر خدا تعالیٰ نے آیۃ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا نازل فرمائی ٭

ف اِس جگہ دراساوضوکا ہوتا ہے کہ لونڈی از خود پاک دامن ہو کر نہ رہنا چاہے تو اُسکو بدکاری پر مجبور کیا جا سکتا ہو لیکن یہ صورۃ وقوعی نہیں کیوںکہ جب لونڈی از خود پاک دامن ہو کر نہ رہنا چاہے گی تو اُس کو بدکاری پر مجبور کرنے کی ضرورۃ ہی کیوں ہونے لگی اصل مطلب لونڈیوں کی خرچی کی کمائی سے نفرۃ دلانا اور منع کرنا ہے ۱۲

ماں باپ اور اولاد میں تفریق نہ کرنا

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ وَالِدَۃٍ وَّوَلَدِھَا فَرَّقَ اللّٰہُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اَحِبَّتِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ۔ (ترمذی)

ابو ایوبؓ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو شخص (لونڈی) ماں اور اُس کے فرزند میں جدائی ڈالے گا ف (مثلاً ماں کو فروخت کر دے اور اُس کے فرزند کو رہنے دے یا فرزند کو بیچ ڈالے اور ماں کو رہنے دے یا ایک کو ایک کے ہاتھ اور دوسرے کو دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالے) تو خدا قیامت کے دن اس میں اور اُس کے پیاروں میں جدائی ڈالدیگا ف

عَنْ عَلِیٍّ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ وَھَبَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غُلَامَیْنِ اَخَوَیْنِ فَبِعْتُ اَحَدَھُمَا فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ مَا فَعَلَ غُلَامُکَ فَاَخْبَرْتُہٗ فَقَالَ رُدَّہٗ رُدَّہٗ ۔ (ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے دو غلام عطا کیے جو دونوں بھائی بھائی تھے پس میں نے اُن میں سے ایک کو فروخت کر دیا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا علی! تمہارا غلام کیا ہوا میں نے اُس کے بیچ دینے کی خبر دی فرمایا (بیع کو فسخ کر کے) اُسے پھیر لو (بیع کو فسخ کر کے) اُسے پھیر لو ۔

ف حدیث میں مطلق والدہ اور ولد کا لفظ آیا ہے اور ہم نے والدہ کی تخصیص کی ہے لونڈی ماں کے ساتھ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگلی حدیث میں جس کے راوی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں یہی مضمون بیان ہوا ہے اور اُس میں غُلَامَیْنِ اَخَوَیْنِ کی صاف تصریح موجود ہے ۱۲

ف۲ یہ مضمون قرآن کی ایک آیۃ سے ملتا ہوا ہے اگر اس کو اُس آیۃ سے ملا کر پڑھو گے تو مطلب خوب ذہن نشین ہو جائے گا کیونکہ اُس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدا جنت میں لوگوں کی فطری قرابت داریوں کی رعایت کرے گا اور جب جنت میں فطری قرابت داریوں کی رعایت ہو تو یہاں دنیا میں کیوں نہ ہو آیت یہ ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْھُمْ ذُرِّیَّتُھُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَمَآ اَلَتْنٰھُمْ مِّنْ عَمَلِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ کُلُّ امْرِیءٍ بِمَا کَسَبَ رَھِیْنٌ ۔ یعنی اور جو لوگ ایمان لائے اور اُن کی اولاد ایمان کے ساتھ (نیک عملوں میں) اُن کی پیروی کرتی رہی (گو عمل میں اُن سے کسی قدر قصور بھی ہوا ہو تاہم جنتیوں کے پاس خاطر سے ہم اُن کی اولاد کو (بھی جنت میں) اُن کے ساتھ لے جا شامل کریں گے اور جنتیوں کے اعمال (کے صلے) میں سے کچھ بھی کم نہیں کریں گے (اور) ہر شخص اپنے عمل کے بدلے میں گروی ہے ف ۱۲

ف عمل کے بدلے میں گروی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نجاۃ اعمال نیک پر موقوف ہے جو نیک عمل کرے تو نجاۃ پائے جس طرح مال مرہونہ زر رہن کے بدلے گرو ہوتا ہے اور بے ادائے زر رہن مرتہن کے قبضے سے خلاص نہیں ہو سکتا اسی طرح اعمال نیک کے بدون عاقبت میں نجاۃ نہیں ہو سکتی اسی کے قریب یہ ایک آیۃ اور ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ۔ یعنی اللہ نے مسلمانوں سے اُن کی جانیں اور اُن کے مال (اس وعدے پر) خرید لیے ہیں کہ اُن کے بدلے اُن کو جنت (دے گا) ۱۲

عَنْ اَبِی مُوْسٰی قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الْوَالِدِ وَوَلَدِہٖ وَبَیْنَ الْاَخِ وَبَیْنَ اَخِیْہِ ٭ (ابن ماجہ)

ابو موسی سے روایۃ ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں پر لعنت کی جو باپ بیٹے اور بھائی بھائی میں جدائی ڈالیں٭

شفقت و مُدارات

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ فِیْ مَرَضِہِ الصَّلٰوۃَ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ

(مسند امام احمد۔ ابوداؤد)

ام المومنین حضرۃ ام سلمہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایۃ کرتی ہیں کہ آپ اپنے مرضِ وفات میں فرماتے تھے کہ لوگو! نماز کی پوری پوری محافظۃ کرنا اور لونڈی غلاموں کے حقوق کی رعایت کرنے اور

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَنَعَ لِاَحَدِکُمْ خَادِمُہٗ طَعَامَہٗ ثُمَّ جَاءَہٗ بِہٖ وَقَدْ وَلِیَ حَرَّہٗ وَدُخَانَہٗ فَلْیُقْعِدْہُ مَعَہٗ فَلْیَاْکُلْ فَاِنْ کَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوْھًا قَلِیْلًا فَلْیَضَعْ فِیْ یَدِہٖ مِنْہُ اُکْلَۃً اَوْ اُکْلَتَیْنِ ٭ (مسلم)

حضرۃ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (لوگو!) جب تم میں سے کسی کا خادم[1] اس کے لیے کھانا تیار کرکے لائے حالانکہ اُس نے آگ کے سامنے بیٹھ کر آگ کی گرمی اور دھوئیں کی تکلیف اُٹھائی ہے تو اُسے اپنے ساتھ بٹھا کر اُس کے ساتھ کھانا کھا اگر کھانا بہت ہی کم اور تھوڑا ہو تو اُس میں سے خدمتگار کے ہاتھ پر ایک لقمہ یا دو لقمے

[1] خادم کے لغوی معنی ہیں خدمتگار کے عام ہے کہ وہ لونڈی غلام ہو یا اجیر نوکر ملازم۔ مگر یہاں مراد ہے لونڈی غلام کیونکہ اُن وقتوں میں اس قسم کے کام فی اغلب الاحوال لونڈی غلاموں ہی کے سپرد ہوتے تھے اور جب لونڈی غلاموں کے ساتھ یہ رعایت ہے تو اجیر اور نوکر کے ساتھ بدرجہ اولے ۱۲

نیک خوئی

عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ يَسَّرَ اللّٰهُ حَتْفَهٗ وَاَدْخَلَهٗ جَنَّتَهٗ رِفْقٌ بِالضَّعِيْفِ وَشَفَقَةٌ عَلَى الْوَالِدَيْنِ وَاِحْسَانٌ اِلَى الْمَمْلُوْكِ (ترمذی)

حضرت جابر جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا جس میں تین خصلتیں ہوتی ہیں خدا اُس کی موت آسان کر دیتا ہی اور آخرت میں اُسے اپنی جنت میں داخل کرے گا ناتوانوں اور مسکینوں کے ساتھ نرمی کرنا ایک ماں باپ کے

عَنْ رَافِعِ بْنِ مَكِيْثٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُسْنُ الْمَلَكَةِ يُمْنٌ وَّسُوْءُ الْخُلُقِ شُؤْمٌ ۔ (ابوداؤد)

مکیث کے بیٹے رافع سے روایت ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لونڈی غلاموں کے ساتھ نیک خوئی سے برتاؤ کرنا موجب برکت ہے اور بدخلقی سے پیش آنا باعث بے برکتی

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِشِرَارِكُمْ اَلَّذِيْ يَاْكُلُ وَحْدَهٗ وَيَجْلِدُ عَبْدَهٗ وَيَمْنَعُ رِفْدَهٗ ۔ (مشکوٰۃ)

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) میں تمہیں بتا دوں کہ تم میں بدترین لوگ کون ہیں وہ جو تنہا کھاتا اور اپنے غلام کو تازیانہ مارتا اور اپنی بخشش اُس سے روک لیتا یعنی کچھ نہیں دیتا ہی۔

عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ رَاَيْتُ اَبَا ذَرٍّ نِ الْغِفَارِيَّ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَّعَلٰى غُلَامِهٖ حُلَّةٌ فَسَاَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنِّيْ سَابَبْتُ رَجُلًا فَشَكَانِيْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعَيَّرْتَهٗ بِاُمِّهٖ ثُمَّ قَالَ اِنَّ

معرور بن سوید کہتے ہیں میں نے ابوذر غفاری کو دیکھا کہ وہ ایک حلّہ (جوڑا) پہنے ہوئے تھے اور اُن کا غلام بھی ویسا ہی حلّہ پہنے ہوئے تھا جب ہم نے اِس کی وجہ دریافت کی تو کہا مجھ میں اور ایک شخص میں گالی گلوج ہو گئی تھی اُس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت جا لگائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ابوذر! کیا تُو نے اِسے ماں

اِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ فَمَنْ كَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ يَدَيْهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَاْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ ۔ (بخاری)

کہ (تمہارے لونڈی غلام جو باعتبار آدم اولاد ہونے کے تمہارے) بھائی (ہیں) تمہارے اعوان و انصار ہیں خدا نے اُن کو تمہارے قبضے میں کر دیا ہے تو جس کا بھائی اُس کے قبضے میں ہو اُسے چاہیئے کہ جیسا خود کھاتا ہے اُسے کھلائے جیسا خود پہنتا ہے اُسے پہنائے ۔

کھانا کپڑا

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمَمْلُوْكِ طَعَامُهُ وَكِسْوَتُهُ وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا يُطِيْقُ ۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لونڈی غلام کا کھانا کپڑا اُس کا حق ہے اور وہ (یعنی لونڈی غلام) اُسی چیز کی تکلیف دیئے جائیں جو اُن کے بس کی ہو ۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمْ اِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ فَمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ اَخَاهُ تَحْتَ يَدَيْهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَاْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا يُكَلِّفْهُ مِنَ الْعَمَلِ مَا يَغْلِبُهُ فَاِنْ كَلَّفَهُ مَا يَغْلِبُهُ فَلْيُعِنْهُ عَلَيْهِ ۔ (صحیحین)

ابوذر سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لونڈی غلام تمہارے بھائی بہن ہیں خدا نے اُنھیں تمہارا زیردست کر دیا ہے تو جس کے بھائی (بہن) کو خدا اُس کا زیردست کرے تو اُسے اُسی قسم کا کھانا کھلائے جس قسم کا خود کھاتا ہے اور اُسی طرح کا لباس پہنائے جیسا آپ پہنتا ہے اور کسی ایسے کام کی (اول تو) تکلیف ہی نہ دے جو اُس پر غالب آجائے (اور کرتے بن نہ پڑے) اور اگر (احیاناً) ایسے کام کی تکلیف دے بھی جو اُس کی طاقت سے باہر ہو تو خود اُس کی مدد کرے (اور اُس کام میں اُس کا شریک ہو جائے) ۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو جَاءَ قَهْرَمَانٌ لَّهُ فَقَالَ لَهُ اَعْطَيْتَ الرَّقِيْقَ قُوْتَهُمْ قَالَ لَا

روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرو کے پاس اُن کا داروغہ آیا تو انھوں نے فرمایا کیا تو غلاموں کو اُن کی قوت دے آیا ہے داروغہ نے عرض کیا نہیں

قَالَ فَانْطَلِقْ فَاَعْطِهِمْ قُوْتَهُمْ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَفٰى بِالرَّجُلِ اِثْمًا اَنْ يَّحْبِسَ عَمَّنْ يَّمْلِكُ قُوْتَهُ ۔ (مسلم)

فرمایا تو جلد جا اور انھیں ان کی قوت دے کیونکہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی کو ایک ہی گناہ بس کرتا ہے کہ وہ اپنے مملوک سے اُس کی قوت کو روک دے ۔

مار پیٹ نہ کرنا اور کسی طرح کی تہمت نہ لگانا

عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ كُنْتُ اَضْرِبُ غُلَامًا لِّيْ فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِيْ صَوْتًا اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ اَللّٰهُ اَقْدَرُ عَلَيْكَ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هُوَ حُرٌّ لِّوَجْهِ اللّٰهِ فَقَالَ اَمَا لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ ۔ (مسلم)

ابو مسعود انصاری کہتے ہیں کہ میں ایک دن اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ پیچھے سے آواز آئی کہ ابو مسعود! معلوم کر کہ خدا تجھ پر زیادہ قدرت رکھتا ہے میں نے جو مونہ موڑ کر دیکھا تو جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم تھے میں نے جلدی سے عرض کیا یا رسول اللہ اس غلام کو میں نے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے آزاد کر دیا فرمایا اگر تو ایسا نہ کرتا تو دوزخ کی آگ تجھے جھلس دیتی ۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا حَدًّا لَّمْ يَاْتِهِ اَوْ لَطَمَهُ فَكَفَّارَتُهُ اَنْ يُّعْتِقَهُ ۔ (مسلم)

ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص اپنے غلام کو حد مارے حالانکہ غلام اس گناہ کا مرتکب نہیں ہوا جو موجب حد ہے یا ناحق اس کو طمانچہ مارے تو اس کا کفارہ بس یہی ہے کہ غلام کو آزاد کر دے ۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص اپنے

قَذَفَ مَمْلُوكَهُ وَهُوَ بَرِيءٌ مِمَّا قَالَ جُلِدَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ كَمَا قَالَ ۔ (صحیحین)

لونڈی غلام کو عیب لگائے گا حالانکہ وہ اس عیب سے بری ہے تو عیب لگانے والا قیامت کے روز تہمت لگانے کی حد مارا جائے گا۔ہاں اگر لونڈی غلام ویسا ہی ہو جیسا اس نے کہا ہے تو اس صورت میں اس پر کچھ الزام نہیں۔

عفو و درگزر

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَمْ نَعْفُو عَنِ الْخَادِمِ فَسَكَتَ ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ الْكَلَامَ فَصَمَتَ فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ قَالَ اعْفُوا عَنْهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِينَ مَرَّةً ۔ (ابو داؤد۔ ترمذی)

حضرت عمر کے فرزند عبداللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ہم خدمتگار کے قصوروں سے کتنی دفعہ درگزر کیا کریں۔پیغمبر صاحب خاموش ہو رہے اس نے پھر اسی بات کو دوہرایا پیغمبر صاحب اب بھی خاموش ہو رہے تیسری مرتبہ جب اس نے دریافت کیا تو فرمایا ہر روز ستر دفعہ درگزر کیا کرو ف

من المترجم۔ہمارا ارادہ تو سرے سے لونڈی غلام کے باب ہی کے چھوڑ دینے کا تھا۔نہ اس لیے کہ خدانخواستہ اس کی وجہ سے اسلام میں پانی مرتا ہے اور نہ اس لیے کہ مخالفوں نے بے تکے اعتراض کر کے سوئی کے ناکے کو بدررو۔چھری کو کھڑکی اور کھڑکی کو پھاٹک بنا دیا ہے اور ہم رخنہ بندی سے عاجز ہیں بلکہ اس لیے صرف اسی لیے کہ انگریزی عملداری کے ہوتے لونڈی غلاموں کی بحث ہم مسلمانوں سے متعلق نہیں اور اسلامی شریعت کے تمام احکام جو لونڈی غلاموں کے بارے میں ہیں سب معطل ہیں۔خود قرآن سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ جزیرہ عرب میں اسلام سے پہلے لونڈی غلاموں کا عام رواج تھا۔اَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا

ف عرب کے محاورے میں سات اور ستر کا عدد کثرۃ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے گنتی مراد نہیں ہوتی جیسا کہ آیہ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ میں اور یہ آیۃ مع ترجمے و فوائد کے پیغمبر صاحب کے حقوق میں گذر چکی ہے وہاں بھی دیکھو۔ من المترجم

حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ هُمْ یَكْفُرُوْنَ ؕ اور لونڈی غلام بنانے کا دستور یہ تھا کہ ظالم اور سفاک اور خود سر تو تھے ہی جب جی میں آیا ناحق ناروا کسی گاوں یا قافلے پر چڑھ دوڑے۔ مارا کوٹا لوٹا کھسوٹا مرد عورۃ بچے جو ہاتھ لگے پکڑ لائے۔ پھر اُن کو خدمت کے لیے پاس رکھا یا جس ہاتھ چاہا ڈھور ڈنگر کی طرح فروخت کر دیا۔ تاریخ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن وقتوں میں قریب قریب اسی طرح کی غلامی یورپ اور امریکہ میں بھی تھی۔ انسان کی طبیعۃ ہی کچھ اِس طرح کی سخت گیر واقع ہوئی ہے کہ کوئی زبردست کسی زبردست کی۔ کوئی قوی کسی ضعیف کی محنت اور مصیبۃ کی جیسی چاہیئے پروا نہیں کرتا خدا نے دنیا کا انتظام اسی قاعدے پر مبنی کیا ہے جعلنا بعضکم لبعض سخریا۔ دُنیا کے سمندر میں جتنی موٹی مچھلیاں دیکھتے ہو یہ سب چھوٹی مچھلیوں کو کھا کھا کر موٹی ہوئی ہیں وہ تو خدا کی قدرۃ ہے کہ ایک ایک مچھلی لاکھ لاکھ انڈے بچے دیتی ہے ورنہ مگرمچھوں نے مچھلیوں کا بیج مار دیا ہوتا۔ بے چارے جانوروں سے جیسی جیسی سخت محنتیں لی جاتی ہیں باربرداری کے جانوروں کی حالۃ دیکھ کر معلوم کر سکتے ہو کہ کسی کے پٹھے مجروح ہیں تو کسی کی پیٹھ۔ کسی کی ناک چھدی ہوئی ہے تو کسی کی گردن میں طوق ہے۔ محنت تو محنت آدمی ایسا موذی جانور ہے کہ ضرورۃ کے لیے بھی نہیں صرف مزے اور زبان کے چٹخاروں کے لیے ہر روز گائے بھیڑ بکری بھینس اور کتنے بے گزند پرندوں کا خون کرتا رہتا ہے۔ انسان کی سنگدلی اور بے رحمی پوری پوری دیکھنی ہو تو اُن شکاریوں میں دیکھو جو صرف تفریحِ طبع یا مشقِ خونریزی کے لیے شکار کرتے پڑے پھر رہے ہیں یا گھر بیٹھے مینڈھے بٹیریں مرغ لڑاتے ہیں۔ یہ تو جب سے تہذیب اور شائستگی کا چرچا پھیلا ہے یعنی مذہب کا تب سے لوگ جانوروں کا اتنا بھی خیال کرنے لگے ہیں کہ کہیں کہیں زخمی بیلوں گھوڑوں ٹٹوؤں کو گاڑی میں جوتنے اور طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے کی کچھ یوں ہی سی روک ٹوک ہونے لگی ہے۔ اپنے ابنائے جنس کے ساتھ آدمی کا برتاؤ بھی قریب قریب ویسا ہی ہے جیسا جانوروں کے ساتھ۔ ہم تو رعیت ہونے کو بھی ایک طرح کی غلامی ہی سمجھتے ہیں۔ فرق اگر ہے تو صرف لفظوں کا ہے۔ بہتیرے بادشاہ ایسے ہو گزرے ہیں اور اب بھی ہیں جو رعیت کو ایسا ایسا ستاتے ہیں کہ کوئی وحشی مالک بھی لونڈی غلاموں کو ایسا نہ ستاتا ہوگا۔ اِن باتوں کے معلوم کرنے کے بعد کوئی ہے جو اسلامی غلامی پر ٹھنڈے دل سے اعتراض کر سکے۔ غلامی کے تمام اقسام کو موقوف کر کے اسلام نے صرف ایک ہی قسم کی غلامی کو جائز رکھا ہے کہ مذہبی لڑائی میں جو دشمن پکڑے آئیں وہ لونڈی غلام ہیں۔ اور مذہبی لڑائی یہ ہے کہ دشمن ظلماً مسلمانوں کو ترکِ اسلام پر مجبور کریں اور مسلمانوں کو دفعِ دشمن کی قوۃ رکھ کر لڑنا پڑے۔ سو ایسی لڑائیاں اب تو کہیں سُننے میں آتی نہیں بادشاہ ملک گیری کے لیے ایک دوسرے سے لڑتے اور مذہبی لڑائی یعنی جہاد کا نام کر دیتے۔ نہ صرف مسلمان بادشاہ بلکہ کوئی بھی ہو اور کسی مذہب کا بھی ہو۔ اِس لیے کہ شمولِ مذہب سے فوج قوی دل ہوتی ہے تو مسلمانوں کی جہاد کی سی گیر و دار خود عیسائی بھی کرتے جو اسلامی جہاد پر بڑی سختی کے ساتھ معترض ہیں

بات یہ ہے کہ مدعیانِ ہمدردی نے لفظِ جہاد کی ایک چڑ بنا رکھی ہے اور کچھ بھی نہیں۔ جہاد ایک قسم کا
قانونِ حرب ہے جسے انگریزی میں مارشل لا کہتے ہیں اور مواقعِ جنگ و جدال پر ایسا کرنا ہی پڑتا ہے۔ مسلمان اگر
لونڈی غلاموں کے بارے میں حدودِ شریعت سے باہر ہو جاتے ہوں یعنی مثلاً ملکی لڑائی کا نام جہاد رکھ
دیں۔ اور لڑائی کے قیدیوں کے ساتھ لونڈی غلاموں کا سا برتاؤ کریں تو یہ اُن کا فعل ہے اور وہی
اس کے ملزم ہیں۔ پھر شرعی لونڈی غلاموں کے ساتھ بھی جس طرح کے برتاؤ کا حکم ہوگیا ہے۔ ہم نہیں
سمجھتے کہ اس سے بڑھ کر رحم دلی اور کیا ہو سکتی ہے۔ اور اگر بعض مسلمانوں نے لونڈی
غلاموں کے ساتھ سختی کی ہے اور آخرۃ میں اس کا خمیازہ اُن کو بھگتنا ہوگا تو بعض نہیں
اکثر نے اُن کے ساتھ اس قدر نرمی بھی کی ہے کہ لونڈیوں کو بی بی اور غلاموں
کو داماد تک بنا لیا ہے۔ مسلمانوں کے غلاموں نے سالہا سال تک ملک گیریاں
اور ملک داریاں کی ہیں کوئی اور قوم ایسی مثال پیش نہیں کر سکتی۔
غرض اس باب کے باندھنے کی کوئی ضرورت تو نہ تھی اس لیے کہ اس کے احکام
ہم سے متعلق نہیں ہیں سرے سے لونڈی غلام نہیں تو اُن کے بارے
میں جتنے احکام ہیں سب معطل یا معطل۔ یہ باب صرف اس بات
کے دکھانے کے لیے باندھا گیا کہ اسلام کہاں تک
نرمی اور ضعفاء کے ساتھ رحم دلی کی تعلیم کرتا ہے
اسلام کی صداقت کو اُس کی تعلیم کتابی سے
جانچنا چاہیے نہ مسلمانوں کے طرزِ عمل سے

قطعہ

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش — عذر بہ درگاہِ خدا آورد
ورنہ سزاوارِ خداوندیش — کس نتواند کہ بجا آورد





خدمت گزاری

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَۃٌ لَّھُمْ اَجْرَانِ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِیِّہٖ وَاٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ وَّالْعَبْدُ الْمَمْلُوْکُ اِذَا اَدّٰی حَقَّ اللّٰہِ وَحَقَّ مَوَالِیْہِ وَرَجُلٌ کَانَتْ عِنْدَہٗ اَمَۃٌ یَّطَاُھَا فَاَدَّبَھَا فَاَحْسَنَ تَادِیْبَھَا وَعَلَّمَھَا فَاَحْسَنَ تَعْلِیْمَھَا ثُمَّ اَعْتَقَھَا فَتَزَوَّجَھَا فَلَہٗ اَجْرَانِ (صحیحین)

ابُو موسیٰ اشعری سے روایۃ ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخصوں کے لیے دوہرے دوہرے ثواب ہیں ایک اہل کتاب میں کا وہ آدمی جو اپنے نبی پر بھی ایمان لایا (مثلاً یہودی ہو تو موسیٰ پر اور عیسائی ہے تو مسیح پر) اور محمد پر بھی ایمان لایا۔ دوسرے پرائی ملک غلام جو خدا کا بھی حقِ طاعۃ ادا کرتا ہے اور اپنے آقاؤں کا بھی حقِ خدمۃ ادا کرتا ہے تیسرے وہ جس کے پاس لونڈی ہو (اور) بلحاظِ ملکیۃ وہ اس سے ہم بستر ہوتا ہو اُسے خانہ داری کی تعلیم دیتا اور عمدہ تعلیم دیتا ہے اور ادب سکھاتا اور عمدہ طرح سکھاتا ہے۔ پھر آزاد کرکے اُس سے نکاح کر لیتا ہے تو ایسے شخص کو دوہرے دوہرے ثواب ملیں گے۔

عَنْ جَرِیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَبَقَ الْعَبْدُ لَمْ یُقْبَلْ لَہٗ صَلٰوۃٌ وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَنْہُ قَالَ اَیُّمَا عَبْدٍ اَبَقَ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْہُ الذِّمَّۃُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَنْہُ قَالَ اَیُّمَا عَبْدٍ اَبَقَ مِنْ مَّوَالِیْہِ فَقَدْ کَفَرَ[1] حَتّٰی یَرْجِعَ اِلَیْھِمْ (مسلم)

جریر سے روایۃ ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب غلام بھاگ جاتا ہے تو اُس کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔ اور جریر ہی سے ایک روایۃ میں اس طرح آیا ہے کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا جو غلام بھاگ جاتا ہے وہ اسلام کے ذمے اور عہد سے خارج ہو جاتا ہے اور ایک روایۃ میں یوں بھی آیا ہے کہ جو غلام اپنے آقاؤں کی خدمۃ سے مُونھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے تاوقتیکہ اُن کے پاس پھر [illegible]

[1] یہاں کافر سے کافر نعمت اور ناشکر مراد ہے نہ حقیقی کافر ۱۲

حق شناسی و خیرخواہی

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا نَصَحَ لِسَیِّدِہٖ وَاَحْسَنَ عِبَادَۃَ اللّٰہِ فَلَہٗ اَجْرُہٗ مَرَّتَیْنِ (صحیحین)

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غلام جب اپنے آقا کی خیرخواہی کرتا اور اچھی طرح خدا کی عبادت کرتا ہے تو اُسے اوروں کی نسبت دوہرا ثواب ملتا ہے (ایک آقا کی خدمت کا ایک خدا کی عبادت کا)۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَّسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ فَالْاِمَامُ الَّذِیْ عَلَی النَّاسِ رَاعٍ وَّھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰٓی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ وَالْمَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِھَا وَوَلَدِہٖ وَھِیَ مَسْئُوْلَۃٌ عَنْھُمْ وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰی مَالِ سَیِّدِہٖ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْہُ اَلَا فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَّسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ (صحیحین)

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو سُنو! تم سب ایک رعیت کے نگہبان ہو اور تم سب ہی سے تو اُس کی رعیت کے بارے میں پرسش کی جائے گی حاکم وقت جو لوگوں (کے معاملات) کی اصلاح کے لیے کھڑا کیا جاتا ہے وہ لوگوں کا نگہبان ہے اور اُس سے اُس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا ہر مرد اپنے خاندان کا نگہبان ہے اور اُس سے اُس کی رعیت کے متعلق سوال ہوگا عورت اپنے شوہر کے گھر اور شوہر کی اولاد کی نگہبان ہے اور اُس سے اِن کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔ اگر کسی کا غلام اپنے آقا کے مال متاع کا نگہبان ہو تو اُس سے اُس مال

من المترجم - ہم نے جس غرض سے لونڈی غلام کے حقوق کا باب باندھا وہ ہم اُسی باب کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں۔ اب اگر ہم مالکوں کے حقوق چھوڑ دیتے تو بات اَدھوری رہتی۔ اِس طرح کے حقوق متکافی کہلاتے ہیں غلام کا حق مالک پر تو مالک کا حق غلام پر اسی کے لیے یہ باب باندھنا پڑا۔ جیسی لونڈی غلاموں کی بحث ہم مسلمانانِ ہند سے متعلق نہیں ویسے ہی مالکوں سے بھی ہم کو کچھ سروکار نہیں۔ ہمارے ہاں نہ لونڈی غلام نہ مالک ہاں خادم و مخدوم ہونے کی حیثیت سے اِن دو بابوں کے بعض احکام نوکروں اور آقاؤں سے متعلق سمجھے جا سکتے ہیں جن کا

فقرا اور مساکین اور مسافروں کے حقوق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مالی امداد

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ (بقرہ ع ۲۲ پارہ ۲)

(مسلمانو) نیکی یہی نہیں کہ (نماز میں) اپنا مُونہ مشرق (کی طرف کرلو) یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ (اصل نیکی تو اُن کی ہے) جو اللہ اور روزِ آخرۃ اور فرشتوں اور (آسمانی) کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور مال (عزیز) اللہ کی حُبّ پر رشتہ[۵۲] داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیا (اور غلامی وغیرہ کی قید سے لوگوں کی) گردنوں کے (چھڑانے) میں دیا۔

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ

(خیرات تو) اُن حاجتمندوں کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں گھرے بیٹھے ہیں مُلک میں کسی طرف کو (جانا چاہیں تو) جا نہیں سکتے (جو شخص اِن کے حال سے) بے خبر (ہو وہ) اِن کی خودداری (کی وجہ) سے اِن کو غنی سمجھتا ہے۔[۵۱]

۵۱ فقراء اور مساکین میں جو فرق ہے اسے ہم عنوانِ زکوٰۃ کے بیان مصارفِ زکوٰۃ کے ذیل میں قدرے توضیح کے ساتھ بیان کر آئے ہیں اس کے ساتھ اُس مقام کو بھی پڑھ لو ۱۲

۵۲ پوری آیۃ مع ترجمہ فوائد حقوقِ قرابۃ میں دیکھو مصارفِ زکوٰۃ اور حقوقِ قرابۃ اور حقوقِ جا[ر] اور حقوقِ یتامیٰ میں جو آیتیں حسنِ سلوک کے عنوان کے ذیل میں لی گئی ہیں وہی یہاں بھی آسکتی ہیں مگر ہم نے تکرار کی وجہ سے انھیں چھوڑ دیا پڑھنے والا اگر اس مضمون کو اُن سے ملا کر پڑھے گا تو مطلب خوب ذہن نشین ہو جائے گا اور مزید وضاحت حاصل ہوگی ۱۲

تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝ (بقرہ ع ۳۷ پارہ ۳)	لیکن (اے مخاطب) تو (ان کو دیکھے تو) ان کی صورت سے ان کو صاف پہچان جائے (کہ محتاج ہیں مگر ہاں) لگ لپٹ کر لوگوں سے نہیں مانگتے اور جو کچھ بھی تم لوگ (اپنے) مال میں سے خیرات کے طور پر خرچ کروگے تو (خوب یقین رکھو کہ) اللہ اس کو جانتا ہے ف
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ فَادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ ۔ (صحیحین)	ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو یمن بھیجتے ہوئے فرمایا کہ تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جاتے ہو تو پہلے اُن کو اس بات کی طرف بلاؤ کہ وہ گواہی دیں (یعنی اس عقیدے کا اظہار کریں) کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد خدا کے رسول ہیں پھر اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کرلیں تو اب انھیں معلوم کرادو کہ خدا نے اُن پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر وہ اسے بھی تسلیم کرلیں تو پھر انھیں یہ بات معلوم کرانی چاہیے کہ خدا نے اُن پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو اُن کے مالداروں سے لے کر اُن ہی کے فقرا کو دی جائے گی ؎
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ [۲]	ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا

ف ابتدائے ہجرۃ میں جب پیغمبر صاحب مکے سے مدینے تشریف لائے تو معدودے چند مسلمان بھی دین کی تعلیم پانے کے لیے اور کچھ کفار کے ڈر سے بھی پیغمبر صاحب کی خدمت میں جمع ہوگئے تھے یہ لوگ محض بے سر و سامان مسجد نبوی میں رہتے اور اہل مدینہ کی خیرات پر گزران کرتے مگر تھے غیور فقر و فاقہ کی وجہ سے صورۃ سوال تھے مونہہ پھوڑ کر نہیں مانگتے تھے یہی لوگ اصحاب صفّہ بھی کہلاتے ہیں صُفّہ کے معنی چبوترے کے ہیں مسجد نبوی میں ایک طرف کو کچا چبوترہ سا بناکر کھجور کے پتوں کا سایہ کردیا تھا۔ اسی پر یہ لوگ سوتے بیٹھتے تھے ۱۲

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِيْ لَا يَجِدُ غِنًى يُّغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ ٭ (صحیحین)	صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکین وہ نہیں جو لوگوں میں گھومتا پڑا پھرے اور ایک ایک دو دو لقموں یا ایک ایک دو دو کھجوروں کے لیے دربدر مارا مارا پھرے بلکہ اصل مسکین وہ ہے جو اس قدر تونگری نہ پائے جو اُسے بے نیاز کردے اور کسی کو اُس کی اس حالت کی خبر بھی نہ ہو خبر ہو تو لوگ اُسے خیر خیرات بھی دیں اور نہ وہ لوگوں سے مانگنے کھڑا ہو ف

من المترجم خدا نے مالی امداد کے پانچ مستحق ایک آیۃ میں جمع کر دیئے ہیں والدین قرابتمند. یتامے مساکین مسافر. ہم اقسامِ خمسہ میں سے چار کی نسبت موقع مناسب میں جو کچھ لکھنا تھا لکھ چکے۔ ایک ابن السبیل (مسافر) رہ گیا ہے۔ پانچوں قسموں میں محتاجی مفہوم مشترک ہے۔ یعنی محتاجی ان کو مستحق امداد بناتی ہے۔ محتاجی نہ ہو تو ان میں سے کسی کا بھی استحقاق نہیں۔ اور بلا استحقاق دینا دلانا تہادُوا تحابّوا میں داخل ہے نہ ادائے فریضہ زکوٰۃ میں۔ خدا نے مصارفِ خیرات اس لیے مقرر فرمائے تھے کہ قوم میں خوش حالی بڑھے۔ کسی واقعی ضرورتمند کی حاجت اٹکی نہ رہے۔ لوگوں نے اِس مصلحۃ کو تو سمجھا نہیں خیر خیرات کے طریقے کو ایسا پیٹ بھر کر بگاڑا کہ کتنے بے غیرت مکار کاہل بھیک کو ذریعۂ معاش بنا بیٹھے اور مردم شماری کے نقشوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ گروہ بے شکوہ یوماً فیوماً خاص کر مسلمانوں میں حیرت انگیز ترقی کر رہا ہے یہ لوگ طرح طرح کے حیلوں سے اپنے تئیں مستحقین کے گروہ میں داخل کرنے کی تدبیریں کرتے رہتے ہیں سب سے آسان اور کثیر الاستعمال طریقہ مسکین و مسافر بننے کا ہے دینے والوں کو چاہیئے کہ مانگنے والوں کے دھوکے میں نہ آئیں قوم کی حالت بے جا داد و دہش کی وجہ سے بہت کچھ خستہ ہو گئی ہے اور رہی سہی خستہ ہوتی جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ اس نصیحۃ پر عمل کرنے سے کوئی واقعی مستحق واجبی امداد سے محروم رہے۔ مگر نا مستحق کے پانے سے واقعی مستحق کے محروم رہنے کا نتیجہ قوم کے حق میں آخر کار ضرور اچھا ہونے والا ہے۔ اس کے سوائے اور کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی ٭

ف حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مساکین میں سب سے زیادہ مستحقِ امداد وہ مسکین ہے جو متصف بچندیں صفاتِ مذکورہ ہو ۱۲

ف۱ آپس میں تحفے تحائف کا طریقہ جاری رکھو کہ اس سے اُنس و الفت بڑھتی ہے ۱۲

مالِ غنیمت اور مالِ فئے میں سے دینا

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ

(انفال ع ۵ پارہ ۱۰)

اور (مسلمانو!) جان رکھو کہ جو چیز تم (لڑائی میں) لوٹ کر لاؤ اُس کا پانچواں حصہ خدا کا اور رسول کا اور (رسول کے) قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا۔

مَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

(حشر ع ۱ پارہ ۲۸)

جو (مال) اللہ اپنے رسول کو (ان) بستیوں کے لوگوں سے مُفت میں دلوا دے تو (وہ) اللہ کا (حق) ہے اور رسول کا اور (رسول کے) قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور (بے توشہ) مسافروں کا (یہ حکم اس لیے (دیا گیا) کہ جو لوگ تم میں مالدار ہیں یہ (مال) اُن (ہی) میں چلتا پھرتا نہ رہے ف اور (مسلمانو!) جو چیز پیغمبر تم کو ہاتھ اُٹھا کر دے دیا کریں وہ تو لے لیا کرو اور جس چیز (کے لینے) سے تم کو منع کریں (اس سے) دست کش رہو اور خدا کے (غضب) سے ڈرتے رہو (کیونکہ خدا کی مار بڑی سخت ہے)۔

ف حقوقِ یتامٰے میں بھی یہ آیۃ لی گئی ہے اور وہیں اس کا فائدہ نقل کیا گیا ہے مزید توضیح کے لیے اس مقام پر اُسے بھی پڑھ لو ۱۲ سلہ پوری آیۃ مع ترجمہ حقوقِ یتامٰے میں ملاحظہ ہو ۱۲

قربانی کے گوشت میں حصہ لگانا

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰي كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰي مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ

اور (ہم نے ابراہیم کو یہ بھی حکم دیا کہ) لوگوں میں حج کے لیے پکار دو کہ لوگ تمہاری طرف (دوڑے چلے) آئیں گے (اُن میں سے کچھ تو) پیادہ اور کچھ ہر طرح کی دُبلی (دُبلی سواریوں پر جو ہر) دور (دراز) سے آئی ہوں گی سوار ہو کر (اور اس سفر سے) اُن کا مقصود یہ ہوگا کہ اپنے فائدوں (یعنی تجارۃ کے لیے بھی) وقت پر آموجود ہوں اور (نیز) خدا نے جو مویشی

الانعام فكلوا منها واطعموا البائس الفقير ○ (حج ع ۵ پارہ ۱۷)	چارپائے اُن کو دیئے ہیں (اُن) خاص دنوں میں (اُن کی قربانی کرتے وقت) اُن پر خدا کا نام لیں ف۱ تو (لوگو!) قربانی (کے گوشت میں) سے (آپ بھی) کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو (بھی) کھلاؤ ÷
والبدن جعلنها لكم من شعائر الله لكم فيها خير فاذكروا اسم الله عليها صواف فاذا وجبت جنوبها فكلوا منها واطعموا القانع والمعتر كذلك سخرنها لكم لعلكم تشكرون ○ (حج ع ۵ پارہ ۱۷)	اور (مسلمانو!) ہم نے تمہارے لیے قربانی کے اونٹوں کو (بھی) اُن (قابلِ ادب ف۲) چیزوں میں قرار دیا ہے جو خدا کے ساتھ نامزد کی جاتی ہیں اُن میں تمہارے لیے (چند در چند) فائدے ہیں ف۳ تو (اِن فائدوں کے شکریے میں خدا کے نام قربانی کرتے وقت) اُن کو کھڑا رکھ کر ف۴ ذبح کرو اور (ذبح کرتے وقت) اُن پر خدا کا نام لو پھر جب وہ کسی پہلو پر گر پڑیں (اور ٹھنڈے ہو جائیں) تو اُن میں سے (آپ بھی) کھاؤ اور قناعت پیشہ اور گدائی پیشہ (ہر طرح کے محتاجوں) کو کھلاؤ۔ ہم نے یوں اِن (جانوروں) کو تمہارے بس میں کر دیا ہے تاکہ تم (ہمارا) شکر کرو ÷

ف۱ خاص دنوں سے قربانی کے تین دن مراد ہیں حج کی رسم اسلام سے پہلے بھی تھی مگر اُس میں بہت سی خرابیاں اور بیہودگیاں داخل ہو گئی تھیں۔ اسلام نے حج کو خرابیوں اور بیہودگیوں سے پاک کر کے اُس کو عبادت کا خالص رنگ دیا اور قربانی بھی ایک طرح کی عبادت تھی تو مطلب یہ ہے کہ لوگ عبادت کی طرح پر خانہ کعبہ کا حج بھی کریں گے اور چونکہ موسم حج میں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے لین دین سے فائدہ بھی اُٹھائیں گے ۱۲ ف۲ قربانی کے ادب سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی جانور قربانی کے لیے نامزد کر دیا گیا تو بہ رغبت اُس کی خدمت کرے اُس کے چارے اور پانی کی خبر رکھے اور اُس سے سواری اور لادنے کا کام نہ لے ۱۲
ف۳ جانوروں کے اور از انجملہ اُونٹوں کے فائدے سب کو معلوم ہیں اُن کا دودھ پیا جاتا اور دودھ سے گھی اور مکھن اور انواع و اقسام کی مزے دار چیزیں بنائی جاتی ہیں وہ لادنے اور سواری اور زمین جوتنے کے کام آتے ہیں اُن کی اُون اور کھال اور ہڈی کوئی چیز بے کار نہیں ۱۲ ف۴ اونٹ کو کھڑا کر کے ذبح کیا جاتا ہے۔ اس میں ذبح کرنے والوں کے لیے آسانی ہے اور خود اونٹ کے لیے بھی ۱۲

کھانا کھلانا

وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين ط (بقرہ ع ۲۳ پارہ ۲)	اور ف۱ جن لوگوں پر روزہ فرض ہو اور مرض یا سفر کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتے مگر اُن کو کھانا دینے کا مقدور ہو اُن (پر ایک روزے کا) بدلہ ایک محتاج کو کھانا کھلا دینا ہے ÷

ف۱ یہ پوری آیت مع ترجمہ و فوائد پہلے حصہ حقوق اللہ میں روزے کے عنوان کے ذیل میں گزر چکی اس کے ساتھ اُسے بھی پڑھ لو ۱۲

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ (المائدہ ع ۱۲ پارہ ۷)	تمہاری قسموں میں جو لا یعنی ہیں اُن پر تو خدا تم سے کچھ مواخذہ کرتا نہیں ہاں پکّی قسم کھالو (اور پھر اُس کے خلاف کرو) تو خدا تم سے (اُس کا) مواخذہ کرے گا تو (اس پکّی قسم کے توڑنے) کا کفّارہ دس مسکینوں کو متوسط درجے کا کھانا کھلا دینا ہے۔
فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا (المجادلہ ع ۱ پارہ ۲۸)	پھر (ظہار کے کفّارے میں) جس کو (بردہ) میسر نہ ہو تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے (کم سے کم) لگاتار دو مہینے کے روزے (رکھے) اور جس سے نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلادے۔
وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (الدہر ع ۱ پارہ ۲۹)	اور خدا کی حُب کر کے محتاج اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلا دیتے ہیں۔
وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (فجر پارہ ۳۰)	اور تم (لوگ) ایک دوسرے کو محتاج کے کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے۔
وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (ماعون پارہ ۳۰)	اور مسکین کو آپ کھانا کھلانا تو درکنار وہ لوگوں کو بھی اُس کے کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔
عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُدْعٰى لَهَا الْاَغْنِيَآءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَآءُ وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (صحیح)	حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب میں بُرا کھانا اُس ولیمے کا کھانا ہے جس کے کھانے کے لیے دولتمند بلائے جائیں اور محتاج و مسکین چھوڑ دیے جائیں اور جس نے دعوة کے قبول کرنے سے انکار کیا اُس نے خدا اور رسول کی نافرمانی کی ف۱

ف۱ کیونکہ دعوۃ کا طریقہ باہمی اتحاد و محبت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے اور جب کوئی شخص کسی کی دعوۃ قبول نہیں کرتا تو اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ میل جول سے گریز کرتا ہے اسی کو خدا اور رسول کی نافرمانی فرمایا ۱۲

ف۱ یہ آیۃ اور اس کا ترجمہ فائدہ اور قسم کے کفارے کا خلاصہ بیان پہلے حصّے کے ضمیمے میں "آدابِ قسم" کے عنوان کے نیچے ملاحظہ ہو ۱۲ ف۲ ظہار کا پورا بیان اور آیۃ کا ماقبل و مابعد اسی حصّے میں حقوقِ زوجین کے عنوان "ظہار" میں پڑھو ۱۲ ف۳ یہ آیۃ مع ماتعلق بہ حقوقِ یتامٰے اور قیدیوں کے حقوق میں بھی گزر چکی ہے پوری آیۃ کا مطلب سمجھنے کے لیے اس کے ساتھ متذکرہ بالا عنوان کو ضرور پڑھو ۱۲ ف۴ اس آیۃ کا ماقبل و مابعد دیکھنا اور مطلب سمجھنا ہو تو حقوقِ یتامٰے کا عنوان ملاحظہ ہو ۱۲ ف۵ پوری سورۂ ماعون مع فوائد حقوقِ یتامٰے میں دیکھو ۱۲

حقوقِ احباب

نمبر ۱ اتحاد و بے تکلفی

نمبر ۲ ایثار

نمبر ۳ احسان و سلوک

نمبر ۴ تعارف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اتحاد و بے تکلفی

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ
حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى
اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْ بُيُوْتِكُمْ اَوْ
بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ
اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ
اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ
بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا
مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ط لَيْسَ
عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ط
فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ

نہ (تو) اندھے (آدمی) کے لیے کچھ مضایقہ ہے
اور نہ لنگڑے (آدمی) کے لیے کچھ مضایقہ ہے
اور نہ بیمار کے لیے کچھ مضایقہ ہے اور (عموماً)
تم مسلمانوں کے لیے (اس میں کچھ مضایقہ
ہے) کہ اپنے گھروں سے (کھانا) کھاؤ یا اپنے باپ
کے گھر سے یا اپنی ماں کے گھر سے یا اپنے
بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے
گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے
یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں
کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے
یا اُن گھروں سے جن کی کنجیاں تمھارے اختیار میں
ہیں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے پھر (اس
میں بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ
یا الگ الگ تو جب گھروں میں جانے لگو تو اپنے

تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (النور ع ۸ پارہ ۱۸)

(سلام ایک) دعاے خیر ہے جو تم مسلمانوں کو) خدا کی طرف سے (تعلیم کی گئی ہے) برکت والی عمدہ یوں اللہ (اپنے) احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو ف۱

ایثار

یعنی اپنے سے دوست کو مقدّم رکھنا

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ

اور (یہاں وہ مال جو بے لڑے ہاتھ آیا ہی) اُن کا بھی حق ہی کہ (مہاجرین نے ابھی ہجرۃ نہیں کی تھی اور وہ) اُن سے پہلے مدینے میں بستے اور اسلام میں داخل ہوچکے ہیں جو اُن کی طرف ہجرۃ کرکے آتا ہی (ف۲) اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور (مالِ غنیمت میں سے) مہاجرین کو جو (کچھ بھی دے) دیا جاے اُس کی وجہ سے یہ اپنے دل میں (اُس کی) کوئی طلب

ف۱ لوگوں میں ارتباط و اتحاد پیدا ہونے کا بڑا عمدہ ذریعہ کھانا ہے اور اِس آیۃ کا مقصودِ اصلی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان اِس ذریعے سے باہمی اتحاد کو بڑھائیں۔ اب بھی لوگوں کا یہی حال ہے کہ جہاں تک ہوسکتا ہے ایک دوسرے کے ہاں کھانے میں مضایقہ کرتے ہیں کہ کہیں لالچی اور بدنیت نہ سمجھے جائیں اور بعض لوگ مثلاً لنگڑے وغیرہ معذوری کی وجہ سے کنارہ کش رہتے ہیں کہ حقیر نہ سمجھے جائیں لیکن اگر یہ دستور زیادہ کثرۃ سے جاری ہوا کہ میں نے تمھارے ہاں کھا کھایا تم نے میرے ہاں کھالیا تو کچھ شک نہیں کہ مسلمانوں میں باہمی اور اتفاق پیدا کرنے کی عمدہ تدبیر ہے۔ اور ما ملکتم مفاتحہ کا ایک محل یہ بھی ہوسکتا ہو کہ اکثر رشتے داروں میں سے کوئی شخص کہیں مہمان چلا جاتا ہو تو قریب کے رشتے دار کو جس پر اِس کا اعتبار ہے گھر کی کنجیاں دے جاتا ہے اور معنی یہ ایک طرح کی اجازت ہو کہ تمھیں کسی چیز کی ضرورۃ ہو تو گھر میں سے لے لینا لیکن یہ کنجی رکھنے والے خود اپنی طبیعۃ سے اجنبیۃ برتتے ہیں ورنہ اگر صاحبِ خانہ کی غیبۃ میں ضرورۃ کی کوئی چیز لے لیں تو وہ آکر خوش ہو مگر دنیا میں نفسا نفسی پھیل گئی ہے نہ کوئی کسی کے ساتھ ایسی سخاوۃ کرنی چاہتا ہے اور نہ معاوضے کے ڈر سے کوئی ایسی سخاوۃ سے فائدہ اٹھاتا مگر اسلامی اُخوۃ کو ترقی دینے کی ایک تدبیر خدا نے بتا دی ہے اور ما ملکتم مفاتحہ سے مفسروں نے یتیم کا ولی سرپرست یا وصی مہتمم بھی مراد لیا ہے ۱۲

ف۲ یعنی مہاجرین کو ملا ہوا دیکھ کر اُن کے دل میں یہ خواہش پیدا نہیں ہوتی کہ یہ جو اِن کو ملا ہے ہم کو ملے بات یہ ہے کہ پیغمبر صاحب کے وقت کے مسلمان دو طرح کے تھے ایک وہ کہ جب پیغمبر صاحب کفارِ مکہ کی ایذاؤں سے عاجز آکر مدینے تشریف لے گئے اور اِسی کو ہجرۃ کہتے ہیں تو جو مسلمان جہاں کہیں کافروں کے نرغے میں تھے پیغمبر صاحب کا مدینے تشریف لے آنا سُن کر آگے پیچھے مدینے کی سمت آئے اور مہاجر کہلائے دوسرے خود مدینے کے لوگ جنھوں نے پیغمبر صاحب کو اور مہاجر مسلمانوں کو پناہ دی اور اُن کی مدد کی وہ انصار کہلائے ہجرۃ کا قاعدہ فتح مکہ تک رہا۔ مکہ فتح ہوا تو خدا نے اسلام کو غلبہ دیا اور ہجرۃ کی ضرورۃ باقی نہ رہی جو مسلمان جہاں تھا اپنی جگہ مطمئن تھا کوئی اُس کو ستا نہیں سکتا تھا ۱۲

عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (حشر ع ۱ پارہ ۲۸)

اور اپنے اوپر تنگی ہی کیوں نہ ہو (مہاجرین بھائیوں کو اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اور دبخل تو سب ہی کی طبیعتوں میں ہوتا ہے مگر) جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے تو ایسے ہی لوگ فلاح پائیں گے اور (ہاں جو مال بے لڑے ہاتھ آیا ہے اُن کا بھی حق) ہے جو مہاجرین اولین کے بعد ہجرت کر کے آئے (کہ یہ بھی اگلے مسلمانوں کے خیرخواہ ہیں اور) دعائیں مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے اور (نیز) ہمارے (ان مہاجرین انصار) بھائیوں کے گناہ معاف کر جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایسا کر جو لوگ ایمان لا چکے ہیں اُن کی طرف سے ہمارے دلوں میں کسی طرح کا کینہ نہ آنے پائے اے ہمارے پروردگار تو بڑا شفقت رکھنے والا مہربان ہے

رُوِیَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ قَسَمَ اَمْوَالَ بَنِی النَّضِیْرِ عَلَی الْمُہَاجِرِیْنَ وَلَمْ یُعْطِ الْاَنْصَارَ اِلَّا ثَلٰثَۃَ نَفَرٍ مُحْتَاجِیْنَ اَبَا دُجَانَۃَ سِمَاکَ بْنَ خَرَشَۃَ وَسَہْلَ بْنَ حُنَیْفٍ وَالْحٰرِثَ بْنَ الصِّمَّۃِ قَالَ لَہُمْ اِنْ شِئْتُمْ قَسَمْتُمْ لِلْمُہَاجِرِیْنَ مِنْ اَمْوَالِکُمْ وَدِیَارِکُمْ وَشَارَکْتُمُوْہُمْ فِیْ ہٰذِہِ الْغَنِیْمَۃِ وَاِنْ شِئْتُمْ کَانَتْ لَکُمْ دِیَارُکُمْ وَاَمْوَالُکُمْ وَلَمْ یُقْسَمْ لَکُمْ شَیْءٌ مِّنَ الْغَنِیْمَۃِ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ بَلْ نَقْسِمُ لَہُمْ مِّنْ اَمْوَالِنَا وَدِیَارِنَا وَنُؤْثِرُہُمْ بِالْغَنِیْمَۃِ وَلَا نُشَارِکُہُمْ فِیْہَا ۝ (بخاری)

منقول ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر[1] کے اموال مہاجروں کو تقسیم کیے اور انصار کو تین شخصوں کے علاوہ جو نہایت محتاج تھے اور کسی کو کچھ نہیں دیا ایک خرشہ کے بیٹے سماک ابودجانہ کو دوسرے حنیف کے بیٹے سہل کو تیسرے صمہ کے بیٹے حرث کو پھر پیغمبر صاحب نے انصار کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا کہ تم چاہو تو اپنے مال اور اپنے گھر مہاجروں کے ساتھ تقسیم کر لو اور اس غنیمت میں اُن کے شریک ہو جاؤ اور چاہو تو تمھارے مال اور تمھارے گھر تمھارے ہی پاس رہیں اور غنیمت میں سے تمھیں کچھ نہ دیا جائے انصار نے عرض کیا کہ آپ ہمارے مال اور ہمارے گھر اُنھیں تقسیم کر دیجیے اور ہم غنیمت میں بھی اُنھیں اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اور اُس میں شریک نہیں ہوتے

[1] بنی نضیر یہودیوں کے ایک قبیلے کا نام ہے جو مدینے میں سکونت پذیر تھا ۱۲

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ اٰخَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّبَيْنَ سَعْدِ ابْنِ الرَّبِيْعِ فَقَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنِّيْ اَكْثَرُ الْاَنْصَارِ مَالًا فَاَقْسِمُ مَالِيْ نِصْفَيْنِ وَلِيْ امْرَاَتَانِ فَانْظُرْ اَعْجَبَهُمَا اِلَيْكَ فَسَمِّهَا لِيْ اُطَلِّقْهَا فَاِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَتَزَوَّجْهَا قَالَ لَا بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ اَيْنَ سُوْقُكُمْ فَدَلُّوْهُ عَلٰى سُوْقِ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ فَمَا انْقَلَبَ اِلَّا وَمَعَهٗ فَضْلٌ مِّنْ اَقِطٍ وَّسَمْنٍ ثُمَّ تَابَعَ الْغُدُوَّ ثُمَّ جَاءَ يَوْمًا وَّبِهٖ اَثَرُ صُفْرَةٍ[1] فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْيَمْ قَالَ تَزَوَّجْتُ قَالَ كَمْ سُقْتَ اِلَيْهَا قَالَ نَوَاةً مِّنْ ذَهَبٍ[2] اَوْ وَزْنَ نَوَاةٍ ۞ (بخاری)

ابراہیم بن سعد اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جب مہاجرین مدینے میں آئے تو جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عبد الرحمٰن ابن عوف (جو ہجرۃ کرکے مدینے گئے تھے) اور سعد ابن ربیع میں (جو مدینے کے رہنے والے تھے) بھائی چارہ کرادیا سعد نے عبد الرحمٰن سے کہا کہ میں تمام انصار میں زیادہ دولتمند ہوں تو میں اپنے مال کے دو حصے کرتا ہوں (ایک تم لے لو ایک میں) اور میری دو بیبیاں ہیں اُن کو دیکھو جونسی تمھیں اچھی معلوم ہو مجھے اُس کا نام بتادو کہ میں اُسے طلاق دے دوں اور اُس کی عدۃ کی مدۃ پوری ہوجائے تو تم اُس سے نکاح کرلو۔ عبد الرحمٰن نے کہا خدا تمھیں تمھارے اہل اور تمھارے مال میں برکت دے (مجھے کسی چیز کی حاجت نہیں ہے) ہاں تمھارا بازار تجارۃ کہاں ہے مجھے اُس کا پتہ بتادو۔ چنانچہ لوگوں نے عبد الرحمٰن کو بنی قینقاع کا بازار بتادیا تو عبد الرحمٰن بازار سے نہیں لوٹے مگر اُن کے پاس کچھ بچا ہوا پنیر اور گھی موجود تھا۔ پھر تو عبد الرحمٰن برابر ہر صبح کو بازار میں جانے لگے پھر ایک عرصے کے بعد ایک روز پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اُن کے کپڑے پر زرد رنگ کے نشان لگے ہوئے تھے[1] پیغمبر صاحب نے فرمایا عبد الرحمٰن یہ کیا؟ عرض کیا میں نے نکاح کرلیا ہے فرمایا بی بی کو کتنا مہر دیا عرض کیا پانچ درہم کے وزن کا سونا یا یوں کہا کہ کھجور [illegible]

[1] صاحب مجمع البحار نے لکھا ہے کہ عبد الرحمٰن بن عوف نے زرد رنگ کی کوئی خوشبو لگائی تھی اور اُسی کے آثار اُن کے کپڑوں سے نمایاں تھے ہمارے ہندوستان میں بھی دُولھا دُلہن کو مایوں کے دنوں میں اُبٹنا ملا جاتا ہے اور اُس میں ہلدی کی زردی بھی ہوتی ہے اور چونکہ اُبٹنے میں تیل بھی ہوتا ہے ہلدی دیر میں چھوٹتی ہے اور اشنان کرد ھو بھی ڈالا جائے تاہم کپڑے پر زردی کا اثر باقی رہتا ہے ۱۲

[2] حدیث میں نواۃ من ذہب اور وزن نواۃ کا لفظ ہے جس سے عبد الرحمٰن صاحب قصہ کی مراد یہ ہے کہ میں نے بی بی کو مہر کے معاوضے میں اتنی مقدار سونا دیا ہے جس کا وزن پانچ درہم ہیں اور درہم چاندی کا ایک سکہ ہے جو قریبًا پانچ آنے کے ہوتا ہے انگریزی سکے کے حساب سے ۱۲

عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِیْ جُحَیْفَةَ عَنْ اَبِیْهِ
قَالَ اٰخَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
بَیْنَ سَلْمَانَ وَاَبِی الدَّرْدَآءِ فَرَاٰی اُمَّ
الدَّرْدَآءِ مُبْتَذِلَةً فَقَالَ لَهَا مَا شَاْنُكِ
قَالَ اَخُوْكِ اَبُو الدَّرْدَآءِ لَیْسَ لَهٗ حَاجَةٌ
فِی الدُّنْیَا فَجَآءَ اَبُو الدَّرْدَآءِ فَصَنَعَ لَهٗ
طَعَامًا فَقَالَ كُلْ فَاِنِّیْ صَآئِمٌ قَالَ
مَا اَنَا بِاٰكِلٍ حَتّٰی تَاْكُلَ فَاَكَلَ فَلَمَّا
كَانَ اللَّیْلُ ذَهَبَ اَبُو الدَّرْدَآءِ یَقُوْمُ
فَقَالَ نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ یَقُوْمُ فَقَالَ
نَمْ فَلَمَّا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ قَالَ سَلْمَانُ
قُمِ الْاٰنَ فَصَلَّیَا فَقَالَ لَهٗ سَلْمَانُ اِنَّ
لِرَبِّكَ عَلَیْكَ حَقًّا وَّلِنَفْسِكَ عَلَیْكَ
حَقًّا وَّلِاَهْلِكَ عَلَیْكَ حَقًّا فَاَعْطِ كُلَّ
ذِیْ حَقٍّ حَقَّهٗ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ
النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ
سَلْمَانُ +

(بخاری)

ابو جحیفہ کے بیٹے عون اپنے باپ ابو جحیفہ سے
روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان
اور ابوالدرداء دونوں میں بھائی چارا کرا دیا تھا
تو سلمان نے ابوالدرداء کی بی بی ام الدرداء کو بری
حالت میں دیکھ کر پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے اُنھوں نے
جواب دیا کہ تمہارے بھائی ابوالدرداء کو دنیاداری
سے کچھ مطلب نہیں اتنے میں ابوالدرداء بھی آگئے
اور اُنھوں نے اپنے ہاتھ سے سلمان کے لیے
کھانا تیار کیا اور کھانا تیار ہو گیا تو کہا بھائی سلمان
تم کھانا کھاؤ میں تو روزے سے ہوں سلمان کو
تاوقتیکہ تم نہ کھاؤ گے میں تو کھاؤں گا نہیں اس پر
ابوالدرداء سلمان کے ساتھ کھانے بیٹھ گئے رات
ہوئی تو ابوالدرداء نماز تہجد کے لیے کھڑے ہونے
لگے سلمان نے کہا ابھی سو رہو پھر وہ اُٹھنے لگے
تو سلمان نے کہا ابھی اور سو رہو جب پچھلی رات
ہوئی تو سلمان نے کہا اب اُٹھو چنانچہ دونوں
نے اُٹھ کر نماز تہجد پڑھی۔ پھر سلمان نے
ابوالدرداء کی طرف روئے سخن کر کے کہا کہ بھائی
ابوالدرداء! تم پر تمہارے پروردگار کا بھی حق
ہے۔ تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے۔ تم پر
تمہاری بی بی کا بھی حق ہے تو تم ہر حق دار
کو اُس کا حق دو۔ اس کے بعد ابوالدرداء نے
جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہو کر ان باتوں کا ذکر کیا پیغمبر
صاحب نے فرمایا سلمان نے بالکل
سچ کہا +

احسان وسلوک

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ (الاحزاب ع ۱ سپارہ ۲۱)

پیغمبر مسلمانوں پر خود اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور وہ مسلمانوں کے باپ کی جگہ ہیں اور پیغمبر کی بیبیاں (ادب و تعظیم میں) اُن کی مائیں ہیں ف۲ اور رشتے دار کتاب اللہ کی رُو سے (تمام مسلمانوں اور مہاجروں سے بڑھ کر) ایک کے حق دار ایک ہیں ف۳ مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہو (تو وہ بات دوسری ہے) یہی حکم کتاب (لوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةَ الرَّجُلِ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ بَعْدَ اَنْ يُّوَلِّيَ ۔ (مسلم)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بڑھ کر نیکی آدمی کا اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ احسان کرنا ہو باپ کے کہیں چلے جانے یا مر جانے کے بعد۔

عَنْ اَبِيْ اُسَيْدٍ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَآءَهٗ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ سَلِمَةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ اَبَوَيَّ شَيْءٌ اَبَرُّهُمَا بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهِمَا قَالَ نَعَمْ

ابو اُسیدؓ کہتے ہیں کہ ہم بہت سے آدمی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ قبیلہ بنی سلمہ کا ایک شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ (میں اپنے والدین کی زندگی میں جہاں تک ان کے ساتھ نیکی کر سکتا تھا کر چکا) تو کیا اب ان کے ساتھ نیکی کرنے کا کوئی اور ایسا مرحلہ باقی ہے کہ میں اس سے ان کے مرے پیچھے ان کے ساتھ نیکی کر سکوں فرمایا ہاں

ف مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی جان کا پاس کرتا ہے۔ لیکن پیغمبر کے حکم کا پاس اس سے بھی زیادہ کرنا چاہیے ۱۲

ف۲ جو لوگ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات کی تعظیم کما حقہ نہیں کرتے اس آیۃ سے اُن پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ۱۲ ف۳ شروع شروع میں جب مسلمان ہجرت کرکے مدینے میں آ گئے تو پیغمبر صاحب نے مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ کرا دیا تھا اور ایک کو ایک کا وارث بھی ٹھیرا دیا تھا اس مصلحت سے کہ مہاجرین کو مالی ضرورتیں تھیں۔ پھر جب اسلام کی فتوحات ہوئیں اور مہاجرین کو خدا نے مستغنی کر دیا تو صرف رشتہ داروں میں میراث کا قاعدہ جاری رہا۔ اور مہاجرین و انصار کا باہمی توارث موقوف ۱۲

اَلصَّلٰوۃُ عَلَیْھِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَھُمَا وَاِنْفَاذُ عَھْدِھِمَا مِنْ بَعْدِھِمَا وَصِلَۃُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِھِمَا وَاِکْرَامُ صَدِیْقِھِمَا ٭ (ابوداؤد ۔ ابن ماجہ)

اُن کے حق میں دعا کرنا اُن کے لیے خدا سے بخشش مانگنا اُن کے عہد وپیمان پورا کرنا ۔ اور صرف اُن کی محبت اور ان کی خوشنودی کے لیے صلہ رحمی کرنا اور اُن کے دوستوں کی تعظیم و توقیر کرنا ٭

تعارف

عَنْ یَزِیْدَ بْنِ نَعَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اٰخَی الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلْیَسْأَلْ عَنِ اسْمِہٖ وَاسْمِ اَبِیْہِ وَمِمَّنْ ھُوَ فَاِنَّہٗ اَوْصَلُ لِلْمَوَدَّۃِ ٭ (ترمذی)

یزید بن نعامہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک شخص دوسرے شخص سے دوستی اور بھائی چارا کرے تو اُسے اُس کا اور اُس کے باپ کا نام پوچھ لینا چاہیئے اور یہ بھی کہ وہ کس قوم اور قبیلے ہیں کا ہے کیونکہ اس سے دوستی میں زیادہ قوت اور استحکام ہوتا ہے ف

من المترجم ۔ تتبع اور استقرار سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوست کے حقوق دوسرے دوست پر گیارہ طرح کے ہوتے ہیں ایک مال میں یعنی ایک دوست کو دوسرے دوست سے مال عزیز نہ ہو بلکہ اپنے دوست کے حق کو اپنے سے مقدم سمجھے اور اپنا حصہ اُسے بطیب خاطر دے دے اور یہ بات آیہ والذین تبوؤ الدار والایمان الخ سے مستنبط ہوتی ہے جسے ہم عنوان ایثار کے ذیل میں مع ترجمہ و فوائد نقل کر آئے ہیں ٭

دوسرا حق یہ ہے کہ ایک دوست دوسرے دوست کو اپنی جگہ سمجھے اور جو چیز اپنی حاجت سے زیادہ ہو اُسے بے مانگے دے ڈالے ۔ بعضے کہ اگر دوست کو مانگنے کی حاجت پڑے اور بے مانگے دوست کی مدد نہ کرے تو وہ دوستی کے درجے سے گر گیا ۔ کیونکہ اُس کے دل میں دوست کی غمخواری نہیں رہی ٭

ایک بزرگ کی **حکایت** بیان کی جاتی ہے کہ انھوں نے اپنے ایک دوست سے کہا مجھے چار ہزار اشرفیوں کی ضرورت ہے دوست نے کہا دو ہزار تو ابھی لو اور دو ہزار پھر دے دوں گا ۔ اس بزرگ نے اُس کی طرف سے مُونہ پھیر لیا اور کہا تجھے شرم نہیں آتی کہ دوستی کا دعوٰے کرتا ہے اور پھر مال کے دینے میں دریغ کرتا ہے ۔ اسی کے قریب قریب ایک اور حکایت بیان کی جاتی ہے کہ کسی نے ایک بادشاہ کے پاس متصوفوں کے

ف مطلب یہ ہے کہ جنبیت دُور ہوتی اور اُنس بڑھتا ہے اور وہ دوست کو دوست کے جزو کل حالات معلوم ہونے سے مواقع امداد کا خیال رہتا ہے ۔ من المترجم

ایک گروہ کی چغلی کھائی۔ بادشاہ نے سب کو مار ڈالنے کا حکم دیا۔ اُن میں ایک بزرگ تھے آبو الحسن نوری اور وہی اس گروہ کے مقتدا اور سب میں پیش پیش تھے۔ بادشاہ کے پیادے جب ان لوگوں کو مقتل میں لے گئے تو ابوالحسن سب سے پہلے قتل ہونے کے لیے آگے بڑھے اور کہا کہ پہلے مجھے قتل کر ڈالو۔ بادشاہ نے پوچھا یہ کیوں؟ کہا یہ سب صوفی میرے دوست ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک ساعت پہلے اپنی جان ان پر قربان کر دوں۔ اور ان کے قتل ہونے کی تکلیف اپنی آنکھ سے نہ دیکھوں۔ یہ سُن کر بادشاہ تعجب کے لہجے میں بولا کہ جو لوگ ایسے بامروّت ہوں۔ اُنھیں کس طرح قتل کیا جائے۔ چنانچہ سب لوگ چھوڑ دیے گئے۔

ایک اَور بزرگ تھے فتح موصلی نام۔ وہ اپنے ایک دوست کے گھر گئے۔ دوست تو مکان پر ملا نہیں اُس کی لونڈی سے کہا اپنے مالک کا صندوقچہ اُٹھا لا وہ گئی اور صندوقچہ اُٹھا لائی۔ اُنھیں جتنا روپیہ درکار تھا صندوقچے میں سے لے لیا۔ دوست گھر میں آیا اور یہ واقعہ سُنا تو اُس نے مارے خوشی کے لونڈی کو آزاد کر دیا۔ حضرۃ ابوہریرہ کے پاس ایک شخص آکر کہنے لگا کہ میں تم سے دوستی کرنی چاہتا ہوں۔ فرمایا تجھے دوستی کا حق بھی معلوم ہے۔ کہا نہیں۔ فرمایا دوستی کا حق یہ ہے کہ تو اپنے روپے پیسے میں اپنے تئیں مجھ سے زیادہ حقدار نہ سمجھے۔ اُس نے کہا میں تو ابھی اس رتبے کو پہونچا نہیں فرمایا تو تو دوستی کے قابل نہیں۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا یہ حال تھا کہ کھانے میں۔ کپڑے میں۔ روپے پیسے میں ہر شخص دوسرے کو اپنے سے مقدم سمجھتا تھا۔ حضرۃ ابن عمر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک صحابی کے پاس کہیں سے بھُنی ہوئی سری آئی۔ اُنھوں نے کہا میرا فلاں دوست بہت محتاج ہے اور اس کا ہی زیادہ استحقاق رکھتا ہے۔ چنانچہ سری اُن کے پاس بھیج دی گئی۔ اُنھوں نے بھی یہی خیال کر کے کہ میرا فلاں دوست زیادہ محتاج ہے۔ سری اپنے پاس نہیں رکھی دوست کے پاس بھیج دی۔ غرض کہ وہ سری کئی جگہ پھر پھرا کر پہلے ہی شخص کے پاس آگئی۔ حضرۃ علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ مجھے دوست پر بیس درم خرچ کرنے کسی فقیر کو سو درم دینے سے زیادہ پسند ہیں۔

جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم ایک جنگل میں تشریف لیے جاتے تھے۔ ایک صحابی بھی آپ کے ساتھ تھے آپ نے ایک جگہ کھود کر دو مسواکیں نکالیں۔ ایک سیدھی۔ ایک ٹیڑھی۔ ٹیڑھی آپ لی اور سیدھی صحابی کو دی اُنھوں نے کہا بھی کہ حضرۃ یہ مسواک اچھی ہے آپ اسے لے لیں۔ لیکن آپ نے نہیں لی اور فرمایا کہ جو شخص کسی کی صحبت میں رہتا ہے خواہ گھڑی بھر ہی کیوں نہ رہے قیامت کے روز اُس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے حق صحبت بجا لایا یا اُسے ضائع کر دیا۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب دو شخص باہم صحبت رکھیں تو ایک دوسرے کو کام کی چیز کے دینے میں مضایقہ نہ کرے۔ پیغمبر صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب دو آدمی باہم صحبت رکھتے ہیں تو اُن میں خدا کا بڑا دوست وہ ہے جو دوسرے کا دل سے رفیق و شفیق ہے۔

تیسرا حق یہ ہے کہ دوست کے اظہار خواہش اور استدعا سے پہلے اُس کی مدد کے لیے کھڑا ہو جائے

خندہ پیشانی اور ہنس مکھ چہرے کے ساتھ دوست کی خدمت گزاری میں مصروف ہو۔ سلف کی عادۃ تھی کہ ور مرہ اپنے دوستوں کے دروازوں پر جا کر گھر والوں سے پوچھتے تھے کہ اگر تمھیں لکڑی آٹے تیل نمک وغیرہ کی ضرورۃ ہو تو کہو وہ دوستوں کے کام کو اپنے کام کی طرح ضروری اور اہم جانتے اور کام کر کے خود ممنون ہوتے۔ اگلے بزرگوں میں ایک بزرگ تھے جنھوں نے اپنے دوست کی وفات کے بعد چالیس برس تک خفی ضمن کی رعایت سے اُس کی بی بی بچوں کی خدمت کی ۔

چوتھی قسم زبان سے تعلق رکھتی ہے۔ یعنی اپنے دوستوں کے حق میں اچھی بات کہے اُن کے عیبوں کو چھپائے کوئی اُن کے پیچھے اُن کا عیب ظاہر کرے تو جواب دے اور یہ سمجھے کہ وہ پس دیوار کھڑے سُن رہے ہیں اُن کا راز فاش نہ کرے دوست کے بی بی بچوں اور اُس کے احباب کی غیبۃ نہ کرے۔ کوئی اُن کی شکایت کرے تو خود اُن کے مُونہ پر بیان نہ کرے کیونکہ وہ سُنیں گے تو رنجیدہ ہوں گے۔ اگر دوست سے کوئی قصور سرزد ہو جائے تو اُس کی شکایت تو دوست سے کردے مگر فوراً معاف بھی کر دے۔ اور دل میں سمجھے کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود ۔

پانچواں حق یہ ہے کہ دوست کی محبت و شفقت جو دل میں ہو اُسے دوست سے ظاہر بھی کر دے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا اَحَبَّ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ فَلْیُخْبِرْہُ یعنی جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو دوست رکھے تو اُسے یہ جتا بھی دے کہ میں تجھے دوست رکھتا ہوں تاکہ اُس کے دل میں بھی محبت پیدا ہو۔ اِس صورۃ میں دوسرے کی طرف سے دوگنی محبت ہو گی۔ دوست کا حق ہے کہ دوست کی احوال پُرسی کرے۔ رنج و راحت میں اُس کا شریک رہے۔ اُس کے رنج کو اپنا رنج۔ اُس کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھے پُکارے تو اچھے نام سے پُکارے حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ دوستی کو تین چیزوں سے استحکام ہوتا ہے۔ ایک اچھے نام کے ساتھ پکارنے سے۔ دوسرے سلام میں سبقۃ کرنے سے۔ تیسرے کہیں بیٹھنا ہو تو پہلے اُسے بٹھانے سے۔ حضرۃ ابو الدرداء نے دو بیلوں کو دیکھا کہ کھونٹے سے بندھے بیٹھے ہیں۔ دفعتہً ایک بیل اُٹھا اور اُس کے اُٹھتے کے ساتھ دوسرا بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ یہ دیکھ کر آپ رو دیئے اور فرمایا برادران دینی بھی ایسے ہی ہوتے ہیں ۔

چھٹی قسم کا حق یہ ہے کہ دوست کو علم دینی ضروری کی تعلیم دے کیونکہ اپنے بھائی کو عذاب دوزخ سے بچانا دنیا کے رنج و غم سے چھڑا دینے کی نسبت اولیٰ ہے اگر علم حاصل کرنے کے بعد دوست عمل نہ کرے تو تنہائی میں نصیحۃ کرے اور نرمی کے ساتھ کہے اور یہ بھی اُس وقت جب کہ وہ اپنا عیب سمجھے ہی نہیں سمجھے تو اشارۃً کنایۃً نصیحۃ کرنی چاہیئے صراحۃً اور علانیۃً نہیں ۔

ساتواں حق یہ ہے کہ اگر دوست سے کسی طرح کا قصور سرزد ہو جائے تو اُس پر مواخذہ نہ کرے بلکہ معاف کر دے۔ پھر اگر وہ قصور گناہ کی قسم سے ہے تو نرمی سے نصیحۃ کرنی چاہیئے۔ اور گناہ پر اصرار نہ کرے تو خود نادان اور انجان بن جانا چاہیئے اصرار کرے تو نصیحۃ کرنی ضرور ہے نصیحۃ سودمند نہ ہو تو بقول بعض صحابہ دوستی قطع کر دینی یا بقول اکثر دوستی قائم رکھنی چاہیئے۔ کیونکہ امید ہے کہ گناہ سے جلد باز آجائے ۔

آٹھواں حق یہ ہے کہ دوست کو اُس کی زندگی میں اور مرنے کے بعد دعائے خیر سے یاد رکھے اور جس طرح اپنے بال بچوں کے لیے دعا کرتا ہے۔ اُس کے بال بچوں کے لیے بھی اُسی طرح دعا کرے اور حقیقت میں دیکھو تو وہ دعا اپنے ہی حق میں ہے۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کے واسطے اُس کی پیٹھ پیچھے دعا کرتا ہے فرشتہ کہتا ہے کہ تجھے بھی یہ بات حاصل ہو اور ایک روایۃ میں یوں آیا ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ میں پہلے تیرا مدّعا بر لاؤں گا۔ پیغمبر صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ دوستوں کی پیٹھ پیچھے جو دعا اُن کے لیے مانگی جاتی ہے خدا اُسے ردّ نہیں کرتا۔

نواں حق یہ ہے کہ دوستی اور وفاداری کو نہ بھُولے۔ اور وفاداری کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ دوست کی وفات کے بعد اُس کے زن و فرزند اور دوستوں سے غافل نہ رہے۔ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بڑھیا حاضر ہوئی۔ آپ نے اُس کو تعظیم دی لوگ اِس بات سے متعجب ہوئے۔ فرمایا یہ بڑھیا بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وقت میں ہمارے یہاں آیا کرتی تھی۔ وفاداری کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ جو شخص کسی دوست سے علاقہ رکھتا ہو اُس کے فرزند اُس کے غلام اُس کے شاگرد سب پر مہربانی کی نظر رکھے اور دوستی کے نباہنے کی ہمیشہ کوشش کرتا رہے کیونکہ دوستی کا نباہنا ایمان کی ایک شاخ ہے۔ وفاداری کے مفہوم میں ایک یہ بات بھی داخل ہے کہ اگر صاحب حکومت و منصب یا دولتمند ہو گیا ہو تو اگلی تواضع اور مدارات کو ہمیشہ مدّنظر رکھے۔ دوستوں سے غرور نہ کرے۔ اُن کے آگے بڑائی کی نہ لے ہمیشہ دوستی قائم رکھے اور کسی جرم سے قطع محبت نہ کرے وفاداری کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ دوست کے حق میں کسی کا بھڑکانا نہ ماننے اور سب کو جھوٹا جانے وفاداری میں یہ بات بھی داخل ہے کہ دوست کے دشمن کے ساتھ دوستی نہ کرے بلکہ اُس کے دشمن کو اپنا دشمن جانے۔

دوستی کا دسواں حق یہ ہے کہ بیچ میں سے تکلف اُٹھا دے اور دوست کے ساتھ بالکل ویسا ہی رہے جیسا اکیلا رہتا ہے۔ دوست دوست سے تکلف کرنے لگے تو یہ دوستی ناقص ہو گی۔ حضرۃ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ وہ دوست سب قسم کے دوستوں سے بدتر ہے جس سے تم کو معذرت اور تکلف کرنے کی ضرورۃ پڑے۔

دوستی کا گیارھواں حق یہ ہے کہ اپنے تئیں سب دوستوں سے کمتر سمجھے اور اُن سے کسی بات کی امید و آرزو نہ رکھے۔ حضرۃ جنید قدس سرہ کے سامنے کسی شخص نے کہا کہ اِس زمانے میں دوست کمیاب ہیں حضرۃ جنیدؒ نے جواب دیا کہ اگر تُو ایسا شخص چاہتا ہے جو تیری خدمت گزاری اور غمخواری کرے تو البتہ کمیاب ہے اور اگر ایسا شخص چاہتا ہے کہ تُو اُس کی خدمت گزاری اور غمخواری کرے تو بہتیرے ہیں۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ جو شخص اپنے تئیں دوستوں سے بہتر جانے گا خود گنہگار ہو گا۔ اور اگر اپنے تئیں اُن کے برابر سمجھے گا تو خود بھی غمگین ہو گا اور وہ بھی رنجیدہ رہیں گے۔ اور اگر اپنے تئیں اُن سے کمتر جانے گا تو دونوں راحت و آرام میں رہیں گے۔

یہ سارا بیان ہم نے امام غزالی رحمہ اللہ کی کتاب کیمیائے سعادۃ سے اخذ کیا ہے۔ ہمارے اپنے خیالات دوستی و محبت کے بارے میں یہ ہیں کہ غور سے دیکھا جاتا ہے تو دنیا میں کوئی چیز محبت سے خالی نہیں

یہاں تک کہ جمادات جن میں نہ جان ہے نہ عقل ہے نہ ارادہ ہے نہ احساس ہی کچھ بھی نہیں۔ ایک پتھر کا ٹکڑا جو اتفاق سے کسی جگہ پڑا ہے از خود اپنی جگہ سے نہیں ہلتا ہے اس کے کہ کوئی اُس کو توڑے اپنے اجزا کو منتشر نہیں ہونے دیتا۔ بزور اوپر کو پھینکو تو او پر سو بیر زمین پر گرتا ہے۔ اسی قاعدے کے مطابق پانی نشیب کی طرف کو بہتا۔ چاند۔ سورج۔ ستارے۔ تمام اجرام فلکی ایک معمول سے پڑے گھوم رہے ہیں یہ سب محبت ہی کے آثار ہیں۔ جانداروں میں محبت کا ظہور اس طرح پر ہوتا ہے کہ ہر ایک جاندار اپنی جان کی حفاظت پر مجبور ہے۔ اصل میں یہ ہے محبت کا بیج اور اسی پر متفرع ہوتی ہیں تمام محبتیں جو ہم اپنی ذات کے علاوہ دوسرے اشخاص اور دوسری چیزوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ اگر اپنے تئیں عزیز رکھنا خود غرضی ہے تو دنیا کی کسی محبت کو بے غرض نہیں کہا جا سکتا۔ کوئی سی بھی محبت ہو اور کسی کے ساتھ بھی ہو وہ تحلیل کرنے سے خود غرضی پر جا کر منتہی ہوتی ہے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ بعض صورتوں میں خود غرضی کا پتہ ذرا سوچنے سے ملتا ہے مگر ملتا ضرور ہے۔ مثلاً ماں باپ کی محبت صغیر سن اولاد کے ساتھ۔ چونکہ اس طرح کی محبت اولاد کی پرورش اور پرداخت کے پیرائے میں جانوروں میں بھی دیکھی جاتی ہے۔ جانوروں پر قیاس کر کے بنی آدم کی محبت کو بھی بے غرضانہ تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ شاید کوئی کوئی ماں باپ کسی کسی وقت یہ بھی خیال کرتے ہوں کہ پیری میں اولاد اُن کے کام آئے گی۔ اُن کی خدمت اور مدد کرے گی۔ مگر عموماً ایسا خیال حاضر فی الذہن نہیں ہوتا اور آدمی صرف بتقاضائے فطرۃ اولاد کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ کہنے میں تو یہ بات بے شک آتی ہے کہ بقائے نام کے لیے اولاد کی تمنا کی جاتی ہے مگر مُونہ سے کہنے اور دل سے سمجھنے میں فرق ہے۔ غرض اولاد کے ساتھ آدمی کی محبت کو بھی ہم بے غرضانہ محبت ہی سمجھتے ہیں۔ ہاں تقاضائے فطرۃ کے پورا کرنے کو غرض مان لیا جائے تو اولاد کی محبت بھی غرضمندانہ قرار پاتی ہے مگر جانوروں کی محبت کو کیا کہا جائے گا۔ غرض یہ چند سطریں ہم نے اس غرض سے لکھیں کہ دنیا میں کوئی محبت بے غرض کے نہیں ہوتی۔ اور لوگ ہیں کہ غرضمندانہ محبت کو محبت ہی نہیں سمجھتے۔ آدمی دوسرے کو سرد مہری یعنی غرضمندانہ محبت کا الزام دیتا اور اپنے نفس کا احتساب نہیں کرتا کہ اگر دوسرے کی آنکھ میں ناخنہ ہے تو اس کی آنکھ میں ٹینٹ۔ دنیا میں محبت کی بڑی ضرورۃ ہے۔ دنیا کا انتظام ہی محبت پر مبنی ہے چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے محبت کو بڑھایا جائے مگر عام غلط فہمی جو محبت کے مفہوم میں ہے محبت میں ترقی نہیں ہونے دیتی۔ یہ مثل ہر ایک کے زبان زد ہے کہ خدا ملے تو بے آشنا نہیں ملتا۔ شاید کتاب دہ سالہ عالمگیری میں یہ حکایۃ نظر سے گزری ہے کہ عالمگیر ایک دن نماز صبح کے بعد تسبیح خانے میں بیٹھا ہوا بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ خدا کے آگے گڑگڑا رہا تھا خواجہ الماس علی یہ کھڑا ہوا عالمگیر کی اس حرکۃ کو دیکھ رہا تھا۔ عالمگیر دعا سے فارغ ہوا تو الماس کسی قدر گستاخ تو تھا ہی بے اختیار کہہ اٹھا کہ سلطنۃ تو باپ بھائیوں کی زندگی میں مل گئی اب ایسی کون سی حاجۃ باقی ہے۔ عالمگیر نے جواب دیا۔ خیر خواہ نہیں ملتا۔ یعنی دوست۔ میں نے بھی ایک سال شاہجہان پور کے

لیکچر میں یہی خیال ظاہر کیا تھا اور کہا تھا **قطعہ**

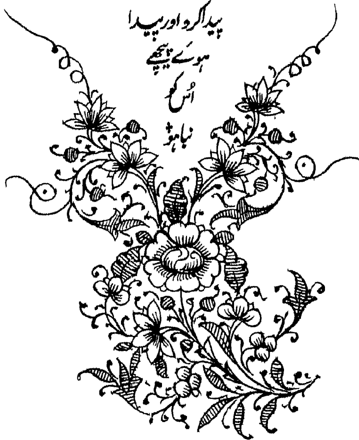
کتنی چیزیں ہیں کہ دنیا میں نہیں اُن کا وجود — جیسے عنقا و ہما و کیمیا کہنے کو ہیں
آدمی کی خصلتوں میں بھی علیٰ ہذا القیاس — اتحاد و اُلفت و مہر و وفا کہنے کو ہیں

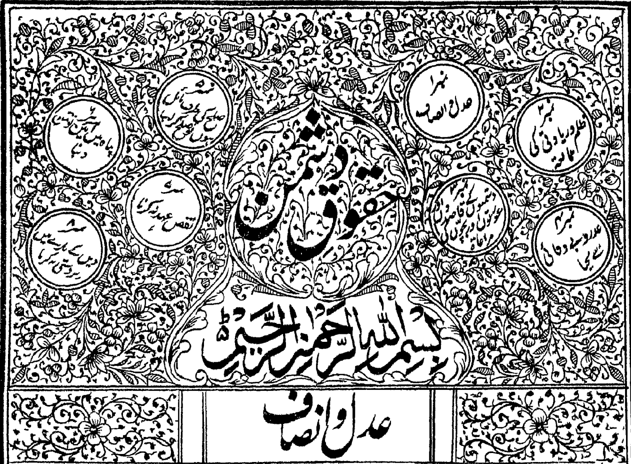
مگر محبت کے متعلق اب میرا خیال بدل سا گیا ہے اور اب میں یوں سمجھتا ہوں کہ محبت کے لیے غرض کا ہونا ضرور ہے دو آدمی غرض کے بدون ایک دوسرے سے تعلق پیدا کر ہی نہیں سکتے نہ کہ محبت۔ عمارۃ میں چونے کے ذریعے سے اینٹیں باہم پیوستگی پیدا کرتی ہیں۔ اغراض کے ذریعے سے آدمی آپس میں محبت۔ دوستی۔ اُنس۔ رغبت میلان طبع۔ شوق۔ مذاق۔ سب محبت کے مظاہر ہیں لیکن محبت ضرور نہیں کہ اپنے ہم جنس ہی کے ساتھ ہو زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ مگر زیادہ تر محبت کا اطلاق اسی رغبت پر کیا جاتا ہے جو ہم جنسوں میں ہو۔ اور ہم جنسوں میں سے بھی خاص کر نر و مادہ اور ذکور و اناث میں۔ فطرۃ نے نسل کے جاری رکھنے کی غرض سے اس رغبت کا تقاضا مرد و عورۃ دونوں میں یکساں خلق کیا ہے۔ آدمی سے افراط و تفریط تو سبھی باتوں میں ہوتی رہتی ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس خاص رغبت کا ضبط کرنا اور حدِ اعتدال سے اُس کو متجاوز نہ ہونے دینا ہر زمانے میں مشکل رہا ہے۔ شکایۃ جو کچھ ہے افراط کی ہے۔ شخصی بربادیوں اور تباہیوں کی کون کہے اس بلائے بے درماں نے سلطنتوں کے تختے اُلٹ دیئے ہیں افراطِ محبت کا نام ہے عشق اور عشق کو طبیبوں نے بالاتفاق نوع من الجنون سے تعبیر کیا ہے۔ بے اعتدالیاں جو اس قسم کی محبت میں لوگوں سے سرزد ہوتی ہیں انواع و اقسام کی ہیں إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ اس رغبت کے عمل میں لانے کا محفوظ اور معتد طریقہ تو وہی ایک ہے کہ مقصودِ اصلی ابقائے نسل ہو جو اس رغبت کی غرض و غایۃ ہے۔ مگر لوگوں نے ایک خاص وضع کی جسمانی ساخت ایک خاص طرح کے خط و خال کو حسن قرار دے کر اُس پر قابض ہونے کو مقصودِ اصلی ٹھہرا رکھا ہے۔ حالانکہ جو واقعی مقصودِ اصلی ہے۔ اُس میں حسن ادعائی کو کچھ بھی تو دخل نہیں۔ سچ کہا ہے حبك الشيء يعمي ويصم لوگ اندھے بہرے ہو کر بے سوچے سمجھے قعرِ نکبت میں گرتے ہیں۔ خیال کرنے کی بات ہی کہ یہ رغبت چونکہ فطری اور خلقی ہے کوئی آدم زاد اس سے بچا نہیں۔ بااینہمہ ہر ملک کے دستور سے معیارِ حسن مختلف۔ ہم میں کا کوئی سانولا آدمی بھی حبش میں جا نکلے تو وہاں کے لوگ کوڑھی اور برص سمجھ کر پاس نہ آنے دیں۔ ہمارے یہاں کالی پُتلی داخلِ حسن ہے۔ انگریز گربہ چشم کو پسند کرتے ہیں۔ ہم زلف سیاہ کی قدر کرتے ہیں۔ انگریز بھورے بالوں کی۔ چینیوں نے بانسے کو دبا دبا کر آخر ناک کو بٹھا چھوڑا۔ چینی عورتوں کی تصویریں دیکھی ہیں سارا جسم سڈول بلند

ف۱ لوگوں (کی) بناوٹ اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ ان (کو) (دنیا کی) مرغوب چیزوں یعنی (مثلاً) بیبیوں اور بیٹوں اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیروں اور عمدہ عمدہ گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتی کے ساتھ دل بستگی بھلی معلوم ہوتی ہے (حالانکہ) یہ (تو) دنیا کی زندگی کے (چند روزہ) فائدے ہیں اور (ہمیشہ کا) اچھا ٹھکانا تو اُسی اللہ کے ہاں ہے ۱۲

کشیدہ قامت۔ متناسب الاعضاء پاؤں بے جوڑ گڑیوں کے سے۔ دوسرے بڑی بات یہ ہے کہ کسی کسی عضو کی ساخت کو اچھا سمجھنے کے معنی کیا۔ اگر وہ عضو صاحبِ عضو کو اچھی طرح کام دیتا ہے تو وہ اچھا ہے۔ اور اچھا بھی ہے تو صاحبِ عضو کے لیے نہ ماؤشما کسی اَور کے لیے ۔۔

یہ ہی بنیادِ حُسن کی جس کے پیچھے ہزاروں لاکھوں بندگانِ خدا دنیا اور دین کھوتے چلے آئے ہیں اور ابھی تک کھو رہے ہیں اور غالبًا تا بقائے دنیا کھویا کریں گے۔ آدمی کی دانشمندی کو دیکھنا ہے کہ کیسی بے اصل باتوں کا شیفتہ و گرویدہ ہوجاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ مضمون زیادہ تر اخلاق سے متعلق تھا مگر اخلاق اور حقوق و فرائض میں کچھ یوں ہی سا فرق ہے۔ اخلاق کی ابھی نوبت نہیں آئی۔ مارے جلدی کے محبت کے متعلق چند ضروری باتیں تو ہم نے یہاں لکھدی ہیں باقی جو کچھ لکھنا ہے اخلاق میں لکھیں گے۔ رغبت کے بارے میں ہم اتنا اَور کہنا چاہتے ہیں کہ آدمی کو چاہیئے کہ ردی مذاق طبیعت میں نہ پیدا ہونے دے جیسا کہ اِن وقتوں میں پتنگ اور مرغ اور مینڈھے اور بٹیریں اور بلبلیں اور انڈے لڑانے اور گیڑیاں اور گولیاں کھیلنے کا عام رواج ہوگیا ہے کوئی سا بھی مشغلہ ہو وضعداری اور بھلمنساہت کا پہلو لیے ہوئے ہو وقت کو بے فائدہ ضائع نہ کیا جائے محبت خود غرضی ہی پر کیوں نہ مبنی ہو مگر یہ خصلت ہے سود مند اور سود مند ہونے کے علاوہ اس میں سمائی بہت ہے قرابت قریبہ سے لے کر کنبے قبیلے قوم مذہب وطن ملک حیوانات نباتات سب پر احاطہ کر سکتی ہے۔ قرآن اور احادیث سے جو کچھ اِس بارے میں لیا گیا اُس کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ محبت پیدا کرو اور پیدا ہوئے پیچھے اُس کو نباہو





عدل و انصاف

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓي اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (المائدہ ع ۲ پارہ ۶)

مسلمانو! خدا واسطے انصاف کے ساتھ گواہی دینے کو آمادہ رہو اور لوگوں کی عداوت تم کو اس جرم (کے ارتکاب) کی باعث نہ ہو کہ (معاملات میں) انصاف نہ کرو (نہیں ہر حال میں) انصاف کرو کہ (شیوۂ) انصاف پرہیزگاری سے قریب تر ہے اور اللہ (کی نافرمانی) سے ڈرتے رہو کیونکہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ۭ فَاِنْ جَاۗءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَـيْـــًٔـا ۭ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○

(المائدہ ع ۶ پارہ ۶)

(یہ یہودی) جھوٹی جھوٹی باتوں کی کنسوئیاں لیتے پھرتے ہیں (اور) مالِ حرام ڈکوسے چلے جاتے ہیں تو (اے پیغمبر) اگر یہ لوگ (اپنے معاملات فیصلہ کرانے کو) تمہارے پاس آئیں تو تم (کو اختیار ہے کہ) ان میں فیصلہ کر دو یا (ان کے معاملات میں دخل دینے) سے کنارہ کش رہو اور اگر تم (ان کے معاملات میں دخل دینے) سے کنارہ کشی کرو گے تو (یہ) تم کو کسی طرح کا بھی نقصان نہیں پہونچا سکیں گے اور اگر فیصلہ کرو تو ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں کو

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ۚ وَلَا تَكُن لِّلْخَائِنِينَ خَصِيمًا ۝ وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝ النساء ع ۱۶ پارہ ۵

(اے پیغمبر) ہم نے (جو) کتاب برحق تم پر نازل کی ہے (تو) اس لیے کہ جیسا تم کو خدا نے بتا دیا ہو اُس کے مطابق لوگوں کے باہمی جھگڑے چکا دیا کرو اور دغابازوں کے طرفدار نہ بنو اور اللہ سے (بھول چوک کی) معافی چاہو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۱

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۚ وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ۚ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا ۘ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ المائدہ ع ۱ پارہ ۶

مسلمانو! خدا کے (ٹھیرائے ہوئے دینی) آداب و ارکان کی بے توقیری نہ کرو اور نہ (کسی) حرمت والے مہینے کی ف۴ اور نہ (حج کی) قربانی کی اور نہ اُن (جانوروں) کی جن (کو خدا کی نیاز کے لیے خاص کر کے شناخت کے طور پر اُن) کے (گلوں میں) پٹے باندھ دیے ہوں اور نہ اُن (لوگوں) کی جو عزة والے گھر (یعنی خانۂ کعبہ کی زیارت) کو جا رہے ہوں (اور ضمنًا اپنے پروردگار کی برکة (یعنی منفعتِ تجارة کے) اور (اصالتًا اُس کی) رضا مندی کے طلبگار ہوں اور جب احرام سے باہر جاؤ تو اجازة ہے کہ چاہو تو بدستور شکار کرو اور (مسلمانو!) بعض لوگوں نے جو تم کو حرمت (و عزة) والی مسجد (یعنی خانۂ کعبہ میں جانے) سے روکا تھا ف۳ یہ عداوة تم کو اُن پر کسی طرح کی زیادتی کرنے کی باعث نہ ہو اور نیکی اور پرہیزگاری (کے کاموں) میں ایک دوسرے کے مددگار ہو جایا کرو اور گناہ اور زیادتی (کے کاموں) میں ایک دوسرے کے مددگار (نہ ہو)

ف۱ اِس آیة کی شانِ نزول ایک قصہ ہو کہ پیغمبر صاحب کے وقت میں ایک انصاری کی زرہ آٹے میں رکھی ہوئی چوری گئی اور آٹے کا کھوج پہلے ایک مسلمان طعمہ بن اُبیرق کے اور پھر ایک یہودی کے گھر تک لگا اور زرہ یہودی کے گھر سے برآمد ہوئی یہودی نے کہا طعمہ رکھوا گیا ہے طعمہ نے کیا انکار۔ طعمہ کی قوم کے لوگ اس کی صفائی کرنے کو تیار ہوئے پیغمبر صاحب کو وحی کے ذریعے سے یہودی کی براءت اور طعمہ کی خطا ظاہر ہو گئی اور وہ وحی یہ اور اس کے بعد کی چند آیتیں ہیں اس درجے دوست دشمن میں انصاف اس درجے حق کی طرف داری پیغمبر کے سوا کس سے ہو سکے ۱۲ ف۲ اس میں اشارہ ہے سفرِ حدیبیہ کی طرف کہ مشرکین مکہ نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو خانۂ کعبہ میں جانے سے روکا تھا۔ سفرِ حدیبیہ کا مفصل قصہ ہم اسی حصۂ دوم کے صفحہ ۸ و ۹ میں لکھ آئے ہیں اس جگہ اُسے پڑھو گے تو اس آیة کے سمجھنے میں زیادہ بصیرة حاصل ہو گی ۱۲ ف۳ شروع سورة سے کر یہاں تک جتنے احکام ہیں سب کا حاصل یہ ہے کہ حاجیوں کو آمد و شد کعبہ میں کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچے بے کھٹکے جائیں اور چلے آئیں لیکن سخت افسوس کی بات ہے کہ عرب کے بدو اِن احکام کا پاس نہیں کرتے اور ہمیشہ قافلے لوٹتے رہتے ہیں اور حاجیوں کو جو شکار کی ممانعة کی گئی ہے تو اس کی مصلحة یہی معلوم ہوتی ہے کہ ملک میں سرسبزی اور آبادی ہو اور ملک عرب کو اس کی سخت ضرورة تھی اور ہو اور یہ بھی حج تو ایک اعلیٰ درجے کی عبادة ہے عین عبادة کی حالت میں جانور کو مارنا منافیِ عبادة ہے ۱۲

ف۴ یعنی ذی قعدہ ذی الحجہ محرم رجب [illegible] ۱۲

ظلم و زیادتی کی ممانعت

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○ (بقرہ ع ۲۴۔ پارہ ۲)	اور (مسلمانو!) جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی اللہ کے رستے (یعنی دین کی حمایت) میں اُن سے لڑو اور زیادتی نہ کرنا اللہ (کسی طرح) زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔
وَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقَاتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ○ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ○ (بقرہ ع ۲۴ پارہ ۲)	اور (مسلمانو!) جب تک کافر ادب (اور حرمت) والی مسجد (یعنی خانۂ کعبہ) کے پاس تم سے نہ لڑیں تم بھی اُس جگہ اُن سے نہ لڑو لیکن اگر وہ لوگ تم سے لڑیں تو تم بھی اُن کو (بے تامّل) قتل کرو۔ ایسے کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر باز آئیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور وہاں تک اُن سے لڑو کہ (ملک میں) فساد (باقی) نہ رہے اور (ایک) خدا کا حکم چلے پھر اگر (فساد سے) باز آجائیں تو (اُن پر کسی طرح کی زیادتی نہیں کرنی چاہیئے (کیونکہ زیادتی تو) ظالموں کے سوا کسی پر (جائز ہی) نہیں ف ا
اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ	ادب (وحرمت) والے مہینوں کا معاوضہ ادب (وحرمت) والے مہینے اور (مہینوں کی خصوصیت نہیں بلکہ) ادب کی (تمام) چیزیں اُنوٹے کا بدلہ ف ۲ تو جو تم پر کسی قسم کی زیادتی کرے تو (مسلمانو!) جیسی زیادتی اُس نے تم پر کی

ف ا شاہ عبد القادر صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "لڑائی کا فروں سے اسی واسطے ہو کہ ظلم موقوف ہو اور دین سے گمراہ نہ کرسکیں اور حکم اللہ کا جاری رہے۔ اگر تابع ہو کر رہیں تو لڑائی کی حاجت نہیں اور ایمان تو دل پر موقوف ہے زور سے مسلمان کرنا کیا حاصل" فقط یہاں سے مسلمانوں کے جہاد کی اصلیت معلوم ہوتی ہے کہ کیسی دینی مجبوری کی حالت میں جہاد کی اجازت ہے اور لڑائی کی صورت میں بھی زیادتی کی مناہی۔ ان احکام کے ہوتے جہاد پر کسی طرح کا اعتراض ہو ہی نہیں سکتا ۱۲

ف ۲ عرب کے لوگ ذیقعد۔ ذی الحجہ۔ محرم۔ رجب۔ ان چار مہینوں کا بڑا ادب رکھتے تھے کہ سارے ملک میں لوٹ مار لڑائی سب بند ہو جاتی اور مسلمان بھی اُسی دستور پر چلتے تھے تو کافر ان ہی مہینوں میں مسلمانوں پر چڑھ چڑھ کر آتے اور مسلمان مہینے کے ادب کے لحاظ سے لڑائی کا پہلو بچاتے۔ اللہ نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ ادب کے ساتھ ادب ہے وہ کسی وقت یا مقام کا ادب نہ کریں تو تم کو بھی ایسا ادب کرنا ضرور نہیں کہ اُن کو جواب ترکی بہ ترکی دینے میں مضایقہ کرنے ۱۲

فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ (بقرہ ع ۲۴ پارہ ۲)

ویسی ہی زیادتی تم بھی اُس پر کرو اور (زیادتی کرنے میں) اللہ سے ڈرتے رہو اور جانتے رہو کہ اللہ اُن ہی کا ساتھی ہے جو (اُس سے) ڈرتے ہیں ۱۲

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۭ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (شوریٰ ع ۴ پارہ ۲۵)

اور (خدا کے ہاں اجر اُن لوگوں کے لیے ہے) جو ایسے (غیرتمند) ہیں کہ جب اُن پر (کسی طرف سے) بے جا زیادتی ہوتی ہے تو وہ (واجبی) بدلہ لے لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی (اس پر بھی) جو معاف کرے اور صلح کرلے تو اُس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے بے شک وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جس کسی پر ظلم ہوا ہو اور وہ اُس کے بعد بدلہ لے تو یہ لوگ معذور ہیں ان پر کوئی الزام نہیں ف۱ الزام (تو) اُن ہی پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے اور ناحق (ناروا) ملک میں (لوگوں پر) زیادتی کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کو عذاب دردناک ہونا ہے ۱۲

دشمنوں کے قاصدوں اور عورتوں اور بچوں کی مراعاۃ

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَآءَ ابْنُ النَّوَّاحَةِ وَابْنُ اُثَالٍ رَسُوْلَا مُسَيْلِمَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمَا اَتَشْهَدَانِ

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ مسیلمہ ف۲ کے دو بھیجے ہوئے قاصد ایک ابن النواحہ اور ایک ابن اُثال جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے پیغمبر صاحب نے اُن سے فرمایا کیا تم گواہی دیتے ہو

ف۱ سبیل کے معنی تو رستے کے ہیں جس کا مرادف ہی ہمارے ہاں صورت طریق اور اس کا مضاف الیہ محذوف مثلاً الزام کی کوئی صورت مواخذے کی کوئی صورت باز پرس کی کوئی صورت اور اصل میں مراد ہو مضاف الیہ اس لیے ہم نے الزام کو مراد سمجھ کر مضاف الیہ کا قائم مقام کر لیا ۱۲

ف۲ مسیلمہ یمامہ کا باشندہ تھا جس نے جناب پیغمبر صاحب کے عہد مبارک میں نبوت کا دعوے کیا تھا آخرکار حضرت صدیق اکبر کے زمانہ خلافت میں مارا گیا حضرت خالد جو اِن دنوں لشکر اسلام کے سپہ سالار تھے بنی اسد و غطفان کی جنگ سے فارغ ہوئے تو اپنے سارے لشکر کو ساتھ لے یمامہ پر چڑھ دوڑے چند روز تک دونوں لشکر کھلے میدان میں لڑتے رہے مگر پھر مسیلمہ قلعہ بند ہو گیا خالد ایک عرصے تک قلعے کا محاصرہ کیے رہے آخرکار وحشی نے جو حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل تھا مسیلمہ کو قتل کر ڈالا مسیلمہ جس وقت قتل ہوا اُس کی عمر پورے ڈیڑھ سو برس کی تھی، اُس کی ولادت پیغمبر صاحب کے والد عبداللہ کی ولادت سے بھی پہلے ہوئی تھی ۱۲ از تاریخ خلفا من المترجم

أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَا نَشْهَدُ أَنَّ مُسَيْلِمَةَ رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ لَوْ كُنْتُ قَاتِلًا رَسُولًا لَقَتَلْتُكُمَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَمَضَتِ السُّنَّةُ أَنَّ الرَّسُولَ لَا يُقْتَلُ ۔ (احمد)

کہ میں خدا کا رسول ہوں انھوں نے کہا ہم تو اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ خدا کا رسول ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خدا اور اُس کے سب پیغمبروں پر ایمان لایا۔ اگر میں قاصد اور ایلچی کو مار ڈالنے والا ہوتا تو تم دونوں کو ابھی قتل کر دیتا۔ عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں تو اب یہ طریقہ ثابت و مستمر ہو کہ ایلچی کو قتل نہ کیا جائے (اگرچہ درشتی اور سختی ہی سے بات کیوں نہ کرے اور مستحق قتل ہی کیوں نہ ہو)۔

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَّرَ أَمِيرًا عَلَى جَيْشٍ أَوْ سَرِيَّةٍ أَوْصَاهُ فِي خَاصَّتِهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا ثُمَّ قَالَ اغْزُوا بِسْمِ اللّٰهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ اغْزُوا فَلَا تَغُلُّوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تُمَثِّلُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا وَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ أَوْ خِلَالٍ فَأَيَّتُهُنَّ مَا أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ

سلیمان اپنے والد بریدہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ جب کسی کو لشکر یا دستہ فوج کا سردار بناتے تو خاص اُسے خدا سے ڈرنے کی نصیحت کرتے اور جو مسلمان اُس کے ساتھ ہوتے اُن کے بارے میں اُسے نیکی اور بھلائی کرنے کا تاکیدی حکم فرماتے پھر سب کو مخاطب کر کے فرماتے (جاؤ) خدا کی راہ میں جہاد کرو جو خدا کا منکر ہو اُس سے لڑو (جاؤ) جہاد کرو (مگر دیکھو غنیمت کے مال میں خیانت نہ کرنا عہد شکنی نہ کرنا کسی کو مُثلہ نہ کرنا بچوں کو قتل نہ کرنا (اس کے بعد پیغمبر صاحب سردار کو مخاطب کر کے فرماتے) اور جب تیری دشمن سے مڈ بھیڑ ہو اور وہ ہوں مشرک تو انھیں تین باتوں کا پیام دے۔ پس اگر وہ اُن میں سے کوئی سی بات بھی تسلیم کر لیں تو تُو اُن سے قبول کرے اور اُنھیں تکلیف پونہچانے سے باز رہ پھر (پیغمبر صاحب اُن تین باتوں کی توضیح فرماتے کہ) پہلے اُن کو اسلام کی دعوۃ دے اگر وہ تیری اس دعوۃ کو قبول کر لیں اور مسلمان ہو جائیں تو تُو اُن کے اسلام کو قبول کرے اور اُنھیں ایذا دینے سے باز رہ پھر اُنھیں اس طرف بُلا کر اپنے گھروں کو چھوڑ کر

١ یہ ثم کا محل نہیں ہے کیونکہ جن تین خصلتوں کا اوپر مجملاً مذکور ہوا یہاں سے اُنھیں کی تفصیل شروع ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ مسلم کے علاوہ اور ائمہ حدیث نے ثم کا لفظ روایۃ نہیں کیا معلوم نہیں کہ مسلم کی روایۃ میں ثم کا لفظ کیوں کر داخل ہو گیا ۱۲ من المترجم

٢ ناک کان ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالنے کو مُثلہ کہتے ہیں اور اس سے مردے کی تذلیل مقصود ہوتی ہے ۱۲ من المترجم

دَارِهِمْ اِلٰى دَارِ الْمُهَاجِرِيْنَ فَلَهُمْ مَا
لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِيْنَ
فَاِنْ اَبَوْا اَنْ يَّتَحَوَّلُوْا مِنْهَا فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّهُمْ
يَكُوْنُوْنَ كَاَعْرَابِ الْمُسْلِمِيْنَ يَجْرِيْ عَلَيْهِمْ
حُكْمُ اللّٰهِ الَّذِيْ يَجْرِيْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ
لَا يَكُوْنُ لَهُمْ فِي الْغَنِيْمَةِ وَالْفَيْءِ شَيْءٌ
اِلَّا اَنْ يُّجَاهِدُوْا مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ فَاِنْ هُمْ
اَبَوْا فَسَلْهُمُ الْجِزْيَةَ فَاِنْ هُمْ اَجَابُوْكَ
فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ فَاِنْ هُمْ اَبَوْا
فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَقَاتِلْهُمْ وَاِذَا حَاصَرْتَ
اَهْلَ حِصْنٍ فَاَرَادُوْكَ اَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ
اللّٰهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهٖ فَلَا تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ
وَلَا ذِمَّةَ نَبِيِّهٖ وَلٰكِنِ اجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ
وَذِمَّةَ اَصْحَابِكَ فَاِنَّكُمْ اِنْ تُخْفِرُوْا ذِمَمَكُمْ
وَذِمَمَ اَصْحَابِكُمْ اَهْوَنُ مِنْ اَنْ تُخْفِرُوْا ذِمَّةَ
اللّٰهِ وَذِمَّةَ رَسُوْلِهٖ وَاِنْ حَاصَرْتَ اَهْلَ

مہاجروں کے شہر میں سکونت اختیار کرو اگر وہ
ایسا کریں تو جو اجر و ثواب اور استحقاق مال فئے
مہاجروں کے لیے ہے وہی ان کے لیے اور جو ان پر (یعنی
جہاد کے واسطے تیار ہو کر نکلنا) وہی ان پر ہے اور اگر وہ
ہجرۃ سے انکار کریں تو ان کو جتا بتا دے کہ ان کا حکم
اعراب مسلمانوں جیسا ہے (جو جنگل میں رہتے ہیں) اس
وقت ان پر خدا کا وہی حکم جاری ہوگا جو سب ایمان والوں
پر جاری ہوتا ہے مگر جس طرح مہاجروں کو مال غنیمۃ
اور فئے میں سے حصہ ملتا ہے ان کو کچھ نہ ملے گا۔
البتہ اگر مسلمانوں کے ساتھ ہو کر جہاد کریں گے تو غنیمۃ
و فئے کے مستحق ہوں گے[1] اور اگر وہ سرے سے
انکار ہی کر دیں اور اسلام نہ لائیں تو ان سے جزیہ
مانگ۔ اگر وہ جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں تو ان سے
قبول کرے اور ان پر زیادتی کرنے سے باز رہ (یہ
دوسری بات ہوئی) اور جزیہ دینے سے انکار
کریں تو خدا سے مدد مانگ اور ان سے جہاد کر اور
جب تو اہل قلعہ کا محاصرہ کرے اور وہ تجھ سے یہ
چاہیں کہ تو ان کے لیے خدا اور خدا کے پیغمبر کی
ذمہ داری مقرر کر تو تو ان کے لیے نہ خدا کی
ذمہ داری مقرر کر نہ خدا کے پیغمبر کی۔ ہاں انھیں اپنی
اور اپنے ساتھیوں کی ذمہ داری پر راضی کر دے کیونکہ
اگر اچیانا تم اپنی اور اپنے ساتھیوں کی ذمہ داری کو توڑ
دو گے تو وہ خدا کی اور خدا کے رسول کی ذمہ داری کے

ف۱ معاملے کی صورت یہ ہے کہ دشمن قلعے میں بند ہو کر بیٹھے ہیں اور مسلمان ان کا محاصرہ کیے پڑے ہیں صلح کی گفتگو درپیش ہے اور تکمیل صلح بدون اس کے ہو نہیں سکتی کہ مسلمان محاصرہ اٹھا لیں اور دشمن جو قلعے میں بند تھے باہر نکل کر بات چیت کریں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تا تکمیل صلح لڑائی موقوف۔ مسلمانوں کا میر لشکر قلعے والوں کو امن کا قول دے تو وہ باہر آئیں۔ پس مختتم صلح میر لشکر کی اختیاری بات نہیں۔ بلکہ شرائط صلح کا منظور کرنا یا نہ کرنا میر لشکر کے افسر کا کام ہے۔ (بقیہ صفحہ ۳۵۳)

[1] یہاں تک پہلی بات ختم اور آگے دوسری بات شروع ہوئی ۱۲ [2] مطلب یہ ہو کہ بلا منظوری و اجازۃ خدا کی طرف سے عہد و پیمان نہ کرو ۱۲

حِصْنٍ فَأَرَادُوكَ أَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلَى حُكْمِ اللّٰهِ فَلَا تُنْزِلْهُمْ عَلَى حُكْمِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ أَنْزِلْهُمْ عَلَى حُكْمِكَ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِيْ أَتُصِيْبُ حُكْمَ اللّٰهِ فِيْهِمْ أَمْ لَا ۔ (مسلم)

قلعہ کا محاصرہ کرے اور وہ تجھ سے یہ بات چاہیں کہ تو اُنھیں حکم خدا پر قلعے سے نیچے اُتارے تو تو خدا کے حکم پر اُنھیں قلعے سے نہ اُتار کیونکہ تو نہیں جانتا کہ اُن کے قلعے سے نیچے اُتر آنے کے متعلق جو حکم تو نے کیا ہے وہ خدا کے نزدیک ٹھیک اور حکم الٰہی کے مطابق ہے یا نہیں ممکن ہے کہ تو نے خطا کی ہو ۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ ۔ (صحیحین)

حضرۃ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے ف۱

عَنْ رِيَاحِ بْنِ الرَّبِيْعِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ فَرَأَى النَّاسَ مُجْتَمِعِيْنَ عَلٰى شَيْءٍ فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ انْظُرْ عَلٰى مَا اجْتَمَعَ هٰؤُلَاءِ فَجَاءَ فَقَالَ عَلَى امْرَأَةٍ قَتِيْلٍ فَقَالَ مَا كَانَتْ هٰذِهٖ لِتُقَاتِلَ وَعَلَى الْمُقَدِّمَةِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ قُلْ لِخَالِدٍ لَا تَقْتُلِ امْرَأَةً وَلَا عَسِيْفًا ۔ (ابوداؤد)

رباح بن ربیع کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم بہت سے آدمی کسی جہاد میں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پیغمبر صاحب نے ایک مقام پر لوگوں کو جمع دیکھ کر اُدھر ایک شخص کو روانہ کیا اور فرمایا دیکھ تو لوگ کس چیز پر ہجوم کیے ہوئے ہیں وہ شخص گیا اور آکر عرض کرنے لگا یہ لوگ ایک مقتول عورۃ کی لاش پر جمع ہیں فرمایا عورۃ تو جنگ کرنے اور لڑنے کے قابل نہ تھی اور مقدمہ لشکر پر خالد بن الولید تھے تو پیغمبر صاحب نے ایک شخص کو اُن کی طرف بھیجا اور فرمایا خالد سے کہدو کہ نہ تو عورۃ ہی کو قتل کیجیو اور

ف۱ اندھا اور لنگڑا اور اپاہج اور بڈھا پھوس بھی عورتوں اور بچوں میں شامل ہیں کذا فی الہدایہ ۔ مطلب یہ ہے کہ ضعفاء کے حال سے تعرض نہ کیا جائے ۱۲ منہ المترجم

(بقیہ صفحہ ۳۵۲) لیکن دوران گفتگو ئے صلح میں اہل قلعہ کو امن ملنا چاہیے اس امن کے بارے میں حکم ہے کہ میر لشکر خدا رسول کو اس کا ذمہ دار نہ ٹھیرائے ۔ یا ایک صورۃ یہ ہے کہ میر لشکر نے اہل قلعہ کو اس شرط پر امن دیا کہ تمہارا معاملہ خدا رسول کے حکم کے مطابق طے کر دیا جائے گا اور اہل قلعہ اس پر راضی ہو کر باہر نکل آئے تو ایسی صورتوں میں انجام کار معلوم نہیں کہ شرائط صلح منظور ہوں یا نہ ہوں تو نامنظوری کی صورۃ میں دشمنوں کو مغالطہ ہوگا کہ وہ امید منظوری صلح سامان لڑائی میں غفلت کرنے لگیں گے اور لڑائی ہوگی تو دشمن خواہی نخواہی مغلوب ہو جائیں گے ۱۲ منہ المترجم

غدر و بے وفائی سے بچنا

اَلَّذِیْنَ عٰھَدْتَّ مِنْھُمْ ثُمَّ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَھُمْ فِیْ کُلِّ مَرَّۃٍ وَّ ھُمْ لَا یَتَّقُوْنَ ۝ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّھُمْ فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِھِمْ مَّنْ خَلْفَھُمْ لَعَلَّھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ ۝ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَۃً فَانْۢبِذْ اِلَیْھِمْ عَلٰی سَوَآءٍ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ ۝ (الانفال ع ۷ پارہ ۱۰)

(اے پیغمبر، یہ کافر) وہ (ہیں) جن سے تم نے صلح کا عہد (و پیمان) کیا پھر اپنے عہد (و پیمان) کو ہر بار توڑتے اور وہ (وبال بدعہدی سے بھی) نہیں ڈرتے تو اگر تم ان کو لڑائی میں (موجود) پاؤ تو ان پر ایسا زور ڈالو کہ جو لوگ ان کی پشتی پر ہیں ان کو بھاگتے دیکھ کر ان کو بھی بھاگنا پڑے شاید یہ لوگ (شکست سے ڈر کر عبرت پکڑیں اور اگر تم کو کسی قوم کی طرف سے دغا کا اندیشہ ہو تو مساوات کو ملحوظ رکھ کر (ان کے عہد کو الٹا) ان ہی کی طرف پھینک مارو بے شک اللہ دغا بازوں کو پسند نہیں کرتا۔

عَنْ سُلَیْمِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ کَانَ بَیْنَ مُعَاوِیَۃَ وَبَیْنَ الرُّوْمِ عَھْدٌ وَّکَانَ یَسِیْرُ نَحْوَ بِلَادِھِمْ حَتّٰی اِذَا انْقَضٰی الْعَھْدُ اَغَارَ عَلَیْھِمْ فَجَآءَ رَجُلٌ عَلٰی فَرَسٍ اَوْ بِرْذَوْنٍ وَّھُوَ یَقُوْلُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَفَآءٌ لَا غَدْرٌ فَنَظَرُوْا فَاِذَا ھُوَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَۃَ فَسَاَلَہٗ مُعَاوِیَۃُ عَنْ ذٰلِکَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ کَانَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ قَوْمٍ عَھْدٌ فَلَا یَحُلَّنَّ عَھْدًا

سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ معاویہؓ اور اہل روم کی آپس میں صلح ہو گئی تھی (کہ فلاں وقت تک جنگ نہ کریں گے) اور معاویہ تھے کہ آہستہ آہستہ رومیوں کے شہروں کی طرف اس غرض سے بڑھ رہے تھے کہ عہد کا زمانہ منقضی ہو جائے تو دفعۃً ان پر چھاپہ ماریں اور تاراج کر ڈالیں اتنے میں ایک شخص گھوڑے یا خچر پر سوار آیا اور وہ کہتا جاتا تھا اللہ اکبر اللہ اکبر لوگو! عہد کو نباہو بدعہدی نہ کرو۔ لوگوں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ عمرو بن عبسہ صحابی ہیں معاویہ نے ان سے پوچھا کہ (ہمارا دشمنوں کے شہروں کی طرف چلنا داخل غدر کیوں ہے) کہا میں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس شخص میں اور کسی قوم میں عہد ہو تو اسے چاہیئے کہ عہد کو کھولے

لـه مساوات کو ملحوظ رکھنے کے معنی ذیل کی حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آتے ہیں۔

وَلَا يَشُدَّنَّهُ حَتّٰى يَمْضِيَ اَمَدُهٗ اَوْ اَنْ يَنْبُذَ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ فَالَ فَرَجَعَ مُعَاوِيَةُ بِالنَّاسِ ﴿ (ترمذی۔ ابو داؤد)

باندھے نہیں (یعنی کسی طرح کا ردو بدل نہ کرے) جب تک کہ عہد کی پوری مدت نہ گزر لے یا جتا بتا کر ان کے عہد کو اُن کی طرف نہ پھینک دے (راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر معاویہ اپنے لشکر سمیت لوٹ آئے ﴿

صلح کی طرف مائل ہوں تو صلح کرلینا

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِيْ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

(الانفال ع ۸ پارہ ۱۰)

اور (مسلمانو!) سپاہیانہ قوت سے اور گھوڑوں کے باندھے رکھنے سے جہاں تک تم سے ہوسکے کافروں کے مقابلے کے لیے سازو سامان مہیا کیے رہو کہ ایسا کرنے سے اللہ کے دشمنوں پر اور اپنے دشمنوں پر اپنی دھاک بٹھائے رکھو گے اور (نیز) اُن کے سوا دوسروں پر بھی جن کو تم نہیں جانتے (اور) اللہ اُن (کے حال) سے (خوب) واقف ہے اور خدا کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا بھر پا جائے گا اور (کسی طرح بھی) تمھاری حق تلفی نہ ہوگی اور (اے پیغمبر) اگر (کافر) صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی اُس کی طرف جھکو اور اللہ پر بھروسا رکھو کیونکہ وہی (سب کی) سنتا (اور سب کچھ) جانتا ہے اور اگر اُن کا ارادہ تم سے دغا کرنے کا (بھی) ہوگا تاہم (تم کچھ پروا نہ کرو) اللہ تم کو بس کرتا ہے (اے پیغمبر) وہی (قادرِ مطلق) ہے جس نے اپنی امداد سے اور مسلمانوں سے تم کو قوت دی اور مسلمانوں کے دلوں میں باہم اُلفت پیدا کردی اگر تم روئے زمین کے سارے خزانے بھی خرچ کر ڈالتے تو بھی اُن کے دلوں میں الفت نہ پیدا کرسکتے مگر (وہ تو) اللہ (ہی) تھا جس نے اُن لوگوں میں الفت پیدا کردی بے شک وہ زبردست (اور) صاحب تدبیر ہے ﴿

وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ
سَوَاءً فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا
فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوهُمْ وَ
اقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ ۖ وَلَا
تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ إِلَّا
الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ
بَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ
صُدُورُهُمْ أَنْ يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا
قَوْمَهُمْ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ
فَلَقَاتَلُوكُمْ ۚ فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ
يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا
جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ۝ سَتَجِدُونَ
آخَرِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا
قَوْمَهُمْ كُلَّمَا رُدُّوا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكِسُوا
فِيهَا ۚ فَإِنْ لَمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمُ
السَّلَمَ وَيَكُفُّوا أَيْدِيَهُمْ فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ
حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ ۚ وَأُولَٰئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ
عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُبِينًا ۝ (النساء ع ۱۲ پارہ ۵)

(مسلمانو!) ان (منافقوں) کی خواہش یہ ہے کہ
جس طرح خود کافر ہو گئے ہیں اسی طرح تم (بھی
مسلمان ہی) کفر کرنے لگو (اور) پھر اور تم (سب ایک
ہی طرح کے ہو جاؤ تو جب تک (یہ لوگ) خدا کی راہ
میں (یعنی خدا کے لیے) ہجرت نہ کر آئیں ان میں سے
(کسی کو اپنا) دوست نہ بنانا پھر اگر (ہجرت سے) مونہ
موڑیں تو ان کو پکڑو اور جہاں پاؤ ان کو قتل کرو اور
ان میں سے (کسی کو اپنا) دوست اور مددگار نہ
بنانا مگر جو لوگ ایسی قوم سے جا ملے ہوں کہ تم میں اور
اُن میں (صلح کا) عہد و پیمان ہے یا تمہارے ساتھ
لڑنے سے یا اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے تنگ دل ہو کر
تمہارے پاس آئیں (تو ایسے لوگوں سے میل ملاپ رکھنے
کا مضایقہ نہیں) اور اگر خدا چاہتا تو اِن (لوگوں کو
تم پر غلبہ دیتا تو یہ تم سے لڑتے پر لڑتے پس اگر (ایسے
لوگ) تم سے کنارہ کش رہیں اور تم سے نہ لڑیں اور
تمہاری طرف پیغام (صلح) ڈالیں تو ایسے لوگوں پر
(دست درازی کرنے کا) تمہارے لیے اللہ نے کوئی رستہ
نہیں رکھا کچھ اور لوگ تم ایسے بھی پاؤ گے جو تم سے (بھی)
امن میں رہنا چاہتے ہیں اور اپنی قوم سے (بھی) امن
میں رہنا چاہتے ہیں (مگر حال یہ ہے کہ) جب کبھی اُن
کو کوئی فساد کی طرف لوٹا کر لے جائے تو اوندھے
مونہ اُس میں جا گرنے کو موجود سو ایسے لوگ اگر
تم سے کنارہ کش نہ رہیں اور نہ تمہاری طرف پیغام (صلح)
ڈالیں اور نہ (لڑائی سے) اپنے ہاتھ روکیں تو اُن کو
پکڑو اور جہاں پاؤ اُن کو قتل کرو اور یہی لوگ ہیں
جن کے مقابلے میں ہم نے تمہارے لیے کھلی

ف فما لکم فی المنافقین فئتین سے کر یہاں تک کی آیتیں اُن ظاہری مسلمانوں کی شان میں نازل ہوئی ہیں جو ناسازگاری آب ہوا کے (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

نقض عہد نہ کرنا

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ
عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ فَسِيْحُوْا فِي
الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ
غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝
وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ
الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ
وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ
وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ
مُعْجِزِي اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

جن مشرکوں کے ساتھ تم (مسلمانوں) نے (صلح کا) عہد و
پیمان) کر رکھا تھا (اب) اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے اُن کو
صاف جواب ہے تو (اے مشرکو! امن عام سے) چار مہینے (ذی قعد
ذی الحج۔ محرم۔ رجب) ملک میں چلو پھرو اور جانے رہو کہ تم اللہ
کو (کسی طرح بھی) ہرا نہیں سکو گے اور (یہ) کہ آخر کار اللہ کافروں
کو (مسلمانوں کے ہاتھ سے دنیا میں) رسوا کرنے والا ہے اور
حج اکبر کے دن **ف** اللہ اور اُس کے رسول کی طرف
سے لوگوں کو (آگاہ کرنے کے لیے عام) منادی کی جاتی ہے
کہ اللہ اور اُس کا رسول مشرکین سے دست بردار ہیں پس
(اے مشرکو!) اگر تم توبہ کرو تو یہ تمھارے حق میں بہتر ہے
اور اگر (اب بھی خدا اور رسول سے) پھرے رہو تو جان رکھو
کہ تم اللہ کو کسی طرح ہرا نہیں سکو گے (اور اے پیغمبر)
کافروں کو

ف یعنی عرفے کے دن لوگوں میں تو یوں مشہور ہے کہ جمعے کے دن حج ہو تو وہ حج اکبر ہے مگر شرع میں اس کی کچھ اصل نہیں شرع میں تو
مطلق حج کو حج اکبر بولا جاتا ہے کیونکہ ایک طرح کا حج عمرہ بھی ہے مگر اُس کے مقابلے میں حج متعارف حج اکبر ہے جس میں لوگوں کا بڑا اجتماع ہوتا ہے ۱۲

(**بقیہ فائدہ صفحہ ۳۵۶**) مدینے کا عذر کر کے پیغمبر صاحب سے اجازت لے کر دیہات میں نکل گئے اور کھسکتے کھسکتے مشرکوں کے پاس
جا پناہ لی مسلمانوں نے اِن کے حق میں اختلاف کیا بعض نے کہا اِن سے لڑنا چاہیے بعض نے کہا نہیں اللہ نے اِن کے ساتھ لڑنے یا نہ
لڑنے کے بارے میں تفصیل کی کیونکہ اِن لوگوں کے تین گروہ تھے۔ بعض وہ شخص نے ایسی قوم میں جا پناہ لی جن کے ساتھ مسلمانوں کا عہد و پیمان تھا
اور پناہ لیے پیچھے چُپ چاپ بیٹھے رہے تو اِن کے حال سے کچھ تعرض نہیں۔ دوسرے وہ جن سے چُپ چاپ بیٹھا گیا اور وہ لڑنے بھڑنے
کے لوگ تھے اُن کو یہ مشکل پڑی کہ خالی بیٹھے بیٹھے جی گھبراتا ہے لڑیں تو کس سے لڑیں مسلمانوں سے کھل کر لڑنا مناسب نہیں اور جس قوم کی پناہ
میں ہیں اُن کے ساتھ پہلے کا اتحاد ہے اُن سے بھی نہیں لڑ سکتے۔ عاجز آ کر مسلمانوں کی طرف رجوع کیا کہ ہم کو پھر ملا لو ایسے لوگوں کے بارے میں مسلمانوں
کو حکم ہے کہ اِن سے بدگمان نہ ہو اور شبہات پر اپنی جماعت سے لوگوں کو خارج کر کے اپنا زور دست گھٹاؤ تیسرے وہ لوگ ہیں جو منتظر موقع ہیں اگر فساد
کرنے کا قابو پائیں تو کھل کھیلیں۔ پس اِس فریق کے لیے حکم ہے کہ مسلمان اِن کو دشمن سمجھ کر اِن کے ساتھ وہی مدارات کریں جو دشمنوں کے
ساتھ کی جاتی ہے ۱۲

بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْکُمْ شَیْئًا وَّلَمْ یُظَاهِرُوْا عَلَیْکُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَیْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰی مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ۝ (توبہ ع ۱ پارہ ۱۰)

عذاب دردناک کی خوش خبری سنا دو۔ ہاں مشرکین میں سے جن کے ساتھ تم (مسلمانوں) نے (صلح کا عہد و پیمان) کر رکھا تھا پھر اُنھوں نے (ایفاءِ عہد میں) تمھارے ساتھ کسی طرح کی کمی نہیں کی اور نہ تمھارے مقابلے میں کسی کی مدد کی وہ مستثنےٰ ہیں تو اُن کے ساتھ جو عہد (و پیمان) ہو اُسے اُس مدت تک جو اُن کے ساتھ ٹھیری تھی پورا کرو کیونکہ اللہ اُن لوگوں کو جو (بدعہدی سے) بچتے ہیں دوست رکھتا ہے

کَیْفَ یَکُوْنُ لِلْمُشْرِکِیْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِیْنَ عَاهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَکُمْ فَاسْتَقِیْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ۝ (توبہ ع ۲ پارہ ۱۰)

اللہ کے نزدیک اور اُس کے رسول کے نزدیک مشرکین کا عہد (و پیمان صلح) کیونکر معتبر ہو کہ اُنھوں نے عہد شکنی کر کے آپ اپنی بے اعتباری کر لی، مگر جن لوگوں کے ساتھ تم (مسلمانوں) نے مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ کے قریب حدیبیہ میں صلح کا) عہد (و پیمان) کیا تھا (اور اُنھوں نے اب تک اُس کو نہیں توڑا) تو جب تک وہ لوگ تم سے سیدھے رہیں تم بھی اُن سے سیدھے رہو کیونکہ اللہ اُن لوگوں کو جو (بدعہدی سے) بچتے ہیں دوست رکھتا ہے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ خُطْبَتِهٖ اَوْفُوْا بِحِلْفِ الْجَاهِلِیَّةِ فَاِنَّهٗ لَا یَزِیْدُهٗ یَعْنِی الْاِسْلَامُ اِلَّا شِدَّةً وَّلَا تُحْدِثُوْا حِلْفًا فِی الْاِسْلَامِ (ترمذی)

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ جاہلیّت کے عہد و پیمان کو پورا کرو کیونکہ اسلام وفائے عہد کو اور مضبوط کرنے کا حکم دیتا ہے اور اسلام میں کوئی نیا عہد و پیمان پیدا نہ کرو (جس کی ضرورت نہ ہو) ف

ف حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیّت میں جو ظلم و فساد پر مدد و اعانت کرنے کا باہم عہد و پیمان کرتے تھے وہ تو اسلام میں بے شک منع ہے اور ایسے عہد و پیمان کا وعدہ ہی نہ کرنا بہتر ہے۔ اس کے علاوہ ہر طرح کے عہد و پیمان جو جاہلیّت میں ہوتے تھے اسلام میں بھی باقی ہیں بلکہ اسلام اُن کے پورا کرنے کا زیادہ سختی اور شدّت کے ساتھ حکم دیتا ہے ۱۲

لہ اسلام سے پہلے کا زمانہ۔ زمانۂ جاہلیّت کہلاتا ہے کیونکہ اُس میں لوگ خدا و رسول کے احکام سے جاہل محض تھے ۱۲

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا يُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا ۔ (بخاری)

عمروؓ کے بیٹے عبداللہ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے ہم عہد کو قتل کر ڈالے گا وہ جنت کی بُو تک سونگھنے نہیں پائے گا حالانکہ اُس کی مہک چالیس سال کی مسافت تک پائی جاتی ہوگی

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعُ خِلَالٍ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا ۔ (بخاری)

عمروؓ کے بیٹے عبداللہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار خصلتیں ہیں جس میں وہ ہوں ایسا شخص پورا اور خالص منافق ہے (۱) جب بولے جھوٹ بولے (۲) وعدہ کرے تو خلاف کرے (۳) عہد کرے تو توڑ ڈالے (۴) لڑائی جھگڑا ہو تو فحش بکنے لگے اور جس میں اُن میں کی ایک خصلۃ ہو تو اُس میں نفاق کی ایک خصلۃ ہے اور یہ شخص بھی جب تک اُس خصلۃ کو چھوڑ نہ دے منافق ہی کہلائے گا ۔

پناہ میں آئیں تو امن دینا

وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ ○

(توبہ ع ۱ پارہ ۱۰)

اور (اے پیغمبر) مشرکین میں سے اگر کوئی شخص تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو (اُس کو) پناہ دو یہاں تک کہ وہ (اطمینان سے) کلام خدا کو سن سمجھ لے پھر اُس کو اُسکے امن کی جگہ واپس پہنچا دو یہ (رعایت ان لوگوں کے حق میں) اِس وجہ سے (کرنی ضرور) ہے کہ یہ لوگ (اسلام کی حقیقۃ سے) واقف نہیں ۔

عَنْ أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ قَالَتْ ذَهَبْتُ

ابو طالب کی بیٹی اُمّ ہانی کہتی ہیں کہ میں

اِلَی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُّہٗ یَغْتَسِلُ وَفَاطِمَۃُ اِبْنَتُہٗ تَسْتُرُہٗ فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ فَقَالَ مَنْ ھٰذِہٖ فَقُلْتُ اَنَا اُمُّ ھَانِیٍٔ بِنْتُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَ مَرْحَبًا بِاُمِّ ھَانِیٍٔ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِہٖ قَامَ فَصَلّٰی ثَمَانَ رَکَعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ زَعَمَ ابْنُ اُمِّیْ عَلِیٌّ اَنَّہٗ قَاتِلٌ رَجُلًا قَدْ اَجَرْتُہٗ فُلَانَ ابْنَ ھُبَیْرَۃَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ اَجَرْنَا مَنْ اَجَرْتِ یَا اُمَّ ھَانِیٍٔ قَالَتْ اُمُّ ھَانِیٍٔ وَذٰلِکَ ضُحًی ۔ (بخاری)

فتح مکہ کے موقع پر جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئی تو میں نے آپ کو غسل کرتے پایا اور فاطمہ آپ کی صاحبزادی پردہ کیے ہوئے تھیں میں نے پیغمبر صاحب کو سلام کیا فرمایا یہ کون عورت ہے؟ میں نے عرض کیا میں ہوں ابو طالب کی بیٹی اُمّ ہانی، فرمایا اُمّ ہانی! آؤ بیٹھو۔ الغرض جب پیغمبر صاحب غسل سے فارغ ہوئے تو ایک کپڑے میں لپیٹ کر آٹھ رکعتیں نماز نفل پڑھیں اُس وقت میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں جائے بھائی علیؓ کا خیال ہے کہ میں نے جو ابن ہبیرہ کو پناہ دی ہے وہ اُسے قتل کرنے والے ہیں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُمّ ہانی! جسے تُو نے پناہ دی وہ ہماری پناہ میں ہے۔ اُمّ ہانی کہتی ہیں اور یہ چاشت کا وقت تھا۔

دین کے بارے میں زبردستی نہ کرنا

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ یُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ

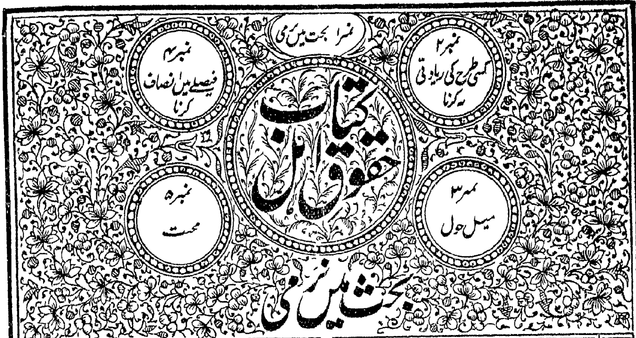
دین میں زبردستی کا کچھ کام نہیں ف گمراہی سے ہدایت (الگ) ظاہر ہو چکی ہے تو جو جھوٹے معبودوں کو نہ مانے اور اللہ ہی پر ایمان لائے تو اُس نے مضبوط رسّی پکڑ رکھی ہے

ف صاف تو کھلے لفظوں میں ارشاد فرماتا ہے کہ دین میں زبردستی نہیں اور لوگ ہیں کہ ناحق اسلام پر تہمت لگاتے ہیں کہ بزور شمشیر پھیلایا گیا اگر کسی بادشاہ نے دین کو ملک گیری کا حیلہ بنا کر ایسا کیا بھی ہو تو دین پر کیا الزام ۱۲

الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۗ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (بقرہ ع ۳۴ پارہ ۳)

جو ٹوٹنے والی نہیں (اور اُس کا بیڑا پار ہے) اور اللہ (سب کی) سنتا (اور سب کچھ) جانتا ہے اللہ ایمان والوں کا حامی (و مددگار) ہے کہ اُن کو (کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان کی) روشنی میں لاتا ہے اور جو لوگ (دینِ حق سے) منکر ہیں اُن کے حمایتی شیطان ہیں کہ اُن کو (ایمان کی) روشنی سے نکال کر (کفر کی) تاریکیوں میں دھکیلتے ہیں یہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ ہمیشہ (ہمیشہ) دوزخ ہی میں رہیں گے ؛

من المترجم ۔ ہم نے اس کتاب کے لکھنے کا ارادہ کیا تو سب سے پہلے حقوق اور فرائض کی ایک فہرست جامع بنائی۔ فہرست کے بناتے وقت ہی ہم نے یہ سمجھ کر جہاد کو فہرست میں نہیں لیا تھا کہ جہاد کے احکام مُسلمانانِ ہند سے متعلق نہیں۔ قرآن اور حدیث کی رُو سے جہاد ایک طرح کا مذہبی استحقاقِ حفاظتِ خود اختیاری ہے۔ مجموعۂ قوانین تعزیرات ہند میں جو تمام ہندوستان کا قانون فوجداری ہے استحقاقِ حفاظتِ خود اختیاری کا ایک باب جداگانہ موجود ہے۔ استحقاق حفاظتِ خود اختیاری کے یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی شخص تمہاری جان تمہارے جسم تمہارے مال پر ناحق حملہ کرے تو تم کو بلا استمدادِ حاکم خود اُس حملے کے دفع کرنے کا اختیار ہے اور دفعِ حملہ میں جو کچھ نقصان بھی حملہ کرنے والے کو تمہارے ہاتھ سے پہنچ جائے معاف ہے ایسی نقصان رسانی جُرم نہیں۔ ہر چند انگریزی قانون نے مذہبی حفاظتِ خود اختیاری کو باب استحقاق میں نہیں لیا۔ مگر توہین مذہب کو جرمِ فوجداری قرار دینے سے بقدرِ ضرورت ہر ایک مذہب کی حفاظت کردی ہے۔ بہر کیف ہم جہاد کو بھی ایک طرح کا استحقاقِ حفاظتِ اختیاری ہی سمجھتے ہیں۔ اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسلامی جہاد میں اعتراض کی کیا بات ہے۔ جہاد جس کی شریعتِ اسلام نے اجازت دی ہے یہی ہے کہ مسلمانوں کو جبراً بجا آوریِ ارکانِ اسلام سے روکا جائے اور مسلمان جبر و ظلم کے دفع کرنے پر قادر بھی ہوں تو کریں۔ ارکانِ اسلام اور قدرتِ دفع دو باتیں شرطِ جہاد ہیں اور جب کہ یہاں دونوں مفقود اذا فات الشرط فات المشروط سب کو معلوم ہے کہ اسلام کے صرف چار رکن ہیں۔ نماز روزہ زکوٰۃ حج۔ سو ان کی بجا آوری میں تو کسی طرح کی روک ٹوک نہیں اور خدانخواستہ ہوتی بھی تو قوتِ دفع نہ ہونے کی وجہ سے ہجرت فرض ہوتی نہ جہاد جہاد کو بدنام کیا کسی قدر بعض بادشاہوں کی ہوسِ ملک گیری نے اور زیادہ تر مخالفوں کی بہتان بندیوں نے تو اس کا الزام اگر ہے تو اُن بادشاہوں پر اور افترا پردازوں پر نہ اسلامی جہاد پر اور نہ اسلامی شریعت پر۔ اور پھر ایسے الزام سے کون سی قوم بچی ہے کون سا ملک کون سا مذہب۔ ارادہ تو یہی تھا کہ جہاد کا ذکر تک کتاب میں نہ آنے پائے مگر بعد کو خیال آیا کہ یہ بھی صداقت اور دیانت کا ایک حق ہے کہ اسلامی جہاد کی حقیقت کو لوگوں پر ظاہر کر دیا جائے جو احکام ہم نے جہاد کے بارے میں قرآن اور حدیث سے اخذ کیے ہیں اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاقی حیثیت سے بھی اسلام دنیا بھر کے مذہبوں پر فوقیت رکھتا ہے اگر ہم مسلمان اُس کی اس برتری کو قائم نہ رکھیں تو یہ ہماری نالائقی ہے اور اگر مخالف ہم کو ناحق بدنام کریں تو یہ اُن کی ناحق کے اعتراضوں کی نسبت ہمارا کامل یقین ہے کہ فنِ تاریخ کی تحقیق اور تکمیل کے ساتھ زمانہ اُن کو چٹکیوں میں اُڑا دے گا اور الحق یعلو کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہے گا +



اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○

(نحل ع ۱۶ پارہ ۱۴)

(اے پیغمبر لوگوں کو) عقل کی باتوں اور اچھی اچھی نصیحتوں سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور اُن کے ساتھ بحث (بھی) کرو (تو) ایسے طور پر (کہ وہ لوگوں کے نزدیک) بہت ہی پسندیدہ ہو (اے پیغمبر) جو کوئی خدا کے رستے سے بھٹکا تمہارا پروردگار اس (کے حال) سے بخوبی واقف ہے اور (نیز) وہ اُن (لوگوں) کے حال سے بھی بخوبی واقف ہے جو راہ راست پر ہیں ؁

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ (العنکبوت ع ۵ پارہ ۲۱)

اور (مسلمانو!) اہل کتاب کے ساتھ جھگڑا نہ کیا کرو مگر ایسی طرح کہ وہ نہایت ہی عمدہ (اور شایستہ) ہو ہاں جو لوگ اُن میں سے زیادتی کریں (تو اُن کو ترکی بہ ترکی جواب دینے کا مضایقہ نہیں) اور (ان لوگوں سے) کہو کہ جو (کتاب) ہم پر نازل ہوئی اور جو (کتابیں) تم پر نازل ہوئیں ہم تو سبھی کو مانتے ہیں اور ہمارا خدا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے اور ہم اُسی کے فرماں بردار ہیں ؁

من المترجم جس قدر تاکیدی حکم مناظرے میں نرمی کرنے کا ہے افسوس ہے کہ اُسی قدر مسلمانوں کی طرف سے اُس کی تعمیل میں غفلت اور بے پروائی دیکھی جاتی ہے۔ بات یہ ہے کہ سرے سے مذہبی بحث ہی اچھی نہیں ضرور ہے کہ دو بحث کرنے والے سخن پروری پر اُتر آئیں جس کا انجام ہے گالی گلوج۔ مار کٹائی سے

تو گوئی خروسانِ شاطر بجنگ　　درافتادہ باہم بمنقار و چنگ

علاوہ بریں ہم نے تو کسی کو مغلوب مناظرہ ہوکر قبول حق کرتے بھی نہیں دیکھا۔ اور ایسا ہوتا تو دنیا میں آج کو ایک ہی مذہب ہوتا۔ بے شک دوسرے مذہب والے بھی پیچ وہ اور اشتعال طبع دلانے والے الفاظ میں اسلام پر حملے کرتے رہتے ہیں مگر مسلمانوں کی طرف سے گالی گلوج کا جواب نہ ہونا چاہیئے سید ھا اور قاطع خصومت جواب ہے خاموشی ÷

کسی طرح کی زیادتی نہ کرنا

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيَحْسَبُ أَحَدُكُمْ مُتَّكِئًا عَلٰى أَرِيْكَتِهٖ يَظُنُّ أَنَّ اللّٰهَ لَمْ يُحَرِّمْ شَيْئًا إِلَّا مَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ أَلَا وَإِنِّيْ وَاللّٰهِ قَدْ أَمَرْتُ وَوَعَظْتُ وَنَهَيْتُ عَنْ أَشْيَاءَ إِنَّهَا مِثْلُ الْقُرْاٰنِ أَوْ أَكْثَرُ وَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ يُحِلَّ لَكُمْ أَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا بِإِذْنٍ وَّلَا ضَرْبَ نِسَائِهِمْ وَلَا أَكْلَ ثِمَارِهِمْ إِذَا أَعْطَوْكُمُ الَّذِيْ عَلَيْهِمْ (ابوداؤد)

ساریہ کے بیٹے عرباض کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم (خطبہ پڑھنے کو) کھڑے ہوئے اور (اثنائے خطبہ میں) لگے فرمانے کیا تم میں کا ایک شخص اپنے آراستہ تخت پر تکیہ لگائے خیال کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان چیزوں کے سوا جو قرآن میں ہیں اور کوئی چیز حرام ہی نہیں کی (اگر ایسا خیال کرتا ہے تو یہ اس کی غلطی ہے) سنو! سنو! بخدا میں نے (جن چیزوں کے کرنے کا) حکم کیا اور نصیحۃ کی اور (جن چیزوں سے لوگوں کو) منع کیا وہ (بھی مقدار اور ضخامت میں) قرآن کے برابر یا (قرآن سے) زیادہ ہیں (پھر پیغمبر صاحب نے اُن چند باتوں کا ذکر فرمایا۔ جن سے آپ نے منع کیا اور جن کا ذکر قرآن میں فروعًا نہیں مگر اصولًا ضرور ہے) ف اور بے شک خدا نے اہل کتاب کے گھروں میں (اُن کی) اجازت بغیر داخل ہونا تمہارے لیے حلال نہیں کیا اور نہ اُن کی عورتوں کا مارنا (حلال کیا) اور نہ اُن کے پھل کھانے (تمہارے لیے حلال کیے) جب وہ تم کو (یعنی تمہارے سرکار کو) وہ

جو ان پر [illegible] ادا کر دیں

ف یعنی وہ چیزیں بعینہا تو قرآن میں مذکور نہیں مگر اُن کے ماخذ اور اصول ضرور مذکور ہیں مثلاً اہل کتاب کے گھروں میں اُن کی اجازۃ بغیر داخل نہ ہونا اگرچہ بجنسہ قرآن میں موجود نہیں لیکن اس کا ماخذ موجود ہے اور وہ آیۃ یاایہا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتٰی تستانسوا وتسلموا علٰی اہلہا الخ اور اہل کتاب کی عورتوں کو نہ مارنے کا ماخذ ہو آیۃ وکتبنا علیہم فیہا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص اور اہل کتاب کے پھل نہ کھانے کا ماخذ ہو آیۃ فبظلم من الذین ھادوا حرمنا علیہم طیبات احلت لہم وبصدہم عن سبیل اللہ کثیرا واخذہم الربٰوا وقد نہوا عنہ واکلہم اموال الناس بالباطل ۱۲

سلہ اس آیۃ اور اس کی بعد کی آیت میں عَلَیْہِمْ اور ھُمْ سے مراد اگرچہ یہودی ہیں مگر چونکہ اس کے مخاطب اور مامور بہم ہم مسلمان بھی ہیں اس لیے ہم نے ان دونوں آیتوں کو استدلال میں پیش کیا ۱۲

میل جول

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۠ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۡ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ

(مسلمانو!) آج (تمام) پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے حلال کردی گئیں اور اہلِ کتاب کا کھانا (بشرطیکہ تمہارے ہاں بھی روا ہو) تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا اُن کے لیے حلال ہے اور مسلمان بیاہتا بیبیاں اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی جا چکی ہے اُن میں کی (بھی) بیاہتا بیبیاں (تمہارے لیے) حلال ہیں ف۱ بشرطیکہ اُن کے مہر اُن کے حوالے کرو (اور) تمہارا ارادہ (اُن کو) قیدِ نکاح میں لانے کا ہو نہ کھلم کھلا بدکاری کرنے کا اور نہ چوری چھپے آشنا بنانے کا۔ اور جو ایمان کی ان

ف۱ بیاہتا بیبیوں سے مراد ہیں وہ عورتیں جو نکاح کے ذریعے سے لوگوں کے ساتھ میاں بی بی کا سا تعلق پیدا کرنا چاہتی ہیں ۱۲

سلہ یہ قید جو ہم نے لگائی ہے تو اُس آیت سے لی گئی ہے جو اسی سورۃ کے اسی رکوع میں اس سے دو آیتیں پہلے مذکور ہے جسے ہم مع ترجمہ دوبارہ نقل کرتے ہیں تو اُس آیت کو اس آیت کا مخصص سمجھو حاصل مطلب یہ ہے کہ اہلِ کتاب کا کھانا ہم مسلمانوں کو روا ہے مگر جو چیز از روئے نصِ شرعی ہمارے ہاں حرام ہے اور اہلِ کتاب اُس کو کھاتے ہیں جیسے گردن مروڑی مرغی تو اُس کا کھانا ہم مسلمانوں کو روا نہیں حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۣ وَمَا ذُبِحَ عَلَي النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ۭ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ۔ یعنی (مسلمانو!) مرا ہوا (جانور) اور لہو ف۱ اور سور کا گوشت اور جو (جانور) خدا کے سوا کسی اَور کے نام ذبح کیا گیا ہو ف۲ اور جو گلا گھٹنے سے مرگیا ہو اور جو چوٹ سے مرا ہو اور جو اونچے سے گر کر مرا ہو اور جو کسی جانور کا سینگ لگ کر مرا ہو یہ سب چیزیں تم پر حرام کردی گئیں اور (نیز وہ جانور) جس کو درندوں نے (پھاڑ) کھایا ہو مگر جس کے مرنے سے پہلے تم اُس (کو حلال کرلو (تو وہ حرام نہیں) اور (نیز) جو کسی تھان پر چڑھا کر ذبح کیا گیا ہو ف۳ اور یہ (بھی منع ہے) کہ (ساجھے کے جانور کا گوشت) جوے کے طور پر (تیروں (کے پاسوں) سے آپس میں تقسیم کرو (کہ) یہ گناہ کی بات ہے ف۴

سلہ یہاں تو مطلق لہو فرمایا ہے اور آٹھویں پارے میں بہتا لہو اور حدیث شریف میں بہنے کی قید سے کلیجی اور تلی کا کھانا جائز قرار دیا ہے ۱۲ سلہ اگرچہ سلسلۂ کلام کے لحاظ سے ہم نے ما اُہِلَّ کا ترجمہ اس کے ایک فرد یعنی جانور سے کیا ہے مگر الفاظِ قرآنی عام ہیں حکمِ حرمت میں اُس کے سب افراد داخل ہیں یعنی کل نذر و نیاز جو خدا کے سوا دوسرے کے نام سے کی جائے حرام ہے واللہ اعلم ۱۲ سلہ تھان سے مراد وہ مقامات ہیں جن کو لوگ متبرک سمجھ کر خدا کے سوا دوسروں کی نذر و نیاز چڑھاتے ہیں جیسے دیوی یا دیوتا دیکھے تھان یا طاق یا مٹی کا ڈھیر یا درخت یا قبر یا اسی طرح کی کوئی دوسری جگہ ۱۲ سلہ عرب کے لوگ پاسوں کی جگہ کچھ تیر بنا رکھتے تھے اور اُن سے طرح طرح پر جوا کھیلتے مثلاً اونٹ ذبح کیا اور اُن ہی تیروں سے گوشت کی بانٹ چونٹ کی یا پردیس کو جانے والے ہیں اور نجومیوں کی طرح اُن ہی تیروں سے فال دیکھی۔ خدا نے جوئے کو کسی طرح کا ہو اور کسی غرض سے ہو مطلقاً حرام کردیا پاسے ڈال کر فال کا دیکھنا بھی ایک طرح کا جوا ہے الفاظِ قرآن سب کو شامل ہیں ہم نے ترجمے میں محض سلسلۂ سخن کے لحاظ سے ایک خاص بات یعنی گوشت کی تقسیم اختیار کی ہے ۱۲

وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ (المائدہ ع ۱ پارہ ۶)	اور آخرۃ میں بھی وہ نقصان اُٹھانے والوں میں ہوگا ف۱

من المترجم۔ زیادہ نہیں ذیل کی صرف پانچ آیتیں ایک ساتھ ملا کر پڑھو تو آپ تم کو معلوم ہو جائے گا کہ اسلام کیا تھا اور ابھی اُس کو شائع ہوئے پورے ڈیڑھ ہزار برس بھی نہیں ہوئے لتنے ہی عرصے میں لوگوں کے اوہام اور تعصبات اور تصرفات سے مل کر کیا سے کیا ہو گیا۔ اگر قرونِ اولیٰ کا کوئی مسلمان زندہ کر کے دوبارہ دنیا میں لایا جا سکے اور وہ تمام مشارق الارض مغاربہا کو کھوند مارے تو اُس کو اپنے وقتوں کے اسلام کا کہیں پتا بھی تو نہیں ملے گا "مسلمانان در گور مسلمانی در کتاب" وہ آیتیں جن کو ہم چاہتے ہیں کہ ایک ساتھ ملا کر پڑھو یہ ہیں (۱) فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (۲) وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ (۳) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (۴) لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

ف۱ ہمارے وقتوں کے عمائدین سے پہلے سید احمد خاں نے انگریزوں کی سی وضع اختیار کر کے اُن کے ساتھ کھانا پینا شروع کیا تو مسلمانوں میں اس قدر شورش ہوئی کہ گویا وہ ایک طرح کا مذہبی غدر تھا۔ مگر ہم اُن دنوں بھی اس آیت کے پڑھتے وقت تعجب کرتے تھے کہ ایسی صاف و صریح آیت کے ہوتے کسی مسلمان کو سید احمد خاں پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہو۔ شکر ہے کہ انگریزی تعلیم کی بدولت اور سید احمد خاں کے دیکھا دیکھی اُس شورش میں بہت کچھ کمی ہو گئی ہے مگر متشرع اور محتاط مسلمان ابھی تک بھی انگریزوں کے ساتھ اس طرح کے اختلاط کو بُرا ہی سمجھتے ہیں کہ کل اختلاط کے دو ہی ذریعے ہیں ایک کھان پان دوسرے شادی بیاہ۔ تو کھان پان میں کسی طرح کی روک ٹوک نہیں اُنھوں نے ہمارے ہاں یا ہم نے اُن کے ہاں کھا پی لیا تو نہ ہمارا کسی صورت میں کسی طرح کا مضایقہ نہیں اب رہا شادی بیاہ تو ہم مسلمان کتابیہ سے نکاح کر سکتے ہیں اور اسی کی اجازت آیہ والمحصنت من الذین اوتوا الکتب الخ میں بصراحت دی گئی ہے تو اس رو سے مسلمان عورت کتابی مرد سے نکاح نہیں کر سکتی۔ اور اس کی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ الرجال قوامون علی النساء کی رو سے مرد کیسا بھی ہو عورت پر غالب رہتا ہے۔ اگر شوہر کتابی ہوا ممکن ہے کہ مسلمان بی بی کو اپنی طرح کتابیہ بنا لے اہل کتاب کو مذہب اسلام مشرکین کے درجے میں تو نہیں رکھتا مگر اُن کو کافر یعنی منکر اسلام تو مانتا ہے ۱۲

ف۲ تو (اے پیغمبر تم تو ایک (خدا) کے ہو کر (اُس کے) دین کی طرف اپنا رخ کیے رہو (یہ) خدا کی (بنائی ہوئی) سرشت ہے جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے خدا کی (بنائی ہوئی) بناوٹ میں ردّ و بدل نہیں ہو سکتا یہی (دین کا) سیدھا (رستہ) ہے مگر اکثر لوگ نہیں سمجھتے ۱۲ ف۳ اور (مسلمانو!) اللہ کی راہ میں کوشش کرو جیسا کہ اُس (کی راہ) میں کوشش کرنے کا حق ہے اُسی نے تم کو (دنیا کے لوگوں میں سے) انتخاب فرمایا اور دین (کے بارے) میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی (تمھارے لیے وہی) دین (تجویز کیا جو) تمھارے باپ ابراہیم کا (تھا) اُسی (خدا) نے (اگلی کتابوں میں) پہلے سے تمھارا نام مسلمان رکھا (یعنی فرماں بردار بندے) اور اس (قرآن) میں (بھی) تاکہ رسول تمھارے مقابلے میں گواہ ہوں اور تم (دوسرے) لوگوں کے مقابلے میں گواہ ہو تو نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ ہی کا سہارا پکڑو وہی تمھارا کارساز ہے تو (کیا ہی) اچھا کارساز اور (کیا ہی) اچھا مددگار ف۴ ۱۲ ف۵ اور (اے پیغمبر) ہم نے تو تم کو تمام (دنیا کے) لوگوں کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا ہے کہ (ان کو ایمان لانے پر ہماری خوشنودی کی) خوشخبری اور (کفر کرنے پر ہمارے عذاب سے) ڈرا دو مگر اکثر لوگ نہیں سمجھتے ۱۲ ف۶ دین میں زبردستی کا (کچھ کام) نہیں ف۷ گمراہی سے ہدایت (الگ) ظاہر ہو چکی ہے تو جو شخص معبودان باطل کو نہ مانے اور اللہ (ہی) پر ایمان لائے تو اُس نے مضبوط رسی پکڑ رکھی ہے جو ٹوٹنے والی نہیں (اور اُس کا بیڑا پار ہے) اور اللہ (سب کی) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے ۱۲

ف۲ مطلب یہ ہے کہ خدا نے آدمی کا دل ہی ایسا بنایا ہے کہ وہ ذرا متوجہ ہو تو اُس کو چار و ناچار خدا کا اقرار کرنا پڑے مگر غفلت آدمی کو سوچنے سمجھنے نہیں دیتی ۱۲ ف۴ گواہ ہونے سے مقصود یہی حجت کا تمام کرنا اور حجت کے تمام کرنے سے غرض یہ ہے کہ جس پر حجت تمام کی جائے اُس کو عذر کرنے کی گنجایش باقی نہ رہے پس خدا نے پیغمبر آخر الزمان کے بھیجنے سے ہم مسلمانوں پر اپنی حجت تمام کر دی کہ وہ ایسا دین لے کر آئے آسان اور مطابق عقل سلیم اور مطابق فطرت کہ اُس دین کے قبول کرنے میں کسی کا عذر باقی نہیں جس طرح پیغمبر کے بھیجنے سے خدا نے اپنی حجت ہم مسلمانوں پر تمام کی اسی طرح ہم مسلمانوں کے اسلام لانے سے دوسرے لوگوں پر خدا کی حجت تمام ہوئی کہ جیسے آدمی ہم ویسے آدمی وہ جیسے حواس ہمارے ویسے حواس اُن کے جیسی عقل ہم کو دی گئی ہے ویسی ہی عقل اُن کو بھی دی گئی ہے تو کوئی سبب نہیں کہ ہم اسلام قبول کریں اور وہ نہ کریں ۱۲ ف۷ خدا تو کھلے لفظوں میں ارشاد فرماتا ہے کہ دین میں زبردستی نہیں اور لوگ ہیں کہ ناحق اسلام پر تہمت لگاتے ہیں کہ بزورِ شمشیر پھیلایا گیا اگر کسی بادشاہ نے دین کو ملک گیری کا حیلہ بنا کر ایسا کیا بھی تو دین پر کیا الزام ۱۲

(٥) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصَّابِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ٥ اصل وضع میں تو اسلام ایسا مذہب تھا معقول سلیس کہ جس نے آدمی کی جون میں جنم لیا ہے اُس کو چار و نا چار بتقاضائے فطرۃ مسلمان ہونا چاہیے کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ اَوْ یُنَصِّرَانِہٖ اَوْ یُمَجِّسَانِہٖ مگر لوگوں کی بدقسمتی سے وہ جو کہتے ہیں کہ سر منڈاتے ہی اولے پڑے شروع ہی سے اہل عرب اور نومسلموں میں لڑائیاں ٹھن گئیں اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا تو کہیں وقوعہ کے تیرھویں برس جا کر ہوا ہی۔ ابتدا میں تو صرف معدودے چند ضعفاء نے ایک ایک دو دو کر کے اسلام قبول کیا۔ مُشتے ضعفاء ایک طرف اور تمام جزیرۂ عرب ایک طرف۔ اور وجہ مخاصمۃ نومسلموں کا شرک و بُت پرستی سے منحرف ہو کر ایک خدا کو ماننا اُسی کی پرستش کرنا۔ وَمَا نَقَمُوْا مِنْھُمْ اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ تمام قبائل عرب میں قریش کے لوگ بڑے معزز اور قابل ادب سمجھے جاتے تھے اس لیے کہ یہی لوگ خانۂ کعبہ کے متولی تھے اور خانۂ کعبہ ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا تھا اور وہ تمام اہل عرب کے جدِ امجد تھے تو خانۂ کعبہ جزیرۂ عرب کا بڑا محترم معبد تھا۔ سال بسال اُس کا حج ہوتا تھا۔ مگر باوجودیکہ ابراہیم علیہ السلام بڑے پکے موحد اور عقیدۂ توحید کے سرگرم حامی اور گویا اس عقیدے کے اول وہی رواج دینے والے تھے اور خانۂ کعبہ اُنھوں نے اُسی خدائے واحد کی عبادۃ کے لیے بنایا تھا تاہم اُن کی نسل نے خانۂ کعبہ کی اینٹ اور پتھروں کا ادب تو جاری رکھا۔ مگر خدا کے گھر میں بت لا کر بھر دیے اور خدا کی جگہ بتوں کی پوجا ہونے لگی۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے تو قریش ہی میں سے مگر اُنھوں نے ابراہیمی توحید کو جو مدتوں سے مَری پڑی تھی پھر زندہ کرنے کا بیڑا اُٹھایا تو بگاڑ ہونا ہی تھا۔ سب سے زیادہ قریش برسرِ پرخاش تھے کہ اُن کی وجاہت اور وجوہِ معاش میں پیغمبر صاحب کی وجہ سے خلل واقع ہوتا تھا۔

(١) بے شک مسلمان اور یہودی اور عیسائی اور صابی ان میں سے جو لوگ اللہ پر اور روز آخرۃ پر ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے تو اُن کو اُن کے کیے کا اجر اُن کے پروردگار کے ہاں ملے گا اور اُن پر نہ (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہوں گے (ف) ١٢ (٢) ہر بچہ سرشت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اُس کے ماں باپ اُسے یہودی بنا لیتے ہیں یا عیسائی یا مجوسی ١٢ (٣) اے پیغمبر! جب خدا کی مدد آ پہنچی اور (مکہ) فتح ہو گیا اور تم نے لوگوں کو (بچشم خود) دیکھ لیا کہ دینِ خدا (یعنی اسلام) میں جوق جوق داخل ہو رہے ہیں ١٢ (٤) اور وہ (یعنی کفار) مسلمانوں کی اس بات سے چڑے کہ وہ اللہ پر ایمان لائے جو زبردست (اور) سزاوار حمد (و ثنا ہے اور وہ) ایسا (قادر مطلق) ہے کہ آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اُسی کی ہے اور (اس کے علاوہ) اللہ ہر چیز (کے حال) سے واقف بھی ہے ١٢

(ف) یہود چونکہ پیغمبروں کی اولاد تھے ناحق اپنی خدا کے ساتھ اپنی خصوصیۃ جتاتے تھے کبھی کہتے تھے نحن ابناء اللہ واحباءہ (ہم اللہ کے فرزند اور اُس کے چہیتے ہیں) کبھی کہتے لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ (گنتی کے چند روز کے سوا دوزخ کی آگ ہم کو چھوئے گی بھی تو نہیں) اور کبھی کہتے تھے لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا (یہودیوں کے سوا جنت میں کوئی جانے ہی کا نہیں) اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس عقیدۂ غلط کو رد کر دیا کہ کسی فرقے کی تخصیص نہیں خصوصیۃ اگر ہے تو ایمان کی ہے اور نیک کام کرنے کی جس پر تمام شریعتوں کا اجماع ہے جب تک حضرۃ موسیٰ کی شریعۃ جاری رہی یہود خدا کے ہاں مقبول تھے پھر نصاریٰ اب مسلمان۔ اپنے اپنے وقت میں جو خدا اور روزِ آخرۃ پر ایمان لایا اُس نے ثواب پایا صابئین کی نسبۃ کہ یہ کون تھے اور کب تھے اور کہاں ہوتے تھے اور کیا عقیدہ رکھتے تھے۔ تفاسیر میں اس قدر اقوال منقول ہیں کہ سب کا تذکرہ کرنا موجبِ طوالت ہے لیکن جو بات ان اقوال سے مستنبط ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ صابئین فلسفیانہ عقائد کے لوگ تھے بعض موحد بعض مشرک ١٢

نو مسلموں کا گروہ ضعیف تھا سو تھا خود پیغمبر صاحب جو نو مسلموں کے سرگروہ تھے اُن کا یہ حال کہ ہنوز بطن مادر میں جنین تھے کہ والد کا انتقال ہوگیا اور دادا عبد المطلب جو بجائے خود کثیر العیال تھے متکفل پرورش ہوئے اُن کے بعد چچا ابو طالب حضرۃ علی کرم اللہ وجہہ کے والد۔ ابو طالب کی زندگی تک پھر بھی پیغمبر صاحب کو ایک طرح کی تقویت تھی کہ وہ عبد المطلب کے بعد رئیس قبیلہ مانے گئے تھے مگر وہ قوۃ اسی قدر تھی کہ ابو طالب کے ادب کے لحاظ سے کوئی مخالف پیغمبر صاحب پر دست درازی نہیں کر سکتا تھا نہ یہ کہ نو مسلموں کو کسی طرح کا امن تھا۔ ابو طالب کی زندگی میں بھی پیغمبر صاحب یا اُن کے معتقدین میں کسی کی مجال نہ تھی کہ خانہ کعبہ میں جا کر خدا کے آگے سجدہ تو کرے۔ ابو طالب کا مرنا تھا کہ دشمنوں نے بڑا زور باندھا اور نوبت بانیجا رسید کہ پیغمبر صاحب کے رستے میں کانٹے بچھائے کہ خانہ کعبہ کو جاتے ہوئے پاؤں میں چبھیں۔ ایک بار سجدے میں تھے کسی موذی نے اونٹ کا اوجھ لا کر گردن پر ڈال دیا تاکہ اُٹھ نہ سکیں۔ زبردستی لپٹ پڑے اور گلا گھونٹا۔ نو مسلموں میں سے جس کو پکڑ پاتے بُری طرح ستاتے۔ آخر پیغمبر صاحب نے نو مسلموں کو اجازت دی کہ حبشے چلے جاؤ اور خود طائف تشریف لے گئے کہ وہاں کے رئیس سے امداد کی توقع تھی وہاں بھی معاملہ بالعکس پیش آیا اور اوباشوں نے پتھر مارے اور نکال دیا۔ ناچار مکّے واپس آئے۔ یہاں دشمنوں نے ملنا جُلنا۔ کھانا پینا تک بند کر دیا۔ طرح طرح کے لالچ دیئے ڈراوے دکھائے جب دیکھا کہ یہ شخص کسی طور سے باز نہیں آتا اور جو کوئی ایک دفعہ اس کا کلمہ بھر لیتا ہے پھر اپنے قول سے نہیں پھرتا تو یہ صلاح ٹھیری کہ ہنگامہ کر کے اس کو مار ڈالو۔ بہت ہوگا تو دیت بھرنی آجائے گی۔ سب بانچھ کر کے بھڑ کے یہ منصوبہ باندھ ایک رات گھر کو آ گھیرا پیغمبر صاحب کو خبر ہوئی تو اپنی جگہ علی رض کو لٹا ابوبکر رض کو ساتھ لے چپکے سے مکّے سے تین میل کے فاصلے پر غار ثور میں جا چھپے۔ دشمن جو نرغہ کیے گھر کو گھیرے پڑے تھے اُن کو خبر نہیں صبح ہوئی تو دیکھا پیغمبر صاحب کا پتہ نہیں۔ علی رض اُن کی چادر اوڑھے پڑے ہیں۔ چھٹتے کی بھڑوں کی طرح جستجو کے لیے نکل پڑے۔ خدا کی قدرۃ غار ثور پر سے ہو گزرے اور سوجھ نہ پڑا۔ پیغمبر صاحب تین رات دن غار میں چھپے رہے۔ ابوبکر رض کے گھر سے کھانا پانی پہنچتا رہا۔ آخر راتوں رات رستہ کتراتے ہوئے مدینے جا داخل ہوئے کہ وہاں کے چند آدمی حج کرنے مکّے آئے تھے اور پیغمبر صاحب نے دعوۃ اسلام شروع کر دی تھی ان کا وعظ سن کر وہ لوگ پیغمبر صاحب پر ایمان لے آئے۔ پھر اگلے برس ان لوگوں نے پیغمبر صاحب کی مجبوریاں معلوم کر کے درخواست کی کہ اگر آپ مدینے چلے آئیں تو ہم آپ کو پناہ دیں گے یہ وہ تاریخی واقعات حقہ ہیں جن کو دشمن مورخوں نے قلم بند کیا ہے اور ان کے وقوع میں کسی طرح کا شک و شبہہ نہیں سکتا۔ ان واقعات سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اَلْبَادِیْ اَظْلَمُ[1] کون تھا۔ مسلمان یا اُن کے مذہبی مخالف یہود اور نصاریٰ مجوس بُت پرست کہ ان ہی عقائد کے لوگ جزیرہ عرب میں آباد تھے۔ مدینے میں بھی دشمنوں نے چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ حبشے تک تو قریش کے لوگوں نے مسلمانوں کا پیچھا کیا تھا کہ نجاشی بادشاہ حبش کے پاس چڑھ دوڑے اور وہ تھا عیسائی۔ اُس سے۔

[1] پہل کرنے والا ظالم ہے ۱۲

جا لگا یا کہ یہ لوگ ہمارے آبائی دین میں رخنہ اندازیاں کرتے ہیں اور آپ کے پیسے مسیح کی بھی توہین کرتے ہیں ان کو اپنے ہاں سے نکلوا دیجیے نجاشی نے مسلمانوں کو اپنے حضور میں بلایا اور حال دریافت کیا جعفرؓ پیغمبر صاحب کے چچازاد بھائی نے مسلمانوں کی وکالت کی اور نجاشی کو بھرے دربار میں سورہ مریم پڑھ کر سنائی۔ بات تھی سیدھی سچی۔ نجاشی اور اُس کے درباری روئے اور اسلامی عقیدے کو اُن کے دل مان گئے۔ تو وہ قریش جنھوں نے نجاشی تک پہنچنے میں کمی نہیں کی مدینہ تو اُن کا ٹھگ تھا۔ مدینے والوں کے ساتھ اُن کی قرابتیں تھیں مسلمانوں کا مدینے میں جمع ہونا سُن کر اپنی جگہ بڑے خوش ہوئے کہ مدینے سے مسلمانوں کو نکلوا دیا کیا بڑی بات ہے۔ ان لوگوں کی طبیعتیں ہی کچھ اس طرح کی واقع ہوئی تھیں کہ ذرا سی بات پر مارنے مرنے کو تیار ہو جاتے اور سالہا سال لڑائی کے سلسلے کو جاری رکھتے ہم اپنے مسدس اتمام حجت کے چند بند مناسب مقام اس جگہ نقل کرتے ہیں تاکہ اُن وقتوں کے عرب کی حالت بخوبی ذہن نشین ہو جائے:۔

دیں کا عروج بے سبب معتبر نہ تھا
تھا مُردسی صرف دعا کا اثر نہ تھا
راہِ خدا میں جان تلک کا بھی ڈر نہ تھا
مومن نہ تھا کہ جس کا ہتھیلی پہ سر نہ تھا
ان معرکوں میں کتنے عزیزوں کا خوں بہا
اک سلطنت اور اتنے شہیدوں کا خوں بہا

تھی نارِ شرک سارے زمانے میں مشتعل
روئے زمیں پہ نورِ ہدایت تھا مضمحل
اہلِ کتاب تک اسی آفت میں پا بہ گِل
بس دو طرح کے لوگ تھے یا ضال یا مضل
شیطاں کی جہاں میں وہائی پھری ہوئی
یعنی خدا سے ساری خدائی پھری ہوئی

اہلِ عرب کا حال تھا سب میں بہت خراب
جیسے بلا مبالغہ چیونٹی بھرا کباب
بارود سے زیادہ مزاجوں میں التہاب
گر بات پوچھیے تو ملے جنبیہ جواب
اتنے سے لفظ پر کہ چلو یا ہٹو پرے
لڑنے پہ مستعد ہوئے تھے کہ کٹ مرے

سفّاک کینہ توز ستمگر ستیزہ جُو
بے رحم سنگدل متمرّد درشت خُو
غارت گروں کو اہلِ قوافل کی جستجو
اس دُھن میں سارے پڑے پھرتے تھے چار سُو
صحرا نورد وحشی و خانہ بدوش تھے
اونٹوں کو پالتے تھے بس اتنے ہی ہوش تھے

اُن کو نظر نہ تھی نہ زیاں پر نہ سُود پر
گھر بار سب لٹا دیں گرا جائیں جُود پر
جانیں نثار کرتے تھے اپنے وُجود پر
مرتے تھے فخر و عزت و نام و نمُود پر

برداشت کر نہ سکتے تھے ازبسکہ بیٹیاں
کم بخت مار ڈالتے تھے اپنی بیٹیاں

محکوم تھے بھی بعض تو صرف از برائے نام — کیا جانیں ایسے لوگ سیاسات و انتظام
اک رنگ میں رنگے ہوئے چھوٹے بڑے تمام — دادوں کا لیتے پوتوں پڑپوتوں سے انتقام

ہر قوم سے طناب عداوت تنی ہوئی
بارہ مہینے اُن میں لڑائی ٹھنی ہوئی

تھے گرچہ علم و فضل و لیاقت سے بے نصیب — لیکن ہر ایک باغِ فصاحت کا عندلیب
ترکیب اُن کی بولی کی واقع ہوئی عجیب — جادو اگر نہیں ہے تو جادو کے ہی قریب

وہ دل کو موہ لیتے تھے طرزِ بیان سے
باتوں میں پھول جھڑتے تھے اُن کی زبان سے

باآنکہ شہرِ مکّہ میں تھا کعبۂ خلیل — نالائقوں نے اُس کو کیا اِس قدر ذلیل
گھر میں خدا کے سیکڑوں بُت ہوگئے دخیل — جیسے کہ آن بیٹھے ہُما کی جگہ میں چیل

کیا انقلابِ گردشِ چرخِ کہن سے ہیں
یہ بُت پرست خلف اُسی بُت شکن کے ہیں

غالب صفت تھی اُن کی خشونت بائِ حال — اِس طرز میں شریک تھے کیا اہل کیا عیال
وہ خانہ داریاں تھیں بجائے خورش و بال — اِک مرد جتنی عورتیں چاہے کرے حلال

منکوحہ چھوٹ جاتی تھی عذرِ سخیف پر
نزلہ گرا ہی کرتا ہے عضوِ ضعیف پر

ناگفتہ بہ ہے اُن کا طریقِ معاشرت — شرم و حیا سے اُن کو نہ تھی کچھ مناسبت
کرنا زنانِ بیوہ کی ارث و مقاسمت — دو بہنیں اور حقوقِ زنی میں مشارکت

ظاہر خراب اُس سے زبوں تر سریرتیں
انسان ہو کے اُن میں بہائم کی سیرتیں

سب اہلِ روزگار تھے گمراہ یک قلم — مستوجبِ عذابِ الٰہی عرب عجم
پر اُس نے عین وقت پہ اپنا کیا کرم — پیدا ہوئے نجات دہانندہ اُمَم

بنیادِ شرک و کفر و ضلالت کی ہل گئی
بھٹکے ہوؤں کو منزلِ مقصود مل گئی

غرض اسلام اپنی ذات سے تو ایسا مذہب نہ تھا کہ کوئی فردِ بشر اُس سے انکار کرتا۔ مگر ہوا کیا کہ اُس کو شروع ہی میں

ایسے نالائقوں سے پالا پڑا جو وحشی درندوں سے بھی گئے گزرے ہوئے تھے۔ اُن کے ہاں سلام کا جواب تھا گالی۔ وہ آپ زبردستی سر ہو کر مسلمانوں سے لڑے اور مسلمانوں سے کیا لڑے حق سے لڑے خدا سے لڑے اور اپنے زور وظلم کا خمیازہ بھگتا وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔـا[۱] کھلے میدان کی پہلی لڑائی بدر میں ہوئی جو مکّے سے چار منزل کے فاصلے پر ہے۔ اس وقت بھی مسلمانوں کا کیا حال تھا کہ لے دے کر کلّھم تین سو تیرہ آدمی اور وہ بھی بے سروسامان۔ کہ سارے لشکر میں ستّر اونٹ دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ تلواریں۔ اور مقابلے میں نو سو پچاس مشرک سب مسلّح ظاہری رُوداد تو یہ تھی کہ مسلمانوں کا نام ونشان مٹ گیا ہوتا مگر وہی كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ[۲] نتیجہ یہ ہوا اور ہونا ہی تھا کہ دشمنوں کو شکست فاش ہوئی۔ سرّدار مارے گئے قید ہوئے اور جماعت تتّر بتّر ہو گئی۔ لیکن ضدّی بدنصیب ایک شکست سے کیا مانتے تھے جنگ وجدل کا دروازہ کھلا تو کھلا اور اسلام کو چوکھا لڑنا پڑا۔ دشمنی اور دشمنی بھی مذہبی دشمنی۔ ایسی گتّھی ہے کہ جتنا سُلجھاؤ اُور پچّی ہوتی جاتی ہے۔ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا جو مرتے گئے اپنی نسلوں کو گویا دشمنی کے جاری رکھنے کی وصیّت کرتے گئے اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ[۳] چنانچہ کیا یہود کیا نصاریٰ کیا مشرک سب کی نسلیں اپنے بزرگوں کی وصیّت پر الیٰ ساعتنا ھٰذہ کاربند ہیں دنیا سے انصاف اُٹھ گیا ہے۔ ٹھنڈے دل سے پوری بات نہیں سُننا چاہتے اور نہ تحقیق کی تکلیف گوارا کرتے ہیں وہی مثل ہے کہ کسی نے بولا ہے سے کہہ دیا کہ تیرے کان کوّا لے گیا وہ لگا کوّے کے پیچھے دوڑنے چاہیے تھا کہ پہلے کانوں کو ٹٹول لیتا تب بھاگا بھاگا پھرتا۔ جب سے قرآن میں آیہ وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۙ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ[۴] پر نظر پڑی ہے ہم کو تو بالکل بھی امید نہیں کہ اختلافِ مذاہب کبھی بھی دنیا کے پردے سے ناپید ہوگا اور اختلاف اور مخالفت ہیں لازم وملزوم۔ پس حقیقت میں یہ آگ نہ بُجھی ہے نہ بجھے گی۔ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ہم مسلمانانِ ہند کی ایک خاص حالت ہے کہ سیکڑوں برس اسی مُلک میں سلطنت کرتے رہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ[۵] کی رُو سے حکومت کے اہل نہ رہے۔ خدا نے سلطنت انگریزوں کے حوالے کی

---

۱ (مسلمانو!) تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل (بھی) کرتے رہے اُن سے خدا کا وعدہ ہے کہ (ایک نہ ایک دن) اُن کو ملک کی خلافت (یعنی سلطنت) ضرور عنایت کرے گا جیسے اُن لوگوں کو خلافت عنایت کی تھی جو اِن سے پہلے ہو گزرے ہیں اور جس دین کو اُس نے اِن کے لیے پسند کیا ہے (یعنی اسلام) اُس کو اِن کے لیے جما کر رہے گا اور خوف (وخطر) جو اِن کو (لاحق) ہے اُس کے بعد (عنقریب ہی) اِن کو اُس کے بدلے میں امن دے گا کہ (یہ لوگ خاطر جمع سے) ہماری عبادت کیا کریں گے اور کسی چیز کو ہمارا شریک نہ گردانیں گے ف ایسی صاف اور ایسی مستحکم پیشین گوئی پیغمبر صاحب کی نبوت کی بڑی قوی دلیلوں میں سے ہے اور اس کو پورا ہوتے ہوئے بھی سارے زمانے نے دیکھ لیا ۱۲ ۲ اکثر (ایسا ہوا ہے کہ) اللہ کے حکم سے تھوڑی جماعت بڑی جماعت پر غالب آگئی ہے اور اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے ۱۲ ۳ کیا لوگ ایک دوسرے کو اس بات کی وصیت کرتے چلے آئے ہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ (خود ہی) سرکش لوگ ہیں ۱۲ ۴ اور لوگ ہمیشہ آپس میں اختلاف کرتے رہیں گے مگر جس پر (اے پیغمبر) تمہارا پروردگار فضل کرے اور اسی لیے تو اُن کو پیدا کیا ہے ۱۲ ۵ جو نعمت (کسی قوم کو (خدا کی طرف سے) حاصل ہو جب تک وہ (قوم) اپنی ذاتی صلاحیت کو نہ بدلے خدا اُس (نعمت) میں کسی طرح تغیر (وتبدل) نہیں کیا کرتا ۱۲

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ [51] ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہماری اس حالت کے مطابق خدا نے ہم کو کیا حکم دیا ہے ۔ تو انگریزوں کی دو حیثیتیں ہیں ۔ ایک حیثیت سے وہ حاکم ہیں ہم اُن کی رعایا ۔ حکومت کی حیثیت سے جو اُن کے حقوق ہم پر ہیں وہ اِس سے پہلے "حقوق حاکم" میں لکھے جا چکے ہیں ۔ اس عنوان میں صرف وہ حقوق ہیں جو انگریزوں کے اہل کتاب ہونے کی حیثیت سے ہم مسلمانوں پر لازم کیے گئے ہیں کہ انگریز عیسے علیہ السلام کی اُمت ہیں اور انجیل شریف خدا کی طرف سے ان پر نازل ہوئی ہے اہل کتاب یہود بھی ہیں مگر وہ ہندوستان میں بہت تھوڑے ہیں اور جتنے بھی ہیں ہماری طرح کی رعایا ہیں جو حقوق عامہ خلائق کے وہ اُن کے ۔ غرض اُن کو کوئی حق فائق ہم پر حاصل نہیں اور اسی لیے خاص اُن کے حال سے بحث کرنے کی ہم کو کچھ ایسی ضرورۃ بھی نہیں ۔ ہم کو جس کی ضرورۃ بلکہ سخت ضرورۃ ہے وہ نصاریٰ کے حقوق ہیں اس لیے کہ انضمام حکومت کی وجہ سے ہم کو نصاریٰ کے ساتھ بڑا قوی تعلق ہے ۔ ہمارا ہر طرح کا دنیاوی نفع و ضرر ان کے ہاتھ میں ہے ہماری خیریت اسی میں ہے کہ جہاں تک ہو سکے ہم ان کے ساتھ شیر و شکر ہو کر رہیں ۔ جبری اطاعت تو اضطراری ہے چار و ناچار کرنی ہی پڑتی ہے اور وہ کچھ تعریف کی بات نہیں نہ عند الناس اور نہ عند اللہ مدح کے قابل عند الناس وہی اطاعت ہوسکتی ہے جو طوع خاطر سے ہو اور عند اللہ وہی جو مذہبی تقاضے سے ہو ہمارا اور نصاریٰ کا اختلاف عقائد تو قیامت تک مٹنے والا نہیں ۔ بااین ہمہ جو آیتیں اور حدیثیں ہم نے اس عنوان کے ذیل میں جمع کی ہیں وہ اُس اجنبیت اور مغایرت کے رفع کرنے کو بس کرتی ہیں جو مذہبی خیال سے کسی مسلمان کے دل میں ۔ ہماری قطعی رائے ہے کہ منجملہ دوسرے اسباب کے مسلمانوں کی خستہ حالی میں اس اجنبیت اور مغایرت کو بھی مدخل عظیم ہے فَسَتَذْكُرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ [52] وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ [53] ۔

فیصلے میں انصاف کرنا

سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ [54] أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ

یہ (یہودی) جھوٹی جھوٹی باتوں کی گشتوئیاں لیتے پھرتے ہیں (اور) مال حرام ڈکوسے چلے جاتے ہیں تو (اے پیغمبر) اگر یہ لوگ اپنے معاملات فیصلہ کرانے کو تمہارے پاس آئیں تو تم (کو اختیار ہے کہ) ان میں فیصلہ کرو یا (ان کے معاملات میں دخل دینے سے کنارہ کش رہو اور اگر تم ان کے معاملات میں دخل دینے سے کنارہ کشی کرو تو یہ تم کو کسی طرح کا بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر فیصلہ کرو تو ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

[51] اور ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد یہ بات لکھ چکے ہیں کہ ہمارے نیک بندے زمین کی سلطنت کے وارث ہوں گے ۱۲ [52] سو آگے چل کر تم میری بات کو جو میں تم سے کہتا ہوں یاد کرو گے اور میں تو اپنا معاملہ خدا (ہی) کے سپرد کرتا ہوں بے شک اللہ (اپنے) بندوں کا نگران حال ہے ۱۲ [53] اور میں تم کو وہی راہ دکھاتا ہوں جو سیدھی ہے ۱۲ [54] کسی بات کی ٹوہ لگانا، اور اُس کے درپے ہونا کہ فلاں جگہ کیا تذکرہ تھا اسی کو اردو میں گشتوئیاں لینا کہتے ہیں ۱۲

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ
وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ
يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ وَمَا أُولٰٓئِكَ
بِالْمُؤْمِنِينَ ۝ إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيهَا
هُدًى وَّنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ
الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبّٰنِيُّونَ
وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ
وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ
وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا بِاٰيٰتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ
وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ
الْكٰفِرُونَ ۝ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ
النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ
الْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَ
السِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۚ فَمَنْ
تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ۚ وَمَنْ لَّمْ
يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ
الظّٰلِمُونَ ۝ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيسَى
ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ

کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور (یہ لوگ)
کیوں تمھارے پاس جھگڑے فیصلے کو لاتے ہیں جب کہ خود ان
کے پاس توراۃ ہے (اور) اُس میں حکم خدا (موجود) ہے پھر اس کے
بعد (بھی حکم خدا سے) رُوگردانی کرتے ہیں اور ان کو (سرے سے)
ایمان ہی نہیں بے شک ہم (ہی) نے توراۃ نازل کی جس میں
(ہر طرح کی) ہدایت اور نور (ایمان) ہے (خدا کے) فرماں بردار (بندے
انبیاء (بنی اسرائیل) اُسی کے مطابق یہودیوں کو حکم دیتے چلے
آئے ہیں اور (انبیاء کے علاوہ یہودیوں کے) ربّی یعنی مشائخ اور
علماء (بھی) کیونکہ کتاب اللہ کے محافظ ٹھہرائے گئے تھے اور (وہ)
اُس کی محافظت کرتے بھی رہے تو (اے اس وقت کے یہودیو!)
لوگوں سے نہ ڈرو اور ہمارا ہی ڈر مانو اور ہماری آیتوں کے معاوضے
میں (دنیا کے) ناچیز فائدے نہ لو اور جو خدا کی اُتاری ہوئی
(کتاب) کے مطابق حکم نہ دے تو یہی لوگ کافر ہیں اور ہم نے
توراۃ میں یہود کو تحریری حکم دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور
آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان
اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ (ویسے ہی
زخم) پھر جو (مظلوم) بدلہ معاف کر دے تو وہ اُس (کے
گناہوں) کا کفّارہ ہوگا اور جو خدا کی اُتاری ہوئی (کتاب)
کے مطابق حکم نہ دے تو وہی لوگ بے انصاف ہیں ف۱
اور بعد کو اِن ہی (پیغمبروں) کے قدم بقدم ہم نے مریم کے
بیٹے عیسےٰ کو چلایا کہ وہ توراۃ کی جو اُن کے (وقت میں)
پہلے سے (موجود) تھی تصدیق کرتے تھے ۔

ف۱ پچھلے رکوع کی شان نزول ایک زنا کا مقدمہ تھا جو یہودیوں
میں ہوا تھا اور مجرم عزّت دار لوگ تھے اور وہ اجرائے حکم سنگساری میں
خلافِ حکمِ توراۃ اُن کی رعایۃ کرنی چاہتے تھے اور ان آیتوں میں قصاص کا
حکم ہے اور یہ احکام بھی عام ہیں کہ قصاص ہر شخص پر بلا لحاظ اس کے
کہ مجرم کون ہے اور کس درجے کا ہے اُس کو سزا دی جائے اور اسی طرح حکم سنگساری بھی عام تھا مگر یہودی ان تمام احکام میں دنیاوی طمع کو دخل دیتے تھے ۱۲

وَاٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ فِیْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ هُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ ○ وَلْیَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِیْلِ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِیْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○ وَاَنِ احْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ یَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ

اور اُن کو ہم نے انجیل (بھی) دی جس میں ہر طرح کی سمجھ اور نور (ہدایت موجود) ہے اور توریت جو اس کے (نزول کے زمانے میں) پہلے سے (موجود تھی (یہ انجیل) اُس کی تصدیق بھی کرتی اور خود بھی پرہیزگاروں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے اور اہلِ انجیل کو (عیسائی ہونے کی حیثیت سے) چاہیئے (تھا) کہ جو (حکم) خدا نے اُس میں اتارے ہیں اُسی کے مطابق حکم دیا کریں ۔ اور جو خدا کے اتارے ہوئے (حکموں) کے مطابق حکم نہ دے تو یہی لوگ نافرمان ہیں **ف۱** اور (اے پیغمبر) ہم نے تمہاری طرف (بھی) کتاب برحق اتاری کہ جو کتابیں اس کے (اترنے کے وقت) پہلے سے (موجود) ہیں اُن کی تصدیق کرتی ہے اور اُن کی محافظ (بھی) ہے **ف۲** تو جو کچھ خدا نے (تم پر) اتارا ہے تم (بھی) اُسی کے مطابق ان لوگوں میں حکم دو اور جو حق بات تم کو (خدا سے) پہونچی ہے اُس کو چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو ہم نے (وقتاً فوقتاً) تم میں سے ہر ایک (فریق) کے لیے ایک شریعت ٹھیرائی اور طریقہ (خاص) اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی (دین کی) اُمت کرتا لیکن (مختلف شریعتوں کے بھیجنے سے یہ مقصود رہا) ہے کہ جو حکم (تمہاری حالت کے مناسب وقتاً فوقتاً) تم کو دیئے اُن میں (وقتاً فوقتاً) تم کو آزمائے تو (مسلمانو!) تم (اس وقت کی اسلامی شریعت کے مطابق) نیک کاموں کی طرف لپکو کیونکہ تم سب کو اللہ ہی طرف لوٹ کر جانا ہے تو جن جن باتوں میں تم لوگ (دنیا میں) اختلاف کرتے رہے ہو وہ تم کو (سب کا حال) بتا دے گا (غرض اے پیغمبر تم تو اپنی شریعت پر قائم

ف۱ ان آیتوں میں یہودیوں اور عیسائیوں کو اس بات پر ملامت کی گئی ہے کہ وہ یہودی اور عیسائی ہونے کا دعوے تو کرتے ہیں مگر اپنی آسمانی کتاب توراۃ اور انجیل پر عمل نہیں کرتے حالانکہ ان کو چاہیئے تھا کہ یہودیت اور عیسائیت کے مدعی ہیں تو اپنی آسمانی کتاب کے احکام کے پابند رہتے ۔ پس اُن کا دعوے زبانی دعوے ہے دلیل اور اُن کا عمل ان کے دعوے کی تصدیق نہیں کرتا ۱۲ **ف۲** قرآن کو جو کتب سابقہ آسمانی کا محافظ فرمایا تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اُن کتابوں میں کسی طرح کی ردوبدل کو جائز نہیں رکھتا اور اسی سے قرآن میں اہلِ کتاب پر تحریف کے بارے میں بار بار بڑی سختی کے ساتھ الزام دیا گیا ہے ۱۲ منہ المترجم

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ○ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○ (المائدہ ع ۷ پارہ ۶)	کہ خدا ہی کو منظور ہے کہ اِن کے بعضے گناہوں کی وجہ اِن پر کوئی مصیبت لا نازل کرے اور بے شک بہت سے لوگ البتہ نافرمان ہیں کیا اس وقت میں (زمانۂ) جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں ف اور جو لوگ یقین کرنے والے ہیں اُن کے لیے اللہ سے بہتر حکم دینے والا اور کون ہو سکتا ہے۔

ف اسلام سے پہلے کا وقت مشرکینِ عرب کے لیے زمانۂ جاہلیت کہلاتا ہے کیونکہ سب سے پہلی کتاب جو اہلِ عرب پر نازل ہوئی وہ یہی قرآن ہے اور اس کے نزول سے پہلے تو ان کو خبر ہی نہ تھی کہ حقیقت میں کیا چیز ہے اور وہ کیا چاہتا ہے ۱۲

مِنَ المترجم اتنی بڑی آیت کے نقل کرنے سے ہماری اتنی ہی غرض تھی کہ ہم مسلمانوں کو چاہیئے کہ اہلِ کتاب خاص کر اہلِ انجیل کے ساتھ ہر معاملے میں عدل و انصاف کو مدِنظر رکھیں کیونکہ خدا نے ہمارے پیغمبر صلعم کو صاف لفظوں میں حکم دیا ہے کہ اگر اہلِ کتاب اپنا کوئی مقدمہ تمھارے سامنے پیش کریں تو اُن میں انصاف اور راستی کے ساتھ فیصلہ کرو۔ اس آیت سے ملتی ہوئی ایک اور آیت ہے جسے ہم مع ترجمہ و فائدہ ذیل میں نقل کرتے ہیں، اگرچہ عنوانِ بالا سے تعلق نہیں رکھتی مگر فائدے سے خالی نہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (اس میں شک نہیں کہ جو مسلمان ہیں اور جو یہودی ہیں اور صابی اور نصاریٰ (اِن میں سے) جو کوئی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل بھی کرے تو (قیامت کے دن) ایسے لوگوں پر نہ (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح پر) آزردہ خاطر ہیں گے ف

ف یہود چونکہ پیغمبروں کی اولاد تھے خواہی نخواہی خدا کے ساتھ اپنی خصوصیت جتاتے تھے کبھی کہتے تھے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ "ہم اللہ کے فرزند اور اُس کے چہیتے ہیں"۔ کبھی کہتے۔ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۔ "گنتی کے چند روز کے سوا (دوزخ کی) آگ ہم کو چھوئے گی (بھی تو) نہیں"۔ اور کبھی کہتے۔ لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا "یہودیوں کے سوا جنت میں کوئی جانے ہی کا نہیں" اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس دعویِ غلط کو رد کر دیا کہ کسی فرقے کی تخصیص نہیں خصوصیت اگر ہے تو ایمان کی ہے اور نیک کام کرنے کی جس پر تمام شریعتوں کا اجماع ہے جب تک حضرت موسیٰ کی شریعت جاری رہی یہود خدا کے ہاں مقبول تھے پھر نصاریٰ۔ اب مسلمان اپنے اپنے وقت میں جو خدا اور روزِ آخرۃ پر ایمان لایا اُسنے ثواب پایا۔ صابئین کی نسبت کہ یہ کون تھے اور کب تھے اور کہاں تھے اور کیا عقیدہ رکھتے تھے تفاسیر میں اس قدر اقوال منقول ہیں کہ سب کا تذکرہ کرنا موجب طوالت ہے لیکن جو بات اِن اقوال سے مستنبط ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ صابئین فلسفیانہ عقائد کے لوگ تھے بعض مشرک ۱۲

حقوقِ نصارٰے

(محبت)

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ○ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ○ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَاۗءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ○ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ○

(المائدہ ع ۱۱ پارہ ۶ و ۷)

(اے پیغمبر) مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کے اعتبار سے یہود اور مشرکین کو تم سب لوگوں میں بڑا سخت پاؤ گے اور مسلمانوں کے ساتھ دوستی کے اعتبار سے سب لوگوں میں اُن کو قریب تر پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصارٰے ہیں (مسلمانوں کی طرف نصارٰے کا) یہ (میلان) اس سبب سے ہے کہ اُن میں علماء اور مشائخ ہیں۔ اور (نیز) یہ کہ یہ لوگ تکبر نہیں کرتے اور جب (قرآن کو) سنتے ہیں جو (ہمارے اس) رسول (محمدؐ) پر نازل ہوا ہے تو اے مخاطب تو اُن کی آنکھوں کو دیکھتا ہے کہ اُن سے آنسو جاری ہیں۔ اس لیے کہ انھوں نے حق بات کو پہچان لیا ہے (قرآن کو سن کر) دعا مانگنے لگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم تو ایمان لے آئے تو (دینِ حق کی) تصدیق کرنے والوں کے ساتھ ہم کو بھی لکھ رکھ اور ہم کو کیا (جنون ہو گیا) ہے کہ اللہ پر اور جو حق بات ہمارے پاس آئی ہے اُس پر تو ایمان لائے نہیں اور توقع یہ رکھیں کہ ہمارا پروردگار ہم کو نیک بندوں کے ساتھ (بہشت میں لے جا) داخل کرے گا تو اِن کے اس کہنے کے صلے میں خدا نے اِن کو (بہشت کے) ایسے باغ عطا فرمائے جن کے تلے نہریں (پڑی) بہ رہی ہیں (اور یہ) اُن میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے اور خلوصِ دل سے نیکی کرنے والوں کا یہی بدلہ ہے **ف۱**

اور جن لوگوں نے (دینِ حق یعنی اسلام کو) نہ مانا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا یہی دوزخی ہیں۔

ف۱ یہ آیتیں نجاشی بادشاہِ حبشہ اور اُس کے درباریوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں جو نصارٰے تھے بات یہ ہے کہ جب پیغمبر صاحب نے اسلام کی منادی شروع کی تو قریش جو پیغمبر صاحب کے قبیلے کے لوگ تھے سخت برہم ہوئے اس لیے کہ اسلام کی منادی سے اُن کے دینِ آبائی

(بقیہ صفحہ ۳۸۶ پر ملاحظہ ہو)

(بقیہ فائدہ صفحہ ۳۷۵) میں خلل پڑتا تھا تو اُنھوں نے ڈرانے دھمکانے سے چاہا کہ بات دب جائے مگر پیغمبر صاحب برابر وعظ فرماتے رہے اور لوگ بھی ایک ایک دو دو کرکے اسلام لانے لگے تو قریش نے دوسرے قبیلوں کو اُبھارا اُکسایا اور مسلمانوں کو سب نے مل کر طرح طرح کی ایذائیں دینی شروع کیں پیغمبر صاحب تو اپنے چچا ابو طالب کی حمایۃ میں تھے اور از بسکہ ابو طالب رؤسائے قریش میں سے تھے مخالفین پیغمبر صاحب کا تو کچھ کر نہ سکے مگر دوسرے مسلمانوں کو بڑی مشکل تھی اور پیغمبر صاحب اتنی قوۃ نہیں رکھتے تھے کہ ان کی بھی حفاظت کریں ناچار آپ نے مسلمانوں کو اجازۃ دی کہ نجاشی بادشاہ حبشہ بیکۃ ل منصف مزاج اور رعیۃ پرور ہے اُس کی عملداری میں چلے جاؤ۔ چنانچہ اول بار گیارہ مردوں اور چار عورتوں نے حبشے میں جا پناہ لی اور یہ پہلی ہجرۃ کہلائی اس گروہ میں جناب پیغمبر صاحب کی صاحبزادی حضرۃ رقیہ رض اور اُن کے شوہر حضرۃ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی زبیر بن عوام بھی تھے۔ پھر دوسرے دہلے میں پیغمبر صاحب کے چچا زاد بھائی حضرۃ جعفر طیار بن ابی طالب دوسرے مسلمان مردوں اور عورتوں کے ساتھ حبشے پہنچے یہاں تک کہ عورتوں اور بچوں کے علاوہ بیاسی مہاجر حبشے میں جمع ہو گئے۔ وہاں بھی قریش نے پیچھا نہ چھوڑا اور نجاشی سے جا چغلیاں لگائیں کہ یہ بے دین ہیں اور تمہارے مُلک میں فساد برپا کرنے کو آئے ہیں اور تمہارے حضرۃ عیسیٰ کے بھی قائل نہیں اس پر نجاشی نے مسلمانوں کو بُلایا جعفر سب کے وکیل بنے اور اُنھوں نے قرآن کی سورتیں اور خاص کر سورۂ مریم سُنا کر اپنے عقائد نجاشی پر ظاہر کیے اور وہ اور اُس کے درباری سب قرآن سُن کر رو دیے اور اسلام کی صداقۃ کے معتقد ہو گئے اور نجاشی آخر میں اسلام لے آیا۔ نجاشی کے اسلام کا پتہ ہم کو دو حدیثوں سے ملتا ہے جو ترجمے سمیت ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ مَاتَ النَّجَاشِيُّ مَاتَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا عَلٰى أَخِيْكُمْ (بخاری) جابر رض کہتے ہیں کہ جب نجاشی کا انتقال ہوا (یعنے اُس کے انتقال کی خبر آئی) تو جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج ایک نیک آدمی مر گیا ہے تو لوگو! کھڑے ہو اور اپنے بھائی کی نماز جنازہ پڑھو۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى اَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ فَصَفَّنَا وَرَاءَهُ فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِيْ اَوِ الثَّالِثِ (بخاری) جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ نجاشی کے جنازے کی نماز پڑھی تو ہم لوگوں نے آپ کے پیچھے صف باندھی میں دوسری صف میں تھا یا تیسری میں نجاشی مسلمان مَرا ہوتا تو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اُس کے جنازے کی نماز با جماعۃ کیسے ادا فرماتے جب کہ عبد اللہ بن ابی منافق کے جنازے کی نماز کی مناہی نازل ہو چکی تھی جیسا کہ قرآن میں ہے وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ اور (اے پیغمبر) اگر ان (منافقوں) میں سے کوئی مر جائے تو تم ہرگز اُس (کے جنازے) پر نماز نہ پڑھنا اور نہ اُس کی قبر پر (جا کر) کھڑے ہونا (کیونکہ) انھوں نے اللہ اور اُس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور سرکشی ہی کی حالت میں مر گئے ف ا

ف ا صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ عبد اللہ بن ابی ایک منافق تھا وہ مرا تو اُس کے بیٹے نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ اس کے جنازے کی نماز پڑھا دیجیے پیغمبر صاحب عبد اللہ بن اُبی کے بیٹے کی دلداری کے لیے کہ وہ سچا مسلمان تھا جنازے کی نماز پڑھانے کو کھڑے ہو گئے عبد اللہ تھا کٹا منافق اور اسلام کا سخت دشمن اس نے پیغمبر صاحب اور مسلمانوں کو بڑی بڑی سخت تکلیفیں پہنچائی تھیں حضرۃ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیغمبر صاحب کو نماز پڑھانے سے روکا اور آیۃ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ یاد دلائی یعنی اے پیغمبر اگر تم ان (منافقوں) کے حق میں مغفرۃ کی دعا کرو یا ان کے حق میں مغفرۃ کی دعا نہ کرو (ان کے لیے یکساں ہے) اگر تم ستر[1] دفعہ بھی ان کے لیے

[1] ستر گنتی اور حصر مراد نہیں بلکہ صرف کثرت مراد ہے اور یہ اہل عرب کا خاص محاورہ ہے جیسے ہمارے ہاں کبھی سو کبھی پچاس کبھی ہزار کہہ دیا کرتے ہیں جیسے ایک فارسی شاعر کہتا ہے ؎ ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب ؛ ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست ۱۲

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ○ (المائدہ ع ۸ پارہ ۶)

مسلمانو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ (لوگ تمہاری مخالفت میں باہم) ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے کوئی ان کو دوست بنائے گا تو بے شک وہ (بھی) ان ہی میں کا (ایک) ہے (کیونکہ) خدا (ایسے) ظالم لوگوں کو راہ راست نہیں دکھایا کرتا ف۱

(بقیہ فائدہ صفحہ ۳۷۶) یہ بھی ایک واقعہ تاریخی ہے کہ نجاشی کی زندگی میں نزول وحی کا سلسلہ جاری تھا اور قانون شریعت اسلامی یعنی قرآن ہنوز نامکمل تھا اس پر بھی جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کو رَجُلٌ صَالِحٌ فرمایا۔ اور مسلمان کا مل سمجھ کر اُس کے جنازے کی نماز ادا کی۔ اس سے زیادہ نصاریٰ کی طرف میلان اور کیا ہوسکتا ہے۔ لیکن مسلمان ہیں کہ ایسی باتوں پر نظر نہیں کرتے ۱۲

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۷۶) مغفرت کی دعا کروگے تو خدا ہرگز ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔ پیغمبر صاحب نے حضرت عمرؓ کے جواب میں فرمایا خدا نے ستر بار کے لیے فرمایا ہے کہ میں منافقوں کے حق میں یہاں تک تمہاری دعا نہیں سنوں گا تو میں ستر بار سے زیادہ کروں گا شاید قبول ہو یہ فرماکر عبداللہ کے جنازے کی نماز پڑھائی بلکہ اُس کے کفن کے لیے اپنے پہننے کا ایک کرتہ بھی عنایت فرمایا۔ نماز پڑھا چکے تھے کہ آیۃ ولا تصل علی احد منہم الخ نازل ہوئی۔ پیغمبر صاحب کے طریق عمل سے یہ نہ سمجھ لینا کہ وہ ستر کے محاورے سے واقف نہ تھے بلکہ بات یہ ہے کہ پیغمبر صاحب سرتاسر رافت و رحمت تھے وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین درگزر اور شفقت ان کی جبلت اور اُدھر خدا کے عفو و رحم سے اُن کو بڑی بڑی توقعات تھیں پیغمبر صاحب کی طبیعت نے ستر کے لفظ کا ایک حیلہ بنایا اور اپنا رحمۃ للعالمین ہونا ثابت کر دکھایا ؎ یارب تو کریمی رسول تو کریم ٭ صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم ٭ اور وہ جو عبداللہ کے کفن کے لیے کرتہ عنایت کیا تھا اُس کا ماجرا یہ ہے کہ وہ حقیقت میں عبداللہ کے ایک احسان کا معاوضہ تھا کہ حضرت کے چچا عباسؓ مسلمان نہیں ہوئے تو فی الوقت اُن کے کپڑے مار لوٹے پڑے وہ آدمی تھے قد آور لحیم شحیم اور عبداللہ کے کرتے کے سوا اور کسی مسلمان کا کرتہ اُن کے بدن میں نہ آیا۔ اللہ اللہ کیسی غیور طبیعت واقع ہوئی تھی کہ ایک کرتے کے احسان کو بھی اُتار کر رہے یہ ہیں وہ باتیں جو پیغمبر صاحب کے ساتھ ہماری عقیدت کو بڑھاتی ہیں ۱۲

نوٹ صفحہ ہذا) سلہ یہ اور اس کے بعد کی سورۂ ممتحنہ والی آیۃ اگرچہ بظاہر عنوان اور عنوان کے تلے کی آیتوں کے تم کو مخالف معلوم ہوگی کیونکہ عنوان قائم کیا گیا ہے محبت کا جس کے یہ معنی ہیں کہ نصاریٰ سے محبت و دوستی کرنا اُن کا ہم پر حق ہے اور اسی کی تائید اور ثبوت میں آیہ ولتجدن الخ لی گئی ہے بخلاف اس آیۃ کے کہ اس میں نصاریٰ سے قطع دوستی کا حکم ہے مگر جب تم اس آیۃ کے فائدے کو غور سے پڑھوگے تو معلوم ہوجائے گا کہ عنوان اور اُس کے تلے کی آیۃ اور اس آیۃ میں کسی طرح کا اختلاف نہیں فائدہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے

ف۱ پیغمبر صاحب نے لوگوں کو دین اسلام کی تعلیم کرکے مسلمانوں کی ایک نئی جماعت بنائی اور از بسکہ اسلام میں بڑی شد و مد کے ساتھ عقیدۂ توحید کی تاکید اور تائید تھی مسلمانوں کے مذہبی عقائد یہود اور نصاریٰ اور مشرکین عرب کسی سے نہیں ملتے تھے ہر چند پیغمبر صاحب نے ہر طرح کی دلیلوں سے قائل کیا معدودے چند ایمان لائے باقی سارا ملک دشمنی پر کمر بستہ ہوگیا جب تک مسلمانوں کا گروہ تھوڑا اور کمزور رہا مخالفوں نے ایذا دہی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا مسلمان اس پر بھی صبر اور درگزر کرتے اور نرمی و ملامت سے سمجھاتے رہے مگر لاتوں کے

(بقیہ فائدہ صفحہ ۳۷۸)

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (ممتحنہ ع ۲ پارہ ۲۸)

(مسلمانو!) جو لوگ تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور اُنھوں نے تم کو تمھارے گھروں سے نہیں نکالا اُن کے ساتھ احسان کرنے اور منصفانہ برتاؤ کرنے سے تو خدا تم کو منع کرتا نہیں (کیونکہ) اللہ منصفانہ برتاؤ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اللہ تو تم کو اِن ہی لوگوں سے دوستی کرنے کو منع فرماتا ہے جو تم سے دین کے بارے میں لڑے اور جنھوں نے تم کو تمھارے گھروں سے نکالا اور تمھارے نکالنے میں (تمھارے مخالفوں کی) مدد کی اور جو شخص ایسے لوگوں سے دوستی رکھے گا تو (سمجھا جائے گا کہ) یہی لوگ (مسلمانوں پر) ظلم کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ○ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَ

اور تحقیق ہم ہی نے نوح اور ابراہیم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور اُن کی نسلوں میں پیغمبری اور کتاب (یعنی وحیِ آسمانی) کو (جاری) رکھا (با ایں ہمہ بعض) تو اُن میں سے رُوبراہ ہیں اور بہتیرے اُن میں سے نافرمان ہیں۔ پھر (اُن کے) پیچھے اُن ہی کے قدم بقدم ہم نے اپنے (اور) رسول بھیجے اور (اُن کے) پیچھے مریم کے بیٹے عیسےٰ کو بھیجا اور اُن کو انجیل عنایت فرمائی اور

(بقیہ فائدہ صفحہ ۳۷۷) بھوت باتوں سے کب ماننے والے تھے آخر اتنے میں مسلمان بھی قوت پکڑ گئے اور جواب ترکی بہ ترکی دینے لگے غرض لڑائی ٹھن گئی اور جیسا قاعدہ ہے اُس کا سلسلہ سالہا سال جاری رہا۔ ظاہر بات ہے کہ جب دو گروہوں میں لڑائی ہو رہی ہو اور لڑائی بھی ربانی تُو تُو میں میں نہیں تیر تلوار کی لڑائی یعنی ایک دوسرے کی جان کا خواہاں۔ ایسی حالت میں ایک گروہ کے آدمی کو دوسرے گروہ کے کسی آدمی سے دوستی رکھنا اپنے گروہ کی تباہی کے درپے ہونا ہے بس یہود و نصاریٰ سے دوستی نہ رکھنے کا حکم اُس خاص وقت اور خاص حالت کے لیے تھا یہ ایک طرح کے فوجی انتظام ہیں جو ہر ملک اور ہر قوم کو کرنے پڑتے ہیں اور دنیا کے لڑائی جھگڑوں سے متعلق ہیں۔ رہی مذہبی دشمنی یعنی اختلاف عقائد وہ بالکل دوسری بات ہے اور اُس کو دنیاوی معاملات میں دخل دینے کی کچھ ضرورت نہیں اٹھائیسویں پارے کی سورۂ ممتحنہ کی آیۃ میں جو اِس کے بعد آتی ہے اِن باتوں کی خوب صراحت ہے ہم ہندوستان کے مسلمان کس گنتی میں ہیں۔ اب تو نصاریٰ کا اقبال ایسا برسرِ عروج ہے کہ سلطانِ روم اور شاہِ فارس اور امیر کابل کو بھی چار و ناچار ان کے ساتھ دوستی رکھنی پڑتی ہے ۱۲

جَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً ۚ وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۖ فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ○ (الحدید ع ۴ پارہ ۲۷)	جو لوگ اُن کے پیرو ہوئے اُن کے دلوں میں ترس اور رحم ڈال دیا اور دُنیا کا چھوڑ بیٹھنا جس کو اُنھوں نے از خود ایجاد کیا تھا ہم نے وہ (طریق) اُن پر فرض نہیں کیا تھا (مگر ہاں اُنھوں نے اُس کو) خدا (ہی) کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے (ایجاد کیا تھا) لیکن جیسا اُس کو نباہنا چاہیے تھا نہ نباہ سکے تو جو لوگ اُن میں سے ایمان لائے اُن کو ہم نے اُن کے اجر عنایت فرمائے اور اُن میں سے بہتیرے تو نافرمان ہیں ۔

من المترجم ۔ جہالت یہ کیسا غضب ڈھا رہی ہے ۔ تباہی کی سر پر گھٹا چھا رہی ہے ۔ ہم نے جیسا کچھ اسلام کو سمجھا ہے اُس کی رُو سے حقیقت میں بڑا ہی تعجب ہوتا ہے کہ اب مشکل سے زمین کا کوئی کونا باقی رہا ہوگا جہاں مسلمان نہ پہنچ گئے ہوں ۔ پھر جہاں جہاں مسلمان پہنچ گئے ہیں وہاں اسلام کے ہوتے کسی دوسرے مذہب کے ہونے کی وجہ کیا ؟ اس کی ایسی مثال ہے کہ جہاں نورِ آفتاب چمک رہا ہے وہاں ظلمت کیسے ٹھیر سکتی ہے ۔ ہو نہ ہو اس کا سبب یہ ہے یہی ہے اور اس کے سوائے کوئی اَور سبب نہیں کہ دوسرے مذہب والوں کو اسلام کی خبر نہیں اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ۔ شروع شروع میں اسلام کو ایسے ناملائم اتفاقات پیش آئے کہ لوگوں کو اسلام کی خبر ہوئی بھی تو بُری طرح سے ہوئی ۔ لوگ کابراً عن کابر مدتوں سے شرک اور بُت پرستی سے مانوس تھے خدائے واحد کا نام سُن کر بھنّائے اور دھینگا مُشتی سے دعوۃِ اسلام کی آواز کے دبا دینے پر کمر بستہ ہوگئے وہ نفرۃ کچھ ایسی گھڑی کی ذہن نشین ہوئی تھی کہ وہ کینے آج تک طبیعتوں سے نہیں نکلے اس میں شک نہیں اور یہ واقعہ تاریخی ہے کہ عام نفرۃ جو لوگوں کے دلوں میں اسلام کی طرف سے ابتدا میں پیدا ہوئی اُس میں مسلمانوں کا مطلق قصور نہ تھا ۔ مگر نفرۃ کا زمانہ مابعد میں جاری رہنا زیادہ تر دوسروں کی ہٹ دھرمی سے ہوا تاہم مسلمانوں کے طرزِ عمل کا بھی اس میں حصہ ضرور ہے ۔ کیونکہ ہم بعض لڑائیوں کو شرائطِ جہاد سے دُور پاتے ہیں ۔ اِس کے علاوہ مسلمانوں نے استمالۃ اور تالیفِ قلوب میں بھی ضرور کوتاہی کی ہے وہ وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کے حکم کی رُو سے اشاعۃ و تبلیغِ اسلام کو علماء اور مشائخ اعلام و واعظین کے سر ڈال کر آپ فارغ ہو بیٹھے پیشوایانِ اُمت نے نہ آگا دیکھا نہ پیچھا جہاں کہیں بھی تھے مسلمانوں کے ریوڑ کو ایک لاٹھی سے ہانکنا شروع کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس طرح یہودیوں کو اُن کے احبار اور رہبانوں نے برباد کر چھوڑا کہ آج اتنی بڑی زمین میں ایک چپے پر اُن کی شاہانہ حکومت نہیں یہی حال مسلمانوں کا اُن کے پیشواؤں کی بدولت ہوتا چلا جا رہا ہے ۔ پہلے بھی سنت کے بڑے لمبے چوڑے دعوے کیے جاتے ہیں اور ہم بھی کہتے ہیں کہ سنت کی پیروی دنیاوی اور اُخروی بہبود و فلاح کی کافی ضمانت ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ

سلہ اور (مسلمانو!) تم میں ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہیے جو (لوگوں کو) نیک کاموں کی طرف بلائیں اور اچھے کام (کرنے) کو کہیں اور بُرے کاموں سے منع کریں

۵۲ (مسلمانو!) تمھارے لیے (یعنی) اُن لوگوں کے لیے جو اللہ اور روزِ آخرۃ (کے عذاب) سے ڈرتے اور کثرۃ سے یادِ الٰہی کیا کرتے تھے (پیروی کرنے کو) رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا ف یعنی جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس لڑائی میں شریک اور سب کے پیش پیش تھے تو مسلمانوں کو پھر منھ چرا کر بیٹھ رہنا کیا مناسب تھا

سلہ سورۂ آلِ عمران ع ۱۱

وَّ ذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا - اور قُلْ[۵۱] اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ - مگر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اور ہمارے وقت میں شام وصبح کا فرق پڑ گیا ہے تو ہم کو ہر بات اور ہر چیز میں سنت کی غایۃ وغرض پر نظر کرنی ہے کہ طور وطریق بدلے تو بدلے مگر یہ غرض فوت نہ ہونے پائے مثلاً ہم ایک لباس کو لیتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ردا (چادر) اور ازار (تہمد) یہی دو کپڑے بے سیئے ہوئے پہنے جاتے تھے۔ اور ان ہی کو حُلّہ (جوڑا) کہتے تھے۔ اب ہمارے وقتوں میں نئی نئی ایجادیں ہو کر انواع واقسام کی اوضاع چل پڑی ہیں پس اگر ہم وہی ردا اور ازار اختیار کریں لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوں تو ہم کو لباس کی اصل غرض کو دیکھنا چاہیئے۔ وہ غرض تھی ستر عورۃ دفع حر وبرد زینت بغرض اظہار نعمت کہ وہ از قبیل اَمَّا[۵۲] بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ ایک پیرایہ شکر کا ہو بشرطیکہ تبجح اور اسراف اور تشبہ بالنسا نہ ہو کیونکہ تشبّہ بالنسا بھی عار مردی ہے۔ لباس کی وضع اور اس کی تراش خراش داخل اغراض لباس نہیں اور یہی وجہ ہے کہ اب کسی ملک کے مہذب اور شائستہ مسلمان ردا اور ازار کا استعمال نہیں کرتے۔ اور از انجملہ ہندوستان کے بھی۔ مگر وہ جو کہتے ہیں کہ دریا میں رہنا اور مگرمچھ سے بیر احمق اور دشمن کا کام مسلمانوں نے اپنے پاؤں پر کلھاڑی مارنے سے کسی طرح کی کسر نہیں کی۔ یعنی بات بات میں انگریزوں کی زبان سے علوم سے وضع سے طرزِ تمدّن سے اظہارِ نفرۃ کیا اور انگریزوں کی نظر میں بے اعتبار ہو گئے اور ہونے ہی تھے علاوہ بریں اسلام کو ناحق بدنام کیا سو الگ۔ یہاں تک کہ ایک بڑے جلیل القدر انگریز نے مسلمانوں کے طرزِ عمل سے اسلام میں پانی مرتا ہوا دیکھ ایک کتاب لکھ ماری کہ "مسلمانوں کو ان کا مذہب اجازت نہیں دیتا کہ وہ انگریزی گورنمنٹ کے خیرخواہ ہو کر رہیں"۔ مگر ہم تو اس "گڑ کھاؤں گلگلوں سے پرہیز" کی قسم کی نفرۃ کے قائل نہیں۔ پوری نفرۃ تو ہم جب سمجھیں کہ انگریزوں کی بنائی ہوئی کوئی سی چیز بھی استعمال نہ کریں یعنی خس کم جہاں پاک ہجرۃ کر کے مثلاً عرب چلے جائیں کہ حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ آخری وقت میں اسلام سب طرف سے سمٹ کر مدینے میں جمع ہو جائے گا۔ مگر وہاں بھی "بہر زمیں کہ رسیدیم آسماں پیدا است"۔ "ہماں آش در کاسہ" پائیں گے۔ ع چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی ہم نے تحقیق سُنا ہے گو آنکھوں سے نہیں دیکھا کہ مکّے مدینے میں بھی آسایش وآرایش کا تمام ساز وسامان ساختِ یورپ کام میں لایا جاتا ہے حتّٰے کہ انگریزوں کا سکہ بے تامّل سلطانِ روم کے سکّے سے بڑھ کر داد وستد میں آتا ہے۔ مخالفت کی آگ تو اسلام کے پیدا ہوتے ہی سُلگنی شروع ہوئی اور فریقِ مخالف اُس کو بھڑکاتے رہے۔ ایک وقتِ خاص تک مسلمانوں کو غلبہ رہا۔ پھر الحرب سجال کے قاعدے سے لڑائی نے پلٹا کھایا تو عیسائیوں نے مسلمانوں کو نیچا دکھایا۔ وہ آگ ابھی تک بجھی نہیں اور بجھے گی بھی نہیں مگر مسلمانوں میں مقابلے کا دم نہیں رہا۔ "ماری کوٹی کونے لاگی" جہاں ہیں مغلوبانہ زندگی کے دن بسر کر رہے ہیں "شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن"۔ مذہبی مخالفت کے اعتبار سے عام مسلمانوں اور عام عیسائیوں کا حال تو یہ ہے مگر ہم مسلمانانِ ہند کی

---

۵۱ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہدو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ (بھی) تم کو دوست رکھے اور تم کو تمھارے گناہ معاف کر دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۱۲ ۵۲ اور (اے پیغمبر لوگوں سے) اپنے پروردگار کے احسانات کا تذکرہ کرتے رہا کر یہ بھی شکرگزاری کا ایک طریقہ ہے ۱۲

روبداد خاص ہے کہ ہم سیکڑوں برس ہندپر سلطنت کرتے رہے آخر اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ کا خدائی فیصلہ ہم پر بھی جاری ہوا۔ ہندوستان پر دانت تو تمام یورپ کے تھے مگر خدا کو ہم مسلمانوں کے حق میں بہتری کرنی تھی کہ عاقبۃ الامر انگریز مالک الملک قرار پائے۔ انگریزوں میں ہزار خوبیوں کی ایک خوبی یہ ہے کہ ملکداری میں "عیسےٰ بدین خود موسےٰ بدین خود" کے اصول کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں اور جس طرح خدا کا دنیاوی برتاؤ کل مذاہب والوں کے ساتھ یکساں ہے ان کا بھی یہی حال ہے کہ ان کو حکومت کی حیثیت سے کسی مذہب سے کچھ بحث نہیں جو قانون ہندوؤں کے لیے وہی مسلمانوں کے لیے وہی عیسائیوں کے لیے وہی یہودیوں کے لیے وہی رعایا کے ہر کہ و مہ کے لیے۔ اور یہی عمل بالمساواۃ ان کی حکومت کے قیام و ثبات کے لیے کافی ضمانت ہو۔ انصاف اور اسلام اور مصلحتِ وقت ایک چھوڑ تین تین چیزیں متقاضی ہیں کہ ہم اپنے اور انگریزوں کے درمیان میں کسی طرح کی کشیدگی واقع نہ ہونے دیں۔ اور کیا ممکن نہیں کہ باوجود اختلافِ عقائد ہم مسلمان اور انگریز آپس میں گھلے ملے رہیں۔ بیش برین نیست کہ ہم عقیدتی بھی چند در چند تعلقات میں سے ایک تعلق ہے۔ اچھا پھر اس ایک تعلق میں اختلاف ہونے کی وجہ سے دوسرے تعلقات میں بے لطفی کیوں ہو خاص کر اس حالت میں کہ خدا کا فرمودہ رسولِ خدا کا تعامل ہم کو صاف طور پر دوسرے تعلقات کے باقی رکھنے کی اجازت دیتا ہے اور اجازت بھی نہیں بلکہ حکم میل ملاپ کا سب سے بڑا ذریعہ ہے کھان پان اور کھان پان سے بڑھ کر شادی بیاہ۔ تو کھان پان کے بارے میں وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ وَطَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّھُمْ [۹۲] سے اور شادی بیاہ کے بارے میں وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ اِذَآ اٰتَیْتُمُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ سے اور زیادہ صاف و صریح حکم کیا ہو سکتا ہو۔ رہا جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا تعامل۔ تو وفد نجران اور نجاشی کے واقعات کو دیکھو۔ مگر مسلمان تو پورے پورے ہمارے اس شعر کے مصداق ہو رہے ہیں ؎

نہ جانیں حدیث اور نہ قرآن سمجھیں ہوی النفس کو عینِ ایمان سمجھیں

ہم میں سے سرسید احمد خاں نے انگریزوں کے ساتھ اختلاط کا ڈول ڈالا تھا تو مسلمانوں نے اُن کو ایسا ہدفِ ملامت بنایا کہ وہی جیسا مستقل مزاج آدمی تھا کہ اپنی بات پر جما رہا اور آخر کار اپنے مقلدوں کی ایک اُمّت بنا کر چھوڑ گیا "کفر گیرد کاملے ملت شود"۔ جن دنوں سید احمد خاں نے کھانے پینے رہنے سہنے میں انگریزی وضع اختیار کی مولویوں نے

---

۹۱ جو نعمت، کسی قوم کو (خدا کی طرف سے) حاصل ہو جب تک وہ (قوم) اپنی ذاتی صلاحیت کو نہ بدلے خدا اُس (نعمت) میں کسی طرح کا تغیر و تبدل نہیں کیا کرتا ۱۲

۹۲ اور اہلِ کتاب کا کھانا (بشرطیکہ تمھارے ہاں بھی روا ہو) تمھارے لیے حلال ہے اور تمھارا کھانا اُن کے لیے حلال ہے ۱۲ ۹۳ اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی جا چکی ہے اُن میں کی بیاہتا بیبیاں (تمھارے لیے حلال ہیں) ف بشرطیکہ اُن کے مہر اُن کے حوالے کر دو ۱۲

ف بیاہتا بیبیوں سے مراد ہیں وہ عورتیں جو نکاح کے ذریعے سے لوگوں کے ساتھ میاں بی بی کا سا تعلق پیدا کرنا چاہتی ہیں ۱۲ منہ اس قید کے متعلق وہ فائدہ ضرور پڑھو جو "تفصیل حل" کے عنوان آیہ الیوم احل لکم الطیبٰت کے ذیل میں لکھا ہے ۱۲

مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ[۵۱] کی سند پکڑ کر سیّد احمد خاں کو کافر ٹھیرایا۔ سید احمد خاں کا تو کچھ نہ بگاڑ سکے مگر انگریزوں کو ہتّے سے اُکھاڑ دیا اور مصیبت یہ ہو کہ ابھی تک بھی علماء کے گروہ کو تنبہ نہیں ھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا[۵۲] ہم کو من تشبہ بقوم فھو منھم کے کسی لفظ سے کفر کی بُو تک بھی نہیں آتی۔ غایۃ مافی الباب حدیث کا مطلب یہی ہو سکتا ہو کہ جو شخص اپنا ظاہر کسی قوم کا سا رکھّے لوگ اُس کو اُسی قوم کا آدمی سمجھیں گے۔ اِسی بنیاد پر بہ نیّتِ فاسد سرکاری ملازم کی سی وردی کا پہننا انگریزی قانون میں جرمِ فوجداری سمجھا گیا ہے۔ اِس کو کفر و اسلام سے تعلق کیا پولس کی جماعۃ میں ہندو مسلمان سب ہی طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ کوئی شخص لوگوں کے ٹھگنے کے لیے پولس کی وردی پہن پھرا تو اُس کو ہندو سمجھیں گے یا مُسلمان؟ نہ ہندو نہ مسلمان، بلکہ بہروپیا ملازمِ پولس۔ بات یہ ہو کہ دلوں میں جو قدیم الایّام سے بُغض بھرے ہوئے ہیں جا و بے جا کھُل پڑتے ہیں ع مے تراود چہ کُنم اَنچہ در آوندِ من است

جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر نظر کرتے ہیں تو دعویِ نبوۃ کے بعد شروع کے تیرہ برس مغلوبانہ زندگی کے تھے کہ اتنے زمانۂ دراز تک مخالفوں کے نرغے میں آپ اپنے مولد مکّے میں رہ کر دعوۃِ اسلام فرماتے رہے۔ مخالفوں کے زور و ظلم تو ایک لمحہ بھی مکّے میں ٹھیرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے مگر مجبوری یہ آ کر پڑی تھی کہ خانۂ کعبہ کی وجہ سے مکّہ مرجعِ خلائق تھا۔ برس کے برس تمام جزیرۂ عرب کے لوگ حجّ کے لیے مکّے میں جمع ہوتے تھے فلہذا دعوۃِ اسلام کے لیے وہی ایک موقع مناسب تھا۔ ناچار اشاعۃِ اسلام کی طمع پر تکلیف و مصیبت کے تیرہ برس مکّے میں گزار دیئے۔ جب دیکھا کہ موذی جان کے درپے ہیں آپ مکّہ چھوڑ مدینے چلے گئے اِسی کا نام ہو ہجرۃ **قطعہ**

جھڑکی تو مُدّتوں سے مساواۃ ہو گئی — گالی کبھی نہ دی تھی سو ایک بات ہو گئی

باقی ہے مار کھانی تو سُن لوگے ایک دن — اُس کی گلی میں اپنی یہ اوقات ہو گئی

جور و ستم کی حدّ بھی ہے کوئی کہاں تلک — انجامِ کار ترک ملاقات ہو گئی

ہجرۃ کے بعد خدا نے وہ سارے درِدّر دور کر دیئے اور مسلمانوں کی فتوحات کا زمانہ آیا پیغمبر صاحب کی اِن دو طرح کی زندگیوں میں سے ہجرۃ سے پہلے کی مغلوبانہ زندگی انگریزی عملداری میں ہم مسلمانانِ ہند کی زندگی سے ملتی جُلتی ہوئی ہی۔ ہم کو پیغمبر صاحب کی طرح کی تو مجبوریاں نہیں ہیں مگر پھر بھی محکومی ہے۔ انگریزوں کی رعیّت بن کر رہنا ہے جس طرح پیغمبر صاحب کی ہجرۃ سے پہلے اور ہجرۃ کے بعد دونوں زندگیاں ایک دوسری سے نہیں ملتیں اسی طرح دونوں زندگیوں کا طرزِ عمل بھی ایک دوسرے سے مختلف تھا۔ ہجرۃ سے پہلے مسلمانوں کو کُفُّوْٓا اَیْدِیَکُمْ[۵۳] وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ کا حکم تھا۔ ہجرۃ کے بعد وَاقْتُلُوْھُمْ[۵۴] حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْھُمْ وَاَخْرِجُوْھُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْکُمْ کا۔ اب یہیں سے غلطی شروع ہوئی ہو

۵۱ جو شخص کسی قوم کی مشابہۃ اختیار کرے گا وہ اُن ہی میں سمجھا جائے گا ۱۲ ۵۲ وہ (اپنی غلط فہمی سے) اِسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں ۱۲ ۵۳ (دشمن سے لڑائی سے) اپنے ہاتھ روکے رہو اور (اِس وقت اسلام کے لیے اِتنا ہی بس کرتا ہے کہ) نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیا کرو ۱۲

۵۴ اور (مسلمانو! جو لوگ تم سے لڑتے ہیں) اُن کو جہاں پاؤ قتل کرو اور جہاں سے اُنھوں نے تم کو نکالا ہے (یعنی مکّے سے) تم بھی اُن کو (وہاں سے) نکال باہر کرو ۱۲

کہ قرآن کی تفسیریں اور احادیث اور اُن کی شرح اور مسائل فقہ سب اُس زمانے میں مدوّن ہوئے جب کہ مسلمان مُلک کے مُلک فتح کرتے چلے جاتے تھے۔ اور اب معاملہ بالکل برعکس ہے تو تمام احکام دین کو زمانۂ حال کے سانچے میں ڈھالنا ہے۔ اور وہ سانچا یہ ہے کہ ہر ایک بات میں حکّام وقت کے ساتھ صلح کاری اور سازگاری ہو۔ مسلمانوں نے اگر آتش فساد کو بھڑکایا نہیں تو اُس کو دبایا یا بجھایا بھی نہیں۔ وہ اُن وقتوں کو یاد کرتے ہیں جب اسلامی سلطنت بر سرِ عروج تھی۔ حالانکہ اُن کو پیغمبر صاحب کی ہجرۃ سے پہلے کی تقلید کرنی چاہیئے کہ اَلْاِسْلَامُ بَدَأَ غَرِیْبًا وَّسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا کی یہی توجیہ ہے۔ مسلمانوں میں بڑا نقص یہ ہے کہ تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ پر نظر نہیں رکھتے جھونپڑیوں میں رہتے اور محلوں کے خواب دیکھتے رسیّاں جل کر خاک سیاہ ہو گئیں مگر بل بدستور قائم ہیں۔ ہاتھوں میں رعشہ ہے مگر پنجہ لڑانے کو موجود ہے

ہر کہ با فولاد بازو پنجہ کرد ساعدِ سیمین خود را رنجہ کرد

ہم تو وہاں تا اور ایماناً مسلمانوں کو یہی صلاح دیتے ہیں کہ ساری ہمت اپنی حالت کی صلاح میں صرف کریں اور جلی کٹی باتوں اور چھیڑنے چڑانے سے نہیں بلکہ لطف و لینت سے اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ کے عامل ہو کر اسلام کی خوبیوں اور آسانیوں کو غیر مذہب والوں پر ظاہر کرتے رہیں اور سمجھے رہیں کہ اسلام کو دینِ فطرۃ ہونے کا اور صداقت کا بڑا زور ہے اور اَلْحَقُّ یَعْلُوْ اور لَنْ یَّجْعَلَ اللّٰہُ لِلْکٰفِرِیْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا چپکے چپکے اپنا اثر کر رہا ہے لوگ دوسرے مذاہب کی قیود سے یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْهِمْ آزادی حاصل کر رہے ہیں۔ دِل مسلمان ہوتے جارہے ہیں۔ صرف مُونہہ سے اقرار کرنا باقی ہے وہ بھی ایک نہ ایک دن ہو کر رہے گا۔ بشرطیکہ مسلمان وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَیُدْهِنُوْنَ پر کاربند ہوں۔ بڑے افسوس کی بات ہو کہ جس آزادی کا نام ہے اسلام خود مسلمان اُس کو اسلام تسلیم نہیں کرتے اور اسلام زبانِ حال سے پڑا کہہ رہا ہے ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

ہم جو مسلمانوں سے چاہتے ہیں کہ وہ دوسرے مذہب والوں کے ساتھ نرمی اور تسلیم کریں تو اِس کے یہ معنی نہیں کہ وہ دوسروں کی خاطر سے یا کسی کے ڈر سے اسلامی عقائد یا اعمال میں کمی اور کوتاہی کرنے لگیں۔ اور انگریزی قانون کا بھی یہی منشا ہے کہ ہر شخص اپنی آزادی کو قائم رکھے۔ آزادی کے قائم رکھنے میں صرف اتنی شرط ہے کہ آزادی کا عمل میں لانا دوسروں کی دل آزاری کا موجب نہ ہو کہ اِس سے امنِ عام میں خلل پڑتا ہے اور تمام افعال مخلِ امن جرم فوجداری ہیں جس نرمی کی ہم صلاح دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ کسی مذہب کو چاہے وہ اِن کے نزدیک کیسا ہی غلط ہو نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں

---

۵۱ اسلام شروع شروع میں بھی مسافرانہ حالت میں تھا اور آخر کار مسافرانہ حالت ہی کی طرف عود کرے گا ۱۲ ۵۲ یہ اتفاقاتِ وقت ہیں جو ہمارے حکم سے نوبت بہ نوبت (سب) لوگوں کو پیش آتے رہتے ہیں ۱۲ ۵۳ (اے پیغمبر لوگوں کو) عقل کی باتوں اور اچھی اچھی نصیحتوں سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ ۱۲ ۵۴ حق ہمیشہ غالب رہتا ہے ۱۲ ۵۵ اور خدا کافروں کو مسلمانوں پر (اس طرح) غالب رہنے کا موقع ہرگز نہ دے گا ۱۲
۵۶ (اور احکامِ سخت کے) بوجھ جو اِن لوگوں (کے سروں) پر (دھرے ہوئے) تھے اور پھندے جو اِن پر پڑے ہوئے تھے (اُن سب) کو اِن پر سے دور کرتے ہیں

یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ اختلافِ مذہب کی وجہ سے آپس کے میل جول میں کسی طرح کا فرق نہ آنے دیں کہ یہی وہ تعصب ہے جس کو ہم ایک طرح کا جنون سمجھتے ہیں اور جنون بھی عالمگیر جس سے کوئی قوم بری نہیں۔ الا ماشاءاللہ ہم نے تو غور کر کے یوں سمجھا ہے کہ دنیا میں جتنے مذہب بھی ہیں وقتی اور مقامی خصائص کے لحاظ سے آدمی کے فائدے کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔ مقصود اصلی سب کا ایک۔ طریقے اور ذریعے مختلف۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ معاش کے لیے لوگ کیسے کیسے جتن کرتے ہیں کوئی کاشتکار ہے کوئی تاجر کوئی پیشہ ور کوئی کچھ۔ کوئی کچھ۔ ایک پیشے والا آدمی دوسرے پیشے والے سے دشمنی نہیں رکھتا کہ اُس نے بھی اسی کا پیشہ کیوں نہیں اختیار کیا۔ حقیقت میں ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگ اختلاف مذاہب کو کیوں اختلافِ مکاسب پر قیاس نہیں کرتے اور کیوں مذہب کے پیچھے ایک دوسرے سے لڑتے مرتے ہیں مگر وہی کہ للحسود لا شفاء بات یہ ہے کہ آدمی بالطبع اکمل کھرا مخلوق ہے۔ اس کے مزاج میں سازگاری نہیں ضرورتوں نے اس کو مجبور کر رکھا ہے ورنہ یہ لڑنے کے لیے حیلے ڈھونڈا کرتا ہے "آپ رُوس لڑیں"۔ مذہب کو بھی لڑائی کا ایک حیلہ بنا رکھا ہے۔ ہم کو ہندوستان میں صرف دو قوموں سے واسطہ پڑتا ہے ایک انگریز کہ وہ ہمارے حاکم ہیں۔ دوسرے ہندو کہ ہمارا اُن کا چولی دامن کا ساتھ ہے آج سے نہیں سیکڑوں برس سے۔ ہندو اکثر بت پرست اور مشرک ہیں۔ انگریز ہماری طرح کے موحد تو نہیں مگر پھر بھی اہلِ کتاب ہیں۔ مشرکوں کو خدا نے نجس ناپاک فرمایا ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ۔ اور انگریزوں کے ساتھ اہل کتاب ہونے کی وجہ مسلمانوں کو صاف لفظوں میں کھان پان کی اجازت ہے وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ مگر عملاً معاملہ بالعکس ہے۔ مسلمانوں میں ایک فرقہ شیعہ تو ہندوؤں کو واقع میں ناپاک سمجھتا ہے اور فی زعمہ ہندوؤں کی چھوئی ہوئی کوئی چیز نہیں کھاتا۔ فی زعمہ ہم نے اس سے کہا کہ کھانے کی بہت چیزیں دودھ دہی گھی انواع واقسام کی مٹھائیاں سب ہندو ہی بناتے اور بیچتے ہیں۔ ہندوستان میں رہ کر تناپرہیز تو ہو نہیں سکتا تو بڑے متقی شیعہ بھی کیا کرتے ہیں کہ بازار سے مٹھائیاں منگوا کر بے تامل چٹ کرتے۔ حالانکہ خوب جانتے ہیں کہ ضرور ہندو کی بنائی ہوئی ہیں۔ اور کوئی پوچھتا ہے تو ٹکا سا جواب دیتے ہیں کہ مسلمان خدمتگار سے منگائی ہیں ہم کو زیادہ تفتیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسی کے قریب قریب ایک واقعہ مجھ پر گزرا ہے کہ میرے ایک دوست بڑے متشدد فی المذہب تھے میں اُن کے تشدد پر اعتراض نہیں کرتا جس سے جتنی احتیاط ہو سکے اچھی ہے۔ اعتراض ہے اُن کے حیلہ شرعی پر مجھکو ایسے بہت حیلے معلوم ہیں مگر میں اُن کے عمل میں لانے کو سخت نالائقی اور "باریش بابا ہم بازی" اور استہزا بالدین سمجھتا ہوں۔ حیلوں کے عمل میں لانے سے ہزار درجے بہتر ہے قصور کا اعتراف۔ خیر تو میرے اُن دوست کو چاندی کے ساز وسامان کا بڑا شوق تھا حقہ۔ پھنال چنبل خاصدان۔ قلمدان۔ دوات سب چیزیں چاندی کی رکھتے تھے میں اُن سے ملنے کو جاتا تو خاصدان میرے آگے کر دیتے۔ میں اُن سے کہتا کہ آپ بھی تو ملاحظہ فرمایئے تو وہ خاصدان سے گلوری نکال تکیے یا کاغذ یا جو چیز سامنے ہوتی اُس پر رکھ دیتے اور پھر اٹھا کر کھا لیتے۔ میں نے پوچھا تو فرمایا کہ چاندی کا استعمال ممنوع ہے۔

شیعوں نے تو ہندوؤں کی بنائی ہوئی مٹھائی کے جواز کا یہ حیلہ بنایا کہ بہت کیا تو مسلمان کے ہاتھ سے منگوالی

سُنّیوں نے دیکھا کہ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ کے ہوتے ہندوؤں کی بنائی ہوئی مٹھائیوں کو چھوت سمجھنے سے خدا کی بہت سی نعمتوں سے محروم رہنا پڑتا ہے اور لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبَاتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ بھی خدا ہی کا فرمودہ ہے تو انھوں نے نجس سے نجس فی العقیدہ مراد لیا۔ سنیوں کی اس توجیہ کو ہم شیعوں کی حیلہ جوئی سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اس لیے کہ نجس اور رجس دو لفظ ہیں مرادفِ یکدگر۔ اور دونوں کے معنی ہیں پلید۔ قرآن میں رجس کا اطلاق مکروہ اور ممنوعِ شرعی دونوں پر ہوا ہے مکروہ پر قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْمَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُہٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَۃً اَوْدَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّہٗ رِجْسٌ ہیں اور ممنوعِ شرعی پر اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ ہیں۔ اور ہے بھی یوں ہی کہ ہندوؤں میں طہارتِ جسمانی کی بڑی سخت تاکید ہے عوام نہیں کرتے تو مسلمانوں میں بھی بعض عوام گندے رہتے ہیں غرض مسلمانوں نے حیلہ جوئی یا تاویل سے ہندوؤں کے ساتھ کھان پان کا رستہ نکال لیا تو اپنے حق میں اچھا کیا۔ معلوم نہیں کہ انگریزوں نے ان کا ایسا کون سا قصور کیا ہے کہ خدا نے تو کیا حلال اور یہ اُس کو حرام ٹھیرا لیتے ہیں۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔ خرابی یہ ہوئی کہ حیلہ و تاویل سے ہندوؤں کے ساتھ التیام کا جو رستہ نکالا تھا انگریزوں کے ساتھ ناروا برتاؤ کر کے اُس رستے کو بھی بند کر دیا۔ بایں طور کہ مُسلمان تعصبِ ناروا کو اس حد تک لے گئے کہ انگریزی تعلیم سے بھی متنفر رہے۔ برخلاف اِن کے ہندوؤں نے انگریزی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ اور مسلمانوں سے بازی لے گئے دولت میں۔ عزت میں حکومت میں دنیاوی رُشد و وجاہت میں۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم انگریزوں کے ساتھ کھان پان پر انگریزوں کی طرفداری سے زور دے رہے ہیں۔ انگریز اس کے حاجتمند نہیں اور ظاہری صفائی کے اعتبار سے مُسلمانوں کو اُن کے ساتھ کوئی نسبت نہیں اور اب تو نوبت یہ پہنچی ہے کہ اگر انگریز جھوٹوں بھی کسی کو مدعو کریں تو وہ اس کو اپنے مفاخر میں سمجھے اور یہ حال ہے رؤسائے عظام کا اور مادشما کو تو کون پوچھتا ہے مگر بات یہ ہے کہ ہم دیانتاً مسلمانوں کی خیر خواہی کے تقاضے سے اُن کو انگریزوں سے مِلا دینا چاہتے ہیں۔ ہم نے اوپر لکھا ہے کہ دنیا کے مذاہب میں سے ہر ایک مذہب وقتی اور مقامی خصائص کے لحاظ سے آدمی کے فائدے کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ اِس کی توضیح ہم دو مثالوں سے کرنا چاہتے ہیں۔ اور دونوں ہندوؤں سے متعلق ہیں کہ ہندو گائے اور دریائے گنگا دونوں کو مذہباً مقدس اور واجب التعظیم سمجھتے ہیں اور خصوصیتِ مُلکی کی وجہ سے دونوں اسی قابل ہیں بھی۔ گائے ایسا بکار آمد جانور ہے کہ دودھ دہی گھی مکھن سے قطعِ نظر اُسی کی نسل کروڑوں باشندگانِ ہندوستان کے رزق کی ڈوئی ہے کہ قلبہ رانی بیلوں کے ذریعے سے

---

۵۱ مسلمانو! خدا نے جو ستھری چیزیں تمھارے لیے حلال کر دی ہیں اُن کو (اپنے اوپر) حرام نہ کرو اور حد سے (بھی) نہ بڑھو کیونکہ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ۱۲ ۵۲ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ کوئی کھانے والا (اُن چیزوں میں سے جن کو تم حرام کہتے ہو) کچھ کھالے تو میری طرف جو وحی آئی ہے اُس میں تو میں اُس پر کوئی چیز حرام پاتا نہیں مگر یہ کہ وہ چیز مُردار ہو یا بہتا ہوا خون یا سور کا گوشت کہ یہ سب چیزیں بے شک ناپاک ہیں ۱۲ ۵۳ مسلمانو! شراب اور جوا اور بت اور پاسے (ان میں کا ہر ایک کام) تو بس ناپاک شیطانی کام ہے ۱۲ ۵۴ تو کیا کتابِ (الٰہی) کی بعض باتوں کو مانتے ہو اور بعض کو نہیں مانتے ۱۲

ہوتی ہے۔ یہی حال گنگا کا ہے کہ کروڑہا بیگہ زمین اسی کے پانی سے سینچی جاتی ہے یعنی گنگا کروڑہا بندگانِ خدا کی توسیعِ رزق کا ذریعہ ہو تو کیوں نہ گائے اور گنگا کو عزیز رکھا جائے۔ مذہبًا تعظیم کرنا عزیز رکھنے کی توثیق ہو اور نیز اسی تقریب میں مسلمانوں کو ایک بات اور بھی سمجھانے کی ہو کہ ایمان اور اسلام میں فرق بیّن ہو شرعًا نہیں تو لغۃً تو ضرور ہو اور مسلمان کمتر اس کا لحاظ کرتے ہیں۔ ایمان اور اسلام میں فرق کا ہونا خدائے تعالیٰ نے اِس آیۃ کے ذریعے سے ظاہر فرمایا ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ[سلہ] اِس آیۃ کی رُو سے منطق کے فیصلے میں عموم وخصوص من وجہٍ کی نسبۃ ایمان و اسلام میں قرار پاتی ہے جس کے لیے دو مادّے افتراق کے ہوتے ہیں اور ایک مادہ اجتماع کا۔ یعنی شرعًا نہیں تو عقلاً ہوسکتا ہے کہ کوئی مومن ہو اور مسلم نہ ہو یا مسلم ہو اور مومن نہ ہو یا مومن اور مسلم دونوں ہو یا مومن اور مسلم کچھ بھی نہ ہو۔ چاروں قسم کی مثالیں آدمیوں میں پائی جاتی ہیں۔ مومن ہو اور مسلم نہ ہو۔ اِس کی مثال ہمارے نزدیک بعض ہندو بھی ہیں کہ وہ ایک حدّ تک مومن ہیں یعنی خدا کو مانتے ہیں اور اُن میں رحم بمقابلہ دوسری قوموں کے بہت زیادہ ہے کہ وہ کسی جاندار کو ستانا نہیں چاہتے یہاں تک کہ درخت کو ہم نے دیکھا ہے کہ آدمیوں اور جانوروں کے لیے گزرگاہوں پر پیاؤ بٹھاتے ہیں چیونٹیوں کے کھنڈانوں پر کھانڈ اور چانول کا آٹا چھڑکتے پھرتے ہیں۔ جانوروں کی خدمت اور حفاظت بہت احتیاط سے کرتے ہیں تو کیوں نہیں اِن کو مومن سمجھا جائے لما یدخل الایمان فی قلوبکم سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان فعل قلب ہو تو جو ہندو نیک دل ہو ہم اُس کو لغۃً مومن کہیں گے کہ اُس کی نیک دلی کا ثبوت اُس کے افعالِ رحیمانہ ہیں۔ بے شک وہ مسلم نہیں اس لیے کہ اسلام لطف ولینت سے اُس پر عرض نہیں کیا گیا۔ اور مسلمان اپنے مذہبی تعصب کی وجہ سے اُس کی طرف کو ایک انچ بھر بھی نہیں جھکتے۔ تشییعِ اسلام میں مسلمانوں کا تعصب بھی بڑی بھاری روک ثابت ہوا ہے اور اِس کا الزام خود مسلمانوں پر ہو۔ کافر کا لفظ قرآن میں نامسلم کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے اور مسلمانوں کے روزمرّہ میں وہ ایک مذہبی گالی ہے اِس لفظ کے استعمال میں بھی کچھ احتیاط نہیں کی جاتی کافر کہہ دینا مسلمانوں کے نزدیک ایک معمولی سی بات ہے۔ مگر دوسرے مذہب والوں کی وحشت کے لیے کافی ہے ۔۔

[سلہ] عرب کے دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے (اے پیغمبر اِن سے) کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے ہاں (یوں) کہو کہ ہم مسلمان ہوگئے اور ایمان کا تو ہنوز تمھارے دلوں میں گزر تک نہیں ہوا [ف]

[ف] ایمان دل سے علاقہ رکھتا ہو اور خدا کے سوا دوسروں کو اُس کی خبر نہیں ہوسکتی اور اسلام افعالِ ظاہر سے تعلق رکھتا ہو ایک شخص مسلمانوں کی سی وضع رکھتا اور مسلمانوں کے ساتھ کھاتا پیتا اور اپنے تئیں مسلمان کہتا ہو شرع جو ظاہر پر حکم کرتی ہو اُس کی رو سے وہ مسلمان سمجھا جائے گا مگر ممکن ہو کہ اُس کے دل میں ایمان نہ ہو۔ اِس آیۃ میں ایمان اور اسلام کا فرق جتانا مقصود ہو۔ سخت افسوس ہو کہ آج کل مسلمانوں میں یہ فساد کثرۃ سے شائع ہوگیا ہو کہ بات بات میں مسلمانوں کو کافر بنا دیتے ہیں حالانکہ شریعۃ کی رُو سے کسی کو حق نہیں کہ مسلمان بھائی کو گروہِ اسلام سے خارج کرے۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ساری عمر مسلمانوں کے گروہ کے بڑھانے کی تدبیروں میں لگے رہے اور وہ مسلمانوں کے گروہ میں داخل کرنے کے لیے حیلے ڈھونڈتے تھے اور فرمایا کرتے تھے اباہی بکم الامم کہ تمام پیغمبروں میں میں ایسا پیغمبر ہوں جس کی اُمّت آخرۃ میں سب اُمتوں سے زیادہ ہوگی اِس کے برخلاف [م]

[م] اب مسلمان کو گروہِ مسلماناں سے خارج کرنے کے لیے حیلے ڈھونڈے جاتے ہیں ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ۱۲

حقوقِ اہلِ معاملہ

نمبر۱ ماپ تول میں انصاف

نمبر۲ اُدھار کا لین دین ہو تو اُس کو لکھ لینا

نمبر۳ حوصلۂ معاملگی

نمبر۴ مدیون مال دار ہو تو ادائے قرض میں تاخیر ظلم ہے اور فقیر ہے تو معذور

نمبر۵ مدیون محتاج ہو تو قرضہ معاف کر دینا ورنہ فراخی تک مہلت دینا

نمبر۶ حقدار کو سختی کرنے کا حق حاصل ہے

نمبر۷ معاملات میں سہولت

ماپ تول میں انصاف

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۚ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ

اور (لوگو!) یتیم کے مال کے پاس (بھی) نہ جانا مگر ایسے طور پر کہ (اُس کے حق میں) بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی (کی عمر) کو پہونچے اور انصاف کے ساتھ پوری پوری ماپ کرو اور (پوری پوری) تول ہم کسی شخص پر اُس کی سمائی سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتے اور (گواہی دینی ہو یا فیصلہ کرنا پڑے) جب بات کہو تو گو (فریقِ مقدمہ اپنا) قرابت مند ہی (کیوں نہ) ہو انصاف (کا پاس) کرو اور اللہ کے (ساتھ جو) عہد (کر چکے ہو اُس) کو پورا کرو **ف۱** یہ ہیں وہ باتیں جن کا تم کو خدا نے حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو اور (اُس نے) یہ (بھی) ارشاد فرمایا ہے کہ یہی ہمارا سیدھا رستہ ہے تو اسی پر چلے جاؤ

ف۱ عہد اللہ سے یا تو نذر و نیاز کی منتیں مراد ہیں یا لوگوں کے باہمی قول و قرار پہلی صورۃ میں اوفوا بعھد اللہ کے یہ معنی ہوں گے کہ خدا کے لیے کوئی مدمانی ہو تو اُسے پورا کرو اور دوسری صورۃ میں یہ توجیہ ہوگی کہ باہم قول قرار کر لیا ہو تو اُسے پورا کرو۔ چونکہ باہم قول قرار کرتے وقت اکثر خدا کا واسطہ دیا جاتا اور خدا کی قسم بھی کھائی جاتی ہے اِس سے آپس کے قول و قرار کو عہد اللہ کہا گیا۔ یہ دونوں صورتیں تفسیروں سے لی گئی ہیں اور ہمارا ذہن اِس طرف منتقل ہوا کہ عہد اللہ سے عہدِ فطرۃ جسے عہدِ الست بھی کہتے ہیں مراد ہے عہدِ فطرۃ کا ذکر سورۂ اعراف کے بائیسویں رکوع کی پہلی آیۃ میں اِس طرح آیا ہے وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ اور (اے پیغمبر ان لوگوں کو وہ وقت بھی یاد دلاؤ) جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی اُن کی پیٹھوں سے اُن کی نسلوں کو باہر نکالا اور اُن کے مقابلے میں خود اُن ہی کو گواہ بنایا (اِس طرح پر کہ اُن سے پوچھا) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں سب بولے ہاں ہم (اس بات کے) گواہ ہیں (اور یہ اِس غرض سے کیا کہ ایسا نہ ہو) کہیں تم قیامت کے دن کہنے لگو کہ ہم تو اِس بات سے بے خبر ہی تھے (یعنی کسی نے ہم کو جتایا بتایا نہیں) یا کہنے لگو کہ شرک ابتدا میں تو ہمارے بڑوں ہی نے کیا اور ہم اُن ہی کی اولاد تھے (کہ) اُن کے بعد (دنیا میں آئے جیسا بڑوں کو کرتے دیکھا ہم بھی ویسا ہی کرنے لگے) تو (اے خدا) کیا تو ہم کو اُن لوگوں کے جرم کی پاداش میں ہلاک کیے دیتا ہے جھوں نے پہلے (غلطی کی)

اور اسی طرح ہم (اپنی) آیتوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ (ہماری طرف) رجوع کریں" **ف** مطلب یہ ہو کہ خدا نے انسان کے دل کو اسی طرح کا بنایا ہو کہ از خود اُس کو معلوم ہوتا ہے کہ خدا ہے اور اکیلا ایک ہو اِس کے سبب یہ کسی رسل کی ضرورۃ ہو نہ کسی کے سمجھانے کی حاجۃ انسان کا دل آپ سے آپ گواہی دیتا ہے اور یہ شہادت

وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ (انعام ع ۱۹ پارہ ۸)

اور (دوسرے) رستوں پر نہ چلنا کہ وہ تم کو خدا کے رستے سے (بھٹکا کر) تتر بتر کردیں گے (غرض) یہ (سب) باتیں ہیں جن کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ ۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۚ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ○ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاۗءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ○ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۵ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ○ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰۗؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ○ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ

اور مدین کی طرف (ہم نے) اُن کے (ہم قوم) بھائی شعیب کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا انھوں نے (ان سے) کہا بھائیو! خدا ہی کی عبادۃ کرو اُس کے سوا کوئی تمھارا معبود نہیں اور ماپ اور تول میں کمی نہ کیا کرو میں تم کو خوش حال دیکھتا ہوں (تو تم کو ماپ تول میں کمی کرنے کی کیا ضرورت ہے) اور (اس پر بھی اس حرکت سے باز نہ آؤ گے تو) مجکو تمھاری نسبت عذاب (عام) کے دن کا اندیشہ ہے جو تم (سب) کو آگھیرے گا اور بھائیو! ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری (پوری) کیا کرو اور لوگوں کو اُن کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور مُلک میں فساد نہ پھیلاتے پھرو اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ کا دیا (جو کچھ تجارت میں) نفع بچ رہے وہی تمھارے لیے اچھا ہے اور میں تمھارا نگہبان تو ہوں نہیں (کہ ہر ایک کی ماپ تول کو دیکھتا پھرا کروں) وہ لگے کہنے کہ شعیب! کیا تمھاری نماز تم سے متقاضی ہے کہ جن (بتوں) کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہم اُن کو چھوڑ بیٹھیں یا اپنے مال میں جس طرح (کا) تصرف کرنا چاہیں نہ کریں ہاں جی ہاں تم ہی تو (معاملے کے بڑے) نرم (اور) راستباز رہ گئے ہو ف (شعیب نے) کہا بھائیو! بھلا دیکھو تو سہی اگر میں اپنے پروردگار کے کھلے رستے پر ہوں اور وہ مجکو اپنے (فضل) سے عمدہ (یعنی حق حلال) روزی دیتا ہے تو کیا اس طریقے کو چھوڑ کر تمھاری طرح حرام کی کمائی کھانے لگوں) اور میں (ہرگز) نہیں چاہتا۔

ف اُن کا مطلب یہ تھا کہ کیا تمھارا شرع اجازت نہیں دیتا کہ تم ہم کو ہمارے حال پر رہنے دو اور چونکہ نماز دلیل تشرع ہے اسی لیے اُنھوں نے خصوصیت کے ساتھ نماز کا طعنہ دیا اب بھی لوگ ایسے موقع پر کہہ دیتے ہیں۔ ہاں جی ہاں تم ہی تو بڑے نمازی پرہیزگار رہ گئے ہو ۱۲

أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ ۚ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۚ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ (ہود ع ۸ پارہ ۱۲)

کہ جس (کام کے کرنے) سے تم کو منع کرتا ہوں تمہارے برعکس آپ اُس کو کرنے لگوں میں تو اپنے حتی المقدور (لوگوں میں معاملے کی) اصلاح چاہتا ہوں اور میں اور (اس ارادے میں) میرا کامیاب ہونا تو بس خدا ہی کی تائید سے ہو سکتا ہے میں تو اُسی پر بھروسا رکھتا اور اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں ٭

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ (الرحمٰن ع ۱ پارہ ۲۷)

(جنوں اور آدمیوں پر خدائے رحمٰن کے جہاں اور بے شمار احسانات ہیں از انجملہ یہ کہ اُسی) نے قرآن پڑھایا اُسی نے انسان کو پیدا کیا (پھر) اُس کو بولنا سکھایا سورج اور چاند ایک حساب کے ساتھ (گردش میں) ہیں اور (جھاڑی) بوٹیاں اور درخت (بارگاہِ خداوندی میں) سربسجود ہیں اور اُسی نے آسمان کو اونچا کیا ہے اور ترازو بنادی ہے تاکہ تم لوگ تولنے میں حدّ (اعتدال سے) تجاوز نہ کرو اور انصاف کے ساتھ سیدھی تول تولو اور کم نہ تولو ف۱

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (الحدید ع ۳ پارہ ۲۷)

تحقیق ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے معجزے دے کر بھیجا اور اُن کی معرفت کتابیں اُتاریں اور (نیز ہم نے) ترازو کا رواج دیا) تاکہ لوگ دینی دنیاوی دونوں طرح کے معاملات (میں) انصاف پر قائم رہیں ٭

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ

کم دینے والوں کی (بڑی ہی) تباہی ہے کہ لوگوں سے ماپ لیں تو پورا پورا لیں اور جب اُن کو ماپ کے یا اُن کو تول کر دیں تو کم دیں کیا ان کو اس بات کا خیال نہیں کہ بڑے (سخت) دن (یعنی قیامت کو) یہ اُٹھا کھڑے کیے جائیں گے (اور) اُس دن

ف۱ ماپ اور تول کا معاملہ نہایت ضروری معاملہ ہے کوئی فردِ بشر اس سے بے نیاز نہیں یا ماپ تول کر دیتا ہے یا لیتا ہے اور شرع میں اس کا بڑا اہتمام ہے کہ ماپ تول میں چالاکی اور فریب کو دخل نہ دیا جائے اور اسی لیے اس مقام پر ایک ہی مطلب کو کئی پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے مگر افسوس ہے کہ ماپ تول لوگوں میں جیسی چاہیے اب بھی ٹھیک نہیں الا ماشاء اللہ ۱۲ ف۲ مذکورہ بالا عنوان کے تحت میں ذیل کی آیۃ بھی داخل ہو اس کے ساتھ اسے بھی پڑھ لو

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ۝ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ الخ (شعراء ع ۱۰ پارہ ۱۹)

النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؕ (تطفیف ع ا پارہ ٣٠)	لوگ پروردگارِ عالم کے روبرو (اعمال کی جوابدہی کے لیے) کھڑے ہوں گے ✦
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِ الْكَيْلِ وَالْمِيْزَانِ اِنَّكُمْ قَدْ وُلِّيْتُمْ اَمْرَيْنِ هَلَكَتْ فِيْهِمَا الْاُمَمُ السَّابِقَةُ ✦ (ترمذی)	ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپنے اور تولنے والوں سے فرمایا (جو لوگوں کو ناپ اور تول کر دے رہے تھے) کہ تم لوگوں کے متعلق ایسی دو چیزیں کی گئی ہیں (یعنی ناپ تول) جن کی وجہ سے پہلی اُمتیں غارت ہوگئیں ف١

اُدھار کا لین دین ہو تو اُس کو لکھ لینا

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ	مسلمانو! جب تم ایک میعادِ مقرر تک اُدھار کا لین دین کرو تو اُس کو لکھ لیا کرو اور (اگر تم کو لکھنا نہ آتا ہو تو) تمہارے درمیان میں (تمہارے باہمی قرارداد کو) کوئی لکھنے والا انصاف کے ساتھ لکھ دے اور (جس سے لکھواؤ تو اُس) لکھنے والے کو چاہیے کہ لکھنے سے انکار نہ کرے جس طرح خدا نے اُس کو لکھنا پڑھنا سکھایا ہے (اُسی طرح) اُس کو بھی چاہیے کہ (بے عذر) لکھ دے اور جس کے ذمے قرض عائد ہوگا (وہی دستاویز کا) مطلب بولتا جائے اور اللہ سے کہ وہی اُس کا (حقیقی) کارساز ہے ڈرے ف٢ اور (بتاتے وقت قرض دہندہ کے) حق میں سے کسی طرح کی کاٹ چھانٹ نہ کرے اور جس کے ذمے قرض عائد ہوگا اگر وہ کم عقل ہو یا معذور یا خود اداے مطلب نہ کرسکتا ہو تو (جو) اُس کا مختار کار ہو وہ انصاف کے ساتھ (دستاویز کا) مطلب بولتا جائے اور اپنے لوگوں میں سے جن لوگوں پر تمہارا اطمینان ہو دو مردوں کو گواہ

ف١ جیسے شعیب علیہ السلام کی قوم جو منجملہ اور بدکرداریوں کے ناپ تول میں بھی کمی کیا کرتے تھے اور جو آخر کار اس جرم کی سزا میں مبتلاے عذاب ہوئے کہ بعض پر زلزلہ آیا اور بعض پر بادل آکر سایہ بان کی طرح چھا گیا اُس میں سے بجلی گری اور سب ہلاک ہوگئے ١٢

ف٢ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آدمی کا کام آدمی سے نکلے تو بھی اُس کو خدا کا احسان ماننا چاہیے کہ اُس نے اپنے ایک بندے کو اُس کی کاربرآری کی توفیق دی ١٢

رِّجَالِكُمْ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَن تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ۚ وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا ۚ وَلَا تَسْأَمُوا أَن تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَىٰ أَلَّا تَرْتَابُوا ۖ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا ۗ وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ ۚ وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ ۚ وَإِن تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۞ وَإِن كُنتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَّقْبُوضَةٌ ۖ فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ ۗ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ

پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں کہ اُن میں سے کوئی ایک بھول جائے گی تو ایک دوسری کو یاد دلائے گی ف۱ اور جب گواہ (ادائے شہادت کے لیے) بُلائے جائیں تو (حاضر ہونے سے) انکار نہ کریں اور معاملہ میعادی چھوٹا ہو یا بڑا اُس (کی دستاویز) کے لکھنے میں کاہلی نہ کرو خدا کے نزدیک یہ بہت ہی منصفانہ (کارروائی) ہے اور گواہی کے لیے بھی یہی طریقہ بہت ٹھیک ہے اور زیادہ تر قرین (قیاس) ہے کہ تم (آئندہ کسی طرح کا) شک (وشبہہ) نہ کرو مگر سودا دم نقد ہو جس کو تم (ہاتھوں ہاتھ) آپس میں لیا دیا کرتے ہو تو اُس (کی دستاویز) کے نہ لکھنے میں تم پر کچھ گناہ نہیں اور (ہاں) جب (اس طرح کی) خرید و فروخت کرو تو (احتیاطاً) گواہ کر لیا کرو اور کاتب (دستاویز) کو (کسی طرح کا) نقصان نہ پہنچایا جائے اور نہ گواہ کو اور ایسا کرو گے تو یہ تمھاری شرارت ہے اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تم کو (معاملے کی صفائی) سکھاتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے اور اگر سفر میں ہو اور تم کو کوئی لکھنے والا نہ ملے (اور قرض لینا ہو) تو رہن با قبضہ (رکھ کر لو) پس اگر تم میں سے ایک کا ایک اعتبار کرے ف۲ تو جس پر اعتبار کیا گیا ہے (یعنی قرض لینے والا) اُس کو چاہیے کہ قرض دینے والے کی امانت (یعنی قرض) کو (پورا پورا) ادا کر دے اور خدا سے جو اُس کا کارساز (حقیقی) ہے ڈرے اور گواہی کو نہ چھپاؤ

ف۱ اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کے مقابلے میں عورتیں بہ اعتبار عموماً جسمانی توانائی میں گھٹی ہوئی ہیں اُن کی یادداشت بھی مردوں جیسی نہیں ہوتی ۱۲

ف۲ آگے چل کر ایسے قرضے کو قرض دینے والے کی امانت فرمایا کیونکہ اُس نے قرض لینے والے کے اعتبار پر قرضہ دیا گویا اُس کے پاس امانت رکھوا دیا ۱۲

وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ (البقرہ ع ۳۹ پارہ ۳)	اور جو اُس کو چھپائے گا تو وہ دل کا کھوٹا ہے اور جو کچھ (بھی) تم لوگ کرتے ہو اللہ کو سب معلوم ہے ف۱

خوش معاملگی

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اَدَاءَهَا اَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ اَخَذَ يُرِيْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ ٭ (بخاری)	حضرۃ ابوہریرہ رضہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایۃ کرتے ہیں کہ آپنے فرمایا جو شخص لوگوں کے مال (بنیّتِ ادائے قرض) لیتا ہو خدا اُس سے ادا کرا دیتا ہو اور جو لوگوں کے مال ہضم کر جانے کی غرض سے لیتا ہے خدا اُس مال کو ہلاک کر دیتا اور اُس شخص کو ادا کرنے کی توفیق نہیں دیتا ٭
عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ اسْتَسْلَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكْرًا فَجَاءَتْهُ اِبِلٌ مِّنَ الصَّدَقَةِ قَالَ اَبُوْ رَافِعٍ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اَقْضِیَ الرَّجُلَ بَكْرَهٗ فَقُلْتُ لَآ اَجِدُ اِلَّا جَمَلًا خِيَارًا رَبَاعِيًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَعْطِهٖ اِيَّاهُ فَاِنَّ خَيْرَ النَّاسِ اَحْسَنُهُمْ قَضَاءً ٭ (مسلم)	ابو رافع رضہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے جوان اونٹ قرض لیا (شاید تجہیز جیوش یا مسلمانوں کی کسی ضرورۃ کے لیے قرض لیا ہوگا) اور زکوۃ کے اونٹ آئے تو ابو رافع رضہ کہتے ہیں مجھے پیغمبر صاحب نے حکم دیا کہ اُس شخص کا جوان اونٹ ادا کر دوں میں نے عرض کیا کہ میں تو ان اونٹوں میں بجز عمدہ رباعی اونٹوں کے اور اونٹ پاتا نہیں پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ رباعی اونٹ ہی دے دو کیونکہ سب لوگوں میں بہتر اور اچھا وہ ہے جو ادائے قرض میں اچھا ہو ٭

ف۱ اس رکوع سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو کہاں تک ہمارے باہمی فسادات کی روک تھام منظور ہے اے کاش بندے خدا کی مرضی کو سمجھیں اور اُس کے حکموں پر کاربند ہوں کہ خدا کی خوشنودی اور ہمارا فائدہ اسی میں ہے ۱۲

ف۲ یعنی وہ اونٹ جو پانچویں سال میں شروع ہوا ۱۲ ف۳ رباعی اُس اونٹ کو کہتے ہیں جس کے سامنے کے چاروں دانت نکل آئے ہوں اور یہ دانت اُس وقت نکلتے ہیں جب اونٹ پورے چھ برس کا ہو کر ساتویں میں شروع ہوتا ہے ایسا اونٹ گراں قیمت اور عمدہ ہوتا ہے ابو رافع کا یہ مطلب تھا کہ خیرات کے اونٹوں میں کوئی جوان اونٹ تو ہے نہیں جو میں قرضخواہ کو دے دوں بڑے اور اچھے اونٹ ہیں تو میں چھوٹے اونٹ کے بدلے بڑا اونٹ کیونکر دے دوں ۱۲ ف۴ یہاں سے معلوم ہوا کہ قرض میں جید اور عمدہ چیز ادا کرنی مکارم اخلاق سے ہے اور اونٹ اُن چیزوں میں نہیں ہے جن میں سُود چلتا ہے ۱۲

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ لِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ فَقَضَانِي وَزَادَنِي (ابوداؤد)

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر میرا کچھ قرضہ آتا تھا تو آپ نے میرا قرضہ ادا کر دیا اور اُوپر سے کچھ زیادہ بھی دیا +

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ قَالَ اسْتَقْرَضَ مِنِّي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعِينَ أَلْفًا فَجَاءَهُ مَالٌ فَدَفَعَهُ إِلَيَّ فَقَالَ بَارَكَ اللهُ تَعَالَى فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ إِنَّمَا جَزَاءُ السَّلَفِ الْحَمْدُ وَالْأَدَاءُ + (نسائی)

ابو ربیعہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبد اللہ کہتے ہیں کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے چالیس[1] ہزار قرض لیے اور آپ کے پاس مال آیا تو میرا پورا قرضہ ادا کر دیا اور فرمایا خدا تجھے تیرے مال اور اہل میں برکت دے - قرض کی تلافی اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ قرضہ ادا کر دیا جائے اور قرض دینے والے کا احسان مانا جائے +

مِنَ الْمُتَرْجِم - غالبًا قرضے سے اُس اونٹ کی قیمت مراد ہے جو جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک سفر میں بیس اوقیوں کو مول لیا تھا جیسا کہ حدیث صحیحین میں آیا ہے عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ كَانَ يَسِيرُ عَلَى جَمَلٍ لَهُ قَدْ أَعْيَى فَمَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِ فَضَرَبَهُ فَسَارَ سَيْرًا لَيْسَ يَسِيرُ مِثْلَهُ ثُمَّ قَالَ بِعْنِيهِ بِوُقِيَّةٍ قَالَ فَبِعْتُهُ فَاسْتَثْنَيْتُ حُمْلَانَهُ إِلَى أَهْلِي فَلَمَّا قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ أَتَيْتُهُ بِالْجَمَلِ وَنَقَدَنِي ثَمَنَهُ وَفِي رِوَايَةٍ فَأَعْطَانِي ثَمَنَهُ وَرَدَّهُ عَلَيَّ وَفِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِبِلَالٍ اقْضِهِ وَزِدْهُ فَأَعْطَاهُ وَزَادَهُ قِيرَاطًا + جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے ایک اونٹ پر سوار ہو کے چلے جاتے تھے جو تھک گیا تھا اور نہیں چل سکتا تھا ہی صلے اللہ علیہ وسلم کا جابر پر گزر ہوا (اور اونٹ کا یہ حال دیکھا) تو آپ نے اونٹ کو (قمچی سے) مارا (جو آپ کے ہاتھ میں تھی) پھر تو اونٹ ایسا تیز چلنے لگا کہ اُس جیسا تیز کبھی نہیں چلا تھا - اس کے بعد پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ (جابر!) اپنے اونٹ کو ایک اوقیہ (چالیس درہم) کے عوض میرے ہاتھ بیچ ڈالو جابر کہتے ہیں کہ میں نے اسے بیچ ڈالا اور اپنے مکان تک اونٹ کی سواری کو مستثنیٰ کر لیا (یعنی شرط کر لی کہ مدینے تک اسی اونٹ پر سوار رہوں گا) چنانچہ جب میں مدینے آیا تو اونٹ کو لے کر پیغمبر صاحب کے پاس پہنچا آپ نے اونٹ کی قیمت میرے حوالے کر دی اور ایک روایت میں آیا ہے کہ پیغمبر صاحب نے مجھے اونٹ کی قیمت بھی عطا کی اور اونٹ بھی واپس کر دیا - بخاری کی روایت میں یوں آیا ہے کہ پیغمبر صاحب نے بلال سے فرمایا کہ جابر کا قرضہ (یعنی اونٹ کی قیمت) ادا کر دو اور کچھ زیادہ بھی دو تو بلال نے جابر کو اونٹ کی قیمت ادا کی اور اوپر سے ایک دانگ (قیمت کا چھٹا حصہ) زیادہ بھی دیا + پیغمبر صاحب نے اونٹ کی قیمت نقد نہیں دی تھی بلکہ اُدھار کر لی تھی تو اونٹ کی قیمت جابر کا قرضہ تھا جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے اب جو ادائے قرض کے وقت کچھ زیادہ دیا تو بقدر زیادتی پیغمبر صاحب کا احسان تھا اِس کو کوئی سود نہ سمجھے سود کے لیے قرار داد کا ہونا ضرور ہے اور یوں شخص مقروض اپنی طرف سے خوش دلی کے ساتھ بلا قرار داد ادائے قرض کے وقت قرض خواہ کو اصل قرض سے بڑھ کر کچھ دے تو اُس کو سود نہیں سمجھا جائے گا ۱۲

[1] حدیث میں مطلق اربعین الفا کا لفظ آیا ہے ہم نے تلاش کیا تھی کہ چالیس ہزار سے چالیس ہزار درہم مراد ہیں یا دینار لیکن باوجود تحقیق کے کسی راوی حدیث یا شارح حدیث سے اِس کا پتہ نہیں چلا اور جس غرض سے حدیث نقل کی گئی ہے اُس کے لیے تعیین درہم و دینار کی کچھ ضرورت بھی نہ تھی ۱۲

مدیون مالدار ہے تو ادائے قرض میں تاخیر ظلم ہے اور فقیر ہے تو معذور

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَطْلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ فَاِذَا اُتْبِعَ اَحَدُکُمْ عَلٰی مَلِیٍّ فَلْیَتْبَعْ ٭ (صحیحین)

ابو ہریرہ رض کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مالدار آدمی کا (ادائے قرض میں) دیر کرنا ظلم ہے اور جب تم میں کوئی کسی غنی کے حوالے کر دیا جائے (یعنی مقروض کسی غنی ...) ٭

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ اُصِیْبَ رَجُلٌ فِیْ عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ثِمَارٍ اِبْتَاعَهَا فَکَثُرَ دَیْنُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقُوْا عَلَیْهِ فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَیْهِ فَلَمْ یَبْلُغْ ذٰلِکَ وَفَاءَ دَیْنِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِغُرَمَائِهٖ خُذُوْا مَا وَجَدْتُمْ وَلَیْسَ لَکُمْ اِلَّا ذٰلِکَ (مسلم)

ابو سعید رض کہتے ہیں کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک شخص کو اس کے پھلوں میں آفت پہنچنے کی وجہ سے نقصان ہوا تو اس پر قرضہ بہت ہو گیا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (لوگوں کی طرف روئے سخن کر کے) فرمایا کہ اسے خیرات دو لوگوں نے خیرات دی مگر یہ خیرات اس کے قرضے کو پورا نہ کر سکی اس پر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے قرضخواہوں سے فرمایا کہ جو تم نے پالیا ہے اسی پر بس کرو اس کے سوا تمھیں اور کچھ نہیں ملے گا ٭

مدیون محتاج ہو تو قرضہ معاف کر دینا ورنہ فراخی تک مہلت دینا

وَاِنْ کَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰی مَیْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝

اور اگر کوئی تنگدست (تمھارا مقروض) ہو تو فراخی تک کی مہلت (دو) اگر سمجھو تو تمھارے حق میں یہ زیادہ بہتر ہے کہ اس کو اصل قرضہ بھی بخش دو اور اس دن سے ڈرو جبکہ تم اللہ کی طرف لوٹا کر لائے جاؤ گے پھر ہر شخص کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلا دیا جائے گا ٭

عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَلَقَّتِ الْمَلٰئِکَةُ رُوْحَ

حذیفہ رض سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کی طرف روئے سخن کر کے) فرمایا

رَجُلٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ قَالُوْا أَعَمِلْتَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا قَالَ كُنْتُ اٰمُرُ فِتْيَانِيْ أَنْ يُّنْظِرُوْا وَيَتَجَاوَزُوْا عَنِ الْمُوْسِرِ قَالَ فَتَجَاوَزُوْا عَنْهُ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ أَبُوْ مَالِكٍ عَنْ رِّبْعِيٍّ أُنْظِرُ الْمُوْسِرَ وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ وَقَالَ نُعَيْمُ ابْنُ أَبِيْ هِنْدٍ عَنْ رِّبْعِيٍّ فَأَقْبَلُ مِنَ الْمُوْسِرِ وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ ❁ (بخاری)

کہ جو لوگ تم سے پہلے ہو گزرے ہیں اُن میں سے ایک شخص کی روح کو فرشتوں نے (تعظیماً) آگے بڑھ کر لیا اور کہا تُونے کوئی نیک کام بھی کیا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ میں نے اپنے خدام اور گماشتوں کو کہہ رکھا تھا کہ وہ گنجایش والے کو مہلت دیا کریں اور تنگی پڑے تو معاف کردیا کریں پیغمبر صاحب نے فرمایا تو فرشتوں نے اُس کے قصوروں کو (خدا کے حکم سے) معاف کردیا امام بخاری کہتے ہیں کہ ابو مالک نے جو ربعی سے الفاظ نقل کیے ہیں اُن میں اس طرح ہے کہ میں گنجایش والے کو مہلت دیا کرتا اور تنگدست کو معاف کردیا کرتا تھا اور نعیم ابن ابی ہند جو ربعی سے نقل کرتے ہیں اُن کی روایۃ میں یوں

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ تَاجِرٌ يُّدَايِنُ النَّاسَ فَإِذَا رَأٰى مُعْسِرًا قَالَ لِفِتْيَانِهٖ تَجَاوَزُوْا عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَّتَجَاوَزَ عَنَّا فَتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُ ❁ (بخاری)

حضرۃ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک تاجر لوگوں سے قرض کا معاملہ کیا کرتا تھا اور اُس کا قاعدہ تھا کہ جب کسی کو تنگدست دیکھتا تو اپنے گماشتوں سے کہہ دیتا کہ اسے معاف کردو شاید خدا ہمیں معاف کردے چنانچہ خدا نے اُس کے قصور معاف کر دیئے ❁

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ أَتَاهُ الْمَلَكُ لِيَقْبِضَ رُوْحَهٗ فَقِيْلَ لَهٗ هَلْ عَمِلْتَ مِنْ خَيْرٍ قَالَ مَا أَعْلَمُ قِيْلَ لَهُ انْظُرْ قَالَ مَا أَعْلَمُ شَيْئًا غَيْرَ أَنِّيْ كُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا وَأُجَازِيْهِمْ فَأُنْظِرُ الْمُوْسِرَ وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ فَأَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ ❁ (صحیحین)

حذیفہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ تم سے پہلے ہو گزرے ہیں اُن میں ایک شخص تھا اُس کے پاس ملک الموت اُس کی روح قبض کرنے کے لیے آیا اور اُس سے پوچھا کہ تو نے کوئی بھی بھلائی کی ہے کہا میں تو نہیں جانتا۔ کہا گیا اچھا غور کر کے دیکھ کہ تُو نے کوئی بھی بھلائی کی ہے اُس نے جواب دیا کہ مجھے اور تو کچھ معلوم نہیں ہاں اتنا جانتا ہوں کہ میں دنیا میں لوگوں سے اُدھار کا لین دین کیا کرتا اور اُن کے ساتھ نرمی کیا کرتا تھا تو خوشحال کو مہلت دیتا اور تنگدست سے درگزر کیا کرتا تھا (تو پیغمبر صاحب نے

عَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرۃ ابو قتادہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّنْجِيَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُّعْسِرٍ اَوْ يَضَعْ عَنْهُ ✦ (مسلم)

علیہ وسلم نے فرمایا جسے یہ بات بھلی لگے کہ خدا اُسے روزِ قیامت کے جانکاہ غموں سے نجات دے تو اُسے چاہیئے کہ تنگدست مقروض کو مہلت دے یا کُل یا بعض (قرضہ) اُسے معاف کردے۔

حقدار کو سختی کرنے کا حق حاصل ہے

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا تَقَاضٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَغْلَظَ لَهٗ فَهَمَّ اَصْحَابُهٗ فَقَالَ دَعُوْهُ فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا وَّاشْتَرُوْا لَهٗ بَعِيْرًا فَاَعْطُوْهُ اِيَّاهُ قَالُوْا لَا نَجِدُ اِلَّا اَفْضَلَ مِنْ سِنِّهٖ قَالَ اشْتَرُوْهُ فَاَعْطُوْهُ اِيَّاهُ فَاِنَّ خَيْرَكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَاءً ✦ (صحیحین)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر تقاضا کیا اور نہایت سختی کے ساتھ کیا۔ صحابہ نے (زجر و توبیخ کا) ارادہ کیا تو پیغمبر صاحب نے فرمایا اسے کچھ تعرض نہ کرو کیونکہ حقدار کو سختی کرنے کا حق ہے تم ایک اونٹ خرید کر اس کے حوالے کردو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہمیں اس کا سا اونٹ تو ملتا نہیں بلکہ اس کے اونٹ سے بڑی عمر کا اونٹ ملتا ہے فرمایا وہی اونٹ خرید کر حوالے کردو کیونکہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قضاءِ دین میں اچھا اور بہتر ہو۔

عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ تَقَاضٰى ابْنَ اَبِيْ حَدْرَدٍ دَيْنًا لَهٗ عَلَيْهِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا حَتّٰى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ فَخَرَجَ اِلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهٖ وَنَادٰى كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ يَا كَعْبُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

کعب بن مالک سے روایت ہے کہ انھوں نے ابن ابی حدرد پر اپنے قرضے کی بابت جو ان کا ابن ابی حدرد پر آتا تھا جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عین مسجد نبوی میں تقاضا کیا اور گفت و شنید میں دونوں کی آوازیں یہاں تک بلند ہوئیں کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آوازیں گھر کے اندر سے سنیں تو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے پاس آنے کے ارادے سے اپنے حجرے کا پردہ اُٹھایا اور کعب بن مالک کو آواز دی (اور) فرمایا اے کعب! کعب نے عرض کیا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔

فَاَشَارَ بِيَدِهٖ اَنْ ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ دَيْنِكَ قَالَ كَعْبٌ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ قُمْ فَاقْضِهٖ ٭ (صحیحین)	پیغمبر صاحب نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ آدھا قرضہ چھوڑ دو کعب نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے آپ کے ارشاد کو بسر و چشم منظور کیا پیغمبر صاحب نے ابن ابی حدرد کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ بس اُٹھ کھڑے ہو اور ان کا قرضہ ادا کر دو ف
عَنِ الشَّرِيْدِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عِرْضَهٗ وَعُقُوْبَتَهٗ قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ يُحِلُّ عِرْضَهٗ يُغْلَظُ لَهٗ وَعُقُوْبَتَهٗ يُحْبَسُ لَهٗ ٭ (نسائی)	شرید کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مالدار کا ادائے قرض سے پہلوتہی کرنا اس کی آبروریزی اور سزا دہی کو حلال کرتا ہے۔ عبداللہ بن مبارک (تابعی) اس حدیث کی تفسیر میں کہتے ہیں یُحِلُّ عِرْضَهٗ سے مراد ہو اُسے سخت و سست کہنا اور عُقُوْبَتَهٗ سے مراد قید ہے

معاملات میں سہولۃ

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا اِذَا بَاعَ وَاِذَا اشْتَرٰى وَاِذَا اقْتَضٰى ٭ (بخاری)	عبداللہ کے بیٹے جابر سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا اس شخص پر رحم کرے کہ بیچے تو خریدے تو تقاضا کرے تو سب میں آسانی اور خوش خلقی اور فیاضی کرنے والا ہو ٭

ف حدیث سے دو باتیں مستنبط ہوتی ہیں ایک یہ کہ حقدار اگرچہ اپنے حق کا مطالبہ سختی سے بھی کر سکتا ہے مگر جہاں تک ممکن ہو اپنے حق کے استیفا میں مبالغہ کرنا بہتر نہیں بلکہ درگزر اور مسامحت کا برتاؤ کرنا چاہیئے اور ہو سکے تو کچھ اپنا حق چھوڑ بھی دے دوسرے یہ کہ مقروض کو قرض دینے والے کا حق ماننا چاہیئے اور جب قرض خواہ کی طرف سے کچھ سلوک ظاہر ہو مثلاً وہ اپنے مطالبے میں سے کچھ چھوڑ دے تو مقروض کو چاہیئے کہ باقی مطالبہ فوراً ادا کر دے۔ کیونکہ اب مقروض کا ادائے رقم میں تاخیر کرنا حقیقۃ میں قرضخواہ پر ظلم ہے ۱۲



عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْحَلِفُ مُنَفِّقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مُمْحِقَةٌ لِلْبَرَكَةِ ‌+ (صحیحین)

حضرۃ ابوہریرہ رضہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ قسم[2] سے مالِ تجارۃ کی نکاسی تو ہوتی ہے مگر برکۃ سلب ہوجاتی ہے +

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَةٌ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ هُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبَةِ ‌+ (مسلم)

ابوذر رضہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایۃ کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا قیامۃ کے روز خدا تین طرح کے آدمیوں سے بات تک بھی تو نہیں کرے گا نہ انھیں نظرِ رحمت سے دیکھے گا اور نہ انھیں گناہوں سے پاک کرے گا۔ اور ان کو عذابِ دردناک ہوگا۔ ابوذر بولے اے رسول خدا اُنھوں نے سخت نقصان اُٹھایا اور رحمتِ خدا سے محروم ہوئے وہ ہیں کون؟ فرمایا۔ ازراہِ تکبر ازار کا لٹکانے والا۔ دے کر احسان رکھنے والا جھوٹی قسم سے اپنے مال متاع کی نکاسی کرنے والا +

عَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِیْ غَرَزَةَ قَالَ كُنَّا نُسَمّٰى فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ السَّمَاسِرَةَ فَمَرَّ بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَّانَا بِاسْمٍ هُوَ اَحْسَنُ مِنْهُ فَقَالَ یَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ اِنَّ الْبَیْعَ

ابو غرزہ کے بیٹے قیس سے روایۃ ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہم لوگ جو سوداگری کا پیشہ کرتے تھے سمسار[1] کے نام سے پکارے جاتے تھے تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارا نام اس سے بہت اچھا یعنی تجار رکھا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے تاجروں کی جماعۃ خرید فروخت میں

[1] سمسار عجمی لفظ ہے اور چونکہ عجمی لوگ کثرۃ سے خرید و فروخت کیا کرتے تھے اس لیے اُنھوں نے اپنا لقب سمسار رکھ لیا تھا عجمیوں کی دیکھا دیکھی عربوں نے بھی اپنے لیے اس لفظ کا بولنا تجویز کیا پیغمبر صاحب نے اس لحاظ سے کہ جس سرزمین میں پیدا ہوئے اُسی زبان کو رواج دینا بہتر ہے عربی سوداگروں کا نام تاجر رکھا ۱۲

[2] قسم سے مراد وہ قسمیں ہیں جو اکثر سوداگر لوگ خریداروں کو ترغیب دینے کے لیے کھایا کرتے ہیں کہ چیز عمدہ ہے اور اتفاق سے سستی مل گئی تھی حدیث میں مطلق قسم کو موجبِ سلبِ برکۃ فرمایا یعنی سچی قسم بھی نہ کھانی چاہیئے ۱۲

یحضرہ اللغو والحلف فشوبوہ بالصدقۃ + ؎۲

بیہودہ باتیں اور قسمیں شامل ہوتی ہیں تو صدقہ دے کر اُسے پاک و خالص کرو

عن عبید بن رفاعۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التجار یحشرون یوم القیمۃ فجارا الا من اتقی وبر وصدق + (ترمذی)

رفاعہ کے بیٹے عبید سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تاجروں کا قیامت کے دن فاجروں کے ساتھ حشر ہوگا مگر جو حرام سے بچا اور جھوٹی قسم نہ کھائی اور قیمت کہنے میں سچ بولا (وہ ان سے مستثنے ہے)

بیوع منہی عنہا (یعنی بیچ کھوچ جس کی شرع میں مناہی ہے)

عن انس قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الثمار حتی تزھی قیل وما تزھی قال حتی تحمر وقال ارءیت اذا منع اللہ الثمرۃ فبم یاخذ احدکم مال اخیہ وفی روایۃ ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن بیع النخل حتی یزھو وعن السنبل حتی یبیض ویامن العاھۃ نھی البائع والمشتری + (صحیحین)

حضرۃ انس رض کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی خرید و فروخت سے منع فرمایا جب تک ان میں پختگی کے آثار نمایاں نہ ہو جائیں کسی نے عرض کیا کہ حضرۃ! اُس کی پختگی کیونکر پہچانی جاتی ہے فرمایا یہاں تک کہ سرخ ہو جائے اور فرمایا بھلا بتاؤ تو اگر خدا پھل کو (پکنے اور تیار ہونے سے) روک دے تو تم میں کا ایک شخص اپنے دوسرے بھائی کا مال کس طرح لے سکتا ہے - ابن عمر رض کی روایۃ میں یوں آیا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درخت کی خرید و فروخت سے منع فرمایا تاوقتیکہ کھجوریں پک کر سُرخ نہ ہو جائیں اور کھیتی (کی بالوں کی خرید و فروخت) سے یہاں تک کہ سفید نہ پڑ جائیں اور آفات کا خوف نہ رہے بیچنے اور خریدنے والے دونوں کو منع فرمایا ف۱

من المترجم ہمارے مُلک میں عام رواج پڑ گیا ہے کہ پھل دار درختوں کے پھل رسیدگی تو رسیدگی پھلوں کی نمود سے پہلے بیچ دیئے جاتے ہیں اور اس کو بہار کا بیچنا بولتے ہیں - ابھی درختوں میں مَور بھی نہیں آیا یا مَور آیا ہے اور ابھی کیریاں کچی ہیں اور کچے آموں کا سودا کر لیا یہ ہے بہار کا بیچنا - بہار بیچنے کی صورۃ میں اکثر ایک نہ ایک فریق گھاٹے میں رہتا ہے سوچنا ہے کچھ اور ہوتا ہے کچھ - اور گھاٹے کا ضروری نتیجہ ہے باہمی رنجش جس سے نظام تمدن میں تھوڑا بہت خلل واقع ہوتا ہے اور اصول اسلام کے خلاف ہے ؎ تو برائے وصل کردن آمدی + نے برائے فصل کردن آمدی + پس بہار بیچنے کی مناہی کو اسی قبیل

ف۱ بائع کو اس لیے کہ وہ اپنے ایک بھائی کا مال بلا معاوضہ ناحق خورد برد کرتا ہے اور مشتری کو اس لیے کہ اپنے مال کو مفت ضائع کرتا اور ایسی ناجائز صلح میں بائع کی مساعدت کرتا ہے ۱۲ ف۲ شوبوا امر حاضر کا صیغہ ہو باب تفعیل سے اس کا ماخذ ہو شوب یا رشوب کہتے ہیں ملونی کو تو چونکہ باب تفعیل کا خاصہ سلب ماخذ بھی ہو اس لیے شوبوہ بالصدقۃ کے معنی ہیں کہ تجارۃ میں جو لغو اور قسم کی ملونی ہو گئی ہے اُس ملونی کو صدقے سے زائل کر دو یعنی صدقہ اُس ملونی کا کفارہ ہو جائے گا اور تجارۃ پاک صاف رہے گی ۱۲

بزرگانہ نصیحت سمجھو۔ حاکم تو اس میں دخل دے سکتا نہیں وہ دل راضی تو کیا کرے گا قاضی۔ مور سے لے کر ٹپکے تک آندھیوں کا بارش بے ہنگام کا اور اولوں کا ڈر لگا رہتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ زور کی آندھی چلی کیریاں جھڑ پڑیں۔ درخت ننگے کے ننگے رہ گئے۔ ایسے سودوں میں لوگ اپنے نزدیک پھلوں کی اٹکل کر لیتے ہیں مگر کسی کو غیب کی تو خبر نہیں اٹکل ٹھیک نہیں بھی اترتی تو معاملے کی صورت جوئے کی سی ہو گئی۔ اور جوا کسی طرح کا بھی ہو حرام ہے اس لیے کہ اول تو جوئے کی چاٹ لگی ہوئی بری دوسرے جوئے کا انجام ہمیشہ خسارہ اور رنج ہوتا ہے۔ غرض جوئے کی حرمت اس عام قاعدے کی رو سے ہو کہ شریعۃ کے تمام احکام اوامر و نواہی آدمی کی عافیت کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔ یہ باتیں ہم نے اس آیۃ سے مستنبط کی ہیں جہاں شراب اور جوئے کی حرمت بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ۝ یعنی مسلمانو! شراب اور جوا اور بت اور پاسے (ان میں کا ہر ایک کام) تو بس ناپاک شیطانی کام ہے تو اس سے بچے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کی وجہ سے تمہارے آپس میں دشمنی اور بغض ڈلوا دے اور تم کو یادِ الٰہی سے اور نماز سے باز رکھے تو کیا (شیطان کے مکر پر اطلاع پائے پیچھے اب بھی) تم باز آؤ گے (یا نہیں)۔

اس آیۃ میں شراب اور جوئے کو ناپاک شیطانی کام فرمایا اور وجہ یہ ارشاد کی کہ شراب اور جوئے سے شیطان تم میں دشمنی اور بغض ڈلوا دے گا اور یادِ الٰہی اور نماز سے باز رکھے گا۔ تو شراب اور جوئے کی تحریم کی علۃ ہوئی آپس میں دشمنی اور بغض کا واقع ہونا اور ذکر الٰہی اور نماز سے باز رہنا۔ پس جب ہم نے دیکھا کہ شراب جوئے کی حرمت کی علۃ یہی دشمنی و عداوۃ ہے تو ہم نے بہار کے بیچنے کو بھی ایک طرح کا جوا قرار دیا۔ کیونکہ یہی علۃ یہاں بھی پائی جاتی ہے اور جب دو چیزوں میں علۃ مشترک ہو تو دونوں چیزوں کا حکم ایک کیوں نہ ہو۔

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ابتاع طعاما فلا يبعه حتى يستوفيه ۔ (صحیحین)

جابر رضؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص غلہ خریدے تو جب تک اس پر قبضہ نہ ہو لے بیچے نہیں ف۱

عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه

حضرۃ ابو ہریرہ رضؓ سے روایۃ ہو کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ

ف۱ قبضے کی شرط اس وجہ سے لگائی کہ اگر مالک نے غلے کو دیکھا نہیں تو وہ اس کی حالۃ اور حیثیۃ سے بے خبر ہے اور اسی طرح وہ شخص جو بے دیکھے خریدتا ہے ایسی صورۃ میں ممکن ہو کہ انجام کار بائع و مشتری میں اختلاف واقع ہو بائع نے کچھ سمجھا اور مشتری نے کچھ اور سمجھا اور اس طرح کا اختلاف منجر الی الفساد ہو سکتا ہو پس ممانعۃ بیع سے مقصودِ شارع سدِ بابِ فساد ہو مگر لوگوں میں اس طرح کی بیوع کثرۃ سے شائع ہیں لوگ احتیاط کو کام میں نہیں لاتے اور مقصودِ شارع کو پیشِ نظر نہیں رکھتے اسی سے جھگڑے ہوتے ہیں ۱۲

وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ لِبَيْعٍ وَّلَا بَيْعِ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ وَّلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِّبَادٍ وَّلَا تُصَرُّوا الْاِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ اَنْ يَّحْلِبَهَا اِنْ رَضِيَهَا اَمْسَكَهَا وَاِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِّنْ تَمْرٍ وَّفِيْ رِوَايَةٍ مَنِ اشْتَرٰى شَاةً مُّصَرَّاةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَاِنْ رَدَّهَا رَدَّهَا مَعَهَا صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ (صحیحین)

وسلم نے فرمایا کہ لوگو! تم غلہ خریدنے کے لیے (شہر سے باہر جاکر) ٹانڈے سے نہ ملو ف۱ اور ایک شخص ایک چیز خرید رہا ہو اور بائع و مشتری باہم رضامند ہوگئے ہوں یعنی بیع ہوچکی ہو تو اُن کے معاملے کو برہم کرکے تم اُسے نہ خریدو اور قیمت بڑھا کر کسی کو دھوکا نہ دو ف۲ اور شہری دیہاتی کی کوئی چیز نہ بیچے ف۳ اور اونٹ بکری کا دودھ نہ چڑھاؤ کہ دودھ تھنوں میں جمع ہوکر مشتری کے دھوکے کا باعث ہو پھر جو شخص اس کے بعد ایسے جانور کو خریدے اُسے دوہنے کے بعد اختیار ہے پسند ہو تو رکھ لے ناپسند ہو تو پھیر دے اور ساتھ ہی کھجوروں کا ایک صاع بھی (صاع مدینے کا ایک پیمانہ ہے جس میں ڈھائی سیر ڈھائی چھٹانک غلہ آتا ہے) ایک روایۃ میں یوں آیا ہے کہ جو شخص دودھ چڑھی ہوئی بکری خریدے اُسے تین روز تک اختیار ہے (تین روز کے اندر) پھیرنا چاہے تو اُس

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ

ف۱ یہ ایک اخلاقی جرم ہے اور اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ آگے بڑھ کر ٹانڈے والوں سے معاملہ کرلیا اور جو فائدہ شہر والوں کو ہوتا اُن کو نہ پہنچنے دیا خشک سالی اور گرانی کے دنوں میں اس فعل کا جرم اخلاقی ہونا کھلے طور پر ظاہر ہوجاتا ہے ورنہ تجارۃ کے معنی ہی احراز نفع کے ہیں شہر سے آگے بڑھ کر ٹانڈے والوں سے معاملہ کرنا تو چنداں اخلاق کے خلاف نہ ہو لوگ تو دیہات میں پہنچکر کاشتکاروں میں دادنیاں تقسیم کردیتے ہیں اور غلے کو شہر تک آنے ہی نہیں دیتے اور ہر فصل پر جلہ فروش غلے کی بھرتیاں کرتے رہتے ہیں ۱۲ ف۲ نجش کے لغوی معنی ہیں شکار کو برانگیختہ کرنے کے اور عرف شرع میں نجش کہتے ہیں مبیع کی تعریف کرکے یا اُس کی قیمت بڑھا کے مشتری کو اس کی خریداری پر اُبھارنے اکسانے کو۔ اس کی صورۃ ایسی ہے کہ ایک شخص ایک چیز خرید رہا تھا دوسرے نے آکر مبیع کی تعریف کردی یا قیمت بڑھادی اس غرض سے نہیں کہ خود خریدنا چاہتا ہے بلکہ اس نیت سے کہ خریدار دھوکے میں پڑکر اُسے خرید لے جیسا کہ مصنوعی نیلاموں میں اس قسم کی بہت سی صورتیں دیکھی جاتی ہیں۔ خود مترجم کو بارہا ایسا اتفاق پیش آیا ہے کہ شہر میں کوئی مکان نیلام کیا جارہا ہے مالکِ مکان نے آکر درخواست کی کہ اپنے کسی آدمی کو اجازۃ دیجیے کہ نیلام کے وقت موجود رہے اُس کے موجود رہنے سے بولی بڑھ جائے گی چاہے وہ بولے بھی نہیں ۱۲ ف۳ یعنی اگر باہر کا آدمی شہر میں مثلاً اناج بیچنے لائے اور اُس کا ارادہ بازار کے بھاؤ پر بیچنے کا ہو اور شہر کا رہنے والا اُس سے کہے کہ تو ابھی نہ بیچ میرے پاس چھوڑ جا میں مہنگا بیچ دوں گا۔ اس کو پیغمبر صاحب نے منع فرمایا کہ اس میں خلق اللہ کا ضرر ہے۔ اس حدیث میں جتنی صورتیں بیان ہوئی ہیں وہ سب اخلاقی گناہوں میں داخل ہیں حسنِ معاشرت جائز نہیں رکھتا کہ ہم کسی طرح کسی کے نقصان کے روادار ہوں ۱۲ ف۴ غلہ دینے کو فرمایا تو یہ معاوضہ ہے اُس دودھ کا جو مشتری نے بکری اپنے گھر میں رکھ کر دوہ لیا ہے ۱۲

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ فَضْلِ الْمَاءِ ٭ (مسلم)	علیہ وسلم نے حاجت سے زیادہ پانی کی بیچنے کی ممانعت کی ہے ٭
عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوْا فَضْلَ الْمَاءِ لِتَمْنَعُوْا بِهِ الْكَلَاءَ ٭ (صحیحین)	ابوہریرہ رض کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حاجت سے زیادہ پانی سے لوگوں کو منع نہ کرو کیونکہ تمہارا پانی سے منع کرنا چارے اور گھاس سے منع کرنے کا سبب ہوگا ف۱
عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَاَدْخَلَ يَدَهٗ فِيْهَا فَنَالَتْ اَصَابِعُهٗ بَلَلًا فَقَالَ مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ قَالَ اَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَفَلَا جَعَلْتَهٗ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّیْ ٭ (مسلم)	ابوہریرہ رض سے روایۃ ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا غلّے کے ایک ڈھیر پر گزر ہوا۔ اُس میں ہاتھ مار کر دیکھا تو آپ کی انگلیوں میں تری محسوس ہوئی (غلّے والے سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ غلّے والے! یہ کیا ہے؟ اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ (میں نے تو غلّے کو تر نہیں کیا بلکہ) مینہ سے تر ہو گیا ہے فرمایا تو بھیگے ہوئے غلّے کو تو نے اوپر کے رُخ کیوں نہیں رکھا کہ لوگ آتے دیکھ لیتے جو شخص دھوکا دے وہ میرے طریقے پر نہیں ٭
عَنْ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْكَالِئِ بِالْكَالِئِ ٭ (دار قطنی)	ابن عمر رض سے روایۃ ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُدھار کو اُدھار کے ساتھ بیچنے سے منع فرمایا ف۲ (کیونکہ اس طرح کے معاملات میں احتمال نزاع ہے اور یہی احتمال وجہ ممانعت)

ف۱ یہ اُس صورۃ میں ہے کہ پانی گھاس مُفت کے ہوں اور کسی شخص کے چراغ اور قبضے میں نہ ہوں قبضے میں ہوں گے تو اُسے اور لوگوں کو بیچنے سے منع کرنا اور قیمۃ العین لینا درست ہے وجہ یہ کہ یہ اُس کا حق ہے اور اپنے حق کو محفوظ رکھنا اُس کا فرض منصبی۔ حدیث ابوداؤد میں اسمر بن مضرس سے آیا ہے قَالَ اَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهٗ قَالَ مَنْ سَبَقَ اِلٰى مَاءٍ لَمْ يَسْبِقْهُ مُسْلِمٌ اِلَيْهِ فَهُوَ لَهٗ۔ یعنی اسمر کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام پر بیعت کی پیغمبر صاحب نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی پانی کے موقع پر پیش قدمی کرے یعنی اس سے پہلے کوئی اور مسلمان اُس موقع پر نہ پہونچا ہو تو وہ پانی اس کی ملک ہے ۱۲ ف۲ اُدھار کو اُدھار کے ساتھ بیچنے کا یہ مطلب ہے کہ مثلاً ایک شخص نے ایک چیز مول لی اور وعدہ کیا کہ اس کی قیمت چھ مہینے میں دوں گا۔ بیع ہو گئی اور چھ مہینے بھی گزر گئے مگر مشتری کے پاس روپیہ بہم نہیں پہونچا کہ قیمت ادا کرتا بائع نے تقاضا کیا تو کہا کہ اُس چیز کو پھر میرے ہاتھ بیچ ڈال اور پہلی رقم پر کچھ اضافہ کر لے میں تین مہینے میں تیرا سب روپیہ بھگتا دوں گا بائع نے اُسے بیچ ڈالا اور بے قبضہ کیے بیچ ڈالا چونکہ جس چیز پر قبضہ نہ ہوا اُس کا بیچنا منع ہے اس لیے اس قسم کی بیع سے پیغمبر صاحب نے منع فرمایا اُدھار کو اُدھار کے ساتھ بیچنے کی ایک توجیہ شرّاح حدیث نے یہ بھی کی ہے کہ مثلاً عمرو بکر کا مقروض ہے یعنی بکر کے عمرو پر دس درہم آتے ہیں اور اسی عمرو کو زید کا ایک کپڑا ابھی دینا ہے زید نے بکر سے کہا کہ میں تیرے ہاتھ اپنے اُس کپڑے کو جو عمرو کے پاس ہے اُن دس درہموں کے عوض بیچتا ہوں جو تیرے عمرو کے ذمے ہیں بکر نے اس بات کو منظور کر لیا تو یہ بیع ناجائز ہو گی کیونکہ قبضہ جو شرط بیع ہے پایا نہیں گیا ۱۲

عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ نَهَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَبِيْعَ مَا لَيْسَ عِنْدِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَاْتِيْنِي الرَّجُلُ فَيُرِيْدُ مِنِّي الْبَيْعَ وَلَيْسَ عِنْدِيْ فَاَبْتَاعُ لَهٗ مِنَ السُّوْقِ قَالَ لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ ۞ (ترمذی)	حزام کے بیٹے حکیم کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے منع فرمایا کہ جو چیز میرے پاس نہ ہو اُسے بیچ ڈالوں ف ۱ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حکیم کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس ایک شخص آتا اور مجھ سے ایک چیز خریدنا چاہتا ہے حالانکہ وہ چیز میرے پاس ہوتی نہیں تو کیا جائز ہے کہ بازار سے خرید کر اُس کے ہاتھ فروخت کردوں۔ فرمایا جو چیز تیرے پاس ہے ہی نہیں اُس کی بیع کس طرح کر سکتا ہے ۞
عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِيْ بَيْعَةٍ ۞ (ترمذی۔ ابوداؤد)	حضرت ابوہریرہ رضہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بیع میں دو بیعوں سے منع فرمایا ف ۲
عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ بَاعَ عَيْبًا لَمْ يُنَبِّهْهُ لَمْ تَزَلْ فِيْ مَقْتِ اللّٰهِ وَلَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِكَةُ تَلْعَنُهٗ ۞ (ابن ماجہ)	اسقع کے بیٹے واثلہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص عیب دار چیز بیچے گا اور خریدار کو اُس کے عیب سے آگاہ نہ کرے گا وہ ہمیشہ مبتلائے غضب الٰہی رہے گا اور فرشتے اُسے سدا لعنت کرتے رہیں گے ۞
عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبِعِ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ	ابن عمر کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے بھائی (مسلمان) کی بیع پر بیع۔

ف ۱ مثلاً کھوئی ہوئی چیز یا بھاگا ہوا جانور یا غیر کا مال یا جس پر اپنا قبضہ نہ ہو ۱۲

ف ۲ ایک بیع میں دو بیعوں سے منع فرمایا اس کی دو توجیہاں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں یہ چیز دس درہم کو بیچتا ہوں اگر نقد دو اور بیس درہم کو بیچتا ہوں اگر قرض کرو۔ دوسرے یہ کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں اپنا گھوڑا پانسو کو بیچتا ہوں بشرطیکہ تو اپنی بھینس ڈھائی سو کو میرے ہاتھ بیچے۔ چونکہ پہلی صورت میں جہالت ثمن اور دوسری میں شرط ہے اس لیے یہ بیع درست نہیں

اَخِیْهِ وَلَا یَخْطُبُ عَلٰی خِطْبَةِ اَخِیْهِ اِلَّا اَنْ یَّاْذَنَ لَهٗ ۔ نہ کرے اور نہ اپنے بھائی (مسلمان) کی خواستگاری پر کسی عورۃ کی خواستگاری کرے مگر وہ (بھائی) اجازۃ دیدے (تو مضایقہ کی بات نہیں) ف

۱۲ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَسُمِ الرَّجُلُ عَلٰی سَوْمِ اَخِیْهِ الْمُسْلِمِ ۔ (مسلم)

۱۲ ابو ہریرہ رض سے روایۃ ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کو ضرر دینے کی غرض سے اُس کی خریداری پر آپ خریداری کی خواہش نہ کرے (یعنی جب ایک شخص ایک چیز خرید رہا ہو اور قیمت کا قرارداد ہو چکا ہو تو دوسرا شخص اس کی خریداری کی خواہش نہ کرے)

۱۳ عَنْ جَابِرٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الثُّنْیَا اِلَّا اَنْ یُّعْلَمَ ۔ (ترمذی)

۱۳ حضرۃ جابر کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع میں سے بعض مال کے مستثنے کرنے کو منع فرمایا ف۲ لیکن جس کو مستثنے کیا ہے اُس کی مقدار معلوم ہو تو جائز ہے ۔

۱۴ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بَلَغَ عُمَرَ اَنَّ سَمُرَةَ بَاعَ خَمْرًا فَقَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ سَمُرَةَ اَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْیَهُوْدَ حُرِّمَتْ عَلَیْهِمُ الشُّحُوْمُ فَجَمَلُوْهَا فَبَاعُوْهَا ۔ وَفِیْ رِوَایَةٍ اُخْرٰی وَاَكَلُوْا اَثْمَانَهَا وَاِنَّ اللّٰهَ اِذَا حَرَّمَ عَلٰی قَوْمٍ اَكْلَ شَیْءٍ حَرَّمَ عَلَیْهِمْ ثَمَنَهٗ ۔ (احمد ۔ ابوداؤد)

۱۴ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرۃ عمر کو خبر لگی کہ سمرہ نے شراب بیچی ۔ فرمایا خدا سمرہ کو غارۃ کرے کیا اُسے معلوم نہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا یہود پر لعنت کرے کہ اُن پر چربی حرام ہوئی تو اُنھوں نے اُس کو پگھلا بیچنا شروع کیا اور ایک روایۃ میں یوں آیا ہے کہ وہ چربیوں کی قیمت کھانے لگے اور خدا نے جب کسی چیز کا کھانا ایک قوم پر حرام ٹھیرایا ہے تو اُس کی قیمت لینی بھی اُن پر حرام کردی ہے ف۳

۱۵ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ حَرَّمَ بَیْعَ الْخَمْرِ

۱۵ جابر بن عبد اللہ سے روایۃ ہے کہ اُنھوں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے سال فرماتے سُنا اور پیغمبر صاحب مکے ہی میں تشریف رکھتے تھے کہ خدا اور اُس کے رسول نے شراب

ف اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے ایک چیز خریدی دوسرے نے کہا کہ اسے واپس کردے میں اسی جیسی چیز تجھے کم قیمت پر دیتا ہوں یا یوں کہے کہ جس قیمت پر تو نے یہ چیز خریدی ہے میں اسی قیمت پر تجھے عمدہ اور بہتر چیز دیتا ہوں ۔ چونکہ اس طرح کی بیع سے دو اخلاقی گناہ لازم آتے ہیں ایک ٹھگائے جانے کا الزام دے کر اپنے بھائی کو ناجائز ضرر پونہچانا دوسرے دو شخصوں میں نزاع و فساد ڈلوانا کہ وہ پھیرنے جائے گا تو بائع واپس کرنے سے انکار کرے گا اور دونوں میں جھگڑا پڑے گا ۱۲ ف۲ مثلاً بائع یوں کہے کہ میں نے یہ ساری چیز بیچی مگر بعض نہیں چونکہ بعض مجہول ہے اور جہالۃ بیع میں جائز نہیں اس لیے اس قسم کا استثنا منع اور ورنہ درست ہے علاوہ ازیں نزاع و فساد کا احتمال قوی ہے اور احتمالِ نزاع موجب ممانعۃ ۱۲ ف۳ یہ ساری تشدید بادہ خواری کے انسداد اور روک کے لیے کی گئی ہے ۱۲

وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالْاَصْنَامِ فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَءَيْتَ شُحُوْمَ الْمَيْتَةِ فَاِنَّهَا يُطْلٰى بِهَا السُّفُنُ وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُوْدُ وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ فَقَالَ لَا هُوَ حَرَامٌ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَّا حَرَّمَ عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهَا اَجْمَلُوْهُ ثُمَّ بَاعُوْهُ فَاَكَلُوْا ثَمَنَهٗ ٭ (صحیحین)

اور مرے ہوئے جانور اور سور اور بتوں کی بیع کو حرام ٹھیرایا ہے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مرے ہوئے جانوروں کی چربی کی نسبت کیا فرماتے ہیں کیونکہ وہ کشتیوں اور چماروں کے ملنے میں کام آتی اور اس سے چمڑوں کو چرب کیا جاتا اور لوگ چراغوں میں جلاتے ہیں فرمایا نہیں چربی کی بیع بھی حرام ہی ٹھیرا پھر اسی موقع پر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا خدا یہود کو غارت کرے کہ جب خدا نے اُن پر مرے ہوئے جانوروں کا گوشت حرام ٹھیرایا تو لگے اُن کی چربیوں کو پگھلا کر بیچنے اور اُن کی قیمت کھانے ٭

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ ٭ (صحیحین)

ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کُتّے کی قیمت اور زانیہ کی خرچی اور نجومی کے چڑھاوے سے منع فرمایا ٭ علہ

ف المترجم - کسی کا مذاق بھلے آدمیوں کا سا مذاق ہو تو اُس کے لیے قرآن سے بڑھ کر کوئی کتاب دلچسپ نہیں ہو سکتی - کتاب میں دو چیزیں ہوتی ہیں عبارۃ اور مطلب - اور ہر ایک میں کئی طرح کی خوبیاں - عبارۃ اور مطلب دونوں

ول مُردے کی چربی کا کھانا طبّاً مضر ہے اور یہی وجہ ہو اُس کی حرمت کی رہا چربی کا بیچنا تو پیغمبر صاحب نے اُسے بھی حرام ٹھیرایا مگر پیغمبر صاحب کا مُردے کی چربی کی بیع کو حرام فرمانا مؤبّداً اور دوامًا نہ تھا بلکہ موقّتًا اور تشدیدًا تھا یعنی آپ کو اِس بارے میں مزید احتیاط منظور تھی کہ مُردے کی چربی گھروں میں رہنے ہی پائے گھروں میں رہے گی تو بھول چوک میں کھائی بھی جائے گی کیونکہ مذبوح اور میتہ کی چربی میں کوئی ممتاز اور بیّن فرق نہیں ہے لیکن جب اس کی حرمت اچھی طرح لوگوں کے ذہن نشین ہوگئی تو حکم تشدیدی موقوف و ملتوی ہوگیا یہی وجہ ہے کہ علما نے مرے ہوئے جانور کی چربی سے فائدہ اُٹھانا جائز رکھا ہے جیسے چماروں اور کشتیوں میں اُس کا طلا کرنا چراغوں میں تیل کی جگہ جلانا سخت چمڑوں کو چرب کرنا وغیرہ وغیرہ چنانچہ مولوی عبد الحق صاحب محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں کہ جمہور شافعیہ کے نزدیک نجس روغنوں سے خارجی فائدہ اُٹھانا جائز ہے - اور امام ابو حنیفہ رح اور اُن کے اصحاب کہتے ہیں کہ نجس روغن کی بیع درست ہے جبکہ بائع اُس کا نجس ہونا ظاہر کر دے کذا نقل الطیبی ۱۲

کی مجموعی خوبیوں کا نام ہے فصاحت و بلاغت ۔ دوست دشمن سب قرآن کا لوہا مان چکے ہیں کہ کوئی کتاب قرآن سے بڑھ کر فصیح و بلیغ نہ ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ نزولِ قرآن کے وقت عرب میں فصاحت بلاغت ایسے زوروں پر تھی کہ عرب کے لوگ دوسروں کو عجم کہہ کر پکارتے تھے ۔ عجم کے معنی ہیں گونگا یعنی اُن کے نزدیک کسی کو بولنے بات کرنے کا سلیقہ نہ تھا۔ اُس زمانے کے خطبے قصیدے اشعار اِس وقت تک محفوظ ہیں اور اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقع اُن کے کلام میں جادو کا سا اثر تھا۔ یُوں تو اہلِ عرب کسی کے محکوم نہ تھے مگر شاعروں کی حکومت اُن کے دلوں پر بادشاہوں کی حکومت سے کسی طرح کم بھی نہ تھی۔ قبیلوں میں صلح و جنگ کہ شاہی اختیارات میں سے یہی سب سے بڑا اختیار ہے شاعروں ہی کے اشاروں سے ہوتی تھی۔ بات بات میں دیہاتنیں اور گھر کی لونڈیاں ایسے برجستہ ایسے اشعار موزوں کر لیتی تھیں کہ آج اچھے سے اچھا ادیب اُن کو لگا نہیں کھاتا۔ اہلِ عرب فصاحت بلاغت کے پیچھے ایسے دیوانے تھے کہ کیسی ہی اچھی اور معقول بات ہوتی جب تک اُن ہی کی سی بولی میں نہ ہوتی وہ سُنتے تک بھی تو نہیں تھے۔ یہی تو وہ زورِ کلام تھا کہ قرآن کو سُن کر بڑے سے بڑے دھتا سیٹھ فصحا بُلغا بھی چُپکی سادھ گئے اور اُنھوں نے بیچون وچرا تسلیم کر لیا کہ ہر شان میں ایسا زبردست کلام مقدورِ بشر نہیں۔ قرآن کی لطافتوں کے سمجھنے کے لیے تو بڑی لیاقت چاہیئے مگر اتنی بات تو ہم اناڑیوں کی بھی سمجھ میں آتی ہے کہ عمدہ سے عمدہ اور نفیس سے نفیس کلام بھی جہاں دو چار دفعہ نظر سے گزرا۔ "چو حلوا بیکبار خوردند بس" پھر طبیعت اُس سے کچھ کھٹی سی ہو جاتی ہے۔ یہ بات ہم نے قرآن ہی میں دیکھی اور ہم نے کیا دیکھی ہر ایک نقّادِ سخن نے دیکھی کہ منزلِ فیل اور فمی بشوق کا دور رکھنے والے بھی مُدۃ العمر التزام کے ساتھ قرآن کی تلاوۃ کرتے رہتے ہیں اور باوجودیکہ لفظوں سے مطلب نہیں بھی سمجھتے تاہم تلاوۃ سے کبھی نہیں اُکتاتے اور جو مطلب بھی سمجھتے ہیں اُن کو تو ہر بار کی تلاوۃ میں نیا لطف آتا ہے هُوَ الْمِسْكُ مَا كَرَّرْتَهُ يَتَضَوَّعُ۔

قرآن کی ترتیب بھی کچھ اِس طرح کی دلکش واقع ہوئی ہے کہ تنوّعِ مضامین بارہ مصالح کی چاٹ کا مزہ دیتا ہے۔ جس طرح ایک طبیب کڑوی دوا کو خمیرہ اور مصری اور شربت ملا کر خوش ذائقہ بنا دیتا ہے۔ یہی حال قرآن کے اوامر اور نواہی اور مواعظ کا ہے کہ قصص کی شیرینی سب کو گوارا کر دیتی ہے۔ قصص میں سب سے بہتر قصہ یوسف علیہ السلام کا ہے جو زبان زدِ خاص و عام ہے اور ایک عجیب اتفاق سے اُس کا خیال ہم کو اِس عنوان کے ساتھ آگیا ہے۔ مجملاً قصے کا خلاصہ یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے چار بطنوں سے بارہ بیٹے تھے۔ ایک بطن سے یہودا۔ روبیل۔ شمعون۔ لاوی۔ زبالون۔ یشجر یہ چھ یوسف کی خالہ کے بطن سے پیدا ہوئے اور دان۔ یفشالی۔ جاد۔ آشر۔ دو لونڈیوں کے بطن سے اور ابن یامین اور یوسف ایک بطن سے۔ یوسف سب بھائیوں میں چھوٹے اور سب سے زیادہ باپ کے چہیتے تھے۔ علّاتی بھائی باپ کے التفاتِ خاص کی وجہ سے یوسف پر حسد کرتے تھے۔ آخر سیر و تفریح کا بہانہ کر کے یوسف کو باپ کی نگرانی سے نکال لے جا کر شہر کے باہر ایک اندھے کوئیں میں ڈال دیا۔ اتفاق سے اُس کوئیں کے قریب مصر کو جاتا ہوا ایک قافلہ اُترا ہوا تھا اُن کا سقّا پانی بھرنے کنوئیں پر آیا۔ پانی تو کہاں تھا یوسف ڈول میں بیٹھ باہر آئے۔ بھائی آس پاس لگے ہوئے تھے یوسف کو اپنا غلامِ مفرور ظاہر کر کے اونے پونے قافلے والوں کے ہاتھ بیچ دیا اور جھوٹ موٹ باپ سے جا کہا کہ یوسف کو بھیڑیا

کھا گیا۔ وہ بے چارے صبر و شکر کرکے بیٹھ گئے قافلے والوں نے مصر میں یوسف کو لے جا عزیزِ مصر کے ہاتھ فروخت کیا۔ وہ تھا لاولد اُس نے فرزندوں کی طرح یوسف کو پالا۔ یوسف تھے آدمی خوش رو عزیزِ مصر کی بی بی کا دل اُن پر آگیا۔ اور وہ ناجائز طریقے سے اُن کے درپے ہوئی۔ یہ بیاسِ حرمتِ آقا اُس کے ڈھب پر نہ چڑھے۔ آخر اُس نے ایک دن تخلیہ کرکے اِن کو پکڑا یہ بھاگے۔ جوں ہی بیرونی دروازے پر پہنچے عزیزِ مصر کو دروازے پر کھڑا پایا آگے یوسف پیچھے عزیزِ مصر کی جورو۔ لگے ایک دوسرے کو ملزم ٹھہرانے۔ عزیز کے نزدیک اپنی جورو کی خطا ثابت بھی ہوگئی۔ پھر بھی بدنامی کے لحاظ سے اُس نے ناحق یوسف علیہ السلام کو قید کردیا۔ قید خانے میں دو قیدیوں نے خواب دیکھے۔ یوسف کو نیک مرد سمجھ کر تعبیر پوچھی۔ اور وہی ہوا جو یوسف نے کہا تھا۔ اِن میں سے ایک بادشاہ کا ساقی تھا جو متّہم ہوکر قید ہوا تھا اور آخر کو تہمت سے بری ہوکر پھر اپنی خدمت پر بحال ہُوا۔ کچھ دنوں بعد بادشاہ نے ایک خواب دیکھا اور وہ پردے میں بڑے سخت قحط کی پیشین گوئی تھی۔ بادشاہ نے درباریوں سے تعبیر پوچھی۔ کسی سے تعبیر دیتے نہ بن پڑی۔ اُس ساقی کو اپنا واقعہ یاد آیا اور اُس نے کہا کہ خواب کی سچی تعبیر تو مَیں یوسف سے پوچھ لاتا ہوں۔ اِس تقریب سے یوسف قید خانے سے طلب ہوئے تو پہلے اُن کے اُس جُرم کی تحقیقات ہوئی جس کے الزام میں قید تھے۔ اُس سے برأت ثابت ہوئی تو اُنھوں نے بادشاہ کے خواب کی تعبیر میں قحط کی پیشین گوئی کی۔ بادشاہ نے خوش ہوکر اِن کو وزیرِ خزانہ کردیا اور قحط کا انتظام بھی اِن ہی کے سپرد کیا۔ اَب قصّے کا وہ حصّہ آتا ہے جس سے ہم کو اِس مقام پر خاص تعلّق ہے۔ یوسفؑ نے بادشاہ کے خواب کی بنا پر لوگوں سے کہا کہ اب سے سات برس بعد برابر سات ہی برس کا بڑا بھاری کال پڑنے والا ہے تو تم لوگ سعی کے اِن سات برسوں میں زراعت پر بڑی محنت کرو اور جو پیداوار ہو بقدرِ ضرورت کھاؤ اور جو ضرورت سے زیادہ ہو اُسے قحط کے برسوں کے لیے اِس طرح پر جمع کرتے جاؤ کہ غلّے کو بالوں میں رہنے دو تاکہ بگڑے نہیں۔ ہم اِتنے قصّے کے متعلق قرآن کے لفظ بھی ترجمے سمیت نقل کیے دیتے ہیں۔

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۝ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ۝ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَفِیْهِ یَعْصِرُوْنَ ۝ (یوسف نے) کہا (خواب کی تعبیر یہ ہے کہ) تم لوگ بدستور سات برس کاشتکاری کرتے رہو گے تو جو (فصل) کاٹو اُس کو اُسی کی بالوں ہی میں رہنے دو (تاکہ غلّہ گلے سڑے نہیں) مگر (ہاں کسی قدر جو تمھارے کھانے کے کام میں آئے (وہ تو) بالوں سے نکالنا پڑے ہی گا) پھر اِس کے بعد بڑے سخت (قحط کے) سات برس آئیں گے کہ جو کچھ تم نے (میرے کہنے کے مطابق) پہلے (اِن برسوں) کے لیے جمع کر رکھا ہوگا یہ اُس سب کو کھا جائیں گے مگر (ہاں) قدرِ قلیل جو تم (بیج کے لیے) بچا رکھوگے (وہ تباہی لوگوں کے کھانے سے بچ جائے گا) پھر اِس کے بعد ایک ایسا برس آئے گا جس میں (خوب سماں ہوگا) لوگوں کے لیے برسات بھی ہوگی اور (کھیتی کے علاوہ اُس برس انگور بھی خوب پھلیں گے اور لوگ شراب کے لیے اُن کے شیرے بھی نچوڑیں گے)۔

اب حال کا مذکور ہے کہ ایک مسلمانی انگریزی اخبار میں یہ مضمون نظر سے گزرا کہ "انگریزی سلطنت میں ایک ہندوستان ہی ایسا بدنصیب مُلک ہے جس کا گزر اوقات زیادہ تر پیداوارِ اراضی پر ہے اور پیداوارِ اراضی منحصر ہے برسات پر اور برسات ہے کہ

آئے دن ترساتی ہے۔ پہلے تو جہاں کال پڑتا تھا بہت لوگ بھوکوں مرجاتے تھے۔اب نہروں اور ریلوں کے طفیل مرتے تو نہیں مگر بہتیروں کو پیٹ بھر کھانا نہیں ملتا۔اس لیے سرکار برابر تخفیفِ تکالیفِ قحط کی تدبیریں کرتی رہتی ہے اور لوگ بھی سرکار کی دیکھا دیکھی اس طرف متوجہ ہیں۔چنانچہ بنگالیوں نے چند مقامات میں گولے یعنی گنج کھولے ہیں اور وہاں سستے کے دنوں میں غلّہ فراہم کیا جاتا ہے اور یہ تدبیر مفید بھی ثابت ہوئی ہے۔ صاحبِ اخبار پنجابی ہے اور وہ کاشتکاروں کی ہمدردی کی داد بھی دیتا ہے مگر پنجاب کے واسطے افسوس بھی کرتا ہے کہ بنگالے میں غالب پیداوار چاول ہے اور چاول بلاخطرِ فساد ذخیرہ کیا جا سکتا ہے پنجاب میں غالب پیداوار گیہوں ہے۔ اور اُس کا ذخیرہ زیادہ دن تک گھُن کی دست بُرد سے محفوظ نہیں رہ سکتا فقط

لیکن اس اخبار کے ایڈیٹر یعنی مدیر کا ذہن یوسف علیہ السلام کی تدبیر فذروہ فی سنبلہ کی طرف منتقل نہیں ہوا۔ایسا کوئی بیج نہیں جس کی متکفّل ارزاقِ عباد نے اپنی قدرۃ سے کسی نہ کسی طرح پوست یا چھلکے یا بھوسی یا گودے یا گٹھلی سے حفاظت نہ کی ہو گیہوں بھی اِس عُموم سے مستثنٰی نہیں۔خدا کیوں نہ بیج کی حفاظت کرے اُس کو تو بیج ہی سے نباتات اور حیوانات کی نسل آگے کو چلانی ہے آدمی کا نطفہ بھی ایک طرح کا بیج ہے اور بیج بھی تو بڑا قیمتی کیونکہ وہ آخرِکار اشرف المخلوقات انسان بننے والا ہے۔اب یہاں یہ **سوال** ضرور خلجان پیدا کرتا ہو کہ نطفہ قابلِ قدر و قیمتی ہے تو خدا نے اُس کی حفاظت کے لیے کیا سامان کیا **جواب** یہ ہے کہ لترکبن طبقاعن طبقٍ کے مطابق نطفے کو ماءِ دافق سے لے کر ثم انشأناہ خلقاً آخر تک کئی درجے طے کرنے پڑتے ہیں وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝ "اور ہم نے انسان کو مٹّی کے ست سے بنایا پھر ہم ہی نے اُس کو حفاظت کی جگہ (یعنی عورۃ کے رحم میں) نطفہ بنا کر رکھا۔پھر ہم ہی نے نطفے کا لوتھڑا بنایا۔پھر ہم ہی نے لوتھڑے کی بندھی بوٹی بنائی پھر ہم ہی نے بندھی بوٹی کی ہڈیاں بنائیں۔پھر ہم ہی نے ہڈیوں پر گوشت مڑھا۔پھر (آخرِکار) ہم ہی نے اُس کو (گویا بالکل) دوسری ہی مخلوق (کی صورۃ میں) بنا کھڑا کیا تو (سبحان اللہ) خدا بڑا ہی بابرکت ہو (جو سب) بنانے والوں میں بہتر (بنانے والا) ہے" **ف** اور اسی لیے نطفے کی ہر حالت کی حفاظت کے لیے ایک شانِ خاص ہو۔دفق سے پہلے وہ بین الصلب والترائب کی محفوظ جگہ میں ہے۔پھر فی قرار مکین کی پھر والقیت علیک محبۃ منی کی یہاں تک کہ وہ خود اپنے نفس کی حفاظت اور حمایت پر قادر ہو۔نکاحِ متعارف ہی ایک متعیّن طریقہ ہے جو حفاظتِ نطفہ کے تمام طریقوں کا

ف یہ عام آدمیوں کی پیدائش کا مذکور ہے کہ اُس کی ابتدا نطفے سے ہو اور نطفہ ہے خلاصۂ غذا اور غذا ہے مٹّی کا خلاصہ جس سے حیوانات اور نباتات آدمی کی کھانے کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں مٹّی سے لے کر پیدا ہونے تک جو تصرفات ہوتے ہیں اُن کو حقیقۃ میں آدمی سے کچھ مناسبت نہیں معلوم ہوتی نطفہ ہونے کی حالت میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آخرِکار اِس کا آدمی بن جائے گا دوسری مخلوق کی صورۃ میں بنا کھڑا کرنے کے یہی معنی ہیں ۱۲

جامع ہے اور اس کے بے خدا کی طرف سے یہاں تک اہتمام ہے کہ مہر بغی تک کو حرام کر دیا ہے۔ زنا چاہے عورۃ اور مرد کی باہمی رضامندی ہی سے کیوں نہ ہوا اور چاہے اُس میں ابنائے جنس میں سے کسی کی حق تلفی بھی نہ ہو۔ اُس کی حرمت کی عقلی وجہ بھی یہی نطفے کا ضائع کرنا ہے اور انجام کار کے اعتبار سے دیکھو تو نطفے کا ضائع کرنا قتل نفس تو نہیں ہے مگر ایسی چیز کا تلف کرنا تو ہے جس میں اس بات کی صلاحیت تھی کہ اُس کی حفاظت کی جاتی تو نفس انسانی بن جاتی۔ توالد اور تناسل کا قاعدہ جو نباتات اور حیوانات میں جاری ہے کہ ہر فرد ایک وقت خاص تک زندہ رہتا اور اپنی زندگی کے زمانے میں اپنا جانشین ایک یا کئی پیدا کر سکتا اور کرتا ہے عجب نہیں اس قاعدے سے اُن لوگوں نے دھوکا کھایا ہو جو قیامت کے قائل نہیں اور زمانے کو ازلی ابدی مانتے ہیں کہ دنیا اسی طرح چلی آتی ہے اور اسی طرح چلی جائے گی۔ مگر قیامت کا آنا جس طرح پر قرآن سے پایا جاتا ہے وہ تو یہ ہے کہ دفعۃً اجرام فلکی کا نظام درہم برہم ہو کر بسی بسائی دنیا کو فنا کر دے گا۔ ہمارے اس بیان کو اُس بیان کے ساتھ ملا کر پڑھو جو باب حقوق نفس کے ذیل میں "عنوان اضاعۃ نسل" کے مقام پر لکھ چکے ہیں۔

۱۷

عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ قَالَ سَاَلْتُ جَابِرًا عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ وَالسِّنَّوْرِ قَالَ زَجَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِکَ۔ (صحیحین)

ابو الزبیر کہتے ہیں میں نے جابر رضہ سے کتّے اور بلّی کی قیمت کے بارے میں دریافت کیا کہ ان کی قیمت کھانا جائز ہے یا نہیں، جابر رضہ نے جواب دیا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

۱۸

عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ۔ (بخاری)

ابو جحیفہ رضہ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت لے کر اُس کے کھانے سے منع فرمایا۔

من المترجم کتّے کی نجاست و حرمت کے متعلق جو کچھ ہمیں لکھنا تھا حصہ اول **حقوق اللہ** کے "عنوان طہارت" اور حصہ دوم **حقوق العباد** کے عنوان حقوق نفس کے ذیل میں لکھ آئے ہیں۔ اس بیان کے ساتھ اُسے بھی ملا کر پڑھوگے تو کتّے کے نجس و حرام ہونے کی معقول اور کافی وجہ دریافت ہو جائے گی۔ یہاں بحث طلب امر یہ ہے کہ کتّے کو بیچنا اور اُس کی قیمت کھانا جائز ہے یا نہیں۔ تو ایک حدیث میں آیا ہے کہ کتّے سے شکار یا حراست مکان یعنی پہرہ چوکی یا جانوروں کی حفاظت یا کھیت کی رکھوالی کا انتفاع حاصل کرنا جائز ہے۔ اور جب کتّے سے اس طرح کا انتفاع جائز ہے تو اس کا بیچنا اور بیچ کر قیمت کھانا ناجائز کیوں ہو۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد رح وغیرہ کتّے اور چیتے اور تمام اُن درندوں کی خرید و فروخت جائز رکھتے ہیں جن میں کچھ منفعت ہو عام ہے کہ سدھائے ہوئے ہوں یا بے سدھائے ہوئے۔ پس حدیث مذکور میں جو ثمن کلب کی ممانعت وارد ہوئی ہے تو یہ ممانعت بھی تشدیدی اور موقّت ہے یعنی پیغمبر صاحب نے مزید احتیاط کے لیے منع فرما دیا تھا کہ کتّے کی بیع و شرا کا رواج ہوگا تو لوگ اُسے کثرت سے پالنے لگیں گے۔ بہرصورۃ اب کتّے کی بیع جائز اور اُس کی قیمت حلال ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد رح کے بیان سے ثابت ہوا۔ لیکن باوجود اس کے کتّے کے

ساتھ اختلاط رکھنے سے ہمیشہ احتراز رکھنا چاہیئے کیونکہ اس کے لعاب میں ایک طرح کی سمیت ہوتی ہے جسے کاٹتا ہے اُس میں زہر فوراً اثر کرجاتا ہے عجب نہیں کہ اسی مصلحت سے پیغمبر صاحب نے اُس کے پالنے کی ابتدا میں ممانعت فرمائی ہو یہاں تک کہ اُس کے بیچنے اور بیچ کر اُس کی قیمت کھانے کی بھی۔ اُسی حدیث کے ضمن میں بلّی اور خون کا بھی ذکر ہے کہ ان دونوں چیزوں کو بھی بیچنا اور بیچ کر ان کی قیمت کھانا منع ہے۔ بلّی کے بیچنے اور اُس کی قیمت کے کھانے سے پیغمبر صاحب نے منع فرمایا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی دُوں ہمتی کی طرف مائل نہ ہو کیونکہ بلّی میں ایسی کون سی منفعت ہے جس کی وجہ سے اُسے بیچتا ہے۔ صرف اسی دُوں ہمتی سے بچنے کے لیے آپ نے اُس کی قیمت کے کھانے سے مناہی کی ورنہ یوں تو بلّی کی بیع جائز اور اُس کی قیمت حلال ہے یہی وجہ ہے کہ جمہور علما نے اس نہی کو نہی تنزیہی پر محمول کرکے بلّی کی بیع کو جائز بتایا ہے۔ خون سے اگر یہی معمولی خون مراد ہے تو اس کے بیچنے کی ممانعت کی وہی وجہ ہے جو بلّی کے بیع کی ممانعت میں بیان ہوئی۔ علاوہ اس کے وہ نفرت اور گھن کی چیز ہے ٭

جوازِ نیلام

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَاعَ حِلْسًا وَّقَدَحًا فَقَالَ مَنْ یَّشْتَرِیْ ھٰذَا الْحِلْسَ وَالْقَدَحَ فَقَالَ رَجُلٌ اٰخُذُھُمَا بِدِرْھَمٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّزِیْدُ عَلٰی دِرْھَمٍ فَاَعْطَاہُ رَجُلٌ دِرْھَمَیْنِ فَبَاعَھُمَا مِنْہُ ٭ (ابن ماجہ)

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ٹاٹ اور ایک پیالہ فروخت کرنا چاہا (یہ دونوں چیزیں پیغمبر صاحب کی نہ تھیں بلکہ ایک محتاج صحابی کی تھیں پیغمبر صاحب نے بطریق کفالت انھیں فروخت کرکے اُس کی تدبیر معیشت کی) اور فرمایا کہ اس ٹاٹ اور پیالے کو کون خریدتا ہے ایک شخص بولا میں ان دونوں کو ایک درہم کے عوض خریدتا ہوں۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا کوئی شخص ایک درہم پر کچھ بڑھاتا ہے اس پر ایک شخص نے پیغمبر صاحب کو دو درہم دیئے۔ آپ نے ٹاٹ اور پیالہ دونوں چیزیں دو درہم پر بیچ دیں۔

سلم و رہن

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْہُ ط (بقرہ ع ۳۹ پارہ ۳)

مسلمانو! جب تم ایک میعادِ مقرر تک اُدھار کا لین دین کرو تو اُس کو لکھ لیا کرو ٭

ف اس حدیث میں بیع من یزید کی مشروعیت پر دلیل ہے اور اسی کو نیلام کہتے ہیں پھر یہ حدیث معارض نہیں ہے حدیث لایسم الرجل علی سوم اخیہ کے کیونکہ اُس میں عقدِ بیع ہو جانے کے بعد قیمت کے بڑھانے سے منع کیا گیا ہے اور یہاں عقدِ بیع سے پیشتر قیمت کا اضافہ کیا گیا ۱۲

سلم بفتحتین اسم ہے تسلیم کا اور فقہا کے عرف میں سلم کہتے ہیں کسی چیز کے قرض بیچنے کو اور یہی معنی ہیں سلف کے اس طرح کی بیع بالاتفاق جائز ہے اور اسی طرح رہن بھی جیسا کہ آگے لکھا جاتا ہے ۱۲

سه یہ پوری آیت مع ترجمے وفوائد کے "اُدھار کے لین دین میں" کے عنوان کے ذیل میں لکھی جا چکی ہے اس کے ساتھ اُسے بھی ملا کر پڑھو گے تو مطلب کی اچھی طرح توضیح ہو جائے گی ۱۲

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ وَھُمْ یُسْلِفُوْنَ فِی الثِّمَارِ السَّنَۃَ وَالسَّنَتَیْنِ وَالثَّلٰثَ فَقَالَ مَنْ اَسْلَفَ فِیْ شَیْءٍ فَلْیُسْلِفْ فِیْ کَیْلٍ مَّعْلُوْمٍ وَّوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ اِلٰی اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ۔ (صحیحین)

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینے تشریف لائے اور اہل مدینہ پھلوں میں کبھی ایک سال کبھی دو سال کبھی تین سال تک سَلَم کرتے تھے (یعنی روپیہ نقد دے کر شرط کر لیتے تھے کہ ایک سال یا دو سال یا تین سال تک ان درختوں کے پھل ہمارے ہیں) تو پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ جو شخص سلف کا معاملہ کرے تو معلوم پیمانے کے ساتھ (اگر وہ چیز ناپی جاتی ہو) اور معلوم وزن کے ساتھ (اگر تولی جاتی ہو) معاملہ کرے اور ساتھ ہی مدت کا ٹھیرا بھی واضح کر دیا جائے (مثلاً مشتری بائع سے کہہ دے کہ میں اتنے روپے دیتا ہوں ایک سال یا دو سال میں بیس یا تیس پیمانے یا اتنے

عَنِ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ اِنَّا کُنَّا نُسْلِفُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ فِی الْحِنْطَۃِ وَالشَّعِیْرِ وَالزَّبِیْبِ وَالتَّمْرِ۔ (بخاری)

ابن ابی اوفےؓ کہتے ہیں کہ ہم صحابی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ اور عمرؓ کے عہد میں گیہوں اور جو اور منقے اور کھجور میں سلف کیا کرتے تھے ف۱

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ اشْتَرٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَعَامًا مِّنْ یَّھُوْدِیٍّ اِلٰی اَجَلٍ وَّرَھَنَہٗ دِرْعًا لَّہٗ مِنْ حَدِیْدٍ۔ (صحیحین)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے غلہ خریدا اور اپنی لوہے کی زرہ اُس کے پاس رہن رکھی ف۲

ف۱ ظاہر حدیث سے شبہہ ہوتا ہے کہ بیع سَلَم بھی بہار کے بیچنے کے مانند ہے حالانکہ بیع سَلَم جائز اور بہار کا بیچنا ممنوع۔ مگر جب ذرا غور سے دیکھا جاتا ہے تو دونوں بیعوں میں پورب پچھم کا تفاوت نظر آتا ہے بہار کے بیچنے میں بائع اور مشتری دونوں اپنے اپنے ذہن میں اٹکل کر لیتے ہیں اور بسا اوقات درخت ان کی اٹکلوں کے مطابق بار ور نہیں ہوتے اور انجام کار دونوں میں رنجش اور نزاع پیدا ہوتی ہے اور یہی رنجش و نزاع اس طرح کی بیع کی وجہ ممانعت ہے بخلاف سَلَم کے کہ اس میں سرے ہی سے نزاع و فساد کی رگ کاٹ ڈالی جاتی ہے مشتری کھلے طور پر کہہ دیتا ہے کہ اتنے روپے دیتا ہوں فلاں مہینے میں اس قدر غلہ لوں گا بائع نے روپیہ ہاتھ میں لے لیا تو اُسے ضرور ہے کہ اتنا غلہ میعاد مقرر پر ادا کر دے اور غلہ نہ ہوا یا ہوا لیکن اتنا نہ ہوا تو بائع کو ضرور ہوگا کہ مشتری کا کل روپیہ یا کچھ غلہ اور کچھ روپیہ ہر کیف جس طرح بن پڑے مشتری کا پوت پورا کر دے ۱۲ ف۲ اس حدیث سے علاوہ جواز رہن کے ہم ایک بڑا مسئلہ مستنبط کرتے ہیں یعنی ذمیوں کے ساتھ بلکہ یوں کہو کہ غیر مذہب والوں کے ساتھ ہر طرح کا معاملہ داد و ستد جائز ہے اگرچہ معلوم ہو کہ اُن کے مال سود اور حرام چیزوں کی قیمت سے خالی نہیں ہیں اور جواز کی وجہ یہ ہے کہ غیر مذہب والے شریعت اسلام کے ساتھ مکلف نہیں ہیں اور مکلف نہیں ہیں تو اُن کے مالوں میں حرمت کا تحقق کیونکر ہونے لگا ۱۲

وَعَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُهٗ مَرْهُوْنَةٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ بِثَلٰثِيْنَ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ ٭ (بخاری)

ام المومنین حضرۃ عائشہ رضہ سے روایۃ ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی حالانکہ آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس جو کے تیس پیمانوں کے بدلے گروی تھی ٭

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا وَعَلَى الَّذِيْ يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ ٭ (بخاری)

حضرۃ ابوہریرہ رضہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سواری کا جانور رہن رکھا جائے تو اُس کے خرچ کے بدلے میں کہ اُس کو گھاس دانہ کھلایا جاتا ہے مرتہن کو اُس پر سوار ہونا درست ہے اور شیردار جانور رہن رکھا جائے تو مرتہن کو اُس کے خرچ کے بدلے میں اُس کا دودھ پینا جائز ہے اور مرتہن پر جو سواری لیتا اور دودھ پیتا ہے اُس کے دانہ گھاس کا خرچ واجب ہے ف۱

گراں بیچنے کے لیے غلہ نہ روک رکھنا

عَنْ مَعْمَرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ (مسلم)

معمر کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو گرانی میں غلہ خرید کر روک رکھے (اور زیادہ تر گرانی کا منتظر رہے) وہ آثم و گنہگار ہے ٭

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ ٭ (ابن ماجہ)

حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایۃ کرتے ہیں کہ جو شخص غلہ لاکر نرخ حال شہر میں بیچتا ہے اُس کی روزی میں برکۃ دی جاتی ہے اور جو شخص گرانی کے انتظار میں غلے کو روکے رکھتا ہے وہ رحمت حق سے دور ڈالا جاتا ہے ٭

ف۱ دوسرا ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ راہن اگر اپنے جانور کی سواری لیتا یا اُس کا دودھ پیتا ہے تو اسی پر اُس کا نفقہ بھی واجب ہے مرتہن کو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتہن کو رہن سے فائدہ اُٹھانا جائز ہے اگر اُسے رہن پر خرچ کرنا پڑے مگر بعض فقہا اس کے برخلاف ہیں چنانچہ ہدایہ میں لکھا ہے کہ مرتہن کو رہن سے فائدہ اُٹھانا جائز نہیں اور رہن کا صرف راہن کے ذمے ہے کیونکہ قرض میں کسی طرح کا بھی نفع ہو حرام ہے ۱۲

ف۲ لغۃ میں احتکار ظلم اور بدمعیشتی کو کہتے ہیں اور عرف میں غلے کے روک رکھنے کو گرانی کے موسم میں بیچے لیکن شرع میں احتکار عبارۃ ہے اُس چیز کے روک رکھنے سے جو عام لوگوں کی قوت ہو سکتی ہو اور وہ بھی گرانی کی نیت سے یعنی گرانی کے موسم میں خریدے اور اس نیت سے روک رکھے کہ زیادہ گرانی ہو تو بیچوں لیکن اگر ارزانی کے موسم میں خریدے اور روک کر گرانی کے وقت بیچے تو مضایقہ نہیں اسی طرح اقوات کے علاوہ اور چیزوں میں بھی احتکار ممنوع و حرام نہیں ہم یہ بات خاص کر ناظرین کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں کہ احتکار اخلاقی جرم میں داخل اور محتکر کی دناءۃ اور خسّت اور قساوۃ پر دلالت کرتا ہے ۱۲

عَنْ مُعَاذٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ بِئْسَ الْعَبْدُ الْمُحْتَکِرُ اِنْ اَرْخَصَ اللّٰہُ الْاَسْعَارَ حَزِنَ وَاِنْ اَغْلَاھَا فَرِحَ ۔ (بیہقی)

حضرت معاذؓ کہتے ہیں میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ گرانی کے انتظار میں غلّہ روک رکھنے والا بندہ بُرا ہی بندہ ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ نرخوں کو ارزاں کر دیتا تو غمگین ہوتا اور گراں کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔

من المترجم - ہمارے ہندوستان میں چار ذریعے کمائی کرنے کے ہیں - اوّل کھیتی۔ دوسرے دستکاری تیسرے سوداگری - چوتھے نوکری اور چونکہ سبھی کے لیے ہیں ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ ان ذرائع چہارگانہ میں مسلمانوں کا حصّہ کتنا ہے حصّے کی مقدار پر خوش حالی اور بدحالی یا تموّل و افلاس کا اندازہ لگا لیا جائے گا۔ ہم نے ذرائع معاش کی جو ترتیب رکھی ہے وہ عقلی ترتیب ہے ورنہ مسلمانوں نے عملاً نوکری کو سرے پر اور کھیتی کو سب سے اخیر میں رکھا ہے۔ ہندوستان اس رُو سے بڑا ہی خوش نصیب مُلک ہے کہ اس میں پانی کی افراط ہے۔ مٹی قابلِ زراعت ہے۔ موسم بھی مناسب ہیں۔ غرض ہندوستان میں غلّہ کثرت سے پیدا ہوتا ہے اور اسی سے یہ مُلک زرخیز اور سیر حاصل کہلاتا ہے جس کو خدا اس مُلک کی سلطنت دے مالگزاری کی وجہ سے اُس کا خزانہ ہمیشہ بھرپور رہتا ہے۔ با این ہمہ کال کا بھی کھٹکا لگا رہتا ہے کہ برسات نہیں ہوتی تو زمینیں جوتی بوئی نہیں جاتیں۔ مگر اتنا شکر ہے کہ ہندوستان میں عالمگیر قحط نہیں ہوتا اور متواتر کئی کئی برس کے لیے بھی نہیں ہوتا۔ اگر ایک حصّے میں ہوا تو دوسرے حصّے اُس کو سنبھال لیتے ہیں گرانی تو ہو جاتی ہے مگر حاکم کی طرف سے اچھا انتظام ہو جیسا کہ اب ہوا کرتا ہے تو لوگ بھوکوں مرنے نہیں پاتے۔ دُنیا کی ساری ضرورتوں میں سب سے بڑی ضرورۃ پیٹ بھرنے کی ہے۔ سچ کہتے ہیں کہ نان نہیں تو جان نہیں۔ کیا خوب کہا ہے **قطعہ**

دیدۂ شکّر بہ تماشائے باغ ۔۔۔ بے گل و نسریں بسر آرد دماغ

گر نبود بالشِ آگندہ پر ۔۔۔ خواب تواں کرد حجر زیرِ سر

ور نبود دلبرِ ہمخوابہ پیش ۔۔۔ دست تواں کرد در آغوشِ خویش

ایں شکمِ بے ہنرِ پیچ پیچ ۔۔۔ صبر ندارد کہ بسازد بہیچ

پس کاشتکاری کا پیشہ جو ایسی سخت ضرورۃ کو پورا کرتا ہے - بڑا سودمند نافعِ خلائق اور معزز پیشہ ہونا چاہیئے۔ کاشتکاری میں بڑی خوبی اور عمدگی یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کاشتکاروں کے ذریعے سے اپنے بندوں کو رزق پہنچاتا ہے جس کے وہ سخت حاجتمند ہیں۔ اس سے بڑھ کر فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے کہ بندوں کا ایک گروہ خاص خدا کی شانِ رزاقی کے ظاہر ہونے کا ذریعہ ہو۔ مذہب اور اخلاق کی حیثیت سے دیکھا جائے تو دنیا میں کوئی پیشہ کاشتکاری سے بڑھ کر پاکیزہ اور کسبِ حلال طیّب نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے کہ اس میں جھوٹ دغا فریب مکر کسی بدی کی ترغیب نہیں کاشتکار اگر ذرا احتیاط سے کام لے تو اس کی زندگی بڑے امن کے ساتھ گزر سکتی ہے۔ اس کو اپنے خدا اور اپنے مویشیوں اور

اپنے بال بچوں کے سوائے ابنائے جنس میں سے کسی کے ساتھ تعلّق رکھنے کی چنداں ضرورۃ نہیں - خدا اس کو بے منّتِ غیرے سب سے بہتر روزی دیتا ہے - اس کا پیشہ ہی ایسا ہے کہ اس کو خدا کی طرف سے غافل نہیں ہونے دیتا - اور یہی وہ سچّی دین داری ہے جو کسی دنیا دار کو نصیب نہیں ہوتی - الا ماشاء اللہ - تندرستی کے اعتبار سے مفرّحِ ذات محمّدِ حیات - مفاد کے اعتبار سے کثیر المنفعۃ - کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ[۱] - غرض جس جس پہلو سے دیکھا جاتا ہے کاشتکاری کے آگے کوئی کام خاطر تلے نہیں آتا - مگر نہایت افسوس کی بات ہو کہ جیسا یہ پیشہ فی نفسہ معزّز تھا ویسا ہی لوگوں کے برتاؤ نے اس کو ذلیل کر رکھا ہے - سبب کیا کہ قدیم الایّام سے راجہ یا بادشاہ جو کوئی بھی وقت کا حاکم ہوا تمام زرعی زمین کا مالکِ منفرد تسلیم کر لیا گیا - ایک ہندوستان میں نہیں بلکہ تمام روئے زمین پر ہر جگہ - حاکمِ وقت زمین کا مالک ہوا تو بے چارے کاشتکار اُس کے مقابلے میں ایسے ہو گئے جیسے مالکِ مکان کے ہاتھ تلے کرایہ دار - یہی وہ دستور تھا جس نے ہمیشہ کے لیے کاشتکاروں کا سارا زور توڑ دیا - اب حال یہ ہے کہ زمین جوتے کاشتکار اپنی گرہ کا بیج بوئے کاشتکار - کھات ڈالے کاشتکار - سینچے کاشتکار - نلائے کاشتکار دن رات کھیت کا پہرہ دے کاشتکار - کاٹے کاشتکار - گاہے کاشتکار - یعنی شروع سے آخر تک اپنا خون پسینا ایک کرے کاشتکار - خدا خدا کر کے اناج تیار ہوا تو سرکار اپنا حصّہ لینے کو موجود اور حصّہ بھی من مانتا حصّہ - کیونکہ حاکم و محکوم کا ساجھا کیا - چھری خربوزے پر گرے تو خربوزے کا نقصان - اور خربوزہ چھری پر گرے تو خربوزے کا نقصان - یوں کاشتکاری کی مٹّی خوار ہوئی - انگریزوں نے پھر بھی کاشتکاروں کے ساتھ بہت سی رعایتیں ملحوظ رکھی ہیں مگر آئے دن اختیاری اضطراری ایسے بروگ آ پڑتے ہیں کہ کاشتکار پنپنے نہیں پاتے - کاشتکاری ہی کی ایک شان ذرا اُس سے بہتر زمینداری ہے - بات یہ ہے کہ ملکیتِ اراضی کے دو پہلو ہیں - ایک پہلو تحصیلِ خراج کا ہے اس حق سے تو سرکار زمین کی مالک ہے - اور ایک پہلو زمین کے بیع و رہن کرنے کا ہے - یہ حق سرکار نے زمیندار کو دے رکھا ہے - یعنی زمین کی ملکیت میں دو شریک ہیں سرکار اور زمیندار - زمیندار کا کام ہے کہ فصل پر سرکاری خراج کاشتکاروں سے وصول کرے اور اپنا حقِ زمینداری جو کچھ بھی سرکار سے مقرّر ہے کاٹ کر باقی رقم سرکار میں پہنچائے - سرکاری خراج جو زمیندار کاشتکار سے لیتا ہے اسی کو لگان کہتے ہیں اور جو وہ اپنا حق رکھ لے کر تحصیلدار کے ذریعے سے سرکار میں پہنچاتا ہے وہ مالگزاری ہے مسلمان ہندوستان میں فاتحِ ملک بن کر آئے - بادشاہ کو انتظامِ ملک کے لیے اعوان و انصار درکار تھے اور وہ تھے بادشاہ کے ہم وطن ہم قوم ہم مذہب - ان سے بہتر بھروسے کے آدمی بادشاہ کو اس اجنبی ملک میں میسّر آنے ناممکن تھے - یہی لوگ تمام چھوٹی بڑی مُلکی اور فوجی خدمتوں پر قابض ہو گئے - یوں بھی سرکاری خدمت کیسی ہی ادنیٰ درجے کی ہو شائبہ حکومت کی وجہ سے معزّز سمجھی جاتی ہے - ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ اچھے اچھے رئیسوں کو ادنیٰ سے ایک چپراسی کے آگے جھکنا پڑتا ہے - تو اگر مسلمانوں نے اپنے عہدِ حکومت میں گھر کی چاکری کو معزّز اور متعین ذریعہ معاش کا سمجھا تو کچھ بے جا نہیں کیا - ان کو نوکری کا ملنا ایسا آسان تھا کہ جس نوکری کا

[۱] اُن کی خیرات کی مثال اُس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں پیدا ہوئیں ہر بال میں سَو دانے اور اللہ برکت دیتا ہو جس کو چاہتا ہو اور اللہ بڑی گنجایش والا اور ہر ایک چیز کے حال سے واقف ہے ۱۲

خیال کرتے اُس کے تقدّر کا پروانہ گویا اُن کی جیب میں تھا ایسا کون سا بندہ بشر ہے کہ براہِ پیش بینی اور دور اندیشی سیری میں فاقے کا تندرستی میں بیماری کا خیال کرے یہ خدائی انتظام ہیں تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ کہ پستی کے بعد بلندی ہے اور بلندی کے بعد پستی **شعر**

عجب ڈھب کی یہ تعمیر خراب آباد بستی ہے کہ پستی یاں بلندی ہو بلندی یاں کی پستی ہے

وہ عروجِ سلطنت تنزل کی پیشین گوئی کر رہا تھا ٥ یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے وہ زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے وہ یہ پیشین گوئی تمام اقوام کے حق میں پوری ہوا کی ہے مسلمانوں کے حق میں بھی پُوری ہونی ہی تھی پُوری ہوئی وہ

ہم بھی کبھی باسر و سامان تھے	ہم بھی کسی وقت میں انسان تھے
ہم کو بھی آرام کا احساس تھا	یُسر و غنا رکھتے تھے زر پاس تھا
ہم نے بھی کھایا ہے بہت شہد و شیر	ہم نے بھی پہنا ہے سمور و حریر
اوڑھتے تھے ہم بھی کبھی سر پہ تاج	ہم نے بھی لوگوں سے لیے ہیں خراج
مُلک لیے سلطنتیں زیرِ کیں	نیزے سے کتنی صدیاں تیر کیں
علم میں بھی ہم کو تھی وہ دستگاہ	ہم تھے مشاہیرِ فضیلت پناہ
لوگ تھے شاگرد ہم اُستاد تھے	سارے زمانے کے مُنہ زبانی یاد تھے
سر میں ہمارے بھی کبھی عقل تھی	باقی اسی اصل کی سب نقل تھی
پر نہیں رہتا کوئی یکساں سدا	سب کو تغیّر ہے بغیر از خدا
آگئے ہم لوگ بھی اِس پھیر میں	کوئی سویرے ہے کوئی دیر میں
ہم کو ذرا بھی نہیں اِس کا ملال	سب کو تنزّل ہے سبھی کو زوال

اگر مسلمانوں کو کہیں اپنے عہدِ حکومت میں یہ خیال آیا ہوتا کہ اگر خدانخواستہ ہندوستان سے ہماری سلطنت اُٹھ گئی تو ہم کو پیٹ کے لیے کیا دھندا کرنا ہوگا۔ ایسا خیال آیا ہوتا تو وہ آج کو خدا جانے کتنی زمین کے کاشتکار اور کتنے دیہات کے زمیندار ہوتے۔ ہاں ان بگڑی ہوئی خانہ خراب سلطنتوں میں ایک دستور یہ بھی تھا کہ فوج بھرتی کی اور تنخواہ کے بدلے زمین لگادی۔ بس ایسی ہی ورنہ ستانی بستم ے رسدگی قسم کی زمینداریاں تھیں جو زوالِ سلطنت کے بعد مسلمانوں کے پاس رہ گئیں سلطنت پر زوال آنے کو ہوتا ہے تو کیا حاکم کیا محکوم سبھی کے اطوار بگڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ زمینداریاں جو بچ رہی تھیں اُن میں کی اکثر بدکرداریوں اور فضول خرچیوں کی وجہ سے ضائع ہوئیں اب جو قدرِ قلیل باقی ہے وہ حکام کی زبردستی سے باقی ہو کہ ان سے رعیّت کی تباہی کوئی بھی ہوں دیکھی نہیں جاتی۔ زمینداری کی حفاظت کے لیے بیٹھے بیٹھے قانون بنایا کرتے ہیں۔ غرض کھیتی کے عمدہ ترین ذریعۂ معاش کو تو مسلمانوں کے ہاتھ سے گیا ہوا سمجھو اور ہوئے بھی کروڑ میں دو چار لاکھ اور وہ بھی مقروض خستہ حال تو کس شمار میں۔ دوسرا ذریعۂ معاش دستکاری ہے کہ وہ کاشتکاری کی تو نہیں لیا

مگر ہے اُس سے ملتا جلتا ہُوا کاشتکاری کی طرح دستکاری میں بھی آزادی ہے پرائی تابع داری نہیں ؎

ہر کہ نان از عمل خویش خورد منتِ حاتم طائی نبرد

فرق اگر ہے تو اِسی قدر کہ کاشتکار زمین میں تصرف کرتا ہے۔ دستکار زمین میں نہیں لکڑی لوہا کپاس کوئی خاص چیز پکڑ لیتا ہے اور اُس کو اپنی ہنرمندی سے بکار آمد بناتا ہے۔ کاشتکاری میں محنت بہت دستکاری میں کاشتکاری جیسی محنت نہیں مگر سلیقہ بہت۔ کاشتکاری میں جسمانی محنت۔ دستکاری میں دماغی۔ کاشتکاری میں ارضی و سماوی کتنی آفات کا خطرہ ہے دستکاری ان سے محفوظ۔ کاشتکاری میں خدا کی قدرت کو بڑا دخل ہے۔ دستکاری میں آدمی کی خداداد لیاقت کو۔ مٹی پتھر لوہا لکڑی جیسی چیزیں خدا پیدا کرتا ہے معمار لوہار بڑھئی اپنی اپنی دستکاریوں سے اِن چیزوں کو ترتیب دے کر عالی شان خوشنما عمارت بنا کھڑی کرتے ہیں۔ مُلکی دولت اوّل درجے میں اناج دوسرے درجے میں دستکاری۔ یہ دستکاری ہی تو ہے جس کی بدولت یورپ کو آج سب طرح کے بھاگ لگ رہے ہیں۔ دنیا کی دولت ہے کہ دستکاری کے بدلے میں یورپ کو کھچی چلی جاتی ہے۔ کتنی چیزیں ہیں کہ یورپ میں نہیں ہوتیں۔ خدا نے وہاں کی زمین میں ان چیزوں کے پیدا کرنے کی صلاحیت ہی نہیں دی تو اہلِ یورپ دوسرے ملکوں کا پیداوارِ خام لے جا کر اپنے صرف میں لاتے یا اپنی ہنرمندی سے اُس کو بنا سنوار کر دوسرے ملک والوں کے ہاتھ خاطر خواہ فائدے سے فروخت کرتے ہیں۔ مثلاً روئی کہ کپاس کی صورت میں اُس کو لے گئے۔ کلوں کے ذریعے سے اوٹنا دھُننا۔ کاتنا۔ بُننا اور طرح طرح کے خوشنما کپڑے تیار کر لیے جن کو ساری دنیا پہنتی ہے۔ اور ایک روئی پر کیا موقوف ہے۔ سینگ بال۔ ہڈی۔ چیتھڑے ٹاٹ کے ٹکڑے۔ جڑی بوٹی اہلِ یورپ کوئی چیز تو چھوڑتے ہی نہیں۔ اے کاش زمین کو اور زمین کے ساتھ ہم کو یورپ میں لے جائیں تو پھر کچھ ٹھکانا ہے نہیں یورپ کے بنائے ہوئے سازوسامان ہمارے لیے شرطِ زندگی ہو گئے ہیں۔ خدانخواستہ یہ نہ ہوں تو ہم کو جینا دشوار ہو جائے جو وجہ مسلمانوں کو منافعِ کاشتکاری سے محروم رہنے کی ہوئی یعنی نوکری کا خبط۔ اُسی نے ان کو دستکاری بھی نہ کرنے دی۔ نوکری کے آگے انھوں نے تمام وجوہِ معاش کو بے عزتی کا موجب سمجھا اور ابھی تک بھی وہ خناس ان کے سر سے نہیں نکلا۔ معدودے چند نے مجبور و مضطر ہو کر بادلِ ناخواستہ کوئی پیشہ اختیار کیا بھی تو کلوں نے ایسی تیاری کہ سب پیشہ وروں کے چھکے چھڑا دیئے۔ اب لے دے کر رہ گئی ایک تجارت۔ تو اس کے لیے چاہیئے سرمایہ۔ اور سرمایہ کے علاوہ جفاکشی اور بیدار مغزی۔ تو مسلمان ان میں سے ایک شرط کو بھی پورا نہیں کر سکتے اور جو کرتے ہیں وَ قَلِیْلٌ مَّا هُمْ جیسے بمبئی مدراس کے سیٹھ بوہرے میمن یا ہمارے ہاں کے پنجابی سوداگر۔ تو وہ ماشاء اللہ بالنسبۃ الیٰ اخوانہم خوش حال بھی ہیں۔ نوکری جس کا نام سُن کر ایک مسلمان کے مونہہ میں رال بھر آتی ہے اِس زمانے میں اُس کی ایسی دُرگت ہوئی ہے کہ نوکری چھوٹی ہو یا بڑی ایک طرح کی خدمت گاری ہے اور قاعدہ ہے کہ ہر شخص اپنے ڈھب کا خدمت گار رکھتا ہے آغازِ عملداری میں تو انگریزوں نے کثرت سے مسلمانوں کو بھرتی کیا کیونکہ پچھلی عملداری میں یہی لوگ اکثر خدمتوں پر قابض تھے پھر رفتہ رفتہ اپنے ڈھب پر لانا شروع کیا کہ انگریزی دانوں کو ترجیح دینے لگے۔ مسلمانوں نے انگریزی کا نام سُن کر نوکری کو بھی کہ ان کے لیے وہی ایک ذریعہ معاش کا تھا دھتا بتائی۔ اب کسی طرف کا بھی سہارا نہیں رہا۔ ہار کر جھک مار کر

چھینے تو وقت ہاتھ سے نکل جا چکا تھا۔" اب پچتائے ہوت کیا جب چڑیاں چگ گئیں کھیت"۔ قَدْ سَبَقَ السَّيْفُ الْعَذَلَ + یہ ہے وجوہ معاش کی طرف سے مسلمانوں کی حالۃ جس میں مبالغے کا نام نہیں۔ ہم کو یہ باتیں مدۃ سے معلوم ہیں اب اِحتکار کا لفظ کتاب میں دیکھ کر ضبط نہ ہو سکا اور تحریر کے ذریعے سے دل کی بھڑاس نکال لی۔ احتکار نے ہم کو یہ باتیں اس سے یاد آئیں کہ احتکار بھی ایک قسم کی تجارۃ ہے اور وہ شرعًا ممنوع ہے اس لیے کہ اخلاقی جرم ہے۔ خدا کے فضل اور حکامِ وقت کے حسنِ انتظام سے ہمارے ہاں کا اسلوبِ تجارۃ ایسا اچھا ہے کہ کوئی شخص احتکار کرکے اَلْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ اپنا خبثِ طبیعۃ ظاہر کرے تو کرے۔ دوسروں کو نقصان نہیں پونہچا سکتا۔ یعنی احتکار اِقدامِ جرم کی حد تک پونہچ کر رُک جاتا ہے وقوعِ جرم کی نوبت نہیں آنے پاتی۔ اول تو مسلمانوں میں احتکار کرنے کا مقدور ہی کتنوں کو ہے اور جن کو ہے وہ سرے سے غلّے کی تجارۃ ہی کو مبتذل بنیوں کا کام سمجھتے ہیں۔ اُن کے نزدیک فاقے میں عزۃ ہے اور اناج کی تجارۃ میں نہیں +

شرکت و وکالت

[۱] عَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ اَنَّهُ كَانَ يَخْرُجُ بِهِ جَدُّهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ هِشَامٍ اِلَى السُّوْقِ فَيَشْتَرِى الطَّعَامَ فَيَلْقَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ فَيَقُوْلَانِ لَهُ اَشْرِكْنَا فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ فَيُشْرِكُهُمْ فَرُبَّمَا اَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِىَ فَيَبْعَثُ بِهَا اِلَى الْمَنْزِلِ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ هِشَامٍ ذَهَبَتْ بِهِ اُمُّهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ رَاْسَهُ وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ (بخاری)

[۱] زُہرہ بن معبد کہتے ہیں کہ میرے دادا عبد اللہ ابن ہشام مجھے اپنے ساتھ بازار لے جا کر غلّہ خریدتے رستے میں اُنھیں ابن عمر اور ابن الزبیر مل کر کہتے کہ اس غلّے میں ہمیں بھی شریک کر لو کیونکہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تمھارے حق میں برکت کی دعا کی ہے چنانچہ میرے دادا اُنھیں شریک کر لیتے تو اکثر ایسا ہوتا کہ میرے دادا کو ہی اونٹ کا بھرپور بوجھ فائدہ اُٹھتا تو اُسے گھر بھیج دیتے۔ عبد اللہ بن ہشام کی ماں اُنھیں جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمۃ میں لے جا کر حاضر ہوئی تھیں پیغمبر صاحب نے اُن کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا اور اُن کے حق میں برکت کی دعا کی تھی +

[۲] عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَتِ الْاَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ

[۲] ابو ہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ انصار نے جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ہم میں اور ہمارے

إِخْوَانِنَا النَّخِيلَ قَالَ لَا تَكْفُونَنَا الْمَؤُنَةَ فَنَشْرَكُكُمْ فِي الثَّمَرَةِ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا

بھائی (مہاجرین) میں نخلستان کو تقسیم کر دیجیے فرمایا نہیں بلکہ تم ہی نخلستان کو پانی وغیرہ دینے کی مشقت ہمارے لیے اٹھاؤ اور کارگزاری کرو ہم پھل میں تمہارے ساتھ شریک ہو جائیں گے (انصار) بولے کہ ہمیں بسر و چشم منظور ہے (بخاری)

ربٰو

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ط فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ○ (البقرہ ع ۸ سیپارہ ۳)

جو لوگ سود کھاتے ہیں (قیامت کے دن) کھڑے نہیں ہو سکیں گے مگر اس شخص کا سا کھڑا ہونا جس کو شیطان نے (اپنی) چپیٹ سے مخبوط الحواس کر دیا ہو یہ ان کے اس کہنے کی سزا ہے کہ جیسا معاملہ بیع ویسا ہی معاملہ سود حالانکہ بیع کو تو اللہ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام (تو سود کو بیع پر قیاس کرنا صریح غلط ہے) تو جس پاس اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت (کی بات) پہنچی اور (وہ آیندہ کے لیے) باز آگیا تو جو پہلے (لے چکا) ہو وہ اس کا (ہو چکا) اور اس کا معاملہ خدا کے حوالے ف۱ اور جو (منا ہی کے) ہو چکنے (پھر سود لے) تو ایسے ہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ ہمیشہ (ہمیشہ) دوزخ ہی میں رہیں گے اللہ سود کو گھٹاتا اور خیرات کو بڑھاتا ہے ف۲ اور جتنے ناشکرے ہیں (اور) گنہگار ہیں خدا ان سے راضی نہیں +

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ○ (البقرہ ع ۸ سیپارہ ۳)

مسلمانو! اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرو اور جو سود (لوگوں کے ذمے) باقی ہے (اس کو) چھوڑ بیٹھو اور اگر (ایسا) نہیں کرتے تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کے لیے ہوشیار ہو رہو اور اگر توبہ کرتے ہو تو اپنی اصلی رقم تم کو (لینی) پہنچتی ہے (نہ تم کسی کا) نقصان کرو اور نہ کوئی تمہارا نقصان کرے ف۳

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا

مسلمانو! سود (در سود) نہ کھاؤ کہ (اصل میں) مل مل کر دو گنا ۔

ف۱ یعنی نہ تم اس سے سود واپس لانے کے پیچھے پڑو اور نہ اس کو ملامت کرو ۱۲ ف۲ بڑھانے گھٹانے سے مراد ہے برکت کا دینا اور سلب کر لینا ۱۲ ف۳ اگر قرض خواہ اصلی ادا کیا ہوا قرضہ سود میں مجرا لینے لگے تو یہ اس کا ظلم ہے اسی طرح قرضدار سود کی مناہی سے پہلے کچھ سود دے چکا ہو اور اب لگے اس کو اصل قرض میں محسوب کرنے تو یہ اس کا ظلم ہے ۱۲

مُّضٰعَفَةً ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (آل عمران ع ۱۴ پارہ ۴)

چوگنا (ہوتا چلا جائے) اور اللہ سے ڈرو عجب نہیں (آخرت میں) تم فلاح پاؤ ف۱

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۝ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ (نساء ع ۲۲ پارہ ۶)

الغرض یہودیوں کی (ان) شرارتوں کی وجہ سے ہم نے (بہت سی) پاک چیزیں جو ان کے لیے حلال تھیں اُن پر حرام کر دیں (تاکہ دائرہ رزق اُن پر تنگ ہو) اور (نیز) اس وجہ سے کہ اکثر راہِ خدا سے (لوگوں کو) روکتے تھے اور (نیز) اس وجہ سے کہ ہر چند ان کو سود کی ممانعت کر دی گئی تھی اس پر بھی سود لیتے تھے اور (نیز) اس وجہ سے کہ لوگوں کے مال ناحق خورد برد کرتے تھے اور ان میں جو لوگ (خدا کا حکم) نہیں مانتے اُن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۝ (الروم ع ۴ پارہ ۲۱)

اور (مسلمانو) یہ جو تم سود دیتے ہو تاکہ لوگوں کے مال میں بڑھوتری ہو تو وہ (سود) خدا کے ہاں پھولتا پھلتا نہیں (یعنی اُس میں برکت نہیں ہوتی) اور (وہ) جو تم (محض) خدا کی رضاجوئی کے ارادے سے زکوٰۃ دیتے ہو تو جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہی (اپنے دیے کو خدا کے ہاں) بڑھا رہے ہیں ف۲

عَنْ جَابِرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰكِلَ الرِّبٰوا

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے ۔

ف۱ اگرچہ سود مطلق حرام ہے مگر چونکہ وہ لوگ سود در سود لیتے تھے اور اب بھی لیتے ہیں اور یہ بہت ہی بڑا گناہ ہے اس لیے اس کو الگ منع فرمایا ۱۲ ف۲ اس آیۃ کے مطلب کے کئی پیرایے ہو سکتے ہیں ایک تو وہ ہے جو ہم نے ترجمے میں اختیار کیا اور ظاہر الفاظ سے جلدی سمجھ میں آتا ہے اور ایک پیرایہ مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ زکوٰۃ جو خالصۃً لوجہ اللہ دی جائے ایسے دینے کا ثواب ہے اور اُس کا اجر خدا کے ہاں دو چند سہ چند چہار چند وغیرہ ہوتا رہتا ہے گویا وہ ایک درخت ہی جو بڑھتا اور پھولتا پھلتا رہتا ہے۔ لیکن جب دینے میں کسی ذاتی غرض کا شائبہ ہو تو ایسے دینے کا ثواب نہیں جیسے بھاجی اور نیوتہ یا رشتے داروں کو اُن کی اصلی حاجت سے زیادہ محتاجوں کا حق ملا کر دینا بسا اوقات اس طرح کا دینا اس توقع سے ہوتا ہے کہ جس کو دیا جاتا ہے وہ اپنے پاس سے کچھ بڑھا کر وقت پر واپس کرے گا اسی اعتبار سے قرآن میں اس کو ربوٰ سے تعبیر کیا ہے جس کے مشہور معنی سود کے ہیں ورنہ حقیقت میں وہ ربوٰ نہیں ۱۲

وَمُوْكِلَهٗ وَكَاتِبَهٗ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَآءٌ ✤ (مسلم)

اور دینے والے اور سود کی دستاویز لکھنے والے اور معاملۂ سود کی گواہی دینے والے ان سب پر لعنت کی اور فرمایا کہ یہ سب (ایسے) گناہ معصیت میں برابر ہیں

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَنْظَلَةَ غَسِيْلِ الْمَلٰٓئِكَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْهَمُ رِبًوا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ اَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَّثَلٰثِيْنَ زِنْيَةً وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَزَادَ وَقَالَ مَنْ نَبَتَ لَحْمُهٗ مِنَ السُّحْتِ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ ✤ (احمد - دارقطنی)

حنظلہ کے بیٹے عبداللہ جن کو فرشتوں نے (ان کے مرنے پیچھے) غسل دیا تھا کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کا ایک درم جسے آدمی جان بوجھ کر کھاتا ہے چھتیس دفعہ زنا کرنے سے سخت تر ہے بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عباس سے یہی روایت نقل کی ہو اور اتنا اور زیادہ کیا ہو کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ جس کا گوشت حرام سے بڑھا وہ آتش دوزخ کا سزاوار تر ہے

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرِّبٰوا سَبْعُوْنَ جُزْءًا اَيْسَرُهَا اَنْ يَّنْكِحَ الرَّجُلُ اُمَّهٗ ✤ (بخاری)

ابوہریرہ رض کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کے ستر جزو ہیں (عذاب کے اعتبار سے) سب میں کمتر آدمی کا اپنی ماں سے ہمبستر ہونا ہے ✤

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ عَلٰى قَوْمٍ بُطُوْنُهُمْ كَالْبُيُوْتِ فِيْهَا الْحَيَّاتُ تُرٰى مِنْ خَارِجِ بُطُوْنِهِمْ فَقُلْتُ مَنْ هٰٓؤُلَآءِ قَالَ جِبْرَئِيْلُ هٰٓؤُلَآءِ اَكَلَةُ الرِّبٰوا (احمد ابن ماجہ)

ابوہریرہ رض کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج ہوئی میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ ایسے تھے جیسے بڑے گھر ان میں اژدہے تھے جو پیٹوں کے باہر کی طرف سے دکھائی دیتے تھے میں نے کہا یہ کون لوگ ہیں جبرئیل نے جواب دیا یہ سود خوار ہیں ✤

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ

عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونا سونے سے بدلنا۔

وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ فَإِذَا اخْتَلَفَ هٰذِهِ الْاَصْنَافُ فَبِيْعُوْا كَيْفَ شِئْتُمْ اِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ ۔ (صحیحین)

اور چاندی چاندی سے بدلنا اور گیہوں گیہوں سے بدلنا اور جَو جَو سے بدلنا اور کھجور کھجور سے بدلنا اور نمک نمک سے بدلنا برابر سرابر اور دست بدست (تو) جائز ہے (مگر زیادتی اور اُدھار یعنی وعدہ درست نہیں) ہاں جب یہ اصناف بدل جائیں تو جس طرح چاہو بیچو بشرطیکہ دست بدست ہو (وعدہ نہ ہو) ۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَبِیْعُوا الذَّھَبَ بِالذَّھَبِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَھَا عَلٰی بَعْضٍ وَلَا تَبِیْعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَھَا عَلٰی بَعْضٍ وَلَا تَبِیْعُوْا مِنْھَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ ۔ (بخاری)

ابو سعید کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے کو سونے کے ساتھ نہ بیچو مگر برابر سرابر (بیچو تو مضایقہ نہیں) اور ایک کو دوسرے پر زیادہ نہ کرو اور چاندی کو چاندی کے ساتھ نہ بیچو مگر برابر سرابر (بیچو تو مضایقہ نہیں) اور ایک کو دوسرے پر زیادہ نہ کرو اور ان چیزوں میں سے غائب کو حاضر کے ساتھ (یعنی اُدھار کو نقد کے ساتھ) نہ بیچو ۔

عَنْ عُمَرَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الذَّھَبُ بِالْوَرِقِ رِبًوا اِلَّا ھَاءَ وَھَاءَ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًوا اِلَّا ھَاءَ وَھَاءَ وَالشَّعِیْرُ بِالشَّعِیْرِ رِبًوا اِلَّا ھَاءَ وَھَاءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًوا اِلَّا ھَاءَ وَھَاءَ وَیُرْوٰی الْوَرِقُ بِالْوَرِقِ رِبًوا اِلَّا ھَاءَ وَھَاءَ وَالذَّھَبُ بِالذَّھَبِ رِبًوا

حضرت عمر فاروق سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونا چاندی سے بدلنا سود ہے مگر دست بدست (ہو تو سود نہیں) اور گیہوں گیہوں سے بدلنا سود ہے مگر دست بدست (ہو تو مضایقہ نہیں) اور جَو جَو سے بدلنا سود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ (ہو تو درست ہے) اور کھجور کھجور سے بدلنا سود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ (ہو تو سود نہیں) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ چاندی کو چاندی سے بدلنا سود ہے

[illegible]

ف دونوں حدیثوں کا خلاصہ یہ ہے کہ تول ناپ کی چیزیں جب ایک جنس کی ہوں تو اُن کا برابر سرابر اور دست بدست بیچنا تو درست ہے مگر زیادہ لینا دینا اور وعدہ ٹھیرانا سود ہے اور جب مختلف جنس کی ہوں جیسے سونا چاندی تو اُن میں کمی بیشی درست ہے بشرطیکہ دست بدست ہو وعدہ نہ ہو اور اگر سونے کو سونے سے یا چاندی کو چاندی سے اس طرح بیچے کہ ایک موجود ہو اور دوسرا غائب یعنی ایک نقد ہو دوسرا اُدھار تو یہ بھی نادرست ۱۲

عربی	اردو
إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ ۞ (صحيحين)	مگر دست بدست (ہو تو سود نہیں) ف۱
عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيعُوا الدِّينَارَ بِالدِّينَارَيْنِ وَلَا الدِّرْهَمَ بِالدِّرْهَمَيْنِ ۞ (مسلم)	عثمانؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونے کے ایک دینار کو دو دیناروں کے بدلے اور ایک درم کو دو درموں کے عوض نہ بیچو ف۲
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ جَاءَ بِلَالٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَيْنَ هٰذَا قَالَ كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيٌّ فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ فَقَالَ أَوَّهْ عَيْنُ الرِّبٰوا عَيْنُ الرِّبٰوا لَا تَفْعَلْ وَلٰكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ التَّمْرَ فَبِعْهُ بِبَيْعٍ آخَرَ ثُمَّ اشْتَرِ بِهٖ ۞ (صحيحين)	ابو سعید کہتے ہیں کہ بلال جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عمدہ قسم کی کھجوریں لائے تو آن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تم کہاں سے لائے ہو بلال نے عرض کیا کہ ہمارے پاس ناکارہ کھجوریں تھیں تو میں نے اُن کے دو صاع ایک صاع کے ساتھ بیچا (یعنی اپنی ناکارہ کھجوروں کے دو صاع دے کر ایک صاع عمدہ کھجوریں خریدیں) پیغمبر صاحب نے فرمایا ہائے ہائے یہ تو عین سود ہے یہ تو عین سود ہے ایسا ہرگز نہ کیا کرو ہاں جب تم عمدہ کھجوریں خریدنا چاہو تو نکمّی کھجوریں کو دوسری چیز سے بیچ ڈالو (مثلاً دینار و دراہم یا غلّے سے) پھر (دراہم و دنانیر یا غلّے سے) عمدہ قسم کی کھجوریں (خرید لو) ف۳
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ	ابو سعید اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا

ف۱ خلاصہ یہ کہ چاندی سونے اور نہ صرف چاندی سونے بلکہ اُن تمام چیزوں کے بیچنے اور بدلنے کی دو صورتیں ہیں جو ناپ تول میں آتی ہیں ایک یہ کہ جن دو چیزوں کی باہم خرید فروخت ہوتی یا اُن کا تبادلہ کیا جاتا ہے ایک ہی جنس کی ہوں جیسے چاندی کی بیع چاندی سے اور جَو کی جَو سے اِس صورت میں صحت بیع کے لیے شرط ہے دونوں کا برابر ہونا اور اس کے علاوہ دست بدست ہونا وعدہ ہوگا یا تول میں کمی بیشی ہوگی یا ایک چیز موجود ہوگی اور دوسری غائب تو یہ بیع ناجائز و حرام ہوگی۔ دوسری صورت یہ کہ دونوں چیزیں مختلف ہوں مثلاً چاندی کو سونے سے اور گیہوں کو جَو سے بدلنا یا بیچنا اس صورت میں کمی بیشی تو جائز ہے مگر وعدہ درست نہیں یعنی ہاتھوں ہاتھ خرید فروخت ہو تو تفاضل درست ہے مثلاً سیر بھر گیہوں کا دو سیر جَو سے بدلنا اور دو سیر کھجوروں کے عوض سیر بھر پنیر یا روغن لینا درست ہے بشرطیکہ دست بدست ہو دست بدست نہ ہو مثلاً گیہوں تو آج دے اور جَو لے کل تو یہ بیاج ہے ۱۲ ف۲ کیونکہ چاندی سونے میں زیادہ لینا دینا سود ہے ۱۲ ف۳ مطلب یہ ہے کہ ایک چیز کو اُسی کی ہم جنس کے ساتھ کمی بیشی کر کے بیچنا یا بدلنا یہی سود ہے نکمّی چیز کو عمدہ چیز سے بدلنا چاہے تو نکمّی چیز کو اس کی غیر جنس کے ساتھ بیچ ڈالے پھر اُس سے عمدہ چیز خریدے کہ یہ سود نہیں۔ کیونکہ جنس بدل گئی۔ اور جنس بدل گئی تو کمی بیشی کا مضائقہ نہیں ۱۲

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا خَیْبَرَ فَجَاءَ بِتَمْرٍ جَنِیْبٍ فَقَالَ اَکُلُّ تَمْرِ خَیْبَرَ ھٰکَذَا قَالَ لَا وَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا لَنَاْخُذُ الصَّاعَ مِنْ ھٰذَا بِالصَّاعَیْنِ وَالصَّاعَیْنِ بِالثَّلَاثِ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاھِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاھِمِ جَنِیْبًا وَقَالَ فِی الْمِیْزَانِ کَذٰلِکَ (متفق علیہ)

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر کا عامل مقرر فرمایا تھا وہ آپکے پاس عمدہ کھجوریں لایا پیغمبر صاحب نے فرمایا کیا خیبر کی سب کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں؟ اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ - واللہ سب ایسی نہیں ہوتیں مگر ہم اِن (عمدہ) کھجوروں کا ایک صاع (ردی کھجوروں کے) دو صاع کے بدلے اور دو صاع تین صاعوں کے بدلے لیتے ہیں فرمایا ایسا مت کرو (کہ یہ سود ہے ہاں) بُری اچھی سب کھجوروں کو دراہم سے بیچ ڈالو پھر دراہم سے اچھی کھجوریں خرید لو اور فرمایا جو چیزیں ترازو میں تُلتی ہیں (وزنی) اُن میں بھی ایسا ہی کرنا چاہیے ۱۲

عَنْ فَضَالَۃَ بْنِ عُبَیْدٍ قَالَ اشْتَرَیْتُ یَوْمَ خَیْبَرَ قِلَادَۃً بِاثْنَیْ عَشَرَ دِیْنَارًا فِیْھَا ذَھَبٌ وَّخَرَزٌ فَفَصَّلْتُھَا فَوَجَدْتُ فِیْھَا اَکْثَرَ مِنْ اثْنَیْ عَشَرَ دِیْنَارًا فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تُبَاعُ حَتّٰی تُفَصَّلَ (مسلم)

عبید کے بیٹے فضالہ کہتے ہیں کہ میں نے فتح خیبر کے روز بارہ دینار کو ایک گلوبند خریدا جس میں کچھ سونا تھا اور کچھ منکے ہیں جو سونے کو منکوں سے جدا کیا تو گلوبند میں بارہ دینار سے زیادہ کا سونا پایا پس جب میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو فرمایا کہ تاوقتیکہ گلوبند کا سونا اور منکے جدا جدا نہ کیے جائیں اُسے فروخت نہ کیا جائے ۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ شِرَاءِ التَّمْرِ بِالرُّطَبِ فَقَالَ اَیَنْقُصُ الرُّطَبُ اِذَا یَبِسَ فَقَالَ نَعَمْ فَنَھَاہُ عَنْ ذٰلِکَ (رواہ ابو داود و نسائی)

سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا جب کہ آپ سے تر خرما کے عوض خشک کھجوروں کے خریدنے کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کیا خرما تر خشک ہونے کے بعد وزن میں گھٹ جاتا ہے عرض کیا ہاں، پس آپ نے پوچھنے والے کو اس طرح کی خرید فروخت سے منع فرمایا ف

عَنْ قَبِیْصَۃَ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ عُبَادَۃَ بْنَ الصَّامِتِ الْاَنْصَارِیَّ النَّقِیْبَ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰہِ

قبیصہ اپنے باپ سے روایۃ کرتے ہیں کہ عبادہ ابن صامت انصاری نقیب نے جو جناب پیغمبر خدا

ف امام شافعی اور امام ابو یوسف اور اکثر علماء اسی طرف گئے ہیں کہ تر پھل کے بدلے خشک پھل لینا درست نہیں مگر امام ابو حنیفہ رح برابر برابر جائز بتاتے اور دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ کسی چیز کی رطوبت و یبوست درحقیقت اُس کی صفت ہے جیسے جودت و رداءت اور یہ بات ثابت ہو چکی کہ جید و ردی چیز باہم برابر سرابر بدلی جا سکتی ہے اور جب یہ ہے تو تمر رطب سے کیوں نہ بدلی جائے ۱۲

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا مَعَ مُعَاوِيَةَ
أَرْضَ الرُّوْمِ فَنَظَرَ إِلَى النَّاسِ وَهُمْ يَتَبَايَعُوْنَ
كِسَرَ الذَّهَبِ بِالدَّنَانِيْرِ وَكِسَرَ الْفِضَّةِ
بِالدَّرَاهِمِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ
تَأْكُلُوْنَ الرِّبٰوا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَبْتَاعُوا الذَّهَبَ
بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ لَا زِيَادَةَ بَيْنَهُمَا
وَلَا نَظِرَةَ فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ يَا أَبَا الْوَلِيْدِ
لَا أَرَى الرِّبٰوا فِيْ هٰذَا إِلَّا مَا كَانَ مِنْ نَظِرَةٍ
فَقَالَ عُبَادَةُ أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتُحَدِّثُنِيْ عَنْ رَأْيِكَ لَئِنْ
أَخْرَجَنِيَ اللّٰهُ لَا أُسَاكِنُكَ بِأَرْضٍ لَكَ عَلَيَّ
فِيْهَا إِمْرَةٌ فَلَمَّا قَفَلَ لَحِقَ بِالْمَدِيْنَةِ فَقَالَ
لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَا أَقْدَمَكَ يَا أَبَا الْوَلِيْدِ
فَقَصَّ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ وَمَا قَالَ مِنْ مُسَاكَنَتِهِ
فَقَالَ ارْجِعْ يَا أَبَا الْوَلِيْدِ إِلَى أَرْضِكَ فَقَبَحَ
اللّٰهُ أَرْضًا لَسْتَ فِيْهَا وَأَمْثَالُكَ وَكَتَبَ إِلَى
مُعَاوِيَةَ لَا إِمْرَةَ لَكَ عَلَيْهِ وَاحْمِلِ النَّاسَ
عَلَى مَا قَالَ فَإِنَّهُ هُوَ الْأَمْرُ ۔ (ابن ماجہ)

صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحب قدیم تھے معاویہ کے
ساتھ ہو کر ملک روم پر جہاد کیا وہاں لوگوں کو
دیکھا کہ سونے کے ٹکڑوں کی اشرفیوں کے ساتھ
اور چاندی کے ٹکڑوں کی درموں کے ساتھ خرید
فروخت کرتے ہیں تو فرمایا لوگو! تم سود کھاتے ہو
میں نے خود جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
کو فرماتے سنا کہ سونے کی سونے کے ساتھ خرید فروخت
نہ کرو مگر برابر سرابر یعنی نہ تو ان میں کمی بیشی ہی
ہو نہ اُدھار اور وعدہ ہی اس پر معاویہ نے عبادہ
سے کہا کہ اے ابو الولید! (یہ حضرۃ عبادہ کی کنیت ہی)
میں تو اس طرح کی بیع میں سود دیکھتا نہیں ہاں
اُدھار اور وعدہ ہو تو بے شک سود ہے عبادہ نے
کہا میں تم سے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم
کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم ہو کہ اپنی رائے
اور قیاس کو دخل دیتے ہو بخدا اگر حق تعالیٰ مجھے
یہاں سے صحیح وسلامت نکال لے جائے گا تو
جس سرزمین میں تمھاری مجھ پر حکومت ہوگی
وہاں تو میں تمہارے ساتھ رہنے کا نہیں چنانچہ
جب عبادہ روم سے لوٹے تو اپنی بود باش کی جگہ
نہیں بلکہ سیدھے مدینے پہنچے عمر فاروق نے ان
سے فرمایا کہ ابو الولید! کس طرح آئے انھوں نے
حضرۃ عمر سے سارا قصہ بیان کیا اور معاویہ کی عملداری
میں نہ رہنے کی بابت جو گفتگو ہوئی تھی وہ بھی کہہ
سنائی حضرۃ عمر نے فرمایا کہ ابو الولید! تم (بلا خوف و
خطر) اپنی زمین میں چلے جاؤ خدا اُس زمین کا برا
کرے جس میں تم اور تم جیسے لوگ نہ ہوں اور معاویہ
کو لکھا کہ عبادہ پر تمہاری کسی طرح کی حکومت نہ چلنے پائے

(۱۴) عَنْ مُسْلِمِ بْنِ یَسَارٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَیْدٍ
قَالَا جَمَعَ الْمَنْزِلُ بَیْنَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ
وَبَیْنَ مُعَاوِیَةَ فَقَالَ عُبَادَةُ نَهٰی رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّبِیْعَ الذَّهَبَ
بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقَ بِالْوَرِقِ وَالْبُرَّ بِالْبُرِّ وَ
الشَّعِیْرَ بِالشَّعِیْرِ وَالتَّمْرَ بِالتَّمْرِ قَالَ اَحَدُهُمَا
وَالْمِلْحَ بِالْمِلْحِ وَلَمْ یَقُلِ الْاٰخَرُ اِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ
مِثْلًا بِمِثْلٍ قَالَ اَحَدُهُمَا مَنْ زَادَ اَوِ ازْدَادَ
فَقَدْ اَرْبٰی وَلَمْ یَقُلِ الْاٰخَرُ وَاَمَرَنَا اَنْ نَّبِیْعَ
الذَّهَبَ بِالْوَرِقِ وَالْوَرِقَ بِالذَّهَبِ وَالْبُرَّ
بِالشَّعِیْرِ وَالشَّعِیْرَ بِالْبُرِّ یَدًا بِیَدٍ کَیْفَ شِئْنَا
فَبَلَغَ هٰذَا الْحَدِیْثُ مُعَاوِیَةَ فَقَامَ فَقَالَ
مَا بَالُ رِجَالٍ یُحَدِّثُوْنَ اَحَادِیْثَ عَنْ رَّسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ صَحِبْنَاهُ وَلَمْ
نَسْمَعْهُ مِنْهُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ
فَقَامَ فَاَعَادَ الْحَدِیْثَ وَقَالَ لَنُحَدِّثَنَّ بِمَا
سَمِعْنَاهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ
وَسَلَّمَ وَاِنْ رَّغِمَ مُعَاوِیَةُ ۔ (نسائی)

(۱۴) یسار کے بیٹے مسلم اور عبید کے بیٹے عبداللہ دونوں
کہتے ہیں کہ عبادہ بن صامت اور معاویہ دونوں
ایک سرا میں جمع ہوئے عبادہ نے کہا کہ جناب
پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع فرمایا ہے
کہ سونے کو سونے کے ساتھ اور چاندی کو چاندی کے
ساتھ اور گیہوں کو گیہوں کے ساتھ اور جو کو جو کے
ساتھ اور کھجور کو کھجور کے ساتھ (دونوں راویوں
میں سے ایک نے اتنا اور کہا) اور نمک کو نمک کے ساتھ
نہ بیچیں (لیکن دوسرے راوی نے یہ نہیں کہا) مگر برابر
سرابر ہو تو کچھ مضایقہ نہیں ۔ پھر ان دونوں
راویوں میں سے ایک نے یہ بھی کہا (جس شخص نے
زیادہ لیا یا زیادہ دیا اُس نے سود لیا دیا، دوسرے
راوی نے یہ نہیں کہا) اور پیغمبر صاحب نے اس بات
کا حکم فرمایا ہے کہ سونے کو چاندی کے ساتھ اور
چاندی کو سونے کے ساتھ ۔ گیہوں کو جو کے
ساتھ اور جو کو گیہوں کے ساتھ دست بدست جس
طرح چاہیں بیچیں ۔ معاویہ نے یہ حدیث سُنی تو
کھڑے ہو کر کہا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ
جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اس
قسم کی حدیثیں روایت کرتے ہیں ۔ ہم بھی پیغمبر
صاحب کی صحبت میں رہے ہیں مگر ہم نے تو
آپ سے یہ حدیث سُنی نہیں ۔ عبادہ بن
صامت کو معلوم ہوا تو انھوں نے کھڑے
ہو کر اسی حدیث کو مکرر بیان کیا اور کہا ہم نے
تو جو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے وہی
بیان کریں گے اگرچہ معاویہ کو بُرا ہی کیوں نہ لگے ۔

(۱۵) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

(۱۵) عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول خدا

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الذَّھَبُ الْکِفَّۃُ بِالْکِفَّۃِ فَقَالَ مُعَاوِیَۃُ اِنَّ ھٰذَا لَا یَقُوْلُ شَیْئًا قَالَ عُبَادَۃُ اِنِّیْ لَا اُبَالِیْ اَنْ لَّا اَکُوْنَ بِاَرْضٍ یَکُوْنُ بِھَا مُعَاوِیَۃُ اِنِّیْ اَشْھَدُ اَنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ذٰلِکَ ۔ (نسائی)

صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ سونا سونے کے عوض کانٹے میں برابر تول کر بیچا جائے معاویہ نے کہا کہ یہ شخص صحیح بات تو کہتا نہیں اس پر عبادہ بولے مجھے اس بات کی ذرا بھی پروا نہیں کہ اُس سرزمین میں نہ رہوں جس میں معاویہ رہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ مَیں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی فرماتے سُنا ہے ۔

من المترجم احادیث مذکورہ بالا سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ سونے چاندی گیہوں جَو کھجور نمک میں سے ہر ایک کہ اُسی کی جنس سے اُدھار اور کمی بیشی کے ساتھ بیچنا یا بدلنا ناجائز اور حرام ہے ہاں اگر جنس میں اختلاف ہو تو کمی بیشی کے ساتھ بیچنا یا بدلنا درست بشرطیکہ اُدھار نہ ہو بلکہ دست بدست ہو لیکن بحث طلب امر یہ ہے کہ کیا صرف ان ہی چھ چیزوں میں خصوصیت کے ساتھ ربٰو ہے یا اور چیزیں بھی اس میں شامل ہیں ۔سو واضح ہو کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے ۔بعض کہتے ہیں کہ ربٰو ان ہی چھ چیزوں میں منحصر ہے لیکن اکثر اس طرف گئے ہیں کہ جو چیزیں ماپ تول میں آتی ہیں سب اس میں داخل ہیں ۔پھر جو چیزیں ماپ تول میں آتی ہیں اُن میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے جیسا کہ کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے ۔شاہ عبد الحق صاحب اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں :-

بداںکہ در حدیث ایں شش چیز بخصوص واقع شدہ و مجتہدان جز ایں شش را نیز براں قیاس کردہ اند چنانکہ آہن و چونہ و انواع حبوب ہر یکے را علتے استنباط کردہ الا اصحاب الظواہر کہ قیاس را منکر اند ربٰو در ہمیں شش چیز اثبات مے کنند نہ غیر آں و تفصیل آں مسائل متفرعہ براں در کتب فقہ مذکور است ۔

واضح ہو کہ حدیث میں یہی چھ چیزیں خصوصیت کے ساتھ واقع ہوئی ہیں اور مجتہدوں نے اَور چیزوں کو بھی ان پر قیاس کیا ہے جیسے مثلاً لوہا چونہ اور تمام اقسام کے غلے اور ہر ایک کی ایک جدا گانہ علت بیان کی ہے مگر اصحاب ظواہر جو قیاس کے منکر ہیں ان ہی چھ چیزوں میں ربٰو کو ثابت کرتے ہیں اُن کے علاوہ کسی اَور چیز میں نہیں اور اس کی تفصیل اور جو مسائل اس پر متفرع ہوتے ہیں اُن کی تشریح فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے ۔

دُرِ مختار میں ہے

وَمَا نَصَّ الشَّارِعُ عَلٰی کَوْنِہٖ کَیْلِیًّا کَبُرٍّ وَّشَعِیْرٍ وَّتَمْرٍ وَّمِلْحٍ اَوْ وَزْنِیًّا کَذَھَبٍ وَّفِضَّۃٍ فَھُوَ کَذٰلِکَ لَا یَتَغَیَّرُ اَبَدًا فَلَمْ یَصِحَّ بَیْعُ حِنْطَۃٍ بِحِنْطَۃٍ وَّزْنًا کَمَا لَوْ بَاعَ ذَھَبًا بِذَھَبٍ

اور جس چیز کے کیلی ہونے پر شارع نے نص قائم کر دی ہے جس طرح گیہوں اور جَو اور کھجور اور نمک یا وزنی ہونے پر نص قائم کر دی ہے جیسے سونا اور چاندی وہ ہمیشہ کیلی اور وزنی ہی رہے گی ۔اور کسی حالت میں اس کا حکم نہ بدلے گا یہی وجہ ہے کہ گیہوں کو گیہوں کے ساتھ تول کر بیچنا درست نہیں ہے جس طرح سونے کو سونے کے ساتھ

اَوْ فِضَّةً بِفِضَّةٍ كَيْلًا وَلَوْ مَعَ التَّسَاوِىْ لِاَنَّ النَّصَّ اَقْوٰى مِنَ الْعُرْفِ فَلَا يُتْرَكُ الْاَقْوٰى بِالْاَدْنٰى وَمَا لَمْ يَنُصَّ عَلَيْهِ حُمِلَ عَلَى الْعُرْفِ رَجَّحَهُ الْكَمَالُ وَخَرَّجَ عَلَيْهِ سَعْدِىْ اَفَنْدِىْ اِسْتِقْرَاضَ الدَّرَاهِمِ عَدَدًا وَبَيْعَ الدَّقِيْقِ وَزْنًا فِىْ زَمَانِنَا يَعْنِىْ بِمِثْلِهٖ وَفِى الْكَافِى اَلْفَتْوٰى عَلٰى عَادَةِ النَّاسِ	یا چاندی کو چاندی کے ساتھ ماپ کر بیچنا جائز نہیں اگرچہ برابر سرابر اور دست بدست ہی کیوں نہ ہو. کیونکہ نص عرف سے قوی تر ہوتی ہے اور جب یہ ہے تو ادنےٰ کے پیچھے اقوٰے کو کس طرح چھوڑا جا سکتا ہے۔ اسی بات کو کمال نے ترجیح دی ہے اور سعدی افندی نے اس پر یہ مسئلہ متفرع کیا ہے کہ دراہم گن کر قرض لینا اور آٹا تول کر آٹے کے عوض بیچنا ہمارے زمانے میں جائز ہو اور کافی میں ہو کہ فتوٰے لوگوں کی عادۃ پر ہے*
قَالَ الرَّازِىْ اِعْلَمْ اَنَّ الرِّبٰوا قِسْمَانِ رِبَا النَّسِيْئَةِ وَرِبَا الْفَضْلِ ۔ اَمَّا رِبَا النَّسِيْئَةِ فَهُوَ الْاَمْرُ الَّذِىْ كَانَ مَشْهُوْرًا مُتَعَارَفًا فِى الْجَاهِلِيَّةِ وَذٰلِكَ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَدْفَعُوْنَ الْمَالَ عَلٰى اَنْ يَاْخُذُوْا كُلَّ شَهْرٍ قَدْرًا مُعَيَّنًا وَيَكُوْنُ رَاْسُ الْمَالِ بَاقِيًا ثُمَّ اِذَا حَلَّ الدَّيْنُ طَالَبُوا الْمَدْيُوْنَ بِرَاْسِ الْمَالِ فَاِنْ تَعَذَّرَ عَلَيْهِ الْاَدَاءُ زَادُوْا فِى الْحَقِّ وَالْاَجَلِ فَهٰذَا هُوَ الرِّبٰوا الَّذِىْ كَانُوْا فِى الْجَاهِلِيَّةِ يَتَعَامَلُوْنَ بِهٖ وَاَمَّا رِبَا النَّقْدِ فَهُوَ اَنْ يُّبَاعَ مَنٌّ مِّنَ الْحِنْطَةِ بِمَنَوَيْنِ مِنْهَا وَمَا اَشْبَهَ ذٰلِكَ*	رازی کہتے ہیں واضح ہو کہ سُود کی کُل دو ہی قسمیں ہیں ایک نقد اور ایک اُدھار ۔ اُدھار سود تو وہ ہے جو زمانہ جاہلیت میں مشہور و متعارف تھا کہ لوگ اپنا مال دوسروں کو اس شرط پر قرض دیتے تھے کہ ہر مہینے میں مقدار معین فائدہ لیں گے اور اصل رقم جوں کی توں برقرار رہے گی اور معاملہ ہوگیا، پھر جب میعاد قرض گزر لیتی تو قرض خواہ مقروض سے اپنی اصل رقم کا مطالبہ کرتے مقروض اگر اس وقت قرضہ ادا نہ کر سکتا تو قرض خواہ اپنے حق اور مدّۃ میں توسیع کر دیتے۔ الغرض زمانہ جاہلیت میں لوگ جس سود کا آپس میں لین دین کرتے تھے وہ صرف یہی سود تھا ۔ رہا نقد سود ۔ وہ یہ تھا کہ مثلاً سیر بھر گیہوں دو سیر گیہوں سے بدل لیتے تھے اور اسی طرح اُن چیزوں میں کرتے جو گیہوں کے مشابہ ہیں*
وَقَالَ اَيْضًا تَحْتَ قَوْلِهٖ تَعَالٰى لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا	امام رازی آیہ لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا

لا تاکلوا الربوا اضعافا مضاعفۃ ... آل عمران ع ۱۴

اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً۔ كَانَ الرَّجُلُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ
إِذَا كَانَ لَهُ عَلٰى إِنْسَانٍ مِائَةُ دِرْهَمٍ إِلٰى
أَجَلٍ فَإِذَا جَاءَ الْأَجَلُ وَلَمْ يَكُنِ الْمَدْيُوْنُ
وَاجِدًا لِذٰلِكَ الْمَالِ قَالَ زِدْنِي الْمَالَ حَتّٰى
أَزِيْدَ فِي الْأَجَلِ فَرُبَّمَا جَعَلَهُ مِائَتَيْنِ ثُمَّ
إِذَا حَلَّ الْأَجَلُ الثَّانِي فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ
ثُمَّ إِلٰى آجَالٍ كَثِيْرَةٍ فَيَأْخُذُ بِسَبَبِ تِلْكَ
الْمِائَةِ أَضْعَافَهَا فَهٰذَا هُوَ الْمُرَادُ مِنْ قَوْلِهِ
اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً۔

اَضعافًا مُّضٰعفةً کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ
زمانۂ جاہلیت میں جب ایک شخص کے دوسرے
پر ایک میعادِ معین کے وعدے پر سو درہم ہوتے
تو انقضائے میعاد کے وقت اگر مقروض قرضے
کے ادا کرنے کی مقدرۃ نہ رکھتا تو قرض خواہ
مقروض سے کہتا کہ تو اصل رقم پر کچھ زیادہ کردے
میں مدۃ میں توسیع کردوں۔ چنانچہ اکثر ایسا ہوتا
تھا کہ قرض خواہ سو درہم کے دو سو درہم کر لیتا
اور جب دوسرا وعدہ بھی گزر جاتا اور مقروض قرضے
کی رقم ادا نہ کرسکتا، تو قرض خواہ پھر ویسا ہی کرتا
(یعنی اصل رقم پر کچھ اور زیادہ کردیتا) پھر بہت
مدتوں تک ایسا ہی ہوتا رہتا اور قرض خواہ ان سو
درہموں کے ذریعے سے ان کے دوچند سہ چند چار چند۔

وَقَالَ الْقَاضِي الْبَيْضَاوِيُّ فِي تَفْسِيْرِ قَوْلِهِ
تَعَالٰى يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا
اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً لَا تَزِيْدُوْا زِيَادَاتٍ مُّكَرَّرَةً
وَلَعَلَّ التَّخْصِيْصَ بِحَسَبِ الْوَاقِعِ إِذْ كَانَ الرَّجُلُ
مِنْهُمْ يُرْبِيْ إِلٰى أَجَلٍ ثُمَّ يَزِيْدُ فِيْهِ بِزِيَادَةٍ
أُخْرٰى حَتّٰى يَسْتَغْرِقَ بِالشَّيْءِ الطَّفِيْفِ مَالَ
الْمَدْيُوْنِ۔

اور قاضی بیضاوی آیۃ یٰایہا الذین اٰمنوا لا
تاکلوا الربٰوآ اضعافًا مُّضٰعفةً کی تفسیر میں
لکھتے ہیں کہ دوچند سہ چند سود نہ کھانے کے یہ
معنی ہیں کہ مکرر سہ کرر رقمیں نہ بڑھاتے جاؤ اور
ممکن ہے کہ اضعافًا مضاعفۃ کی تخصیص واقع کے
مطابق ہو کیونکہ وہ لوگ ایک مدت ٹھیرا کر سود
لیتے پھر مدت اور رقم میں زیادتی کرتے چلے جاتے
یہاں تک کہ مقروض کا سارا مال ایک تھوڑے
سے قرضے کے پیچھے تباہ و برباد ہوجاتا تھا۔

قَالَ الْبُخَارِيُّ فِي تَفْسِيْرِ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا
اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ إِلٰى قَوْلِهِ مَا كَسَبَتْ
وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هٰذِهِ آخِرُ آيَةٍ

امام بخاری رح آیۃ یٰایہا الذین
اٰمنوا الخ کی تفسیر میں کہتے ہیں
کہ حضرۃ ابن عباس نے فرمایا کہ
(احکام میں) یہ سب سے پچھلی آیۃ ہے جو

نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ✦	جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر اُتری ✦
عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا سَأَلْنَاهُ عَنِ الرِّبٰوا ✦ (مشکوٰۃ)	عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور ہم نے آپ سے ربٰو کے بارے میں کچھ دریافت نہیں کیا ✦
عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اٰخِرَ مَا نَزَلَتْ اٰيَةُ الرِّبٰوا وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ وَلَمْ يُفَسِّرْهَا لَنَا فَدَعُوا الرِّبٰوا وَالرِّيْبَةَ ✦ (دارمی)	حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سب سے پیچھے ربٰو کی آیۃ اُتری جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور ہمارے لیے آیۃ ربٰو کی کوئی تفسیر نہیں کی تو سود اور جس میں سود کا شبہ ہو سب کو چھوڑ بیٹھو (ابن ماجہ و دارمی) ✦
فِي الْهِدَايَةِ وَلَيْسَ لِلْمُرْتَهِنِ اَنْ يَّنْتَفِعَ بِالرَّهْنِ لَا بِالْاِسْتِخْدَامِ وَلَا بِالسُّكْنٰى وَلَا بِاللُّبْسِ اِلَّا اَنْ يَّاْذَنَ لَهُ الْمَالِكُ ✦	ہدایہ میں ہے کہ مرتہن کو رہن سے فائدہ اُٹھانا جائز نہیں ہے یعنی نہ تو خدمت لے سکتا ہے (جبکہ لونڈی غلام رہن ہوں) نہ مکان (مرہونہ) میں آباد ہو سکتا ہے نہ کپڑا پہن سکتا ہے مگر مالک (یعنے راہن مرتہن کو فائدہ اُٹھانے کی) اجازت دے دے [illegible]
وَفِي السِّرَاجِ الْمُنِيْرِ وَلَوْ اَبَاحَ لِلْمُرْتَهِنِ اَكْلَ ثِمَارِ الْبُسْتَانِ اَوْ لَبَنِ الشَّاةِ فَلَا بَاْسَ بِهٖ اِنْ لَّمْ يَكُنْ مَشْرُوْطًا بِهٖ وَالْاَصَارُ قَرْضًا فِيْهِ مَنْفَعَةٌ فَيَكُوْنُ رِبٰوا وَلَوْ اَذِنَ الرَّاهِنُ لَهٗ بِالْاِنْتِفَاعِ ثُمَّ نَهٰى عَنْهُ فَلَهٗ ذٰلِكَ لِاَنَّهٗ مُتَبَرِّعٌ وَلِلْمُتَبَرِّعِ اَنْ يَّمْتَنِعَ عَنِ التَّبَرُّعِ ✦	سراج منیر میں ہے کہ اگر راہن نے مرتہن کو باغ (مرہونہ) کے پھل کھانے یا بکری کے دودھ پینے کی اجازۃ دے دی تو مرتہن کو فائدہ اُٹھانے میں کوئی خطرہ نہیں بشرطیکہ مرتہن نے اس فائدہ کی شرط نہ کی ہو شرط کرے گا تو یہ اُس قسم کا قرضہ ہو جاوے گا جس میں منفعۃ مدّنظر رکھی گئی ہے اور جب یہ ہے تو وہ فائدہ سود ٹھیرے گا اور اگر راہن نے مرتہن کو فائدہ اُٹھانے کی اجازۃ دی پھر اُسے منع کر دیا تو یہ اُس کو سزاوار ہے کیونکہ وہ متبرع [illegible]
فِي الْهِدَايَةِ لَا رِبٰوا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْكَافِرِ الْحَرْبِيِّ ✦	ہدایہ میں ہے کہ مسلمان اور کافر حربی میں سود نہیں ✦

عربی	اردو
فی الدر المختار ولا ربٰو بین حربی ومسلم مستأمن ولو بعقد فاسد او قمار ثمہ لان مالہ ثمہ مباح فیحل برضاہ مطلقا بلا غدر۔	درمختار میں لکھا ہے کہ حربی اور اس مسلمان میں سود نہیں جو اس کی اجازت لے کر دار الحرب میں آباد ہوا ہے اگرچہ مال بیع فاسد یا جوئے سے کیوں نہ ہاتھ لگا ہو کیونکہ حربی کا مال دار الحرب میں مباح ہے اور جب یہ تو اس کی خوشی سے یہ مال مسلمان کے لیے مطلق حلال ہوگا بغیر کسی طرح کے غدر اور بے وفائی کے۔
فی السیر الکبیر وشرحہ اذا دخل مسلم دار الحرب بامان فلا بأس بان یأخذ منہم اموالہم بطیب انفسہم بأی وجہ کان لانہ انما اخذ المباح علی وجہ عری عن الغدر فیکون ذلک طیبا لہ والاسیر والمستأمن سواء حتی لو باعہم درہما بدرہمین او باعہم میتۃ بدراہم او اخذ مالا منہم بطریق القمار فذلک کلہ طیب لہ۔	سیر کبیر اور اس کی شرح میں ہے کہ جب مسلمان دار الحرب میں اس کی اجازت لے کر داخل ہو تو کافروں کی مرضی سے جس طریق سے بھی ان کے مال لے گا اس کے لیے جائز ہو جائے گا کیونکہ اس نے ایک مباح چیز ایسے طریق پر لی ہے جو عہد شکنی اور بے وفائی سے خالی ہے تو یہ مال کفار اس کے لیے پاک ہوگا اور قیدی اور مستامن اس بارے میں دونوں یکساں ہیں حتے کہ اگر ان میں سے کوئی شخص کفار کے ہاتھ ایک درہم دو درہم کو بیچے یا مردہ جانور چند درہم کو فروخت کرے یا جوئے کے طور پر ان کا مال لے تو یہ سب طرح کے مال اس کے لیے حلال طیب ہیں۔
وفی تفسیر الامام النسفی ان مذہب ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ ان العقود الفاسدۃ کعقد الربٰو وغیرہ جائزۃ فی دار الحرب بین المسلمین والکفار۔	اور امام نسفی کی تفسیر میں ہے کہ ابو حنیفہ اور محمد رحمہما اللہ کا مذہب ہے کہ فاسد و باطل معاملات جس طرح مثلاً سود وغیرہ دار الحرب میں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جائز ہیں۔
وفی البرجندی ولا فرق بین ان یأخذ المسلم الدرہمین بالدرہم او الدرہم	برجندی میں ہے کہ مسلمان دار الحرب میں خواہ ایک درہم کے عوض دو درہم لے یا دو درہم دے کر

بِالدَّرَاهِمِ فِي دَارِ الْحَرْبِ لِاَنَّهُ طَابَ

نَفَسَ الْكَافِرِ بِمَا اَعْطَاهُ وَاَخَذَ مَالَهُ بِطَرِيقِ

الْاِبَاحَةِ ۞

ایک درہم سے دونوں صورتیں درست ہیں کیونکہ
(دو درہم دے کر ایک درہم لینے کی صورۃ میں تو)
وہ اپنے اس دینے سے کافر کا نفس خوش کرتا ہو اور
(ایک درہم کے بدلے دو درہم لینے کی صورۃ میں کافر

فتوےٰ شاہ عبد العزیز صاحب رح

س سود دادن بحربیاں درست ست یا نہ ۔

ج ۔ عبارات کتب فقہیہ عام واقع شدہ اند دادن و گرفتن را شامل اند مثل لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب و قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی در رسالہ توجیہ دادن سود نیز نوشتہ اند ایں وقت فقیر را یاد نیست لیکن ایں قدر ظاہر است کہ گرفتن سود از حربیاں باین جہ حلال است کہ مال حربی مباح است اگر در ضمن آن نقض عہد نباشد و حربی چوں خود بخود بدہد بلا شبہ حلال خواہد بود و دادن سود بحربیاں باین جہ حلال است کہ خورانیدن حرام بمسلمانان درست نیست و آنہا حرام خوارند اگر چیزے بطریق سود دادہ خواہد شد بیش ازیں نیست کہ حرام خواہد خورد واما ذمیان ہر چند کہ کافر حرام خوار باشند در دار الاسلام دادن سود از یں جہت حرام است کہ ترویج معاملۂ سود در دار الاسلام مے شود و در دار الحرب ایں ہر دو علت مفقود است پس مباح باشد و تحقیق ایں است کہ دادن سود بالتبع حرام است کہ مال کسے نمے گیرد بلکہ مال خود میدہد و مال خود دادن گو دراں نقصان خود باشد خصوصاً برائے رفع حاجت و دفع ظلم مباح است پس وجہ حرمت دراں ہمیں دو چیز است یکے آنکہ غیر را حرام میخوراند مثل دادن رشوت بہ قاضی و حاکم دوم آنکہ باعث ترویج ایں معاملہ در دار الاسلام مے شود و لہٰذا دادن سود

سوال ۔ حربیوں کو سود دینا درست ہے یا نہیں ۔

جواب کتب فقہیہ کی عبارتیں عام طور پر واقع ہوئی ہیں یعنی سود دینے اور لینے دونوں کو شامل ہیں جیسے لا ربوا الخ یعنی دار الحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان سود نہیں اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے اپنے کسی رسالے میں سود دینے کی بھی توجیہ لکھی ہے جو فقیر کو اس وقت یاد نہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ حربیوں سے سود لینا اس معنی کر حلال ہے کہ حربی کا مال مباح ہے اگر کسی طرح کی عہد شکنی نہ ہو اور جب حربی خود بخود دیتا ہے تو بے شبہ حلال ہوگا حربیوں کو سود دینا یوں حلال ہے کہ مسلمانوں کو حرام چیز کھلانا درست نہیں اور کافر ہیں کہ بے دغدغہ حرام کھاتے ہیں تو اگر تھوڑا سا مال بطریق سود ان کو دے دیا جائے گا تو اس سے زیادہ اور کیا خرابی لازم آسکتی ہو کہ انھیں حرام مال کھلایا گیا رہے ذمی اگر چہ ہیں تو وہ بھی کافر حرام خوار مگر انھیں دار الاسلام میں سود دینا اس لیے حرام ہے کہ معاملہ سود کا رواج دار الاسلام میں پھیلتا ہے اور دار الحرب میں چونکہ یہ دونوں وجہیں پائی نہیں جاتیں اس لیے مباح ہے اور اس مسئلہ کی تحقیق یہ ہو کہ سود دینا تبعاً حرام ہو کیونکہ خود کسی کا مال ہضم نہیں کرتا بلکہ اپنا مال دوسرں کو دیتا ہے اور اپنا مال دوسرں کو دینے میں گو اپنا نقصان ہو لیکن رفع حاجت اور دفع ظلم کے لیے مباح ہو پس ذمیوں کو سود دینے کی وجہ حرمت یہی دو چیزیں ہیں غیر کو حرام کھلانا مثلاً قاضی و

بنابر اضطرار در دارالاسلام ہم جائز داشتہ اند غرض در گرفتن و دادن فرق بسیار گو دراصل وزر ہر دو شریک اند۔

اضطرار کے وقت دارالاسلام میں بھی سود دینا جائز بتایا ہے غرض کہ سود لینے اور دینے میں بڑا فرق ہے اگرچہ اصل گناہ میں دونوں برابر ہیں۔

فتوائے مولوی عبدالحیؒ صاحب لکھنوی

سوال۔ در عملداری نصاریٰ کہ اہل اسلام مبالغ نزد نصاریٰ جمع میسازند و سود آں از نصاریٰ مے گیرند و آں را وثیقہ مے نامند درست است یا نہ۔

سوال نصاریٰ کی عملداری میں جو مسلمان روپیہ نصاریٰ کے پاس جمع کرادیتے ہیں اور اُس کا سود نصاریٰ سے لیتے اور اُس کا نام وثیقہ رکھتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں۔

جواب۔ در دارالحرب میان مسلم و کافر حربی معاملۂ ربوٰ درست است چنانچہ در نقایہ مے آرد کا ربوٰ بین مسلم و حربی فی دارہ انتہی۔ و عملداری نصاریٰ بر مذہب صاحبین بسبب آنکہ شعار کفر مے وغدغہ باعلان رواج گرفتہ دارالحرب است پس وثیقہ درست است و بنا بر مذہب امام اعظم رحہ دارالاسلام کہ دارالحرب شود مشروط است بشروط ثلثہ بر تقدیر تحقق شروط ثلثہ عملداری نصاریٰ البتہ دارالحرب خواہد گشت و وثیقہ جائز خواہد شد برجندی در شرح نقایہ مے نویسد

جواب دارالحرب میں مسلمان اور حربی کافر میں سود کا معاملہ درست ہے جیسا کہ نقایہ میں لکھا ہے کہ مسلمان اور حربی میں دارالحرب میں سود نہیں انتہی۔ اور نصاریٰ کی عملداری صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد کے مذہب پر دارالحرب ہے کیونکہ ان کی عملداری میں کفر کے شعائر بے کھٹکے کھلم کھلا پھیل گئے ہیں اور جب یہ ہے تو وثیقہ درست ہو اور امام اعظمؒ کے مذہب پر دارالاسلام تین شرطوں سے دارالحرب ہو جاتا ہے تو جس صورت میں تینوں شرطیں نصاریٰ کی عملداری میں پائی جائیں گی نصاریٰ کی عملداری یقیناً دارالحرب ہوگی اور دارالحرب ہوگی تو وثیقہ بھی جائز ہوگا۔ برجندی شرح نقایہ میں لکھتے ہیں کہ

فعند ابی حنیفۃ لا یصیر دار الحرب الا بثلثۃ اشیاء احدھا ان یکون متصلا بدار الحرب لیس بینھما موضع فی ید اھل الاسلام والثانی ان یجری فیھا اھل الحرب احکامھم والثالث ان لا یبقی فیھا مسلم او ذمی امن بالامان الاول وعندھما اذا اجری اھل الحرب فی بلدۃ

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تین چیزوں سے دارالاسلام دارالحرب ہو جاتا ہے ایک یہ کہ دارالاسلام دارالحرب سے متصل ہو یعنی دارالاسلام اور دارالحرب میں کوئی ایسی جگہ نہ ہو جو مسلمانوں کے قبضے میں ہو دوسرے یہ کہ وہاں اہل حرب اپنے احکام جاری کرتے ہوں تیسرے یہ کہ وہاں کسی مسلمان یا ذمی کے لیے پہلے امن و امان کے عہد پر امن باقی نہ رہے اور امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک دارالاسلام اسی وقت دارالحرب ہو جاتا ہے جبکہ شہر میں اہل حرب کے احکام جاری ہوں

احکامھم صارت دار حرب کیف ماکان کذا فی فتاوی قاضیخان ۔

و در عالمگیریہ آرد قال محمد فی الزیادات انما یصیر دار الاسلام دار الحرب عند ابی حنیفۃ بشرائط ثلث احدھا اجراء احکام الکفار علی سبیل الاشتہار وان لا یحکم فیھا بحکم الاسلام والثانی ان تکون متصلۃ بدار الحرب لا یتخلل بینھما بلدۃ من بلاد الاسلام والثالث ان لا یبقی فیھا مؤمن ولا ذمی امنا بامانہ الاول الذی کان ثابتا قبل استیلاء الکفار للمسلم باسلامہ وللذمی بعقد الذمۃ انتھی ۔

خواہ کوئی سا بھی شہر ہو اور کسی طریق پر بھی احکام جاری ہوں اسی طرح فتاوے قاضیخاں میں ہے ۔

فتاوے عالمگیریہ میں ہے کہ امام محمد زیادات میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک تین شرطوں سے دار الاسلام دار الحرب ہوجاتا ہے ایک یہ کہ علی الاعلان کفار کے احکام جاری ہوں اور وہاں اسلامی شریعۃ کے حکم پر فیصلہ نہ دیا جاتا ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ شہر دار الحرب سے اس طرح متصل ہو کہ اس میں اور دار الحرب میں کوئی اسلامی شہر حائل نہ ہو تیسرے یہ کہ کوئی مسلمان اور ذمی اپنی اس امان اول کی وجہ جو کفار کے غالب ہونے سے پیشتر مسلمان کو اس کے اسلام اور ذمی کو عقد ذمہ کی وجہ سے حاصل تھی امن و امان سے نہ رہ سکے

انتھی

فتویٰ شاہ عبد العزیز صاحب
دار الحرب کے بیان میں

سوال دار الاسلام دار الحرب میشود یا نہ ۔

جواب در کتب معتبرہ اکثر ہمیں روایۃ اختیار کردہ ۔ کہ دار الاسلام دار الحرب میتواند شد بشروط ثلاثہ ۔ در درمختار مینویسد ۔

لا تصیر دار الاسلام دار الحرب الا بامور

سوال ۔ دار الاسلام دار الحرب ہوسکتا ہے یا نہیں ؟

جواب ۔ معتبر کتابوں میں بہت لوگوں نے یہی روایۃ اختیار کی ہے کہ دار الاسلام دار الحرب ہوجاتا ہے تین شرطوں کے پائے جانے سے ۔ در مختار میں لکھا ہے کہ ۔

دار الاسلام تین باتوں کے پائے جانے سے دار الحرب ہوجاتا ہے

بَلْدَةٍ بِاِجْرَاءِ اَحْكَامِ اَهْلِ الشِّرْكِ وَبِاتِّصَالِهَا بِدَارِ الْحَرْبِ وَبِاَنْ لَا يَبْقٰى مُسْلِمٌ اَوْ ذِمِّيٌّ اٰمِنًا بِالْاَمَانِ الْاَوَّلِ عَلٰى نَفْسِهٖ وَدَارُ الْحَرْبِ تَصِيْرُ دَارَ الْاِسْلَامِ بِاِجْرَاءِ اَحْكَامِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ فِيْهَا *

و در کافی مینویسد اِنَّ الْمُرَادَ بِدَارِ الْاِسْلَامِ بِلَادٌ يَجْرِيْ فِيْهَا حُكْمُ اِمَامِ الْمُسْلِمِيْنَ وَتَكُوْنُ تَحْتَ قَهْرِهٖ وَبِدَارِ الْحَرْبِ بِلَادٌ يَجْرِيْ فِيْهَا اَمْرُ عَظِيْمِهَا وَتَكُوْنُ تَحْتَ قَهْرِهٖ ـ انتهى

دریں شہر حکم امام المسلمین اصلا جاری نیست و حکم روسائے نصاریٰ بے دغدغہ جاری است و مراد از اجرائے احکام کفر این ست کہ در مقدمۂ ملک داری و بندوبست رعایا و اخذ خراج و باج و عشور اموال تجارۃ و سیاست قطاع الطریق و سراق و فصل خصومات و سزائے جنایات کفار بطورِ خود حاکم باشند آرے اگر احکام بعضے اسلام را مثل جمعہ و عیدین و اذان و ذبح بقر تعرض نکنند کردہ باشند لیکن اصل الاصول این چیزہا نزد ایشاں ہباء و ہدر ہست زیرا کہ مساجد را بے تکلف ہدم مینمایند و ہیچ مسلمان یا ذمّی بغیر استیمان ایشاں دریں شہر و در نواح آں نمیتوانند آمد برائے منفعت خود واردین و مسافرین و تجار را مخالفت نمے نمایند اعیان دیگر مثل شجاع الملک و ولایتی بیگم بغیر حکم ایشاں دریں بلاد داخل نمیتوانند شد و ازیں شہر تا کلکتہ عمل نصاریٰ ممتد ہست آرے در چپ و راست مثل حیدرآباد و لکھنؤ و رام پور احکام خود جاری نکردہ اند بسبب

ایک[1] مشرکوں کے احکام جاری ہونے سے دوسرے[2] دارالاسلام کے دارالحرب کے ساتھ متصل ہونے سے تیسرے[3] کسی مسلمان یا ذمی کے لیے امان اوّل کی وجہ سے امن باقی نہ رہنے کی وجہ سے اور دارالحرب دارالاسلام ہو جاتا ہے اگر وہاں مسلمانوں کے احکام نافذ ہوتے ہوں *

کافی میں ہے کہ دارالاسلام سے وہ شہر مراد ہیں جن میں مسلمانوں کے حاکم کا حکم جاری ہو اور وہ شہر اس کے قبض و تصرف میں ہوں اور دارالحرب سے وہ شہر مراد ہیں جن میں حربیوں کے بادشاہ کا حکم جاری ہو اور وہ شہر اس کے تحت تصرف میں ہوں *

اس شہر (دہلی) میں مسلمانوں کے حاکم کا حکم بالکل جاری نہیں ہے اور نصاریٰ کے سرداروں کا حکم بے کھٹکے جاری ہے، احکام کفر کے جاری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ملک داری اور رعایا کے انتظام اور خراج او باج اور مال تجارۃ کے عشر لینے اور رہزنوں اور چوروں کی سیاست اور لوگوں کے باہمی جھگڑوں کا چکوتا کرنے اور مجرموں کی سزا دینے میں کفار خود حاکم ہوں۔ رہی یہ بات کہ اسلامی شریعت کے بعض احکام جیسے مثلاً جمعہ، عیدین اذان گائے کی قربانی سے تعرض نہیں کرتے ہیں پڑے نہ کریں (اس سے دلی دارالاسلام نہیں ہو سکتی) کیونکہ ان احکام کی جڑ ان کے نزدیک ضائع و برباد ہے یہی وجہ ہے کہ مسجدوں کو بے تکلف مسمار کر دیتے ہیں اور کوئی مسلمان یا ذمی ان کی پروانگی امان کے بدون اس شہر اور اس کے اطراف و جوانب میں آ نہیں سکتا آنے والے اور مسافر اور سوداگروں سے اپنے فائدے کے لیے مخالفت نہیں کرتے ہاں دوسرے امیر زادے جیسے شجاع الملک اور ولایتی بیگم ان کے بے حکم ان

شہروں میں آ نہیں سکتے اس شہر سے کلکتے تک نصاریٰ کی عملداری پھیلی ہوئی ہے۔ ہاں دائیں بائیں جیسے حیدرآباد اور لکھنؤ اور رام پور میں ان لوگوں نے اپنے احکام جاری نہیں کیے ان ملکوں کے مالکوں کی اطاعۃ۔

مصالحۃ و اطاعت مالکان آں ملک و از روے احادیث و تتبّعِ سیرۃِ صحابۂ کرام و خلفائے عظام ہمیں مفہوم میشود زیرا کہ در عہدِ صدیق اکبر ملک بنی یربوع را حکم دار الحرب دادند حالانکہ جمعہ و عیدین و اذان در انجا جاری بود مگر انکار حکم زکوٰۃ کردہ بودند ہمچنیں یمامہ گردو نواح آں را حکم دار الحرب دادند باوجودیکہ مسلمانان دراں بلاد موجود بودند و علیٰ ہٰذا القیاس در عہد خلفاء کرام ہمیں طریق مسلوک بود بلکہ در عہد حضرۃ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم فدک و خیبر را حکم دار الحرب فرمودند حالانکہ تجارِ اہلِ اسلام بلکہ بعضے سکنۂ آنجا نیز دراں مکانات در وادی القرے مشرف باسلام بودند و فدک و خیبر را کمال اتصال بود با مدینۂ منورہ ۔

اور باہم صلح ہونے کی وجہ سے۔ اور حدیثوں کی رُو سے اور صحابۂ کرام اور خلفاے عظام کے طریقے کے تتبّع سے یہی بات سمجھی جاتی ہے کیونکہ حضرۃ صدیق اکبر نے اپنے زمانے میں بنی یربوع کے ملک کو دار الحرب کا حکم دیا ہی حالانکہ جمعہ اور عیدین اور اذان یہ سب باتیں وہاں جاری تھیں مگر وہ لوگ حکمِ زکوٰۃ کے منکر تھے اسی طرح یمامہ اور اُس کے اطراف و جوانب کو دار الحرب کا حکم دیا تھا باوجودیکہ اُن شہروں میں مسلمان موجود تھے اور اسی طرح خلفاءِ کرام کے زمانے میں یہی طریقہ جاری تھا بلکہ خود جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد میں فدک اور خیبر کو دار الحرب کا حکم دیا تھا حالانکہ مسلمان تاجر وہاں موجود تھے بلکہ وہاں کے کچھ باشندے بھی وادی القرے میں مشرف باسلام ہو چکے تھے اور فدک و خیبر مدینہ منورہ سے بہت ہی قریب و متصل تھے۔

من المترجم - آدمی ایک خاص طرح کا مخلوق ہے اُس کو زندگی اور آسایش کے لیے اتنا ساز و سامان درکار ہے کہ وہ اکیلا اپنی ذات سے اُس کو بہم نہیں پونہچا سکتا۔ ناچار اُس کو وقتاً فوقتاً اپنے ابناے جنس سے مدد لینے کی ضرورۃ واقع ہوتی رہتی ہی اور اسی لیے آدمی تھوڑے بہت بہت دیہات قصبات اور شہروں میں مل کر بود و باش کرتے ہیں تاکہ ضرورتوں کے بہم پونہچانے میں۔ ایک دوسرے کی مدد کر سکیں۔ امداد و استمداد اکثر لین دین اور خرید فروخت کی شکل میں ہوتی ہی شروع شروع میں تو ایک ہی بستی کے لوگ آپس میں تعامل کرتے ہوں گے۔ پھر تہذیب اور شایستگی کے ساتھ ساتھ ترقی کرتے کرتے اب تو ساری دنیا ایک ہی بستی کا حکم رکھتی ہے اور تجارۃ کا جال ہے کہ ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے ایک طرف تو آدمی اپنے ابناے جنس کے ساتھ طرح طرح کے تعلقات رکھنے پر مجبور ہے اور دوسری طرف ہر ایک کی طبیعۃ میں تھوڑی بہت خود غرضی بھی ہے۔ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ[1] تو اغراض میں کشمکش کا ہونا بھی ضروری بات ہی اور یہی کشمکش تمدّن میں خلل انداز اور تمام فسادات کی جڑ ہے۔ پس اُمن کے قائم رکھنے کے لیے ضرور ہوا کہ آدمی کے معاملات کسی قاعدے کے محکوم ہوں مُسلمانانِ ہند کے لیے تین قاعدے ہیں۔ رسم و رواج۔ مذہب اور انگریزی قانون۔ قاعدوں میں سب سے زیادہ مضبوط اور پکّا قاعدہ تو وہ ہے جس پر رسم و رواج اور مذہب اور حاکمِ وقت کا قانون تینوں متفق ہوں۔ اور اگر ایک یا دو اختلاف کریں تو اسی نسبت سے قاعدہ ضعیف سمجھا جائے گا۔ اگر ہم قوۃ اور ضعف کے اعتبار سے مذکورہ بالا تینوں قاعدوں کو ایک دوسرے سے مقابلہ کر کے دیکھیں تو عملاً رسم و رواج کی بڑی زبردست حکومت ہے اس کے بعد مذہب کی اور مذہب کے بعد قانونِ حاکم کی۔ قانونِ حاکم کو ہم نے سب میں ضعیف الحکومۃ بنایا بدو وجہ۔ اوّل تو قانونِ حاکم رسم و رواج اور مذہب

[1] اور تھوڑا بہت بُخل تو سب ہی کی طبیعۃ میں ہوتا ہے ۱۲

کی مخالفت سے خود پہلو تہی کرتا ہے۔" ایاز قدرِ خود بشناس"۔ دوسرے قانونِ حاکم کی گرفت سے بچنے کی بہت تدبیریں ہیں اور آسانی سے عمل میں لائی جاسکتی ہیں۔ ہم کو اس مقام پر مذہب سے بحث ہے اور مذہب بھی مذہبِ اسلام۔ جہاں تک اس کو لین دین اور خرید و فروخت سے تعلق ہے۔ اسلامی شریعت کی تعلیم کا لُبِّ لُباب ہر ایک بات میں یہ ہے کہ آدمی دنیا میں "مرنج و مرنجاں" زندگی بسر کرے نہ آپ تکلیف اُٹھائے نہ کسی دوسرے کو تکلیف پہنچائے۔ معتقدات عبادات معاملات کے متعلق جتنے بھی اوامر و نواہی ہیں ایک ایک کو جانچ کر دیکھا تو پایا کہ سب اسی اصل پر متفرع ہیں +

(۱) يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ + (۲) لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا + (۳) مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ + (۴) فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ + (۵) وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ + (۶) مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ + (۷) لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً +

---

۱ اللہ تمہارے ساتھ آسانی کرنی چاہتا ہے اور تمہارے ساتھ سختی نہیں کرنی چاہتا ۱۲ **۲** اللہ کسی شخص پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اُسی قدر جس (کے اُٹھانے) کی اُس کو طاقت ہو ۱۲ **۳** (خدا نے) دین کے بارے میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی (تمہارے لیے وہی) دین (تجویز کیا جو) تمہارے باپ ابراہیم کا تھا ۱۲ **۴** پھر جو بھوک سے بے قرار ہو (اور) گناہ کی طرف اُس کا میلان نہ ہو (اور وہ مجبوری کوئی حرام چیز کھالے) تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۱۲ **۵** اور جس (ذبیحے) پر خدا کا نام لیا گیا ہو اُسی میں سے تمہارے نہ کھانے کا سبب کیا؟ حالانکہ جو چیزیں خدا نے تم پر حرام کر دی ہیں اُس نے تفصیل کے ساتھ تم پر بیان کر دیں (اور اُس میں مُردہ جانور داخل ہے) ہاں وہ چیز کہ (حرام تو ہے مگر بھوک یا غیر کی وجہ سے) تم اُس (کے کھانے) پر مجبور ہو جاؤ (تو وہ بھی حرام نہیں) ۱۲ **۶** جو شخص (کفر پر) مجبور کیا جائے مگر اُس کا دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو (اُس سے کچھ مواخذہ نہیں) لیکن جو شخص ایمان لانے پیچھے خدا کے ساتھ کفر کرے اور کفر کرے بھی تو جی کھول کر تو ایسے لوگوں پر خدا کا غضب اور اُن کے لیے بڑا (سخت) عذاب ہے ۱۲ **۷** مسلمانوں کو چاہیئے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا تو اُس سے اور اللہ سے کچھ سروکار نہیں مگر (اس تدبیر سے) کسی طرح پر اُن (کی شرارت) سے بچنا چاہو تو خیر ۱۲ **ف**

ف اٹھائیسویں پارے کی سورہ ممتحنہ میں اِس کی زیادہ توضیح ہے۔ بظاہر ہم ہندوستان کے مسلمانوں کے حق میں یہ حکم سخت اور سخت ہونے کے علاوہ مضر بھی ہے کہ ہم غیر مذہب والوں کی رعیت ہیں اور اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم کی رُو سے ہم کو خیر خواہ اور وفادار رعیت بن کر رہنا ہے ہم غیر مذہب کے لوگوں میں ملے جلے بستے ہیں ہمارا اُن کا چولی دامن کا ساتھ ہے لین دین ہے ہم میں اُن میں طرح طرح کے تعلقات ہیں۔ اُن کے بدون ہم اور ہمارے بدون وہ رہ نہیں سکتے۔ اور لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا کے مطابق ہم کو خدا کی طرف سے فساد کی سخت مناہی ہے تو اگرچہ اس جگہ صراحت نہیں مگر قرآن کے دوسرے متعدد مقامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کافروں یعنی غیر مذہب کے لوگوں کے ساتھ دوستی کی ممانعت ایک حکم موقت تھا ملک داری اور ملک گیری کی مصلحتوں پر مبنی۔ یعنی جب اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی جارہی تھی غیر مذہب کے لوگوں نے لڑائی چھیڑ دی تھی ایسے وقت میں ضرور تھا کہ مسلمان غیر مذہب کے لوگوں کے ساتھ ساز نہ رکھیں اور مسلمانوں کی تدبیریں مخالفوں پر منکشف نہ ہوں ایسے انتظام اب بھی کرنے پڑتے ہیں یا دوستی سے دین کی دوستی مراد ہو تو ایسی دوستی تو مخالف مذہب کے لوگوں میں نہ ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے ۱۲

یا یوں کہو کہ اسلامی شریعۃ کے جتنے بھی اوامر و نواہی ہیں سب سر تا سر ہمارے ہی یعنی ہمارے یا ہمارے ابنائے جنس کے فائدے کے لیے ہیں بجز اس ایک مسئلہ سود کے کہ اس میں خیر یوں ہی سی ایک صورۃ تو فائدے کی دکھائی دیتی ہے باقی جتنی صورتیں ہیں سب میں ہمارا صریح مالی نقصان ہے۔ اس لیے کہ سود کا لین دین بھی ایک ذریعہ دولۃ کے بڑھانے کا، کما ھو ظاھر۔ تو جب سود کے لین دین کو منع فرما دیا تو اس کے یہی معنی ہیں کہ آمدنی کی ایک بابت کم ہوگئی ہم مسلمانانِ ہند کا حال یہ ہے کہ پچھلے سات سو برس ہندوستان کی سلطنۃ ہمارے قبضے میں رہی تو حکومۃ بھی تھی عزۃ بھی تھی دولۃ بھی تھی خوش حالی بھی تھی۔ شامتِ اعمال سے سلطنۃ ہاتھ سے نکل گئی تو سلطنۃ کے ساتھ حکومۃ عزۃ دولۃ خوش حالی کُل چیزیں جو وابستہ سلطنۃ تھیں رخصۃ ہوگئیں۔ پھر بھی اتنا غنیمۃ ہوا کہ ہماری جگہ انگریز بادشاہ ہوئے۔ ہم نے انگریزوں کا کچھ بگاڑا تو تھا ہی نہیں انھوں نے بھی ہمارے ساتھ کسی طرح کی بدسلوکی نہیں کی۔ بلکہ خدا کو مُونہ دکھانا ہے ہر صورۃ سے ہماری پرداخت اور پرورش کرنی چاہی اور کی۔ مگر ہم کو تو اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنی تھی۔ ہم آپ ہی آپ ان سے بگڑے رہے گدھے کو دیا نمک اُس نے کہا میری آنکھیں پھوڑیں۔ گریز اور وحشت اور نفرۃ اور اجنبیّت اور دوئی اور تیر ہیر کا نتیجہ یہ ہوا اور اس کے سوائے ہونا بھی کیا تھا کہ تیس کروڑ رعایا میں ہم مسلمان ہی حکومۃ اور عزۃ اور دولۃ اور خوش حالی کے اعتبار سے سب میں ہیٹے ہیں سلطنۃ تو اب کیا ملتی تھی ؎ کُلاہِ خسروی و تاجِ شاہی ٭ بہر کَل کے رسد حاشا و کلّا ٭ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۤءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاۤءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاۤءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاۤءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[1] ع دولۃ نہ ہر خدائے کس بجراف جن کی ہے اُن کو مبارک "چشمِ ما روشن دلِ ما شاد"۔ مگر سلطنۃ کے بعد جو کچھ ہے دولۃ ہے ؎ اے زر تو خدا نہ ولیکن بخدا ستّارِ عیوب قاضی الحاجاتی ٭ تو دولۃ کے کمانے کے پہلے سے زیادہ بہتیرے دروازے کھلے ہوئے ہیں ؎ خدا گر بحکمۃ بہ بندد درے کشاید بفضل و کرم دیگرے ٭ ان میں سے ایک سود کا لین دین بھی ہے اوروں کے لیے کھڑکی تو ہم جیسے کاہلوں۔ جاہلوں نالائقوں احمقوں۔ آرام طلبوں گھر گھسنوں۔ کم ہمتوں۔ ناشکروں۔ تقدیر اور توکّل کے بدنام کرنے والوں بے ہنروں۔ آپ اپنے پیروں پر کُلھاڑی مارنے والوں کے لیے پھاٹک۔ ہم یہ تو نہیں کہتے کہ سود کی ممانعۃ نے مسلمانوں کو بے دولۃ اور مفلس کر دیا۔ مگر مرتے کو مارے شاہ مدار۔ اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ ہونے میں تو کچھ کلام بھی نہیں۔ مشکل یہ ہے کہ خدا نے ہم کو عقل دی اور عقل ہی کی وجہ سے ہم کو اسلامی شریعۃ کی پابندی کا حکم دیا گیا۔ اور خدا قرآن میں جب جگہ ہم کو خطاب کر کے فرماتا بھی ہے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ اور اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ اور اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ۔ اور اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اور لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓىٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ٭ غرض اِدھر تو عقل کی ہدایۃ پر کاربند ہونا ہے اور وہ سود کی ممانعۃ کو ہماری مفلسی اور بے دولتی کا سبب قرار دیتی ہے اور اُدھر قرآن میں سود کی نسبت ایسا وعیدِ سخت نازل ہو کہ خدا کی پناہ۔ پس ان دو متضاد باتوں کو کیونکر جمع کیا جائے۔ خدا کی نسبت ایسا گمان بد کرنا بھی کفر ہے کہ اُس نے دینِ اسلام اس غرض سے جاری کیا ہے کہ مسلمان دولۃ جمع نہ کرنے پائیں اور اقوامِ معاصر کے مقابلے میں ذلیل و خوار ہو کر رہیں ٭

[1] تُو ہی جس کو چاہے سلطنت دے اور تُو ہی جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تُو ہی جس کو چاہے عزۃ دے اور تُو ہی جسے چاہے ذلت دے ہر طرح کی خیر و خوبی تیرے ہی ہاتھ میں ہے بے شک تُو ہر چیز پر قادر ہے ۱۲

ممکن نہیں کہ دین میں نیا نہ ہو دخیل	ایسا خیال کر نہیں سکتا کوئی عقیل
پروردگار جس کا نہیں ہے کوئی عدیل	کیوں چاہنے لگا کہ مسلماں ہیں ذلیل

عزۃ ہے سب خدا کی خدا کے رسول کی
پھر اُس کی جس نے دعوۃ ایماں قبول کی

وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ[۵۱]۔ منافعِ تجارۃ کو خدا نے قرآن میں اپنا فضل فرمایا ہے اور مال کو خیر۔ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ[۵۲]۔ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ[۵۳]۔ کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَکَ خَیْرَا نِ الْوَصِیَّۃُ لِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ بِالْمَعْرُوْفِ[۵۴]۔ وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ[۵۵]۔ ایسا کون سا بندۂ بشر ہے جو آسودہ زندگی کرنی نہیں چاہتا۔ ہم تو سب کو رات دن اسی میں غلطاں پیچاں پاتے ہیں اور یہ عقلاً شرعاً عرفاً کوئی الزام کی بات نہیں۔ الزام کی بات اگر ہے تو یہ ہے کہ آدمی کسبِ معاش میں اپنے ابنائے جنس میں سے کسی کو نقصان پونہچائے کہ اُس سے امن میں خلل پڑتا اور شیرازۂ تمدّن درہم و برہم ہوتا ہے۔ معاملات میں بھی اسلامی شریعۃ نے اپنے عام اُصول کو ملحوظ رکھ کر یہی حکم دیا کہ کوئی سا معاملہ بھی ہو اُس میں کسی طرح کا دھوکا نہ ہو۔ فریب نہ ہو۔ جس سے معاملہ کیا جائے اُس کی کسی طرح کی حق تلفی نہ ہو۔ جبر نہ ہو۔ سختی نہ ہو۔ غرض فریقین اچھّی طرح سوچ سمجھ کر خوشی رضامندی سے معاملہ کریں۔ وہ جو کہتے ہیں "تانت باجی راگ پایا" سورۂ بقرہ کا اُنتالیسواں رکوع يٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ الی اٰخرہٖ[۵۶] پڑھو تو معلوم ہو کہ ہمارے باہمی معاملات میں خدا کس درجے کی صفائی اور راستی چاہتا ہے۔ اب ہم سودی معاملات کو اِس کسوٹی پر کس کر دیکھتے ہیں تو اِن میں کسی طرح کی قباحۃ نہیں پاتے ایک شخص کو روپے کی ضرورۃ ہے اور روپے کے بدون اُس کا کام اٹکا ہوا ہے۔ اور وہ ہم سے قرض مانگتا ہے۔ ہم اِس خیال سے کہ میعادِ قرض تک اِس روپے کو کسی سودمند کام میں مشغول رکھ کر اُس سے فائدہ کما سکتے ہیں اُس فائدے کے عوض میں گیرندۂ قرض سے سود کا ٹھہراؤ کر لیں تو اِس میں کون سا اخلاقی گناہ ہے۔ ہم نے وقت پر اُس کا کام نکال دیا۔ حساب دوستاں دردل۔ اُس نے سود کو کاربراری کا۔ ہم نے اُس فائدے کا جو ہم کو اُس روپے سے حاصل ہوتا معاوضہ سمجھا۔ اپنی اپنی جگہ دونوں خوش دونوں راضی رضا۔ بے شک اگر ہم اُس کو بے سود قرض دے دیتے جس کو عرفِ عام میں قرضِ حَسَنا کہتے ہیں تو بڑی فیاضی اور مروّت کی بات ہوتی لیکن شریعۃ ہم کو اِس بات پر مجبور نہیں کرتی کہ کوئی ہم سے قرض مانگے اور ہمارے ہاتھ تلے روپیہ ہو تو ہم ضرور اُس کو قرض دے دیں نہ وہی شریعۃ ہم کو قرضِ حسنا دینے پر کبھی مجبور کر سکتی ہے۔ بے سودی قرضہ دینے پر مجبور کرنے کا ضروری نتیجہ یہ ہوگا کہ مال دار لوگ قرضہ

[۵۱] حالانکہ (اصلی) عزۃ اللہ کی اور اُس کے رسول کی اور مسلمانوں کی ہے مگر منافق (اِس بات سے) واقف نہیں ۱۲ [۵۲] (حج کے شمول میں) تم (مسلمان) اپنے پروردگار کا فضل (مثلاً تجارۃ سے کوئی مالی فائدہ) حاصل کرنا چاہو تو (اِس میں) تم پر کچھ گناہ نہیں ۱۲ [۵۳] پھر جب نماز (جمعہ) ہو چکے تو (مسلمانو!) تم کو اختیار ہے کہ اپنی اپنی راہ لو اور خدا کے فضل (یعنی معاش) کی جستجو میں لگ جاؤ ۱۲ [۵۴] (مسلمانو!) تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کے سامنے موت آموجود ہو (اور) وہ کچھ مال چھوڑنے والا ہو تو ماں باپ اور رشتے داروں کے لیے واجبی طور پر وصیت کر مرے ۱۲ [۵۵] اور وہ (یعنی آدمی) مال کی محبت میں بڑا سخت ہے ۱۲ [۵۶] یہ پورا رکوع مع ترجمہ حقوقِ اہلِ معاملہ

[۵۶] ادھار کے لین دین کے عنوان میں گزر چکا ہے۔ وہاں ملاحظہ ہو ۱۲

دوسرے ادیان کے رخنے اُن کی آنکھ کا ناخنہ ہیں تو یہ سود کا مسئلہ اسلام کی آنکھ کا ٹینٹ ہے۔ قرآن میں تو مسلمانوں کو صرف سود لینے کی مناہی ہے۔ اتنی مناہی نے بھی مسلمانوں کو معتدبہ نقصان پونہچایا کہ جس کے پاس بزرگوں کی متروکہ دولۃ تھی کچھ اور نہ کرتا تو سود ہی کے ذریعے سے اُس کو بڑھاتا۔ شرعی ممانعۃ نے اُس کو یہ بھی نہ کرنے دیا۔ سود لینے کی ممانعۃ تو دولتمند مسلمانوں پر اثر کر سکتی ہے اور وہ ہماری قوم میں پہلے ہی سے کم ہیں۔ اس سے بڑھ کر تو حضرۃ جابر رضہ کی وہ حدیث ہے جس میں لینے والے دینے والے دلوانے والے سودی دستاویز کے لکھنے والے گواہ سب کو ایک لاٹھی سے ہانکا گیا ہے۔ مگر جو حال نا ممکن التعمیل احکام کا ہمیشہ سے ہوا کیا ہے اور ہونا چاہیئے وہی حال اسلامی سودی ممانعۃ کا ہے کہ کوئی مسلمان شاذ ان پر عمل کرتا ہے اور نہ کر سکتا ہے۔ اس سے بڑھ کر حکم شریعۃ کی بے حرمتی اور کیا ہو گی کہ کتابت باآں شور اشوری اور عمل باایں بے نمکی۔ ہم میں سے کسی قدر خوش حالی ہے تو تجارۃ پیشہ لوگوں میں ہے اور تاجر بھی وہ تاجر جو ولایت سے مال منگواتے ہیں۔ آج سود کا لین دین بند کر دو ساری تجارۃ چوپٹ۔ انسانی فطرۃ اور اسلامی شریعۃ کی سہولۃ کے ساتھ ممانعتِ سود کی سختی پر نظر کرتے ہیں تو سوائے اس کے اور کوئی پہلو سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم ممانعتِ سود کی کوئی ایسی توجیہ کریں کہ سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ ایک متبادر اور پیش پا افتاد توجیہ تو یہ ہے کہ ہم سود خوار لوگوں کے نرغے میں ہیں ہم کو چار و ناچار نامسلم لوگوں میں محکوم نصاریٰ ہو کر رہنا ہے۔ مسلمانوں کی بے مقدرتی اُن کو مجبور کرتی ہے کہ سود خوار نامسلموں سے قرض لیں اور قرض کا قاعدہ ہے کہ لیا جاتا ہے منت سے خوشامد سے اور ادا کیا جاتا ہے نکتوڑوں سے۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎ مدہ مردوستاں را قرض حبۃ ٭ فانّ القرض مقراض المحبۃ ٭ اکثر انجام یہ ہوتا ہے کہ دعوے دائر ہوتے ہیں خرچے سمیت اصل و سود کی ڈگری۔ تعمیل نہ کرو تو گھر سے نکل باہر ہو۔ حکم حاکم مرگ مفاجاۃ اضطرار اور شرعی ممانعۃ کے دوہرے دوہرے شکنجوں سے بچے رہنے کی سب سے آسان تدبیر جو سوجھ پڑتی ہے وہ یہی ہے کہ ہم اپنی خاص حالۃ کی وجہ سے اپنے تئیں حکم ممانعتِ سود کا مامور بہ اور مخاطب ہی قرار نہ دیں۔ یہ اُس سے بدرجہا بہتر ہو گا کہ مامور بہ اور مخاطب بن کر بیباکی اور شوخ چشمی کے ساتھ خلاف حکم کریں۔ معتقدات اور عبادات کے علاوہ معاملات کا ایسا اڑنگا ہمارے پیچھے لگا ہے کہ ہم حکم شرع کی تعمیل کرنا چاہیں بھی تو کر نہیں سکتے۔ ایک بات ہو تو کہی جائے۔ رجم زانی قطع یدِ سارق۔ مسلمان کے مقابلے میں نامسلم کی شہادۃ۔ میعادِ سماعت۔ حدود۔ کتنے احکام شرعی ہیں کہ انگریزی عملداری میں معطل ہیں۔ قانون شریعۃ کو جگہ جگہ سے دیمک چاٹ گئی ہے۔ اب نہ ہندوستان میں پورا اسلام ہے اور نہ ہم پورے مسلمان ہیں۔ اسلام کا بڑا حصہ تو ہم نے اپنی بدکرداریوں سے چھوڑا کچھ انگریزوں نے لیا اور جو باقی بچا تھا ہمارے ہی مولوی اُس کے لینے کے درپے ہیں۔ ہماری بےبہریوں اور کمزوریوں پر تو نظر کرتے نہیں، بات بات میں کافر بنانے کو موجود اب یہی سود کا مسئلہ ہے کہ اس میں تاویل اور توجیہ کی بہتیری ہی گنجایش ہے مگر گنجایش نکالیں نہ نکالیں مولوی مولویوں کو تو ایسی باتوں کی طرف مطلق توجہ نہیں، مسلمانوں کے درد کی ذرا پروا نہیں۔ اس لیے کہ جب تک دنیا میں "چو احمق درجہاں باقی ست مفلس کس نہ میماند" کا کلیہ قاعدہ جاری ہے۔ مولویوں کی اپنی معاش گویا بیمہ شدہ ہے۔ سود کے مسئلے میں غور کرے ان کی بلا ؎ بسختی اگر دیگرے شد ہلاک ٭ مرا ہست کشتی ز طوفاں چہ باک ٭ ورنہ سود کے متعلق جو مواد

ہم نے جمع کیا ہے اُس سے ظاہر ہے کہ اس مسئلے میں مجالِ کلام وسیع ہے۔ اس کی مزید توضیح یہ ہے کہ قرآن جیسا کہ وہ اب مجلد بین الدفتین ہم لوگوں کے پاس ہے سارے کا سارا ایک دم سے نازل نہیں ہوا۔ پیغمبر صاحب عام الفیل میں دوشنبے کے دن بارھویں ربیع الاول سنہ ۴۲ کسری کو شہر مکہ میں پیدا ہوئے اور وہیں رہے مگر آدمی تھے خلقۃً نیک نہاد اس لیے کہ خدا اُن کو پیغمبری کے لیے منتخب فرما چکا تھا اُن کی طبیعۃ اپنے ہی رشتہ داروں اور کنبے والوں سے میل نہیں کھاتی تھی کہ وہ تھے بُت پرست اور ان کو شروع سے از خود بے کسی کی تعلیم کے بُت پرستی اور اُس کے لوازم سے طبعی نفرۃ تھی۔ عمر کے ساتھ ساتھ دینِ حق کا شوق ترقی کرتا گیا۔ جوں جوں عطارِ خدمتِ پیغمبری کا وقت قریب آتا جاتا تھا ان کی حالۃ دگرگوں ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ سب سے کنارہ کشی اختیار کرکے مکّے سے تین میل کے فاصلے پر حرا پہاڑ کی کھوہ میں اکیلے بیٹھ کر خدا کی یاد میں مستغرق رہنے لگے۔ اسی حال میں تھے کہ خدا کا فرشتہ جبرئیل پہلی وحی خدا کے پاس سے لایا اور باقاعدہ ان کو پیغمبر بنا کر چلا گیا۔ اس وقت ان کی عمر چالیس سال سات مہینے کی تھی۔ اور وہ پہلی وحی سورۂ علق کی پہلی پانچ آیتیں تھیں یعنی اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ۔ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔[1] اس کے بعد سے وحی کا سلسلہ جاری ہوا جب جب خدا کو منظور ہوتا متفرق آیتیں نازل ہوتیں اور پیغمبر صاحب اُن کو مناسب طور پر لکھوالتے اور جمع کرتے جاتے۔ پیغمبری کی حالۃ میں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم تئیس سال سات مہینے کم تئیس سال زندہ رہے اور وقتاً فوقتاً وحی آتی رہی۔ وحی کسی جگہ یا وقت یا مقدار کی پابند نہ تھی مکّے میں اور ہجرۃ کے بعد مدینے میں سفر میں اقامۃ میں دن کو رات کو جلوۃ میں خلوۃ میں وحی نازل ہوا کی اور پیغمبر صاحب کی زندگی میں قرآن جیسا کہ ہے بے کم و کاست جمع ہو گیا۔ قرآن کو تو ایسا سمجھو جیسے مثلاً بلا تشبیہ مجموعۂ قوانینِ تعزیرات ہند کہ اس میں ہر ایک جرم کے لیے ایک انتہائی سزا لکھی ہے۔ لیکن صرف اتنی بات سے کہ ہر ایک جرم کی سزا مقرر کر دی عملاً قانون کا مدعا پورا نہیں ہوتا۔ مُجرم کے مقابلے میں مقدمہ چلانا ہے۔ اُس سے جواب لینا ہے۔ سُولی کے چور کو سُولی تو نہیں دی جاتی۔ باندازۂ جرم ہر ایک مجرم کی سزا تجویز کرنی ہے۔ پھر سزا کی تعمیل کرانی ہے۔ ان سب باتوں کے لیے پولیس ہے۔ پولیس کا قانون ہے ضابطہ فوجداری ہے۔ عدالت ہے مجسٹریٹ ہے پھر آخر میں جیلخانہ ہے۔ جیلخانے کا قانون ہے۔ اسی طرح قرآن تو ہر ایک حق کے متعلق چاہے وہ حق خدا کا ہو یا کسی بندے کا۔ تم کو تمھارا فرض بتا دے گا مثلاً یہ کہ خدا کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ بندے اُس کی عبادۃ کریں یعنی مثلاً نماز پڑھیں تو قرآن اتنا ہی حکم دے گا کہ نماز پڑھو۔ کیونکر پڑھو یہ بتانا پیغمبر کا کام ہے۔ یعنی تعزیرات ہند کی جگہ قرآن ہے تو ضابطۂ فوجداری کی جگہ حدیث مجسٹریٹ کی جگہ قاضی یا حاکم وقت یا مفتی۔ ہم نے جہاں پیغمبر صاحب کے حقوق لکھے ہیں وہاں صاف صاف بتا دیا ہے کہ پیغمبر صاحب کو وضعِ شرائع میں کہاں تک دخل تھا۔ وہ نصِ قرآنی کے خلاف حکم دینے کے مجاز نہ تھے۔ ہاں اس کے شارح و مفسر تھے اس کی تعمیل کا طریقہ بتلانے والے تھے۔ وہ اسلام کی غرض و غایۃ کو سب سے بہتر سمجھتے تھے اور اسلامی اُصول کی رعایۃ سے مسلمانوں کی

[1] (اے پیغمبر قرآن جو وقتاً فوقتاً تم پر نازل ہوگا اُس کو) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھ چلو جس نے (مخلوقات کو) پیدا کیا (جس نے) آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے بنایا (قرآن) پڑھ چلو اور خدا پر بھروسا رکھو کہ تمھارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے (آدمی کو) قلم کے ذریعے سے علم سکھایا (اُس نے وحی کے ذریعے سے بھی) انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو اُس کو معلوم نہ تھیں۔

تاویب کے قاعدے قرار دیتے تھے جن سے قرآن ساکت تھا۔ یہ ہیں معنی وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ[۱] کے۔ اور احکامِ حدیث کے واجب العمل ہونے کی بھی یہی سند ہے۔ پھر اَلْعَالَمُ مُتَغَيِّرٌ۔ ایسا سچا کلیہ ہے کہ ہر وقت ہر جگہ ہر چیز سے اس کی تصدیق ہوتی رہتی ہے۔ اور سب سے زیادہ تغیر پذیر خود انسان کا حال ہے۔ شخصی تغیرات سے قطع نظر نوعی تغیرات پر نظر کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ انسان زمانے کے ساتھ ساتھ تمدن میں بے حد ترقی کر رہا ہے۔ زیادہ نہیں اب سے ایک ہی ہزار برس پہلے کے لوگوں کے حالات کو زمانِ حال کے لوگوں کے حالات سے مقابلہ کر کے دیکھو تو غذا، لباس، مکانات، مشاغل، عادات، معاملات، رسم و راہ، ساز و سامانِ زندگی ہر چیز کو بدلا ہوا پاؤ گے۔ با ایں ہمہ فطرۃِ انسانی ایک چیز ہے جو نہ بدلی ہے اور نہ بدلے گی فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ[۱]۔ اور چونکہ فطرۃ انسانی تبدیل پذیر نہیں اسی لیے دینِ اسلام بھی جو مبنی بر فطرۃ ہے تبدیل پذیر نہیں۔ یہ ہے پیغمبر صاحب کے خاتم النبیین ہونے کا سبب مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَٰكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا[۲]۔ پیغمبر صاحب کا خاتم النبیین ہونا اور قرآن کا ابدی قانون ہونا دونوں کا مآل واحد ہے۔ اس رُوداد سے ظاہر ہے کہ قرآن مجموعہ ہے اُصولِ احکام کا۔ اب اگر معاملے کی کوئی جزئی صورۃ پیش آئے تو ہم پہلے رجوع کریں گے قرآن کی طرف۔ قرآن میں وہی جزئی صورۃ مذکور ہو گی تو قرآن کی ہدایۃ پر عمل کرنا ہو گا۔ قرآن کے بعد ہم رجوع کریں گے حدیث کی طرف۔ قرآن و حدیث دونوں اُس جزئی خاص سے ساکت ہوں گے تو ہم پہلے قرآن میں پھر حدیث میں اس کا مقیس علیہ تلاش کریں گے۔ اسی کا نام ہے اجتہاد۔ لیکن مقیس علیہ کے ٹھیرانے کو چاہیے وسعتِ معلومات، جستجو، عقل کی رسائی، غور و فکر۔ اور چونکہ اتنی ساری لیاقت ہزاروں کیا لاکھوں میں کسی ایک آدھ کو ہوا کرتی ہے۔ آغازِ اسلام سے اس وقت تک صرف چار مجتہد اسلامی دنیا میں مانے گئے ہیں۔ امام ابو حنیفہ[۳]۔ امام شافعی[۴]۔ امام مالک[۵]۔ امام حنبل[۶]۔ ان کے بعد سے نہ کسی نے اجتہاد کا دعوےٰ کیا اور نہ کوئی مجتہد تسلیم کیا گیا۔ کچھ تو اس وجہ سے کہ موادِ شریعۃ جس قدر ائمۂ اربعہ کے زمانے تک جمع ہو چکا تھا مسلمانوں کی دینی دنیاوی ضرورتوں کے لیے کافی سمجھا گیا یعنی اسلام کی ترقی ایک حد پر پہنچ کر ٹھیر گئی تھی۔ اور نئی صورتیں پیش نہیں آتی تھیں جن کے لیے جدید اجتہاد کی ضرورۃ ہو وہی پچھلی باتیں لوٹ پھر کر واقع ہوتی رہتی تھیں جن کے احکام معلوم تھے۔ علاوہ بریں اجتہاد کے بند ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اجتہاد کے لیے ایسی سخت قیدیں لگا دی ہیں کہ کسی کو دعوےٰ اجتہاد کا حوصلہ نہیں پڑتا۔ اور بعض نے ہضمًا للنفس اجتہاد کا دعوےٰ نہ کیا ہو تو اس میں بھی کچھ تعجب نہیں۔ کہنے کو تو اجتہاد مدتوں سے بند ہے۔ مگر ہمارے نزدیک نہ وہ بند ہوا اور نہ بند ہو سکتا ہے۔ ہر ایک مولوی جس سے فتوے طلب کیا جاتا ہے اور وہ فتوے دیتا ہے۔ بجائے خود

۱ہ یہ خدا کی (بنائی ہوئی) سرشت ہے جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے خدا کی (بنائی ہوئی) بناوٹ میں ردّ و بدل نہیں ہو سکتا یہی دین (کا) سیدھا (رستہ) ہے مگر اکثر لوگ نہیں سمجھتے ۱۲ ۲ہ (مسلمانو!) محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں (تو زید کے کیوں ہوں) وہ تو اللہ کے رسول ہیں اور (خاتم النبیین) نبیوں کی مُہر کی طرح سب پیغمبروں کے آخر میں ہیں اور اللہ تمام چیزوں (کے حال) سے واقف ہے ۱۲ ۳ہ ۸۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں سلخ ماہ رجب روز جمعہ کو وفات پائی ۱۲ ۴ہ امام مالک رحمہ اللہ ۹۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ ہجری میں انتقال کیا ۱۲ ۵ہ آپ غزہ میں ۱۵۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۲۰۴ھ میں وفات پائی ۱۲ ۶ہ ۱۶۴ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۲۴۱ھ ہجری میں انتقال فرمایا ۱۲

مجتہد ہو۔ اور مولوی پر کیا موقوف ہو اِستَفتِ قَلبَکَ کی رُو سے ہر شخص مجتہد ہو اسی بنا پر ہم سود کی تحقیقات کرنا چاہتے ہیں تو سود دو قسم کا ہو ایک نقد کا سود دوسرے جنس کا سود جنس کے سود سے تو ہم بعد کو بحث کریں گے۔ نقد کا سود یہی متعارف سود ہو کہ زید نے مثلاً خالد سے ایک ہزار روپے اس اقرار سے قرض لیے کہ چھے مہینے میں یکمشت یا باقساط تمھارے ایک ہزار روپے ادا کر دوں گا اور ایک روپیہ سیکڑہ ماہانہ کے حساب سے سُود دوں گا سو الگ۔ اِس میں کچھ کلام نہیں کہ قرآن میں ایسے ہی سود کی مناہی ہو لیکن اس میں اشتباہ یہ واقع ہو کہ قرآن میں ایک جگہ تو اَضعَافاً مُّضَاعَفَۃً یعنی سود در سود کی مناہی ہو اور دوسری جگہ مطلق سُود کی تو جس صورۃ میں مطلق سود منع تھا سود در سود بدرجہ اَولےٰ منع ہوگا۔ اِس کے لیے حکمِ خاص کی کیا ضرورۃ تھی یہ اشتباہ تو امام رازی کی تفسیر سے رفع ہو جاتا ہو وہ لکھتے ہیں کہ عرب کے لوگوں میں صرف سود در سود کا رواج تھا۔ اِس سے صاف ثابت ہوتا ہو کہ قرآن میں جہاں مطلق سود کی مناہی ہے وہاں بھی سود سے سود در سود مراد ہو اور چونکہ مطلق سود کو الربٰو معرّف باللّام فرمایا ہے نحو کے قاعدے سے وہی ربٰو سمجھا جائے گا معہود فی الذہن جو عرب میں مروّج تھا۔ اس توجیہ کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ سود میں قرض لینے والے کا تھوڑا بہت نقصان تو ہے کہ لیے ہزار اور دینے پڑے مثلاً ساڑھے دس سو۔ مگر اس نے کم سے کم اتنا تو فائدہ اُٹھایا کہ وقت پر اُس کا کام اٹکا نہ رہا۔ اور دوسرے ایک حساب سے اُس نے روپے والے کا نقصان کیا کہ خدا جانے وہ اُس روپے سے کیا کچھ کما لیتا پس لینے والے کے فائدے کا معاوضہ سمجھو تو اور دینے والے کے نقصان کا معاوضہ سمجھو تو سود کے معاملے میں کسی طرح کا اخلاقی گناہ تو سمجھ میں نہیں آتا پھر جو سُود کے بارے میں ایسا سخت وعید قرآن میں ہے کیوں ہو۔ ہو نہ ہو وہ وعید سخت سود در سود کے بارے میں ہے کہ سود در سود آخر کار قرض لینے والے کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ اِس سے بڑھ کر اور اخلاقی گناہ کیا ہو سکتا ہو۔ اگر خدا نے کسی کو مقدور دیا ہے تو اخلاق کی رُو سے اُس پر اُس کے حاجتمند ابنائے جنس کا کچھ حق بھی ہے اَحسِن کَمَا اَحسَنَ اللّٰہُ اِلَیکَ اعلیٰ درجے کی نیکی تو یہ تھی کہ وہ تبرّع کے طور پر حاجتمند بھائی کی کارروائی کر دیتا ؎ برآوردنِ کارِ امیدوار ॥ بہ از قیدِ بندی شکستن ہزار ॥ یہ نہ کر سکا تو خیر قرضِ حسنا دیتا یہ بھی نہ کر سکا تو جہاں تک ہوتا ہلکے سود پر قرض دیتا۔ ایسی خود غرضی بھی کس کام کی کہ آدمی اپنے جیسے آدمی کا خون چُوس کر اپنی پیاس بجھائے اور پیاس بھی مستسقی کی پیاس جس کسی کو خدا نے دولت دی راحت رسانیِ خلائق کے لیے دی ہے نہ لوگوں کی ایذا دہی کے لیے کہ اُن کا ذرا سا کام نکال کر اُن کو ساری عمر اپنا کنو نڈا بنائے رہے۔ سُود کے بارے میں دوسری وجہ اشتباہ یہ ہے کہ سب سے آخری وحی جو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ یہی حرمت ربٰو ہو اور عبد اللہ بن عباسؓ اس کی تصدیق کرتے ہیں جن کے حق میں پیغمبر صاحب نے دعا کی تھی اَللّٰھُمَّ عَلِّمہُ الکِتَابَ[1] اور اسی لیے عبد اللہ بن عباس کی تفسیر سب تفسیروں سے زیادہ معتبر مانی جاتی ہے۔ علاوہ بریں حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی جو سایے کی طرح پیغمبر صاحب کے ساتھ رہتے تھے فرماتے ہیں کہ حرمتِ ربٰو پیغمبر صاحب کی حیات کے ایسے آخری زمانے میں نازل ہوئی کہ ہم میں سے کسی کو ربٰو کے بارے میں پیغمبر صاحب سے پوچھنے اور دریافت کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ یہ بات حضرۃ عمرؓ نے ضرور کسی ایسے موقع پر فرمائی ہوگی کہ کسی نے ربٰو کے بارے میں کچھ اشتباہ ظاہر کیا ہوگا اُس کے جواب میں حضرۃ عمرؓ نے ایسا فرمایا۔ اس سے یہ بات نکلی کہ صحابہ رضوان اللہ

[1] خداوندا اسے علم کتاب (قرآن) عطا کر ۱۲

علیہم کو بھی ربوٰ کے بارے میں اشتباہات تھے اور عجب نہیں کہ وہ اشتباہات اسی طرح کے ہوں جن کی تھوڑی تصریح ہم اوپر کر چکے ہیں۔ پھر ایک حدیث عبادہ بن صامت اور معاویہ کے اختلاف کی ہے غرض سود کا مسئلہ جیسا صحابہ کے وقت میں مشتبہ اور ناصاف تھا ویسا ہی اب تک مشتبہ اور ناصاف چلا جاتا ہے۔ ہم کو دوسرے ملکوں کے علماء کا حال معلوم نہیں کہ وہ کیا فرماتے ہیں مگر سود کا لین دین عموم بلوے کی حد کو پہنچ گیا ہے۔ سب کے ہاں بنکیں یعنی مہاجنی کوٹھیاں ہیں سب کا لین دین یورپ اور امریکہ اور چین اور جاپان کے ساتھ برابر جاری ہے بنکوں کا ہونا اور نامسلموں کے ساتھ تجارۃ کا کرنا سود کے لین دین کے بدون ہو ہی نہیں سکتا۔ پس ہم تو ایسا ہی خیال کرتے ہیں کہ دنیا بھر کے مسلمان ہم مسلمانانِ ہند کی طرح سود کے لین دین پر مجبور ہیں۔ اکثر نے تو ممانعتِ سود کو ناممکن التعمیل سمجھ کر حکم خدا کی طرف سے کان بہرے اور آنکھیں اندھی کر لی ہیں اور حلال طیّب سمجھ کر سود لیتے بھی ہیں دیتے بھی ہیں۔ بعض جن کو دین و مذہب کا بھی کچھ خیال ہے شرعی حیلے تصنیف کرتے ہیں جو ہمارے نزدیک سود کے لین دین سے بدتر ہیں۔ کیونکہ حیلہ بنانا صاف خدا کو دھوکا دینا ہے یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَھُوَ خَادِعُھُمْ ہم نے اسی سود کے بارے میں حیلۂ شرعی کی ایک مثال سُنی جس کے بیان کرنے میں بھی طبیعت مضایقہ کرتی ہے۔ وہ مثال یہ تھی کہ ایک حیلہ گر نے سودی روپیہ قرض دیا۔ روپیہ ٹاٹ کی چار پیسے کی تھیلی میں تھا۔ سود کو تھیلی کی فرضی قیمت قرار دیا اور فی زعمہٖ سود کو حلال کر لیا۔ ہمارے ان آخری وقتوں میں دو عالم بڑے زبردست ہو گزرے ہیں مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی اور مولانا عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہما۔ دونوں نے ہندوستان کو انگریزی عملداری کی حالۃ میں دار الحرب قرار دے کر انگریزوں سے تو سود لینے کو جائز بتایا اور دوسرے نامسلم رعایا سے ناجائز۔ انگریزوں سے جائز اس لیے کہ وہ کافر ہیں اور اُن کا مال جس طرح پر بھی ہو مسلمان کو لینا روا ہے۔ دوسرے نامسلموں سے ناجائز اس لیے کہ وہ انگریزی عملداری سے پہلے ہماری پناہ میں تھے اور ذمّی ہیں۔ ہم ان بزرگوں کے فتووں کے حق میں اس کے سوائے اَور کیا کہہ سکتے ہیں کہ ہم ان کی عجیب منطق کو نہیں سمجھ سکتے۔ ستم ہے کہ ہندوستان چند فروعی احکامِ اسلام کے انگریزی عملداری میں معطّل ہونے کی وجہ سے جو لوازم حکومۃ تھے دار الحرب ہو جائے اور جس آزادی سے مسلمان نماز روزہ حج زکوٰۃ ارکانِ اسلام بجا لا رہے ہیں اُن کا کچھ لحاظ نہ کیا جائے۔ دونوں مولوی صاحبوں نے لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ اور ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ کی مطلق پروا نہیں کی۔ اگر یہی اسلامی تعلیم ہے تو اسلام کو ہدفِ اعتراضات بنانا ہے۔ نامسلم رعایائے انگریزی کو اپنا ذمّی کہنا سب سے زیادہ عجیب اور قابلِ مضحکہ ہے۔ سودِ نقد کے بارے میں ہمارا اتنا لکھنا بس کرتا ہے۔ اب رہ گیا سودِ جنس۔ اس کو ہم نے بہت سوچ بچار کے بعد یہی سمجھا ہے کہ ایسے مواقع میں احتمالِ غالب ہے کہ متعاقدین میں سے ایک کو یا دونوں کو دھوکا ہو۔ سدِّباب فتنہ کے لیے اس کو بھی ربوٰ فرما دیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ ایسا معاملہ ہی کیوں کرو جس سے احتمالِ فساد ہو۔

حقوق عامۂ عباد

صلح وسازگاری

۱ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرۃ ع ۲۸ پارہ ۲)

اور (مسلمانو!) اپنی بیہودہ قسموں (کے حیلے) سے خدا کو (یعنی اُس کے نام کو) لوگوں کے ساتھ سلوک کرنے اور پرہیزگاری رکھنے اور لوگوں میں ملاپ کرانے کا مانع (و مزاحم) نہ ٹھیراؤ اور اللہ سنتا (اور) جانتا ہے ف۱

۲ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ط وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (النساء ع ۱۷ پارہ ۵)

اُن (منافق) لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں نیکی (کا تو نام) نہیں مگر (ہاں) جو خیرات یا کسی اور نیک کام یا لوگوں میں میل ملاپ کی صلاح دے (یہ البتہ نیکی ہے) اور جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ایسے (نیک) کام کرے گا تو ہم (قیامت کے دن) اُس کو بڑا ثواب عطا فرمائیں گے۔

۳ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ط قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ج فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (انفال ع ۱ پارہ ۹)

(اے پیغمبر مسلمان سپاہی) تم سے مالِ غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں (تو اُن سے) کہہ دو کہ مالِ غنیمت تو اللہ اور رسول کا ہے تو تم لوگ (مالِ غنیمت کی تقسیم میں جھگڑا نہ کرو اور (خدا کے غضب) سے ڈرو اور اپنا باہمی معاملہ ٹھیک رکھو اور اگر تم (سچے) مسلمان ہو تو اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانو ف۲

ف۱ اس کا فائدہ حصہ اول حقوق اللہ کے عنوان خدا کی قسم کھانے کی ممانعت میں گزر چکا الکتاف مطلب کے لیے وہ فائدہ دیکھو ۱۲ ف۲ جنگِ بدر کے بعد جو مسلمانوں کا پہلا جہاد تھا تقسیمِ مالِ غنیمت کے وقت مسلمانوں میں ایک دوسرے سے ایک طرح کی بدگمانی پیدا ہو گئی تھی کہ ہر شخص اپنے آپ کو زیادہ کا مستحق سمجھتا تھا اس واسطے کہ اُس نے اپنے زعم میں زیادہ کوشش کی تھی سو خدا نے سمجھا دیا کہ یہ فتح جو تم کو نصیب ہوئی یا مالِ غنیمت ہاتھ آیا یہ تمہاری کوششوں کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ نِرا خدا کا فضل ہے اور مالِ غنیمت سارے کا سارا اللہ اور اُس کے رسول کا ہے جس کو جتنا دیا جائے خوش دلی سے لو اور خدا رسول کا انعام سمجھو ۱۲

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝ (ہود ع ۸۔ پارہ ۔۱۲)	(شعیب نے اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہوئے یہ بھی) کہا بھائیو بھلا دیکھو تو سہی اگر میں اپنے پروردگار کے کھلے رستے پر ہوں اور وہ مجھکو اپنے (فضل) سے عمدہ (یعنی حق حلال) روزی دیتا ہو تو کیا اس طریقے کو چھوڑ کر تمہاری طرح حرام کی کمائی کھانے لگوں) اور میں (ہرگز) نہیں چاہتا کہ جس (کام کے کرنے) سے تم کو منع کرتا ہوں تمہارے برعکس آپ اُس کو کرنے لگوں میں تو اپنے حتی المقدور (لوگوں میں معاملے کی) اصلاح چاہتا ہوں اور بس اور (اس ارادے میں) میرا کامیاب ہونا تو بس خدا ہی کی (تائید) سے ہو سکتا ہے میں تو اُسی پر بھروسا رکھتا اور اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔
وَاِنْ طَاۗىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَي الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْۗءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَاۗءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (حجرات ع ۱۔ پارہ ۔ ۲۶)	اور اگر (تم) مسلمانوں کے دو فرقے آپس میں لڑ پڑیں تو اُن میں صلح کرا دو پھر اگر اُن میں کا ایک (فرقہ) دوسرے پر زیادتی کرے تو جو زیادتی کرتا ہے (تم بھی) اُس سے لڑو یہاں تک کہ وہ حکم خدا کی طرف رجوع لائے — پھر جب رجوع لے آئے تو فریقین میں برابری کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کو ملحوظ رکھو بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے مسلمان تو بس (آپس میں بھائی) بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں میل جول کرا دیا کرو اور (خدا کے غضب) سے ڈرتے رہو تاکہ (خدا کی طرف سے) تم پر رحم کیا جائے۔

بھلی باتوں کا حکم اور بری باتوں سے منع کرنا

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ	اور (مسلمانو!) تم میں ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہیئے جو (لوگوں کو) نیک کاموں کی طرف بلائیں اور اچھے کام (کرنے) کو کہیں اور

ع حضرت شعیب کی قوم شرک اور بُت پرستی اور اقسام فسادات کے علاوہ ماپ اور تول میں کمی کرتی تھی یعنی جب لوگوں کو کوئی چیز ماپ کر یا تول کر دیتے تھے تو کم دیتے تھے شعیب علیہ السلام نے اسی کو حرام کی کمائی فرمایا ہمارے یہاں بھی بعض لوگ تولتے وقت ڈنڈی مارتے باٹ کم رکھتے یا کسی اور وجہ سے تولنے میں چالاکی کرتے ہیں اسی طرح کپڑا ماپتے وقت چٹکی سے کپڑے کو بڑھاتے یا زیادہ کھینچ لیتے ہیں انہیں اس مضمون سے عبرت پکڑنی چاہیئے ۱۲

الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ (آل عمران ع ۱۱ پارہ ۴)	بُرے کاموں سے منع کریں اور آخرۃ میں ایسے ہی لوگ اپنی مراد کو پہنچیں گے
كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ۗ وَلَوْ اٰمَنَ أَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُونَ ۝ (آل عمران ع ۱۲)	لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے جس قدر اُمتیں پیدا ہوئیں اُن میں تم (مسلمان) سب سے بہتر ہو کہ اچھے (کام کرنے) کو کہتے اور بُرے (کاموں) سے منع کرتے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر (اسی طرح) اہلِ کتاب (بھی سب کے سب) ایمان لے آتے تو اُن کے حق میں بہتر تھا مگر اُن میں سے تھوڑے ایمان لائے اور اُن میں اکثر نافرمان ہیں۔
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ ٭ (مسلم)	ابو سعید خدری جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا لوگو! تم میں جو کوئی نامشروع بات دیکھے تو بن پڑے تو اُسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے اور ہاتھ سے نہ مٹا سکے تو زبان سے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھے تو دل سے بُرا جانے اور یہ (یعنی دل سے بُرا جاننا) سُست ترین ایمان ہے
عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللّٰهُ أَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ عِنْدِهٖ ثُمَّ لَتَدْعُنَّهٗ وَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ ٭ (ترمذی)	حذیفہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اُس مقدس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے تم لوگ اچھے کام (کرنے) کا حکم کرتے ۔۔ اور بُرے کاموں سے منع کرتے رہو ورنہ خدا اپنے پاس سے کوئی عذاب تم پر عنقریب لا ڈالے گا پھر تم اُس سے دعا کرو گے اور تمہاری دعا قبول نہ کی جائے گی۔
عَنْ عَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ الْكِنْدِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا مَوْلًى لَّنَا أَنَّهٗ سَمِعَ جَدِّي يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	عدی کندی کا بیٹا (کہ اُس کا نام بھی عدی ہی) کہتا ہے کہ ہمارے آزاد غلام نے ہم سے حدیث بیان کی (یعنی) اُس نے میرے دادا کو کہتے سنا کہ میں نے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَا یُعَذِّبُ الْعَامَّۃَ بِعَمَلِ الْخَاصَّۃِ حَتّٰی یَرَوُا الْمُنْکَرَ بَیْنَ ظَھْرَانِیْھِمْ وَھُمْ قَادِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْ یُّنْکِرُوْہُ فَلَا یُنْکِرُوْہُ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ عَذَّبَ اللّٰہُ الْعَامَّۃَ وَ الْخَاصَّۃَ ۔ (مشکوٰۃ)	سے سُنا ہے کہ خدا تعالیٰ عام لوگوں کو خواص (کے گناہوں) کی وجہ سے گرفتارِ عذاب نہیں کرتا تاوقتیکہ خواص اپنے سامنے بُرے کام ہوتے دیکھیں اور اُن کے ہٹانے پر قدرت رکھتے ساتھ اُنھیں نہ ہٹائیں تو جب خواص لوگ ایسا کرتے (یعنی سکوت و مداہنت عمل میں لاتے) ہیں خدا عوام اور خواص دونوں فرقوں کو مبتلائے عذاب کر دیتا ہے
عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْٓ اِسْرَآئِیْلَ فِی الْمَعَاصِیْ نَھَتْھُمْ عُلَمَآؤُھُمْ فَلَمْ یَنْتَھُوْا فَجَالَسُوْھُمْ فِیْ مَجَالِسِھِمْ وَاٰکَلُوْھُمْ وَشَارَبُوْھُمْ فَضَرَبَ اللّٰہُ قُلُوْبَ بَعْضِھِمْ بِبَعْضٍ فَلَعَنَھُمْ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ قَالَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ مُتَّکِئًا فَقَالَ لَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ حَتّٰی تَاْطِرُوْھُمْ اَطْرًا ۔ (ترمذی)	عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوئے تو اُن کے علما نے اُنھیں منع کیا مگر وہ باز نہ آئے پھر رفتہ رفتہ یہ علما بھی لگے اُن کی مجلسوں میں بیٹھنے اور اُن کے کھانے پینے میں شریک ہونے تو خدا نے بعض لوگوں کے دلوں کو بعض کے ساتھ ملا دیا اور داؤد اور مریم کے بیٹے مسیح سے اُن پر لعنت کرائی یہ لعنت اُن پر اس سبب سے (پڑی) کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے بڑھتے جاتے تھے راوی کا بیان ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم جو اب تک تکیہ لگائے بیٹھے تھے یہاں تک پہنچکر سیدھے بیٹھ گئے اور (صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر) لگے فرمانے بخدا تم ہرگز (عذابِ خدا سے) نجات نہیں پا سکو گے جب تک لوگوں کو سختی کے ساتھ مائل (نہ) کرو (یعنی اچھے کاموں کے کرنے کا حکم اور بُرے کاموں کے نہ کرنے کی تاکید نہ کرو) ۔
عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَیْتُ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ رِجَالًا تُقْرَضُ	حضرت انس سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج ہوئی میں نے کتنے لوگوں کو دیکھا کہ اُن

شِفَاهُهُمْ بِمَقَارِيضَ مِنْ نَارٍ قُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ هٰؤُلَاءِ خُطَبَاءُ مِنْ اُمَّتِكَ يَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَيَنْسَوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۔ (مشکوٰۃ)

کی قینچیوں سے اُن کے ہونٹ کاٹے جاتے تھے میں نے (جبرئیل سے) پوچھا یہ کون لوگ ہیں (جبرئیل نے) جواب دیا یہ تمھاری اُمّت کے خطیب اور واعظ ہیں جو لوگوں کو تو نیکی کرنے کا حکم کرتے اور اپنے تئیں فراموش کرتے ہیں (یعنی خود عمل نہیں کرتے)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْحَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنِ اقْلِبْ مَدِيْنَةَ كَذَا وَكَذَا بِاَهْلِهَا فَقَالَ يَا رَبِّ اِنَّ فِيْهِمْ عَبْدَكَ فُلَانًا لَمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ قَالَ فَقَالَ اقْلِبْهَا عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ فَاِنَّ وَجْهَهٗ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ ۔ (مشکوٰۃ)

جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایسے اور اس طرح کے شہر کو اُس کے باشندوں سمیت اُلٹ دو اُنھوں نے عرض کیا کہ اے پروردگار اس شہر میں ایک فلاں تیرا بندہ بھی ہے جس نے بقدر چشم زدن بھی تیری نافرمانی نہیں کی خدا نے فرمایا کہ اُس شہر کو اس شخص پر اور سب لوگوں پر اُلٹ دو کیونکہ اس شخص کا مُونھ کبھی ایک ساعت بھی میرے لیے متغیر نہیں ہوا (یعنی لوگوں کو میری نافرمانی کرتے دیکھا اور اُن پر کبھی ناک بھوں نہ چڑھائی جو اس کی ناخوشی اور ناپسندیدگی کی علامت تھی)

من المترجم یہ باب کا باب عُلما اور مشائخ اور واعظین اور پیشوایانِ مذہب سے متعلق ہے اِن بزرگواروں نے جس کام کا بیڑا اُٹھا رکھا ہے یعنی بندگانِ خدا کی ہدایت وہ افضل ترین عبادات ہے مگر یُوں تو بھلے بُرے سبھی بن ہوتے ہیں۔ اِس پیشے میں مکّاری اور ریاکاری کی گنجایش بہت ہے اور گنجایش کی وجہ یہ ہے کہ ان بزرگوں نے عموماً تعلیم و تلقین کو وجہ معاش بنا رکھا ہے تو پیٹ کھائے اور آنکھ لجائے زبان لڑکھڑائے ہوہی جاتا ہے اسی کا نام ہے مداہنت ۔

شہادت یعنی گواہی

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ

اور (مسلمانو!) اپنے لوگوں میں سے جن لوگوں پر تمھارا اطمینان ہو دو مردوں کو گواہ کر لیا کرو پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں کہ اُن میں سے کوئی ایک بھول جائے گی تو

آیات و احادیث	ترجمہ
اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۭ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَاۗءُ اِذَا مَا دُعُوْا ۭ (البقرۃ ع ۳۹ پارہ ۳)	ایک دوسری کو یاد دلادے گی ف اور جب گواہ (اداے شہادت کے لیے) بُلائے جائیں تو (حاضر ہونے سے) انکار نہ کریں۔
وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۭ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ (البقرہ ع ۳۹ پارہ ۳)	اور (گواہو) گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو اُس کو چھپائے گا تو وہ دل کا کھوٹا ہے اور جو کچھ (بھی) تم لوگ کرتے ہو اللہ کو سب معلوم ہے۔
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاۗءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ (النساء ع ۲۰ پارہ ۵)	مسلمانو! مضبوطی کے ساتھ انصاف پر قائم رہو اور خدا لگتی گواہی دو اگرچہ (یہ گواہی) تمہارے اپنے یا ماں باپ اور رشتے داروں کے خلاف ہی (کیوں نہ) ہو اگر (اُن میں) کوئی مالدار یا محتاج ہے تو اللہ (سب سے) بڑھ کر اُن کی پرداخت کرنے والا ہے تو تم (اُن کی خاطر اپنی) خواہش کی پیروی نہ کرو کہ لگو حق سے انحراف کرنے اور اگر دبی زبان سے گواہی دوگے یا سرے سے گواہی کے دینے سے پہلو تہی کروگے تو جیسا کروگے ویسا بھروگے کیونکہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے باخبر ہے
وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝ (الفرقان ع ۶ پارہ ۱۹)	اور (خداے رحمٰن کے خاص بندے تو وہ ہیں) جو جھوٹی گواہی نہ دیں اور جو (اتفاقاً) بیہودہ مشغلوں کے پاس ہوکر گزریں تو وضعداری کے ساتھ گزر جائیں۔
عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاۗءِ الَّذِيْ يَاْتِيْ بِشَهَادَتِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّسْاَلَهَا (مسلم)	خالد کے بیٹے زید سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو بہترین گواہ کی خبر نہ دوں (یہ) وہ شخص ہے جو گواہی کی بابت دریافت کیے جانے سے پہلے اپنی گواہی ادا کردے۔

ف اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کے مقابلے میں عورتیں جہاں عموماً جسمانی توانائی میں گھٹی ہوئی ہیں اُن کی یادداشت بھی مردوں جیسی نہیں ہوتی ۱۲

عَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا فَقَالَ عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالْاِشْرَاكِ بِاللّٰهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَرَأَ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

فاتک کے بیٹے خُریم سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز ادا کی فارغ ہوئے تو کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا جھوٹی گواہی اشراک باللہ کے برابر ہے تین مرتبے اسی طرح فرمایا پھر آیۃ فاجتنبوا الرجس الخ پڑھی یعنی (اور اصل دین تو یہ ہے کہ) بتوں (کی پرستش) کی گندگی سے بچتے رہو اور (نیز) جھوٹی بات کے کہنے سے بچتے رہو بس ایک اللہ کے (ہو رہو) اُس کے ساتھ (کسی کو) شریک نہ کرو۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَّلَا خَائِنَةٍ وَّلَا مَجْلُوْدٍ حَدًّا وَّلَا ذِيْ غِمْرٍ عَلٰى اَخِيْهِ وَلَا ظَنِيْنٍ فِيْ وَلَاءٍ وَّلَا قَرَابَةٍ وَّلَا الْقَانِعِ مَعَ اَهْلِ الْبَيْتِ ۔

(ترمذی)

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیانت کرنے والے مرد اور خیانت کرنے والی عورت کی گواہی مقبول نہیں اور نہ اُس کی جس پر حد لگائی گئی ہو اور نہ اُس کی جو اپنے بھائی سے کینہ رکھتا ہو اور نہ اُس کی جو ولا اور قرابت میں متہم ہو ف۱ اور نہ اُس شخص کی اپنے خاندان کے متعلق گواہی مقبول ہے جس کا خرچ پات اُس خاندان پر منحصر ہے ف۲

ف۱ ولا میں متہم ہونے کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص ایک شخص کا آزاد کیا ہوا ہے لیکن وہ اپنے تئیں اپنے اصل آقا کو چھوڑ کر دوسرے شخص کی طرف نسبت کرتا اور کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کا آزاد کیا ہوا ہوں حالانکہ وہ جھوٹا ہے اور لوگ اُسے کذب کے ساتھ متہم کرتے ہیں چونکہ ایسا شخص فاسق اور دروغ گو ہے اور ولا کے بارے میں جھوٹ بولنا اور اپنے آقا کو چھوڑ کر غیر آقا کی طرف اپنی نسبت کرنا گناہ کی بات ہے اس لیے اُس کی گواہی مقبول نہیں اور قرابت میں متہم ہونے کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ میں فلاں شخص کا بیٹا اور فلاں شخص کا بھائی ہوں حالانکہ وہ اس شخص کا بیٹا اور اُس کا بھائی نہیں ہے لوگ ہیں کہ اُس کی اِس دعوے میں تکذیب کرتے اور متہم کرتے ہیں چونکہ اس قسم کا دعویٰ بھی فسق اور کبیرہ ہے اس لیے ایسے شخص کی بھی گواہی مقبول نہیں ۱۲ ف۲ حدیث میں جن لوگوں کا مذکور ہے اُن کی گواہی مقبول نہ ہونے کے یہ معنے ہیں کہ یہ لوگ محل تہمت و اشتباہ ہیں اگرچہ سچے ہی کیوں نہ ہوں ۱۲

من المترجم۔ جھوٹ سچ کا نفع نقصان جو ابنائے جنس پر مترتب ہوتا ہے گواہی میں آکر کھلتا ہے حاکم یا قاضی یا حَکم ہر ایک معاملے کا شاہد حال تو ہوتا نہیں۔ اور ہو بھی نہیں سکتا۔ ناچار اُس کو گواہوں پر بھروسا کرنا پڑتا ہے پس اگر حق کا ناحق ہو جائے تو اُس کا وبال گواہ کی گردن پر۔ جعلی دستاویز بھی جھوٹی گواہی ہے۔ گواہی کے معنے ہیں واقعات اور رُوداد کی نقل تو جیسی زبانی ویسی تحریری۔ بول چال میں گواہی کو تہوت بھی کہا جاتا ہے۔ گواہی کا چھپانا بھی جھوٹ ہی میں داخل ہے۔ چھپانا یعنی دوسرے لفظوں میں واقعات اور رُوداد کا معدوم کرنا ہے اور یہی کچھ جھوٹ میں بھی ہوتا ہے۔ ہمارے وقتوں میں جھوٹ اس قدر رواج پا گیا ہے کہ کچہریوں میں شاید ہی کوئی مقدمہ صرف سچ کی بنا پر فیصلہ ہوتا ہو۔ حاکم سچا سے گواہوں کو حلف بھی دیتے ہیں جرح بھی کی جاتی ہے گواہ کے طرز بیان پر بھی نظر رکھتے ہیں پھر بھی جھوٹ کے بھوسے کے انبار سے سچ کے دانے کا نکالنا نہایت مشکل ہے۔ جھوٹ کی کثرت کے لحاظ سے تو واقع میں فصل خصومات کا کام محتاط دیندار آدمی کا کام نہیں مگر اتنی احتیاط سچ سے بھی زیادہ کمیاب ہے۔ یہ باتیں امام ابوحنیفہ کے ساتھ گئیں جنھوں نے بے آبرو ہونا قبول کیا اور خدمت قضا کو قبول نہ کیا۔

جھوٹی گواہی

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝ (الفرقان ع ۶ پارہ ۱۹)	اور (خدائے رحمٰن کے خاص بندے تو وہ ہیں) جو جھوٹی گواہی نہ دیں اور جو (اتفاقاً) بیہودہ مشغلوں کے پاس ہو کر گزریں تو وضعداری کے ساتھ گزر جائیں۔
عَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا فَقَالَ عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالْاِشْرَاكِ بِاللّٰهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَرَأَ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ (ابوداؤد، ابن ماجہ)	فاتک کے بیٹے خریم کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح ادا کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد کھڑے ہوگئے اور لگے فرمانے کہ جھوٹی گواہی اشراک باللہ کے برابر ٹھیرائی گئی ہے تین دفعہ یُوں ہی فرمایا پھر یہ آیۃ پڑھی فاجتنبوا الرجس من الاوثان الخ یعنی اور لوگو اصل دین تو یہ ہے کہ بتوں (کی پرستش) کی گندگی سے بچتے رہو اور (نیز) جھوٹی بات کے کہنے سے بچتے رہو (بس) ایک اللہ کے (ہو رہو اُس کے ساتھ (کسی کو) شریک نہ کرو

من المترجم مطلب یہ ہے کہ قرآن میں اوثان اور زُور کا ایک ساتھ مذکور ہے تو منہیات میں سے دونوں ایک درجے میں ہیں اور اس میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ واقعات حقّہ کا خالق خدا ہے تو واقعات حقہ کا جھٹلانے والا اپنی طرف سے کسی دوسرے کو فرضی واقعات کا خالق بناتا ہے اور یہ عین اشراک ہے ؎

قرض

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ (بقرہ ۲۹۶ پارہ ۳)	پس اگر تم میں سے ایک کا ایک اعتبار کرے تو جس پر اعتبار کیا گیا ہے (یعنی قرض لینے والا) اُس کو چاہیئے کہ قرض دینے والے کی امانت (یعنی قرض) کو (پورا پورا) ادا کرے اور خدا سے جو اُس کا کارساز (حقیقی) ہے ڈرے اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو اُس کو چھپائے گا تو وہ دل کا کھوٹا ہے اور جو کچھ (بھی) تم لوگ کرتے ہو اللہ کو سب معلوم ہے ف۱
عَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَءَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ صَابِرًا مُّحْتَسِبًا مُّقْبِلًا غَيْرَ مُدْبِرٍ يُّكَفِّرُ اللّٰهُ عَنِّىْ خَطَايَاىَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَلَمَّا اَدْبَرَ نَادَاهُ فَقَالَ نَعَمْ اِلَّا الدَّيْنَ كَذٰلِكَ قَالَ جِبْرَئِيْلُ ۔ (مسلم)	ابو قتادہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ بھلا فرمائیے تو کہ اگر میں صبر اور اُمید ثواب کی حالت میں راہ خدا میں مار ڈالا جاؤں بشرطیکہ لڑائی سے مُونہ موڑنے والا نہ ہوں بلکہ سینہ سپر ہو کر لڑوں تو خدا میری خطائیں اور گناہ مجھ سے دُور کرے گا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں پھر جب وہ جانے لگا تو آپ نے اُسے آواز دی (اور سامنے حاضر ہوا) تو فرمایا بے شک شہادت فی سبیل اللہ سے سب گناہ دُور ہو جاتے ہیں لیکن قرض ادا نہ کرنے کا گناہ دُور نہیں ہوتا ۔ اسی طرح (ابھی) جبریل نے
عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهٖ حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ ۔ (ترمذی)	۲ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ مومن کا نفس اُس قرض کے ساتھ جو اُس پر ہے معلق (یعنی زیر تجویز) رہتا ہے یہاں تک کہ قرض اُس کی طرف سے ادا کیا جائے ۔
عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاحِبُ الدَّيْنِ مَاْسُوْرٌ بِدَيْنِهٖ يَشْكُوْ اِلٰى رَبِّهٖ الْوَحْدَةَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ (مشکوٰۃ)	۳ براء بن عازب کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرضدار اپنے قرض کے بدلے محبوس و مقید ہو گا اور قید کی تنہائی کا قیامت کے روز اپنے پروردگار سے گلہ کرے گا ۔

ف۱ پہلی آیت مع ترجمہ و فوائد اہل معاملہ کے حقوق عنوان اُدھار کا لین دین ہو تو اُس کو لکھنا میں گزر چکی (اس کے ساتھ اسے بھی ملا کر دیکھو تو مطلب صاف ہو جائے گا)

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَعْظَمَ الذُّنُوْبِ عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ یَّلْقَاہُ بِھَا عَبْدٌ بَعْدَ الْکَبَائِرِ الَّتِیْ نَھَی اللّٰہُ عَنْھَا اَنْ یَّمُوْتَ رَجُلٌ وَّعَلَیْہِ دَیْنٌ لَا یَدَعُ لَہٗ قَضَاءً دَیْنِہٖ ۔ (ابوداؤد)

ابو موسیٰ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جن بڑے گناہوں سے خدا نے منع فرمایا ہے اُن کے بعد سب سے بڑا گناہ خدا کے نزدیک جسے لے کر بندہ خدا کے حضور میں حاضر ہوگا یہ ہے کہ آدمی قرضدار مرے اور مرے پیچھے اتنا مال نہ چھوڑے جس سے اُس کا قرضہ ادا کیا جا سکے

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ جَحْشٍ قَالَ کُنَّا جُلُوْسًا بِفِنَاءِ الْمَسْجِدِ حَیْثُ تُوْضَعُ الْجَنَائِزُ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ بَیْنَ ظَھْرَیْنَا فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَصَرَہٗ قِبَلَ السَّمَاءِ فَنَظَرَ ثُمَّ طَأْطَأَ بَصَرَہٗ وَوَضَعَ یَدَہٗ عَلٰی جَبْھَتِہٖ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ مَاذَا اُنْزِلَ مِنَ التَّشْدِیْدِ قَالَ فَسَکَتْنَا یَوْمَنَا وَلَیْلَتَنَا فَلَمْ نَرَ اِلَّا خَیْرًا حَتّٰی اَصْبَحْنَا قَالَ مُحَمَّدٌ فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا التَّشْدِیْدُ الَّذِیْ نَزَلَ قَالَ فِی الدَّیْنِ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْ اَنَّ رَجُلًا قُتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ عَاشَ ثُمَّ قُتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ عَاشَ وَعَلَیْہِ دَیْنٌ مَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ حَتّٰی یُقْضٰی دَیْنُہٗ ۔ (مشکوٰۃ)

جحش کے پوتے عبداللہ کے بیٹے محمد سے روایت ہے کہ ہم چند آدمی صحن مسجد میں جہاں جنازے رکھے جاتے تھے بیٹھے ہوئے تھے اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی وہیں تشریف رکھتے تھے اتنے میں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھ اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا پھر نظر نیچی کر لی اور جیسے کوئی کچھ سوچ رہا ہو اپنا ہاتھ ماتھے پر رکھ لیا اور فرمایا سبحان اللہ سبحان اللہ کس قدر سختی نازل ہوئی ہے محمد (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ ہم لوگ اس دن رات تک خاموش رہے (اور پیغمبر صاحب سے دریافت نہیں کیا کہ وہ سختی کیا ہے) اور ہم نے نیکی اور بھلائی کے علاوہ کسی طرح کی سختی اور برائی نہیں دیکھی یہاں تک کہ صبح ہوگئی محمد کہتے ہیں خود میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وہ سختی کیا ہے جو نازل ہوئی فرمایا قرض کے بارے میں بڑی سختی نازل ہوئی ہے مجھے اُس مقدس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے اگر کوئی شخص راہ خدا میں مار ڈالا جائے پھر زندہ ہو پھر راہ خدا میں مار ڈالا جائے پھر زندہ ہو اور اُس پر کسی کا قرضہ آتا ہو تو جب تک اُس کا قرضہ نہ ادا کیا جائے گا جنت

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اُتِيَ بِجَنَازَةٍ فَقَالُوْا صَلِّ عَلَيْهَا فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَالُوْا لَا فَصَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ اُتِيَ بِجَنَازَةٍ اُخْرٰى فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قِيْلَ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوْا ثَلٰثَةُ دَنَانِيْرَ فَصَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ اُتِيَ بِالثَّالِثَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قَالُوْا ثَلٰثَةُ دَنَانِيْرَ قَالَ هَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوْا لَا قَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ قَالَ اَبُوْ قَتَادَةَ صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَعَلَيَّ دَيْنُهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ

(بخاری)

اکوع کے بیٹے سلمہ کہتے ہیں کہ ہم جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے اس اثنار میں ایک جنازہ لایا گیا لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت اس پر نماز پڑھیے فرمایا کیا اس پر قرضہ ہے عرض کیا نہیں پیغمبر صاحب نے اُس پر نماز پڑھی پھر ایک اَور جنازہ لایا گیا پیغمبر صاحب نے فرمایا کیا اس پر قرضہ ہے عرض کیا گیا جی ہاں فرمایا کچھ چھوڑ بھی مرا ہے؟ عرض کیا تین اشرفیاں پس آپ نے اُس پر نماز پڑھی پھر تیسرا جنازہ لایا گیا۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا اس پر کچھ قرضہ ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ تین اشرفیوں کا قرضہ ہے فرمایا کچھ چھوڑ بھی مرا ہے عرض کیا نہیں فرمایا تو اپنے دوست پر تم ہی نماز پڑھ لو ابو قتادہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اس پر نماز پڑھیے اور اس کے قرض کا ادا کرنا میرے ذمے پیغمبر صاحب نے اُس پر نماز پڑھی

من المترجم۔ قرض کے بارے میں اتنا تشدّد تو یہ چاہتا ہے کہ آدمی ہر طرح کی مصیبت کو جس طرح بن پڑے جھیلے۔ مگر اُدھار کا نام نہ لے اور مذہبی تشدّد کے علاوہ دنیاوی قانونی تشدّد بھی کیا کم ہے مگر ناعاقبت اندیش لوگ فضولیاں کرنے اور قرض کے لینے میں ذرا نہیں جھجکتے مسلمانوں کے اکثر خاندان تو اسی قرض کی بدولت تباہ ہوئے اور ہوتے چلے جا رہے ہیں اور کس طرح ان کو سمجھایا جائے لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ۔ اُن کے دل تو ہیں مگر ان سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے اور اُن کی آنکھیں بھی ہیں مگر ان سے دیکھنے کا

دے کر احسان نہ جتانا

عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دھوکا دینے والا اور بخل کرنے والا اور دے کر

۵۷ اگرچہ حدیث میں اس کی صراحت نہیں کہ تین دینار مقروض میت کے دوبارہ قرض کو کافی تھے مگر سیاق سخن سے مفہوم ہوتا ہے کہ میت کو تین ہی دینار قرضے کے دینے ہوں گے یا کم۔ اسی وجہ سے پیغمبر صاحب نے اُس کے جنازے کی نماز پڑھی ۱۲

خَبٌّ وَّلَا بَخِيْلٌ وَّلَا مَنَّانٌ ﴿ (ابو داؤد)	احسان جتانے والا یہ تینوں شخص جنت میں نہ داخل ہوں گے۔
عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَۃٌ لَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَہٗ بِالْحَلْفِ الْکَاذِبِ ﴿ (مسلم)	ابوذر رضی اللہ عنہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے روز خدا تین طرح کے آدمیوں سے بات تک بھی تو نہیں کرے گا نہ انھیں نظر رحمت سے دیکھے گا نہ گناہوں کی گندگی سے پاک صاف کرے گا اور اُن کو دردناک عذاب ہوگا ابوذر بولے یا رسول اللہ انھوں نے تو سخت نقصان اُٹھایا اور رحمت خدا سے محروم ہے یہ ہیں کون؟ فرمایا (ازراہ تکبر) تہمد نیچے لٹکانے والا دیکر احسان رکھنے والا۔ جھوٹی قسم سے اپنے مال و متاع کی نکاسی کرنے والا۔

منَ المترجم اِن حدیثوں میں خب۔ بخیل۔ منّان۔ مسبل چار شخصوں کے حق میں وعید عذاب ہے۔ سو خب اور منّان کا دوسروں کو نقصان پونہچانا اور رنجیدہ کرنا تو ظاہر ہے۔ رہا بخیل تو حقداروں کو اُن کا حق نہیں دیتا۔ یا دوسروں کے حق مارتا ہے اور یہ بھی مردم آزاری ہے مُسبل کے معنے ہیں لٹکانے والا۔ اور مُراد ہے براہِ تکبّر اِزار یعنی تہمد (تہ بند) کا لٹکانے والا۔ یہ قیود ہم نے دوسری حدیثوں سے لے کر بڑھائی ہیں جو عنوانِ کبر کے ذیل میں لکھی جا چکی ہیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَنْظُرُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلٰی مَنْ جَرَّ اِزَارَہٗ بَطَرًا ﴿

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَرَّ ثَوْبَہٗ خُیَلَاءَ لَمْ یَنْظُرِ اللّٰہُ اِلَیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ﴿

ابوہریرہ کی حدیث میں لفظ بطر اور ابن عمر کی حدیث میں لفظ خیلاء ہے اور دونوں کبر کے قریب قریب ہیں۔ لوگوں کے پاجاموں کو جن کے پاینچے ٹخنوں سے نیچے ہوں۔ ہمارے زمانے کے متشرع بہت ہی بُرا سمجھتے ہیں جیسا ڈاڑھی کے منڈانے کو۔ ڈاڑھی کے متعلق ہم کو جو کچھ کہنا ہے اِس کے محل پر کہیں گے۔ ٹخنوں سے نیچے پاجاموں کو ہم اِتنے تشدد کا مستوجب نہیں سمجھتے جناب رسول خدا صلعم کے زمانے تک اہلِ عرب کے لباس میں اِتنی ہی شایستگی آئی تھی کہ عموماً ایک چادر (ردا) اور ایک تہمد (ازار) پہننے کے لیے بس کرتے تھے۔ آدمی کسی ملک کسی وقت کسی حالت میں بھی شیخی اور غرور سے خالی نہیں رہا۔ اکڑنے والے اُسی ایک تہمد کو نیچا لٹکا کر اپنا دل خوش کر لیتے رہے ہوں گے۔ خدا نے پیغمبر صاحب کو اُمت کا اَدیب اور مصلح اور معلّمِ مکارمِ اخلاق بنا کر بھیجا تھا اُنھوں نے لوگوں کو تہمد میں اکڑتے دیکھا ڈرادھمکا کر تہمد کا لٹکانا موقوف کرادیا۔ اصل میں اُن کو تعمیل حکم لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا

شیخی اور غرور اور اکڑ کا چھڑوانا منظور تھا اور ان دونوں اسبابِ انار دلیلِ غرور تھا اس سے اسبال کی شامت آ گئی۔ اب نہ وہ تہمد رہے نہ اُن کا لٹکا نا رہا یہ مسئلہ ہی بحث سے خارج ہو گیا۔ مگر شیخی اور غرور کا عند اللہ مبغوض ہونا بدستور باقی ہے کسی پیرایے میں ہو۔ کیا لوگ کا مدار ٹوپیوں کا مدار جوتیوں ریشمی اور باریک کپڑوں اور کپڑوں کی تراش خراش اور خدا جانے کس کس طرح شیخی اور غرور کا اظہار نہیں کرتے۔ کوئی ان کے حال سے تعرض نہیں کرتا۔ بلکہ ایسی باتوں کو اما بنعمۃ ربک فحدث میں داخل کر رکھا ہے۔ بہرکیف کبر کا بیان اس کے ساتھ ضرور پڑھ لینا۔

بُرائی کے مقابلے میں بھلائی کرنا

أَفَمَنْ يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنْقُضُونَ الْمِيثَاقَ ۝ وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ ۝ وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا

(اے پیغمبر) بھلا جو شخص اس بات کو سمجھتا ہے کہ (قرآن) جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر اُترا ہے برحق ہے (کیا یہ شخص) اُس شخص کی طرح (بے نصیب) ہو سکتا ہے جو اندھا ہے (اور اُس کو ایسی صریح بات بھی نہیں سوجھ پڑتی قرآن سے تو) بس وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو سمجھ دار ہیں (یہ) وہ لوگ (ہیں) کہ اللہ کے ساتھ جو انھوں نے (بندہ ہونے کا) عہد (کر لیا ہے اُس) کو پورا کرتے ہیں اور (اپنے) اقرار کو نہیں توڑتے اور (نیز یہ) وہ لوگ (ہیں) کہ خدا نے جن (باہمی تعلقات) کے جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے اُن کو جوڑے رکھتے اور اپنے پروردگار سے ڈرتے اور (قیامت کے دن) بُری طرح (یعنی کاوش کے ساتھ) حساب لیے جانے کا اندیشہ رکھتے ہیں اور (نیز یہ) لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار کا مُونہ کر کے (دنیا کی تکالیف پر) صبر کیا ف۱ اور نمازیں پڑھیں اور ہم نے جو اُن کو رزق دیا تھا اُس میں سے چھپے (چھپے) اور ظاہر (ظہور) خدا کی راہ میں خرچ کیا اور بُرائی کے مقابلے میں لوگوں کے ساتھ نیکی کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کی دنیا کا انجام (بخیر) ہے (یعنی) ہمیشہ رہنے کے باغ جن میں وہ

ف۱ ابتغاء وجہ ربہم کے لفظی معنے یہ ہیں کہ اپنے پروردگار کا مُونہ چاہنے کے لیے اور مراد ہی اُس کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے اور محاورہ اُردو میں مُونہ کر کے سے بھی یہی مطلب سمجھا تا ہے یعنی خدا کا پاس کر کے ۱۲

وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝ (رعد ع ۳ پارہ ۱۳)

اور اُن کے بڑوں اور اُن کی بیبیوں اور اُن کی اولاد میں سے جو جو نیکوکار ہوں گے (سب اُن کے ساتھ جائیں گے) اور فرشتے کے ہر ہر دروازے سے فرشتے اُن پاس آکر اُن سے سلام علیک کریں گے (اور کہیں گے کہ دنیا میں) جو تم صبر کرتے رہے ہو یہ اُسی کا صلہ ہے سو (ماشاء اللہ) تمھاری دنیا کا بھی (کیسا اچھا انجام ہوا +

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ (القصص ع ۶ پارہ ۲۰)

جن لوگوں کو قرآن سے پہلے ہم نے کتاب عنایت کی (اور وہ سمجھ دار اور حق پسند بھی ہیں) وہ تو اس (قرآن) پر ایمان لے آتے ہیں اور جب اُن کو قرآن سنایا جاتا ہے تو بول اُٹھتے ہیں کہ ہم کو تو اس کا یقین آگیا کچھ شک نہیں کہ یہ برحق ہے (اور) ہمارے پروردگار کی طرف سے (نازل ہوا ہے) حقیقت میں ہم تو اس (کے اُترنے) سے پہلے (بھی اس کو) مانتے تھے یہی لوگ ہیں جن کو اُن کے صبر کے بدلے دوہرا اجر دیا جائے گا (کہ اُدھر توراۃ پر ایمان لائے اِدھر قرآن پر) اور (تحمل ایسے ہیں کہ) نیکی سے بدی کا دفعیہ کرتے ہیں اور ہم نے جو اُن کو دیا ہے اُس میں سے راہِ خدا میں (خرچ کرتے ہیں

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكُوْنُوْا اِمَّعَةً تَقُوْلُوْنَ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَحْسَنَّا وَاِنْ ظَلَمُوْا ظَلَمْنَا وَلٰكِنْ وَطِّنُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَنْ تُحْسِنُوْا وَاِنْ اَسَآءُوْا فَلَا تَظْلِمُوْا (ترمذی)

حذیفہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! تم اَوروں کی رائے کے تابع نہ رہو تم کہتے ہو اگر لوگ (ہم سے) سلوک کریں گے تو ہم بھی (اُن کے ساتھ) سلوک کریں گے اور اگر وہ ہم پر ظلم کریں گے ہم بھی اُن پر ظلم کریں گے بلکہ اپنے دلوں کو مستقل و برقرار رکھو کہ لوگ تمھارے ساتھ اچھا برتاؤ کریں تو تم اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو ہی گے بُرائی کریں تو بھی اُن پر ظلم نہ کرو بلکہ نیکی کے ساتھ پیش آؤ

من المترجم بدی کے بدلے میں نیکی بڑی پتّے ماری کا کام ہے اس کو پرلے درجے کا تحمل چاہیئے ترکِ انتقام تک تو تحمل کا اَدنےٰ درجہ

ہے اور ترکِ انتقام کے علاوہ حُسنِ سلوک سے پیش آنا البتہ بڑی خوبی کی بات ہے ؎

بدی را بدی سہل باشد جزا (جزا دینا) — اگر مردی احسن الی من اسا (اساء) ۱۲

افشائے راز نہ کرنا

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ۝

(النساء ع ۱۱ پارہ ۵)

اور جب ان (منافقوں) کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو اس کو (سب میں) اڑا دیتے ہیں اور اگر اس خبر کے بارے میں رسول کی طرف اور ان لوگوں کی طرف رجوع کرتے جو ان میں سے برسرِ حکومت ہیں تو پیغمبر اور حاکموں میں سے جو لوگ اس (بات کی صلیت) کو کھوج نکالنے والے ہیں اس (کی حقیقت) کو معلوم کر لیتے (اور غلط خبر کے مشہور ہونے کی نوبت نہ آتی) اور (مسلمانو) اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہر نہ ہوتی تو (معدودے) چند کے سوا تم (سب کے سب) شیطان کے پیچھے لگ لیے ہوتے ف۱

لَئِن لَّمْ يَنتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا

منافق اور وہ لوگ جن کی نیتیں بد ہیں اور جو لوگ مدینے میں (جھوٹی جھوٹی) افواہیں پھیلایا کرتے ہیں ف۲ اگر اپنی حرکات سے باز نہ آئیں گے تو (اے پیغمبر ہم تم ہی) کو (ایک نہ ایک دن) ان پر کسا دیں گے پھر (یہ لوگ) مدینے میں تو تمہارے پڑوس میں ٹھیرنے پائیں گے نہیں

ف۱ شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا ہے کہ کہیں سے کچھ خبر آئے تو اول پہنچا ہے سردار تک اور اس کے نائبوں تک جب وہ خبر صحیح کر لیں اور اس پر بنا رکھیں تب آپ اس پر عمل کریں ہے حضرت نے ایک شخص کو بھیجا ایک قوم کی زکوٰۃ لینے کو وہ لوگ نکلے استقبال کو۔ اس نے سمجھا کہ نکلے ہیں میرے مارنے کو الٹا پھر آیا اور شہر میں مشہور کیا کہ فلانی قوم مرتد ہوئی۔ ہنوز حضرت تک خبر نہ پہنچی کہ شہر میں شہرہ ہوا اسی قسم سے ہر خبر بے تحقیق اور بغیر خبر سردار کے مشہور کرنے لگے وہ خبر آخر غلط نکلی یہ جو فرمایا کہ اگر اس کا فضل تم پر نہ ہوتا تو شیطان کے پیچھے چلتے مگر تھوڑے یعنی ہر وقت احکام تربیت کے نہ پہنچتے رہیں تو کم لوگ ہدایت پر قائم رہیں ۱۲ ف۲ جھوٹی افواہیں پھیلانے کی نسبت مفسرین نے لکھا ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جب مسلمانوں کا کوئی لشکر یا فوج کا دستہ جہاد کے لیے جاتا تو کچھ لوگ مدینے میں بری افواہیں پھیلاتے پھرتے کہ مسلمان ہارے اور بھاگے اور مارے گئے ان افواہوں کی وجہ سے مجاہدین کے عزیز دل اور رشتے داروں میں تشویش ہوتی تھی اور یہ آیت ان ہی افواہ پھیلانے والوں کے حق میں نازل ہوئی ہے مگر اگلی پچھلی آیتوں کی مناسبت سے ہمارا ذہن اس طرف منتقل ہوا تھا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے افک کی طرف اشارہ ہو تو عجب نہیں جس کا بیان مفصل سورۂ نور میں گزر چکا ۱۲

إِلَّا قَلِيلًا ۝ مَّلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا ۝ (احزاب ع ۸ پارہ ۲۲)	مگر چند روز (عارضی طور پر) پھر ان کا یہ حال ہوگا کہ ہر طرف سے پھٹکارے ہوئے جہاں ملے پکڑا اور مار کے ٹکڑے اڑا دیئے
عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ الْحَدِيثَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِيَ أَمَانَةٌ ۔ (ترمذی - ابوداؤد)	جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی نے بات کہہ کر ادھر اُدھر دیکھا (کہ کوئی غیر سنتا تو نہیں)۔ تو اُسکی وہ بات اہل مجلس کے پاس امانت ہو گئی
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَبِي الْهَيْثَمِ بْنِ التَّيِّهَانِ هَلْ لَكَ خَادِمٌ قَالَ لَا فَقَالَ فَإِذَا أَتَانَا سَبْيٌ فَأْتِنَا فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَأْسَيْنِ فَأَتَاهُ أَبُو الْهَيْثَمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَرْ مِنْهُمَا فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اخْتَرْ لِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ خُذْ هٰذَا فَإِنِّي رَأَيْتُهُ يُصَلِّي وَاسْتَوْصِ بِهِ مَعْرُوفًا ۔ (ترمذی)	ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تیہان کے بیٹے ابو الہیثم سے فرمایا کہ کیا تمھارے پاس خدمتگار ہے انھوں نے کہا نہیں فرمایا تو اچھا جب ہمارے پاس قیدی آئیں تو تم ہمارے پاس آنا تھوڑے دن نہ گزرے تھے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس دو قیدی آئے ابو الہیثم بھی حاضر خدمت ہوئے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں میں سے ایک کو پسند کر لو ابو الہیثم نے عرض کیا اے خدا کے نبی آپ ہی پسند کر دیجئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس سے مشورہ کیا جائے اُسے امین ہونا چاہیئے (بعد ازاں آپ نے ایک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ اچھا) اسے لے لو کیونکہ میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ اور میری خاطر اس کے ساتھ سلوک کرتے رہنا۔
عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَجَالِسُ بِالْأَمَانَةِ إِلَّا ثَلٰثَةً	جابر کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجلسوں میں جو باتیں کی جائیں وہ امانت ہیں انھیں باہر جا کر نقل کرنا نہ چاہیئے الا تین باتیں

مَجَالِسَ سَفْكُ دَمٍ حَرَامٍ اَوْ فَرْجٌ حَرَامٌ اَوِ اقْتِطَاعُ مَالٍ بِغَيْرِ حَقٍّ ۔ (ابوداؤد)	ایسی ہیں کہ مجلس میں سُنی جائیں تو اُن کا لوگوں سے بیان کرنا درست ہے ایک ناحق ناروا خونریزی کرنا دوسرے زنا تیسرے بے وجہ کسی کا مال لے لینا۔

من المترجم یہ افشائے راز اس سے جائز ٹھیرا کہ جرموں کی روک تھام کا موجب ہوا مشہور ہوئے پیچھے کون ارتکاب جرم کا حوصلہ کر سکتا ہے اس حدیث سے دو باتیں مستنبط ہوتیں ایک تو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ سلم کا حُسنِ ظن **قطعہ**

ہر کرا جامہ پارسا بینی ۔۔۔ پارسادان و نیک مرد انگار

ورندانی کہ در نہانش چیست ۔۔۔ محتسب را درونِ خانہ چہ کار

دوسرے یہ کہ نماز وہی نماز ہے جو انسان کے عادات اور اخلاق اور معاملات کی درستی کی کفیل ہو نہ رام رام جپنا پرایا مال اپنا۔

دوبدو مدح میں مُبالغہ نہ کرنا

عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ فَاحْثُوْا فِيْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ ۔ (مسلم)	اسود کے بیٹے مقداد کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ لوگ تمھاری تعریف میں مُبالغہ کرتے ہیں تو اُن کے مُونہوں میں خاک ڈال دو ف
عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ اَثْنٰى رَجُلٌ عَلٰى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَيْلَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ اَخِيْكَ ثَلٰثًا مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا لَا مُحَالَةَ فَلْيَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا وَاللّٰہُ حَسِيْبُهٗ	ابوبکرہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے ایک شخص کی تعریف کی تو فرمایا تجھے خرابی ہو تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ ڈالی تین مرتبہ اسی طرح فرمایا (پھر ارشاد کیا کہ) اگر تم میں سے کسی کو کسی کی مدح کرنی ضرور ہے اور مدح کرنے والا اسے قابل مدح سمجھتا ہے تو یوں کہے [illegible]

ف مداحین سے مُراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے لوگوں کی تعریف کو ذریعہ معاش قرار دے لیا ہے کہ جا دے جا لوگوں کی تعریفیں کرتے پھرتے اور حق و باطل مستحق و غیر مستحق میں ذرا تمیز نہیں کرتے پھر مُونہوں میں خاک ڈالنے سے مُراد ہے حرمان و بے نصیبی یعنی انھیں کچھ نہ دو اور محروم واپس کر دو اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ مقداد راوی حدیث نے حضرت عثمانؓ کے حضور میں ایک مداح کے مُونہہ میں واقع میں مٹھی بھر کر خاک ڈال دی تھی ۱۲ اس لمہ حم

إِنْ كَانَ يَرَى أَنَّهُ كَذٰلِكَ وَلَا يُزَكِّي عَلَى اللّٰهِ أَحَدًا ❖ (صحیحین)

خدا پر کسی کی تعریف کا حکم نہ کرے یعنی جزم و یقین کے ساتھ نہ کہے کہ واقع میں فلاں ایسا ہی ہے جیسا میں کہتا ہوں۔

وجہ یہ کہ اعمال کے رد و قبول کا مدار ہے نیت پر انما الاعمال بالنیات اور نیت کا علم خدا کے سوا کسی کو ہو نہیں سکتا (من المترجم)

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ تَعَالٰى وَاهْتَزَّ لَهُ الْعَرْشُ ❖ (مشکوٰۃ)

انس کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو خدا کا غضب بھڑک اٹھتا ہے اور عرش کانپنے لگتا ہے۔

من المترجم مدح میں دو پہلو بڑے ہیں ممکن ہے کہ مدح کرنے والا مبالغہ کرے اور جھوٹ بولے اور جس کی مدح کرتا ہے اس کے عجب و خود پسندی کا باعث ❖

اجیر کی پوری مزدوری اس کے حوالے کرنا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ فَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ وَاسْتَعَطَ (متفق علیہ)

ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور حجام کو اس کی مزدوری حوالے کی اور سعوط کا استعمال فرمایا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَجُلٌ أَعْطٰى بِي ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ ❖ (بخاری)

ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ تین طرح کے آدمیوں سے قیامت کے روز میں خود لڑوں گا (۱) جس نے میرے نام سے اور میری قسم سے عہد و پیمان کر کے عہد شکنی کی (۲) جس نے آزاد شخص کو بیچ کر اس کی قیمت چٹ کر لی (۳) جس نے کسی کام پر مزدور لگایا پھر اس سے کام تو پورا پورا لے لیا اور اس کی مزدوری نہیں دی ❖

[1] اور اجیر میں نوکر اور خادم وغیرہ بھی داخل ہیں ۱۲

[2] سعوط وہ دوا جو ناک میں ڈالی جاتی ہے ۱۲ ❖

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطُوا الْاَجِيْرَ اَجْرَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهٗ ٭ (ابن ماجہ)

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! مزدور کی مزدوری اُس کا پسینا خشک ہونے سے پہلے اس کے حوالے کرو۔

زنا

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل ع۴ پارہ ۱۵)

اور (لوگو!) زنا کے پاس (رہو کر بھی) نہ پھٹکنا کیونکہ وہ بے حیائی ہے اور (بہت ہی) بُرا چلن ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ (فرقان ع ۶ پارہ ۱۹)

اور (خدائے رحمٰن کے خاص بندے تو وہ ہیں) جو خدا کے ساتھ (کسی) دوسرے معبود کو نہ پکاریں اور ناحق (ناروا) کسی شخص کو جان سے نہ ماریں کہ اُس کو خدا نے حرام کر رکھا ہے اور نہ زنا کے مرتکب ہوں اور جو (شرک اور گناہ) مذکورہ بالا کرے گا وہ اپنے گناہ کا خمیازہ بھگتے گا ٭

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَوْلَهٗ عِصَابَةٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ بَايِعُوْنِيْ عَلٰى اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ وَلَا تَاْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ وَ

عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور صحابہ کی ایک جماعت آپ کے اردگرد موجود تھی کہ مجھ سے اِس بات پر بیعت کرو کہ خدا کے ساتھ کسی اَور کو شریک نہ ٹھیراؤ چوری اور زنا کے مرتکب ہو اپنی اولاد کو جان سے نہ مارو اور اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان نہ بنا کھڑا کرو ف اور

ف یہ پوری آیت عنوانِ قتل میں گزر چکی اس کے ساتھ اُسے بھی ملا کر پڑھو ۱۲

ف اِس حدیث سے ملتی ہوئی ایک آیت سورۂ ممتحنہ کے اخیر میں ہے وہاں ہم نے اس جملے کا مطلب اچھی طرح کھول دیا ہے مزید آگہی کے لیے یہاں اُس آیت کو ترجمے اور فائدے سمیت نقل کیے دیتے ہیں یا ایها النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک علی ان لا یشرکن بالله شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یأتین ببهتان یفترینه بین ایدیهن وارجلهن ولا یعصینک فی معروف فبایعهن واستغفر لهن الله ان الله غفور رحیم اے پیغمبر جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں آئیں (اور) تم سے اس پر بیعت کرنی چاہیں کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں ٹھیرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ دختر کشی کریں گی اور نہ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان بنا کھڑا کریں گی ف ([illegible])

لا تعصوا في معروف فمن وفى منكم فأجره على الله ومن أصاب من ذلك شيئا فعوقب به في الدنيا فهو كفارة له ومن أصاب من ذلك شيئا ثم ستره الله عليه فهو إلى الله إن شاء عفا عنه وإن شاء عاقبه فبايعناه على ذلك + (صحيحين)

امر شرع میں نافرمانی نہ کرو تو جو شخص تم میں سے (اس مبایعت کو) پورا کرے گا اُس کا اجر خدا پر اور جو (ان مذکورہ بالا گناہوں میں سے شرک کے علاوہ) کسی گناہ کا مرتکب ہوگا پھر دُنیا میں اُس کی سزا دیا جائے گا تو یہ سزا اُس کا کفارہ ہوگا اور جو شخص اِن گناہوں میں سے کسی گناہ کا مرتکب ہوا پھر خدا نے اُس کی پردہ پوشی کی تو ایسے کا کام خدا کے سپرد ہے چاہے اِسے معاف کرے چاہے سزا دے تو ہم سب نے اِس پر پیغمبر صاحب سے بیعت کی

عن عبد الله بن مسعود قال قال رجل يا رسول الله أي الذنب أكبر عند الله قال أن تدعو لله ندا وهو خلقك قال ثم أي قال أن تقتل ولدك خشية أن يطعم معك قال ثم أي قال أن تزاني حليلة جارك فأنزل الله تصديقها والذين لا يدعون مع الله إلها آخر ولا يقتلون النفس التي حرم الله إلا بالحق ولا يزنون الآية + (صحيحين)

عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون ہے فرمایا تیرا خدا کے لیے کسی کو شریک ٹھیرانا حالانکہ اُس نے تجھے پیدا کیا ہے عرض کیا پھر کون سا گناہ بڑا ہے فرمایا تیرا اپنی اولاد کو اِس خوف سے مار ڈالنا کہ (بڑی ہو کر) تیرے ساتھ کھانے (پینے) میں شریک ہوگی عرض کیا پھر کون سا گناہ بڑا ہے فرمایا تیرا اپنے ہمسایے کی عورت سے زنا کرنا چنانچہ خدا تعالیٰ نے اِن باتوں کی تصدیق کے لیے یہ آیت نازل کی والذین الخ یعنی اور (خدائے رحمٰن کے خاص بندے تو وہ ہیں) جو خدا کے ساتھ (کسی) اور دوسرے معبود کو نہ پکاریں اور ناحق (ناروا) کسی شخص کو جان سے نہ ماریں کہ اُس کو خدا نے حرام کر رکھا ہے اور نہ زنا کے مرتکب ہوں

(ترجمہ متعلقہ صفحہ سابقہ) اور نہ نیک کاموں میں (جن کے کرنے کا تم حکم دو) تمہاری حکم عدولی کریں گی (اِن شرطوں پر) تم اُن سے بیعت لے لیا کرو اور خدا کی جناب میں اُن کی مغفرت کی دعا کرو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے (فائدہ) یہ عرب کا ایک محاورہ معلوم ہوتا ہے جیسے ہاتھ سے آنکھوں دیکھے جس کا مطلب ہے جان بوجھ کر یا جیسے بددعا میں کہتے ہیں کہ تیرے دیدوں اور گھٹنوں کے آگے آئے تو مطلب یہ ہے کہ جان بوجھ کر کوئی بہتان کھڑا کریں اور اُن کے ہاتھ پاؤں بیچ سے ہوں کہ جھوٹ بنا رہی ہیں ۱۲ +

۳- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زَنَی الْعَبْدُ خَرَجَ مِنْهُ الْاِیْمَانُ فَکَانَ فَوْقَ رَاْسِهٖ کَالظُّلَّةِ فَاِذَا خَرَجَ مِنْ ذٰلِكَ الْعَمَلِ رَجَعَ اِلَیْهِ الْاِیْمَانُ (ترمذی- ابوداؤد)

۳- ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ زنا کرتا ہے تو اُس سے ایمان علیحدہ ہو کر اُس کے سر پر سایبان کی طرح ہو جاتا ہے پھر جب اس عمل قبیح سے فارغ ہوتا ہے تو ایمان اُس کی طرف لوٹ آتا ہے۔

چوری

۱- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ یَسْرِقُ الْبَیْضَةَ فَتُقْطَعُ یَدُهٗ وَیَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ یَدُهٗ (صحیحین)

۱- ابوہریرہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا چور کے پھٹے مونہہ کہ وہ ایک انڈا چراتا اور اس کی سزا میں اُس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور ایک رسّی چراتا اور اس کی سزا میں اُس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے

۲- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَزْنِی الزَّانِیْ حِیْنَ یَزْنِیْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَّلَا یَسْرِقُ السَّارِقُ حِیْنَ یَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ الخ (بخاری)

۲- ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زانی جس وقت زنا کرتا ہوتا ہے وہ مومن نہیں ہوتا اور چور جب چوری کرتا ہوتا ہے مومن نہیں ہوتا

ف

ف قتل و زنا میں جو حدیثیں لی گئی ہیں اُن میں چوری کا بھی مذکور ہے ہم نے طوالت کے خوف سے ان ہی دو حدیثوں پر بس کی اور اُنھیں مکرر بیان کرنا ضروری نہ سمجھا اور مومن نہ ہونے کا مطلب ہے کہ زانی بحالت ارتکاب زنا اور چور بحالت ارتکاب چوری مومن کامل نہیں رہتا یعنی اتنی دیر کے لیے پردۂ غفلت ایمان کی روشنی کو اس قدر ماند اور دھندلا کر دیتا ہے کہ گویا روشنی ہے ہی نہیں پھر اگر نور ایمان کی ایک مدھم شعاع بھی باقی ہے تو ارتکاب جرم کے بعد اس کو تنبّہ ہوتا اور وہ اپنے تئیں ملامت کرتا اور یہی ایمان کا لوٹ آنا ہے ۱۲

غصب

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ۭ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا ۝ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِیْہِ نَارًا ۭ وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا ۝ (النساء ع ۵ پارہ ۵)	مسلمانو! ناحق (ناروا) ایک دوسرے کے مال نہ کھایا کرو ہاں آپس کی رضامندی سے خرید و فروخت ہو اور اُس میں کچھ ہاتھ لگ جائے تو وہ ناروا نہیں اور (آپ) اپنے تئیں ہلاک نہ کرو (تم سے یہ بات اس لیے کہی جاتی ہے کہ) اللہ تمہارے حال پر مہربان ہے ف۱ اور جو زور و ظلم سے ایسا کام کرے گا (یعنی پرایا مال کھا جائے گا) تو ہم اُس کو (قیامت کے دن دوزخ کی) آگ میں ڈال کر جھونکیں گے اور یہ اللہ کے نزدیک (ایک) آسان سی (بات ہے)
عَنْ سَعِیْدِ بْنِ زَیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّہٗ یُطَوَّقُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنْ سَبْعِ اَرَضِیْنَ ۔ (صحیحین)	زید کے بیٹے سعید کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بالشت بھر زمین بھی زور و ظلم سے لے گا قیامت کے دن اُس قطعۂ زمین کو ساتوں زمین کی انتہا سے لے کر طوق (بنا) یا جائے گا اور اُس کی گردن میں ڈالا جائے گا۔
عَنْ اَبِیْ حُرَّۃَ الرَّقَاشِیِّ عَنْ عَمِّہٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا لَا تَظْلِمُوْا اَلَا لَا یَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِّنْہُ (بیہقی)	ابو حرہ رقاشی اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لوگو!) خبردار ظلم نہ کرو (اور) سنو کسی شخص کا مال اُس کی خوشی اور رضامندی کے بغیر حلال نہیں۔
عَنْ رَافِعِ بْنِ عَمْرٍو الْغِفَارِیِّ قَالَ کُنْتُ غُلَامًا	عمرو کے بیٹے رافع غفاری کہتے ہیں کہ میں ابھی لڑکا تھا

ف۱ اس سے بعض نے خودکشی مُراد لی ہے اور بعض نے قتل نفس جس کی سزا قصاص ہے دوسرے کے مارنے کو اپنا مارنا اس سے فرمادیا ہے کہ تمام بنی آدم اصل واحد کی فرع ہیں سہ بنی آدم اعضائے یکدیگر ند * کہ در آفرینش زیک جوہر ند * چو عضوے بدرد آورد روزگار * دگر عضوہا را نماند قرار * اور بعض نے سمجھا ہے کہ ایسی مشقت کا اختیار کرنا مراد ہے جس کا نتیجہ فی اغلب الاحوال ہلاکت ہو جیسے راہب اور ہمارے ملک کے جوگی سناسی کیا کرتے ہیں اور بعض نے سباق و سیاق کے لحاظ سے حقوق عباد کا تلف کرنا بھی لکھا ہے اور لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل ایسا کلیہ ہے کہ تمام دیوانی قسم کی جھوٹیں بلکہ جرائم متعلقہ مال سب اس ممانعت میں داخل ہیں حکم اتنا مختصر اور تمام اقسام معاملات متعلقہ مال پر حاوی ۱۲

اَرْمِیْ نَخْلَ الْاَنْصَارِ فَاُتِیَ بِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا غُلَامُ لِمَ تَرْمِی النَّخْلَ قُلْتُ اٰکُلُ قَالَ فَلَا تَرْمِ وَکُلْ مِمَّا سَقَطَ مِنْ اَسْفَلِہٖ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَہٗ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اَشْبِعْ بَطْنَہٗ ۔ (ترمذی)

(اور) انصار کی کھجوروں کے درختوں میں ڈھیلا (پتھر) مارا کرتا تھا پس ایک شخص مجھکو جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا آپ نے فرمایا لڑکے تو کیوں کے درختوں پر پتھر کیوں پھینکتا ہے میں نے عرض کیا کھجوروں کے کھانے کے لیے فرمایا درختوں پر پتھر نہ پھینک اور پھل کھانا ہی چاہتا ہے تو درختوں کے نیچے جو جھڑے پڑے ہیں وہ کھالے ف پھر پیغمبر صاحب نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا خداوندا اس کا پیٹ بھر

ف اگر کھیت یا باغ کی رکھوالی کی جاتی ہو تو گرے پڑے پھل کا بے اجازت مالک لینا بھی چوری ہے جہاں کی اور جن وقتوں کی حدیث ہے وہاں رکھوالی کا دستور نہ ہوگا ۱۲

رشوت

وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِھَآ اِلَی الْحُکَّامِ لِتَاْکُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ (البقرہ ۲۳۶ پارہ ۲)

اور (مسلمانو) آپس میں ناحق (ناروا) ایک دوسرے کے مال خورد برد نہ کرو اور نہ مال کو حاکموں پاس رسائی پیدا کرنے کا ذریعہ گرداو کہ لوگوں کے مال میں سے (تھوڑا بہت جو کچھ ہاتھ لگے اس کو) جان بوجھ کر ناحق ہضم کر جاؤ ف

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ ۔

عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے اور رشوت لینے والے دونوں کو لعنت کی ہے

وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَالرَّائِشَ یَعْنِی الَّذِیْ یَمْشِیْ بَیْنَھُمَا ۔

اور ایک روایت میں (یوں آیا) ہے اور رائش یعنی اس شخص کو بھی لعنت فرمائی جو رشوت دینے والے اور لینے والے میں دلال ہوتا اور کم و بیش کرکے دونوں میں رشوت کا قرار داد ٹھیراتا ہے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ قَوْمٍ یَظْھَرُ فِیْھِمُ الزِّنَا اِلَّا اُخِذُوْا بِالسَّنَۃِ وَمَا مِنْ قَوْمٍ یَظْھَرُ فِیْھِمُ الرُّشٰی اِلَّا اُخِذُوْا بِالرُّعْبِ (مشکوٰۃ)

عمرو بن عاص کہتے ہیں میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس قوم میں بھی زنا ظاہر شائع ہوتا ہے وہ ضرور مبتلائے قحط ہوتے ہیں اور جس قوم میں رشوت رواج پاتی ہے وہ دشمنوں کی طرف سے ترس و بیم میں گرفتار ہوتے ہیں۔

ف اس سے رشوت مراد ہے جو حق کا ناحق کرنے کے لیے رشوت خوار حاکموں کو دی جاتی ہے ۱۲

من المترجم - ہم چاہتے تو اس حدیث کو نہ بھی لیتے کیونکہ ہم نے بندوں کے حقوق اور باہمی معاملات کے متعلق آیات اور احادیث صرف اِس غرض سے جمع کی ہیں کہ لوگوں کو ہر ایک حق اور ہر ایک معاملے کے بارے میں خدا رسول کا حکم معلوم کرا دیں ورنہ دنیاوی جزا اور سزا اور فیصلہ تو سب جانتے ہیں کہ جو خدا کے حکم سے تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ با اختیارِ حاکم وقت ہے اور حاکم بیشتر جو مسلمان نہیں - اور وہ اپنے قانون پر عمل کرتا ہے نہ قرآن پر اور نہ حدیث پر - اس حدیث میں زنا اور رشوت دو چیزوں کا مذکور ہے اور دونوں کے بارے میں آیتیں بھی اور حدیثیں بھی بقدر کافی لی جا چکی ہیں - غرض اس حدیث کو نہ بھی لیتے تو کچھ حرج نہ تھا ہاں ہم ایک خاص مطلب سے اِس حدیث کو لیا - وہ یہ کہ باوجود وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا کے خاص کر ان وقتوں کے لوگ عقلِ انسانی پر بہت بھروسہ کرنے لگے ہیں قصورِ فہم کے تو کسی بات میں معترف ہوتے ہی نہیں جو بات سمجھ میں نہ آئی اور خلاف قیاس معلوم ہوئی جھٹ سے اس کو جھٹلا دیا بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ حالانکہ مومن کی یہ شان نہیں ہے خدا رسول کا فرمانا بس کرتا ہے وجہ معلوم ہو یا نہ ہو - دنیا کی ہزاروں باتیں سمجھ میں نہیں آتیں مگر ہوتی آئی ہیں اور ہو رہی ہیں - مقناطیسی سوئی کا ایک سرا ہمیشہ اُتّر کو رہتا ہے - کیوں رہتا ہے یا نہیں؟ مگر کسی بوجھ بجھکڑ نے اس کی وجہ بھی سمجھی - کاہ رُبا گھاس کو مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے - کیوں کھینچتا ہے یا نہیں؟ کوئی نہیں بتا سکتا کیوں حیوانات اور نباتات کی پیدائش کا راز کسی نے معلوم کیا ہو تو بتائیے - اچھا پھر اسی قبیل سے ہے زنا اور قحط کا تعلق جو اس حدیث میں ہے هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ہم تو عرفی کے اس شعر کے قائل ہیں ؎

ہر کس نہ شناسندۂ راز است وگرنہ　　　　ایں ہا ہمہ راز است کہ معلوم عوام است

بات یہ ہے کہ مسلماناں در گور مسلمانی در کتاب پہلے مسلمان تو مثلاً ابو بکرؓ تھے کہ پیغمبر صاحب نے معراج کا حال ان سے بیان کیا انھوں نے بے چون و چرا باور کر لیا کسی ہم جیسے مسلمان نے ان سے براہِ تعجب جو پوچھی تو کہا کہ پیغمبر صاحب کے فرمانے کے بعد مجھے کوئی دلیل درکار نہیں -

قتل

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا فَإِنْ كَانَ مِنْ

اور کسی مسلمان کو روا نہیں کہ مسلمان کو جان سے مار ڈالے مگر غلطی سے (مار ڈالا ہو تو دوسری بات ہے) اور جو مسلمان کو غلطی سے (بھی) مار ڈالے تو ایک مسلمان بردہ آزاد کرے اور وارثانِ مقتول کو خون بہا دے (سوا الگ) مگر یہ کہ وارثانِ مقتول خون بہا) معاف کر دیں پھر اگر مقتول اُن لوگوں

قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۗ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝

(النساء ع ۱۳ پارہ ۵)

ہو تم مسلمانوں کے دشمن ہیں اور وہ خود مسلمان ہو تو (بس) ایک مسلمان بردہ آزاد کرنا ہوگا اور اگر (مقتول) اُن لوگوں میں کا ہو جن میں اور تم میں (صلح کا) عہد (و پیمان) ہے تو (قاتل کو چاہیئے کہ) وارثانِ مقتول کو خوں بہا پونچائے اور (اس کے علاوہ) ایک مسلمان بردہ (بھی) آزاد کرے اور جس کو (مسلمان بردہ آزاد کرنے کا) مقدور نہ ہو تو لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے کہ توبہ کا یہ طریق اللہ کا ٹھیرایا ہوا ہے اور اللہ (سب کے حال سے) واقف ہے (اور) (اُس کا انتظام) (بڑا) پکا (انتظام) ہے اور جو مسلمان کو دیدہ و دانستہ مار ڈالے تو اُس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ (ہمیشہ) رہے گا اور اُس پر اللہ کا غضب (نازل) ہوگا اور اُس پر خدا کی پھٹکار پڑے گی اور اللہ نے اُس کے لیے بڑا سخت عذاب تیار کر رکھا ہے ف۱

۲ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل ع ۴ پارہ ۱۵)

اور کسی کی جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے ناحق قتل نہ کرنا اور جو شخص ظلم سے مارا جائے تو ہم نے اُس کے والی (وارث) کو (قاتل سے قصاص لینے کا) اختیار دیا ہے تو اُس کو چاہیئے کہ خون کا بدلہ لینے) میں زیادتی نہ کرے کیونکہ (وہ بھی بدلہ لینے) میں بھی اُس کی جیت ہے ف۲

ف۱ کفارۂ قتل اور دیت کے متعلق جتنے احکام ہیں سب ہمارے رسالے میں مفصل ہیں اسی وجہ سے ہم نے کفارے اور دیت کے متعلق قرآن کی ایک آیت کے سوا اور کچھ نہیں لیا اور وہ بھی اس وجہ سے کہ لوگوں کو اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ قتل خدا کے نزدیک مبغوض ترین جرائم ہے ۱۲ ف۲ مطلب یہ ہے کہ مثلاً زید نے خالد کو ظلماً مار ڈالا تو اس صورت میں خالد کی جانب مغلوب تھی ورنہ خالد مارا ہی کیوں جاتا اب وقت آیا قصاص کا یعنی خالد کی جانب کو خدا نے غلبہ دیا اور قاعدہ قصاص کے جاری کرنے سے اُس کی مدد کی تو وارثانِ خالد کو واجبی بدلے پر قناعت کرنی چاہیئے یہ دیکھیں کہ واجبی بدلہ اُن کا کافی انتقام نہیں ہے ۱۲

* * *

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝ (الفرقان ۲۶ پارہ ۱۹)

اور (خدائے رحمٰن کے خاص بندے تو وہ ہیں) جو خدا کے ساتھ (کسی) دوسرے معبود کو نہ پکاریں اور ناحق (ناروا) کسی شخص کو جان سے نہ ماریں کہ اُس کو خدا نے حرام کر رکھا ہے اور نہ زنا کے مرتکب ہوں اور جو (شرک اور گناہ) مذکورۂ بالا کرے گا وہ (اپنے گناہ کا) خمیازہ بھگتے گا کہ قیامت کے دن اُس کو دوہرا عذاب دیا جائے گا (شرک کا الگ اور دوسرے گناہوں کا الگ) اور ذلیل و خوار اُسی حال میں ہمیشہ رہے گا مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جو شخص توبہ کرے اور (اس کے بعد وہ) نیک عمل (بھی) کرے تو وہ حقیقت میں خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَبَائِرُ اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ (بخاری)

عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑے گناہ یہ ہیں خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھیرانا۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا کسی شخص کو مار ڈالنا جھوٹی قسم کھانا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا

ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات مہلک گناہوں سے بچو (صحابہ نے) عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا ہیں فرمایا خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھیرانا ایک۔ کسی پر جادو کرنا دو۔ ناحق (ناروا) کسی شخص کو جان سے مارنا کہ اُس کو خدا نے حرام کر رکھا ہے تین۔

ف یمین غموس کے معنے ہیں جھوٹی قسم جس سے کسی کا مال ضائع کر دیا جائے۔ غمس کے لغوی معنے ہیں ڈبونے کے چونکہ جھوٹی قسم بھی آدمی کو گناہ میں پھر آگ میں ڈبو دیتی ہے اس سے اُسے یمین غموس کہتے ہیں۔ اہلِ جاہلیت کی عادت تھی کہ جب باہم کسی بات پر قسما قسمی کرتے تو استحکام قسم کے لیے خون یا خوشبو یا الکحل کا بھرا ہوا پیالہ سامنے رکھتے اور قسم کھاتے وقت پیالے میں ہاتھ ڈبو دیتے اس کا یہ مطلب ہے تاکہ جس بات پر ہم نے قسم کھائی ہے اُس کے خلاف کبھی کریں ہی گے نہیں ۱۲

بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبٰوا وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّىْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ الْغٰفِلٰتِ ٭ (صحیحین)	سود کھانا چار یتیم کا مال ہضم کر جانا پانچ۔ مذہبی لڑائی (یعنی جہاد) میں پیٹھ موڑ کر بھاگنا چھے پارسا مسلمان عورتوں کو جو بدکاری سے غافل ہیں۔ بدکاری کی تہمت لگانا سات
عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَّزَالَ الْمُؤْمِنُ فِىْ فُسْحَةٍ مِّنْ دِيْنِهٖ مَالَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا (بخاری)	ابن عمر کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان دار اپنے دین کی طرف سے ہمیشہ آسانی میں رہے گا تاوقتیکہ ناجائز اور حرام خوں ریزی کا مرتکب ہو ف۱
عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِى الدِّمَاءِ (صحیحین)	عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز سب سے پہلے لوگوں میں خون کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا ف۲

ف۱ ماجعل علیکم فی الدین من حرج کی رُو سے مسلمان پر دین میں کوئی تنگی تو ہے نہیں مگر جب وہ مرتکب خونریزی ہوا تو البتہ بحکم دین مبتلائے مصیبت ہو گیا ۱۲

ف۲ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے بارے میں پرسش ہوگی تو دونوں حدیثوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ حقوق العباد میں سب سے پہلے پرسش خون کی ہوگی اور حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کی فارتفع التعارض ۱۲ ٭

قصاص و خونبہا

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِىَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَىْءٌ	مسلمانو! جو لوگ تم میں مارے جائیں اُن کے بارے میں تم کو (جان کے) بدلے (جان) کا حکم دیا جاتا ہے آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت ف۳ پھر جس (قاتل) کو اُس کے بھائی (طالب قصاص) سے کوئی جزوِ (قصاص) معاف کر دیا جائے۔

ف۳ عرب میں یہ دستور تھا کہ اگر بڑا آدمی کسی ادنیٰ درجے کے آدمی کو مار ڈالتا تو اُس سے قصاص نہ لیتے اور بڑا آدمی مارا جاتا تو ایک کے بدلے کئی کئی خون کر دیتے عوض قصاص میں دُنیاوی وجاہت کا پاس کرتے تھے اسلام نے اِس فرقِ مراتب کو اُٹھا دیا آزادوں میں ہو یا غلاموں میں حاصل مطلب یہ ہے کہ کچھ بھی ہو قاتل ہی کو قتل کیا جائے ۱۲ ٭

فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَّا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

(البقرہ ع ۲۲ پارہ ۲)

تو (جان کے بدلے خوں بہا اور) وارثِ (مقتول کی طرف سے اس کا) مطالبہ (دستورِ شرع) کے مطابق اور (قاتل کی طرف سے) وارثِ مقتول کو خوش معاملگی کے ساتھ (خوں بہا کا) ادا کر دینا یہ (حکمِ خوں بہا) تمہارے پروردگار کی طرف سے (تمہارے حق میں) آسانی اور مہربانی ہے پھر اس کے بعد جو زیادتی کرے تو اس کے لیے عذاب دردناک ہے ف۱ اور عقلمندو! قصاص (کے قاعدے) میں تمہاری زندگی ہے اور (اس غرض سے جاری کیا گیا ہے) تاکہ تم (خونریزی سے) باز رہو ف۲

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلٰى أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَّصَّدَّقُوا فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلٰى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا

اور کسی مسلمان کو روا نہیں کہ مسلمان کو (جان سے) مار ڈالے مگر غلطی سے (مار ڈالا ہو تو دوسری بات ہے) اور جو مسلمان کو غلطی سے (بھی) مار ڈالے تو ایک مسلمان بردہ آزاد کرے اور وارثانِ مقتول کو خوں بہا دے (سو الگ) مگر یہ کہ (وارثانِ مقتول خوں بہا) معاف کر دیں پھر اگر مقتول اُن لوگوں میں کا ہو جو تم مسلمانوں کے دشمن ہیں اور وہ خود مسلمان ہو تو (بس) ایک مسلمان بردہ آزاد کرنا ہوگا اور اگر (مقتول) اُن لوگوں میں کا ہو جن میں اور تم میں (صلح کا) عہد (و پیمان) ہے تو (قاتل کو چاہیے کہ وارثانِ مقتول) کو خوں بہا پہنچائے اور (اس کے علاوہ) ایک مسلمان بردہ (بھی) آزاد کرے اور جس کو مسلمان بردہ آزاد کرنے کا مقدور نہ ہو تو لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے کہ توبہ کا یہ طریق اللہ کا ٹھیرایا ہوا ہے اور اللہ (سب کے حال سے) واقف ہے (اور اس کا انتظام بڑا) پکا (انتظام) ہے۔

ف۱ اصل میں تو جان کا بدلہ جان ہے جس کو قصاص کہتے ہیں اور یہ حق ہے وارثانِ مقتول کا لیکن اگر وارثانِ مقتول خون سے درگزر کریں اور قاتل کی جان لینی نہ چاہیں یا اُن میں اختلاف ہو بعض قصاص چاہیں اور بعض نہیں تو دونوں صورتوں میں دیت یعنی خوں بہا ہے۔ پھر جب دیت کا دینا ٹھیرا تو دینے والے اس کے ادا کرنے میں مضائقہ نہ کریں اور لینے والے اس کے مطالبے میں بے جا سختی نہ کریں ۱۲ ف۲ قصاص میں زندگی ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس سے جانوں کی حفاظت ہے کہ قصاص کے ڈر سے لوگ خونریزی سے باز رہیں گے ۱۲

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ (المائدہ ع ۷ پارہ ۶)	اور ہم نے توُرات میں یہود کو تحریری حکم دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ (بھی) ویسے ہی زخم (پھر جو مظلوم بدلہ معاف کرے تو وہ اُس (کے گناہوں) کا کفارہ ہو گا اور جو خدا کی اُتاری ہوئی (کتاب) کے مطابق حکم نہ دے تو وہی لوگ بے انصاف ہیں ف

ف پہلے رکوع کی شان نزول ایک زنا کا مقدمہ تھا جو یہودیوں میں ہوا تھا اور مجرم عزت دار لوگ تھے اور وہ اجرائے حکم سنگساری میں خلاف حکم توُرات اُن کی رعایت کرنی چاہتے تھے اور ان آیتوں میں قصاص کا حکم ہے اور یہ احکام بھی عام ہیں کہ قصاص ہر شخص پر بلا لحاظ اس کے کہ مجرم کون ہے اور کس درجے کا ہے اُس کو سزا دی جائے اور اسی طرح حکم سنگساری بھی عام تھا مگر یہود ان تمام احکام میں دنیاوی طمع کو دخل دیتے تھے ۱۲

تعزیر و حدود

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ (المائدہ ع ۶ پارہ ۶)	اور (مسلمانو!) مرد چوری کرے تو اور عورت چوری کرے تو اُن کے (اس) کرتوت کے بدلے میں (بلا امتیاز) دونوں کے دہنے ہاتھ کاٹ ڈالو (یہ) تعزیر (اُن کے حق میں) خدا کی طرف سے (قرار پائی) ہے اور اللہ زبردست (اور انتظامی مصلحتوں سے) واقف ہے ف۲
الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (النور ع ۱ پارہ ۱۸)	عورت اور مرد زنا کریں تو اُن دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو دُرّے مارو اور اگر اللہ اور روز آخرت کا یقین رکھتے ہو تو اللہ کے حکم کی تعمیل میں تم کو اُن (کے حال) پر کسی طرح کا ترس دامن گیر نہ ہو اور (چاہیے کہ) اُن کے سزا دیتے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت (اُن کی فضیحت کے لیے) موجود رہے
وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً	اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں اور چار گواہ نہ لا سکیں تو اُن کو اسّی اسّی درّے مارو

ف۲ دہنے ہاتھ کی قید جو ہم نے بڑھا دی ہے وہ احادیث سے لی ہے ۱۲ اسلام ہر ایک درجے میں کوڑا چابک وغیرہ سب شامل ہیں ۱۲

وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (نور ع ۱ پارہ ۱۸)	اور (آیندہ) کبھی اُن کی گواہی قبول نہ کرو اور یہ لوگ خود بدکار ہیں ف۱ مگر جنھوں نے ایسا کیے پیچھے توبہ کی اور اپنی عادت درست کرلی تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ فَكَانَ مِمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى آيَةُ الرَّجْمِ رَجَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ وَالرَّجْمُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ حَقٌّ عَلَى مَنْ زَنَى إِذَا أَحْصَنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ أَوْ كَانَ الْحَبَلُ أَوِ الْاِعْتِرَافُ (صحیحین)	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خدا نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو سچے اور درست دین کے ساتھ بھیجا اور اُن پر کتاب نازل فرمائی اور آیت رجم بھی ما انزل اللہ میں سے تھی (اسی واسطے) جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور پیغمبر صاحب کے بعد ہم نے رجم کیا۔ رجم خدا کی کتاب میں موجود ہے (اور) اُن مردوں اور عورتوں پر ثابت ہے جو بیاہے ہوکر زنا کریں جب کہ گواہ (گواہی دینے) کھڑے ہوں یا عورت کو حمل ہو یا اقرار۔

ف۱ جرم تہمتِ ناحق کی ناپسندیدگی ظاہر کرنے کے لیے ایسا فرمایا کہ وہی خود بدکار ہیں یعنی جیسے بدکاری جرم ہے ویسے ہی ناحق کی تہمت بھی جرم ہے ناحق کی تہمت لگانے سے آدمی ثقاہت کے دائرے سے خارج اور بے آبرو ہوجاتا ہے یہاں تک کہ اُس کی گواہی بھی مقبول و منظور نہیں۔

مِنَ الْمُتَرْجِم یہ دوسرا حصہ جو بجائے خود ایک کتاب مستقل ہوگیا ہے اور نہیں ہوا تو ختم ہونے تک ہو جائے گا اس کو قانون الٰہی سمجھو جس کی غرض و غایت ہے حفظ امن و عافیت۔ امن و عافیت کے لحاظ سے بندوں کے حقوق چار طرح کے ہیں۔ حقوق متعلقہ جسم حقوق متعلقہ جان۔ حقوق متعلقہ مال۔ حقوق متعلقہ عافیت۔ امن و عافیت کے قائم رکھنے کے لیے ہم مسلمان ہندوستان میں ایک چھوڑ دو دوہرے انتظام میں قانون سلطنت اور قانون شریعت۔ ہم شروع کتاب میں کسی جگہ دونوں قانونوں کا فرق بتا چکے ہیں۔ بقدر تعلق حقوق اللہ قانون شریعت ہمارا دستور العمل ہے اور بقدر تعلق حقوق العباد قانون سلطنت۔ ہماری اپنی سلطنۃ کے زمانے میں ایک قانون شریعت ہمارے لیے بس کرتا تھا کہ وہی حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں میں ہمارا راہ نما تھا۔ اب ہندوستان کا قانون سلطنت بقدر تعلق حقوق العباد قانون شریعت سے بدلا ہوا ہے اور چار و ناچار ہم کو اسی کی اطاعت اور تعمیل کرنی پڑتی ہے۔ یعنی بقدر تعلق حقوق العباد قانون سلطنۃ ہی ہمارا قانون شریعت ہے۔ اس رُو سے چاہیے تھا کہ ہم حقوق العباد کے حصے میں مجموعۂ تعزیرات اور مجموعۂ ضوابط فوجداری اور مجموعۂ ضوابط دیوانی اور قانون شہادت وغیرہ وغیرہ تمام انگریزی قوانین نافذ الوقت کا پشتارہ نقل کر دیتے۔ مگر ہم نے ایسا نہیں کیا اور نہ ایسا کرنا منظور تھا۔ ہم نہیں چاہتے کہ مسلمان قانون سلطنت کے دباؤ سے امن و عافیت کے ساتھ زندگی کریں نہیں بلکہ اسلامی شریعت کے حکم سے بے شک قانون سلطنت قانون شریعت سے

مختلف ہے مگر اختلاف فروعی ہے اُصول دونوں کے متحد ہیں۔ قانونِ سلطنت اَمن و عافیت چاہتا ہے اور
یہی عین منشا قانونِ شریعت کا ہے مثلاً قانونِ سلطنت چور کو بید اور قید اور جرمانے کی سزا دیتا ہے تاکہ دوسروں
کو عبرت اور چوری کا انسداد ہو۔ قانونِ شریعت چور کا ہاتھ کاٹنے کو کہتا ہے۔ عبرت اور چوری کا انسداد نتیجہ دونوں
کا ایک۔ قانون تعزیرات ہند اُٹھا کر دیکھو چور کی سزا تین برس یا جرمانہ یا دونوں۔ تو یہ منتہائے سزا ہے چوری
پیسے کی۔ چوری روپیہ کی۔ چوری سَو کی۔ چوری ہزار کی کیا ہر چوری میں پُوری سزا دی جاتی ہے۔ نہیں۔ تعیین سزا
کام ہے مجسٹریٹ کا اسی طرح کیا قانونِ شریعت کی رُو سے ہر ایک چور کا ہاتھ کاٹ ڈالتے ہیں
نہیں۔ بقول امام ابوحنیفہ دَس درم یعنی ۲؎ سے کم میں اور بقولِ امام شافعی تین درم یعنی ۱۲؎ سے کم
میں قطع ید نہیں بلکہ صرف تعزیر تو جب قاضی نوعیتِ سزا بدل سکتا ہے تو مجسٹریٹ کو نوعیتِ سزا
بدلنے کا اختیار کیوں نہ ہو۔ پس حقوق العباد میں جس معاملے کے متعلق نوعیتِ
سزا یا مقدارِ سزا کی صراحت ہو اُس پر نظر نہ کرو صرف اتنی بات
دیکھ لو کہ یہ فعل ممنوعِ شرعی ہے اور نوعیتِ سزا اور
تعیینِ سزا باختیارِ حاکم چاہے قاضی
ہو یا مجسٹریٹ یا جج ٭

٭ ٭ ٭
٭



عَنْ[1] اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهٗ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَآءٍ[2] وَسِدْرٍ وَّاجْعَلْنَ فِى الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا[3] اَوْ شَيْئًا مِّنْ كَافُوْرٍ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِىْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَاَلْقٰى اِلَيْنَا حَقْوَهٗ وَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ وَفِىْ رِوَايَةٍ اغْسِلْنَهَا وِتْرًا[4] ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ سَبْعًا وَّابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا[5] وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا وَقَالَتْ فَضَفَرْنَا شَعْرَهَا۔

اُمِّ عطیہ (انصاریہ جو ایک بڑی صحابیہ ہیں) کہتی ہیں کہ جناب پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم آپ کی صاحبزادی (زینب) کو (اُن کے مرنے کے پیچھے) نہلا رہے تھے پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ زینب کو تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا اس سے زیادہ اگر زیادہ کی ضرورت دیکھو پانی اور بیری[2] کے پتوں سے نہلاؤ اور پچھلی مرتبہ کے غسل میں کافور[3] کا استعمال کرو یا فرمایا تھوڑے سے کافور کا استعمال کرو اور جب نہلانے سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دینا چنانچہ ہم فارغ ہوئے تو پیغمبر صاحب کو اطلاع دی آپ نے ہماری طرف اپنا تہ بند پھینک کر فرمایا کہ زینب کو اس میں لپیٹ دو اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ زینب کو طاق[4] یعنی تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا سات دفعہ نہلاؤ اور داہنی[5] طرف کے اعضاء اور اُن میں سے بھی اعضاء وضو سے دھونا شروع کرو اُمِّ عطیہ کہتی ہیں پھر ہم نے زینب کے سر کے بالوں کی

[1] غسلِ میت کے فرض ہونے پر اجماعِ اُمت قائم ہو چکا ہے اور اسی لیے غسل میت کا حق ہے اور احیاء کا فرضِ کفایہ کہ بعض کا فعل کافی ہے ۱۲
[2] جس طرح آنولے اور صابون سے میل کٹتا ہے اسی طرح بیری کے پتوں سے ۱۲
[3] چونکہ میت کی لاش میں ایک طرح کی بساندسی پیدا ہو جاتی ہے اس سے کافور کے استعمال کا حکم فرمایا ۱۲ [4] طاق کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ آپ تفرید و توحید کو بہت پسند کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے ان اللہ وتر یحب الوتر اور اسی وجہ سے تو رکوع و سجود کی تسبیح اور وضو وغیرہ میں طاق کی رعایت کرتے تھے ۱۲
[5] کیونکہ داہنے کو بائیں پر فضیلت ہے ۱۲

ثَلٰثَةَ قُرُوْنٍ فَاَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا ✢ (صحیحین)	تین مینڈھیاں[1] گوندھ کر انھیں پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا

مِنَ المترجم فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ میت کو غسل دیتے وقت اس بات کی زیادہ احتیاط رکھیں کہ اُس کا ستر کھلنے نہ پائے۔ ستر پر ایک گاڑھا کپڑا ڈال دیں اور اس طرح غسل دینا شروع کریں کہ پہلے مبالغے کے ساتھ طہارت کرائیں۔ پھر کُلّی اور ناک میں پانی دینے کے علاوہ بالکل ویسا ہی وضو کرائیں جیسا نماز کے لیے کرایا جاتا ہے۔ اس کے بعد خطمی یا صابون سے سر کے بال اور ڈاڑھی دھوئیں اور بائیں کروٹ پر لٹا کر سیدھی طرف کا سارا جسم دھوئیں اور ایک ایک عضو کو تین تین یا پانچ پانچ یا سات سات دفعہ دھوئیں۔ پانی میں بیری یا کسی اور خوشبودار درخت کے پتّے یا پھول ڈالدیں۔ اور سب میں پیچھے وہ پانی بہائیں جس میں کافور کی آمیزش ہو۔ عورت کے بالوں کے تین حصّے کریں اور تین مینڈھیاں گوندھ کر پیٹھ پر ڈال دیں غسل کے بعد میت کے مواضع سجود پر کافور ملیں۔ میت کے نہلانے والے کو غسل اور اُٹھانے والے کو وضو کرنا مستحب ہے۔ شوہر اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی بیوی فاطمہؓ کو اور بی بی اسمار نے اپنے شوہر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو غسل دیا ۱۲

کفن

عَنْ عَائِشَةَ رضـ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِيْ ثَلٰثَةِ اَثْوَابٍ يَمَانِيَةٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ ✢ (صحیحین)	اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم یمن کے تین سفید دُھلے ہوئے کپڑوں میں جو رُوئی کے تھے کفنائے گئے۔ جن میں نہ کرتہ تھا نہ پگڑی۔
عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَفَّنَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُحَسِّنْ كَفَنَهٗ ✢ (مسلم)	حضرت جابر کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو عمدہ اوراچھا کفن دے۔
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلْبَسُوْا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَاِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ	ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفید کپڑے پہنو کیونکہ یہ تمہارے سب کپڑوں میں بہتر ہیں[2] اور ان ہی کپڑوں میں اپنے مُردوں کو کفناؤ

ف[2] سفید کپڑوں میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ جلد جلد دُھلوانے پڑتے ہیں برخلاف رنگین کے کہ ان میں میل کا میل اور کچیل جذب ہو کر بیماری پیدا کرتے ہیں ۱۲

[1] تاکہ بالوں کی پریشانی سے میت کی صورت موحش اور ڈراؤنی نہ بن جائے ۱۲

وَمِنْ خَيْرِ اَكْحَالِكُمُ الْاِثْمِدُ فَاِنَّهٗ يُنْبِتُ الشَّعْرَ وَيَجْلُو الْبَصَرَ ۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)	اور تمہارے سب سرموں میں بہتر سرمہ اثمد ہے کیونکہ وہ پلکوں کے بال اگاتا اور بینائی روشن کرتا ہے
عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّهٗ لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ دَعَا بِثِيَابٍ جُدُدٍ فَلَبِسَهَا ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمَيِّتُ يُبْعَثُ فِيْ ثِيَابِهِ الَّتِيْ يَمُوْتُ فِيْهَا ۔ (ابوداؤد)	ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ جب ان کے انتقال کا وقت قریب آگیا تو (گھر والوں سے) نئے کپڑے مانگ کر پہنے پھر کہا میں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ میت اپنے اُن ہی کپڑوں میں (قیامت کے روز) اٹھایا جائے گا جن میں وہ مرتا ہے ف۱

ف۱ مسلمان جو حشر اجساد کا قائل ہے وہ تو اس میں کسی طرح کا شک و شبہہ کر نہیں سکتا بلی قادر بن علی ان نسوی بسالہ ۱۲ (من المترجم)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلٰى اُحُدٍ اَنْ يُّنْزَعَ عَنْهُمُ الْحَدِيْدُ وَالْجُلُوْدُ وَاَنْ يُّدْفَنُوْا بِدِمَائِهِمْ وَثِيَابِهِمْ ۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)	ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے شہدائے اُحد کے بارے میں حکم فرمایا کہ اُن کے جسموں سے لوہا یعنی ہتھیار اور چمڑے کے سازو سامان اُتار لیے جائیں اور اُن کو اُن ہی کے خونوں اور کپڑوں میں دفن کر دیا جائے
عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهٗ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ	عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں کہ ایک شخص جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اتفاقاً چلتے چلتے اونٹنی پر سے گرا اور گردن ٹوٹ کر مر گیا اور یہ شخص (حج یا عمرے کا) احرام باندھے ہوئے تھا جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اس پانی سے نہلاؤ جس میں بیری کے پتے ڈالے

ف۲ اثمد ایک طرح کا پتھر ہے جسے سنگ سرمہ کہتے ہیں اور وہ یہی معمولی سرمہ ہے جو ہمارے ہاں مستعمل ہوتا ہے ۱۲

وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ وَلَا تَمَسُّوهُ بِطِيبٍ وَّلَا تُخَمِّرُوا رَاْسَهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُلَبِّيًا ـ (صحیحین)	اور اسی کے دو کپڑوں میں اسے کفنا دو اور اس کے خوشبو نہ ملو نہ اس کے سر ڈھانکو کیونکہ یہ قیامت کے روز لبیک کہتا ہوا اُٹھایا جائے گا۔

من المترجم - مرد کو تین سفید کپڑوں یعنی دو چادروں اور ایک کفنی میں کفنانا چاہیئے جیسے بھی میسّر ہوں اور تین کپڑے بہم نہ پہنچ سکیں تو دو یا ایک ہی کفایت کرتا ہے۔ عورتوں کو چاہیئیں تو پانچ کپڑے ایک رومال جس سے پورا سر لپٹ سکے ایک سینہ بند جو کفنی کے نیچے رکھ کر سینے سے گھٹنوں تک لپیٹ دیا جاتا ہے دو چادریں ایک کفنی مگر پانچ کپڑے میسّر نہ ہوں تو جس قدر مل سکیں درست ہیں۔ پانچ سے زیادہ درست نہیں جو لوگ جہاد میں شہید ہوں اُن کا حکم حدیث عبد اللہ بن عباس میں مذکور ہو چکا مگر ان کے علاوہ اور تمام شہیدوں کو جو ڈوب کر مر گئے ہوں یا جل کر یا دب کر یا دستوں کی بیماری میں یا کسی اور طرح سے اُنہیں غسل دینا نئے کپڑوں میں کفنانا نماز پڑھنا سب کچھ چاہیئے۔ میت کو تا مقدور اچھا کپڑا دیں لیکن گران قیمت اور نامشروع کپڑے میں کفنانا درست نہیں۔

جنازے کے ساتھ چلنا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا إِلَيْهِ وَإِنْ تَكُ سِوٰى ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ ـ (صحیحین)	ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنازے کو قبر کی طرف لے جانے میں جلدی کرو کیونکہ اگر وہ نیکوکار ہے تو قبر اس کے لیے ایک آرامگاہ ہے جس میں تم اُسے جلد پہنچائے دیتے ہو اور اگر ایسا نہیں ہے تو وہ خود ایک مصیبت ہے جس کو تم اپنے سروں سے اُتار کر ٹالے دیتے ہو
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ ـ (بخاری)	ابو سعیدؓ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنازہ تیار ہو کر رکھ دیا جائے تو لوگ اُسے اپنے مونڈھوں پر اُٹھا لیں ف

ف اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریز جو مُردوں کو گاڑیوں پر لے جاتے ہیں یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے اور اس سے میت مُردے کی توہین ہوتی ہے ۱۲ ـ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَبِعَ جَنَازَۃً وَّحَمَلَھَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ قَضٰی مَا عَلَیْہِ مِنْ حَقِّھَا ۔ (ترمذی)

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جنازے کے پیچھے چلا اور اُسے تین دفعہ کندھا دے لیا اُس نے حقِ میت جو اُس پر تھا ادا کر دیا۔

عَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّاکِبُ یَسِیْرُ خَلْفَ الْجَنَازَۃِ وَالْمَاشِیْ یَمْشِیْ خَلْفَھَا وَاَمَامَھَا وَعَنْ یَّمِیْنِھَا وَعَنْ یَّسَارِھَا قَرِیْبًا مِّنْھَا ۔ (احمد)

مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار جنازے کے پیچھے چلیں اور پا پیادہ آگے پیچھے اور دائیں بائیں جنازے کے پاس پاس ف

ف جنازے کے ساتھ چلنے کا وقت درحقیقت بڑی عبرت کا محل ہے اس محل پر سوار ہو کر چلنا خلافِ عبرت ہے اور اگر کوئی شخص بمجبوری سوار ہی ہو کر چلے تو کم سے کم اتنا تو ضرور چاہیئے کہ جنازے کے پیچھے پیچھے چلے ۱۲

نمازِ جنازہ و دُعا[1]

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی الْمَیِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَہُ الدُّعَآءَ ۔ (ابو داؤد۔ ابن ماجہ)

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! جب تم میت کی نماز پڑھ چکو تو خلوصِ دل سے اُس کے لیے دعا مانگو۔

عَنْ وَاثِلَۃَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَسَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ اللّٰھُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِیْ ذِمَّتِکَ وَحَبْلِ جِوَارِکَ فَقِہٖ مِنْ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَھْلُ الْوَفَآءِ وَالْحَقِّ

اسقع کے بیٹے واثلہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں کے ایک شخص (کے جنازے) پر ہمارے ساتھ نماز پڑھی تو میں نے آپ کو فرماتے سُنا کہ الٰہی فلاں کا بیٹا فلاں تیرے امان اور تیری پناہ میں ہے تو تُو اُسے قبر کے فتنے اور دوزخ کے عذاب سے بچا لے اور تُو عہد کا پورا کرنے والا اور حقِ عہد کا پاس دار ہے۔

[1] نمازِ جنازہ کے متعلق حصہ اول حقوق اللہ عنوانِ صلوٰۃ میں ہمارا ایک مبسوط بیان گزر چکا ہے وہاں نمازِ جنازہ کی کیفیت اچھی طرح لکھ دی ہے اس کے ساتھ اسے بھی ملا کر پڑھو ۱۲

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (ابو داؤد۔ ابن ماجہ)	الٰہی اسے بخش دے اور اس پر رحم کر بے شک تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

دفن

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَا اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ

اور (اے پیغمبر) ان لوگوں کو آدم کے دو بیٹوں (ہابیل اور قابیل) کے واقعی حالات پڑھ کر سناؤ کہ جب دونوں نے (خدا کی جناب میں) نیازیں چڑھائیں کہ اُن میں سے ایک (یعنی ہابیل) کی قبول ہوئی اور دوسرے (یعنی قابیل) کی قبول نہ ہوئی تو (قابیل مارے حسد کے بھائی سے) لگا کہنے کہ میں ضرور تجھکو قتل کر کے رہوں گا اُس نے جواب دیا کہ اللہ تو صرف پرہیزگاروں کی (نیازیں) قبول کرتا ہو ف اگر میرے قتل کرنے کے ارادے سے تو مجھ پر اپنا ہاتھ چلائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے تجھ پر اپنا ہاتھ چلانے والا نہیں کیونکہ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں میں تو یہ چاہتا ہوں کہ (زیادتی ہو تو تیری ہی طرف سے ہو اور) تو میرا اور اپنا (دونوں کا) گناہ سمیٹے اور دوزخیوں میں (جا شامل ہو اور ظالموں کی یہی سزا ہے اس پر بھی اُس کے (یعنی قابیل کے) نفس نے اُس کو اپنے بھائی کے مار ڈالنے پر آمادہ کیا (چنانچہ) آخر کار اس کو مار ڈالا اور (آپ ہی) گھاٹے میں آ گیا اس کے بعد اللہ نے ایک کوا بھیجا وہ زمین کو کریدنے لگا تاکہ اُس کو (یعنی قابیل کو) دکھائے کہ اُسے اپنے بھائی کی فضیحت (یعنی اُس کی لاش) کو

ف اس سے ہابیل کی یہ غرض نہ تھی کہ میں پرہیزگار رہوں بلکہ یہ جتانا مقصود تھا کہ تمہاری نیاز جو قبول نہیں ہوئی تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں بلکہ تم ہی سے پرہیزگاری کے خلاف کوئی بات سرزد ہوئی ہوگی جس کی وجہ سے تمہاری نیاز خدا نے قبول نہیں کی ۱۲

قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ۝ (المائدہ ع ۵ پارہ ۶)	بولا ہائے ہائے میری شامت کیا میں (ایسا) گیا گزرا ہوا کہ بلا سے اس کوے ہی جیسا ہوشیار ہو تو اپنے بھائی کی فضیحۃ (یعنی لاش) تو چھپا دیتا الغرض اپنے کیے سے بہت ہی پشیمان ہوا ف
عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنَّ سَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ فِي الْمَرَضِ الَّذِيْ هَلَكَ فِيْهِ اِلْحَدُوْا لِيْ لَحْدًا وَّانْصِبُوْا عَلَيَّ اللَّبِنَ نَصْبًا كَمَا صُنِعَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ (مسلم)	سعد بن ابی وقاص کے بیٹے عامر کہتے ہیں کہ (میرے باپ) سعد بن ابی وقاص نے مرض الموت میں کہا کہ میرے دفن کے لیے لحد عـــہ بنانا اور مجھ پر کچی اینٹیں کھڑی کر دینا جیسا کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا گیا تھا۔
عَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ اَنَّهٗ رَاٰى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا ۔ (بخاری)	سفیان تمار (تابعی) سے روایت ہے کہ انھوں نے جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کو دیکھا کہ اونٹ کے کوہان جیسی بنی ہوئی (یعنی بیچ میں سے اٹھی ہوئی) ہے۔
عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا يَلْحَدُ وَالْاٰخَرُ لَا يَلْحَدُ فَقَالُوْا اَيُّهُمَا جَاءَ اَوَّلًا عَمِلَ عَمَلَهٗ فَجَاءَ الَّذِيْ يَلْحَدُ فَلَحَدَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ (مشکوٰۃ)	زبیر کے بیٹے عروہ سے روایت ہے کہ مدینے میں دو شخص قبر کھودنے کا کام کرتے تھے ان میں سے ایک تو بغلی کھودتا تھا اور دوسرا سیدھا گڑھا کھودتا تھا پیغمبر صاحب کا انتقال ہوا تو صحابہ نے تجویز کی کہ ان دونوں شخصوں میں سے جو پہلے آجائے وہی اپنا عمل کرے چنانچہ جو شخص پہلے آیا وہ تھا جو بغلی کھودتا تھا تو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے بغلی کھودی گئی۔

ف ہابیل اور قابیل آدم علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ قابیل کھیتی کرتے ہابیل بکریاں پالتے دونوں نے خدا کی نیاز کی قابیل نے مال ردی نیاز میں رکھا اور ہابیل نے بہتر سے بہتر بکری جو اس کے ریوڑ میں تھی قابیل کی نیاز نامنظور ہوئی۔ اور وہ نامنظور ہونے کے قابل بھی تھی اور ہابیل کی نیاز قبول ہوئی یعنی اس وقت کے دستور کے مطابق آسمان سے آگ آکر اس کو جلا گئی۔ قابیل نے غصے میں آکر مارے حسد کے بھائی کو مار ڈالا اور اس کی لاش کو لادے لادے پھرا کیونکہ وہ پہلی موت تھی جو زمین پر واقع ہوئی آخر اس کوے سے دفن کرنا سیکھا اور اس کو اپنی حالت پر سخت رنج ہوا ۱۲۔

عـــہ لحد اس شگاف کو کہتے ہیں جو قبر میں قبلے کی طرف کو کھودا جاتا ہے اور اسے ہماری بولی میں بغلی کہتے ہیں ۱۲۔

حدیث	ترجمہ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سُلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهٖ ﴿مشکوٰۃ﴾	ابن عباس کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم (قبر میں اُتارتے وقت) سر کی طرف سے داخل کیے گئے۔
عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اُدْخِلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ	ابن عمر سے روایت ہے کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم مُردے کو قبر میں اُتارتے وقت فرمایا کرتے تھے بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔[1]
عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَثٰى عَلَى الْمَيِّتِ ثَلٰثَ حَثَيَاتٍ بِيَدَيْهِ جَمِيْعًا وَاَنَّهٗ رَشَّ عَلٰى قَبْرِ ابْنِهٖ اِبْرٰهِيْمَ وَوَضَعَ عَلَيْهِ حَصْبَاءَ	امام جعفر اپنے والد امام باقر سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم مُردے پر اُس کے دفن ہوئے پیچھے (دونوں ہاتھوں کو ملا کر مٹی کی) تین لپیں ڈالا کرتے تھے اور آپ نے اپنے فرزند ابراہیم کی قبر پر پانی چھڑکا اور اُس پر کنکریاں رکھیں
عَنْ اَبِی الْهَيَّاجِ الْاَسَدِیِّ قَالَ قَالَ [illegible] عَلٰى مَا بَعَثَنِیْ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُّشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتَهٗ ﴿مسلم﴾	ابو الہیاج اسدی کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کیا میں تجھے اُس امر کی تعمیل کے لیے نہیں بھیجوں جس کی تعمیل کے لیے مجھے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا یہ کہ تو کسی تصویر کو بے مٹائے نہ چھوڑیو۔ اور نہ کسی اُونچی قبر کو بے زمین کے برابر کیے رہیو ف
عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ	جابر کہتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے قبر کے گچ کرنے

ف یہ سب کچھ قبر پرستی کے انسداد کے لیے تھا مگر جب لوگوں نے اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا تو مسلمانوں میں قبر پرستی کا جو درحقیقت ایک طرح کی بت پرستی ہے عام مرض پھیل گیا اب حال یہ ہے کہ بزرگوں کے مزار نہایت شاندار بنائے جاتے ہیں اور کھلم کھلا ان مزاروں کی پرستش ہوتی ہے ۱۲

[1] یعنی خدا کے نام سے اور خدا کی مغفرت کی توقع کے ساتھ اور خدا کے رسول کے مذہب پر ہم اسے قبر میں اُتارتے ہیں ۱۲

متن	ترجمہ
وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ (مسلم)	اور اُس پر عمارت وشامیانے تاننے اور اُس پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔
عَنْ اَبِىْ مَرْثَدِ الْغَنَوِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَيْهَا ٭ (مسلم)	ابو مرثد غنوی کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبروں پر نہ بیٹھو۔ اور اُن کی طرف مُونہ کرکے نماز نہ پڑھو۔
عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُجَصَّصَ الْقُبُوْرُ وَاَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْهَا وَاَنْ تُوْطَاَ ٭ (ترمذی)	جابر سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے قبروں کے پختہ اور گچکار کرنے اور اُن پر نام خدا لکھے جانے ف۱ اور اُنھیں پامال کیے جانے سے منع فرمایا
عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا مَاتَ اَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوْهُ وَاَسْرِعُوْا بِهٖ اِلٰى قَبْرِهٖ وَلْيُقْرَاْ عِنْدَ رَاْسِهٖ فَاتِحَةُ الْبَقَرَةِ وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ ٭ (بیہقی)	عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جب تم میں کا کوئی مرجائے تو اُسے گھر میں روکے نہ رکھو بلکہ اُس کو قبر کی طرف جلدے جاؤ اور (جب دفن کرچکو تو) اُس کے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدا اور پاؤں کی طرف سورہ بقرہ کا خاتمہ پڑھا جائے ف۲

ف۱ ہم نے نام خدا کی قید اِس سے بڑھادی ہے کہ لوگ قبروں پر اکثر آیات قرآنی لکھ دیتے ہیں جیسے مثلاً آیۃ الکرسی یا سورۂ فاتحہ یا سورہ اخلاص یا کوئی اور آیت مناسب حالت پیغمبر صاحب نے قبروں پر نام خدا یعنی قرآنی آیت لکھنے سے اس لیے منع فرمایا کہ اس سے نام خدا کی بے توقیری ہوتی ہے لوگ جوتیوں سمیت قبروں پر نہیں تو قبروں کے قریب قریب چلتے ہیں اور جن قبروں کی نگہبانی نہیں کی جاتی بسا اوقات جانور وہاں آکر بول و براز بھی کرتے ہیں ۱۲ ف۲ سہولت کی نظر سے ہم سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتیں اور اُس کا خاتمہ مع ترجمہ نقل کیے دیتے ہیں (بقرہ کی ابتدائی آیتیں) الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

الٓمّٓ۔ یہ وہ کتاب ہے جس (کے کلام الٰہی ہونے) میں کچھ بھی شک نہیں پرہیزگاروں کی رہنما ہے جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز پڑھتے اور جو کچھ ہم نے اُن کو دے رکھا ہے اُس میں سے (راہ خدا میں بھی) خرچ کرتے اور (اے پیغمبر) جو (کتاب) تم پر اُتری اور جو تم سے پہلے اُتریں اُن (سب) پر ایمان لاتے (بقیہ صفحہ آئندہ)

(بقیہ صفحہ آئندہ)

عہ [illegible]

زیارتِ قبور

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ زَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ اُمِّهٖ فَبَکٰی وَاَبْکٰی مَنْ حَوْلَهٗ فَقَالَ اسْتَاْذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ یُؤْذَنْ لِیْ فَاسْتَاْذَنْتُهٗ فِیْ اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَهَا فَاَذِنَ لِیْ فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تُذَکِّرُ الْمَوْتَ۔

(مسلم)

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی تو آپ بھی روئے اور جو آپ کے گرد اگرد تھے انھیں بھی رُلایا اور فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے اجازت چاہی کہ اپنی والدہ کے لیے بخشش کی درخواست کروں تو مجھے اس کی اجازت نہیں دی گئی پھر اُن کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت چاہی تو مجھے اجازت ملی سو (لوگو!) قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ موت کو یاد دلاتی ہے

(بقیہ متعلقہ صفحہ سابقہ) اور وہ آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اپنے پروردگار کے سیدھے رستے پر ہیں اور یہی (آخرت میں من مانی) مرادیں پائیں گے (البقرہ کا خاتمہ) اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا [illegible] ربنا و الیک المصیر لا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا لھا ما کسبت وعلیھا [illegible] ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکفرین یعنی (ہمارے پیغمبر محمدؐ) اُس کتاب کو مانتے ہیں جو اُن کے پروردگار کی طرف سے اُن پر اُتری ہے اور پیغمبر کے ساتھ دوسرے مسلمان بھی (یہ سب کے سب) اللہ اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس کے پیغمبروں پر ایمان لائے کہ (سب پیغمبروں کا دین ایک ہے اور کہتے ہیں کہ) ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی ایک کو (بھی) جُدا نہیں سمجھتے (یعنی سب کو مانتے ہیں) اور بول اُٹھے کہ (اے ہمارے پروردگار) ہم نے تیرا ارشاد سُنا اور تسلیم کیا اے ہمارے پروردگار (بس) تیری ہی مغفرت (درکار ہے) اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے اللہ کسی شخص پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اُسی قدر جس (کے اُٹھانے) کی اُس کو طاقت ہو جس نے اچھے کام کیے تو (اُن کا نفع بھی) اُسی کے لیے ہے اور جس نے بُرے کام کیے (اُن کا وبال بھی) اُسی پر اے ہمارے پروردگار اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں تو ہم کو (اُس کے وبال میں) نہ پکڑ اور اے ہمارے پروردگار جو لوگ ہم سے پہلے ہو گزرے ہیں جس طرح اُن پر تُو نے (اُن کے گناہوں کی پاداش میں احکامِ سخت کا) بار ڈالا تھا ویسا بار ہم پر نہ ڈال اور اے ہمارے پروردگار اتنا بوجھ جس (کے اُٹھانے) کی ہم کو طاقت نہیں ہے نہ اُٹھوا اور ہمارے قصوروں سے درگزر اور ہمارے گناہوں کو معاف کر اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا (حامی و) مددگار ہے تو اُن لوگوں کے مقابلے میں جو کافر ہیں ہماری مدد کر۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَيْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَ لَهٗ وَكُتِبَ بَرًّا۔ (مشکوٰۃ)

محمد بن النعمان کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر جمعہ کو اپنے ماں باپ کی یا اُن میں سے ایک کی قبر کی زیارت کرے گا وہ بخش دیا جائے گا اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرنے والوں کے زمرے میں لکھا جائے گا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اَدْخُلُ بَيْتِيَ الَّذِيْ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَاِنِّيْ وَاضِعٌ ثَوْبِيْ وَاَقُوْلُ اِنَّمَا هُوَ زَوْجِيْ وَاَبِيْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ فَوَاللّٰهِ مَا دَخَلْتُهٗ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِيْ حَيَاءً مِّنْ عُمَرَ

(مشکوٰۃ)

ام المومنین حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں اپنے اس حجرے میں جہاں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر مدفون تھے بے چادر اوڑھے چلی جاتی اور (اپنے دل میں) کہتی تھی کہ یہ کوئی غیر تو ہیں نہیں میرے شوہر اور میرے باپ ہیں لیکن جب حضرت عمر وہاں مدفون ہوئے تو خدا کی قسم میں اس گھر میں جب کبھی بھی گئی اس حال میں گئی کہ مجھ پر میرے کپڑے بندھے ہوئے ہوتے تھے کیونکہ مجھے عمر سے شرم آتی تھی (کہ وہ بیگانہ تھے)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرٍ بِالْمَدِيْنَةِ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ

(ترمذی)

ابن عباس کہتے ہیں ۔۔
علیہ وسلم مدینے کی چند قبروں پر گزرے اور اُن کی طرف مونہ کر کے فرمایا السلام علیکم یعنی قبروں والو! تم پر سلام خدا ہمیں تمہیں دونوں کو بخشے تم ہمارے پیش رو ہو اور ہم تمہارے پیچھے پیچھے پہنچتے ہیں۔

اجراء وصیت

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا اِۨلْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ

(مسلمانو!) تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کے سامنے موت آموجود ہو (اور) وہ کچھ مال چھوڑنے والا ہو تو ماں باپ اور رشتے داروں

بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(البقرہ ع ۲۲ پارہ ۲)

واجبی طور پر وصیت (کر مرے) جو (خدا سے) ڈرتے ہیں اُن پر (اُن کے اپنوں کا یہ ایک) حق ہے پھر جو وصیت کے سُننے پیچھے اُسے کچھ کا کچھ کر دے تو اُس کا گناہ اُن ہی لوگوں پر ہے جو وصیت کو بدلیں بے شک اللہ (سب کی) سُنتا (اور سب کچھ) جانتا ہے اور جس کو وصیت کرنے والے کی طرف سے (کسی خاص شخص کی) طرف داری یا (کسی کی) حق تلفی کا اندیشہ ہوا ہو اور وہ وارثوں میں میل کرا دے تو (ایسی صورت میں وصیت کے بدلنے کا) اُس پر کچھ گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۱

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَاۗءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَھُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَھَا النِّصْفُ ۭ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ

(مسلمانو!) تمہاری اولاد کے (حصّوں کے بارے) میں اللہ تم سے کہے رکھتا ہے کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر (حصہ دیا کرو) پھر اگر لڑکیاں (ہی ہوں) دو سے بڑھ کر ہوں تو ترکے میں اُن کا (حصہ) دو تہائی اور اگر اکیلی ہو تو اُس کو آدھا اور میّت کے ماں باپ کو (یعنی) دونوں میں ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ اُس صورت میں کہ میّت کی اولاد ہو اور اگر اُس کے اولاد نہ ہو اور اُس کے وارث (صرف) ماں باپ ہوں

ف۱ اسی کے آگے ایک آیت آتی ہے جس میں وارثوں کے حقوق کی تعیین کر دی گئی ہے اُس کی رُو سے وصیت کے احکام جہاں تک وارثوں سے متعلق ہیں منسوخ ہیں لیکن دوسرے رشتہ داروں کے حق میں وصیت کے احکام بدستور باقی ہیں تو پہلے مرنے والے پر وصیت کرنے کی تاکید ہے کہ حق العباد اپنی گردن پر نہ لے جائے پھر جن کو وصیت کی گئی ہے اُن پر قدغن ہے کہ وصیت میں کمی بیشی نہ کریں اور اگر کریں اور کسی کو زیادہ دلوا دیں تو جس کو زیادہ پہنچ جائے اُس کا گناہ بھی وصیت کے بدلنے والے کی گردن پر ہاں مرنے والے سے کسی طرح کی لغزش ہو گئی ہو اور جن کے حق میں وصیت کی گئی ہے اُن کی رضامندی سے ایک بات ٹھہر جائے تو کچھ مضائقہ نہیں وصیت کرنا حق ہے وارثوں کے علاوہ اور رشتہ داروں کا صرف واسطے پیار و وصف کی تعمیل کرنا حق ہے وصیت کا وارثوں پر اور اسی لحاظ سے ہم نے عنوانِ مذکور میں یہ آیت لی ہے ۱۲

فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ط

(النساء ع ۲ پارہ ۴)

تو اُس کی ماں کا حصّہ ایک تہائی (باقی باپ کا) لیکن اگر (ماں باپ کے علاوہ) میّت کے (ایک سے زیادہ) بھائی (یا بہنیں) ہوں تو ماں کا چھٹا حصّہ (یعنی باقی سب باپ کا اور بھائیوں کو کچھ نہیں مگر حصّے) میّت کی وصیّت (کی تعمیل) اور (ادائے) قرض کے بعد (دیئے جائیں)

عَنْ[۲] عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ اَوْصٰى اَنْ يُّعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ فَاَعْتَقَ ابْنُهٗ هِشَامٌ خَمْسِيْنَ رَقَبَةً فَاَرَادَ ابْنُهٗ عَمْرٌو اَنْ يُّعْتِقَ عَنْهُ الْخَمْسِيْنَ الْبَاقِيَةَ فَقَالَ حَتّٰى اَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبِيْ اَوْصٰى اَنْ يُّعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ وَّاِنَّ هِشَامًا اَعْتَقَ مِنْهُ خَمْسِيْنَ رَقَبَةً وَّبَقِيَتْ عَلَيْهِ خَمْسُوْنَ رَقَبَةً اَفَاُعْتِقُ عَنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا

عمرو[۲] بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وائل کے بیٹے عاص نے وصیّت کی کہ (مرے پیچھے) اُس کی طرف سے سَو بَردے آزاد کیے جائیں چنانچہ اُس کے (بڑے) بیٹے ہشام نے پچاس بَردے آزاد کردیے پھر اُس کے (چھوٹے) بیٹے عمرو نے باقی کے پچاس بردے آزاد کرنے چاہے مگر اُس نے (دل میں) کہا کہ تاوقتیکہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پُوچھ (نہ) لُوں (میں تو بَردے آزاد کروں گا نہیں) چنانچہ عمرو جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے باپ نے وصیّت کی ہے کہ اُس کی طرف سے سَو بَردے آزاد کیے جائیں۔ ہشام پچاس بَردے اُس کی طرف سے آزاد کرچکا ہے اور پچاس باقی رہتے ہیں کیا میں اُس کی طرف سے پچاس بَردے آزاد کرسکتا ہوں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (تمھارا باپ) عاص اگر مسلمان ہوتا

ـــه یہ پُورا رکوع مع ترجمہ و فوائد عنوانِ میراث میں گزر چکا یہاں صرف اِس بات کے ثابت کرنے کے لیے کہ تعمیلِ وصیّت حق المیّت ہے آیۂ میراث کا ایک ٹکڑا لیا گیا ہے ۱۲+

فَاَعْتَقْتُمْ عَنْهُ اَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ اَوْ حَجَجْتُمْ عَنْهُ بَلَغَهُ ذٰلِكَ ٭ (ابو داؤد)	اور تم اُس کی طرف سے بردے آزاد کرتے یا اُس کی طرف سے خیر خیرات کرتے یا اُس کی طرف سے حج کرتے تو اسے اس کا ثواب پونہچتا ف

ف اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ کافر کو خیر خیرات کچھ فائدہ نہیں دیتی دوسرے یہ کہ مسلمان مُردے کو اُس کے وارثوں کی مالی و بدنی دونوں طرح کی عبادتوں کا ثواب پونہچتا ہے ۱۲ ٭

اَدائے دَین

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبِيْ مَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ قَالَ اَرَاَيْتَ لَوْ كَانَ عَلٰى اَبِيْكَ دَيْنٌ اَكُنْتَ تَقْضِيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَحُجَّ عَنْهُ ٭ (ن)	ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا باپ بے حج کیے مرگیا تو کیا میں اُس کی طرف سے حج کرسکتا ہوں فرمایا بھلا بتا تو اگر تیرے باپ پر قرضہ ہوتا تو کیا تُو اُس کو ادا کرتا عرض کیا جی ہاں فرمایا تو اُس کی طرف سے حج کرڈال۔
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ امْرَاَةً اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ اُمِّيْ مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ فَقَالَ اَرَاَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ اَكُنْتِ تَقْضِيْهِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَدَيْنُ اللّٰهِ اَحَقُّ بِالْقَضَاءِ (مسلم)	ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک عورت جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگی کہ میری ماں مرگئی اور اُس پر رمضان کے روزے تھے فرمایا بھلا بتا تو اگر اُس پر قرض ہوتا تو تُو اُسے ادا کرتی عرض کیا کیوں نہیں فرمایا تو خدا کا قرض ادا کرنا لائق تر اور سزاوار تر ہے
عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ بَيْنَا اَنَا جَالِسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَتَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ	بُریدہ سے روایت ہے کہ ایک موقع پر میں جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کے پاس ایک عورت آکر عرض کرنے

ع ادائے دین کے بارے میں آیۂ میراث ملاحظہ ہو جو عنوانِ وصیت میں مذکور ہے ۱۲ ٭

إِنِّي تَصَدَّقْتُ عَلَى أُمِّي بِجَارِيَةٍ وَإِنَّهَا مَاتَتْ قَالَ فَقَالَ وَجَبَ أَجْرُكِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُ كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَأَصُومُ عَنْهَا قَالَ صُومِي عَنْهَا قَالَتْ إِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ أَفَأَحُجُّ عَنْهَا قَالَ حُجِّي عَنْهَا (مسلم)

کہ میں نے اپنی ماں کی طرف سے ایک لونڈی آزاد کی تھی اور وہ (یعنی ماں) مرگئی فرمایا تیرا ثواب ثابت ہوگیا عرض کیا یا رسول اللہ اُس پر ایک مہینے کے روزے تھے تو کیا میں اُس کی طرف سے روزے رکھ دوں فرمایا ہاں اُس کی طرف سے روزے رکھ دے عورت نے عرض کیا کہ اُس نے کبھی حج بھی نہیں کیا تو کیا میں اُس کی طرف سے حج کروں فرمایا اُس کی طرف سے حج کر ڈال

عدّت

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ (البقرہ ع ۳۰ پارہ ۲)

اور تم میں سے جو لوگ مرجائیں اور بی بیاں چھوڑ مریں تو (عورتوں کو چاہیے کہ) چار مہینے دس دن اپنے تئیں روکے رہیں پھر جب اپنی (عدّت کی) مدت پوری کرلیں تو جائز طور پر جو کچھ اپنے حق میں کریں اُس کا تم (وارثانِ میت) پر کچھ الزام نہیں اور تم لوگ جو کچھ (بھی) کرتے ہو اللہ کو اُس کی خبر ہے ف[1]

عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحِدُّ امْرَأَةٌ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ

اُمِّ عطیہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت تین روز سے زیادہ میت پر سوگ نہ کرے ہاں خاوند کے مرجانے پر چار مہینے دس دن تک سوگ کرنا چاہیے کہ رنگین کپڑا نہ پہنے لیکن اگر ایسا کپڑا ہو کہ بُنے جانے سے پہلے اُس کا تانا یا بانا رنگین ہو تو اُس کے پہننے کا مضائقہ نہیں[2]

ف[1] یعنی نکاح ثانی کی تمہید کے طور پر زیب و زینت وغیرہ جائز طریقے سے جو کچھ کریں تو اُس میں تم پر کسی طرح کا گناہ نہیں کہ اُن کو زیادہ دن تک سوگ کرنے پر کیوں نہ مجبور کیا جیسا کہ عرب کے زمانۂ جاہلیت کا دستور تھا ۱۲

سلہ[2] عورت کو خاوند کے مرجانے پر چار مہینے دس دن تک سوگ کرنے کا حکم عدّت کے نباہ کے لیے ہے خاوند کے علاوہ کسی کا سوگ تین دن سے زیادہ نہیں کہ یہ شیوۂ صبر جمیل کے خلاف ہے رہا ولی رنج وہ تو اختیاری بات ہے نہیں ۱۲ ۱۲ جو کپڑا رنگین سوت سے سا گیا ہو ۱۵

حو یعنی ہمارے یہاں کی سوسی دھاری وغیرہ اسے ثوب عصب کہتے ہیں ۱۲

وَلَا تَكْتَحِلُ وَلَا تَمَسُّ طِيْبًا اِلَّا اِذَا طَهُرَتْ نُبْذَةً مِّنْ قُسْطٍ اَوْ مِنْ اَظْفَارٍ (صحیحین) وَزَادَ اَبُوْدَاؤدَ وَلَا تَخْتَضِبُ ✣

اور نہ سُرمہ لگائے نہ خوشبو کو چھوئے مگر حیض سے پاک ہو جائے تو تھوڑا سا قسطؔ یا اظفارؔ استعمال میں لانا درست ہے ابوداؤد نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ بالوں اور ہاتھوں کو مہندی بھی نہ لگائے۔

عَنْ مِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّ سُبَيْعَةَ الْاَسْلَمِيَّةَ نُفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ فَجَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاْذَنَتْهُ اَنْ تَنْكِحَ فَاَذِنَ لَهَا فَنَكَحَتْ ✣ (بخاری)

مخرمہ کے بیٹے مسور سے روایت ہے کہ سُبیعہ اسلمیہ اپنے خاوند کے انتقال کے چند ہی راتوں بعد بچہ جنیں پھر جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور نکاحِ ثانی کی اجازت مانگی پیغمبر صاحب نے انھیں اجازت دے دی اور انھوں نے نکاح کر لیا ف

ف خلاصہ یہ کہ آیت اور اُس کے بعد کی حدیث میں جو متوفّی عنہا زوجہا کی عدت چار مہینے دس دن بیان کی گئی ہے تو اس سے وہ عورت مراد ہے جو حاملہ نہ ہو حاملہ ہوگی تو اُس کی عدت کی مدت وضعِ حمل ہوگی یعنی جب تک بچہ پیدا نہ ہولے گا نکاحِ ثانی کی تمہید طور پر سب بناؤ سنگار وغیرہ کچھ بھی نہیں کر سکے گی ۱۲

لہ قسط ایک خوشبودار لکڑی ہے جو بلادِ ہند اور عرب دونوں میں پیدا ہوتی اور اکثر دواؤں میں ڈالی جاتی ہے ہمارے ہاں اُسے عودِ ہندی کہتے ہیں ۱۲ ۔ لہ اظفار جمع ہے ظفر کی اور ظفر بھی ایک طرح کی خوشبودار چیز ہے جس کی دھونی لی جاتی ہے اور آدمی کے ناخن کے مشابہ ہوتی ہے غرضکہ یہ دونوں چیزیں دفعِ بوئے بد کے لیے استعمال میں لائی جاتی ہیں ۱۲ ✣

بھلائی سے یاد کرنا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُذْكُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ وَكُفُّوْا عَنْ مَّسَاوِيْهِمْ ✣ (ابوداؤد)

ابن عمر کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مُردوں کی خوبیاں اور بھلائیاں بیان کیا کرو اور اُن کی بُرائیوں سے زبان بند رکھو

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَالِكٌ بِسُوْءٍ فَقَالَ لَا تَذْكُرُوْا هَلْكَاكُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ ✣ (نسائی)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مرنے والا بُرائی کے ساتھ یاد کیا گیا فرمایا (لوگو!) اپنے مُردوں کو بھلائی سے یاد کیا کرو۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اُمّ المومنین حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جناب پیغمبر خدا

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قَدَّمُوا (نسائی)	صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مُردوں کو بُرا نہ کہو کیونکہ جو عمل اُنھوں نے آگے بھیجے تھے اُس کی جزا سزا کو پہونچ گئے (اب بُرا کہنے سے فائدہ؟)
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْمُؤْمِنِ عَلَى الْمُؤْمِنِ سِتُّ خِصَالٍ يَعُودُهُ إِذَا مَرِضَ وَيَشْهَدُهُ إِذَا مَاتَ وَيُجِيبُهُ إِذَا دَعَاهُ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ وَيُشَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ وَيَنْصَحُ لَهُ إِذَا غَابَ أَوْ شَهِدَ (نسائی)	ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک ایمان دار کے دوسرے ایماندار پر چھ حق ہیں جب بیمار پڑے تو اُس کی بیمار پرسی کرے - مرے تو اُس کے جنازے پر حاضر ہو دعوت کرے تو قبول کرے - ملے تو اُسے سلام علیک کرے چھینکے تو اس کے الحمد للہ کہنے پر یرحمک اللہ کہے غائب ہو یا حاضر بہر حال اُس کی خیر خواہی کرے -

من المترجم

اللہ تعالیٰ جل شانہ کی امداد اور توفیق اور اُسی کے فضل و کرم سے ہم نے حصۂ اوّل حقوق اللہ کے بعد دوسرا حصۂ حقوق العباد ختم کر دیا تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم نے گویا مُسلمان کی ہوبہو تصویر کھینچ دی صرف رنگ بھرنا باقی ہے تو اس کے لیے اخلاق و آداب کا تیسرا حصہ لگا رکھا ہے دوسرا حصہ ختم بھی ہوا تو ایسی حدیث پر کہ وہ حقوق العباد کا خُلاصہ اور لُبِّ لُباب ہے - سخت افسوس کی بات ہے کہ اوّل تو خود مُسلمانوں کو اپنے ذمّے کے فرائض معلوم نہیں اور کسی کسی کو ہیں تو عمل نہیں نتیجہ یہ ہے کہ اسلام کے ستون کو اندر ہی اندر شامتِ اعمال کا گھن کھائے چلا جا رہا ہے - اتفاق کی جگہ نفاق ہے اور اخوۃ کی جگہ اجنبیت بلکہ بُغض و عداوت -

انا الغنی زمن ترک الغنیءبہ نیاز مند بود آدمی بجنسِ کساں	من اکثر الناس احسانِ احمال مرا بخیر تو امّید نیست بد مرساں

آدمی بھی عجیب طرح کا مخلوق ہو اُس کی بے ابنائے جنس کے بھی نہیں گزرتی اور ابنائے جنس میں بھی نہیں گزرتی با چندیں فسادات جو دنیا میں دیکھے جاتے ہیں ہم تو اس کو گزرنا نہیں سمجھتے ؎

زندگی زندہ دلی کا ہے نام	مُردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون - اس لعلھم یرجعون نے ہم سے یہ کتاب جمع کرائی - رجوع کی توفیق خدا کا کام ہے اور رجوع کرنا لوگوں کا والسلام علی من اتبع الھدیٰ ◆

تمّت